وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

عُمدة البيان في تفسير القرآن

المعروف

تفسیر المدنی (الکبیر)

(از قلم حقیقت رقم)

شیخ التفسیر حضرت مولانا ابو طاہر محمد اسحاق خان صاحب المدنی

(حفظه الله ورعاه وتقبل مساعيه وجعل أخراه خيرا من أولاه)

دار العلوم الاسلامیہ کشمیر الحرۃ

پلندری، ضلع سدھنوتی

آزاد کشمیر، پاکستان

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

اور بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا ہے اس قرآن کو نصیحت کیلئے پس ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

عُمدۃ البیان فی تفسیر القرآن

المعروف

تفسیر المدنی (الکبیر)

جلد ششم

(از قلم حقیقت رقم)

شیخ التفسیر حضرت مولانا ابو طاہر محمد اسحاق خان صاحب المدنی

(حفظہ اللہ ورعاہ وتقبل مساعیہ وجعل اخراہ خیرا من اولاہ)

دار العلوم الاسلامیہ بکشمیر الحرۃ

پلندری، ضلع سدھنوتی

آزاد کشمیر، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

اور بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا ہے اس قرآن کو نصیحت کے لیے پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

"عُمدة البيان في تفسير القرآن"

المعروف { تفسیر المدنی (الکبیر)

(از قلمِ حقیقت رقم)

ترجمہ وتفسیر { شیخ التفسیر حضرت مولانا ابو طاہر محمد اسحاق خان صاحب المدنی

(حَفِظَهُ اللهُ وَرَعَاهُ وَتَقَبَّلَ مَسَاعِيَهُ وَجَعَلَ أُخْرَاهُ خَيْرًا مِنْ أُولَاهُ)

ناشر

دار العلوم الاسلامیہ بکشمیر الحرة

پلندری، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان

(Palandri Dist Sudhnoty (A.J.K) Pakistan.)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب : عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن (جلد ششم)

ترجمہ وتفسیر : شیخ التفسیر ابوطاہر محمد اسحاق خان صاحب المدنی دامت برکاتہم العالیہ

باہتمام : پروفیسر صاحبزادہ مولانا محمد طاہر خان صاحب آل مدنی حفظہم اللہ

تصحیح وتصویب : مولانا ابواسامہ حکیم ضیاء الرحمٰن ناصر سردارپوری (بخاری اکیڈمی فیصل آباد)

صفحات : ۷۰۲......تعداد اشاعت: گیارہ سو (۱۱۰۰)

سن اشاعت : محرم الحرام ۱۴۳۲ھ بمطابق دسمبر ۲۰۱۰ء

ناشر : دار العلوم اسلامیہ پلندری، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر پاکستان

---------------------- ❀❀❀ ----------------------

براہ راست صاحب تفسیر سے رابطہ کیلئے

مدنی منزل معمورہ ءِ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر)

مدنی منزل اسلام آباد، پاکستان ۰۳۳۳_۵۲۵۶۷۳۴_۰۳۳۳_۵۵۱۲۲۵۰

مدنی منزل سطوہ دبی متحدہ عرب امارات ۰۰۹۷۱_۵۰۴۶۵۸۲۳۲_۰۹۷۱۴_۳۴۹۰۵۸۸۲

استدعاء

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، تصحیح طباعت اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ إن شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِيْقِ لِمَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد، وَ عَلٰى مَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد، (ادارہ)

اہداء و انتساب

اُس وَحدَہٗ لَاشَرِیک سبحانہ وتعالیٰ کے حضور اور اُسی کے نام

❁— جس کا میں بندہ ہوں اور جس کے فضل و کرم اور رحمت و عنایت میں میرے جسم و جاں کا رواں رواں ڈوبا ہوا ہے اور جس کا شکر ادا کرنا میرے بس میں نہیں۔ اور جس سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق و عنایت سے اس کی کتابِ حکیم کے ترجمہ و تفسیر کی یہ خدمت، اور عظیم الشان سعادت، نصیب ہوئی ہے۔ فَالْحَمْدُ لَهٗ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ ورنہ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم سحر یہ تیری مہربانی ہے

❁— پس اسی کے حضور دست بدعا اور سراپا عرض والتجا ہوں کہ وہ محض اپنی شانِ کریمی سے اس بندۂ ناچیز کی اس طالب علمانہ کوشش کو شرفِ قبولیت سے نواز کر اسے نفعِ عام اور راقم آثم کیلئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ بنادے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَيْهِ بِعَزِيْزٍ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر، وَلَا حَدَّ لِجُوْدِهٖ وَكَرَمِهٖ وَهُوَ بِالْاِحْسَانِ جَدِيْر۔
نیز یہ کہ اس کارِ عظیم کے دوران جو بھی کوئی تقصیر و کوتاہی راقم آثم سے سرزد ہوئی ہو۔ خواہ اس کا تعلق نیت و ارادہ سے ہو، یا عمل و اداء سے، اس کو اپنی رحمت و عنایت سے معاف فرمادے کہ وہ غفور بھی ہے، اور رحیم بھی، تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

❁— اور اس کو اپنی بارگاہِ اقدس واعلیٰ میں قبول فرما کر اسے راقم اثم کیلئے، راقم کے والدین مرحومین اور دوسرے اعزہ و اقارب، کے لئے، راقم کی بیوی اور بچوں کے لئے، بہنوں اور بھائیوں اور دوسرے تمام رشتہ داروں کیلئے خیر و برکت اور دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ اور ابدالآباد تک باقی رہنے والا صدقہ جاریہ بنادے، آمین ثم آمین۔

❁— نیز اس کو راقم کے اساتذہ و مشائخ، اہل مسلک اور جملہ اہلِ حق، اور اہلِ ایمان کیلئے رحمتوں برکتوں، اور دارین کی فوز و فلاح اور سعادت و کامرانی کا ذریعہ بنائے اور اس سے حق اور اہل حق کا بول بالا ہو۔ اور ان کے مقابلے میں اہلِ کفر و باطل میں سے جن کے نصیب میں ہدایت ہو اُن کو ہدایت و رحمت کے نور سے نوازنے کا ذریعہ بنادے، اور جن کے نصیب میں یہ نور ملنا مقدر نہ ہو اُن کو خائب و خاسر، اور ناکام و نامراد کردے۔ امین ثم امین یَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، اِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى سَمِيْعٌ" قَرِيْبٌ، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ، وَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَهُوَ عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِهٖ بِهٖ جَلَّ وَعَلَا، وَهُوَ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْهُمْ لِاَنْفُسِهِمْ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔

وانا عبده العاصي ولرحمته الرّاجي محمد اسحاق خان (عفا الله عنه وعافاه و جعل عقباه خيرا من أولىه) أحدُ طلبة العلم.
المقيم بدبي (السطوة) الامارات العربية المتحدة ١٢ صفر ١٤١٧ھ الموافق ٢٧ يونيو ١٩٩٦ء يوم الخميس،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین

والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء وسید المرسلین ، نبینا محمد وعلی الہ وصحبہ اجمعین ، ومن اهتدی بهدیه ودعا بدعوته الی یوم الدین. وبعد

❀ —— یہ بندۂ ناچیز محمد اسحاق خان' ولد سردار خانولی خان، ولد سردار نواب خان' علیہم شآبیب الرحمۃ والغفران۔ جو کہ آزاد کشمیر، پاکستان' کے ایک پسماندہ اور دور افتادہ مگر مردم خیزی میں امتیازی مقام اور خاص شہرت رکھنے والے خطہ "منگ" کا رہنے والا ہے۔ برادران اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے' کہ قرآن حکیم کے ترجمہ وتفسیر کے جس عظیم الشان اور جلیل القدر کام کا آغاز ایک عرصہ قبل کیا تھا وہ ربع صدی سے بھی زیادہ عرصے کی طویل محنت اور جہدِ مسلسل کے بعد اب جا کر پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے والحمد للہ رب العالمین۔ اَلَّذِیْ لَاتَتِمُّ الصَّالِحَاتُ اِلَّا بِتَوْفِیْقٍ مِّنْهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی

❀ —— اس عظیم الشان اور جلیل القدر کام کے سلسلہ میں جن امور کا التزام کیا گیا۔ اور جن خطوط پر اس سلسلہ میں محنت کی گئی' ان سب کا ذکر تفصیل کے ساتھ مقدمۂ تفسیر میں کر دیا گیا' جو کہ الگ ایک مستقل کتاب کی شکل میں عرصہ قبل چھپ چکا ہے۔ والحمد للہ' اس لئے اس کے اعادہ وتکرار کی نہ ضرورت ہے' اور نہ گنجائش' اس وقت تو صرف اس عملِ جلیل کی قبولیت عند اللہ کی دعا کی اپیل ودرخواست ہے اور بس' اس دوران جو بھی کوئی کوتاہی راقم اثم سے سرزد ہو گئی ہو۔ خواہ اس کا تعلق ارادہ ونیت سے ہو۔ یا عمل واداء سے' اللہ تعالیٰ اس سب کی بخشش فرما کر اس قرآنی خدمت کو اپنی بارگہِ اقدس میں قبول فرما لے۔ اور اس کو پوری دنیا میں نورِ حق وہدایت کی اشاعت کا ذریعہ بنا دے آمین ثم آمین' یا رب العالمین' ویا ارحم الراحمین' واکرم الاکرمین۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرما کر اس کو راقم اثم اور راقم کے جملہ متعلقین کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والا ایسا صدقۂ جاریہ بنا دے۔ جس سے دنیا ساری میں نورِ توحید کا اجالا ہو جائے' اور شرک وبدعت کے اندھیرے چھٹ جائیں۔ اور حق اور اہلِ حق کا بول بالا ہو' آمین ثم آمین یا رب العالمین وانہ سبحانہ وتعالیٰ ولی ذالک والقادر علیہ جل وعلا شانہ

وانا عبده الضعیف' المفتقر الی رحمته جل وعلا فی کل
حین وآن' وبکل حالٍ من الاحوال' محمد اسحاق خان (عفا اللہ عنہ وعافاہ')
یکے از خُدّامِ علم واہلِ علم' مقیم دبئی ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ ۶ نومبر ۲۰۰۳ء
بروز جمعرات سات بجے شام بسطوہ دبئی (قبیل اذانِ عشاء) والحمد للہ جل وعلا

بسم الله الرحمن الرحيم

"عمدةٌ في البيان و التفسير"

من كلمات فضيلة الشيخ محمد عبدالله احمد ناصر الموزعي من اليمن

اشرق النور في دروب المسير — فتجلى للباحث المستنير
و تحلي اليراع فيه سرورا — بالمعاني و أجمل التصوير
و عقود الجمان في الدهر أضحت — تتسامي بدقة التعبير
إن هذا التفسير عذب جميل — طيب النشر في رياض السطور
تتغذى منه العقول بديعًا — بالتسالي وروعة التحرير
للكتاب العزيز خير بيان — ليس فيه شوائب من قصور
أوضح الحكم في الوقائع فقها — بينًا بالدليل و المأثور
وروى سيرة الأوائل فيه — قصصًا بالصحيح و المشهور
ونعيم الجنان فيه حديث — ذو شجون يزهو بريا العبير
والوعيد الشديد للناس إن هم — خالفوا منهج العلي القدير
والصفات الحسان لله والأسماء — سبحانه عديم النظير
وحديث الإيمان بالله نور — في الحشايا يوحي بشرح الصدور
في مجال الإرشاد قد صاغ درا — يتلألأ بالنصح و التذكير
سُريا دهرٌ في الوجود بهاء — أبديًا بعالم نحرير
سهرت عينه الليالي فنالت — كل فضل بجهده المشكور
فبدى للأنام فيه كتاب — قد توشي باحرف من نور
حقه أن يقال فيه لعمري — "عمدة في البيان وَالتفسير"

ذاك الحديث العزب الرقراق — وَالعلم وَالايمان و الأخلاق
يتناثر الإيمان من أوصافه — و الحب و الأنوار و الإشراق
لا تعجبوا من حسن منطقه فذا — أنس المجالس شيخنا إسحاق

دار العلوم الاسلامية بكشمير الحرة

پلندری، ضلع سدھنوتی،
آزدکشمیر، پاکستان

اپنی اس تفسیر سے متعلق برادرانِ اسلام کی خدمت میں

تین اہم گزارشیں

ا اس بندۂ ناچیز نے اپنی اس تفسیر کی تحریر وتسوید کے دوران ہر مرحلے پر یہ دعاء بھی کی اور کوشش بھی کہ یہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے ہو، اور اس میں ریاء وسمعہ کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے۔ لیکن نفس وشیطان کے شر سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ۔ اس لئے برادرانِ اسلام سے اس بارہ اس مخلصانہ دعاء کی اپیل و درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کو خالص اپنی رضا کیلئے قبول فرمالے۔ اور اس ضمن میں جو بھی تقصیر وکوتاہی اس بندۂ ناچیز سے سرزد ہوئی ہو اس کو معاف فرمادے، خواہ اس کا تعلق نیت وارادہ سے ہو، یا عمل واداء سے۔ فَاِلَیْهِ نَتَضَرَّعُ اَنْ یَّجْعَلَهٗ خَالِصًا لِوَجْهِهِ الکریم. وَان یَّجْعَلَهٗ اَخْلَصَ مَایکونُ وَاَحَبَّ مَایَكُوْنُ، وَانفَعَ مَایکون. وَاَوْسَعَ مَایَكُوْنَ، وَاَبْقٰی مَایَكُوْنَ، اِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ وتعالٰی سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ وَعَلٰی مَایَشَاءُ قدیر،

ب جبکہ دوسری گزارش اس بارہ میں حضرت اہل علم سے یہ ہے کہ اس میں جو کوئی تقصیر وکوتاہی ان کی نظر سے گزرے، یا اسکی اصلاح اور بہتری سے متعلق جو بھی کوئی رائے اور تجویز ان کے سامنے آئے، اس سے آگہی بخشیں، تاکہ اس سے استفادہ کیا جاسکے۔ اور آئندہ ایڈیشن میں اسکی روشنی میں اصلاح کی جاسکے۔ کیونکہ بندہ بہرحال محتاج دعاء واصلاح ہے، وَالْكَمَالُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ لاشریک لَهٗ۔ وَهُوَ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ، لِمَایُحِبُّ ویرید، وعلی مایُحِبُّ ویرید، سبحانه و تعالٰی،

ج اور تیسری گزارش اس ضمن میں ہر اس شخص سے جو کہ دل دردمند رکھتا ہو، یہ ہے کہ وہ اسکی کوشش کرے۔ اور اس کوشش میں حتی المقدور حصہ لے، کہ یہ تفسیر ہر شخص کے پاس اور ہر ہر گھر میں پہنچے، تاکہ قرآن وسنت کا نور مبین ہر ہر گھر میں پھیلے۔ اور ہر ہر گھر اور ہر ہر دل نور قرآن وسنت سے منور ومعمور ہو۔ کہ یہ دین حق کا اہم ہر حق بھی ہے۔ اور امتِ مسلمہ اسکی سب سے زیادہ محتاج بھی ہے۔

وبالله التوفیق لمایحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، بِکُلِّ حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاة، وهو الهادی الی سواء الصراط ١٠ ربیع الثانی ١٤٢٨ھ ٢٢ مئی ٢٠٠٥ء

وانا عبداہ العاصی والرحمۃ الراجی محمد اسحٰق خان (عفااللہ عنہ وعافاہ)
مدنی منزل حورۃ المدنی (کہل) منگ، ضلع سدھنوتی آزاد کشمیر۔ پاکستان

والحمد للہ رب العالمین قبل کل شئی وبعد کل شئی

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

۴٦ سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ ٦٦

عنوانات	صفحہ
قرآن حکیم خالص کلام خداوندی،	۳۲
قرآن حکیم عزت وحکمت کا منبع وسرچشمہ،	۳۲
کائنات کی تخلیق حق کے ساتھ،	۳۳
کائنات کی تخلیق ایک مقررہ مدت تک کیلئے،	۳۳
منکرین کے حال پر اظہار تعجب وافسوس،	۳۴
مشرکین کو دعوت غور وفکر،	۳۴
مشرکوں سے ایک چبھتا ہوا سوال،	۳۴
مشرکوں سے دلیل کے مطالبے کا ذکر وبیان،	۳٦
غیر اللہ کو پکارنا سب سے بڑی گمراہی اور محرومی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ	۳٦
معبودان من دون اللہ کی بے خبری اور بے بسی کا ذکر وبیان،	۳۷
معبودان من دون اللہ اپنے پجاریوں کے دشمن اور ان کی پوجا کے منکر	۳۸
منکروں کے اللہ کی آیتوں کو کھلا ہوا جادو قرار دینے کے جرم کا ذکر وبیان	۳۹
منکرین کے مخالفانہ پروپیگنڈے کا جواب،	۳۹
معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے کرنے کا درس،	۴۰
اللہ تعالیٰ کی گواہی پر بھروسہ واعتماد کی تعلیم وتلقین،،	۴۱
اللہ تعالیٰ کی مغفرت ورحمت کی امید کا درس،	۴۱
پیغمبر علیہ السلام کو منکرین کے نئے جواب کی تعلیم وتلقین،	۴۲
پیغمبر علیہ السلام کا اپنی ذات سے علم غیب کی نفی کا اظہار واعلان،	۴۳
پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا کام وحی خداوندی کی پیروی کرنا ہوتا ہے، اور بس،	۴۵
پیغمبر علیہ السلام کی ذمہ داری انذار وتبلیغ، اور بس،	۴۵
شاہد بنی اسرائیل سے مقصود ومراد؟	۴٦
انکار وتکذیب حق کا نتیجہ وانجام بڑا ہی ہولناک، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۴٦
ظالموں کو ہدایت نہیں مل سکتی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلاَ،	۴۷
منکرین کے اِستکبار اور محرومی کا ایک نمونہ ومظہر، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ	۴۸
منکرین کی محرومی اور حماقت کا ایک اور نمونہ وثبوت	۴۸
کتاب الٰہی منبع رشد وہدایت کا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہ جَلَّ وَعَلاَ	۵۱
قرآنِ حکیم گزشتہ کتب سماویہ کی تصدیق، وَالْحَمْدُ لِلّٰہ	۵۱
قرآنِ حکیم کی تین خاص صفات کا ذکر وبیان،	۵۱
ایمان واستقامت فوز وفلاح دارین کی شاہ کلید، وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق	۵۱
اللہ والوں کیلئے خوف اور غم سے ہمیشہ کی رہائی کی خوشخبری	۵۲
اہلِ ایمان کیلئے نعیمِ جنت سے اَبدی سرفرازی کا مژدۂ جانفزا	۵۲
جنت انسان کے اپنے اعمال کا صلہ وبدلہ،	۵۲
والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم وتلقین،	۵۴
والدہ کے حق کی خصوصی اہمیت کا ذکر وبیان،	۵۴
حقوق کے شعور کے فطری اِرتقاء کا ذکر وبیان،	۵۵
چالیس سال کی عمر بلوغ وکمالِ عقل کی عمر،	۵٦
حقوقِ والدین سے آگہی ربّ کی معرفت کا ذریعہ،	۵٦
توفیقِ خداوندی کے لیے دعا وسوال کی تعلیم وتلقین،	۵۸
اپنے ساتھ اپنی اولاد کی فکر کرنے کا درس،	۵۸
طریقِ اصلاح کی تعیین وتشخیص کا ذکر وبیان،	۵۹
حق تعالیٰ کے معاملۂ کرم وانعام کے ایک مظہر کا ذکر وبیان،	٦۰
جنت کے وعدۂ صدق کا ذکر وبیان	٦۰
ممسوخ الفطرت لوگوں کے حال ومآل کا ذکر وبیان،	٦۱

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — ششم

عنوانات	صفحہ
ممسوخ الفطرت بدبختوں کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان،	۶۲
انکارِ آخرت خساروں کا خسارہ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلاَ	۶۲
ہر کسی کا درجہ ومرتبہ اس کے اپنے عمل کے اعتبار سے،	۶۳
اعمال کا پورا بدلہ آخرت ہی میں مل سکے گا،	۶۴
آخرت کے یوم جزاء میں کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا،	۶۴
کافروں اور منکروں کیلئے دائمی محرومی کا اعلان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ	۶۵
استکبار اور فسق باعثِ ہلاکت وتباہی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۶۶
پیغمبر اپنی قوم کے بھائی ہوتے ہیں،	۶۶
حضرتِ ہودؑ کے قصے کی تذکیر ویاددہانی کا حکم وارشاد،	۶۶
"الْاَحْقَاف" کا مفہوم اور اس سے مقصود ومراد؟	۶۷
منکر قوم کی بغاوت وسرکشی کا ایک نمونہ ومظہر،	۶۹
حضرتِ ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو پیغمبرانہ شان کا جواب،	۷۰
حق کا انکار نری جہالت اور بڑی بدبختی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۷۱
قومِ عاد پر عذابِ موعود کی آمد کا ذکر وبیان،	۷۱
ہر چیز اپنے ربّ کے حکم کی پابند، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۷۲
مجرموں کا انجام ہلاکت وتباہی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلاَ	۷۲
محض مادی ترقی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچاسکتی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۷۳
مادی ترقی کا گھمنڈ اور کبر وغرور باعثِ محرومی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۷۴
حق کا مذاق اڑانے کا نتیجہ وانجام ہلاکت وتباہی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۷۴
کفارِ قریش اور دوسرے منکرین کو تنبیہ وتذکیر،	۷۵
تنبیہ وتذکیر کے لیے طرح طرح کے اسالیب سے کام لینے کا ذکر وبیان، وَالْحَمْدُ لِلّٰہ جَلَّ وَعَلاَ،	۷۶
معبودانِ من دون اللہ کی بے حقیقتی کا ذکر وبیان،	۷۶
شرک نمبرا کا جھوٹ اور افتراءِ محض، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۷۷
قرآن کی اثر آفرینی جنوں پر،	۷۷
قرآنِ حکیم کے لیے ادبِ انصات کا ذکر وبیان،	۷۹
قرآنِ حکیم گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق،	۸۰
جنوں کی اپنی قوم کو قبولِ حق کی دعوت کا ذکر وبیان،	
دعوتِ حق سے منہ موڑنا خود اپنا ہی نقصان۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۸۰
دعوتِ حق سے رُوگردانی کا نتیجہ کھلی گمراہی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۸۱
منکرین ومکذبین کے لیے انذار،	۸۲
منکرین کی دوزخ پر پیشی کے منظر کا ذکر وبیان،	۸۲
منکرین کے کفر وانکار کا بدلہ دائمی عذابِ دوزخ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۸۳
اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر کرنے کی تلقین،	۸۳
آخرت میں منکرین کی بدحواسی اور ان کی حسرت کا ایک نمونہ ومظہر،	۸۴
فاسقوں اور بدکاروں کے لیے ہلاکت وتباہی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلاَ،	۸۴
۴۷ سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِیَّۃٌ ۹۵	
منکروں کے جرم بالائے جرم کا ذکر وبیان وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۸۶
کفر وباطل کے ہولناک نتیجہ وانجام کا ذکر وبیان،	۸۶
خاتم الادیان پر ایمان کی اہمیت وعظمت، وَالْحَمْدُ لِلّٰہ،	۸۷
ایمان مغفرتِ سیآت کا ذریعہ ووسیلہ،	۸۷
لفظ "بال" کا معنیٰ ومفہوم اور اس کی اہمیت وعظمت،	۸۸
ایمان اور کفر دونوں کے نتائج کا ذکر وبیان،	۸۸
کفر والے باطل کے پیروکار۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۸۹
ایمان والے حق کے پیروکار۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہ جَلَّ وَعَلاَ،	۸۹
حق وباطل کی توضیح مثال کے ذریعے،	۹۰

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
جنگ میں کفار کی گردنیں مارنے کا حکم وارشاد،	۹۰
جنگ کا اصل مقصد کفر کا زور توڑنا،	۹۱
شَدِّ "وثاق" کا معنیٰ ومفہوم؟	۹۱
احسان کرنے یا فدیہ لینے کے اختیار کا ذکر وبیان،	۹۱
مشرکینِ عرب سے جنگ کے خاتمے کی حد؟	۹۲
حکمِ جہاد کی اصل حکمت کا ذکر وبیان،	۹۲
جہاد فی سبیل اللہ ذریعۂ ابتلاء وآزمائش،	۹۳
شہید فی سبیل اللہ کا کوئی بھی عمل ضائع نہیں جاتا،	۹۳
شہید کے لیے اصلاحِ حال کی خوش خبری،	۹۴
شہید کے لیے دخولِ جنت کی خوش خبری کا ذکر وبیان،	۹۴
اللہ کے دین کی مدد اللہ تعالیٰ کی مدد سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ	۹۴
اہلِ ایمان کے لیے ثابت قدمی کی بشارت،	۹۶
کافروں کیلئے بڑی ہولناک "تباہی" ہے۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه،	۹۶
کفر وباطل والوں کے سب اعمال اکارت، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه،	۹۷
دین کو ناپسند سمجھنا باعث ہلاکت وتباہی۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه،	۹۷
آثارِ قدیمہ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وترغیب اور غفلت شعاروں کا حال؟	۹۸
انکار وتکذیبِ حق کا نتیجہ دائمی ہلاکت وتباہی، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه،	۹۹
کافروں کیلئے ہولناک عذاب۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه جَلَّ وَعَلَا،	۱۰۰
اللہ کارساز ہے ایمان والوں کا، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى،	۱۰۰
نجات کا ذریعہ ایمان اور عمل صالح، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق،	۱۰۲
دین وایمان کی دولت سے محروم لوگ محض جانور ہیں وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه جَلَّ وَعَلَا	۱۰۳
کافروں اور منکروں کا دائمی ٹھکانا آتشِ دوزخ، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم،	۱۰۳
منکرین کے زعمِ باطل اور ان کے کبر وغرور پر ایک ضرب،	۱۰۴
منکرین کیلئے عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا،	۱۰۴
مؤمن کی شان نورٌ علیٰ نورٌ کی شان، والحمدللہ جَلَّ وَعَلَا	۱۰۵
نور ہدایت سے محرومی کا نتیجہ خواہشاتِ نفس کی غلامی وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه جَلَّ وَعَلَا	۱۰۶
آبِ جنت کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۱۰۶
جنت کے دودھ کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۱۰۷
جنت کی شراب سراسر لذت ہوگی، وَالْحَمْدُلِلّٰه جَلَّ وَعَلَا	۱۰۷
جنت کے بے مثل شہد کا ذکر وبیان، وَالْحَمْدُلِلّٰه جَلَّ وَعَلَا	۱۰۸
اہلِ جنت کے لئے ہر قسم کے پھلوں کا ذکر وبیان،	۱۰۸
بخشش خداوندی اہلِ جنت کے لئے ایک عظیم الشان انعام،	۱۰۹
دوزخیوں کیلئے کھولتا ہوا پانی۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه جَلَّ وَعَلَا،	۱۱۰
بدنیتی کا سننا مفید نہیں ہوسکتا، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه جَلَّ وَعَلَا،	۱۱۱
منافقوں کی منافقانہ چال کا ایک نمونہ ومظہر، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه،	۱۱۱
بدنیتی اور خبث باعث محرومی، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه جَلَّ وَعَلَا،	۱۱۱
نور ہدایت سے محرومی کا نتیجہ اتباعِ ھویٰ، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه،	۱۱۲
ایمان والوں کیلئے نور ہدایت میں اضافے کی بشارت،	۱۱۲
لوگوں کے لئے اتمامِ حجت کا ذکر وبیان،	۱۱۳
اشراطِ ساعت سے مقصود ومراد؟	۱۱۴
عذاب دیکھ لینے کے بعد کا ایمان معتبر نہیں،	۱۱۵
معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى،	۱۱۵
﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ میں "ذنب" سے مقصود ومراد؟	۱۱۵
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کے ایک پہلو کا ذکر وبیان،	۱۱۷
نئی سورت کی تمنا اور خواہش کا ذکر وبیان،	۱۱۸
دلوں کا روگ باعثِ ہلاکت وتباہی۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه،	۱۱۸

جلد تفصیلی فہرست عنوانات ششم

عنوانات	صفحہ
منافقوں کے خوف کی کیفیت کا ذکر و بیان،	۱۱۹
منافقوں پر اللہ تعالیٰ کی مار و پھٹکار کا ذکر و بیان،	۱۱۹
مومن کا دستور العمل، اطاعت، واتباع،	۱۲۰
سمع وطاعت تقاضاءِ ایمان ویقین، وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق،	۱۲۰
سمع وطاعت کا فائدہ خود انہی لوگوں کیلئے،	۱۲۱
دین حق سے رُوگردانی کا نتیجہ فساد فی الارض، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۱۲۱
دین حق سے اعراض وروگردانی کا نتیجہ لعنت وپھٹکار، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ، جَلَّ وَعَلَا،	۱۲۲
دین حق سے محرومی ہر خیر سے محرومی، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۱۲۲
قرآن حکیم میں غور وفکر کیلئے تحریک وتحضیض کا ذکر و بیان	۱۲۲
دلوں کے تالوں اور انکی ہولناکی کا ذکر و بیان،	۱۲۳
منافقت ارتداد ہے۔وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلَا،	۱۲۳
گمراہوں کیلئے شیطان کی تسویل وتسویف کا ذکر و بیان، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلَا،	۱۲۴
منافقین کے راندۂ درگاہ ہونے کے سبب کا ذکر و بیان،	۱۲۵
منافقوں کے منافقانہ کردار کا نمونہ ومظہر، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۱۲۶
اللہ سے کسی کی کوئی حالت مخفی نہیں رہ سکتی، سُبحَانَہٗ وَتَعَالیٰ	۱۲۶
منافقین ومنکرین کا حالِ بد ان کی موت کے موقع پر،	۱۲۷
منکرین کے عذاب کے سبب کا ذکر و بیان، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۱۲۸
محرومی وبدبختی کی انتہاء، رب کی رضا کی ناپسندیدگی وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۱۲۸
اللہ کے دین کو ناپسند سمجھنا باعث ہلاکت وتباہی، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہِ العَظِیم،	۱۲۸
نفاق اور حسد کے روگیوں کو تنبیہ، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۱۲۹
اللہ تعالیٰ منافقوں کی کھلی پہچان بھی کرا سکتا ہے سُبحَانَہٗ وَتَعَالیٰ	۱۲۹

عنوانات	صفحہ
منافقوں کی پہچان ان کے چہروں مہروں اور انداز کلام سے	۱۳۰
ضرورت ابتلاء وآزمائش کا ذکر و بیان،	۱۳۰
راہ حق سے روکنے والوں کا جرم ڈبل۔وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۱۳۲
جرم کی سنگینی کے ایک اور پہلو کا ذکر و بیان، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ	۱۳۲
باطل پرستوں کی حق دشمنی کا وبال خود انہی پر،	۱۳۳
دشمنانِ حق کے اعمال اکارت، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلَا	۱۳۳
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم وارشاد،	۱۳۳
کفر پر مرنے والوں کی بخشش کبھی نہیں ہوگی، وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ	۱۳۴
کمزوری اور دباؤ کی صلح وسمجھوتے کی ممانعت کا ذکر و بیان	۱۳۵
غلبہ اور سربلندی ایمان والوں ہی کیلئے ہے، وَالحَمدُ لِلّٰہ	۱۳۵
دنیاوی زندگی تو محض ایک کھیل اور تماشہ ہے،	۱۳۶
اللہ تعالیٰ کی مدد اہلِ ایمان کے ساتھ، وَالحَمدُ لِلّٰہ،	۱۳۶
اہل ایمان کو انکے اعمال کے بدلے کی یقین دہانی،	۱۳۶
دنیاوی زندگی محض ایک کھیل تماشا،	۱۳۶
ایمان اور تقویٰ دارین کی سعادت وسرخروئی کا ذریعہ ووسیلہ،	۱۳۸
اللہ تعالیٰ کے امتحان میں بھی کرم کا معاملہ سُبحَانَہٗ وَتَعَالیٰ	۱۳۹
بندوں کے بخل کی عمومی نفسیات کا ذکر و بیان،	۱۳۹
اللہ تعالیٰ کی ایک اور عنایت کا ذکر و بیان،	۱۳۹
بخیلوں کے بخل پر تعجب اور افسوس کا ذکر و بیان،	۱۴۰
ایمان ویقین سے محرومی کا نتیجہ بخل وکنجوسی۔وَالعِیَاذُ بِاللّٰہ	۱۴۰
بخل کا نقصان خود بخیل کو۔وَالعِیَاذُ بِاللّٰہِ العَظِیم،	۱۴۱
اللہ تعالیٰ ہی ہے بے نیاز اور باقی سب اس کے محتاج،	۱۴۱
اللہ تعالیٰ کا دین کسی کا محتاج نہیں، سُبحَانَہٗ وَتَعَالیٰ،	۱۴۱

۴۸ سُورَةُ الفَتحِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۱

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
فتح مبین اور اس سے مقصود و مراد؟	۱۴۳
﴿ما تقدم من ذنبک و ما تاخر﴾ سے مقصود و مراد؟	۱۴۵
اتمامِ نعمت کی رحمت و عنایت کا ذکر و بیان،	۱۴۶
سیدھے راستے سے سرفرازی کی عنایت کا ذکر و بیان،	۱۴۷
نصرِ عزیز سے سرفرازی کی عنایت کا ذکر و بیان،	۱۴۷
مسلمانوں کیلئے سکون و اطمینان کی عنایت کا ذکر و بیان،	۱۴۹
اہل ایمان کے لئے ان کے ایمان میں اضافے اور قوت کی عنایت کا ذکر و بیان،	۱۴۹
اللہ کے لشکروں کو اسکے سوا کوئی نہیں جان سکتا سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی	۱۵۰
اہل ایمان کے لئے جنتوں سے سرفرازی کا مژدہء جانفزا،	۱۵۰
خلود و دوام جنت کی ایک خاص اور منفرد نعمت،	۱۵۱
منافقوں اور مشرکوں کے لئے عذاب کا ذکر و بیان،	۱۵۲
مشرکوں اور منافقوں کی ذہنیت یکساں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہ،	۱۵۲
بدگمانوں کی بدگمانی کا وبال خود انہی پر، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہ،	۱۵۳
منافقوں اور مشرکوں کے ہولناک انجام کا ذکر و بیان، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہ،	۱۵۴
اللہ تعالیٰ کے لشکر بے حساب و لاتعداد، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۱۵۴
پیغمبر کے "شاہد" ہونے کا معنیٰ و مطلب ایمان کا لازمی تقاضا	۱۵۵
بعثت رسول ﷺ کا اولین مقصد دولت ایمان سے سرفرازی،	۱۵۶
ایمان کا لازمی تقاضا اللہ کے دین کی تعظیم و توقیر،	۱۵۷
ایمان کا دوسرا بڑا اور لازمی تقاضا ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید،	۱۵۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی عظمت شان کا ذکر و بیان،	۱۶۰
رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنا در اصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۱۶۰

عنوانات	صفحہ
اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنے کا وبال خود عہد توڑنے والے پر، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہ،	۱۶۰
اپنے عہد کو پورا کرنے والوں کے لئے اجر عظیم کا وعدہ،	۱۶۱
منافقوں کی عذرداری اور اس کا جواب،	۱۶۲
منافقوں کے نفاق کی پردہ دری کا ذکر و بیان،	۱۶۳
بے ایمانوں کے لئے دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ،	۱۶۵
بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، سبحانہ و تعالیٰ،	۲۶۵
اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت کے اطمینان کا درس،	۱۶۷
منافقوں کے دینوی طمع میں شرکت جہاد کیلئے ذکر و بیان،	۱۶۸
منافقوں کی طرف سے کلامِ الٰہی کو بدلنے کے ارادے کا ذکر و بیان، والعیاذ باللہ جلَّ وَعلا،	۱۶۸
نفع و نقصان اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہء قدرت و اختیار میں، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۱۶۳
منافقوں کے گمان بد اور اس کی تزیین کا ذکر و بیان،	۱۶۴
کفر و نفاق کا نتیجہ و انجام ہلاکت و تباہی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِيْم	۱۶۵
بے ایمانوں کیلئے دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ،	۱۶۵
بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	
اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت کے اطمینان کا درس،	۱۶۷
منافقوں کے دینوی طمع میں شرکت کا ذکر و بیان،	۱۶۸
منافقوں کی طرف سے کلامِ الٰہی کو بدلنے کے ارادے کا ذکر و بیان، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا،	۱۶۸
منافقوں کی کم فہمی اور کوتاہ بینی کا ذکر و بیان،	۱۶۹
منافقوں کے امتحان کے لیے ایک کسوٹی کا ذکر و بیان،	۱۶۹
منافقوں کو ایک اور قوم کے خلاف جہاد کی دعوت کا ذکر و بیان،	۱۶۹

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
صدق واخلاص پر وعدۂ اجر وثواب کا ذکر وبیان،	۱۷۱
رُوگردانی پر عذابِ الیم کی سزا کا ذکر وبیان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۱۷۱
معذوروں پر کوئی گناہ اور الزام نہیں،	۱۷۲
صدق شعار اطاعت گزاروں کیلئے وعدۂ جنت کا ذکر وبیان	۱۷۲
بیعتِ رضوان والوں کیلئے اجرِ عظیم کا ذکر وبیان،	۱۷۴
شجرۂ بیعت کی عظمتِ شان اور اس سے متعلق درسِ عظیم	۱۷۴
صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدق وصفا کے لیے خدائی شہادت کا ذکر وبیان،	۱۷۵
حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے سکون و اطمینانِ قلوب کی نوازش کا ذکر وبیان،	۱۷۶
شرکائے حدیبیہ کے لیے ایک خاص انعام کا ذکر وبیان،	۱۷۷
شرکائے حدیبیہ کیلئے بہت سی غنیمتوں کا ذکر وبیان،	۱۷۷
اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کے درس کا ذکر وبیان،	۱۷۷
اہل حدیبیہ کے لیے ایک اور خاص انعام کا ذکر وبیان،	۱۷۸
حدیبیہ والوں کے لیے ایک عمدہ نشانی کا ذکر وبیان،	۱۷۹
صراطِ مستقیم سے سرفرازی کی بشارت کا ذکر وبیان،	۱۷۹
آئندہ ملنے والی مزید غنیمتوں کے وعدے کا ذکر وبیان،	۱۷۹
اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا حوالہ وذکر، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۱۷۹
حدیبیہ والوں کیلئے فتح مقدر کا ذکر وبیان،	۱۸۰
کفر وشرک محرومیوں کی محرومی وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلَا،	۱۸۰
رسولوں کے مکذبین کے بارے میں سنت الٰہی کا حوالہ وذکر،	۱۸۰
حدیبیہ والوں کیلئے ایک اور انعام واحسانِ خداوندی کا ذکر وبیان	۱۸۱
اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا جانتا ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۱۸۲
کفار قریش کے بعض سنگین جرائم کا ذکر وبیان،	۱۸۳
جنگ سے بچاؤ کی اصل حکمت کا ذکر وبیان،	۱۸۳

عنوانات	صفحہ
ایمان والوں کی حفاظت وعنایت کا ذکر وبیان،	۱۸۳
مسلمانوں کا وجود باعثِ خیر وبرکت وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ جَلَّ وَعَلَا	۱۸۴
جنگ کو ٹالنے کی دوسری حکمت کا ذکر وبیان،	۱۸۴
مسلمانوں کی موجودگی عذابِ الیم سے بچاؤ کا ذریعہ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ جَلَّ وَعَلَا،	۱۸۵
کافروں کی حمیت جاہلیہ کا ذکر وبیان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۱۸۶
اللہ کے رسول اور ان کے ساتھیوں پر انزالِ سکینت کے انعام کا ذکر وبیان،	۱۸۶
حضور کے ساتھیوں پر کلمۂ تقویٰ کو لازم کردینے کا ذکر وبیان،	۱۸۶
صحابۂ کرام کلمۂ تقویٰ کے سب سے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے،	۱۸۷
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ وذکر،	۱۸۷
پیغمبرؐ کے خواب کی صداقت وحقانیت کا ذکر وبیان،	۱۸۸
صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دخول بیت اللہ کی بشارت،	۱۸۹
التوائے عمرہ کی بعض مصلحتوں کی طرف اشارہ،	۱۸۹
فتح قریب کی نوازش کا ذکر، اور اس سے مقصود ومراد،	۱۹۰
نعمت دین وہدایت کی نوازش کا ذکر وبیان،	۱۹۰
غلبہ دینِ حق ہی کی شان اور اسی کا مقدر ہے،	۱۹۱
اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ووافی سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی، جَلَّ وَعَلَا،	۱۹۱
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں،	۱۹۳
حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دو اہم صفات کا ذکر وبیان،	۱۹۴
حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شانِ عبدیّت وعبادت کا ذکر وبیان،	۱۹۴

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
ان کی نشانی ان کے چہروں میں،	۱۹۵
حضرات صحابۂ کرام کی مثال تورات میں،	۱۹۶
حضرات صحابۂ کرام کی مثال انجیل میں،	۱۹۶
حضرات صحابۂ کرام سب کے سب عادل تھے،	۱۹۷
حضرات صحابۂ کرام کیلئے اجرِ عظیم کے وعدے کا ذکر و بیان	۱۹۷
۴۹ سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۶	
اللہ اور کے رسول سے پیش قدمی کرنیکی ممانعت کا ذکر و بیان،	۱۹۹
پیغمبر علیہ السلام سے حسن تخاطب کے متعلق ایک اہم ہدایت،	۲۰۰
پیغمبرؑ کے سامنے آواز اونچی کرنے کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۲۰۰
پیغمبرؑ کے سامنے آواز اونچی کرنے کی ممانعت کا ذکر و بیان	۲۰۰
پیغمبرؑ کی عظمتِ شان کے ایک اور تقاضے کا ذکر و بیان،	۲۰۱
پیغمبر علیہ السلام کے سامنے آواز بلند کرنے سے اعمال کے ضیاع کا خطرہ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا،	۲۰۲
پیغمبرؑ کے معاملے میں صحیح ادب کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۲۰۳
اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل امتحان دلوں کا ہوتا ہے، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی	۲۰۴
ادبِ رسالت کی پاسداری موجبِ بخشش خداوندی،	۲۰۴
ادبِ رسالت کے پاسداروں کیلئے اجرِ عظیم کی بشارت،	۲۰۵
نادانوں کو ان کے ایک ناشائستہ طریقے پر تنبیہ،	۲۰۵
نادانوں کے لیے تنبیہ اور درگزر کا اشارہ،	۲۰۶
ادبِ صحیح کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۲۰۶
اللہ تعالیٰ کی بخشش و رحمت کی تذکیر و یاد دہانی،	۲۰۷
خبر کے قبول کرنے کے بارے میں احتیاط اور تحقیق کی ہدایت،	۲۰۷
سلامتی کی راہ رسولؐ کی اطاعت و اتباع،	۲۰۸
رسول کی بات کو اپنی رائے کے تابع کرنا باعثِ ہلاکت، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ،	۲۰۹
محبت ایمان سے سرفرازی ایک عظیم الشان انعامِ خداوندی	۲۰۹
راست رو لوگوں کی نشاندہی،	۲۱۱
نورِ حق و ہدایت اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم،	۲۱۱
اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا حوالہ و ذکر،	۲۱۱
مسلمانوں کے درمیان باہمی لڑائی سے متعلق ہدایات،	۲۱۲
مسلمانوں کے درمیان صلح و صفائی کرانے کا حکم و ارشاد،	۲۱۲
زیادتی کرنے والے گروہ کے خلاف لڑنے کا حکم و ارشاد،	۲۱۳
باغی فرقے کے خلاف لڑائی کی حد کا ذکر و بیان،	۲۱۳
فیصلہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق،	۲۱۴
عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم و ارشاد،	۲۱۴
انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب،	۲۱۴
ایمان والے آپس میں بھائی بھائی،	۲۱۴
اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم و ارشاد،	۲۱۵
تقویٰ وسیلۂ سعادت و سرفرازی،	۲۱۵
دوسروں کا مذاق اڑانے کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۲۱۶
باہم دگر طعنہ زنی کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۲۱۶
باہم بُرے نام رکھنے کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۲۱۷
فسق بڑا بُرا نام ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا،	۲۱۸
برائی پر اصرار کرنیوالے ظالم۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ،	۲۱۸
بدگمانی سے بچنے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۲۱۹
باہمی تجسس کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۲۱۹
غیبت کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۲۲۰
غیبت اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ،	۲۲۱
توبہ اور اصلاحِ احوال کی ترغیب کا ذکر و بیان،	۲۲۱

جلد تفصیلی فہرست عنوانات ششم

عنوانات	صفحہ
نسلی اور خاندانی تفاخر و غرور پر فیصلہ کن ضرب کا ذکر و بیان،	۲۲۲
خاندانوں اور قبائل کی تقسیم سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے،	۲۲۳
قوموں اور قبیلوں کی تقسیم محض باہمی تعارف کے لیے،	۲۲۳
معیارِ فضیلت و برتری صرف تقویٰ و پرہیزگاری،	۲۲۴
معاملہ اللہ کے ساتھ صحیح رکھنے کی ضرورت،	۲۲۴
ایمان محض زبانی کلامی دعوے کی چیز نہیں،	۲۲۵
ایمان کا اصل محل دل ہے،	۲۲۵
ایمان اور اسلام کے درمیان باہمی نسبت؟	۲۲۶
اطاعتِ خدا اور سول کا صلہ و ثمرہ خود اطاعت گزاروں کیلئے،	۲۲۶
اطاعت گزاروں کے لیے تسکین و تسلی کا سامان،	۲۲۷
اہل ایمان کے بعض اہم اوصاف کا ذکر و بیان،	۲۲۸
ایمان کے دعویداروں کے ضمیر پر ایک دستک کا ذکر و بیان،	۲۲۸
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر،	۲۲۸
بدویوں کے احسان جتلانے کا ذکر و بیان،	۲۲۹
احسان جتلانے والے بدویوں کو جواب،	۲۲۹
احسان تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۲۳۰
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر،	۲۳۰
۵۰ سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ ۳۴	
قرآن اپنی صداقت و حقانیت پر خود گواہ،	۲۳۱
منکرین کے بشریت پیغمبر علیہ السلام پر اچنبھے کا ذکر و بیان،	۲۳۲
منکرین کے بعث بعد الموت پر اچنبھے کا ذکر و بیان،	۲۳۲
منکرین کے شبہات کے جواب کا ذکر و بیان،	۲۳۳
اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ریکارڈ کا حوالہ و ذکر،	۲۳۴
جرم انکار کی شدت اور سنگینی کا اظہار و بیان،	۲۳۴
انکارِ حق کا نتیجہ الجھن والتباس۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ،	۲۳۵
آسمان میں غور و فکر کی دعوت کا ذکر و بیان،	۲۳۵
کرہ ارضی میں دعوتِ غور و فکر کا ذکر و بیان،	۲۳۶
اسباب معیشت میں غور و فکر کی دعوت کا ذکر و بیان،	۲۳۶
درس کائنات میں غور و فکر کی عوت کا ذکر و بیان،	۲۳۷
رزق و روزی کی بہم رسانی میں سامانِ غور و فکر،	۲۳۷
پانی کے جوہر حیات آفریں میں سامانِ غور و فکر،	۲۳۸
بعث بعد الموت کیلئے استدلال کیا ذکر و بیان،	۲۳۸
منکرین سابقین کی تاریخ کا حوالہ،	۲۳۹
اخوانِ لوط کی تکذیب کا ذکر و بیان،	۲۳۹
تکذیب رسل کا نتیجہ و انجام ہلاکت و تباہی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ،	۲۴۰
منکرین کے دلوں پر ایک دستک کا ذکر و بیان،	۲۴۰
منکرین کے سبب انکار کی تعیین و تشخیص کا ذکر و بیان،	۲۴۱
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم و قدرت کے ایک پہلو کا ذکر و بیان،	۲۴۲
اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے قرب کا تعلق و ذکر و بیان،	۲۴۲
اعمال انسانی کے ریکارڈ کیلئے خاص اہتمام کا ذکر و بیان،	۲۴۳
نگران فرشتوں کے بارے میں تنبیہ و آگاہی،	۲۴۳
انسان کے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ کی حفاظت کا ذکر و بیان	۲۴۴
سکرة الموت کی تذکیر و یاددہانی،	۲۴۵
نفخ صور کی تذکیر و یاددہانی،	۲۴۶
یوم الوعید کی تذکیر و یاددہانی،	۲۴۶
روز قیامت کی پیشی کی تصویر،	۲۴۶
غافل انسان کی تفضیح و تذلیل کا ایک منظر۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ،	۲۴۷
منکرین کی قیامت کے روز کی تیز نگاہی کا ذکر و بیان،	۲۴۸
مجرم کی عدالت میں پیشی کے منظر کا ذکر و بیان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ	۲۴۹

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — ششم

عنوانات	صفحہ
دوزخیوں کو دوزخ میں ڈالنے کے حکم وارشاد کا ذکر وبیان،	۲۵۰
حدود سے تجاوز کرنا دوزخ کا باعث، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ،	۲۵۰
شرک فتنہ، فساد اور ہلاکت وتباہی کی جڑ بنیاد، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ	۲۵۱
دوزخیوں کے حالِ بد کا ایک نمونہ ومظہر، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ	۲۵۱
انسان کی گمراہی کی ذمہ داری خود اسی پر، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ	۲۵۲
الزام تراشیوں پر حق تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ کا ذکر وبیان،	۲۵۲
اللہ تعالیٰ کی بات بدل نہیں سکتی۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۲۵۳
اللہ اپنے بندوں پر ذرہ برابر کوئی ظلم نہیں کرتا۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۲۵۳
دوزخ کی وسعت وپہنائی کا ذکر وبیان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ،	۲۵۴
متقیوں کے اکرام کے ایک عظیم الشان مظہر کا ذکر وبیان،	۲۲۵
جنت کے قرب کے لیے تاکیدِ مزید کا ذکر وبیان،	۲۵۵
اہلِ جنت کی صفت اَوّابیّت کا ذکر وبیان، وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق،	۲۵۵
اہلِ جنت کی دوسری صفت حدودِ خداوندی کی حفاظت وپابندی، وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق،	۲۵۵
اہلِ جنت کی تیسری بڑی اور خاص صفت خوف وخشیتِ خداوندی، وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق،	۲۵۶
اہلِ جنت کی چوتھی بڑی صفت قلبِ منیب سے سرفرازی،	۲۵۶
اہلِ جنت کیلئے دخولِ جنت کے اذن وارشاد کا ذکر وبیان،	۲۵۷
اہلِ جنت کیلئے ابدی بادشاہی کے اعلان کا ذکر وبیان،	۲۵۷
اہلِ جنت کی ہر خواہش کی تکمیل کی بشارت کا ذکر وبیان،	۲۵۸
اہلِ جنت کے لیے انعامِ مزید کے اعلان کا ذکر وبیان،	۲۵۹
تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان،	۲۶۰
اللہ تعالیٰ کی پکڑ کی بے پناہی کا ذکر وبیان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا	۱۶۰
عبرت پذیری کیلئے اولین شرط عبرت پذیر دل کا ہونا ہے،	۲۶۱
دل کی توجہ سے سننا ایک اہم مطلب، وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق،	۲۶۱
تخلیق کائنات کے چھ دنوں سے مقصود ومراد؟	۲۶۱
اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کے ایک خاص پہلو کا ذکر وبیان،	۲۶۲
دل کی توجہ سے سننا ایک اہم مطلب، وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق،	۲۶۱
تخلیق کائنات کے چھ دنوں سے مقصود ومراد؟	۲۶۱
اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کے ایک خاص پہلو کا ذکر وبیان،	۲۶۲
راہِ حق میں صبر وثبات کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان،	۲۶۲
صبر وثبات سے سرفرازی کا طریقہ۔ تسبیح وتحمید،	۲۶۳
نمازوں کے بعد بھی تسبیح وتحمید کی تعلیم وتلقین ذکر وبیان،	۲۶۴
قیامت کیلئے چوکنا رہنے کی ہدایت،	۲۶۴
زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں،	۲۶۵
سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی	۲۶۵
اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کا ذکر وبیان، حشر کے برپا کرنے اعتبار سے	۲۶۵
پیغمبر علیہ السلام کیلئے تسلی وتسکین کے سامان کا ذکر وبیان،	۲۶۶
پیغمبر علیہ السلام کا کام انذار اور تبلیغ وبس،	۲۶۷
خوف خداوندی اصلاح احوال کیلئے اصل اساس،	۲۶۷

۵۱ سُوْرَةُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّةٌ ۶۷

عنوانات	صفحہ
غبار اڑاتی ہواؤں کی قسم کا ذکر وبیان،	۲۶۹
پانی کا بوجھ اٹھانے والے بادلوں کی قسم کا ذکر وبیان،	۲۷۰
تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم کا ذکر وبیان،	۲۷۰
بعث بعد الموت کی حقانیت پر استدلال کا ذکر وبیان،	۲۷۱
جزاوسزا کا قیام ووجود قطعی طور پر حق ہے،	۲۷۲
راستوں والے آسمان کی قسم کا ذکر وبیان،	۲۷۲
منکرین کے تضادِ فکر کا ذکر وبیان،	۲۷۳

جلد ششم
تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
منکرین قانون مکافات کی زد میں، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۲۷۴
اٹکل پچو باتوں کی پیروی باعث ہلاکت و تباہی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۲۷۵
غفلت ولاپرواہی محرومی کی جڑ بنیاد، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۲۷۵
منکرین کے استہزاء و مذاق کے جواب کا ذکر و بیان،	۲۷۶
صفت احسان باعثِ سرفرازیءِ دو جہان،	۲۷۷
متقین کی سحر خیزی اور ان کے استغفار کا ذکر و بیان،	۲۷۷
محسنین کی صفت انفاق کا ذکر و بیان،	۲۷۸
دلائل ارضی میں غور و فکر کی دعوت کا ذکر و بیان،	۲۷۰
دلائل انفسی میں دعوت غور و فکر کا ذکر و بیان،	۲۷۹
انسانوں کے دل و دماغ پر ایک دستک کا ذکر و بیان،	۲۸۰
آسمان کی نشانیوں میں دعوت غور و فکر،	۲۸۰
تمہارے وعدوں کا سامان بھی آسمان ہی میں،	۲۸۱
خلاصہءِ بحث کا ذکر و بیان،	۲۸۱
تاریخ سے درسِ عبرت و بصیرت لینے کی تعلیم و تلقین،	۲۸۲
پیغمبر علیہ السلام عالم غیب نہیں ہوتے،	۲۸۲
حضرت ابراہیمؑ کے آداب مہمان نوازی کا ایک نمونہ و مظہر،	۲۸۲
حضرت ابراہیمؑ کی فیاضی اور مہمان نوازی کا ایک نمونہ و مظہر،	۲۸۴
حضرات انبیائے کرام نہ عالم غیب ہوتے ہیں اور نہ مختار کل،	۲۸۵
حضرت ابراہیمؑ کیلئے ایک عظیم الشان بیٹے کی خوشخبری،	۲۸۵
حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کے اظہار حیرت و مسرت کا ذکر و بیان،	۲۵۸
حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کے تعجب سے ایک استدلال باطل کی تردید کا ذکر و بیان،	۲۸۶
حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کے تعجب کے سبب کا ذکر و بیان،	۲۸۶
خرقِ عادت نوازش کے ظہور کا ذکر و بیان،	۲۸۷
فرشتوں کی اصل مہم کے بارے میں سوال کا ذکر و بیان،	۲۸۸
قوم لوط کے ہولناک عذاب کا ذکر و بیان،	۲۸۸
اہلِ ایمان کی حفاظت اور نجات کا ذکر و بیان،	۲۸۹
قوم لوط کی بستی میں ایک عظیم الشان عبرت کا ذکر و بیان،	۲۹۰
خوف خداوندی اصلاحِ احوال کی اصل اساس و بنیاد،	۲۹۰
قصہءِ موسیٰ علیہ السلام کی تذکیر و یاددہانی،	۲۹۱
فرعون کی سرکشی و سرتابی کا ذکر و بیان،	۲۹۲
فرعون کی سرکشی و سرتابی کا ذکر و بیان،	۲۹۲
فرعون کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سحر اور جنون کے الزام کا ذکر و بیان،	۲۹۲
فرعون اور فرعونیوں کے ہولناک انجام کا ذکر و بیان،	۲۹۴
قوم عاد میں پائے جانیوالے درس عبرت کا ذکر و بیان،	۲۹۴
قوم ثمود کے انجام کا ذکر و بیان،	۲۹۵
عذاب یافتہ قوم کی بے بسی کی تصویر کا ذکر و بیان،	۲۹۶
قوم نوح کے انجام کی تذکیر و یاددہانی،	۲۹۶
آسمان کی چھت میں دعوتِ غور و فکر،	۲۹۸
فرشِ زمین میں غور و فکر کی دعوت،	۲۹۸
زمین کے عجائب حکمت و ربوبیت کی طرف اشارہ،	۲۹۹
قانونِ تزویج کا حوالہ و ذکر،	۲۹۹
کارخانہءِ قدرت سے درس عبرت لینے کی تعلیم و تلقین،	۳۰۰
اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنے کا حکم و ارشاد،	۳۰۳
پیغمبر کا کام انذار و تبلیغ اور بس،	۳۰۱
اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۳۰۲
پیغمبر علیہ السلام کا انذار اللہ تعالیٰ کی طرف سے،	۳۰۲
پیغمبر علیہ السلام کیلئے تسکین و تسلی کا سامان،	۳۰۳
منکرین کے حال پر اظہار تعجب کا ذکر و بیان،	۳۰۳

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — ششم

عنوانات	صفحہ
بغاوت وسرکشی، شر وفساد کی جڑ وبنیاد، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ العظیم،	۳۰۴
سرکشوں سے اِعراض وروگردانی کی ہدایت کا ذکر وبیان،	۳۰۴
تذکیر وتبلیغ کے ایک لازمی اور اہم فائدے کا ذکر وبیان،	۳۰۵
جنوں اور انسانوں کے مقصد تخلیق کا ذکر وبیان،	۳۰۶
بندوں کی اصل ذمہ داری عبادت وبندگیٔ خداوندی،	۳۰۶
روزی رساں سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۳۰۷
ظالموں کے لئے تنبیہ وتذکیر،	۳۰۷
کافروں کے لئے بڑی ہولناک خرابی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۳۰۸

۵۲ سُوْرَۃُ الطُّوْرِ مَکِّیَّۃٌ ۷۶

عنوانات	صفحہ
کوہِ طور کی قسم اور اس سے مقصود ومراد؟	۳۱۰
کتاب مسطور کی قسم اور اس سے مقصود ومراد؟	۳۱۱
"رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ" کا مفہوم اور اس سے مقصود ومراد؟	۳۱۱
بیتِ معمور کی قسم اور اس سے مقصود ومراد؟	۳۱۲
سقفِ مرفوع کی قسم اور اس سے مقصود ومراد؟	۳۱۳
بحرِ مسجور کی قسم اور اس سے مقصود ومراد؟	۳۱۳
جوابِ قسم کا ذکر وبیان،	۳۱۴
ربّ کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا،	۳۱۴
وقوعِ قیامت کے ہولناک حوادث کا ذکر وبیان،	۳۱۵
جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۳۱۶
مکذبین کی غفلت شعاری اور سخن سازی کا حوالہ وذکر،	۳۱۷
منکرین ومکذبین کی تذلیل کے ایک منظر کا ذکر وبیان،	۳۱۷
منکرین ومکذبین کی تذلیل وتفضیح قول وفعل دونوں سے، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۳۱۸
منکرین ومکذبین کی تحقیر وتذلیلِ مزید کا ذکر وبیان،	۳۱۸
منکرین کو دوزخ میں داخلے کا حکم، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلَا،	۳۱۹
عذابِ دوزخ انسان کے اپنے ہی عمل کا نتیجہ، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۳۱۹
متقین کے انجام وانعام کا ذکر وبیان،	۳۲۰
اہلِ جنت کی بعض اہم نعمتوں کا ذکر وبیان،	۳۲۰
اہلِ جنت کی لطف اندوزیوں کا ذکر وبیان،	۳۲۰
دوزخ سے بچاؤ کے عظیم الشان انعام کا ذکر وبیان،	۳۲۱
جنتیوں کے لئے عمدہ اور خوشگوار کھانے پینے کا ذکر وبیان،	۳۲۲
جنت کے اپنے اعمال کا صلہ وثمرہ ہونے کا مطلب؟	۳۲۲
دنیاوی زندگی آخرت کی کمائی کی فرصت،	۳۲۳
اہلِ جنت کے آرام وراحت کی تصویر،	۳۲۳
اہلِ جنت کیلئے رشتۂ ازدواج کا ذکر وبیان،	۳۲۴
اہلِ جنت کے لئے ایک اور بشارت کا ذکر وبیان،	۳۲۴
متبوعین کے درجے میں کسی قسم کی کمی نہ کرنے کے انعام کا ذکر وبیان،	۳۲۵
ہر کوئی اپنی کمائی کے بدلے میں رہن ہوگا،	۳۲۵
اہلِ جنت کے لئے نعمتوں میں اضافے کی خوش خبری،	۳۲۶
اہلِ جنت کے لطف وسرور کے ایک اور منظر کا ذکر وبیان،	۳۲۷
فکر وخوفِ آخرت سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ،	۳۲۸
خوفِ خداوندی ذریعۂ نجات وسرفرازی،	۳۲۹
عقیدۂ توحید صلاح وفلاحِ دارین کی اصل اصیل،	۳۲۹
اہلِ جنت کا انتہا درجے کا اظہارِ ممنونیت،	۳۳۰
نبیٔ اکرم ﷺ کیلئے سامانِ تسکین وتسلی،	۳۳۰
منکرین ومکذبین کی محرومی اور مت ماری کا ایک نمونہ ومظہر،	۳۳۱

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — ششم

عنوانات	صفحہ
منکرین ومکذبین کے الزام واعتراض کا جواب،	٣٣٢
ہٹ دھرموں کے قلوب وضمائر پر ایک دستک،	٣٣٣
عناد وہٹ دھرمی باعثِ ہلاکت ومحرومی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	٣٣٤
منکرین ومکذبین کو قرآن کا صاف وصریح چیلنج	٣٣٤
منکرین سے عقل وضمیر کو جھنجھوڑنے والا ایک سوال،	٣٣٥
منکرین کے عقول وضمائر سے دوسرا سوال،	٣٣٥
منکرین کے اصل مرض کی تشخیص،	٣٣٦
منکرین کے ضمیروں سے ایک اور سوال،	٣٣٦
منکرین ومشرکین کے زعم باطل پر ایک ضرب کاری،	٣٣٧
منکرین کی تعجیز وبے بسی کا اظہار وبیان،	٣٣٧
منکرین کی حماقت اور مت ماری کا ایک اور نمونہ ومظہر،	٣٣٨
پیغمبر علیہ السلام کی دعوتِ حق قطعی طور پر بے لوث،	٣٣٩
منکرین کی مت ماری کا ایک اور نمونہ ومظہر،	٣٣٩
منکرینِ حق کے حال پر اظہار تعجب وافسوس،	٣٤٠
حق کے خلاف سازشیں کرنیوالوں کی سازشوں کا وبال خود انہی پر،	٣٤١
عقیدۂ توحید فوز وفلاح کی اساس وبنیاد،	٣٤١
اللہ تعالیٰ شرک کے ہر شائبے سے پاک،	٣٤٢
منکرین کی ہٹ دھرمی کا عالم،	٣٤٣
ہٹ دھرموں سے اعراض ورُوگردانی کا حکم وارشاد،	٣٤٣
منکرین کا معاملہ ان کے آخری انجام کے حوالے،	٣٤٤
قیامت کے روز منکرین کی بے بسی کا ذکر وبیان،	٣٤٤
ظالموں کیلئے آخرت سے پہلے دنیا کے عذاب کا ذکر وبیان،	٣٤٤
اکثریت بے علم اور جاہل لوگوں کی،	٣٤٥
صبر وسیلۂ ظفر۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق،	٣٤٥
پیغمبر براہ راست اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونگہبانی میں،	٣٤٦
حصولِ صبر کی تدبیر تسبیح وتحمیدِ ربّ،	٣٤٦
خاص وقتوں کی تسبیح کا حکم وارشاد،	٣٤٧

٥٣ سُوْرَةُ النَّجْمِ مَکِّیَّةٌ ٢٣

عنوانات	صفحہ
پیغمبر کی صداقت وحقانیت کیلئے ستاروں کی قسم کا ذکر وبیان،	٣٤٨
ستاروں کی قسم انکے خاص اوقات وحالات کے اعتبار سے،	٣٤٨
"صَاحِبُکُمْ" کے لفظ کی بلاغت وتاثیر کا ذکر وبیان،	٣٤٩
پیغمبرؑ سے ضلالت وغوایت دونوں کی نفی کا ذکر وبیان،	٣٥٠
پیغمبرؑ کا ہر قول حق اور صدق ہوتا ہے،	٣٥١
پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد نری وحی ہوتا ہے،	٣٥١
پیغمبرؑ کے معلم کی عظمت شان کا ذکر وبیان،	٣٥٢
وہ نہایت مضبوط ومحکم عقل وکردار والا ہے،	٣٥٢
پیغمبر علیہ السلام کی تعلیم کیلئے خاص اہتمام کا ذکر وبیان،	٣٥٣
حضرت جبرائیل امین افق اعلیٰ میں،	٣٥٣
حضرت جبرائیل امین کے آنحضرت ﷺ سے غایتِ قرب کا ذکر وبیان،	٣٥٤
اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے کی طرف وحی کا ذکر وبیان،	٣٥٤
پیغمبرؑ کے مشاہدے کی تصویب وتصدیق کا ذکر وبیان،	٣٥٥
منکرین کے حال پر اظہار تعجب وافسوس،	٣٥٦
پیغمبرؑ کے جبریل امین کو دوسری مرتبہ دیکھنے کا ذکر وبیان،	٣٥٦
"سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی" کے پاس کی رؤیت کا ذکر وبیان،	٣٥٧
"سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی" کے مقام کی نشاندہی کا ذکر وبیان،	٣٥٨
"سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰی" کی عظمتِ شان کا بیان وذکر،	٣٥٨
پیغمبرؑ کے سکون وقرار اور دلجمعی کا ذکر وبیان،	٣٥٩
اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کا ذکر وبیان،	٣٥٩

جلد ششم تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
مشرکین کی تحقیر وملامت ان کے شرک پر،	۳۶۰	اپنی پاکیزگی کے دعویداروں کو تنبیہ،	۳۷۵
عُزّیٰ دیوی کی حقیقت میں غور وفکر کی دعوت،	۳۶۱	منکر ومحروم انسان کے حال پر اظہارِ تعجب،	۳۷۶
منات کے بارے میں غور وفکر کی دعوت کا ذکر وبیان،	۳۶۲	منکر شخص کے بخل اور کنجوسی کا ذکر وبیان،	۳۷۷
مشرکوں کی مت ماری کے ایک اور نمونے اور مظہر کا ذکر وبیان،	۳۶۲	منکر انسان کے دل ودماغ پر ایک دستک کا ذکر وبیان،	۳۷۷
معبودان باطلہ کی بے حقیقتی کا ذکر وبیان،	۳۶۳	"صُحُفِ مُوْسٰی وَاِبْرٰهِیْمَ" کا حوالہ وذکر،	۳۷۷
اتباعِ ظن وہویٰ باعث ہلاکت وتباہی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۳۶۳	حضرت ابراہیمؑ کی شانِ وفا کا ذکر وبیان،	۳۷۸
نور ہدایت سے محرومی، ہر خیر سے محرومی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم،	۳۶۴	روز جزا کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا،	۳۷۸
انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہو سکتی،	۳۶۴	انسان کو خود اپنی ہی کمائی کا صلہ وبدلہ ملے گا،	۳۷۹
دنیا وآخرت دونوں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے،	۳۶۵	انسانی اعمال کی جانچ پڑتال کا ذکر وبیان،	۳۸۰
فرشتوں کی شفاعت بھی اذن خداوندی کے بغیر کام نہیں آسکتی،	۳۶۶	اعمال کی پوری جزاء آخرت ہی میں مل سکے گی،	۳۸۱
اصل چیز اللہ تعالیٰ کا اذن اور اس کی مرضی ہے،	۳۶۶	سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف،	۳۸۱
آخرت پر ایمان سے محرومی ہر خیر سے محرومی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ	۳۶۷	خوشی وغمی کے اسباب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۳۸۲
منکرین آخرت کی ایک اور حماقت کا ذکر وبیان،	۳۶۷	زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے	
علم حق سے محرومی محرومیوں کی محرومی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم،	۳۶۸	قبضہ قدرت واختیار میں، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۳۸۲
منکرین کی ظن وتخمین کی پیروی کا ذکر وبیان،	۳۶۹	نر اور مادہ دونوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۳۸۳
ظن وتخمین کی بے حقیقتی کا اظہار وبیان،	۳۷۰	بعث بعد الموت کی تذکیر ویاددہانی،	۳۸۳
ہٹ دھرم منکرین سے اعراض ورُوگردانی کی تعلیم وتلقین،	۳۷۰	غنیٰ ومالداری بھی اللہ ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں،	۳۸۴
قرآن سے اعراض ورُوگردانی باعث ہلاکت وتباہی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۳۷۱	"شِعْرٰی" ستارے کے پجاریوں پر ضرب کاری،	۳۸۵
		قوم عاد کی ہلاکت وتباہی کی تذکیر ویاددہانی،	۳۸۵
اعراض عن القرآن کی اصل علت کی نشاندہی،	۳۷۱	ظلم اور سرکشی کا نتیجہ وانجام ہلاکت وتباہی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۳۸۶
اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ وذکر،	۳۷۲	قوم لوط علیہ السلام کے انجام کی طرف اشارہ،	۳۸۶
سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۳۷۲	قوم لوط علیہ السلام کے عذاب کی انتہائی ہولناکی کا ذکر وبیان،	۳۸۷
اللہ تعالیٰ کی حکومت وبادشاہی کے لازمی تقاضے کا ذکر وبیان،	۳۷۳	منکر اور غافل انسان کے دل ودماغ پر ایک دستک کا ذکر وبیان،	۳۸۸
نیکوکاروں کے لئے خصوصی معاملے کا ذکر وبیان،	۳۷۴	منکرین کے لئے ایک تنبیہ وتحذیر کا ذکر وبیان،	۳۸۸
رب تعالیٰ کی وسعتِ مغفرت کا مژدہ جانفزاء،	۳۷۴	قیامت کے بارے میں تنبیہ وتذکیر کا ذکر وبیان،	۳۸۹

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — ششم

عنوانات	صفحہ
اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا،	۳۸۹
منکرین کے حال پر اظہار افسوس و تعجب،	۳۹۰
ہنسنے کی بجائے رونے کا مقام،	۳۹۰
تکبر باعثِ محرومی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۳۹۰
اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریزی کا حکم وارشاد،	۳۹۱
اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کا حکم وارشاد،	۳۹۱

۵۴ سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۳۷

عنوانات	صفحہ
قربِ قیامت کے بارے میں تنبیہ و تحذیر،	۳۹۳
ظہورِ عذاب کی ایک نشانی کا ذکر و بیان،	۳۹۴
منکروں کے اِعراض اور رُوگردانی کا ذکر و بیان،	۳۹۵
منکرین کی ہٹ دھرمی کے ایک نمونے کا ذکر و بیان،	۳۹۵
تکذیب وانکارِ حق کا اصل سبب اور باعث اتباعِ ہویٰ، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۳۹۵
منکرین کیلئے ایک تنبیہ و تذکیر کا ذکر و بیان،	۳۹۶
تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۳۹۷
اعلیٰ درجے کی حکمت و دانشمندی کا ذکر و بیان،	۳۹۷
منکرین کیلئے ایک تنبیہ و تذکیر کا ذکر و بیان،	۳۹۶
تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۳۹۷
اعلیٰ درجے کی حکمت و دانشمندی کا ذکر و بیان،	۳۹۷
ہٹ دھرموں کے لیے کلامِ حکمت بے سود ولاحاصل،	۳۹۸
ہٹ دھرموں سے اعراض و روگردانی کی ہدایت کا ذکر و بیان،	۳۹۸
ہٹ دھرم منکرین کا معاملہ ان کے انجام کے حوالے،	۳۹۸
روزِ قیامت کی ہولناکی کی طرف اشارہ،	۳۹۹
منکرین کی قیامت کے روز کی ذلت ورسوائی کا ایک منظر،	۴۰۰
منکرین کے قبروں سے نکلنے کی تصویر کا ذکر و بیان،	۴۰۰
منکروں کے لیے یوم حشر کی سختی کا ذکر و بیان،	۴۰۱
قوم نوح کا حوالہ ذکر عبرت پذیری کیلئے،	۴۰۱
تکذیبِ حق محرومیوں کی محرومی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۴۰۲
حضرتِ نوحؑ کا حاجت روا ومشکل کشا بھی اللہ تعالیٰ ہی،	۴۰۲
حضرت نوح علیہ السلام کی دعاء کی قبولیت اور قومِ نوح کے عذاب کا ذکر و بیان،	۴۰۳
حضرتِ نوحؑ کے لیے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ذکر و بیان،	۴۰۳
اللہ کے بندوں کا انتقام خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے،	۴۰۴
قصۂ نوح کے نشانِ عبرت ہونے کا ذکر و بیان،	۴۰۴
غافل لوگوں کے دل و دماغ پر ایک دستک،	۴۰۵
قرآنِ حکیم کی تیسیر برائے نصیحت کا ذکر و بیان،	۴۰۶
قوم عاد کیلئے دائمی نحوست کے عذاب کا ذکر و بیان،	۴۰۷
قوم ثمود کے جرم تکذیب کا ذکر و بیان،	۴۰۸
منکرین کا بشریتِ پیغمبر کی بنا پر حق کا انکار، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۴۰۹
منکرین کی طرف سے پیغمبر کی تکذیب و توہین، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ	۴۱۰
منکرین کا معاملہ ان کے انجام کے حوالے،	۴۱۰
قوم ثمود کے عذاب کے لیے تمہید کا ذکر و بیان،	۴۱۱
ناقۂ صالح سے متعلق آزمائش کا ذکر و بیان،	۴۱۱
قوم ثمود کا اپنے شقی اور بدبخت سردار کو پکارنے کا ذکر و بیان،	۴۱۱
عذابِ الٰہی کو دعوت۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۴۱۲
قوم ثمود کے ہولناک انجام کی تصویر کا ذکر و بیان،	۴۱۳
قوم لوط کے حالِ بد کا تذکرہ،	۴۱۳

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
قومِ لوط کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان،	۴۱۴
آلِ لوط کی نجات کا ذکر وبیان،	۴۱۴
حضرت لوط کا حاجت روا ومشکل کشا بھی اللہ تعالیٰ ہی،	۴۱۴
شکرِ خداوندی ذریعۂ نجات وعنایتِ خداوندی،	۴۱۵
انکار وتکذیبِ حق باعثِ ہلاکت وتباہی ہو، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم،	۴۱۵
قومِ لوط کی بدبختی کی انتہاء، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰه،	۴۱۶
انکارِ حق کا نتیجہ وانجام اندھاپن اور ہلاکت وتباہی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰه،	۴۱۶
قومِ لوط کے عذاب اور اس کے وقت کا ذکر وبیان،	۴۱۷
درسِ عبرت لینے کی تعلیم وترغیب،	۴۱۷
فرعونیوں کے جرمِ تکذیب وانکار کا ذکر وبیان،	۴۱۸
فرعونیوں کی ہولناک پکڑ کا ذکر وبیان،	۴۱۸
منکرین کے قلب وضمیر پر ایک دستک کا ذکر وبیان،	۴۱۹
منکرین کے ایک زعمِ باطل کی تردید،	۴۱۹
منکرین ومستکبرین کے لیے تنبیہ وتہدید۔	۴۲۰
منکرین کیلئے اصل عذاب کا ذکر وبیان،	۴۲۱
مجرموں کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان،	۴۲۲
ہر چیز کیلئے قدرت کی طرف سے ایک خاص حد اور پیمانہ مقرر ہے،	۴۲۲
اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر معاملہ پل جھپکنے کی طرح، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۴۲۲
انسانی اعمال کے ریکارڈ کا ذکر وبیان،	۴۲۳
انسان کا ہر عمل مکتوب ومحفوظ،	۴۲۴
پرہیزگاروں کے انعامات کا ذکر وبیان،	۴۲۴
پرہیزگاروں کے لیے عزت کے مقام کی خوشخبری،	۴۲۵
متقین کی اصل عظمت وسرفرازی کا ذکر وبیان،	۴۲۵

۵۵ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ ۹۷

عنوانات	صفحہ
خدائے رحمٰن اور اس کی شانِ رحمت کا ذکر وبیان،	۴۲۷
تعلیمِ قرآن کی نعمت کا ذکر وبیان،	۴۲۸
نعمتِ نطق وگویائی کا ذکر وبیان،	۴۲۷
نظامِ شمس وقمر میں بڑا سامانِ غور وفکر،	۴۲۹
نجم وشجر کی سجدہ ریزی کا ذکر وبیان،	۴۳۰
آسمانی چھت میں سامانِ غور وفکر،	۴۳۰
میزانِ عدل کی نعمت کا ذکر وبیان،	۴۳۱
ناپ تول میں کمی بیشی سے ممانعت کا ذکر وبیان،	۴۳۱
ناپ تول میں عدل وانصاف سے کام لینے کا حکم وارشاد،	۴۳۲
بچھونۂ ارضی میں عظیم الشان سامانِ غور وفکر،	۴۳۳
پھلوں کی نعمت کا ذکر وبیان،	۴۳۴
کھجوروں کی نعمت کا ذکر وبیان:	۴۳۴
طرح طرح کے غلوں کی نعمت کا ذکر وبیان،	۴۳۵
جنوں اور انسانوں سے تنبیہی خطاب کا ذکر وبیان،	۴۳۵
انسان کے مادۂ تخلیق کی تذکیر ویاد دہانی،	۴۳۶
گروہِ جن وانس کو تنبیہ وتذکیر: کا ذکر وبیان،	۴۳۷
مشرقوں اور مغربوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۴۳۸
پانی کے دو عظیم الشان ذخیروں کی نعمت کا ذکر وبیان،	۴۳۹
موتیوں اور مونگوں کی نعمتوں کا ذکر وبیان،	۴۳۹
دیوہیکل بحری جہازوں میں سامانِ غور وفکر،	۴۴۱
دنیا کی ہر چیز فانی،	۴۴۲
سب کا داتا اور سب کا رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۴۴۳
ہر آن اس کی ایک نئی شان۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۴۴۲

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — ششم

عنوانات	صفحہ
یومِ جزاء وسزا کی تذکیر و یاد دہانی،	۴۴۳
نافرمان جن وانس اللہ کی دھرتی پر بوجھ ہوَا لْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم	۴۴۴
گروہ جن وانس کو تنبیہ وتذکیر،	۴۴۵
اللہ تعالیٰ کی گرفت وپکڑ سے کوئی باہر نہیں ہوسکتا،	۴۴۶
خدا کی خدائی سے نکلنا کسی کے لیے ممکن نہیں،	۴۴۶
گروہ جن وانس سے خطابِ تنبیہ وتذکیر،	۴۴۷
نارِ دوزخ کے شعلوں اور دھوئیں کا ذکر وبیان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم	۴۴۷
گروہِ جن وانس سے خطابِ تنبیہ وتذکیر،	۴۴۷
قیامت کے روز آسمان کے حال کا ذکر وبیان،	۴۴۸
گروہِ جن وانس سے خطاب تنبیہ وتذکیر،	۴۴۹
مجرموں کے جرائم کا حال اس روز بالکل واضح ہوگا،	۴۴۹
گروہِ جن وانس سے خطاب تنبیہ وتذکیر،	۴۴۹
مجرموں کی پہچان ان کے چہروں سے،	۴۵۰
مجرموں کے ہولناک انجام کا ایک نمونہ ومظہر، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم	۴۵۰
گروہِ جن وانس سے خطابِ تنبیہ وتذکیر،	۴۵۰
مجرموں کی تحقیر وتذلیل کا ایک منظر،	۴۵۱
دوزخیوں کے ہولناک عذاب کا ایک منظر وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم	۴۵۲
گروہِ جن وانس سے خطابِ تنبیہ وتذکیر،	۴۵۲
اپنے ربّ سے ڈرنے والوں کیلئے دو باغوں کی خوشخبری،	۴۵۳
ان دونوں باغوں کی شادابی کا ذکر وبیان،	۴۵۳
ان باغوں کے چشموں کا ذکر وبیان،	۴۵۳
ان باغوں کے پھلوں کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۴۵۴
جنتیوں کے آرام وسکون کا ذکر وبیان،	۴۵۴
جنتیوں کے بے مثال بچھونوں کا ذکر وبیان،	۴۵۴
جنت کے پھلوں کی شان کا ذکر وبیان،	۴۵۵

عنوانات	صفحہ
اہلِ جنت کی بیویوں کی صفت کا ذکر وبیان،	۴۵۵
اہلِ جنت کی بیویوں کے بے مثال حسن کا ذکر وبیان،	۴۵۶
نیکی کا بدلہ نیکی، وباللہ التوفیق،	۴۵۶
اہلِ جنت کے لیے دو اور باغوں کا ذکر وبیان،	۴۵۸
ان دونوں باغوں کی سرسبزی کا ذکر وبیان،	۴۵۹
ان دونوں باغوں کے ابلتے چشموں کا ذکر وبیان،	۴۵۹
ان دونوں باغوں کے پھلوں کا ذکر وبیان،	۴۵۹
اہلِ جنت کی خوب سیرت اور خوبصورت بیویوں کا ذکر وبیان،	۴۶۰
حورانِ جنت کی ایک خاص صفت کا ذکر وبیان،	۴۶۰
حورانِ جنت کی ایک اور خاص صفت کا ذکر وبیان،	۴۶۱
اہلِ جنت کے سکون واطمینان کی تصویر کا ذکر وبیان،	۴۶۱
لفظ ''عَبْقَرِی'' کا معنی ومفہوم؟	۴۶۲
اللہ تعالیٰ کا نام بڑا ہی برکت والا ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۴۶۲
اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس بڑی ہی عظمت والی ہے سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی	۴۶۳

۵۶ سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۹۶

عنوانات	صفحہ
قیامت قطعی طور پر ایک شدنی اور اٹل حقیقت،	۴۶۵
قیامت کو کوئی جھٹلا نہیں سکے گا،	۴۶۶
قیامت پست وبلند کرنے والی ہوگی،	۴۶۶
زلزلۂ قیامت کی تصویر کا ذکر وبیان،	۴۶۶
قیامت کے روز لوگوں کی تقسیم تین گروہوں میں،	۴۶۷
''اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ'' سے مقصود ومراد؟	۴۶۷
اصحاب یمین کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۴۶۸
سابقین کی عظمتِ مرتبہ ومقام کا ذکر وبیان،	۴۶۹
سابقین کی جزا اور ان کے صلے وبدلے کا ذکر وبیان،	۴۶۹

141184

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
زمرۂ مقربین میں شامل خوش نصیبوں کی نشاندہی،	۴۷۰
زمرۂ مقربین میں شامل پچھلوں کا ذکر وبیان،	۴۷۰
مقربین کے کیف وسرور کی ایک جھلک کا ذکر وبیان،	۴۷۱
ان کے انداز نشست کا ذکر وبیان،	۴۷۱
وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے،	۴۷۱
اہل جنت کے خادموں کی صفت کا ذکر وبیان،	۴۷۲
مقربین کی بے مثل شراب کا ذکر وبیان،	۴۷۲
جنت کی شراب ہر عیب سے پاک،	۴۷۳
جنتیوں کے پھلوں اور پسندیدہ گوشت کا ذکر وبیان،	۴۷۴
اہل جنت کی حوروں کا ذکر وبیان،	۴۷۴
حورانِ جنت کے ایک امتیازی وصف کا ذکر وبیان،	۴۷۴
اہلِ جنت کے لیے ایک خوش کن اعلان کا ذکر وبیان،	۴۷۵
لغو اور بے کار باتوں سے حفاظت وپناہ کا ذکر وبیان،	۴۷۵
"تَاْثِیمًا" سے حفاظت کا ذکر وبیان،	۴۷۶
اہل جنت کے لئے سلامتی ہی سلامتی کی دُعاؤں اور صداؤں کا ذکر وبیان،	۴۷۶
اصحابُ الیمین کی جنت کا ذکر وبیان،	۴۷۶
جنت کی بیریاں بے خار،	۴۷۷
جنت کے بے مثال سائے کا ذکر وبیان،	۴۷۷
جنت کا پانی ہر دم رواں،	۴۷۸
وہاں کے پھل کبھی ختم نہیں ہونگے،	۴۷۹
جنت کے پھل بے روک ٹوک،	۴۷۹
اہلِ جنت کی نشست گاہوں کا ذکر وبیان،	۴۸۰
اہلِ جنت کی بیویوں کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۴۸۰
اہل جنت کی بیویوں کی ایک منفرد صفت کا ذکر وبیان،	۴۸۱

عنوانات	صفحہ
وہ حد درجہ دلربا ہونگی،	۴۸۱
وہ باہم ہم عمر ہونگی،	۴۸۱
اصحاب یمین کی سرفرازیوں کا ذکر وبیان،	۴۸۲
اصحاب یمین کی نشاندہی کا ذکر وبیان،	۴۸۲
بائیں بازو والوں اور ان کی بدبختی کا ذکر وبیان،	۴۸۳
ان کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان،	۴۸۴
اہل دوزخ کے ہولناک سائے کا ذکر وبیان،	۴۸۴
دوزخیوں کے عذاب کے سبب اور باعث کا ذکر وبیان،	۴۸۴
منکرین کے تمرد اور ان کی سرکشی کا ذکر وبیان،	۴۸۵
منکرین کے بعث بعد الموت پر استعجاب کا ذکر وبیان،	۴۸۵
منکرین کے استعجاب مزید کا ذکر وبیان،	۴۸۵
منکرین کے انکار واستعجاب کا جواب،	۴۸۶
منکرین ومکذبین کو براہِ راست خطاب ان کی تحقیر وتذلیل کے لئے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۴۸۶
دوزخیوں کا کھانا زَقُّوم۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۴۸۷
دوزخیوں کا پینا کھولتے پانی سے ہوگا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ العظیم،	۴۸۸
دوزخیوں کے پینے کی ہولناک کیفیت کا ذکر وبیان،	۴۸۸
دوزخیوں کی اولین مہمانی اور اسکی ہولناکی کا ذکر وبیان،	۴۸۸
منکرین کے قلوب وضمائر پر ایک دستک کا ذکر وبیان،	۴۸۸
خلقتِ انسانی میں دعوتِ غور وفکر،	۴۸۹
موت اور اس کا وقت، بہرحال مقدر ہے،	۴۹۰
اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا حوالہ وذکر،	۴۹۰
پہلی پیدائش، دوسری پیدائش کا ثبوت، اور اس کی دلیل،	۴۹۱
وسائلِ رزق میں غور وفکر کی دعوت کا ذکر وبیان،	۴۹۲
کھیتی کے انجام میں درسِ عبرت کا ذکر وبیان،	۴۹۳

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
پانی کی نعمت میں غور وفکر کی دعوت کا ذکر وبیان،	۴۹۳
میٹھے پانی کی نعمت محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم،	۴۹۳
آگ کی نعمت کے بارے میں دعوتِ غور وفکر،	۴۹۵
آگ ایک عظیم الشان ذریعۂ تذکیر و یاددہانی،	۴۹۵
آگ ایک عظیم الشان متاعِ سفر،	۴۹۶
اپنے رب کے نام کی تسبیح وتحمید کا حکم وارشاد،	۴۹۷
قرآن حکیم کی صداقت وحقانیت کا ذکر وبیان،	۴۹۷
مواقع نجوم کی قسم کا ذکر وبیان،	۴۰۸
اس قسم کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۴۹۸
عظمتِ قرآن کا ذکر وبیان،	۴۹۹
عظمتِ قرآن کے ایک اور اہم اور خاص پہلو کا ذکر وبیان،	۴۹۹
منکرین قرآن کے رویے پر اظہارِ تعجب وافسوس،	۵۰۰
انکار وتکذیبِ حق پر منکرین کی تحمیق وتجہیل کا ذکر وبیان،	۵۰۰
وقتِ نزع کی تذکیر و یاددہانی کا ذکر وبیان،	۵۰۱
اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے انتہائی قرب کا ذکر وبیان	۵۰۱
انسان کے عجز اور بے بسی کے ایک نمونے کا ذکر وبیان،	۵۰۱
منکرین کے عجز اور ان کی بے بسی کا ذکر وبیان،	۵۰۲
مقربین کے لیے ابدی راحت وسرور کا مژدۂ جانفزا،	۵۰۲
مقربین کے لیے عمدہ روزی کی بشارت کا ذکر وبیان،	۵۰۳
نعمتوں بھری جنتوں کی بشارت کا ذکر وبیان	۵۰۳
اصحابِ یمین کیلئے سلام ہی سلام کی خوشخبری کا ذکر وبیان،	۵۰۴
اصحابِ شمال کی اولین ضیافت کا ذکر وبیان،	۵۰۴
اصحابِ شمال کا انجام دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ، والعیاذُ باللہ،	۵۰۵
یہ سب کچھ قطعی طور پر حق ہے،	۵۰۵
اپنے رب کے نام کی تسبیح کا حکم وارشاد،	۵۰۵
اللہ بڑا ہی عظمت والا ہے۔ سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۰۶
حکایتِ عبرت وبصیرت،	۵۰۶

۵۷ سُورَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ ۹۴

عنوانات	صفحہ
تسبیح کا معنی ومفہوم؟	۵۰۸
ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۰۸
اللہ تعالیٰ بڑا ہی زبردست ہے۔ سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۰۹
وہ نہایت ہی حکمت والا ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۰۹
اسی کی بادشاہی ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۰۹
زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں	۵۱۰
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۱۰
وہی اول ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۱۱
اور وہی آخر ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۱۱
وہی ظاہر ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۱۱
اور وہی باطن ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۱۱
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا ذکر وبیان،	۵۱۲
کائنات کی تخلیق چھ دنوں میں، اور اس سے مقصود ومراد؟	۵۱۲
کائنات میں حاکم ومتصرف بھی اللہ ہی ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۱۳
زمین میں اترنے والی ہر چیز اسکے علم میں ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ	۵۱۳
زمین سے نکلنے والی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔	۵۱۳
آسمان سے اترنے والی ہر چیز بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۱۳
آسمان کی طرف چڑھنے والی ہر چیز بھی اللہ کے علم میں ہے، سُبحانہٗ وتعالیٰ،	۵۱۴
معیتِ الٰہیہ اور اس کی دو قسموں کا ذکر وبیان،	۵۱۵

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اللہ تعالیٰ سب کاموں کو دیکھ رہا ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۵۱۵	ہلِ جنت کے لیے سرور بالائے سرور کی خوشخبری،	۵۲۸
سب کا مرجع و ماویٰ بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے،	۵۱۶	اصل کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے،	۵۲۹
اللہ تعالیٰ ہی داخل کرتا ہے رات کو دن میں، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۵۱۶	منافقوں کے حالِ بد کی تصویر،	۵۲۹
اور اسی کی شان ہے دن کو داخل کرنا رات میں، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۵۱۷	منافقوں کی اہلِ ایمان سے درخواست کا ذکر و بیان،	۵۲۹
اللہ دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۵۱۷	منافقوں کو رسوا کن جواب کا ذکر و بیان،	۵۳۱
سچے اور صحیح ایمان کے حکم و ارشاد کا ذکر و بیان،	۵۱۸	اہلِ ایمان اور اہلِ نفاق کے درمیان دیوار،	۵۳۱
انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب ایک خاص پہلو سے،	۵۱۸	آخرت کی تقسیم ایمان و عقیدہ کے اعتبار سے،	۵۳۱
انفاق فی سبیل اللہ پر اجر کبیر کا وعدہ،	۵۲۰	اہلِ ایمان کے لیے ایک مژدۂ جانفزا،	۵۳۲
ایمانِ صادق کے لئے تحریض و ترغیب کا ذکر و بیان،	۵۲۰	اہلِ کفر و نفاق کیلئے ہولناک عذاب۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم	۵۳۲
رب پر ایمان اور اس کی شانِ ربوبیت کا تقاضا،	۵۲۱	نفاق کا نتیجہ دوزخ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۵۳۲
میثاقِ ربانی کی تذکیر و یاد دہانی،	۵۲۱	منافقوں کی فریاد و پکار کا ذکر و بیان،	۵۳۳
اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا ایمان کا لازمی تقاضا،	۵۲۲	منافقین کی فریاد و پکار کے جواب کا ذکر و بیان،	۵۳۴
آیاتِ بینات سے مقصود و مراد؟	۵۲۲	منافقت شیطان کا دھوکہ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۵۳۴
نورِ وحی و ہدایت رب کی سب سے بڑی رحمت و عنایت،	۵۲۳	اہل کفر و نفاق دونوں کا ٹھکانا دوزخ، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم	۵۳۵
اللہ تعالیٰ کی صفت رأفت و رحمت کا حوالہ و ذکر،	۵۲۳	ایمان کے تقاضوں کی تذکیر و یاد دہانی،	۵۳۵
انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب ایک اور پہلو سے،	۵۲۴	دلوں کا حق کے آگے جھک جانا تقاضائے عقل و نقل،	۵۳۵
اعمال کی قدر و قیمت کا فرق حالات کے اعتبار سے،	۵۲۴	حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو،	۵۳۶
فتح مکہ سے پہلے کے انفاق اور جہاد کی عظمت کا ذکر و بیان،	۵۲۵	گمراہوں کی پیروی باعثِ ہلاکت و تباہی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم	۵۳۶
صحابۂ کرام سب کے سب جنتی۔ علیہم الرحمۃ والرضوان،	۵۲۵	قسوتِ قلب محرومیوں کی محرومی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۵۳۶
اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ قطعی طور پر حق ہے،	۴۲۶	غفلت ولا پرواہی کا نتیجہ قسوتِ قلب۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ،	۵۳۷
قرضِ حسن کیلئے ترغیب و تحریض کا ذکر و بیان،	۴۲۶	بچھونۂ ارضی میں دعوتِ غور و فکر،	۵۳۸
قرضِ حسن سے مقصود و مراد؟	۴۲۶	انفاق فی سبیل اللہ سراسر نفع کا سودا،	۵۳۹
قرضِ حسن پر اجرِ مضاعف کا وعدہ،	۴۲۷	کئی گنا زیادہ اجر کی عنایت و بشارت کا ذکر و بیان،	۵۳۹
قرضِ حسن پر اجرِ کریم کے وعدے کا ذکر و بیان،	۴۲۷	اجر کریم کے وعدہ و انعام کا ذکر و بیان،	۵۳۹
قیامت کے روز نورِ ایمان کی شان کا ذکر و بیان،	۴۲۸	ایمان باللہ سعادت و کامرانی کی اصل اساس،	۵۴۰

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
ایمان باللہ کا ذریعہ ایمان بالرسل،	۵۴۰
صدیقین اور شہداء کی نشاندہی،	۵۴۱
صدیقین اور شہداء کے اجر وثواب کا ذکر وبیان،	۵۴۱
صدیقین اور شہداء کی لیے ان کے نور کی بشارت،	۵۴۲
کفر وانکار کا نتیجہ وانجام دائمی دوزخ، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلاَ،	۵۴۲
دنیاوی زندگی محض ایک کھیل، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلاَ،	۵۴۳
متاع دنیا محض ایک لہو اور تماشہ، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلاَ،	۵۴۴
دنیاوی زندگی سامانِ زیب وزینت اور بس،	۵۴۴
ابناءِ دنیا کی روش تفاخر وتکاثر کا ذکر وبیان،	۵۴۵
متاعِ دنیا کی فنا و بے ثباتی کی مثال،	۵۴۵
دنیا کے انجام کی مثال کھیتی کی طرح،	۵۴۶
اصل چیز بخشش ورضائے خداوندی،	۵۴۷
دنیاوی زندگی محض دھوکے کا سامان۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ،	۵۴۷
اصل میدانِ مسابقہ کی نشاندہی کا ذکر وبیان،	۵۴۸
جنت کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۵۴۸
جنت کی تیاری اہل ایمان ہی کیلئے،	۵۴۸
جنت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ،	۵۴۹
اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی عظمت شان کا ذکر وبیان،	۵۴۹
ہر زمینی اور مالی مصیبت تقدیر میں،	۵۵۰
ہر جانی اور جسمانی مصیبت بھی تقدیر میں،	۵۵۰
سب کچھ نوشتۂ تقدیر میں ثبت ومندرج،	۵۵۱
تقدیر کا فیصلہ قطعی اور اٹل،	۵۵۱
اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۵۵۱
تقدیر کا فلسفہ اور اس کا فائدہ،	۵۵۲
اکڑنا اور اترانا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں،	۵۵۲
شیخی بازی ایک مذموم صفت۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ،	۵۵۲
بخیلوں کی نفسیات کے ایک خاص پہلو کا ذکر وبیان،	۵۵۳
اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ موڑنے والے خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۵۵۴
اللہ تعالیٰ ہر کسی سے اور ہر لحاظ سے بے نیاز ہے سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۵۵۴
بعثتِ رُسل کی اصل غرض وغایت کا ذکر وبیان،	۵۵۵
کتابیں اتارنے کے کرم واحسان کی غرض اور اس کے مقصد کا ذکر وبیان،	۵۵۵
میزانِ عدل کی نوازش کا ذکر وبیان،	۵۵۶
قیامِ عدل وقسط کی عظمت واہمیت کا ذکر وبیان،	۵۵۶
لوہے کی نعمت اور اس کی غرض وغایت کا ذکر وبیان،	۵۵۷
جہاد فی سبیل اللہ سے اصل مقصد ابتلاء وآزمائش،	۵۵۸
تمام انبیاء ورسل کا مشن ومقصد ہمیشہ ایک ہی رہا،	۵۵۹
حضرت عیسیٰؑ کی بعثت وتشریف آوری کا ذکر وبیان،	۵۶۰
رہبانیت کی بدعت کا حوالہ، ذکر وبیان،	۵۶۰
رہبانیت کی حقیقت کا ذکر وبیان،	۵۶۰
پیروانِ مسیحیت کے اچھے اور بُرے دونوں گروہوں کا ذکر وبیان،	۵۶۲
نصاریٰ کو ایمان کی دعوت کا ذکر وبیان،	۵۶۴
دینِ حق پر ایمان کی ترغیب اور یہود پر تعریض کا ذکر وبیان	۵۶۵
اللہ کے فضل وکرم کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان،	۵۶۶
۵۸ سُوْرَۃُ الْمُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۵	
اللہ تعالیٰ کی شان سمع وقبول کا ایک نمونہ ومظہر،	۵۶۹
اللہ تعالیٰ سب کی سنتا دیکھتا ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۵۷۰
ظہار کی بے حقیقتی کا اظہار وبیان:،	۵۷۰

جلد ششم — تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
کسی کی ماں وہی ہوتی ہے جو اس کو جنم دیتی ہے،	۵۷۱
ظہار ایک جھوٹی اور قابل تادیب بات،	۵۷۲
ظہار کے حکم کا ذکر و بیان،	۵۷۲
کفارۂ ظہار کی ادائیگی قبل المسیس،	۵۷۳
احکام الٰہی سے متعلق ایک خاص ہدایت کا ذکر و بیان،	۵۷۳
اللہ ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہے، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۵۷۴
غلام نہ ملنے کی صورت میں حکم کا ذکر و بیان،	۵۷۴
کفارۂ ظہار میں روزوں کے حکم کا ذکر و بیان،	۵۷۴
قبل المسیس کی شرط کا ذکر و بیان،	۵۷۴
کفارۂ ظہار کی تیسری صورت کا ذکر و بیان،	۵۷۵
حدود اللہ کی پابندی تقویتِ ایمان کا ذریعہ و وسیلہ،	۵۷۵
حدود اللہ کو توڑنے والوں کیلئے دردناک عذاب،	۵۷۶
محادّہ کا معنی و مفہوم؟	۵۷۷
انکار و تکذیبِ حق کے نتیجہ و انجام کا ذکر و بیان،	۵۷۸
توضیحِ حق کیلئے کھلی نشانیوں کا انتظام،	۵۷۸
کافروں کے لیے رُسوا کن عذاب۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم،	۵۷۸
یوم حساب کی تذکیر و یاددہانی کا ذکر و بیان،	۵۷۹
ایک بہت بڑے مغالطے کا ازالہ،	۵۷۹
اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر کسی کا ریکارڈ موجود و محفوظ،	۵۸۰
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر،	۵۸۰
اللہ تعالیٰ کی معیت کا ذکر و بیان،	۵۸۱
مخالفین کی سرگوشیوں اور انکے رویے پر اظہارِ تعجب و افسوس،	۵۸۲
اشرار کی شرانگیزی کے ایک نمونے اور مظہر کا ذکر و بیان،	۵۸۲
بدبختوں کے ایک مغالطے کا ذکر و بیان،	۵۸۲
منکروں کیلئے جہنم کافی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ،	۵۸۳

عنوانات	صفحہ
ناجائز سرگوشی سے ممانعت کا ذکر و بیان،	۵۸۳
جائز سرگوشی کی اجازت و استثناء کا ذکر و بیان،	۵۸۴
تقویٰ اور پرہیزگاری اصلاح کی اصلِ اصیل،	۵۸۴
یوم حساب کی تذکیر و یاددہانی،	۵۸۵
ممنوع سرگوشی شیطان کی کارگزاری، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ،	۵۸۵
سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،	۵۸۵
ایمان کا تقاضا کہ بھروسہ اللہ ہی پر کیا جائے،	۵۸۶
بعض اہم آدابِ مجلس کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۵۸۶
میر مجلس کے حکم کی تعمیل کا حکم و ارشاد،	۵۸۷
رفعِ درجات کا ذریعہ و وسیلہ ایمانِ صحیح اور علمِ حق،	۵۸۸
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ہر کام سے پوری طرح باخبر ہے،	۵۸۸
غیر ضروری سرگوشیوں سے روکنے کے لئے ایک ہنگامی حکم کا ذکر و بیان،	۵۸۹
اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم و ارشاد کی پابندی سراسر خیر و برکت ہے، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلَّ وَعَلَا،	۵۸۹
غیر مستطیع شخص کے لیے استثناء کا ذکر و بیان،	۵۹۰
ہنگامی حکم کی منسوخی کا ذکر و بیان،	۵۹۱
امورِ مصلحہ کی پابندی کا حکم و ارشاد،	۵۹۱
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر،	۵۹۲
منافقوں کے حال پر اظہارِ تعجب و افسوس،	۵۹۲
دعویٰ ایمان کا اور دوستی اسلام کے دشمنوں سے؟ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ،	۵۹۲
منافق لوگ نہ ادھر کے نہ اُدھر کے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم،	۵۹۳
منافقوں کا شیوہ جھوٹی قسمیں کھانا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم،	۵۹۳
منافقوں کے لیے سخت عذاب تیار۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم،	۵۹۴

تفصیلی فہرست عنوانات

جلد ششم

عنوانات	صفحہ
منافقوں کا رویہ بڑا ہی بُرا۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۵۹۴
منافقوں کے اپنی قسموں کو ڈھال بنانے کا ذکر و بیان،	۵۹۵
منافقوں کا کام راہِ حق سے روکنا،وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۵۹۵
منافقوں کے لیے رُسواکن عذاب،وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۵۹۵
منکرین ومنافقین کے ایک دھوکے اور مغالطے کا ازالہ،	۵۹۶
منکرین ومنافقین سب دوزخی۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ العظیم،	۵۹۷
جھوٹی قسموں کی لت کا بُرا نتیجہ،وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۵۹۷
منافقوں کے ایک گمانِ باطل کا ذکر و بیان،	۵۹۸
منافق لوگ پرلے درجے کے جھوٹے،وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۵۹۸
شیطان کا گروہ قطعی طور پر خسارے والا گروہ ہے۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۵۹۸
شیطان کی پارٹی کے کام کی نشاندہی،وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۶۰۰
غلبہ یقیناً اللہ اور اسکے رسولوں ہی کیلئے ہے،	۶۰۰
اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کے ایک خاص پہلو کا ذکر و بیان،	۶۰۱
ایمان وکفر کی دوستی کبھی یکجا نہیں ہوسکتی،	۶۰۱
ایمان کا رشتہ سب رشتوں سے اعلیٰ وبالا،	۶۰۱
حضرات صحابہءکرام کا ایمان سچا اور پکا،	۶۰۳
حضرات صحابہءکرام کیلئے تائید خداوندی کے انعام کا ذکر و بیان،	۶۰۳
مومنین صادقین کیلئے خاص انعامات کا ذکر و بیان،	۶۰۴
حضرات صحابہؓ کیلئے فوز وفلاح کا مژدۂ جانفزا،	۶۰۴
۵۹ سُوْرَۃُ الْحَشْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۱	
کائنات پوری اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس میں مشغول ہے،	۶۰۶
اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے مقصود ومراد؟	۶۰۶
یہود بنونضیر کی غداری اور ان کے حشر کا ذکر و بیان،	۶۰۷
یہود بنونضیر کی جلاوطنی اور ان کی بے بسی کی تصویر،	۶۰۷
کفار ومشرکین کا اعتماد محض ظاہری اسباب پر،	۶۰۹
خدائے پاک کا عذاب بےامان وگمان،وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلاَ	۶۰۹
رعب ایک غیر مرئی اور ہولناک خدائی لشکر۔وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۶۱۰
بنونضیر کی مرعوبیت اور بدحواسی کی تصویر،	۶۱۰
بنونضیر کی تباہی مسلمانوں کے ہاتھوں،	۶۱۱
درس عبرت لینے کی تعلیم وتلقین،	۶۱۲
جلاوطنی یہود بنونضیر کے لیے ایک رعایت،	۶۱۳
منکروں کیلئے آخرت میں دوزخ کا عذاب، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۶۱۴
منکرین کے ایک اعتراض کا جواب،	۶۱۴
یہود بنونضیر کی رسوائی کے ایک سامان کا ذکر و بیان،	۶۱۴
مالِ فَیٔ سے سرفرازی بغیر جہاد وقتال کے،	۶۱۵
مالِ فَیٔ اور مالِ غنیمت کے درمیان فرق،	۶۱۵
اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے غلبے اور تسلّط کا ذکر و بیان،	۶۱۶
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے،سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۱۶
مالِ فَیٔ کے مصارف کا ذکر و بیان،	۶۱۷
اسلامی اقتصادیات کے ایک اہم ضابطہ واصول کی تعلیم وتلقین کا ذکر و بیان،	۶۱۷
اطاعتِ رسول تقاضائے ایمان،	۶۱۹
تقویٰ وپرہیزگاری باعثِ نجات وسرفرازی،	۶۱۹
اموالِ فَیٔ کا ایک خاص مصرف فقراءِ مہاجرین،	۶۲۰
نصرتِ دین کی عظیم الشان اور امتیازی صفت کا ذکر و بیان،	۶۲۱
حضرات صحابہءکرامؓ کیلئے راستبازی کا خدائی سرٹیفکیٹ،	۶۲۱
مالِ فَیٔ کا دوسرا مصرف حضراتِ انصارؓ،	۶۲۳
حضراتِ صحابہؓ کی کشادہ ظرفی اور سیرچشمی کی تعریف وتحسین،	۶۲۳
حضرات صحابہءکرامؓ ایثار وقربانی کے اعلیٰ نمونے تھے،	۶۲۴

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — ششم

عنوانات	صفحہ
فوز وفلاح سے سرفرازی کے ایک اہم اور آسان ذریعے اور وسیلے کا ذکر وبیان،	۶۲۵
متاخرین کے لیے صحیح رویے کی نشاندہی کا ذکر وبیان،	۵۲۶
صحابہء کرام سے بُغض رکھنے والے کافر۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۵۲۶
منافقین کی یہود سے ساز باز کا ذکر وبیان،،	۶۲۷
منافق لوگ پرلے درجے کے جھوٹے،	۶۲۸
منافقوں کے قول وقرار کی تکذیب کا ذکر وبیان،	۶۲۹
جو اللہ سے نہیں ڈرتے وہ اس کی کمزور مخلوق سے ڈرتے ہیں، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا،	۶۲۹
منافقوں کی حماقت کے سبب اور باعث کا ذکر وبیان،	
ایمان ویقین کی قوت سے محروم ہر خیر سے محروم، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۶۳۰
قوت ایمان ویقین سے محرومی کا نتیجہ تشتت وانتشار، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۶۳۰
منکرین کی بیماری کے اصل سبب کی نشاندہی کا ذکر وبیان،	۶۳۱
بنو نضیر کے انجام کی مثال کا ذکر وبیان،	۶۳۲
منکرین ومنافقین کیلئے دردناک عذاب، والعیاذُ باللہ،	۶۳۲
حق کے دشمنوں کی مثال شیطان کی سی۔ والعیاذُ باللہ،	۶۳۳
شیطان کا کام عین وقت پر دھوکہ دینا۔ والعیاذُ باللہ،	۶۳۳
شیطان کی ابلیسی منطق کے ایک نمونے اور مظہر کا ذکر وبیان،	۶۳۳
ضالّ اور مُضِلّ دونوں کا انجام دوزخ۔ والعیاذُ باللہ،	۶۳۴
تقویٰ وپرہیزگاری وسیلۂ نجات وسرفرازی،	۶۳۵
اپنا محاسبہ خود کرنے کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان،	۶۳۵
دنیا آج، اور قیامت آنے والا کل،	۶۳۶
تقویٰ وپرہیزگاری کی تاکید مکرر کا ذکر وبیان،	۶۳۶
اللہ تعالیٰ کے علم وآگہی کی تذکیر ویاددہانی کا ذکر وبیان،	۶۳۷

عنوانات	صفحہ
غافلوں کے طور طریقوں سے بچنے کی ہدایت کا ذکر وبیان،	۶۳۷
خدا فراموشی کا لازمی اور طبعی نتیجہ خود فراموشی۔ والعیاذُ باللہ،	۶۳۸
خدا فراموش لوگ فاسق وبدکار۔ والعیاذُ باللّٰہِ الْعَظِیْم،	۶۳۸
دوزخی اور جنتی باہم برابر نہیں ہوسکتے،	۶۳۸
حقیقی کامیاب لوگوں کی نشاندہی کا ذکر وبیان،	۶۴۰
قرآنِ حکیم کی عظمت شان کا ذکر وبیان،	۶۴۱
اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کا تقاضا؟	۶۴۱
غور وفکر ایک اہم مقصد ومطلب،	۶۴۱
معبودِ برحق اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے، اور بس،	۶۴۲
اللہ تعالیٰ حاضر اور غائب سب کو ایک برابر جاننے والا ہے،	۶۴۲
عقیدۂ توحید کی عظمت واہمیت کا ذکر وبیان،	۲۴۲
بادشاہِ حقیقی اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۳
اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی	۶۴۳
وہ سراسر سلامتی والا ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۴
وہ امن دینے والا ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۴
وہ سب پر نگہبان ونگران ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۵
اللہ سب پر غالب ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۵
اللہ جبار ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۶
اللہ بڑی ہی عظمت اور بڑائی والا ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۶
اللہ ہی خالق ہے سب کا۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۷
اللہ ہی وجود بخشنے والا ہے سب کو، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۷
اللہ ہی صورت بخشنے والا ہے سب کو، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۴۸
اللہ ہی کے لیے ہیں سب اچھے نام،	۶۴۸

۶۰ سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۱

جلد — تفصیلی فہرست عنوانات — ششم

عنوانات	صفحہ
مصلحتِ دین سب سے مقدم اور سب پر فائق،	۶۵۱
غیرتِ ایمانی کے تقاضوں کی تذکیر و یاد دہانی،	۶۵۲
جرمِ بے گناہی اور اس کی سزا کا ذکر و بیان، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۵۳
اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کو ایک برابر جانتا ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۵۴
دین کے دشمنوں سے دوستی کا نتیجہ راہِ حق سے محرومی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۶۵۵
کفار کے اہلِ ایمان سے عداوت و عناد کے حال کا ذکر و بیان،	۶۵۵
کافروں کی ایک کافرانہ خواہش کا ذکر و بیان،،	۶۵۵
اسوۂ ابراہیمی کی تذکیر و یاد دہانی،	۶۵۷
مشرکوں سے اظہارِ براءت و بیزاری کا درس،	۶۵۸
اسوۂ ابراہیمی کی بنیاد انکارِ کفر و کفار،	۶۵۸
رشتۂ دین و ایمان ہی اصل رشتہ ہے،	۶۵۸
حضرتِ ابراہیمؑ سے متعلق ایک استثناء کا ذکر و بیان،	۶۵۹
پیغمبر مختارِ کل نہیں ہوتے علیہم الصلوٰۃ والسلام،	۶۵۹
پیغمبر علیہ السلام کا بھروسہ و اعتماد بھی اللہ تعالیٰ ہی پر،	۶۶۰
انابت و رجوع الی اللہ کے درس کا ذکر و بیان،	۶۶۰
سب کا رجوع بہر حال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف،	۶۶۰
فتنوں سے پناہ کی دُعا و درخواست کا ذکر و بیان،	۶۶۲
اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۶۲
اللہ تعالیٰ بڑا ہی حکمت والا ہے، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۶۲
عقیدۂ آخرت اصلاحِ احوال کی اصل اساس،	۶۶۳
اللہ پاک کی شانِ بے نیازی اور اس کے ایک اہم مقتضی کا ذکر و بیان،	۶۶۴
اہلِ صدق و صفا کیلئے ایک عظیم الشان بشارت،	۶۶۴
اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا حوالہ و ذکر،	۶۶۵
ممانعتِ موالات کی حدود کی تعیین و تحدید،	۶۶۵
ترکِ موالات ظلم و زیادتی کرنے والوں سے،	۶۶۶
ظالموں سے دوستی بھی ظلم ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۶۶۷
مہاجر عورتوں کے بارے میں تحقیقِ حال کا حکم و ارشاد،	۶۶۸
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر،	۶۶۸
ایماندار عورتوں کو کفار کی طرف لوٹانے کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۶۶۹
مومن اور کافر کے درمیان رشتہ ازدواج جائز نہیں،	۶۶۹
مومنہ مہاجرہ کے مہر کی ادائیگی کا حکم و ارشاد،	۶۶۹
مومنہ مہاجرہ سے نکاح کرنے کی اجازت،	۶۷۰
مومنہ مہاجرہ کے مہر کی ادائیگی کا حکم و ارشاد،	۶۷۰
کافر عورتوں کو قیدِ نکاح میں رکھنے کی ممانعت،	۶۷۰
اپنی عورتوں کے مہر طلب کرنے کی اجازت،	۶۷۱
کافر لوگوں کو اپنی بیویوں کے مہر مانگنے کی اجازت،	۶۷۱
احکامِ دین کی عظمتِ شان کے ایک منفرد پہلو کا ذکر و بیان،	۶۷۲
یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۷۳
اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم و حکمت کا حوالہ و ذکر، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،	۶۷۳
بدلے کی ایک منصفانہ صورت کا ذکر و بیان،	۶۷۳
تقویٰ و پرہیزگاری تقاضائے ایمان،	۶۷۴
عورتوں کی بیعت سے متعلق بعض خاص ہدایات کا ذکر و بیان،	۶۷۵
دیگر بعض بڑی برائیوں سے بچنے کی بیعت کا ذکر و بیان،	۶۷۵
بہتان تراشی سے اجتناب کے عہد کا ذکر و بیان،	۶۷۵
معروف میں نافرمانی نہ کرنے کے عہد کا ذکر و بیان،	۶۷۶
صالح عورتوں سے بیعت لینے کا حکم و ارشاد،	۶۷۶
مغضوب علیہ قوم سے دوستی کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۶۷۷
یہود کی قیامت و آخرت سے مایوسی کی تصریح،	۶۷۷

جلد ششم تفصیلی فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
۶۱ سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۹	
کائنات ساری اللہ کی تسبیح میں مشغول،	۶۸۱
دعویٰ بلاعمل کی ممانعت کا ذکر و بیان،	۶۸۲
قول و فعل میں تضاد بڑی بُری بات، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ،	۶۸۲
اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی نشاندہی کا ذکر و بیان،	۶۸۲
جہاد فی سبیل اللہ کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان،	۶۸۳
مجاہدین فی سبیل اللہ کی عظمت و قوت کا ذکر و بیان،	۶۸۳
قوم موسیٰ علیہ السلام کے حالِ بد کی تذکیر و یاددہانی،	۶۸۳
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے شکوہ،	۶۸۴
ایذاء رسول کے سنگین یہودی جرم کا ذکر و بیان،	۶۸۵
قوم موسیٰ کے ٹیڑھے پن کی سزا کا ذکر و بیان،	۶۸۵
فاطر فطرت سبحانہ وتعالیٰ کے ایک قانون و دستور کا ذکر و بیان،	۶۸۶
بعثت عیسوی کا ذکر و بیان،	۶۸۷
حضرت عیسیٰ کی اصل حیثیت کی تصریح،	۶۸۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام صرف بنی اسرائیل کیلئے،	۶۸۸
حضرت عیسیٰ تورات کے مصدق، عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ،	۶۸۸
حضرت عیسیٰ کی طرف سے بعثتِ محمدی کی بشارت،	۶۹۰
یہود کی شقاوت و بدبختی کا ایک نمونہ و مظہر،	۶۹۱
افتراء علی اللہ سب سے بڑا ظلم، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،	۶۹۱
منکرین کی ایک حماقت اور بدبختی کا ذکر و بیان،	۶۹۲
ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر و بیان،	۶۹۲
غلبہ دین حق ہی کیلئے ہے،	۶۹۳
کفار و مشرکین کے عَلَی الرَّغم، غلبۂ حق کا اعلان،	۶۹۳
ایک بے مثال تجارت کی راہنمائی،	۶۹۵
ایک بے مثال تجارت اور اس کی نفع بخشی کا ذکر و بیان،	۶۹۶
اصل اور حقیقی کامیابی کی نشاندہی،	۶۹۶
دنیاوی کامیابی و غلبہ کی بشارت کا ذکر و بیان،	۶۹۶
نصرتِ خداوندی اور فتح قریب کی خوشخبری،	۶۹۷
دولتِ ایمان سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ،	۶۹۷
نصرتِ حق کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان،	۶۹۹
بنی اسرائیل کی تقسیم اہل ایمان اور اہل کفر کے دو گروہوں میں،	۷۰۰
اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت اہل ایمان کے لئے،	۷۰۰
ہر حال میں غلبہ حق ہی کا مقدر ہے،	۷۰۰

اَللّٰھُمَّ اِیَا مَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدِیْمَ الْاِحْسَانِ، یَامَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَ دَعَاہ وَیَکْشِفُ عَنْہُ السُّوْءَ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ، یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ، یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، نَسْئَالُکَ اِیْمَانًا لَایَرْتَدُّ، وَنَعِیْمًا لَایَنْفَدُ وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی دَرَجَۃِ الْجَنَّۃِ جَنَّۃِ الْخُلْدِ، وَاَنْ تَغْفِرَلَنَا ذُنُوْبَنَا وَالْاٰثَامَ، مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَابَطَنَ، وَمَانَعْلَمُ مِنْھَا وَمَالَا نَعْلَمُ، اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ، وَاَفِضْ عَلَیْنَا بَرْدَ الْیَقِیْنِ، وَارْضَ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَخُذْ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُنَا وَفَلَاحُنَا فِی الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ، بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَاذَاالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَاِیَّاہُ اَسْاَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِیْدًا مِّنَ التَّوْفِیْقِ لِتَکْمِیْلِ مَا بَقِیَ مِنَ التَّفْسِیْرِ،

آیاتھا ۳۵ ۴۶ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ ٦٦ رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورۂ احقاف مکی ہے اور اس کی پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ۝

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢

حٰمٓ ۝١ یہ سراسر اتاری گئی کتاب ہے ف۱ اللہ کی طرف سے جو کہ بڑا ہی زبردست، نہایت ہی حکمت والا ہے، ف۲ ۝٢

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا

ہم نے نہیں پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی (اس حکمتوں بھری) کائنات کو مگر

بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ

حق کے ساتھ، ف۳ اور ایک مقرر وقت تک کے لئے، ف۴ مگر جو لوگ اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (و باطل) پر،

۱ **قرآنِ حکیم خالص کلام خداوندی:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ سراسر اُتاری ہوئی کتاب ہے۔" یعنی یہاں پر "نازل" یا "منزل" نہیں "تنزیل" فرمایا گیا ہے جو کہ مصدر ہے اور جس کا اطلاق مبالغے کیلئے ہوتا ہے۔ جیسے "زید عدل" وغیرہ۔ سو اسی کے مفہوم کو ظاہر اور واضح کرنے کیلئے ہم نے ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں کسی انسانی فکر و عمل اور کد و کاوش کا کوئی عمل دخل نہ ہے نہ ہو سکتا ہے، اسکی شان اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع اور بلند و بالا ہے، پس منکرین و مخالفین کا یہ کہنا کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود بنا کر لاتے ہیں سراسر باطل اور مردود ہے، سو ایسا نہیں۔ بلکہ یہ از اول تا آخر سراسر اللہ پاک کی طرف سے نازل کردہ کلام ہے۔ اور دوسری کوئی ایسی کتاب ہے نہ ہو سکتی ہے، کیونکہ خالصۃً کتابِ الٰہی اور وحی خداوندی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اور یہ ایک ہی کتاب ہے جو اس شان کی حامل ہے۔ اسکے علاوہ دوسرے ادیان و مذاہب کی کتابیں یا تو سرے سے آسمانی اور الہامی تھیں ہی نہیں، ہیں ہی نہیں، بلکہ وہ محض انسانی فکر و کاوش کا نتیجہ تھیں اور ہیں۔ اور یا اگر وہ آسمانی اور الہامی تو تھیں بھی، جو انکے حاملین نے ان کو تحریف و تبدیل کے ذریعے اس حد تک بدل اور بگاڑ دیا کہ وحی خداوندی کے الفاظ و کلمات ان میں ڈھونڈنے ہی سے کہیں مل سکیں گے۔ سوائے اس کتاب حکیم قرآنِ مجید کے۔ کیونکہ اس کو حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجْدُہٗ۔ نے جس طرح اتارا تھا اور جن الفاظ و کلمات کے ساتھ اتارا تھا یہ آج تک اسی طرح باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔ سو قرآنِ حکیم خالص کلام خداوندی اور وحی ربانی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کتاب حکیم کیساتھ وابستہ رہنے کی توفیق بخشے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یا رب العالمین

۲ **قرآنِ حکیم عزت و حکمت کا منبع و سرچشمہ:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ اس اللہ کی طرف سے ہے جو کہ بڑا ہی زبردست نہایت ہی حکمت والا ہے۔" پس جس نے اس کتاب حکیم کو صدقِ دل سے اپنایا، اس پر ایمان لایا اور شاہراہِ حیات پر اسی کو اپنا ہادی و راہنما بنایا،

وہی مشاکلِ حیات اور صعوباتِ راہ پر غالب آیا اور علم وحکمت کی دولت سے مالا مال ہوا۔ اور جس نے اس کتابِ حکیم سے منہ موڑا وہ سچی عزت اور حقیقی حکمت کی دولت سے محروم ہو کر ذلت ورسوائی سے دوچار ہوا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہ۔ اور وجہ اس امر کی ظاہر اور واضح ہے کہ اس کتاب حکیم سے اِعراض ورُوگردانی برتنے والوں کو نہ اس کائنات کے خالق ومالک کا پتہ ہے، نہ اس کی صفات اور اس کے حقوق و اختیارات سے آگہی۔ نہ ان کو اپنی زندگی کے مقصد، اور نہ اپنے مآل وانجام کی کوئی خبر۔ اور نہ ہی راہِ حق وہدایت سے کوئی واقفیت، اور نہ ہی اس کے تقاضوں کے بارے میں کوئی علم وآگہی۔ سو ایسا انسان طرح طرح کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا محض ایک جانور بن کر رہ جاتا ہے۔ بلکہ اسکی سطح سے بھی کہیں گر کر اور۔ (بَلْ هُمْ اَضَلُّ)۔ کا مصداق بن کر رہ جاتا ہے۔ سو قرآنِ حکیم کی تکذیب اور اسکا انکار اور اس سے روگردانی واعراض محرومیوں کی محرومی اور ہلاکتوں کی ہلاکت ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے اور اپنی رضا کی راہوں ہی پر چلنا نصیب فرمائے' آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین

۳۔ کائنات کی تخلیق حق کے ساتھ: سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ 'زمین وآسمان کی اس کائنات کی تخلیق حق کے ساتھ ہی ہوئی ہے۔'' سو ان سب کی پیدائش بڑی بامقصد اور نہایت پُر حکمت ہے۔ تاکہ انسان ایک طرف تو ان میں غور وفکر سے کام لے کر اپنے خالق ومالک کی معرفت حاصل کرے اور دوسری طرف ان سے طرح طرح سے فائدہ اٹھا کر اس کا شکر بجالائے اور دل وجان سے اس کے حضور جھک جائے۔ اور اس طرح وہ اپنے لئے ابدی سعادت' حقیقی کامیابی، اور فوز وفلاح کا سامان کرے۔ اور حکمتوں بھری اس کائنات کی تخلیق اور اسکے وجود کا تقاضا اور مخلوق بالحق ہونے کا لازمی نتیجہ اور طبعی تقاضا یہ ہے کہ قیامت قائم ہو اور ہر کسی کو اپنے کیے کرائے کا صلہ وثمرہ ملے۔ اور اس اہم اور بنیادی حقیقت کو نہ ماننے سے یہ سارا کارخانہ عالم بالکل عبث اور بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو' بالحق ''یعنی ایک بڑی اہم غایت اور عظیم مقصد کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ سو جو لوگ اس حقیقت سے غافل ہو کر بے مقصد زندگی گزارتے ہیں وہ بڑے ہی سخت خسارے میں ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰہ جَلَّ وَعَلَا۔

۴۔ کائنات کی تخلیق ایک مقررہ مدت تک کے لیے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ 'خالق نے اس کائنات کو حق کے ساتھ اور ایک مقررہ مدت تک کیلئے پیدا فرمایا ہے۔'' جس کے بعد اس سب کو ختم کردیا جائے گا۔ اور اس کی جگہ ایک دوسرا ایسا جہان آباد کیا جائے گا جو ابدی ہوگا۔ اور جس میں بالکل دوسری قسم کے قوانین ونوامیس کارفرما ہوں گے۔ تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں اور بتمام وکمال پورے ہو سکیں۔ اور ہر کوئی اپنے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ وبدلہ پا سکے۔ سو اس کائنات کے 'بالحق'' پیدا ہونے کا دوسرا نتیجہ اور لازمی تقاضا یہ ہے کہ یہ کائنات یونہی نہ چلتی رہے، بلکہ یہ ایک وقت پر ختم ہو جائے۔ تاکہ اس کے بعد ہر کسی کو اس کی سعی اور کوشش کا صلہ اور ثمرہ ملے۔ اور اس طرح اس کی تخلیق کی حکمت کی تکمیل ہو اور عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور اپنی کامل اور آخری شکل میں پورے ہوں۔ سو خالق حکیم نے اس کائنات کو جو' بالحق'' پیدا فرمایا ہے تو اس کا بدیہی تقاضا یہ ہے کہ یہ دنیا اسی طرح ہمیشہ کیلئے چلتی نہ رہ جائے۔ بلکہ ایک مقرر وقت پر یہ ختم ہو جائے جس کے بعد اس خالقِ حکیم کی عدالت قائم ہو۔ جس میں آخری فیصلہ ہو اور اس کے مطابق اطاعت گزاروں کو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا صلہ وبدلہ ملے اور منکرین واشرار کو ان کے کیے کی سزا۔ تاکہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں۔ اور علی وجہ التمام والکمال پورے ہوں۔ سو وہی دن قیامت کا دن ہے۔ جس نے بہر حال بپا ہو کر رہنا ہے، پس اسکے تقاضوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا تقاضاءِ عقل ونقل ہے کہ عدل وانصاف کا وہ دن قائم ہو۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَهُوَ الْهَادِيْ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْل سبحانه وتعالىٰ،

أُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

وہ اس حقیقت سے منہ موڑے ہوئے ہیں جس سے انہیں خبردار کیا گیا ہے ف۵ ③ (ان سے) کہو کہ کیا تم لوگوں نے ان چیزوں کو کبھی آنکھیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

کھول کر دیکھا بھی جن کو تم لوگ (پوجتے) پکارتے ہو اللہ کے سوا ف۶ تم لوگ مجھے دکھاؤ تو سہی کہ انہوں نے کیا پیدا کیا زمین میں سے

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ

یا ان کا کسی طرح کا کوئی حصہ ہے آسمانوں (کی تخلیق اور انکی حکمرانی) میں؟ ف۷ تم لوگ دکھاؤ مجھے (اپنی تائید میں) اس سے پہلے کی

۵ منکرین کے حال پر اظہار تعجب وافسوس: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ اپنے کفر و باطل پر اڑے ہوئے ہیں وہ اس حقیقت سے منہ موڑے ہوئے ہیں جس سے ان کو خبردار کیا جاتا ہے۔" اور ان کو اسکا کوئی خیال واحساس تک نہیں کہ ہم نے آگے جا کر جواب دینا ہے اور زندگی بھر کے اپنے کیے کرائے کا پھل پانا ہے، اور اپنے عمل کا بھگتان بھگتنا ہے، اور حیات مستعار کی یہ مختصر ومحدود فرصت جو ہر لحہ ہاتھ سے نکلتی جا رہی ہے پھر کبھی بھی اور کسی طرح بھی ملنے والی نہیں ہے کہ پھر نہ تو دنیا کی اس زندگی کے دوبارہ ملنے کا کوئی موقع و سوال ہے، اور نہ ہی کسی کمائی اور عمل کی کوئی صورت ممکن ہوسکتی ہے، مگر اس سب کے باوجود ایسے لوگوں کی یہ غفلت شعاری اور اس قدر لاپرواہی کس قدر تعجب انگیز روش اور کتنا تباہ کن وطیرہ ہے اَلْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ سو اس میں منکرین کے اعراض وانکار پر اظہار افسوس ہے کہ یہ لوگ خدائے عزیز وحکیم کے اتارے ہوئے اس صحیفۂ رشد وہدایت کی تعلیمات مقدسہ کو اپنا کر اپنی بگڑی بنانے اور اپنی اصلاح کرنیکی بجائے الٹا اسکی تکذیب وانکار پر مصر ہیں۔ اور اپنے مآل وانجام کی فکر کرنیکی بجائے ہلاکت وتباہی کے گڑھے کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین،

۶ مشرکین کو دعوتِ غور وفکر: ۔سو مشرکوں کے ضمیروں کو جھنجھوڑنے اور ان کو غور وفکر کی دعوت دینے کے لئے ارشاد فرمایا گیا کہ "ان سے پوچھو کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس بارے میں غور بھی کیا ہے کہ جن کو تم لوگ پوجتے پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا، آخر انہوں نے کیا پیدا کیا؟" یعنی جن کو تم لوگ پوجتے پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا حاجت روائی اور مشکل کشائی کیلئے ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر۔ خواہ وہ کوئی لکڑی پتھر وغیرہ کی بے جان مورتیاں ہوں، یا زندہ ومردہ کوئی انسانی ہستیاں یا جن وملائکہ وغیرہ کی کوئی غیر مرئی مخلوق، کہ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کا عموم ان سب ہی کو شامل اور محیط ہے۔ سو انکے بارے میں تم لوگ اتنا تو سوچو کہ ان میں ایسی خدائی صفات ماننے کی آخر کیا بنیاد ہوسکتی ہے؟ سو ایسی کسی اساس وبنیاد کے بغیر ایسوں کو معبود ماننا اور ان کو حاجت روا ومشکل کشا جان کر پوجنا پکارنا کس قدر ظلم اور کتنا بڑا افترا ہے؟ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا،

۷ مشرکوں سے ایک چبھتا ہوا سوال: ۔سو اس سے مشرکین سے ان کے شرکاء اور خود ساختہ معبودوں کے بارے میں ایک چبھتا ہوا سوال کیا گیا ہے کہ جن کو تم لوگ پوجتے پکارتے ہو اللہ کے سوا، کیا انہوں نے زمین اور اسکی گوناں گوں اشیاء میں سے کسی چیز

کو پیدا کیا اور اس کو وجود بخشا ہے، یا ان کا کوئی حصہ ہے آسمان میں؟ سو جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو اس سے یہ حقیقت پوری طرح واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ ان مزعومہ ہستیوں میں سے کسی کا بھی نہ تو آسمان و زمین کی پیدائش میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان کی ملکیت اور تصرف میں کسی طرح کا کوئی عمل واشتراک، تو پھر ان میں سے کسی کی خدائی صفات اور اس کی الوہیت و بندگی میں کس طرح شرکت اور حصہ داری کا آخر کیا سوال پیدا ہوسکتا ہے؟ سو تم لوگ کتنے اندھے اور اوندھے ہو کہ بغیر کسی سند اور ثبوت کے ان کو خدا کا شریک مانتے ہو؟ آخر تمہاری مت اس قدر کیوں ماری گئی ہے؟ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم (اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یَارَبَّ الْعَالَمِيْن، وَيَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن، وَيَااَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْن،

اَللّٰهُمَّ !

نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْاِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ، الَّذِيْنَ

لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ، وَاغْفِرِ اللّٰهُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا

وَمَشَائِخِنَا، وَلِجَمِيْعِ اَصْحَابِ الْحُقُوْقِ عَلَيْنَا، وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِدُعَاءِ

الْخَيْرِ، وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِيْنَ

وَالْمُسْلِمٰتِ، الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّكَ

سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُجِيْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، يَااَرْحَمَ

الرَّاحِمِيْنَ وَيَااَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ

يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ

عَلٰى عَبْدِكَ

وَرَسُوْلِكَ

سَيِّدِنَا

مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ وَّالَاهُ، وَمَنْ دَعَابِدَعْوَتِهٖ وَبِهُدَاهُ اهْتَدٰى، اِلٰى يَوْمِ الْعَرْضِ عَلَى اللّٰهِ وَاللِّقَاءِ اٰمِيْن

قَبۡلِ هٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَةٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝۴

(حق وہدایت کی) کوئی کتاب، یا (حق وہدایت کے) کسی علم کا کوئی بقیہ اگر تم لوگ سچے ہو (اپنے قول وقرار میں) ف۸ ۝۴

وَمَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ يَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَنۡ

اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو سکتا ہے؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو (پوجے) پکارے

لَّا يَسۡتَجِيۡبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ وَهُمۡ عَنۡ

جو قیامت تک اس کی پکار کا کوئی جواب نہ دے سکیں ف۹ اور وہ ان لوگوں کی دعاء (و پکار) سے بالکل غافل (بے خبر)

دُعَآئِهِمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝۵ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوۡا لَهُمۡ

ہوں ف۱۰ ۝۵ اور جب اکٹھا کیا جائے گا سب لوگوں کو (قیامت کے اس ہولناک دن میں) تو یہ اپنے پکارنے والوں کے

۸ مشرکوں سے دلیل کے مطالبے کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''لاؤ تم لوگ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا کسی علم کا کوئی بقیہ اگر تم سچے ہو''، یعنی تم لوگ ایسی کوئی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو اپنے ان شرکیہ عقائد میں جن کو تم نے اپنا رکھا ہے۔ لیکن جب تم ان کی تائید میں نہ کسی سابقہ آسمانی کتاب کو پیش کر سکتے ہو اور نہ ہی گزشتہ انبیاء وصلحاء کی تعلیمات کا کوئی بقیہ دکھا سکتے ہو کیونکہ ان سب سے تو اس کے برعکس توحید ہی کا درس ملتا ہے جو کہ دینِ حق اور فطرتِ سلیمہ کا مقتضیٰ ہے۔ تو پھر تم نے اس طرح کے شرکیہ عقائد کو کس طرح اور کیونکر گلے لگا رکھا ہے؟ سو جب تمہارے ان خود ساختہ شرکاء کا نہ آسمان وزمین کی اس کائنات کی تخلیق میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان کے شریک ہونے کیلئے کوئی عقلی یا نقلی دلیل موجود ہے اور نہ ہو سکتی ہے کہ خالق ومالک اور معبودِ برحق تو بہرحال ایک ہی ہے یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک، تو پھر تمہارا ان کو خداوند قدوس کی خدائی میں اور اس کے حقوق واختیارات میں شریک ماننا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اور اس کی آخر کیا تک بن سکتی ہے؟ اور وہ خالقِ کل اور مالکِ مطلق۔ جل جلالہ۔ کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی خدائی میں دوسرے شریک ہو جائیں۔ اور اس کی پیدا کی ہوئی دنیا کے دوسرے مالک بن بیٹھیں؟ آخر تم لوگوں کو کیا ہو گیا کہ تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے؟

۹ غیر اللہ کو پکارنا سب سے بڑی گمراہی، اور محرومی۔ والعیاذ باللہ: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کے سوا کسی بھی اور کو پوجنا پکارنا سب سے بڑی گمراہی اور انتہائی بدبختی اور محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور استفہام وتاکید کے اسلوب وانداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارے جو اس کی کسی دعاء اور پکار کو قیامت تک نہ سن سکیں، اور وہ اس کی دعاء وپکار ہی سے غافل اور بے خبر ہوں۔ استفہام یہاں پر ظاہر ہے کہ انکاری ہے۔ اس لئے مطلب یہ ہوگا کہ ایسے شخص سے بڑھ کر گمراہ اور محروم وبدبخت کوئی نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ جب وہ ایسی چیزوں کو معبود قرار دے کر اور ان کو حاجت روا ومشکل کشا سمجھ کر پوجتا پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی کسی صدا وپکار کو سن ہی نہ سکیں تو اس سے بڑھ کر گمراہ و بدبخت اور کون ہو سکتا ہے؟ والعیاذ باللہ۔ پھر یہی نہیں کہ وہ ان کی دعا وپکار کو سن نہیں سکتے اور قیامت کی اس مشکل اور ہوشربا گھڑی میں ان کے کچھ کام نہیں آسکیں گے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ وہ وہاں پر ان کے اس شرک ہی کا انکار کر دیں گے اور ان

کے خلاف اوران کے دشمن ہو جائیں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پرارشادفرمایا گیا. كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿مریم:۸۲پ۱۶﴾۔سوکس قدر احمق وبدبخت اور گمراہ ہے وہ انسان جو اس سب کے باوجوداللہ وحدہ لاشریک کو چھوڑ کرایسی بے حقیقت اور بے بنیاد چیزوں کو پوجتاپکارتا ہےاورمتاع حیات کواس گمراہی میں ضائع کررہا ہے۔و العیاذ باللہ العظیم۔مشرکین جن کی پوجاو پرستش کرتے تھے وہ یا تو فرضی ہستیاں تھیں جن کا کوئی مسمّٰی سرے سے موجود ہی نہیں تھا۔اس لیے ان کے تو کسی چیز سے باخبر ہونے یا کسی دعا کے قبول کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔رہیں وہ ہستیاں جو فی الواقع اپناوجوداوراپنی ایک ہستی رکھتی تھیں اور ان کی پوجاو پرستش ان کی مرضی کے بغیر بلکہ ان کی مرضی ومنشا کے خلاف کی گئی ہوگی۔وہ بھی بذاتِ خود کسی کی دعاوفریاد سے واقف نہیں ہوسکتے۔جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب سورۂ مائدہ کے آخر میں ذکر فرمایا گیا ہے۔اور جیسے کہ فرشتوں کا جواب سورۂ فرقان کی آیت نمبر۱۷اور۱۸میں ذکر فرمایا گیا ہے۔سواللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پوجنا پکارنا سب سے بڑی گمراہی اور ہولناک ہلاکت وتباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔پس غیر اللہ کی پوجا کرنے والے بڑے ہی محروم اور بدبخت لوگ ہیں اوران کی شقاوت وبدبختی بڑی ہی ہولناک شقاوت وبدبختی ہے۔(اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین' و یا ارحم الراحمین'

۱۰ معبودانِ من دون اللہ کی بے خبری اور بے بسی کا ذکر وبیان: سواس سے واضح فرمادیا گیا کہ مشرک لوگ اللہ کے سوا جن کو پوجتے پکارتے ہیں وہ ان کی دعاو پکار سے بالکل بے خبر ہیں۔چنانچہ ارشادفرمایا گیااور صاف وصریح طور پرارشادفرمایا گیا کہ "وہ ان کی دعاو پکار سے بالکل غافل اور بے خبر ہیں۔" کیونکہ وہ یا تو جمادات ہیں جن میں سننے بولنے کی سرے سے کوئی صلاحیت ہی نہیں،یااللہ پاک کے ایسے نیک بندے ہیں جو نہ تو ذاتی طور پراس طرح کی کوئی قدرت رکھتے ہیں،اور نہ ہی ان کو اپنے احوال سے اس کی فرصت ہی ہوتی ہے چنانچہ حضرات مفسرین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ اس حقیقت کی تصریح اس طرح کے الفاظ سے کرتے ہیں۔"لانھم اما جمادات و اما عباد مسخرون مشغلون باحوالھم"۔(بیضاوی)۔اہلِ بدعت کے بعض تحریف پسندوں نے حسبِ عادت یہاں بھی یہ گل کھلائے ہیں کہ "اس سے مراد توبت ہیں ورنہ انبیاء واولیاء تو جانتے بھی ہیں اور باخبر بھی ہیں۔" حالانکہ یہاں پر "من" کا کلمہ "ھم" کی ضمیراور"غافلون"کا صیغہ سب اس بات کے صاف قرائن ہیں کہ یہاں اس سے مرادصرف بت نہیں،بلکہ ہر معبودمِنْ دُوْنِ اللّٰہ ہے۔خواہ وہ کوئی بھی ہواور کسی بھی شکل میں ہو۔اور پھر اہلِ بدعت کے ایسے تحریف پسندوں سے کوئی پوچھے کہ اگر انبیاء واولیاء اپنے پوجنے والوں کو جانتے بھی ہیں اوران سے بیزار بھی ہیں تو پھر وہ ان کو ایسی شرکیات سے منع کیوں نہیں کرتے جبکہ شرک سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے۔بعض نادان اور جہالت کے مارے اہلِ بدعت اس کے جواب میں یوں کہہ دیتے ہیں کہ اچھا تو اللہ ان کو کیوں نہیں منع کرتا؟ استغفر اللہ۔مگر ایسے لوگوں کا یہ جواب محض جہالت اور نادانی کی بات ہے۔اس لئے کہ اللہ پاک تو خالق ہے۔مخلوق کواس پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟اس کی تو شان ہے۔لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ (الانبیاء:۲۳پ۱۷)۔جبکہ انبیاء واولیاء کرام مخلوق ومکلف بھی ہیں اور مسئول اور جواب دہ بھی۔نیز اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ لوگوں کوارادہ واختیار کی آزادی دی جائے تا کہ امتحان اور آزمائش کے تقاضے پورے ہوں،بخلاف حضراتِ انبیاء ورسل۔علیہم الصلوۃ و السلام۔اور دیگر تمام مقدس ہستیوں کے،کہ ان کی شان الگ ہے کہ ایسے حضرات مخلوق اور بڑی ذمہ دار مخلوق ہونے کے اعتبار سے نیکی کی تعلیم دینے اور برائی سے روکنے کے مکلف اور پابند ہیں۔بہر کیف اللہ وحدہ لاشریک کے سوا جس کسی کی بھی پوجا کی جائے گی وہ سب "من دون اللہ" کے عموم میں داخل ہے،خواہ وہ کوئی بھی ہو،اور کہیں کا بھی ہو۔اور غیر اللہ کو پکارنا بہر حال سراسر شرک ہے۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔

اَعۡدَآءً وَّکَانُوۡا بِعِبَادَتِہِمۡ کٰفِرِیۡنَ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتۡلٰی

دشمن بن جائیں گے، اوران کی عبادت کے بھی منکر ہو جائیں گے، ۱۱ ﴿۶﴾ اور جب ان لوگوں کو پڑھ

عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ

کر سنائی جاتی ہیں ہماری کھلی کھلی (اور صاف و واضح) آیتیں تو کافر لوگ (پوری ڈھٹائی سے) حق کے بارہ میں کہتے ہیں

لَمَّا جَآءَہُمۡ ۙ ہٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ؕ﴿۷﴾ اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ

جب کہ وہ ان کے پاس آچکا ہوتا ہے کہ یہ تو ایک جادو ہے کھلا ہوا ۱۲ ﴿۷﴾ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اس (قرآن) کو

افۡتَرٰىہُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَیۡتُہٗ فَلَا تَمۡلِکُوۡنَ لِیۡ مِنَ

خود ہی گھڑ لیا ہے؟ تو (ان سے) کہہ دو کہ اچھا تو اگر میں نے اسے خود گھڑ لیا ہے تو تم مجھے اللہ سے بچانے کی

اللّٰہِ شَیۡئًا ؕ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡہِ ؕ کَفٰی بِہٖ

کچھ بھی طاقت نہیں رکھتے ۱۳ وہ خوب جانتا ہے ان سب باتوں کو جو تم لوگ اس کے بارے میں بناتے ہو ۱۴ کافی ہے وہ

۱۱ معبودانِ من دون اللہ اپنے پجاریوں کے دشمن اور ان کی پوجا کے منکر: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ "معبودانِ من دون اللہ" قیامت کے روز اپنے پجاریوں کے دشمن بن جائیں گے۔ اور وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ دشمن بن جانا اور ان کی عبادت کا منکر ہو جانا لکڑی پتھر کی بے جان مورتیوں کا کام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ اللہ پاک کے ان صالح اور نیک بندوں ہی کا کام ہو سکتا ہے جن کو لوگوں نے ان کی مرضی کے خلاف پوجا پکارا ہو گا۔ اور یہ مضمون قرآنِ پاک میں دوسرے کئی مقامات پر بھی بیان فرمایا گیا ہے مثلاً ایک مقام پر اس بارہ ارشاد فرمایا گیا۔ تَبَرَّاۡنَاۤ اِلَیۡکَ ۫ مَا کَانُوۡۤا اِیَّانَا یَعۡبُدُوۡنَ (القصص: ۶۳ پ ۲۰) یعنی وہ معبود مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ قیامت کے روز اللہ پاک کے حضور عرض کریں گے کہ ہم تیرے حضور اپنی براءت و بیزاری کا اظہار و اعلان کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کرتے تھے، نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ فَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًۢا بَیۡنَنَا وَبَیۡنَکُمۡ اِنۡ کُنَّا عَنۡ عِبَادَتِکُمۡ لَغٰفِلِیۡنَ ۔ (یونس: ۲۹ پ ۱۱) یعنی کافی ہے اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کیلئے کہ ہم قطعی طور پر تمہاری پوجا و پکار سے غافل و بے خبر تھے۔ نیز ایک اور مقام پر فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ اَنۡتَ وَلِیُّنَا مِنۡ دُوۡنِہِمۡ ۚ بَلۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ اَکۡثَرُہُمۡ بِہِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ۔ (سبا: ۴۱ پ ۲۲) یعنی وہ کہیں گے کہ پاک ہے تو (اے ہمارے رب) تو ہی ہمارا والی اور کارساز ہے ان کے سوا، (ہماری پوجا نہیں کرتے تھے) بلکہ یہ جنوں کی پوجا کرتے تھے، ان میں کے اکثر ان ہی پر ایمان رکھتے تھے، تو کیا لکڑی پتھر کے بت بھی۔ اَنۡتَ وَلِیُّنَا مِنۡ دُوۡنِہِمۡ ۔ کہیں گے۔ اور فرشتوں کا یہ جواب سورۃ فرقان میں بھی اسی طرح صاف اور صریح طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ فرقان آیت نمبر ۱۷

اور آیت نمبر ۱۸۔ اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کا جواب تو سورۂ مائدہ میں تفصیلی طور پر موجود ہے، اور وہ صاف وصریح طور پر اس کفر وشرک کی تردید کریں گے جو ان کے گمراہ پیروکاروں نے ان کی محبت کے غلو میں ان کے بعد کیا۔ اور انہوں نے از خود ان کو خدائی صفات میں شریک وسہیم ٹھہرا کر کیا۔ سو حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام واشگاف الفاظ میں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کیلئے کہیں گے کہ مالک! اس شرک سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میں نے تو ان کو زندگی بھر یہی کہا اور اسی کا درس دیا کہ تم لوگ عبادت و بندگی صرف ایک اللہ ہی کی کرنا۔ وہی میرا بھی ربّ اور معبود ہے اور تمہارا بھی رب اور معبود ہے۔ (مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ج) (الی اٰخِر هٰذِهِ الْاٰیَاتِ مِنْ خَاتِمَةِ سُوْرَةِ الْمَائِدَة) سو سورۂ مائدہ کی ان آیات کو پڑھیے اور دیکھیے کہ قرآن کیا کہتا ہے اور اہلِ بدعت اور ان کے بڑے کیا کہتے ہیں؟۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین،

۱۲ منکروں کے اللہ کی آیتوں کو کھلا ہوا جادو قرار دینے کے جرم کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب ان لوگوں کو ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کافر لوگ حق کے بارے میں جبکہ وہ ان کے پاس آ چکا ہوتا ہے کہتے ہیں کہ یہ تو ایک جادو ہے کھلا ہوا'' سو ان کی بدنصیبی اور محرومیٔ قسمت ملاحظہ ہو کہ کلامِ الٰہی کی قوتِ تاثیر کے احساس و اقرار اور اس کے اعتراف کے باوجود اسے ماننے اور اس پر ایمان لانے کی بجائے یہ بدبخت اس کو کھلا ہوا جادو قرار دے رہے ہیں اور یہی نتیجہ ہوتا ہے مت ماری کا۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ جب ہماری واضح اور کھلی کھلی آیتیں ان لوگوں کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور ان کا ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا اور ان آیتوں کی تاثیر وہ اپنے اندر محسوس کرتے ہیں تو بجائے ماننے اور ان پر ایمان لانے کے یہ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تو ایک کھلا ہوا جادو ہے۔ یعنی اس کی یہ تاثیر اس کے خدائی کلام ہونے کی دلیل نہیں۔ بلکہ یہ محض الفاظ کی جادوگری ہے۔ اور اس طرح ایسے بدبخت لوگ حق سے دور اور محروم ہوتے جاتے ہیں، اور ان کو اسکا کوئی احساس و شعور تک نہیں کہ وہ اپنے لیے کس قدر خسارے کا سامان کر رہے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین،

۱۳ منکرین کے مخالفانہ پروپیگنڈے کا جواب: سو منکرین ومخالفین کے قرآن کے خلاف پروپیگنڈے کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے اس الزام کا جواب اللہ کے حوالے۔ سو اگر بالفرض میں نے ایسے کیا جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو تو میں اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکوں گا۔ کیونکہ اگر دنیا کا کوئی بادشاہ بھی اپنے اوپر جھوٹ باندھنے کو برداشت نہیں کرتا تو اللہ ربّ العزت جو کہ مالکِ حقیقی اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے، اور ایسا بادشاہ وشہنشاہ جو کہ ہر طرح کے نقص وعیب اور اس کے ہر شائبہ سے پاک وبری ہے وہ کس طرح ایسے افتراء اور جھوٹ کو یونہی چھوڑ سکتا ہے؟ تو پھر اس پر جھوٹ باندھنے والا اس کی گرفت اور پکڑ سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ اور ایسی صورت میں۔ بقول تمہارے۔ میں اس پر اتنا بڑا جھوٹ باندھ کر کے اس کی گرفت و پکڑ سے کس طرح بچ سکتا ہوں؟ اور میں اتنی بڑی بات کا ارتکاب کس طرح کر سکتا ہوں؟ اور اتنا بڑا خطرہ کس طرح مول لے سکتا ہوں۔ آخر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ تم لوگ اتنی بڑی اور اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔ بہرکیف پیغمبر کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ ان کے اس پروپیگنڈے کے جواب میں ان سے کہیں کہ اگر میں نے

تمہارے کہنے کے مطابق اتنا بڑا افترا کیا ہے تو تم مجھے اللہ کی پکڑ سے بچانے کیلئے کچھ کام نہ آسکو گے۔ سو میرے اس جرم کی تم کوئی فکر اور پرواہ نہیں کرو۔ اور میرے اس بوجھ کو اپنے اوپر محسوس نہ کرو۔ ہمارا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ وہی بہتر فیصلہ فرمائے گا۔ اسلئے ہمارا معاملہ اسی کے حوالے ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر مستقیم و ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔

۱۴ معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے کرنے کا درس: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ خوب جانتا ہے ان تمام باتوں کو جن میں تم لوگ لگے ہوئے ہو" کہ تم اس کے کلام حق ترجمان کی تکذیب کرتے اور اس کو کذب و افترا اور سحر و جادو قرار دیتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ پس تم لوگ اپنے کیے کی سزا ضرور پا کر رہو گے۔ اور دوسرا مطلب اس فقرے کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "فیه" کی ضمیر کا مرجع "ما" ہو، اور "ما" کو اپنے عموم پر رکھا جائے۔ یعنی اللہ پاک خوب جانتا ہے ان سب باتوں کو جن میں تم لوگ مشغول رہے ہو۔ اس لئے دیکھ لو کہ تمہارا وقت کن مشاغل میں گزرتا ہے کہ تمہیں اپنے کیے کرائے کا بدلہ بہرحال پانا ہے اور اس کا بھگتان بہر قیمت بھگتنا ہے پس تم لوگ خود اپنی فکر کرو کہ وہاں کا خسارہ سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف فرمایا گیا کہ اللہ پوری طرح جانتا ہے تمہاری ان تمام سخن سازیوں کو جن میں تم لوگ لگے ہوئے ہو۔ اس لیے میں اپنا معاملہ اسی کے حوالے کرتا ہوں۔ وہی فیصلہ فرمائے گا کہ مفتری کون ہے؟ اور حق پر کون؟ اور یہ کہ کون کس سزا و جزاء کا مستحق ہے، کہ اس سے کسی کا بھی کوئی حال مخفی نہیں اور اسی کی گواہی ہمارے اور تمہارے لیے کافی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

اَللّٰھُمَّ !

اجْعَلْنِیْ کَمَایَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّایَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِیْ لِمَالَایَعْلَمُوْنَ،

وَاجْعَلْ عَمَلِیْ ھٰذَاخَالِصًالِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ، وَاجْعَلْہ اَخْلَصَ

مَایَکُوْنَ، وَاَنْفَعَ مَایَکُوْنَ، وَاَحَبَّ مَایَکُوْنَ، وَاَوْسَعَ وَاَبْقٰی

مَایَکُوْنُ، یَامَنْ لَاحَدَّ لِجُوْدِہٖ وَکَرَمِہٖ وَاِحْسَانِہٖ،

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ الْمُجِیْبُ

یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ وَالْجُوْدِ

وَالْکَرَمِ

وَالْاِحْسَانِ

شَهِيدًۢا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٨﴾

(وحدہ لاشریک) گواہی دینے کو میرے اور تمہارے درمیان، ف۱۵ اور وہی ہے نہایت درگزر کرنے والا، انتہائی مہربان، ف۱۶ ﴿٨﴾

قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ أَدْرِي مَا

(ان سے) کہو کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں، ف۱۷ اور میں نہیں جانتا کہ کیا

يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ

کیا جائے گا میرے ساتھ، اور تمہارے ساتھ، ف۱۸ میں تو بس پیروی کرتا ہوں اس وحی کی جو بھیجی جاتی ہے

إِلَيَّ وَمَآ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِن

میری طرف ف۱۹ اور میرا کام تو صرف خبردار کر دینا ہے کھول کر (حق اور حقیقت کو، ف۲۰) ﴿٩﴾ (ان سے) کہو کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس امر پر بھی غور کیا

كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِۦ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

کہ اگر یہ (کلام) اللہ ہی کی طرف سے ہو، اور تم اس کا انکار کرو، جب کہ بنی اسرائیل کا ایک گواہ

۱۵ اللہ تعالیٰ کی گواہی پر بھروسہ و اعتماد کی تعلیم و تلقین: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ کافی ہے گواہی دینے کیلئے میرے اور تمہارے درمیان۔" اور وہ میری صداقت و حقانیت اور تبلیغِ رسالت کی گواہی دے رہا ہے۔ اور تمہاری تکذیب اور انکارِ حق کی۔ پس تمہاری تصدیق و شہادت کی مجھے کوئی ضرورت نہیں، کہ مجھے اپنے ربّ کی شہادت ہی ہر لحاظ سے کافی ہے۔ میں جو تمہیں حق و ہدایت کی دعوت دے رہا ہوں تو محض تمہارے بھلے کے لئے کہ اس کے نتیجے میں تم کو دنیا میں پاکیزہ زندگی ملے گی اور آخرت میں دائمی نعمتوں سے سرفرازی نصیب ہوگی۔ پس اپنا بھلا برا تم خود سوچ لو۔ سو ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کے جواب میں اور ان سے علیحدگی اور کنارہ کشی اختیار کرنے کے سلسلے میں یہ ایک معقول اور شریفانہ طریقہ ہے کہ انسان ایسے لوگوں سے الجھنے اور تُو تکار کرنے کی بجائے معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کر کے بحث کو ختم کر دے۔ اور یہ شریفانہ طریقہ بعض اوقات مخالفوں کو بھی اپنے رویے پر نظرِ ثانی کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ اور وہ اگر اس سے متاثر نہ بھی ہوں تو بھی دعوت و تبلیغِ حق کے نقطۂ نظر سے بابرکت طریقہ یہی ہے۔ غیر جانبدار ذہن کے لوگ اس سے ضرور متاثر ہوتے ہیں، اور مخالفوں کے دلوں میں بھی داعیِ حق کی عظمت اور اس کی خود اعتمادی اس کے نتیجے میں دوچند ہو جاتی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین،

۱۶ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کی امید کا درس: سو ارشاد فرمایا گیا اور اسلوبِ حصر و قصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی ہے نہایت درگزر کرنے والا انتہائی مہربان۔" پس اس کی بارگاہِ اقدس و اعلیٰ سے کسی کے لئے بھی محرومی اور مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔

پس جو کوئی جب بھی توبہ کر کے صدقِ دل سے اس کی بارگاہِ لطف وکرم کی طرف رجوع کرے گا وہ اس کی رحمت وعنایت اور اس کی بخشش وعطا کے دروازے کو اپنے لئے کھلا ہوا پائے گا۔ کہ وہاں بخشش ہی بخشش اور عطا ہی عطا ہے۔ رحمت ہی رحمت اور کرم ہی کرم اور عنایت ہی عنایت ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ قصور اور کوتاہی اگر ہے تو ان بدنصیبوں کی طرف سے جو اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ وہ لوگوں کو پکڑنے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ان کو آخری حد تک مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔ تاکہ جو توبہ و اصلاح کرنا چاہیں وہ توبہ اصلاح کر کے اسکی رحمت وعنائت کے سزاوار بن جائیں۔ سو اس ارشاد میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت اور اسکی مغفرت و بخشش کی امید کا درس دیا گیا ہے۔ تاکہ راہِ حق سے پھرے ہوئے اور بگڑے بھٹکے ہوئے لوگ اس کی بارگاہِ اقدس واعلیٰ کی طرف رجوع کر کے اپنی بگڑی بنا سکیں، اور اسکی رحمت و عنایت سے سرشار ہو سکیں۔ اور نیک اور سعادت مند بن سکیں، اور آگے بڑھ سکیں۔ فاغفرلی و ارحمنی وخذ بناصیتی الی ما فیه حبک و الرضا بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ یا من بیدہ ملکوت کل شیءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضاو خوشنودی کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے' آمین ثم آمین۔

۱۷ پیغمبر علیہ السلام کو منکرین کے لیے جواب کی تعلیم وتلقین: سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان سے کہو کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔'' کہ تم لوگوں کو تعجب ہو کہ ایسا کیسے اور کیونکر ہو گیا' کیونکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تشریف لا چکے ہیں اور انہوں نے بھی وہی کچھ کہا جو میں کہہ رہا ہوں۔ انہوں نے بھی اسی توحید کی دعوت دی جس کی دعوت میں دے رہا ہوں۔ تو پھر میرے بارے میں تم لوگوں کو اس قدر اچنبھا کیوں ہو رہا ہے؟ اور اگر تم لوگ میری مخالفت اس وجہ سے کرتے ہو کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک بشر ہوں اور وہ عذاب تم کو نہیں دکھا سکتا جس سے میں تم کو ڈرا رہا ہوں تو یاد رکھو کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اور نہ میں کوئی پہلا شخص ہوں جو رسول بن کر آیا ہو، اور اسکے عذاب سے ڈراتا اور خبردار کرتا ہو، بلکہ مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول آچکے ہیں۔ وہ سب بھی اسی طرح کے تھے۔ میں کوئی مافوق البشر ہستی اور کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔ رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کا دستور ہمیشہ یہی رہا کہ اس نے انسانوں کیلئے انسانوں ہی سے کوئی نہ کوئی رسول بھیجا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ مثلاً سورہ یوسف میں ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ (وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنْ اَھْلِ الْقُرٰی ط) الاٰیۃ۔ (یوسف: ۱۰۹ پ ۱۳) یعنی ''ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جن کی طرف ہم وحی بھیجتے رہے بستیوں والوں میں سے۔'' اور بعینہٖ یہی بات پ ۱۴ سورہ نحل کی آیت نمبر ۴۳ میں اس طرح ارشاد فرمائی گئی 'وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ ''یعنی ہم نے آپ سے پہلے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی کرتے ہیں۔ اور بعینہٖ یہی بات پ ۱۷ سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۷ میں ارشاد فرمائی گئی۔ ''وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ'' اور اس کے ساتھ ہی آیت نمبر ۸ میں مزید ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ۔ یعنی ''نہ تو ہم نے ان کو کوئی جسم بنایا تھا جو کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔'' تو پھر منکرین کا حضرتِ خاتم الانبیاء

علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت ورسالت اور آپ کی بشریت پر اچنبھا اور اعتراض کیوں؟ ۔ سو ان نصوصِ کریمہ اور ارشاداتِ عالیہ سے بشریت رسول کا انکار کرنے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور ان کو اپنے رویّے کی اصلاح کر لینی چاہیے ۔ قبل اس سے کہ اس کا موقع ہاتھ سے نکل جائے ۔ اور اس کے نتیجے میں ان کو ہمیشہ کے خسارے میں مبتلا ہونا پڑے ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ، جَلَّ وَعَلَا

۱۸ پیغمبر علیہ السلام کا اپنی ذات سے علمِ غیب کی نفی کا اظہار و اعلان: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ”میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ۔“ یعنی تفصیلی طور پر مجھے معلوم نہیں کہ آئندہ مجھ سے کیا ہونے والا ہے اور تم سے کیا۔ دنیا میں بھی کہ مجھے دیس نکالا دیا جائے گا یا قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ پہلے انبیائے کرام علیھم الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہو چکا ہے۔ یا کیا صورت پیش آئے گی۔ اور آخرت میں بھی کہ نفسِ نجات تو اگرچہ یقینی ہے مگر اس کی پوری تفصیلات میرے علم میں نہیں ہیں، کہ حشر میں کیا صورت پیش آئے گی اور جنت کی ان بیش بہا اور دائمی نعمتوں کی کیفیت کیا ہوگی جن کے بارے میں خود حضرتِ حق جل مجدہ کا ارشاد ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (السجدۃ: ۱۷ پ ۲۱) یعنی ”کسی شخص کو پتہ نہیں کہ ان لوگوں کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے۔“ اور اسی طرح تمہارے بارے میں بھی مجھے پتہ نہیں کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔ ایمان لا کر دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوؤ گے یا کفر و انکار کی راہ اختیار کر کے تم لوگ خسف وقذف وغیرہ دوسرے مختلف عذابوں کا شکار ہوؤ گے۔ کیونکہ یہ سب تفصیلات جاننا عالم الغیب ہی کا کام ہے جو کہ اللہ ربّ العزت ہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ ۔ جبکہ میرا کام اور میرا مذہب صرف اس وحی کی پیروی کرنا ہے جو اس خالق و مالک کی طرف سے مجھے کی جاتی ہے اور بس۔ یعنی اس آیتِ کریمہ میں مذکور عدمِ درایت کا تعلق دارین سے ہے۔ اور درایت سے مراد تفصیلی درایت ہے۔ آیتِ کریمہ کا یہی مطلب جمہور علمائے کرام اور ثقہ مفسرین کرام نے لیا ہے۔ بطور نمونہ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ ”اَیْ لَا اَدْرِیْ حَالِیْ وَحَالَكُمْ فِی الدَّارَیْنِ عَلٰی سَبِیْلِ التَّفْصِیْلِ اِذْ لَا اَدَّعِیْ عِلْمَ الْغَیْبِ“ (جامع البیان: ج ۲ ص ۲۷۹)۔ ومثلہ فی المظہری: ج ۸ ص ۳۹۷، وابو السعود ج ۷ ص ۲۱۰، والمراغی: ج ۲ ص ۱۱، والمدارک: ج ۲ ص ۲۲۲، وابن کثیر: ج ۳ ص ۴۳۰ وصفوۃ التفاسیر: ج ۳ ص ۱۹۴، ومحاسن التاویل: ج ۱۵ ص ۱۲ وغیرہ ذالک) اور دوسرا قول مفسرینِ کرام کا اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس میں نفی تفصیلی نہیں مطلق درایت کی ہے۔ اور اس کا تعلق آخرت سے نہیں صرف دنیا سے ہے۔ کیونکہ آخرت کی کامیابی اور فلاح کا آپ ﷺ کو یقینی طور پر پتہ تھا۔ اس احتمال کو بھی مختلف حضراتِ مفسرین نے اختیار فرمایا ہے۔ مثلاً (معالم التنزیل: ج ۴ ص ۵۹-۶۰، ابن کثیر: ج ۴ ص ۱۵۵، جامع البیان: ج ۲ ص ۲۷۹ وغیرہ)۔ مگر راجح پہلا قول ہی ہے۔ ایک تو اس لئے کہ جب آیتِ کریمہ کے الفاظ عام ہیں تو پھر ان کو اپنے عموم پر رکھنا ہی مناسب ومتبادر ہے۔ تاکہ یہ اپنے عموم کے ساتھ دارین کو شامل رہیں۔ دوسرے اس لئے کہ اس کی تائید کئی صحیح احادیثِ شریفہ سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً سیدہ ام العلا انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ صحیح روایت جس کے مطابق آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اور تاکید و تکرار کے ساتھ فرماتے ہیں ”وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ، وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ“ (صحیح بخاری: ج ۲ ص ۱۰۲۹، مشکوۃ: ج ۲ ص ۴۵۶)

یعنی ''قسم ہے اللہ کی، میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا' حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔'' اسی لئے حضرتِ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے محققین نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ "قُلْت و ھٰذا ھُوَ الصحیح"۔ یعنی ''یہی قول صحیح ہے۔'' (المرقاۃ علی ھامش المشکوۃ: ج ۲ص ۴۵۶' ومثلہ فی ھامش صحیح البخاری: ج ۲ص ۱۰۳۹)۔ مگر واضح رہے کہ اس صورت میں اُخروی انجام سے متعلق یہ نفیِ علم و درایت وہاں کے تفصیلی احوال اور مختلف انواع واقسام کے اعتبار سے ہے۔ نہ کہ نفسِ نجات کے اعتبار سے، کہ وہ تو آنحضرت ﷺ کیلئے قطعی اور یقینی امر ہے۔ جیسا کہ دوسری نصوص وروایات سے ثابت اور واضح ہے، کہ ان میں آنحضرت ﷺ کیلئے مقامِ محمود وغیرہ کئی نعمتوں کا ذکر مصرح ہے۔ تیسرا قول بعض مفسرینِ کرام سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ آیتِ کریمہ منسوخ ہے اور ہمارے یہاں کے اہلِ بدعت کے بعض بڑوں نے بھی اسی کو لیا ہے۔ تاکہ اس طرح وہ اپنے شرکیہ عقائد کو اس آیتِ کریمہ کی زد سے بچا سکیں۔ مگر محققین کے نزدیک آیتِ کریمہ کی یہ تفسیر درست نہیں۔ ایک تو اس لئے کہ یہ خبر ہے اور نسخِ اخبار میں نہیں ہوتا بلکہ احکام میں ہوتا ہے۔ یا کم از کم کسی ایسی خبر میں ہوتا ہے جو کسی حکم وغیرہ کے معنیٰ میں ہو۔ جبکہ یہاں پر یہ آیتِ کریمہ خالص خبر ہے۔ اس میں حکم وانشاء کا کوئی شائبہ نہیں۔ اور خبر میں نسخ نہ ہو سکنے کے بارے میں علمائے کرام کی تصریحات کے لئے ملاحظہ ہوں۔ (مدارک: ج ۱ص ۴۴۷' معالم: ج ۱ص ۱۴۶' خازن: ج ۱ص ۴۴۸ وغیرہ)۔ اور دوسرے اس لئے کہ اس میں ناسخ پ ۲۶ سورۂ فتح کی آیت ۲۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ کو قرار دیا گیا ہے جو کہ اس کے کئی سال بعد نازل ہوئی۔ جبکہ علمائے اصول کے یہاں ایک ضابطہ اور طے شدہ قانون یہ ہے کہ ضرورت اور حاجت کے باوجود تاخیرِ بیان جائز نہیں۔ وفیہ تاخیر البیان عن الحاجة ببضع عشر سنة و ذالک محال (المظہری: ج ۸ص ۳۹۶)۔ تیسرے اس لئے کہ اس میں حضرتِ رسالت مآب ﷺ کی شانِ اقدس میں تنقیص کا پہلو نکلتا ہے کہ معاذ اللہ آپ ﷺ کو سالہا سال تک اپنی نجات کا بھی علم نہ تھا۔ تو پھر آپ ﷺ لوگوں کو دعوت کس چیز کی دیتے تھے؟ اور یوں سورۂ فتح کی اس آیتِ کریمہ کا اپنے اصل معنیٰ ومفہوم کے اعتبار سے زیرِ بحث اس آیتِ کریمہ سے کوئی تعارض بھی نہیں۔ اس لیے وہ اس کی ناسخ بن بھی نہیں سکتی۔ اہلِ بدعت نے علمِ غیب کلی وغیرہ کے اپنے شرکیہ عقائد کو اس آیتِ کریمہ کی زد سے بچانے کیلئے ایک اور واپیچ یہ لگائی کہ یہاں درایت کی نفی ہے نہ کہ علم کی۔ حالانکہ علم اور درایت ایک ہی چیز ہے۔ چنانچہ اہلِ لغت کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔ "دری بہ ای علمہ و اَدْراہُ ایْ اَعْلَمَہٗ" (مختار الصحاح: ص ۵۵۲' القاموس ج: ۴ص ۳۲۷' تاج العروس: ج ۱ص ۲۱۰)۔ پس اس آیتِ کریمہ میں صریح نفی اور انکار ہے علمِ غیب کلی' اختیارِ کلی، اور حاضر وناظر، وغیرہ کے ان شرکیہ عقائد کا جو کہ اہلِ بدعت نے از خود گھڑ کر اپنے گلے لگا رکھے ہیں۔ اور جو عقل ونقل دونوں کے تقاضوں کے خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق وہدایت کی طرف رجوع کی توفیق بخشے اور ہر طرح کے زیغ وضلال اور سوءِ فہم سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر عالمِ غیب نہیں ہوتے اور پیغمبر کو اس کے اعلان واظہار کا حکم وارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''ان سے کہو کہ مجھے غیب کا علم نہیں۔ مجھے نہیں پتہ کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور تمہارے ساتھ کیا۔ میرا کام تو اس وحی کی پیروی کرنا ہے جو میری طرف کی جاتی ہے اور بس۔'' پس اس سے اصل

حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ والحمد للہ جل و علا۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو حق بات سمجھنے اور اپنانے کی توفیق بخشے' آمین ثم آمین،

۱۹ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا کام وحی خداوندی کی پیروی کرنا ہوتا ہے، اور بس: سو ارشاد فرمایا گیا اور ''اِن'' نافیہ اور ''اِلَّا'' استثنائیہ کے کلماتِ حصر و تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ میرا کام تو صرف اس وحی کی پیروی کرنا ہے جو میری طرف بھیجی جاتی ہے، اور بس۔ پس نہ تو میں اپنی طرف سے کچھ کہتا ہوں، اور نہ ہی غیب کا علم رکھتا ہوں۔ بلکہ میرا کام تو صرف اِتباع اور پیروی کرنا ہے اس وحی کی جو میری طرف میرے ربّ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ اور اسی کی تعلیم و تبلیغ میں تم لوگوں کو کرتا ہوں اور بس۔ سو یہی میرا منصب ہے، اور اسی کیلئے مجھے میرے رب کی طرف سے مبعوث فرمایا گیا ہے، اور یہی میرا دعویٰ ہے، کہ میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ اس کی اتاری ہوئی وحی کی پیروی کرتا ہوں اور اسی کی تعلیم و تبلیغ تم لوگوں کو کرتا ہوں اور بس۔ اس سے آگے بڑھ کر نہ میں نے کسی طرح کے خدائی اختیارات کا کوئی دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی عالمِ غیب ہونے کا۔ تو پھر تم لوگ مجھ سے اس طرح کے سوالات آخر کیوں کرتے ہو؟ اور اس طرح کی توقعات مجھ سے کیوں وابستہ کرتے ہو جن کا تعلق خدائی صفات و اختیارات سے ہے؟ اور میری نبوت و رسالت پر اس طرح اچنبھا اور اعتراض کیوں کرتے ہو؟ اور اگر تم لوگ میری مخالفت اس لیے کر رہے ہو کہ میں تم ہی جیسا اور تمہاری ہی طرح کا ایک انسان اور بشر ہوں اور میں وہ عذاب تم لوگوں کو نہیں دکھا سکتا ہوں جس سے میں تمہیں ڈراتا اور خبردار کرتا ہوں تو یہ کوئی تعجب اور اچنبھے کی چیز نہیں۔ اور میں کوئی پہلا ایسا شخص نہیں ہوں جو دنیا میں رسول بن کر آیا ہوں۔ بلکہ مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول آچکے ہیں جو سب اسی شان کے تھے۔ اور میرا کام انذار و تبلیغ ہے اور بس۔ آگے منوالینا' اور لوگوں کو راہِ حق پر ڈال دینا نہ میرے بس میں ہے اور نہ ہی میری ذمہ داری ہے۔

۲۰ پیغمبر علیہ السّلام کی ذمہ داری انذار و تبلیغ، اور بس: سو ارشاد فرمایا گیا اور پیغمبر کی زبان سے کہلوایا گیا کہ میرا کام تو خبردار کر دینا ہے کھول کر اور بس۔ یعنی میرا کام تو صرف یہ ہے کہ میں تمہیں اس انجام سے خبردار کردوں جس سے کفر و انکار کی صورت میں تمہیں سابقہ پڑنا ہے اور بس۔ باقی غیب کی وہ باتیں بتلانا جن کا میرے منصب سے کوئی تعلق نہیں، یا حق کو نہ ماننے والوں پر فوری عذاب واقع کر دینا۔ جیسا کہ تم لوگ مطالبہ کرتے ہو۔ نہ میرے اختیار میں ہے اور نہ ہی یہ میرا کام ہے۔ اور نہ ہی میں نے اسطرح کا کبھی کوئی دعویٰ ہی کیا ہے۔ میں تو نبی و رسول اور نذیر مبین ہوں، اور بس۔ سو تم نے اگر حق بات کو مجھ سے سن کر مان لیا تو اس میں خود تمہارا اپنا بھلا ہے ورنہ تمہاری اپنی ہی ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اب جس کی مرضی ایمان لائے اور جس کی مرضی کفر کرے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الأیۃ) (الکہف: ۲۹ پ ۱۵) پس میرا کام وحیِ خداوندی کی اِتباع اور پیروی کرنا اور دنیا کو ان کے انجام سے خبردار کر دینا ہے اور بس۔ میں ایک کھلا ہوا نذیر اور خبردار کرنے والا ہوں۔ اس سے زیادہ نہ میری کوئی ذمہ داری ہے اور نہ ہی میں نے اس سے زیادہ کچھ ہونے یا کرنے کا کوئی دعویٰ ہی کیا ہے۔ سو مجھ سے اگر تم لوگوں نے بحث کرنی ہے تو میرے اس دعوے سے متعلق کرو جو میں نے کیا ہے۔ اس سے غیر متعلق سوالات چھیڑ کر تم لوگ نہ خود اپنے آپ کو الجھن میں ڈالو اور نہ دوسروں کو۔ بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر کا کام اور اس کا منصب و مقام لوگوں تک پیغامِ حق پہنچا دینا اور ان کو ان کے انجام سے خبردار کر دینا ہوتا ہے اور بس۔ اس کے بعد لوگ اپنے رویے کے ذمہ دار خود ہوتے ہیں۔

مِّنۡۢ بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَلٰى مِثۡلِهٖ فَاٰمَنَ وَ

اس جیسے کلام پر گواہی دے چکا ہو ۲۱ سو وہ اس پر ایمان لایا ہو مگر تم اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں

اسۡتَكۡبَرۡتُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۱۰ ع

(اس سے منہ موڑے) ہی رہے (تو پھر تمہارا انجام آخر کیا ہوگا؟ ۲۲) بے شک اللہ ہدایت (کی دولت) سے نہیں نوازتا ایسے ظالموں کو ۲۳ ۱۰ اور کافر لوگ ایمان والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر یہ دین سچا ہوتا تو

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَوۡ كَانَ خَيۡرًا مَّا

سَبَقُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ‌ ؕ وَاِذۡ لَمۡ يَهۡتَدُوۡا بِهٖ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ

یہ لوگ ہم سے اس معاملے میں سبقت نہ لے جاتے، ۲۴ اور جب یہ لوگ اس سے ہدایت نہیں پا سکے تو اب انہوں نے یہی کہنا ہے

هٰذَاۤ اِفۡكٌ قَدِيۡمٌ‏ ۱۱ وَمِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰٓى

کہ یہ تو ایک پرانا جھوٹ ہے، ۲۵ ۱۱ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی آ چکی ہے

۲۱ شاہدِ بنی اسرائیل سے مقصود و مراد؟: اس میں حضرات اہلِ علم کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہ منصف اہلِ کتاب مراد ہیں جو وحی کے اسرار و رموز کے واقف ہونے کے باعث قرآنِ پاک کی حقانیت پر ایمان لائے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ۔ اور بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت میں اس کی تصریح بھی موجود ہے۔ اس لئے جمہورِ مفسرینِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے اسکا مصداق حضرتِ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو قرار دیا ہے جبکہ کچھ اہلِ علم نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ اسلئے بعض نے اس کا مصداق حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا ہے۔ مگر آگے فَاٰمَنَ وَ اسۡتَكۡبَرۡتُمۡ کا ارشاد اس سے جوڑ نہیں کھاتا۔ اس لئے صحیح بات وہی معلوم ہوتی ہے جو مفسر نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ جیسے محققین نے کہی ہے کہ یہاں "شَاهِدٌ" سے مراد کوئی خاص شخص نہیں بلکہ ہر منصف اہلِ کتاب ہے۔ اور بعض اہلِ علم نے کہا اس سے مراد حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن ہم نے اوپر جس قول کو اختیار کیا ہے اس کے عموم میں حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل اور داخل ہو سکتے ہیں۔ وَالۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ سبحانہ و تعالیٰ

۲۲ انکار و تکذیبِ حق کا نتیجہ و انجام بڑا ہی ہولناک۔ والعیاذ باللہ العظیم: یعنی حرف شرط کی جزاء یہاں پر محذوف ہے اور اس حذف میں یہ بلاغت ہے کہ استکبار اور اسکی بناء پر ایمان سے محرومی کا جرم اتنا بڑا اور اس قدر سنگین ہے کہ اس کی سنگینی احاطۂ بیان سے باہر ہے، سو اس سے واضح ہو جاتا کہ کتابِ حکیم قرآنِ مجید کے انکار و تکذیب کا نتیجہ و انجام بڑا ہی ہولناک ہے۔ وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡم۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ایسے میں تم سے بڑھ کر بد بخت اور گمراہ اور کون ہوگا کہ ایسے حقِ صریح کے آ جانے کے باوجود جس کی صداقت و حقانیت ہر طرح ثابت اور واضح ہو گئی ہے تم لوگ محض تعصب اور اپنی ہٹ دھرمی

کی بنا پر اس کا انکار کرتے اور اس کو جھٹلاتے ہو۔ یہ عبارت جو ہم نے یہاں مقدر مانی ہے۔ ''اَرَءَ یْتُمْ'' الخ۔ کے استفہام حرف اِنْ کی شرط کا جواب ہے۔ جس کیلئے اس طرح کی کوئی بھی عبادت مقدر مانی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ سورۂ فصلت یعنی حم السجدہ کی آیت نمبر ۵۲ پ ۲۵ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ قُلْ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ثُمَّ کَفَرْتُمْ بِہٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ ھُوَفِیْ شِقَاقٍ م بَعِیْدٍ o اور اسی طرح اور بھی کئی مقامات پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ بہر کیف ایسے ہر موقع پر جواب شرط محذوف ہوتا ہے۔ اور اس حذف میں بلاغت کا یہ اسلوب کارفرما ہے کہ وہ جواب شرط ایسا ہولناک ہوتا ہے اور اس کے نتائج اس قدر خوفناک ہوتے ہیں کہ الفاظ وکلمات اس کی تعبیر واداسے قاصر ہیں سو مطلب اس ارشاد کا یہ ہوا کہ تم لوگ تو اس قدر ڈھٹائی کے ساتھ اس کتابِ حکیم کا انکار کرتے، اور اس کو خدا کے اوپر میرا افترا قرار دیتے ہو۔ تو ذرہ تم سوچو اور اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھو کہ اگر یہ خداوند قدوس ہی کی طرف سے۔ جیسا کہ یہ فی الواقع ہے۔ تو پھر تمہارا کیا بنے گا؟ ساتھ ہی یہ بات بھی تمہارے لیے سوچ لینے کی ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شاہد اس طرح کی چیز کی گواہی دے چکا ہے اور وہ اس پر ایمان بھی لایا۔ اور تم نے اپنے استکبار اور اپنی لڑائی کے گھمنڈ میں اس کا انکار کیا اور اس سے اِعراض برتا۔ اور تم اس سے منہ موڑے چلے جارہے ہو تو ذرا سوچو کہ ایسے میں آخر تمہارا انجام کیا ہوگا؟ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو تم لوگ باز آجاؤ تکذیب وانکارِ حق کی اس روش سے تاکہ خود تمہارا بھلا ہو۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید' وعلی ما یحبُ و یرید، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ. وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃِ وَھُوَالْعَزِیْزُ الْوَھَّاب. مُلْھِمُ الصِّدْقِ والصواب۔

۱۸ ظالموں کو ہدایت نہیں مل سکتی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا: سو ارشاد فرمایا گیا اور پوری صراحت اور تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بے شک اللہ ہدایت سے نہیں نوازتا ظالم لوگوں کو'' کہ ایسے لوگ ہدایت چاہتے ہی نہیں۔ بلکہ جان بوجھ کر اس کا انکار کرتے ہیں۔ تو پھر ہدایت جیسی عظیم الشان نعمت اور انمول دولت ایسے ناشکرے اور بدنصیب لوگوں کو کیسے اور کیونکر نصیب ہو سکتی ہے؟ وہ ملتی تو اس وہبِ مطلق جَلَّ جلالُہٗ۔ کی طرف سے مفت اور بالکل ہی مفت ہے۔ مگر اس کے لیے اولین تقاضا اور اسکی بنیادی شرط طلبِ صادق ہے۔ جس سے یہ لوگ عاری اور محروم ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَ اَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ۔ (ہود: ۲۸ پ ۱۲) یعنی کیا ہم اس کو تم لوگوں پر مڑھ دیں گے جبکہ تم اس کو ناپسندیدہ سمجھتے ہو؟ سو ایسے نہیں ہوسکتا کہ تم لوگ ہدایت چاہو ہی نہ اور ہم یونہی خواہ مخواہ اس کو تم پر چپکا دیں' یہ تو عقل ونقل دونوں کے تقاضوں کے خلاف اور عدل وانصاف کے منافی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی اس سنت اور اسکے اس قانون و دستور کے مطابق ظالم لوگ اپنی ناشکری اور بے قدری کی بنا پر حق و ہدایت کی دولت سے محروم ہی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہدایت کے نور سے نوازنے کیلئے ایک طرف تو ان کو عقل کے نور سے نوازا اور سرفراز فرمایا ہے اور دوسری طرف دلائل و براہین سے بھری کائنات کی اس کھلی کتاب کو ان کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اور اس پر مزید یہ کہ حضراتِ انبیاء ورسل کو مبعوث فرما کر اور ان پر کتابیں نازل فرما کر حق کو پوری طرح ان کیلئے واضح فرما دیا۔ مگر ایسے ظالم لوگوں نے ان میں سے کسی کی بھی قدر نہیں کی۔ جس کے نتیجے میں وہ نورِ حق و ہدایت سے محروم ہوگئے۔ سو اللہ تعالیٰ کی سنت اور اسکے دستور کے مطابق ایسے ظالم لوگ نورِ حق وہدایت سے سرفراز نہیں ہوسکتے بلکہ محروم کے محروم ہی رہتے ہیں جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔

اللہ تعالیٰ ظلم و انکار کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیئی وھویجیر ویجار علیہ،

۲۴ منکرین کے اِستکبار اور محرومی کا ایک نمونہ ومظہر۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''کافر لوگ ایمان والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر یہ دین سچا ہوتا تو یہ لوگ اس معاملے میں ہم سے کبھی سبقت نہ لے جاتے''۔ کہ ہم اَشراف و سردار اور بڑے مال و منال والے لوگ ہیں۔ جبکہ یہ محتاج و مسکین تو پھر یہ ہم سے اس کارِ خیر میں سبقت کیونکر لے جاتے؟ لہٰذا اگر یہ دین و ایمان کوئی بڑی خیر اور اچھی چیز ہوتی تو یہ سب سے پہلے ہمارے ہی حصے میں آتی۔ نہ کہ ہمیں چھوڑ کر ان فقراء کو ملتی، وغیرہ وغیرہ۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی مال و دولت اس لحاظ سے اور بھی زیادہ باعثِ خسارہ ہے کہ اس کی بنا پر دنیا دار لوگ اپنے آپ کو صحیح سمجھتے ہوئے حق سے اور دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو تکبر محرومیوں کی محرومی اور باعثِ ہلاکت وتباہی ہے۔ اور تکبر کی حدیث شریف میں یہی تعریف فرمائی گئی ہے کہ ''تکبر حق کا انکار کرنا اور دوسروں کو حقیر جاننا ہے۔'' ''اَلْکِبْرُ بَطْرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاس'' (رواہ الترمذی)۔ سو اس سے جہاں ایک طرف ان متکبر لوگوں کے کبر وغرور اور ان کے باطن کے فساد کا پتہ چلتا ہے وہیں دوسری طرف اس سے اہلِ ایمان کے صدق وصفا اور ان کے باطن کی صحت وسلامتی کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لیے ان کو ایمان ویقین کی دولت سے سرفرازی نصیب ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش وعطا کا دارومدار اصل میں انسان کے قلب و باطن ہی پر ہے۔ جیسے اس کے قلب و باطن کا معاملہ ہوتا ہے ویسے ہی اس کو صلہ وبدلہ ملنا چاہیے' اور یہی تقاضا ہے عقل اور نقل دونوں کا۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق لِمَا یُحِبُّ وُیُرِیْد، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃِ، وھو العزیز الوھاب،

۲۵ منکرین کی محرومی اور حماقت کا ایک اور نمونہ وثبوت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب یہ لوگ اس سے ہدایت نہیں پاسکے تو کہا کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے۔'' یعنی اپنی حماقت اور محرومی پر ماتم کرنے کی بجائے ایسے لوگ الٹا حق کو ہی بُرا کہنے لگتے ہیں، کہ یہ بھی وہی پرانا جھوٹ ہے جو کہ پہلے سے چلا آرہا ہے۔ یعنی ہزاروں برس پہلے سے چلے آنے والے یہ حقائق جن کی تعلیم وتبلیغ حضراتِ انبیائے کرام عَلَیْھِم الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام۔ جیسی پاکیزہ اور مقدس ہستیوں نے فرمائی۔ یہ سب تو جھوٹ ہیں اور سچ ان لوگوں کے پاس ہے جو جہالت وگمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ سو جن کی مت ماردی جاتی ہے ان کا یہی حال ہوتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ، ان لوگوں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ دنیا کی اور کوئی نعمت تو ان لوگوں کے حصے میں آئی نہیں تو اگر دین بھی کوئی نعمت اور خیر کی چیز ہوتی تو یہ لوگ اس کی طرف سبقت کرنے والے نہ بنتے۔ بلکہ ہم ہی اس کی طرف سبقت کرنے والے ہوتے۔ لہٰذا ان کا اس کی طرف سبقت کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ اس میں کوئی خیر نہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو اس سے منکرین کی محرومی ومت ماری اور ان کی حماقت وبدمغزی کا ایک اور نمونہ وثبوت ملتا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے ان لوگوں کے استکبار اور ان سے کبر وغرور کا۔ پس استکبار وسرکشی محرومیوں کی محرومی اور ہلاکتوں کی ہلاکت ہے۔ کیونکہ جب مریض بیماری کو ہی اپنی صحت سمجھنے لگے اور ڈاکٹر سے دوا لینے اور اس کی

ہدایت کے مطابق اس کو استعمال کرنیکی بجائے الٹا وہ اسکے خلاف چلے اور اسی کو برا کہنے لگے تو پھر اس کی صحت یابی آخر کیونکر ممکن ہو سکتی ہے؟ اور پھر حضرات انبیائے کرام اور خاص کر امام الرسل۔علیہ و علیہم الصلوۃ و السلام ،کا معاملہ تو اس سے بھی کہیں آگے اعلیٰ و اشرف اور مقدس و نازک ہوتا ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ لِمَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد،وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد،بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيٰوةِ،وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّاب،مُلْهِمُ الصِّدْقِ وَالصَّوَاب،جَلَّ جَلَالُه وَعَمَّ نَوَالُه

اَللّٰهُمَّ !

يَامَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدِيْمَ الْاِحْسَان،يَامَنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاه، وَيَكْشِفُ عَنْهُ السُّوْءَ،
يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ،يَاحَنَّانُ يَامَنَّانُ، يَابَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ،يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام،يَااَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ وَيَااَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ،نَسْئَالُكَ اِيْمَانًا لَّايَرْتَدُّ،وَنَعِيْمًالَّايَنْفَدُ، وَمُرَافَقَةَ
نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ فِيْ اَعْلٰى دَرَجَةِ الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ،
وَاَنْ تَغْفِرَلَنَاوَذُنُوْبَنَا وَالْاٰثَام،مَاظَهَرَمِنْهَا وَمَابَطَنَ،وَمَانَعْلَمُ مِنْهَاوَمَالَا
نَعْلَمُ،اَنْتَ مَوْلَانَافَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ،وَاَفِضْ عَلَيْنَا
بَرْدَا الْيَقِيْنِ، وَارْضَ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ،وَخُذْ
بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَافِيْهِ صَلَاحُنَا وَفَلَاحُنَا فِى الدُّنْيَا
وَالدِّيْنِ،بِرَحْمَتِكَ يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ،
وَيَااَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ،
يَاذَاالْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ،
آمين،

إِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا

ایک عظیم الشان امام (وپیشوا) کے طور پر، سراسر رحمت بن کر، ف ۲۶ اور یہ عظیم الشان کتاب بھی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے ف ۲۷ عربی

عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۚ ﴿۱۲﴾

زبان میں، تاکہ یہ خبردار کرے ان لوگوں کو جو کمربستہ ہیں ظلم پر، اور خوشخبری سنائے (دارین کی فوز وفلاح کی) ان لوگوں کو جو نیکوکار ہیں، ف ۲۸ ﴿۱۲﴾

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ

بلاشبہ جن لوگوں نے (صدق دل سے) کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر ڈٹ گئے، ف ۲۹ تو ان پر نہ کوئی

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ ﴿۱۳﴾ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے، ف ۳۰ ﴿۱۳﴾ ایسے (خوش نصیب) لوگ جنتی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ

وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے، ف ۳۱ اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو وہ (دنیا میں) کرتے رہے تھے، ف ۳۲ ﴿۱۴﴾ اور

۲۶ کتاب الٰہی منبع رشد وہدایت، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ جَلَّ وَعَلَا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی پیشوا اور رحمت کے طور پر آ چکی ہے۔" یعنی اپنے دور کے لوگوں کے لئے کہ اس وقت کتاب ہدایت یہی تھی۔ اور اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت وتشریف آوری کی بشارت دی گئی تھی۔ اور تورات کو تم لوگ آسمانی کتاب مانتے ہو اور اس پر ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہو تو پھر تم قرآن کا انکار کس طرح کرتے ہو؟ جبکہ یہ تورات کی بشارت وپیشنگوئی کے عین مطابق ہے۔ اور اس پر ایمان لانا خود تورات پر ایمان لانے کا مقتضیٰ ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح قرآنِ حکیم کے بارے میں "هُدًى وَّ رَحْمَةً" کے الفاظ ارشاد فرمائے گئے ہیں اسی طرح تورات کے بارے میں "اِمَامًا" اور "رَحْمَةً" کے کلمات ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اور یہ دونوں الفاظ دنیا وآخرت دونوں کے اعتبار سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ کیونکہ اللہ کی کتاب دنیا میں خلق خدا کی رہنمائی کرتی ہے اور آخرت میں اس کیلئے رحمت کا ذریعہ بنتی ہے۔ سو اس کی حیثیت "امام" کی ہے۔ جس طرح امام کی اقتداء لازمی ہوتی ہے اسی طرح زندگی کے معاملات میں اس کتاب کی اقتداء لازم ہے۔ اگر اس کی یہ حیثیت باقی نہ رہے تو پھر اس پر ایمان ویقین اور اس سے عشق ومحبت کے سب دعوے بے سود اور لاحاصل ہو جاتے ہیں، خواہ زبانی کلامی طور پر اس کا کتنا ہی احترام کیا جائے اور اس کی کتنی ہی چوما چاٹی کیوں نہ کی جائے۔ سو کلامِ الٰہی اور کتابِ خداوندی پر ایمان ویقین کا اصل تقاضا اس کی اطاعت واتباع اور اس کی پیروی واقتدا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال اور غفلت ولاپرواہی کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین،

۲۷ قرآنِ حکیم گزشتہ کتبِ سماویہ کی تصدیق، والحمدُللہ: سو ارشاد فرمایا گیا "اور یہ کتابِ عظیم جو کہ تصدیق کرنے والی ہے" یعنی ان تمام آسمانی کتابوں کی جو اس سے پہلے آ چکی ہیں۔ کہ اس کی بھی بنیادی تعلیم وہی ہے جو گزشتہ آسمانی کتابوں میں دی گئی تھی کہ توحید و رسالت اور آخرت و معاد کی اصولی اور بنیادی تعلیمات سب کتبِ سماویہ میں ایک ہی رہی ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ قرآنِ حکیم کا انکار کر کے تورات پر تمہارا دعوائے ایمان صحیح قرار پا سکے؟ نیز اس اعتبار سے بھی کہ یہ کتاب حکیم پہلی آسمانی کتابوں کی پیشینگوئیوں کا مصداق ہے۔ ایسے میں اس کا ماننا اور اس پر ایمان لانا سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا طبعی تقاضا اور لازمی نتیجہ ہے۔ اور اس کے انکار سے ان کی اپنی کتابوں کا انکار لازم آتا ہے۔ سو گزشتہ انبیاء و رسل اور ان کی پیش کردہ آسمانی کتابوں کی پیشینگوئیاں اپنے مصداق کی منتظر تھیں۔ پس قرآنِ حکیم کے نزول سے ان کی ان پیشینگوئیوں کا مصداق سامنے آ گیا اور ان کی ان پیشینگوئیوں کی تصدیق ہو گئی۔ سو جو اس کے باوجود اس کتابِ حکیم کو نہیں مانتے وہ ظالم ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم جَلَّ وَعَلَا

۲۸ قرآنِ حکیم کی تین خاص صفات کا ذکر و بیان: ایک یہ کہ اس کو عربی زبان کی کتاب کی صورت میں نازل فرمایا گیا تا کہ عرب اس سے براہِ راست اور خاص طور پر مستفید ہوں۔ جبکہ تورات عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی۔ مگر اس کے باوجود ان دونوں کی تعلیمات کا اتحاد اس بات کی کھلی علامت اور اس کا واضح ثبوت ہے کہ ان دونوں کا مصدر و ماخذ ایک ہی ہے۔ یعنی وحی خداوندی۔ اس لئے تورات پر ایمان کے دعوے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ قرآن پر ایمان لایا جائے۔ نیز اس میں عربوں پر اظہارِ احسان ہے کہ انہی کی زبان میں اس کتابِ حکیم کو اتارا گیا جس سے یہ زبان زندہ جاوید بن گئی۔ اور دوسری خاص اور امتیازی صفت اس کتابِ حکیم کی یہ بیان فرمائی گئی کہ تا کہ یہ خبردار کرے ظالموں کو ان کے حال اور مآل سے۔ تا کہ وہ اپنی روش کی اصلاح کر کے ہولناک انجام سے بچ سکیں۔ اور تیسری طرف یہ واضح فرما دیا گیا کہ یہ ایک عظیم الشان خوشخبری ہے نیکوکاروں کے لئے، کہ ان کے لئے سعادتِ دارین سے سرفرازی کا مژدہ ہے والحمد للہ جل وعلا۔ پس اس پر ایمان لانا اور اس کی تعلیمات کو اپنانا دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اور اس کا انکار اور اس سے اعراض و روگردانی سعادتِ دارین سے محرومی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم، جَلَّ وَعَلَا مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَالٍ،

۲۹ ایمان و استقامت فوز و فلاحِ دارین کی شاہ کلید، وباللہ التوفیق: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر پکے ہو گئے تو ان کیلئے حقیقی کامیابی ہے، کیونکہ دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا راستہ یہی اور صرف یہی ہے، سو اس سے اہل باطل کے مقابلے میں اہلِ حق کے حال اور مآل دونوں کو واضح فرما دیا گیا' کیونکہ اس ارشاد میں ان سعادت مندوں کی صفات کا خلاصہ دو باتوں میں پیش فرما دیا گیا۔ اوّل عقیدۂ توحید جو کہ تمام علوم و معارف کا مرکزی نقطہ ہے۔ اور جو بنیاد ہے سعادت و سرخروئی کی۔ اور دوسرے راہِ حق پر صبر و استقامت جو کہ زبدۃ و نچوڑ ہے سارے معاملے اور تمام اعمال کا۔ اور پھر "ثُمَّ" کا کلمہ لا کر اور اس کے بعد "رَبُّنَا" سے رب کی طرف نسبت کر کے اس کی توفیق و عنایت کی دعا و درخواست بھی سکھا دی گئی، کہ اس واہب مطلق جَلَّ جَلَالُہٗ کی توفیق و عنا کے بغیر از خود اور اپنے بل بوتے پر کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا، اور پھر ان کے درمیان دونوں

ترتیب کی طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا کہ اول عقیدہ اور اس کی صحت ہے کہ اسی پر سارے معاملے کا دارومدار ہے، اور اس کے بعد عمل کا درجہ ہے جو کہ اس کا صلہ وثمرہ ہے۔ نیز اس میں استقامت کی عظمتِ شان اور بلندیٔ مقام کی طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا ہے۔ سو ایمان واستقامت دارین کی سعادت وسرخروئی اور فوز وفلاح سے سرفرازی کیلئے شہ کلید ہے۔ اللہ نصیب فرمائے اور بدرجۂ تمام وکمال نصیب فرمائے اور راہِ حق پر ہمیشہ ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین یاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین

۳۰ اللہ والوں کے لیے خوف اور غم سے ہمیشہ کی رہائی کی خوشخبری: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ والوں پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہونگے"، یعنی نہ تو ان کو محشر کے ہولناک مناظر کا کوئی خوف ہوگا کہ وہ اپنے ایمانِ خالص وکامل کی بناء پر اللہ پاک کی طرف سے بخشے گئے امن وامان میں ہوں گے۔ (وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ)۔ اور نہ ہی ان کو اپنے ماضی پر کسی طرح کا کوئی غم اور افسوس ہوگا کہ انہوں نے اپنی زندگی اللہ پاک کی توفیق وعنایت سے راہِ حق پر گزاری ہوگی۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا وَ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَ الْعَمَلِ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاحوالِ وفِیْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الْحَیَاة۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح ہے کہ ان خوش نصیبوں کے لئے اس بشارت کا کامل ظہور اگرچہ آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں ہی ہوگا جو کہ جزاء وسزا اور صلے اور بدلے کا جہاں ہے لیکن اس کا کچھ نہ کچھ حصہ ان کو اس دنیا میں بھی ملتا ہے اور ملتا رہے گا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ سو ایمانِ صادق اور راہِ حق میں ثبات واستقامت کی دولت دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز ومالا مال کرنے والی عظیم الشان اور بے مثال دولت ہے۔ اللہ نصیب فرمائے اور ہمیشہ اس سے سرفراز وشادکام رکھے' اور نفس وشیطان کے ہر مکروفریب سے ہمیشہ اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے' آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین یاارحم الراحمین واکرم الاکرمین

۳۱ اہلِ ایمان کے لیے نعیمِ جنت سے ابدی سرفرازی کا مژدۂ جانفزا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے خوش نصیب لوگ جنتی ہونگے جہاں ان کو ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا۔ سو خلود ودوام جنت کی ایسی خاص صفت اور ایک عظیم الشان امتیازی نعمت ہوگی جو اس دنیا میں کسی کو نصیب ہو سکتی ہی نہیں، کہ اس دنیائے فانی کی کسی بھی نعمت کے لئے خلود ودوام ممکن نہیں۔ دنیا اور اس کے اندر پائی جانے والی ہر چیز فانی ہے۔ کسی بھی چیز کیلئے یہاں خلود ودوام ممکن نہیں۔ یہاں کے ہر موجود نے بہر حال فنا کے گھاٹ اترنا ہے۔ جبکہ جنت کی ہر نعمت دائمی ہوگی۔ سو اس ارشاد سے اس بشارت کی وضاحت فرما دی گئی جس کا ذکر اوپر والی آیتِ کریمہ میں (محسنین یعنی "نیکوکاروں" کے لیے فرمایا گیا تھا۔ نیز اس سے ان حضرات کے کردار کے ایک خاص پہلو کی طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہمارے جن بندوں نے قرآن حکیم کی دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ہمارا رب بس اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور اپنے اس اعلان واقرار پر وہ تمام تر مخالفتوں اور مشکلات کے باوجود ڈٹ گئے ان کیلئے ابدی جنت کی یہ عظیم الشان اور بے مثال بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین،

۳۲ جنت انسان کے اپنے اعمال کا صلہ وبدلہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کے ان اعمال کے صلے اور بدلے کے طور پر

جو وہ کرتے رہے تھے۔" یعنی اپنی دنیاوی زندگی میں۔ سو جنت تو اگرچہ محض اللہ پاک کے فضل وکرم اور اس کے انعام واحسان ہی سے ملے گی مگر اس کے اس فضل وکرم بے پایاں کا سبب بندۂ مومن کے اپنے وہ نیک اعمال ہی ہوں گے جو وہ اخلاص واستقامت کے ساتھ دنیا میں کرتا رہا ہوگا۔ سو جنتیوں کو اس مژدۂ جانفزا سے پکار کر نوازا جائے گا کہ یہ جنت جس سے تم لوگوں کو سرفراز کیا جا رہا ہے تمہارے اپنے ان اعمال ہی کا صلہ وبدلہ ہے جو تم لوگ دُنیا میں کرتے رہے تھے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (الاعراف:۴۳پ۸) سو اس میں مالک کے کرم واحسان کے دو بڑے اور عظیم الشان مظہر سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ جنت جو کہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوگا اس کو اہلِ جنت کے ان اعمال کا بدلہ قرار دیا جائے گا جو کہ بہرحال محدود ہونگے۔ اور دوسرا بڑا مظہر یہ ہے کہ جنتیوں کو اس جہانِ رحمت وعنایت میں باتیں بھی ایسی سننے کو ملیں گی جن سے ان کا سرور دوبالا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر قائم اور پکار رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکروفریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ہر قسم کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرمائے' آمین ثم آمین یا رب العالمین

---------------------❀❀❀---------------------

اَللّٰھُمَّ !

اَقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْيَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَاوَبَيْنَ مَعْصِيَتِکَ، وَمِنْ طَاعَتِکَ

مَاتُبَلِّغُنَابِهٖ جَنَّتَکَ، وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا،

وَمَتِّعْنَابِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَا، وَقُوَّاتِنَامَااَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ

الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَاعَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا

عَلٰى مَنْ عَادَانَا، وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْيَااَكْبَرَهَمِّنَا،

وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا

بِذُنُوْبِنَا، مَنْ لَّايَخَافُکَ

وَلَايَرْحَمُنَا،

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ، وَاَنْتَ وَلِيُّنَاوَمَوْلَانَاوَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

---------------------❀❀❀---------------------

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ

ہم نے تاکید کر دی انسان کو کہ وہ حسن سلوک کا معاملہ کرتا رہے اپنے ماں باپ کے ساتھ، ف۳۳ اس کی ماں نے اس کو پیٹ

أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ

میں رکھا (مشقت پر) مشقت اٹھا کر، اور اس کو جنا تو بھی (مشقت پر) مشقت اٹھا کر، اور اس کے حمل اور اس کے دودھ

ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ

چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے ف۳۴ (پھر وہ برابر نشو و نما پاتا رہا) یہاں تک کہ جب وہ اپنی (جوانی کی) بھرپور قوتوں کو پہنچ گیا، ف۳۵

سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي

اور چالیس سال کا ہو گیا، ف۳۶ تو اس نے کہا اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں شکر ادا کر سکوں تیری ان نعمتوں کا جو تو

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا

نے (محض اپنے کرم سے) مجھ پر، اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہیں، ف۳۷ اور (اس کی بھی توفیق نصیب فرما کہ) میں ہمیشہ ایسے

۳۳ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم و تلقین: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے تاکید کر دی انسان کو کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک ہی کا معاملہ کرے، سو اس سے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی عظمت و اہمیت کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ توحید خداوندی کی تعلیم و تلقین کے متصل بعد ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ جیسا کہ۔ وَقَضٰى رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ (بنی اسرائیل: ۲۳ پ ۱۵) وغیرہ دوسری کئی آیاتِ کریمہ میں بھی فرمایا گیا ہے سو اس سے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرتِ خالق۔ جَلَّ مَجۡدُہٗ۔ نے پہلے اپنے حق یعنی توحید و بندگی کو بیان فرمایا اور پھر اس کے متصل بعد ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کو۔ اور ظاہر ہے کہ ماں باپ کے جو احسانات اولاد پر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی پوری مخلوق میں سے اور کسی کے بھی نہیں ہو سکتے۔ کہ وہی اس کے وجود اور ظہور و بروز کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ پھر وہی ہیں جن کے احسانات اس کی ولادت و پیدائش سے لیکر اس کے بعد ہر مرحلے پر سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم و تلقین فرمائی اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی یہ ہدایت اور تعلیم و تلقین ایک طرف تو اس خالقِ حکیم نے انسان کی فطرت و جبلت میں ودیعت فرمائی اور دوسری طرف اپنے انبیاء و رسل اور صالحین کے ذریعے بھی اس کا اہتمام فرمایا۔ چنانچہ یہ حقیقت جملہ ادیان و مذاہب میں معتبر و مسلم رہی کہ انسان پر اس کے خالق کے بعد سب سے بڑا اور سب سے اہم اور مقدم حق اسکے ماں باپ ہی کا ہے۔ اسکے بعد دوسرے حقوق کی باری آتی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحبُ و یرید

۳۴ والدہ کے حق کی خصوصی اہمیت کا ذکر و بیان: سو اس سے واضح فرما دیا کہ والدین میں سے والدہ کے حقوق کی خاص

اہمیت ہے۔ کہ یہاں پر اس کے بعض اہم اور خاص پہلوؤں کو علیحدہ طور پر بیان فرمایا گیا۔ چنانچہ والدین کا اجمالی ذکر فرمانے کے بعد ماں کا ذکر خاص طور پر اور قدرے تفصیل کے ساتھ پر فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں حمل، وضع حمل اور رضاعت کی تین مشقتوں کا ذکر فرما کر والدہ کے حق کی تاکید فرمائی گئی ہے کہ اس اعتبار سے اس کا حق والد کے حق کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے۔ اور یہی بات حدیث شریف میں بھی صراحت کے ساتھ ارشاد فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ روایات میں وارد ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے مکرر یہ سوال کیا کہ "میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟" تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں تین مرتبہ ارشاد فرمایا "تمہاری ماں"۔ اور پھر چوتھی مرتبہ فرمایا "تمہارا باپ"۔ اس آیتِ کریمہ سے علمائے کرام نے یہ مسئلہ بھی مستنبط فرمایا ہے کہ اقل مدتِ حمل چھ ماہ ہے۔ کیونکہ سورۂ بقرہ پ۲ کی آیت نمبر ۲۳۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ رضاعت کی مدت دو سال ہے۔ ارشاد فرمایا گیا۔ وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ اور تیس ماہ کی مدت سے دو سال منہا کرنے کے بعد چھ ماہ ہی باقی بچتے ہیں جو کہ حمل کی اقل مدت ہے۔ اس سے کم مدت میں وضعِ حمل نہیں ہو سکتا۔ علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ بڑا ٹھوس اور مضبوط استدلال ہے۔ بہر کیف ماں باپ اور خاص کر ماں کے ان احسانات کا تقاضا ہے کہ انسان ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرے۔ اور یہ چیز اولاد کیلئے سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ہے، وباللہ التوفیق لما یحب و یرید. سبحانہ وتعالیٰ.

۳۵ حقوق کے شعور کے فطری ارتقاء کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہاں تک کہ جب وہ اپنی بھرپور قوتوں کو پہنچ گیا"، راجح قول کے مطابق یہ عمر تیس سے چالیس سال تک کی عمر ہے کہ اس میں انسان کی قوت اور اس کی عقل اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ (المراغی، جامع البیان وغیرہ)۔ اسی لئے نبوت سے بھی چالیس سال کے بعد ہی سرفراز فرمایا جاتا ہے۔ (صفوة وغیرہ) جیسا کہ اگلے حاشیے میں مزید تفصیل آ رہی ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ایسا شخص جو اپنے ماں باپ کے حقوق کو پہچانتا ہے وہ جب اپنی جوانی کی بھرپور قوتوں اور عمر کی پختگی کو پہنچتا ہے تو اس کی طبیعت کی یہ سلامت روی لازماً اس کے اندر اس کے ربِّ حقیقی کی معرفت اور اس کے حقوق کا شعور بھی پیدا کر دیتی ہے۔ اور اس طرح اس کو اپنے ماں باپ کی محبت کے ذریعے اپنے اس پروردگارِ حقیقی تک پہنچنے کی راہ مل جاتی ہے جس نے اس کی تربیت کیلئے ماں باپ کا سایۂ عاطفت مہیا فرمایا۔ سو اس طرح ماں باپ کے حقوق کا پاس و احساس اس کو اپنے خالق و مالک کے حقوق کی معرفت اور ان کی ادائیگی تک پہنچا دیتا ہے۔ سو انسان جب تک بچہ رہتا ہے اس وقت تک وہ اپنے ماں باپ ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے۔ اس لیے کہ وہ جو کچھ بھی پاتا ہے انہی سے پاتا ہے۔ لیکن جب وہ سنِ رشد کو پہنچتا ہے تو اس پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اصل منعم وہ پروردگار ہے جس نے اس کے ماں باپ کو بھی وجود بخشا ہے۔ سو اس طرح وہ

اپنے ماں باپ کی انگلی پکڑ کر خدا تک پہنچ جاتا ہے، اور اس کے اندر ماں باپ کے حق سے بھی بڑے حق کا شعور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہی دو سب سے بڑے اور اہم حقوق ہیں جو انسان پر سب سے پہلے واجب ہوتے ہیں جن سے آگے دوسرے مختلف حقوق کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلامتی فکر و عمل سے سرفراز و مالا مال فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین

۳۶ چالیس سال کی عمر بلوغ و کمالِ عقل کی عمر: سو اس سے چالیس سال کی عمر اور اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ عقل کے تمام و کمال تک پہنچ جانے کی عمر ہے۔ اسی لئے مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ اللہ پاک نے کسی نبی کو چالیس سال کی عمر سے قبل مبعوث نہیں فرمایا۔ سوائے دو خالہ زاد بھائیوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و یحییٰ علیہ السلام کے۔ (المراغی، الصفوۃ وغیرہ)۔ پس اس عمر کے بعد انسان کی زندگی بدل جانی چاہیے اور خیر کا شر پر غلبہ ہو جانا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "مَنْ اَتٰی عَلَیْهِ اَرْبَعُوْنَ وَلَمْ یَغْلِبَ خَیْرُهٗ شَرَّهٗ فَلْیَتَجَهَّزْ اِلَی النَّارِ"۔ (تفسیر المراغی) یعنی "جس کی عمر چالیس سال پوری ہو جائے مگر اس کی نیکی اور خیر اس کی برائی اور شر پر غالب نہ آسکی تو اس کو دوزخ کی آگ کیلئے تیار ہو جانا چاہیے"۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف چالیس سال کی عمر وہ عمر ہے جس میں انسان کے جذبات اور اس کی خواہشات کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور اس عمر کو پہنچ کر وہ اپنے راہوارِ نفس کو قابو میں کر سکتا ہے۔ سو جو شخص اپنے ماں باپ کے حقوق کو پہچانتا ہے وہ جب اپنی جوانی کی بھرپور قوتوں اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اس کی طبیعت کی یہ سلامتی اور سلامت روی لازماً اس کے اندر ربِ حقیقی کا شعور بھی پیدا اور بیدار کر دیتی ہے اور اس طرح وہ اپنے خالق و مالک اور ربِ حقیقی تک پہنچنے کی راہ سے سرفراز و سرشار ہو جاتا ہے جو اصل مقصود اور سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ اور زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے آمین، ورنہ کچھ بھی نہیں۔ اس لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اسی پر اس واہبِ مطلق کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور یہ چیز اس کی توفیق و عنایت کے بغیر ملنے والی نہیں۔ اس لئے اپنی کوشش سے پہلے اس وحدہ لاشریک سے اس کی توفیق کی دعا و درخواست کرنی چاہیے۔ اللّٰهم وفقنا لما تحب و ترضی و علی ما تحب و ترضی فی کل شان من شؤون الحیاۃ۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ سلیم الفطرت انسان چالیس سال کے اس سنِ کمال کو پہنچنے کے بعد اپنے خالق و مالک کی عنایات پر نظر کرتے ہوئے اس سے شکرِ نعمت کی توفیق کی دعا و درخواست کرتا ہے کہ شکرِ نعمت بذاتِ خود ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ اور شکرِ نعمت کا جذبہ ہی وہ عظیم الشان اور بے مثال و پاکیزہ جذبہ ہے جو دین و شریعت کی تعلیماتِ مقدسہ کی اصل بنیاد ہے۔ وباللہ التوفیق۔ سو حقوقِ والدین کا احساس و شعور انسان کو اپنے خالق و مالک کے حقوق کے احساس و شعور سے سرفراز کر دیتا ہے۔ بس حقوقِ والدین کی ادائیگی سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے وباللہ التوفیق. اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے اور زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین

۳۷ حقوقِ والدین سے آگہی ربّ کی معرفت کا ذریعہ: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جب ایسا سلیم الفطرت انسان چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو وہ اپنے ربّ کے حضور عرض کرتا ہے کہ اے میرے ربّ مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں

جوتو نے محض اپنے فضل وکرم سے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں اور مجھے توفیق دے کہ ایسے نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہوں، الخ۔سو اس سے اس اہم حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ حقوقِ والدین کا شعور اور ان سے آگہی خداوندِ قدوس کے حقوق کے احساس و شعور کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔اسی لئے ایسا خوش نصیب اور سلیم الفطرت انسان بارگاہِ ایزدی میں توفیقِ شکر کی دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی بخشی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہدایت و ایمان کی نعمت ہے کہ اسی سے انسان کی دنیا بھی بنتی ہے اور آخرت بھی۔ورنہ کچھ بھی نہیں۔اسلئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اسی پر اس واہب مطلق کا شکر ادا کرنا چاہئے۔اور یہ چیز اس کی توفیق وعنایت کے بغیر ملنے والی نہیں۔اس لئے اپنی کوشش سے پہلے اس وحدہ لاشریک سے اس کی توفیق کی دعا و درخواست کرنی چاہئے۔اللھم وفقنا لما تحب وترضی وعلی ماتحب وترضی فی کل شان من شؤون الحیاۃ۔بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ سلیم الفطرت انسان چالیس سال کے اس سن کمال کو پہنچنے کے بعد اپنے خالق و مالک کی عنایات پر نظر کرتے ہوئے اس سے شکر نعمت کی توفیق کی دعا و درخواست کرتا ہے کہ شکرِ نعمت بذاتِ خود ایک عظیم الشان نعمت ہے۔اور شکرِ نعمت کا جذبہ ہی وہ عظیم الشان اور بے مثال و پاکیزہ جذبہ ہے جو دین و شریعت کی تعلیماتِ مقدسہ کی اصل بنیاد ہے۔وباللہ التوفیق۔سو حقوقِ والدین کا احساس و شعور انسان کو اپنے خالق و مالک کے حقوق کے احساس و شعور سے سرفراز کر دیتا ہے۔پس حقوق والدین سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔

❀❀❀

اَللّٰھُمَّ !

اَقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْیَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَاوَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ،وَمِنْ طَاعَتِکَ

مَاتُبَلِّغُنَابِہٖ جَنَّتَکَ،وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا،

وَمَتِّعْنَابِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَا،وَقُوَّاتِنَامَااَحْیَیْتَنَا،وَاجْعَلْہُ

الْوَارِثَ مِنَّا،وَاجْعَلْ ثَاْرَنَاعَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا،وَانْصُرْنَا

عَلٰی مَنْ عَادَانَا،وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْیَااَکْبَرَھَمِّنَا،

وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا،وَلَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَا

بِذُنُوْبِنَا،مَنْ لَّایَخَافُکَ

وَلَایَرْحَمُنَا،

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ، وَاَنْتَ وَلِیُّنَاوَمَوْلَانَاوَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

❀❀❀

تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ

نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہوں، ف۳۸ اور میرے (سکھ اور چین کے) لئے میری اولاد کو بھی نیک بنا دے، ف۳۹ میں (صدق دل

اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ

سے) توبہ کرتا ہوں جناب کے حضور، اور میں یقیناً فرمانبرداروں میں سے ہوں، ف۴۰ ﴿۱۵﴾ یہ وہ (خوش نصیب) لوگ ہیں

نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ

جن کے نیک کاموں کو تو ہم قبول کرلیں گے، اور ان کی برائیوں سے ہم درگزر کردیں گے، ف۴۱

فِیْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا

یہ جنتی لوگوں میں سے ہوں گے، (اللہ تعالیٰ کے) اس سچے وعدے کے مطابق جو ان سے (دنیا میں)

یُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ

کیا جاتا رہا ہے، ف۴۲ ﴿۱۶﴾ اور (اس کے برعکس) جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر

۳۸ توفیقِ خداوندی کے لیے دعا و سوال کی تعلیم و تلقین: سو اس سے عملِ صالح کی توفیق و عنایت کی دعا و درخواست کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے کہ اصل چیز توفیقِ خداوندی ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ایسا سلیم الفطرت انسان اپنے ربّ کے یہاں عرض کرتا ہے کہ مجھے ایسے اعمال کی توفیق دے جو تجھے پسند ہوں، اور یہ اس لئے کہ عملِ صالح وہی معتبر ہے جو ربّ کو پسند ہو۔ پس نیکی بھی دراصل وہی نیکی ہے جو اس وحدہ لاشریک کو پسند ہو، اور اس کی بارگاہِ اقدس میں شرفِ قبولیت پا سکے۔ اور یہ بھی اس کی توفیق و عنایت کے بغیر ممکن نہیں۔ پس اس کے لئے بھی اسی کے حضور دستِ دعا و التجا بلند کرنے کی ضرورت ہے، کہ وہ اپنے کرم سے ایسا نیک عمل نصیب فرمائے جو اس کے یہاں پسندیدہ اور مقبول ہو۔ سو شکرِ خداوندی عملِ صالح کا محرک بنتا ہے۔ اور عملِ صالح وہی معتبر ہے جو خواہشاتِ نفس کی پیروی کی بجائے خداوندِ قدوس کی رضا و خوشنودی کیلئے کیا جائے۔ پس ایسا خوش نصیب اور سلامتیءِ فکر و عمل والا انسان اپنے ربّ تعالیٰ کے حضور دُعا و التجا کرتا ہے کہ مجھے توفیق دے کہ میں اپنے جذبات کی رو میں بہنے اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلنے کی بجائے تیری ان بے پایاں عنایات کا شکر ادا کرسکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمائی ہیں۔ اور میں ایسے نیک عمل کر سکوں جو تجھے پسند ہوں کیونکہ جو عمل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو پسند نہ ہو اس کا نہ کوئی فائدہ ہوسکتا ہے اور نہ کوئی قدر و قیمت، سو اصل چیز رضاءِ خداوندی کا حصول ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۳۹ اپنے ساتھ اپنی اولاد کی فکر کرنے کا درس: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اپنے ساتھ اپنی اولاد کی اِصلاح کیلئے بھی دعا کی ضرورت ہے کہ ان کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل بھی درست۔ پس اپنے ساتھ اپنی اولاد کیلئے بھی نیک دعا کرتے رہنا چاہیے کہ

اولاد کی بہتری اور صحیح تعلیم و تربیت درحقیقت اپنی ہی بہتری اور بھلائی کا سامان ہے۔ اور انسان کیلئے زندگی کا سب سے بڑا اور عمدہ پھل اس کی اپنی اولاد ہی ہے۔ سو پاک طبیعت اور نیک بخت انسان اپنی اولاد کیلئے بھی دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صالح بنا دے۔ تاکہ اس کی نسل میں بھی ایسے صالح عناصر پیدا ہوں جو اس کے صحیح وارث بن سکیں۔ تاکہ وہ دنیا میں بھی اس کیلئے سرخروئی کا باعث ہوں اور آخرت میں بھی، ان کی نیکی اس کے لیے شفاعت کا ذریعہ بن سکے۔ سو صالح اولاد انسان کیلئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ اور زندگی کا سب سے عمدہ ثمرہ اور پھل ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اسی مضمون کو دوسرے مقام پر ان الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان: ۷۴) یعنی "اے ہمارے ربّ ہمیں اپنی بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب فرما۔ اور ہمیں متقی و پرہیزگاروں کا امام و پیشوا بنا دے"، یعنی ہمیں ایسی نیک اور صالح اولاد نصیب فرما جو تقویٰ و پیرہیزگاری کی دولت سے سرشار و مالا مال ہو، تاکہ اس طرح ہم ایسی نیک، صالح اور پاکیزہ اولاد کے امام اور پیشوا قرار پا سکیں۔ سو اصل مقصد تقویٰ و پرہیزگاری ہے، وبالله التوفيق لمايحب ويريد،

۴۰ طریقِ اصلاح کی تعیین و تشخیص کا ذکر و بیان: سو اس سے طریق اصلاح کی تعیین و تشخیص فرمائی گئی ہے کہ گزشتہ سے توبہ اور آئندہ کے لیے فرمانبرداری کا اعلان و اقرار کیا جائے اور اسی کو اپنا نصب العین بنایا جائے کہ یہی راہ سلامتی فکر و عمل کی راہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ایسا خوش نصیب اور سلیم الفطرت انسان کہتا ہے کہ میں نے تیرے حضور توبہ کر لی۔ اے میرے ربّ! اور میں یقیناً فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یعنی جو غلطیاں اور قصور اس سے پہلے مجھ سے صادر و سرزد ہو گئے ان کی میں معافی مانگتا اور ان سے توبہ کرتا ہوں۔ اور آئندہ کے لئے فرمانبرداری اور وفاشعاری کا عہد و اقرار کرتا ہوں۔ اور یہی دو باتیں دراصل سچی توبہ کے بنیادی عناصر ہیں۔ جاننا چاہیے کہ سعادت کے تین درجے اور تین قسمیں ہیں۔ قلبی، بدنی اور خارجی۔ قلبی یہ کہ انسان دل سے اللہ پاک کی نعمتوں کی قدر کرے اور ان پر اس واہبِ مطلق کا شکر بجالائے۔ بدنی یہ کہ بدن اس کی عبادت و بندگی اور اطاعت و فرمانبرداری میں مشغول و منہمک رہے۔ اور خارجی یہ کہ اس کو اپنے اہل و اولاد کی سعادت مندی بھی نصیب ہو۔ اور کمالِ سعادت یہ ہے کہ یہ تینوں قسمیں حاصل و موجود ہوں۔ اس لئے آیتِ کریمہ میں ان تینوں کو اسی معجزانہ ترتیب کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ فَشَرِّفْنَا بِهَا يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ۔ روایات میں وارد ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت صِدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کے بارے میں نازل ہوئی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین اور اولاد سب ہی ایمان و ہدایت کے شرف سے مشرف ہوئے تھے۔ اور یہ شرف آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کسی صحابی کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ (جامع البیان، مدارک التنزیل، وغیرہ)۔ اور بعض روایات میں حضرتِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا مصداق قرار دیا گیا ہے مگر الفاظ عام ہیں جو ہر اس شخص کو شامل ہیں جو ان صفات سے متصف اور ان کا اہل و حامل ہو۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو کہیں کا بھی ہو، اور کسی بھی ملک و قوم سے تعلق رکھتا ہو۔ کہ عام اصول اور ضابطہ یہی ہے کہ۔ "اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ الْمَوْرِدِ"، یعنی اعتبار پر الفاظ و کلمات کے عموم کا ہوتا ہے، نہ کہ موقع و محل کے خصوص کا، پس الفاظ و کلمات کا عموم جہاں تک پہنچتا ہو وہ سب ہی مفاہیم و مصادیق انکی مراد میں داخل ہوتے ہیں، وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وتعالیٰ۔ بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ بندۂ صالح اپنی توبہ

اور رجوع الی اللہ کا اعلان و اقرار کرتا ہے۔ اور یہی ہے شانِ عبدیت و انابت، جو کہ اصل شرف و امتیاز ہے بندۂ مومن کا۔ اور یہی تقاضا ہے عقل و نقل دونوں کا۔ اور یہی مقتضیٰ ہے صراطِ مستقیم کا۔ اللہ نصیب فرمائے اور علی وجه الکمال نصیب فرمائے۔ اور کبر و غرور اور زیغ و ضلال کے جملہ شوائب سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین و یا اکرم الاکرمین۔

۴۱ حق تعالیٰ کے معاملۂ کرم و انعام کے ایک مظہر کا ذکر و بیان: سو اس سے حق تعالیٰ کے معاملۂ کرم و احسان کے ایک نمونہ و مظہر کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے اور سلیم الفطرت لوگوں کے ساتھ نہایت کریمانہ برتاؤ کی خوش خبری دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جن لوگوں کی یہ اور یہ صفات ہونگی ان کے ساتھ ہم نہایت ہی کرم اور فیاضی کا معاملہ کریں گے کہ انہوں نے دنیا میں جو بہتر سے بہتر معاملہ کیا ہوگا اسی کے لحاظ و اعتبار سے ان کے لیے آخرت میں درجہ و مرتبہ مقرر کیا جائے گا۔ اور جو کمزوریاں اور لغزشیں ان سے دنیا میں صادر ہوگئی ہونگی ان سے ہم درگزر کریں گے۔ سو ان سے نہایت ہی کرم و احسان کا معاملہ ہوگا۔ سبحان اللہ! کیا کہنے اس کرم و احسان کے۔ پس ہمیں بھی اس خُلقِ جہاں آفرین سے کام لیتے ہوئے دوسروں کی اچھی باتوں کو قبول کر لینا چاہیے اور بری و غلط باتوں سے صرفِ نظر و درگزر ہی کرنا چاہیے۔ مگر افسوس کہ ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ ہم لوگ کسی شخص کی ایک خامی اور کوتاہی کی بنا پر اس کی عمر بھر کی سب نیکیاں بھلا دیتے ہیں۔ اور اس کی کسی ایک غلطی و برائی کا اس طرح چرچا کرتے ہیں کہ گویا اس نے کبھی کوئی اچھائی کی ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بڑی زیادتی اور بے انصافی ہے۔ والعیاذ باللہ جل و علا۔ سو یہ انصاف و دیانت اور اس ضابطہ خداوندی کے بالکل خلاف ہے جو یہاں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے مختلف مقامات پر بھی اس کو طرح طرح سے آشکارا فرمایا گیا ہے۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے لوگوں کے نیک اعمال کو ہم قبول کریں گے اور ان کی کوتاہیوں سے ہم درگزر کریں گے۔ فالحمد للہ و ایاہ نسال التوفیق لما یحب و یرضیٰ

۴۲ جنت کے وعدۂ صدق کا ذکر و بیان: سو اس سے ایسے خوش نصیبوں کیلئے جنت کے وعدے کا ذکر فرمایا گیا ہے اور اللہ کے وعدے نے بہر حال پورا ہونا ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ کے اس سچے وعدے کے مطابق جو ان لوگوں سے کیا جاتا تھا" دنیا میں حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام۔ اور ان کے نائبین علمائے حقانیین کے واسطے سے۔ (صفوہ، وغیرہ)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے تین مرتبہ اور تاکید سے فرمایا کہ اس ارشادِ ربانی کا مصداق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی ہیں (ابن کثیر، جامع البیان وغیرہ) رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ پھر اس وعدے کا ذکر بھی کلماتِ تاکید کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ اللہ کا وہ سچا پکا وعدہ ہے جس میں کسی خلاف ورزی کا کوئی خدشہ و امکان نہیں۔ والحمد للہ جل و علا اور جب یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا ہے تو اس نے بہر حال پورا ہو کر رہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے سے بڑھ کر سچا وعدہ اور کس کا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر اسکی تصریح فرمائی گئی ہے۔ مثلاً ایک مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ یعنی "یہ اللہ کے ذمے پکا سچا وعدہ ہے تورات انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ پس تم لوگ اللہ سے کیے ہوئے اپنے اس سودے سے خوش ہو جاؤ۔ یہی ہے بڑی کامیابی۔" (توبہ: ۱۱۱ پ ۱۱) اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین و یا ارحم الراحمین، و اکرم الاکرمین۔

اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ

کیا تم مجھے اس بات کا ڈراوا دیتے ہو کہ مجھے (مرنے کے بعد قبر سے) نکالا جائے گا؟ حالانکہ مجھ سے پہلے کتنی ہی نسلیں گزر چکی ہیں،

وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

(اوران میں سے کوئی اب تک نہیں اٹھا) جب کہ وہ دونوں اس کو اللہ کی دوہائی دے کر کہتے ہیں کہ ارے کم بخت مان جا' یقیناً اللہ کا وعدہ

حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٧

سچا ہے (اس نے بہر حال پورا ہو کر رہنا ہے) مگر وہ پھر بھی کہتا ہے کہ یہ تو بس کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی ' ف۴۳ ⑰

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ

یہ وہ لوگ ہیں جن پر پکی ہو گئی ہماری بات (کہ انہوں نے عذاب پانا ہے انہی جیسے) جنوں اور انسانوں کے ان مختلف

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا

گروہوں میں جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے ' ف۴۴ بلاشبہ یہ سب

خٰسِرِيْنَ ۝١٨ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ

خسارہ اٹھانے والے ہیں' ف۴۵ ⑱ اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں ان کے ان اعمال کے مطابق جو وہ کرتے رہے' ف۴٦ (تا کہ اللہ کا وعدہ پورا

۴۳ ممسوخ الفطرت لوگوں کے حال و مآل کا ذکر و بیان: سو اس سے سلیم الفطرت لوگوں کے مقابلے میں ممسوخ الفطرت لوگوں کا حال اور ان کا مآل ذکر و بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ایسا شخص اپنے والدین سے کہتا ہے کہ تُف ہے تم دونوں پر کیا تم مجھے اس بات کا ڈراوا سناتے ہو کہ مجھے (مرنے کے بعد زندہ کر کے قبر سے) نکالا جائے گا' جبکہ مجھ سے پہلے کتنی ہی نسلیں گزر چکی ہیں (مگر ان میں سے کوئی بھی واپس نہیں آیا) حالانکہ اس کے والدین اس کو اسی کی دہائی دے کر کہتے ہیں کہ ارے کم بخت ایمان لے کر بلاشبہ اللہ وعدہ قطعی طور برحق اور کج ہے' مگر وہ پھر بھی یہی کہتا ہے کہ یہ تو محض کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی سو اسی سے اوپر والے گروہ کے مقابلے میں دوسرے گروہ کا نمونہ ذکر فرمایا گیا ہے جو ماں باپ کا نافرمان اور آخرت کا منکر ہے، اور وہ آخرت کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ تو محض کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی۔ جن کو تم لوگوں نے تسلیم کر لیا اور اپنے گلے لگا لیا ہے۔ اور ان پر چمٹے بیٹھے ہو۔ جبکہ میں ایک عقل مند دانش ور اور جہاندیدہ انسان ہوں۔ تو پھر میں ان کو کس طرح تسلیم کر سکتا ہوں۔ سو یہ ہوتا ہے نتیجہ و انجام اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہونے کا کہ اسکی وجہ سے انسان نور حق و ہدایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ منکر اور متکبر انسان ماں باپ کی ہمدردی اور شفقت و پیار بھری اس فہمائش کے جواب میں اپنی ہٹ دھرمی پر اصرار کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ تو محض کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی۔ سو اوپر ان نیک بخت اور سعادت مند لوگوں کی سعادت مندی اور نیک بختی کا نمونہ پیش فرمایا گیا ہے جو اپنے ماں باپ کے فرمانبردار اور

اطاعت گزار ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے خالق و مالک کے حقوق کے احساس وشعور سے سرفراز ہوتے ہیں، اور اسکے نتیجے میں وہ راہِ حق و ہدایت کو اپناتے اور دارین کی سعادت و سرخروئی سے بہرہ مند اور سرفراز ہوتے ہیں۔ جبکہ اسکے مقابلے میں جو نوجوان بالکل لا ابالی اور مادر پدر آزاد زندگی گزارتے ہیں وہ اس سعادت وتوفیق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ماں باپ کی نصیحت پر بھی کان نہیں دھرتے بلکہ ان کو اس پر جھڑک کر اپنی بغاوت کا اعلان کر دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات وتنبیہات کو وہ ماضی کے افسانے قرار دینے لگتے ہیں۔ اور اس طرح وہ۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الآخِرَۃَ کا مصداق بن کر ہلاکت وتباہی کے ہولناک گڑھے میں جا گرتے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے آمین ثم آمین، یارَبَّ العلمین

۴۴ ممسوخ الفطرت بدبختوں کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان: سو اس سے ایسے ممسوخ الفطرت بدبختوں کی نشاندہی اور ان کے ہولناک انجام کا ذکر فرمادیا گیا۔ چنانچہ اس سے واضح فرمادیا گیا کہ ایسے ممسوخ الفطرت اور بدبخت وہٹ دھرم لوگوں کیلئے محرومی اور عذاب کی بات پکی ہوگئی۔ کہ انہوں نے اپنے خبثِ باطن اور سُوءِ اختیار کی بنا پر خود کو اسی کے قابل بنادیا ہے۔ تو اپنے ہاتھوں کی کمائی کی بدولت یہ بھی اس عذاب سے دوچار ہو کر رہیں گے جس کے یہ مستحق ہو چکے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو ایسے ہٹ دھرم لوگوں کے بارے میں صاف اور صریح طور پر فرمایا گیا کہ ایسے لوگوں پر اللہ کے عذاب کی بات پکی اور پوری ہوگئی کہ ایسے لوگ دوزخ کے عذاب کا ایندھن بن کر رہیں گے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اور اللہ کی بات سے یہاں پر مراد وہی بات ہے جو اللہ پاک نے ابلیس لعین کے چیلنج کے جواب میں ارشاد فرمائی تھی کہ جنوں اور انسانوں میں سے جو بھی تیری پیروی کریں گے ان سب کو میں تیرے ساتھ جہنم میں بھر دوں گا۔ سو اس طرح ماں باپ کے نافرمان ممسوخ الفطرت ہو کر اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین ویاارحم الراحمین،

۴۵ انکارِ آخرت خساروں کا خسارہ۔ والعیاذ باللہ جل وعلا: ۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ انکارِ آخرت سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے اور ایسا کہ یہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ یہ لوگ سخت خسارے والے تھے۔" کہ انہوں نے ایمان وہدایت کی نعمتِ عظمیٰ کے مقابلے میں کفر وضلال کی ظلمتوں کو اپنایا۔ اور دنیاوی زندگی کی اس فرصت کو جو کہ دراصل ان کو آخرت کی کمائی اور اپنے رب کو راضی کرنے ہی کے لئے بخشی گئی تھی، اس کو انہوں نے کفر وضلال کے ان گھٹاٹوپ اندھیروں ہی میں گنوادیا۔ اور یہ ایسا خسارہ ہے کہ اس کی تلافی وتدارک کی کوئی صورت اب ممکن نہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو نورِ حق وہدایت سے اعراض وروگردانی اور اس سے محرومی خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اتباعِ ھویٰ سے محفوظ اور اتباعِ ھدیٰ پر کاربند رکھے آمین ثم آمین اوپر والے گروہ کے بارے میں فرمایا گیا تھا۔ (فِیْ اَصْحٰبِ الْجَنَّۃِ) کہ "وہ جنتی لوگوں کے گروہ میں سے ہونگے" اور انہی کے ساتھ نعیم جنت سے بہرہ مند وسرفراز ہوں گے۔ اور اس کے مقابلے میں ان ممسوخ الفطرت اور بدبختوں کے اس گروہ کے بارے میں

یہاں پر ارشاد فرمایا گیا۔ فِیْ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۔ یعنی یہ لوگ جنوں اور انسانوں کے انہی گروہوں میں شامل ہونگے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور جو ان سے پہلے اسی طرح کی لا ابالی والی زندگی گزار کر اپنی عاقبت برباد کر چکے تھے ۔ والعیاذ باللہ العظیم مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّ ضلال ، وسوء وانحراف ، والعیاذ باللہ العظیم ، من کل سوء وشر ،

۲۶ ہر کسی کا درجہ و مرتبہ اس کے اپنے عمل کے اعتبار سے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہر کسی کیلئے درجے ہونگے اس کے عمل و کردار کے مطابق" ۔ کہ نیکوں کو ان کے اعمال کے بدلے میں جنت کے مختلف درجات و مراتب نصیب ہوں گے، اور بروں کو ان کی برائیوں کے سبب درکاتِ دوزخ سے پالا پڑے گا ۔ اور یہاں بطورِ تغلیب سب کو درجات ہی کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے ۔ (الجامع، الصفوۃ وغیرہ) ۔ ورنہ درجات کا استعمال صعود کے اعتبار سے ہوتا ہے ۔ اور یہ لفظ درجاتِ جنت کے لئے بولا جاتا ہے ۔ جب کہ اسکے برعکس "درکات" کا اطلاق ہبوط و نزول کے اعتبار سے ہوتا ہے ۔ اور یہ کلمہ دوزخ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے ۔ بہر کیف یہاں سے یہ واضح ہو گیا کہ جس کو جو کچھ بھی ملے گا وہ اس کے اپنے عمل اور اپنی کمائی کی بنا پر ہی ملے گا ۔ نہ کہ محض حسب و نسب کے اعتبار سے ۔ جیسا کہ بہت سے زائغین اور اہلِ ھویٰ کا کہنا اور ماننا ہے ۔ سو جنہوں نے اپنے ربّ کے اور اپنے ماں باپ کے حقوق کو پہچانا اور ان کو صحیح طور پر ادا کیا ہوگا ان کیلئے جنت کے مختلف درجات و مراتب ہونگے ۔ اور جنہوں نے اس بارے میں غفلت اور لاپرواہی ہی سے کام لیا اور نورِ حق و ہدایت سے اِعراض و رُوگردانی کے ساتھ اندھیروں میں زندگی گزاری ہوگی اور وہ اِتباعِ ھدیٰ کی بجائے اِتباعِ ھویٰ ہی کے راستے پر چلے ہوں گے ۔ ان کیلئے دوزخ کے "درکات" ہی ہونگے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اِتباعِ ھوای سے محفوظ رکھے اور اِتباعِ ھدیٰ پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے ۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، واکرم الاکرمین،

اَللّٰهُمَّ !

اقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ،

وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَابِهٖ جَنَّتَکَ،

وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَا تَهَوِّنُ بِهٖ عَلَیْنَا

مَصَائِبَ الدُّنْیَا،

أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ

ہو) اور تاکہ وہ پورا بدلہ دے ان کو ان کے اعمال کا، ۲۷ اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا، ۲۸ ﴿۱۹﴾ اور جس دن پیش کیا جائے گا

الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي

کافروں کو (دوزخ کی) اس ہولناک آگ پر، (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم لوگ حاصل کر چکے اپنے حصے کی نعمتیں

حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ

اپنی دنیاوی زندگی میں، اور تم ان کے مزے وہیں لوٹ چکے، سو اب تم کو ذلت کا عذاب ہی

۲۷ اعمال کا پورا بدلہ آخرت ہی میں مل سکے گا: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ آخرت ہی میں ملے گا۔ کہ دار الجزاء وہی ہے۔ اسلئے اعمال کا اصل اور پورا بدلہ آخرت ہی میں ملے گا۔ اور وہیں مل سکتا ہے کہ اس دنیائے فانی کے ظرفِ محدود و مختصر میں اتنی وسعت و گنجائش ہی نہیں کہ کوئی اپنے عمل و کردار کی پوری سزا و جزاء اس میں پا سکے۔ اس لئے پورا بدلہ تو بہرحال آخرت کی اس حقیقی، ابدی اور لازوال زندگی ہی میں مل سکے گا جو اس دنیائے دُوں کے بعد آئے گی۔ البتہ اعمال کا کچھ بدلہ انسان کو اس دنیا میں بھی ملتا ہے۔ نیک اعمال کا مختلف رحمتوں اور عنایتوں کی شکل میں، اور بُرے اعمال کا مختلف مصیبتوں، پریشانیوں، اور تکلیفوں، کی شکل میں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ سو نورِ حق و ہدایت سے منہ موڑ کر شترِ بے مہار کی زندگی گزارنے والوں کو اپنے کیے کرائے کا پورا پورا بدلہ بہرحال وہاں مل کر رہے گا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ من كل زيغ وضلال، وسوءٍ وّانحراف،

۲۸ آخرت کے یومِ جزاء میں کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا"۔ کہ کسی کو اس کا ثواب اس کے استحقاق سے کم دیا جائے یا عذاب اس کے کیے کرائے سے زیادہ دیا جائے۔ سو ایسی کوئی صورت وہاں نہیں ہوگی کہ وہاں تو ایسا عدل و انصاف ہوگا جس کا یہاں پر اور دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ موقع و مقام ہی کامل اور بھرپور انصاف کا ہوگا۔ سو اس میں منکروں اور بدکاروں کیلئے تہدید اور دھمکی بھی ہے کہ وہ بچنت اور بے فکر نہ ہوں کہ ان کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہے۔ اور انہوں نے ایک نہایت ہی ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہنا ہے کہ ان کے سب کیے کرائے کا پورا ریکارڈ محفوظ ہے۔ پس یہ لوگ اصلاحِ احوال کی فکر کر لیں قبل اس سے کہ فرصتِ حیات ان کے ہاتھوں سے نکل جائے اور ان کو ہمیشہ کیلئے پچھتانا پڑے۔ والعِياذُ بِاللّٰه۔ جبکہ دوسری طرف اس ٹکڑے میں اہلِ ایمان کیلئے تسکین و تسلیہ کا سامان بھی ہے کہ تم لوگوں کو تمہارے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کسی بھی عمل کے اجر سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے عمل کیے جاؤ کہ آج عمل کی فرصت اور اس کا موقع ہے جس نے بہرحال ختم ہو جانا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا اَلْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابٌ، وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلٌ، یعنی آج اس دنیا میں عمل کا موقع ہے حساب کوئی نہیں اور کل آخرت کے اس یومِ حساب میں حساب ہوگا عمل کا کوئی موقع نہیں ہوگا۔ وباللّٰه التوفيق لما يحب و يريد۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب کے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین۔

عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي

دیا جائے گا، ف٤٩ اس وجہ سے کہ تم لوگ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا تھے ہماری

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاذْكُرْ

زمین میں ناحق طور پر، اور اس وجہ سے کہ تم لوگ حدوں سے نکل جایا کرتے تھے، ف٥٠ ﴿٢٠﴾ اور ان کو ذرہ عاد کے بھائی (ہود) کا

اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ

قصہ بھی سناؤ ف٥١ جب کہ انہوں نے ڈرایا (اور خبردار کیا ف٥٢) اپنی قوم کو احقاف میں، ف٥٣ اور ایسے ہی خبردار کرنے والے اس سے

النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

پہلے بھی گزر چکے تھے، اور اس کے بعد بھی آتے رہے، کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی کی بندگی مت کرو، مجھے تمہارے بارے میں

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٢١﴾

سخت اندیشہ ہے ایک بہت بڑے (اور) ہولناک دن کے عذاب سے، ﴿٢١﴾ انہوں نے کہا کیا تم ہمارے پاس اسی لئے آئے

ع٢

٤٩ کافروں اور منکروں کیلئے دائمی محرومی کا اعلان، والعیاذ باللہ: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اس روز کافروں اور منکروں کے لیے ابدی اور دائمی محرومی کا اعلان کر دیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ۔ پس مومن کو چاہیے کہ وہ دنیاوی عیش و عشرت میں افراط اور زیادتی سے کام نہ لے بلکہ سادگی اور پاکیزگی کو اپنا شعار بنائے۔ کہ یہ دنیا تعیش کی جگہ نہیں، بلکہ یہ دراصل آخرت کے لئے کمائی اور تیاری کرنے کی جگہ اور ایک مسافر خانہ ہے۔ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھا تو پوچھا کہ یہ درہم کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ بچوں کیلئے گوشت خریدنے جا رہا ہوں کہ انہوں نے اسکی خواہش کی ہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اَوَ كُلَّمَا اشْتَهَيْتُمْ شَيْئًا اِشْتَرَيْتُمُوْهُ اَيْنَ تَذْهَبُ مِنْكُمْ هٰذِهِ الْاٰيَة؟'' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ (اخرجه عبد بن حميد و ابن المنذر و الحاكم و البيهقي وغيرهم عن ابن عمرؓ 'المراغی' ابن کثیر وغیرہ)۔ سبحان اللہ! کہاں یہ نمونہ زہد و تقشف اور فکر آخرت کا یہ درسِ عظیم اور کہاں وہ تعیش اور عیش پرستی جس میں آج کا مسلمان مبتلا ہے!!۔ والعیاذُ بِاللّٰہِ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَّ شَرٍّ۔ سو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں جن لوگوں کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے وہ اگر اپنے رب کے شکر گزار رہتے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرتے ہیں تو وہ اپنی آخرت کیلئے بھی نعمتوں کا ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ اور اس کے برعکس جو لوگ مالک کی بخشی ہوئی ان نعمتوں کی بنا پر استکبار اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا سارا ذخیرہ یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں انکے حصے میں ان کی ان نعمتوں کے وبال کے سوا کچھ نہیں آتا اور اس طرح وہ ہمیشہ کے خسارے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل زَیْغٍ وضلال وسوء وانحراف

۵۰ استکبار اور فسق باعثِ ہلاکت وتباہی۔ والعیاذُ باللہ العظیم: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ استکبار یعنی اپنی بڑائی کا گھمنڈ اور فسق وفجور انسان کیلئے باعثِ ہلاکت وتباہی ہے، والعیاذ باللہ، چنانچہ ارشاد فرما گیا کہ ایسے متکبروں اور فاسقوں سے اس روز کہا جائے گا کہ اپنے حصے کی نعمتیں تو تم لوگوں نے دنیا میں اڑا لیں، اور ان کے مزے وہاں لوٹ لئے۔ اب یہاں تمہارے لئے نعمت تو کوئی نہیں البتہ ذلت ورسوائی کا عذاب تمہاری خاطر تواضع کیلئے ضرور موجود ہے۔ کہ تم لوگ دنیا میں ناحق طور پر اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا تھے اور اپنے اسی کبروغرور کی بنا پر تم لوگ حدود سے نکل نکل جایا کرتے تھے۔ اور فسق وفجور کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ اسلئے اب تم مزہ چکھتے رہو اپنے اس کیے کرائے گا۔ سو اس ارشادِ ربانی سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ استکبار۔ اپنی بڑائی کا گھمنڈ۔ اور فسق یعنی اللہ پاک کی مقرر کردہ حدوں سے نکل جانا دو ایسے بنیادی روگ ہیں جو انسان کی محرومی اور اس کی دائمی تباہی کا باعث ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ جبکہ انسان کا اصل شرف اس کی بندگی اور حدودِ بندگی کی پابندی والتزام میں ہے۔ اور استکبار اور حدودِ بندگی سے خروج وتجاوز باعثِ ہلاکت وتباہی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۵۱ پیغمبرؑ اپنی قوم کے بھائی ہوتے ہیں: سو 'اخا عاد' کی تصریح سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر اپنی قوم ہی کے ایک فرد اور ان کے بھائی ہوتے ہیں۔ حضرتِ ہود علیہ السلام کو قومِ عاد کا بھائی فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ آپ علیہ السلام ان کے قومی اور وطنی بھائی تھے۔ حالانکہ قومِ عاد ایک کافر اور بڑی سرکش متکبر اور باغی قوم تھی' مگر اس کے باوجود حضرت ہود علیہ السلام کو ان کا بھائی کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی کو بھائی کہہ دینا نہ کوئی جرم ہے نہ گناہ۔ اور یہاں تو نبی کو قومِ عاد کا بھائی فرمایا جا رہا ہے جو کہ ایک کافر قوم تھی۔ تو پھر حضرتِ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کون سا جرم کر دیا جو پیغمبر کو بھائی لکھ دیا۔ اور وہ بھی اس حدیث کے ترجمہ وتشریح کے ضمن میں جس میں بھائی کا لفظ صراحتاً مذکور ہے۔ جس کی بنا پر اہلِ شرک وبدعت نے شہید مذکور ومظلوم کے خلاف بدتمیزی کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ (قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ) اہلِ بدعت کے بعض تحریف پسندوں نے اس سے صحیح طور پر درسِ عبرت لینے اور اپنی اصلاح کرنے کی بجائے الٹا یہ بڑہانکی ہے کہ یہ مطلب نہیں کہ قوم کو انہیں بھائی کہہ کر پکارنے کی اجازت تھی۔ حالانکہ بات پکارنے کی نہیں بلکہ محض ثبوت وجواز اور حقیقتِ نفس الامری کے اظہار وبیان کی ہے۔ جو روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ مگر جب شرک وبدعت اور ضد وعناد کی وجہ سے کسی کی مت ماری جائے تو اسے کون سمجھا جا سکتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ بہرکیف پیغمبر چونکہ بندہ و بشر اور اپنی قوم ہی سے اور ان ہی میں کا ایک فرد ہوتا ہے۔ اور اس کے بشر اور اپنی قوم ہی کے ایک فرد ہونے کے اعتبار سے اِتمامِ حجت بھی ہوتا ہے اور اس میں درسِ عبرت و حکمت کے کئی اہم پہلو بھی ہوتے ہیں' اسی لیے یہاں پر اسی عنوان یعنی ''اخا عاد'' سے حضرتِ ہود علیہ السلام کے تذکرے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ کہ قومِ عاد کے بھائی یعنی حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر کرو کہ اس میں بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔

۵۲ حضرتِ ہود علیہ السلام کے قصے کی تذکیر و یاددہانی کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا کہ 'عاد علیہ السلام کے بھائی یعنی حضرتِ ہود علیہ السلام کو بھی یاد کرو جبکہ انہوں نے ''احقاف '' کے علاقے میں اپنی قوم کو خبردار کیا؟'' قومِ عاد عرب کی قدیم

ترین اور اپنے دور میں بڑی مشہور و معروف اور ترقی یافتہ قوم تھی" مگر جب اس نے حق سے منہ موڑا اور حق اور اہلِ حق کی دشمنی و مخالفت پر کمربستہ ہوگئی تو آخرِ کار اللہ پاک کے عذاب میں ایسی پکڑی گئی کہ اس کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا گیا۔ اور اس طرح اپنے دور کی یہ سب سے بڑی ترقی یافتہ قوم ہمیشہ کیلئے مٹ گئی۔ اور اس حد تک کہ ایک قصہ ءِ پارینہ بن کر رہ گئی۔ کتابوں میں ذکر کے علاوہ ان کا کوئی وجود باقی نہیں رہ گیا۔ کفارِ قریش کو بھی چونکہ اپنی دنیاوی دولت اور حیثیت پر بڑا ناز تھا اور ان کو اور اپنی سیادت و قیادت اور بڑائی کا بڑا زعم اور گھمنڈ تھا جس کی بنا پر وہ حق کی راہ میں رکاوٹ بن رہے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے پاک پیغمبر کو ارشاد فرماتا ہے کہ ان کو ذرا قومِ عاد کا قصہ بھی سنا دیجئے تاکہ ان کے انجام سے یہ لوگ سبق لے سکیں، اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ اور اس کے خمار سے ہوش میں آسکیں۔ سو انکار اور تکذیبِ حق کا آخری نتیجہ و انجام بہر حال ہولناک ہلاکت و تباہی ہوتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو قدرت کے قانونِ اِمہال و استدراج کے مطابق جو مہلت ملتی ہے اس سے کبھی کسی کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے، کہ حق کے انکار اور اس کی تکذیب کا نتیجہ و انجام بہر حال بڑا ہولناک اور ہلاکت و تباہی ہوتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اور قومِ عاد کی تاریخ اس کا ایک زندہ جاوید ثبوت اور کھلی مثال ہے۔ یہ قوم اپنے عروج کو پہنچنے کے بعد جس طرح مٹی تو وہ سب کچھ اپنے اندر عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت رکھتا ہے۔ اور جس علاقے میں یہ قوم اپنی ترقی کے بامِ عروج کو پہنچی تھی اس کو دیکھ کر اب کوئی یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ یہاں بھی اس طرح کا کوئی تمدن اور عروج کبھی موجود رہا ہوگا۔ اور اسی لیے اس کو اب "الاحقاف" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ اب وہاں اس ترقی اور عروج کی جگہ اس طرح کے ریت کے ٹیلے ہیں۔ سو حق کا انکار اور اس سے اِعراض و روگردانی اور اس سے دشمنی کا آخری انجام یہی ہوتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے، اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے' آمین ثم آمین،

٥٣ "الاحقاف" کا مفہوم اور اس سے مراد؟: "احقاف"، "حقف" کی جمع ہے جو ریت کے اس ٹیلے کو کہا جاتا ہے جو لمبا ہو اور اونچائی میں پہاڑ سے کم ہو۔ ابنِ اسحاق کے بیان کے مطابق قومِ عاد کا یہ علاقہ یمن سے لے کر عمان تک پھیلا ہوا تھا۔ اور اسی میں حضرموت کے ایک مقام پر موجود ایک قبر کے بارے میں لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ یہ حضرتِ ہود علیہ السلام کی قبر ہے، جہاں ایک مقررہ تاریخ پر سالانہ میلہ بھی لگتا رہا ہے۔ جس میں اس کے اَطراف و اَکناف کے لوگ شریک ہوتے رہے ہیں۔ اگرچہ اس قبر کے بارے میں کوئی قطعی اور یقینی ثبوت اس بات کا موجود نہیں کہ یہ حضرتِ ہود علیہ السلام ہی کی قبر ہے۔ لیکن اس شہرت سے اتنا تو معلوم اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ قومِ عاد اور اس پر واقع ہونے والے عذاب کا محلِ وقوع اسی علاقے میں تھا جو کہ سعودی عرب کے مشہور ریگستان۔ الربع الخالی۔ کے جنوب میں واقع ہے۔ اور جہاں آج یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ کبھی یہاں پر کوئی اتنی مشہور و معروف تنومند و طاقتور اور ترقی یافتہ قوم موجود تھی۔ سو خداوندِ قدوس کے عذاب سے ان کو اس طرح ملیامیٹ کر کے رکھ دیا گیا کہ ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ پس اس میں کفارِ قریش اور دوسرے تمام دشمنانِ حق کیلئے بڑا سامانِ عبرت و بصیرت ہے۔ مگر عبرت پذیری کے اس اصل سبق کو چھوڑ کر اہلِ بدعت کے ایک تحریف پسند نے یہاں پر زہرفشانی کی ہے "معلوم ہوا کہ بزرگوں کا ذکر کرنا اور سننا سنانا عبادت اور ذریعہءِ تبلیغ ہے۔ اسی لئے بزرگوں کے عرس منائے جاتے ہیں۔" سو اس کو کہتے ہیں کہ بھوکے کا جواب دو اور دو چار روٹیاں۔

ملاحظہ ہو کہ موصوف اپنی بدعت پسندی کے لئے کیسی دور کی کوڑی لاتے ہیں، اور اللہ کے کلام کی کیسی تحریف وتاویل کرتے ہیں یہ لوگ؟ سوال یہ ہے کہ یہ تفسیر وتاویل صحابہ ءِ کرام سمیت پندرہ صدیوں کے ثقہ مفسرینِ کرام کو آخر کیوں نہ سوجھی؟ پھر یہاں ذکر کسی بزرگ کا نہیں۔ بلکہ یہاں تو اللہ پاک کے ایک نبی کا ذکر ہے۔ تو نبیوں کے نام کے کون سے عرس یہاں منائے جاتے ہیں؟ یا تم لوگ مناتے ہو؟ بلکہ سوا لاکھ کے لگ بھگ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے بعد سوا لاکھ صحابہ ءِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین اور ان کے بعد بے شمار اولیائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جن کی قبروں اور تواریخ وفات ہی کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔ اور پھر اگر ان سب کے عرس منانے لگو گے تو ایک ایک دن بلکہ ایک ایک منٹ میں کتنے کتنے عرس منانے کی ضرورت ہوگی؟ کیونکہ سوا لاکھ انبیائے کرام علیہم السلام اور سوا لاکھ صحابہ ءِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے علاوہ بے شمار اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ بھی گزرے ہیں۔ ان سب حضرات کے اگر یوم پیدائش بھی منائے جائیں اور یوم وفات بھی تو پھر حساب کر لو کہ کتنے لاکھ دن منانے کی ضرورت ہوگی؟ جبکہ سال پورے کے کل دن صرف تین سو پینسٹھ ہوتے ہیں۔ اب تم خود دیکھ لو کہ ایسے میں ایک ایک دن بلکہ دن کے ایک ایک حصے میں کتنے کتنے دن منانے کی ضرورت ہوگی؟ اور بزرگوں کے حالات وواقعات سننے سنانے کیلئے کیا ضروری ہے کہ یہ ان کے یوم وفات ہی پر سنے سنائے جائیں اور بس۔ اور اس کیلئے ان کے ناموں پر خاص دن ہی منائے جائیں، اور عرس ہی کیے جائیں؟ عبرت پذیری اور سبق گیری کیلئے سال کے ہر حصے میں ان کے حالات کیوں نہ سنے سنائے جائیں؟ اور پھر یہ کیا بات ہے کہ عرسوں اور تہواروں کی یہ بھرمار صرف برصغیر ہندو پاک ہی میں ہے۔ باقی اسلامی ممالک خاص کر سعودی عرب اور ارضِ حرمین شریفین میں اس طرح کے میلوں ٹھیلوں اور عرسوں وغیرہ کی یہ بہار آخر کیوں نہیں؟ جہاں کا چپہ چپہ مقدس اور تاریخی روایات کا امین و پاسدار ہے؟ اور جہاں سے ایمان واسلام کا یہ نور مبین طلوع ہوا ہے؟ اور اس کے علاوہ جزیرہ نمائے عرب کے دوسرے ملکوں مثلاً متحدہ عرب امارات کی سات ریاستوں' مسقط' کویت اور قطر، بحرین وغیرہ میں بھی ان کا کوئی ذکر و وجود آخر کیوں نہیں؟ جہاں کتنے ہی صحابہ ءِ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے بزرگانِ دین تشریف لائے ہوں گے اور وہ انہی ملکوں کی دھرتی میں جگہ جگہ آسودۂ خواب ہوئے ہونگے۔ سو یہ عرس اور قوالیاں وغیرہ اور یہ میلے ٹھیلے دین نہیں، بلکہ بدعات ہیں۔ جن کو لوگوں نے از خود ایجاد کیا۔ اور ان کو قرآنِ پاک سے ثابت کرنا اور تفسیرِ قرآن کے نام سے ان کو قرآنِ کریم کے حواشی میں درج کرنا تفسیر نہیں، بلکہ تحریف ہے۔ اور یہ ظلم بالائے ظلم کا مصداق ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

❁❁❁

اَللّٰھُمَّ !

اجْعَلْنَا کَمَا یَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا یَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ، فَاِنَّکَ اَنْتَ تُجِیْبُ عَبْدَکَ اِذَا دَعَاکَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ، اٰمِرًا عِبَادَکَ وَمُرْشِدًا اِیَّاھُمْ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"

❁❁❁

النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

پہلے بھی گزر چکے تھے اور اس کے بعد بھی آتے رہے کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی کی بندگی مت کرو، مجھے تمہارے بارے میں

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

سخت اندیشہ ہے ایک بہت بڑے (اور) ہولناک دن کے عذاب سے (۲۱) انہوں نے کہا کیا تم ہمارے پاس اسی لئے آئے

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ

ہو کہ ہمیں پھیر دو ہمارے معبودوں سے؟ پس تم لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈرا رہے ہو اگر تم سچے لوگوں

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ

میں سے ہو، ف ۵۴ (۲۲) ہود نے کہا کہ اس کا علم تو حقیقت میں اللہ ہی کے پاس ہے، میں تو صرف وہ پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں جسے دے

۵۴ منکر قوم کی بغاوت وسرکشی کا ایک نمونہ ومظہر: سو یہ قوم ہود کا اپنے پیغمبر کو باغیانہ اور سرکشانہ جواب تھا اور اس سے ایسی باغی اور سرکش قوموں کی بغاوت وسرکشی کا ایک نمونہ ومظہر سامنے آتا ہے سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کے حق وصدق اور درد وسوز بھرے خطاب کے جواب میں ان سے کہا کہ ''کیا تم ہمارے پاس اسی لیے آئے ہو کہ ہمیں برگشتہ کر دو اپنے معبودوں سے، پس تم لے آؤ ہم پر وہ عذاب۔ جس کی دھمکی تم ہمیں دے رہے ہو اگر تم سچے ہو اپنے قول وقرار میں۔'' سو یہ تھا قومِ عاد کا اپنے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو باغیانہ اور سرکشانہ جواب کہ ہم تمہارے کہنے پر اپنے باپ دادوں کے طور طریقوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اور یہی بات آج کا جاہل مسلمان اور کلمہ گو مشرک بھی اہلِ حق کے جواب میں کہتا ہے کہ تم نیا دین لے کر آ گئے ہو، اور ہمیں اپنے باپ دادا کی روایات اور ان کے طور طریقوں سے پھیرنا چاہتے ہو۔ اور ہماری ثقافت وتاریخ مٹانا چاہتے ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔ ''تَاْفِكَنَا''، ''اِفْک'' سے بنا ہے۔ جس کے معنی جھوٹ بولنے کے آتے ہیں۔ اور اسکے بعد ''عن'' کا صلہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ لفظ ''صرف'' وغیرہ جیسے کسی ایسے فعل کو متضمن ہے جو پھیرنے کے معنی میں آتا ہے۔ سو ان بدبختوں نے حضرت ہود علیہ السلام کے جواب میں کہا کہ تم اپنی نبوت اور رسالت کے جھوٹے دعوے سے اور اس کی دھونس جما کر ہمیں اپنے معبودوں سے پھیرنا اور اپنے بڑوں کی روایات اور اپنے موروثی دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہو۔ اس لئے ہم تمہاری یہ بات ماننے کیلئے تیار نہیں۔ اور تم سے صاف کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو تو اپنے اس عذاب کو لا دکھاؤ جس کی دھمکی تم ہمیں دے رہے ہو۔ یعنی ہم نے بہرحال اپنے اس دین ومذہب کو نہیں چھوڑنا۔ تم جو کر سکتے ہو کر لو۔ سو اس سے ان لوگوں کے عناد اور ان کی ہٹ دھرمی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے تو پھر ایسے معاند اور ہٹ دھرم لوگوں کو حق وہدایت کی روشنی آخر ملے تو کیسے اور کیونکر ملے؟۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ عناد وہٹ دھرمی سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

اللّٰهِ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا

کر مجھے بھیجا گیا ہے ۵۵ مگر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ تو نری جہالت سے کام لے رہے ہو ۵۶ (۲۳) آخر کار جب انہوں نے

تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ

دیکھا اس (عذاب) کو ایک ایسے بادل کی شکل میں جو بڑھا چلا آ رہا تھا ان کی وادیوں کی طرف، تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو ایک

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ

بادل ہے جو ہم پر برسنے آ رہا ہے (ارشاد ہوا کہ نہیں) بلکہ یہ تو وہی عذاب ہے جس کے لئے تم لوگ جلدی مچا رہے تھے، یہ تو

رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ

ہوا کا ایک طوفان ہے جس میں ایک بڑا ہی دردناک عذاب ہے ۵۷ (۲۴) جو تباہ کر کے رکھ دے گی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے (وارشاد)

رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي

ہے ۵۸ چنانچہ اس کے نتیجے میں ان کا حال یہ ہو گیا کہ ان کے گھروں (کے کھنڈرات) کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اسی طرح

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ

ہم بدلہ دیتے ہیں مجرم لوگوں کو، ۵۹ (۲۵) اور بلاشبہ ہم نے ان لوگوں کو ان چیزوں میں

۵۵ حضرتِ ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو پیغمبرانہ شان کا جواب: سو حضرتِ ہود علیہ السلام نے ان لوگوں کے جواب میں ان سے کہا کہ "علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ میرا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے اور بس"۔ یعنی نہ تو وہ عذاب لانا میرے بس میں ہے، اور نہ ہی مجھے اس کے بارے میں کوئی علم ہے کہ وہ کب آئے گا۔ یہ سب کچھ تو اللہ پاک ہی کے علم اور اسی کی قدرت کے ماتحت ہے۔ میرا کام تو صرف اس قدر ہے کہ میں تم لوگوں کو خداوندِ قدوس کا وہ پیغام بلاکم وکاست پہنچا دوں جسکے ساتھ اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے یہاں پر "انما" کے کلمہء حصر کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ غیب کے ان حقائق کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور اہلِ بدعت کے بڑے حضرات نے بھی اس کا ترجمہ انہی لفظوں سے کیا ہے کہ "اسکی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے"۔ پس اس سے انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام رحمہم اللہ کیلئے علمِ غیب کے شرکیہ عقیدے کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ مگر اسکے باوجود اہلِ بدعت ہیں کہ غیر اللہ کیلئے علمِ غیب کلی کا شرکیہ عقیدہ رکھتے ہیں، اور اس کیلئے وہ طرح طرح کے پاپڑ بیلتے اور جتن کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن وسنت کی صاف وصریح نصوصِ کریمہ میں بھی یہ لوگ طرح طرح کی تحریفات وتلبیسات سے کام لیتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف حضرتِ ہود نے اپنی سرکش اور باغی قوم کے اس مطالبے کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عذاب کے بارے میں علم تو اللہ ہی کے پاس، اور اسی کے اختیار میں ہے۔ میرا کام تو صرف پیغامِ حق پہنچا دینا ہے اور بس۔ باقی رہا عذاب کا معاملہ کہ وہ تم پر کب آئیگا اور کس شکل میں آئیگا تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے۔

سبحانہ وتعالیٰ ۔ میں اسکے بارے میں نہ کچھ کہہ سکتا ہوں اور نہ کر سکتا ہوں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تم لوگوں کا انجام کیا اور کیسا ہونے والا ہے

۵۶ حق کا انکار نری جہالت اور بڑی بدبختی ۔ والعیاذُ باللہ: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ حق کا انکار اور اس سے اِعراض نری جہالت اور بدبختی ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی اس باغی اور سرکش قوم خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یقینی طور پر بری جہالت برت رہے ہو، کہ دعوتِ حق کو اپنانے، اور اپنے ہولناک انجام سے بچنے کی بجائے تم عذاب کا مطالبہ کرتے ہو، جو کہ نری حماقت اور کھلی بدبختی ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ کہ تم لوگ ایمان وہدایت کے ذریعے اس عذاب سے بچنے کی فکر کرنے کی بجائے الٹا اس عذاب کیلئے جلدی مچا رہے ہو جو بہرحال اپنے وقت پر تم لوگوں پر آ کر رہے گا۔ بھلا اتنا تو سوچو کہ جب وہ آ گیا اور تم اس میں دھر لئے گئے اور فرصتِ عمر تم سے چھین لی گئی تو پھر تم اس سے بچو گے کس طرح؟ اس سے چھٹکارے کی پھر تمہارے لئے کیا صورت ممکن ہو سکے گی؟ تو پھر تم اس کیلئے آخر جلدی مچاتے کس بنا پر ہو؟۔ (مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ)۔ یعنی مجرم لوگ کاہے کیلئے جلدی مچا رہے ہیں۔ سو نورِ حق وہدایت سے منہ موڑنا نری جہالت اور بڑی بدبختی اور محرومی ہے کہ اس سے ایک طرف تو انسان جہالت اور لاعلمی کے اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے اور دوسری طرف وہ ایک غیر ذمہ دار اور لایعنی شخص بن کر اپنے نفع و نقصان کے شعور سے عاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے لیے عذاب اور دائمی خسارے تک کا مطالبہ کرنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار اس کو عذاب میں دھر لیا جاتا ہے، اور وہ ہمیشہ کے خسارے میں مبتلا ہو کر رہتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویاارحم الراحمین،

۵۷ قومِ عاد پر عذابِ موعود کی آمد کا ذکر و بیان: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ آخر کار قومِ عاد پر عذابِ موعود آ کر رہا۔ اور وہاں سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔ روایات میں ہے کہ ان لوگوں پر ایک عرصہ تک بارش بند رہی۔ اس کے بعد جب انہوں نے اس بادل کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تو وہ خوشی سے اچھل پڑے کہ یہ بارش ہے جو ہم پر برسنے آ رہی ہے۔ مگر حضرتِ ہود علیہ السلام کی طرف سے یا قدرت کی طرف سے ان کو بتایا گیا کہ یہ بارش نہیں بلکہ یہ وہی عذاب ہے جس کیلئے تم لوگ جلدی مچا رہے تھے۔ اور جس ہوا کو تم نے کبھی کچھ سمجھا ہی نہیں ہوگا وہی اب تمہاری اس طرح سے جڑ نکال کر رکھ دے گی کہ تمہارا نام و نشان ہی مٹ جائے گا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (المدثر: ۳۱ پ ۲۹)۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ ان لوگوں کو اس طرح پٹخ پٹخ کر مارا اور ایسے اٹھا اٹھا کر پھینکا جس طرح کھجوروں کے اکھڑے ہوئے تنے پڑے ہوں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (القمر: ۲۰ پ ۲۷) والعِیاذُ باللہ۔ بہرکیف جس عذاب سے ان بدبخت قوم کو خبردار کیا جاتا تھا اور وہ اسے ماننے کو تیار نہیں ہو رہے تھے وہ عذابِ موعود بالآخر ان پر آ کر رہا۔ اور یہ اس میں اس طرح گھر کر رہ گئے کہ اب اس سے نکلنے اور خلاصی پانے کی کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ رہی۔ اور وہ عذاب ان پر وہاں سے آیا جہاں سے ان کو اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا۔ سو یہ ہوتا ہے آخری انجام حق کو جھٹلانے والوں کا جو کہ نہایت ہی ہولناک اور انتہائی عبرت ناک انجام ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین،

۵۸ ہر چیز اپنے ربّ کے حکم کی پابند، سبحانہ و تعالیٰ: سو اس سے یہ اہم اور بنیادی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہر چیز اپنے نفع و نقصان کے سلسلے میں اپنے ربّ کے حکم کی پابند ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ہوا ایسی زور کی اور اس قدر ہولناک ہو گی کہ ہر چیز کو تباہ اور برباد کر کے رکھ دے گی اپنے ربّ کے حکم سے۔ یعنی اصل چیز تو حکم خداوندی ہے۔ ورنہ اس کے بغیر کسی بھی چیز سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ سو ہر چیز نفع دینے یا نقصان پہنچانے میں اپنے خالق و مالک ہی کے حکم و ارشاد کی پابند ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ جیسا حکم ملے گا ویسے ہی کرے گی۔ ورنہ بذاتِ خود اس میں نہ کسی نفع و نقصان کا کوئی اختیار ہوتا ہے اور نہ ضرر رسانی کا۔ سو ہوا جس پر انسانی زندگی کا مدار و انحصار ہے وہ بھی انسان کیلئے نفع اور فائدے کا ذریعہ اور سبب اسی وقت تک ہوتی ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی اور اس کا حکم و ارشاد ہوتا ہے۔ ورنہ یہی ہوا دائمی ہلاکت اور تباہی کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ جیسا کہ قوم عاد کی مثال سب کے سامنے ہے۔ اللھم فَاِناً نسالک من الخیر کلہ عاجلہ و آجلہ و نعوذ بک من الشر کلہ عاجلہ و آجلہ بیدک الخیر و انت علی کل شیء قدیر۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین،

۵۹ مجرموں کا انجام ہلاکت و تباہی۔ والعیاذُ باللہ جل و علا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو"۔ سو مجرم لوگ بہر حال اپنے انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے سزا انہی لوگوں کو ملتی ہے جو اپنے جرم پر مستمر رہتے ہیں۔ اور جو سچی توبہ و انابت سے اپنے جرم کو معاف کرا دیتے ہیں وہ اس کی گرفت و پکڑ سے بچ جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔ دوسری بات یہ کہ جو بھی کوئی اپنے جرم پر اڑا رہے گا وہ آخر کار اپنے انجامِ بد کو پہنچ کر رہے گا۔ اور اس کو اپنے کیے کرائے کا انجام بہر حال بھگتنا ہو گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس توبہ و استغفار اور رجوع الی اللہ ہی وہ ذریعہ و وسیلہ ہے جس سے انسان اس ذوانتقام کی گرفت و پکڑ اور اپنے کیے کرائے کے وبال و انجام سے بچ سکتا ہے۔ سو مجرم لوگ اپنے جرائم کی سزا بہر حال پا کر رہتے ہیں کہ یہی تقاضا ہے حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کے عدل و انصاف کا۔ پس کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ صرف ماضی کی کہانی اور پرانا قصہ ہے۔ بلکہ یہ ایک نمونہ اور مثال ہے مجرموں کے سزا پانے کی۔ پس اگر کل کی وہ مجرم قومیں اپنے اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آج کے مجرم اپنے انجام اور اپنے بھگتان کے بھگتنے سے بچ جائیں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کیلئے ایک اور یکساں ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اَللّٰھُمَّ !

اجْعَلْنَا کَمَا یَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا یَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ، فَاِنَّکَ اَنْتَ تُجِیْبُ عَبْدَکَ اِذَا دَعَاکَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ، اٰمِرًا عِبَادَکَ وَمُرْشِدًا اِیَّاھُمْ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"

مَكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّ

قدرت دی تھی جن میں تم کو نہیں دی (اے دور حاضر کے بدمست لوگو!) ف٦٠ اور ان کو ہم نے کان بھی عطا کیے تھے، اور آنکھیں اور

اَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ

دل بھی، مگر نہ ان کے کان ان کے کچھ کام آسکے، نہ ان کی آنکھیں،

وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ

اور نہ ہی ان کے دل، کیونکہ وہ (جان بوجھ کر) انکار کرتے تھے اللہ کی

اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ

آیتوں کا، ف٦١ اور گھیر کر رہی ان کو وہی چیز جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے، ف٦٢ (٢٦) اور بلاشبہ

اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ

ہم تمہارے گردو پیش کی اور بھی بہت سی بستیوں کو ہلاک کر چکے ہیں ف٦٣ اور ہم نے (ان کے لئے بھی) اپنی آیتیں طرح طرح سے بیان کیں،

٦٠ محض مادی ترقی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ والعیاذ باللہ العظیم: سو مادہ پرست منکروں کو تنبیہ کرتے ہوئے اور گزشتہ منکر قوموں کی مادی ترقی کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم نے ان کو ان باتوں میں قدرت دی تھی جن کی قدرت تم لوگوں کو نہیں دی''۔ چنانچہ جسمانی ڈیل ڈول' قوت وطاقت' مال ودولت کی کثرت وفراوانی اور حکومت وسلطنت وغیرہ کی جو جو اور جس قدر نعمتیں ان کو دی گئی تھیں وہ تمہیں نہیں دی گئیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ تعداد اور قوت وغیرہ میں بھی ان سے کہیں بڑھ کر تھے اور آثار ونشانات کے اعتبار سے بھی۔ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (المومن: ۸۲ پ۲۴) نیز ایک اور مقام پر فرمایا گیا۔ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ (سبا: ۴۵ پ۲۲) اور خود ان لوگوں کو اپنی اس قوت وطاقت کا اتنا گھمنڈ اور ناز تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ''ہم سے بڑھ کر طاقت ور اور کون ہوسکتا ہے؟'' فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (حٰمٓ السجدۃ: ۱۵ پ۲۴) نیز وہ کہا کرتے تھے کہ ہم مال اور اولاد میں سب سے بڑھ کر ہیں اور ہمیں کوئی عذاب نہیں ہوسکتا۔ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (سبا: ۳۵ پ۲۲) سو اسی تکبر اور کفر وانکار کی بنا پر ان کا وہ حشر ہوا جو اور کسی کا نہیں ہوا۔ والعیاذ باللہ العظیم، پس اس میں درسِ عبرت اور تنبیہ وتذکیر ہے کفارِ قریش اور ان کے بعد کے ہر دور کے ان منکرین ومکذبین کیلئے جو اپنی دنیاوی ترقی اور مال ودولت کی کثرت کی بناء پر مست ومگن

ہو کر حق سے منہ موڑ لیتے ہیں کہ ان کا انجام بہر حال بڑا ہولناک اور انتہائی عبرتناک ہوتا ہے۔ سو نورِ حق و ہدایت سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اور اس سے سرفرازی دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی ہے۔ وباللہ التوفیق۔ پس یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ محض مادی ترقی اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف،

۶۱ مادی ترقی کا گھمنڈ اور کبر و غرور باعثِ محرومی۔ والعیاذُ باللہ العظیم : سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ محض مادی ترقی انسان کو کبر و غرور میں مبتلا کر کے رکھ دیتی ہے جس کے نتیجے میں وہ اندھا بہرا بن کر رہ جاتا ہے اور حق سے منہ موڑ کر اور اس کا انکار کر کے بالآخر وہ ہلاکت و تباہی کے دائمی گڑھے میں جا گرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ماضی کی ان منکر قوموں کو ہم نے کانوں، آنکھوں اور دلوں کی تمام عظیم الشان نعمتوں سے نوازا تھا تاکہ اس طرح وہ صحیح طور پر غور و فکر سے کام لے کر اپنی بگڑی بنا سکیں مگر اپنے کبر و غرور اور انکار و اعراض کے باعث وہ اندھے اور بہرے بن کر رہ گئے۔ اور ایسے کہ وقت آنے پر نہ ان کے کان ان کے کچھ کام آ سکے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ہی ان کے دل، کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے رہے تھے۔ سو دنیاوی امور میں تو وہ بڑے تیز و طرار اور ہوشیار تھے اور اس میں ان کے دل و دماغ خوب چلتے تھے مگر حق کے فہم و ادراک اور قبول و تسلیم کیلئے ان کے یہ اعضاء معطل و ماؤف تھے۔ اور اتنے کہ الٹا یہ ان کی تباہی ہی میں اضافے کا باعث بنتے گئے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ دل و دماغ اور آنکھ کان وغیرہ نہ ہونے کے برابر بلکہ اس سے بھی برے ہیں جو حق کے فہم و ادراک اور تسلیم و قبول کے کام نہ آ سکیں۔ خواہ دنیاوی اعتبار سے وہ ستاروں پر ہی کمندیں ڈالنے والے کیوں نہ ہوں۔ سو آج کی مادی ترقی پرست و مگن قوموں کیلئے اس میں بڑا بھاری درسِ عبرت و بصیرت ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ کان، آنکھ، اور دل کے اندر بھی حقیقی روشنی اللہ تعالیٰ کی آیات اور ان پر ایمان ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ آیاتِ الٰہی کے یقین اور نورِ ایمان سے منور نہ ہوں تو یہ سب چیزیں بیکار ہو کر رہ جاتی ہیں اور ان کی رسائی صرف محسوسات تک ہی ہوتی ہے۔ اور وہ بھی ان کے مادی فوائد اور حسی منافع کے اعتبار سے کہ کس چیز سے کتنا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور کس طور پر۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی اصل صلاحیتیں سب کی سب بالکل کند ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اور وہ اشیاء کے مادی پہلو اور ان کے محسوس فوائد کے سوا اور کسی طرف متوجہ ہونے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ حالانکہ غور و فکر کا اصل پہلو یہی ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآنِ حکیم میں ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "انکے پاس کان ہیں لیکن یہ ان سے سنتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں لیکن یہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس دل ہیں لیکن یہ ان سے سوچنے سمجھنے کا کام نہیں لیتے" سو تکبر و غرور اور تمرد و سرکشی کے نتیجے میں انسان کے قُویٰ علم و ادراک ماؤف ہو جاتے ہیں اور اسکے نتیجے میں وہ ایک کندۂ ناتراش بن کر رہ جاتا ہے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ، سو اس طرح اور معدہ کے غلام انکارِ حق کے جرم میں مبتلا ہو کر اندھے اور بہرے اور "شر البریہ" (بدترین مخلوق) بن کر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ ایسا ہولناک خسارہ ہے جس جیسا دوسرا کوئی خسارہ ممکن و متصور ہی نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کی ہر قسم و شکل اور اسکے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین،

۶۲ حق کا مذاق اڑانے کا نتیجہ و انجام ہلاکت و تباہی۔ والعیاذُ باللہ : سو ارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار گھیر کر رہی

ان لوگوں کو وہی چیز جس کا وہ لوگ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ یعنی وہ عذاب جس کو وہ جھٹلاتے تھے اور اس کیلئے جلدی مچایا کرتے۔ پس اس میں تنبیہ و انذار ہے کفار مکہ اور ان کی روش پر چلنے والے دوسرے تمام منکرین اور مکذبین حق کیلئے کہ حق کے انکار اس سے مذاق و استہزاء اور اہل حق سے عداوت و دشمنی کا نتیجہ و انجام بہرحال بڑا برا اور نہایت بھیانک و ہولناک ہوتا ہے۔ ربّ رحمٰن۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اپنی رحمت بے پایاں کی بنا پر اپنے بندوں کو اس سے خبردار کرتا ہے کہ تم اس سے بچنے کی فکر کرلو قبل اس سے کہ حیاتِ مستعار کی یہ فرصت محدود تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور وہ آخری انجام اور ہولناک عذاب تم کو آدبوچے جس سے بچ نکلنے کی اور خلاصی پانے کی پھر کوئی صورت تمہارے لئے ممکن نہ ہو۔ وباللہ التوفیق اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہراعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہرمکروفریب سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین،

۶۳ کفارِ قریش اور دوسرے منکرین کو تنبیہ و تذکیر: سوایسے تمام منکرین کو خطاب کرکے اور ان کے ضمیروں کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا گیا اور اُدواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "بلاشبہ ہم تمہارے گردوپیش کی اور بھی بہت سی بستیوں کو ہلاک کرچکے ہیں"۔ جیسے قوم ثمود، قوم سبا، قومِ مدین اور قومِ لوط وغیرہ۔ جن کے آثار ونشانات اور کھنڈرات یہ لوگ اپنے سردیوں اور گرمیوں کے تجارتی سفروں کے دوران خود دیکھتے ہیں۔ مگر اس سے سبق نہیں لیتے۔ اور یہ صرف وہیں کے لوگوں اور کفار قریش ہی پر منحصر نہیں، بلکہ غفلت شعاری اور لاپرواہی کی یہ روش انسان پر ہمیشہ مسلط رہی ہے۔ اور کل کی طرح آج بھی ہے۔ اس انسانِ مغفل کا کل بھی یہی حال تھا اور آج بھی یہی ہے۔ ہلاک اور تباہ شدہ قوموں کے ایسے آثار ونشانات یہاں اور وہاں پوری دنیا میں جگہ جگہ بکھرے اور پھیلے پڑے ہیں۔ اور آج کے غافل انسان کا معاملہ تو اور بھی زیادہ تعجب انگیز اور افسوسناک ہے کہ یہ اس طرح کے آثارِ قدیمہ کی حفاظت کیلئے طرح طرح کے پاپڑ بیلتا ہے اور اس کے لئے بھاری خرچ بھی کرتا ہے مگر عبرت پذیری کے اصل مقصود سے یہ بھی کل کے انسان کی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر غافل اور لاپرواہ ہے۔ اور یہ وہاں جاکر ان سے درسِ عبرت لینے کی بجائے الٹا اپنی غفلت شعاری میں اضافے کا سامان کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد سے غافل لوگوں کے دلوں پر دستک دی گئی ہے اور ان کے ضمائر کو جھنجھوڑا گیا ہے کہ اپنے اردگرد پھیلے بکھرے ان آثار ونشانات میں غور وفکر سے کام لے کر تم لوگ درسِ عبرت لو۔ اور اپنی اِصلاح کرلو قبل اس سے کہ تم اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہو جس سے پھر تمہارے لیے نکلنے اور چھٹکارا پانے کی کوئی صورت ممکن نہ رہے۔ کیونکہ اللہ کا عذاب جب آجاتا ہے تو پھر اس کو ٹالنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال،

---------------------- ❀ ❀ ❀ ----------------------

اَللّٰھُمَّ !

اِنَّانَسْأَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی، وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی، وَمِنَ الْعَمَلِ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی، وَاَنْ تَجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ، اِنَّکَ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ قَدِیْمٌ مَلِکٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

تا کہ وہ باز آجائیں، ف٦٤ ﴿٢٧﴾ پھر (عذاب آنے پر) کیوں نہ ان کی کوئی مدد کرسکیں وہ ہستیاں جن کو انہوں نے اللہ کے سوا قرب حاصل کرنے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ

کے لئے اپنا معبود بنا رکھا تھا؟ بلکہ (اس وقت) ان سے کھوگئیں (اور گم ہوکر رہ گئیں) وہ سب کی سب، ف٦٥ اور یہ تھا نتیجہ (وانجام) ان

وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَاِذْ

کے اس جھوٹ کا (جو یہ لوگ بولا کرتے تھے،) اور ان کے ان ڈھکوسلوں کا جو یہ گھڑا کرتے تھے، ف٦٦ ﴿٢٨﴾ اور (ان سے اس کا بھی

صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ

تذکرہ کرو کہ) جب ہم نے پھیر دیا آپ کی طرف (اے پیغمبر!) جنوں کے ایک گروہ کو جو کان لگا کر سن رہے تھے اس

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا

قرآن (عظیم) کو، ف٦٧ سو جب وہ وہاں پہنچ گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو، ف٦٨ پھر جب قرآن پڑھا جاچکا تو وہ واپس

٦٤ تنبیہ وتذکیر کیلئے طرح طرح کے اسالیب سے کام لینے کا ذکر وبیان، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلَّ وَعَلَا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم نے طرح طرح سے بیان کیا اپنی آیتوں کو تا کہ یہ لوگ باز آجائیں"۔ یعنی یہ باز آجائیں اپنی غلط روش سے، اور رجوع کرلیں باطل سے حق کی طرف۔ کفر سے اسلام کی طرف، اور بغاوت وسرکشی سے اپنے خالق ومالک کی اطاعت وبندگی کی طرف۔ سبحان اللہ! رب رحمٰن کس قدر مہربان ہے اپنے بندوں پر اور وہ ان کو برے انجام سے بچانے کیلئے کس کس طرح انتظام فرماتا اور ان کو جھنجھوڑتا ہے۔ مگر یہ بندے کس قدر ناشکرے، بے انصاف، اور نافرمان ہیں، کہ پھر بھی سرکشی اور بغاوت ہی پر اڑے ہوئے ہیں، اور حق کی طرف رجوع کرنیکی اس سعادت سے محروم وبے بہرہ اور بے فکر ولا پرواہیں وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ وَلَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ سِوَاهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ جَلَّ وَعَلَا۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ان کی آنکھیں کھولنے اور ان کے دلوں کے پردے ہٹانے کیلئے ان کے سامنے اپنی آیتوں کو گوناگوں انداز سے پیش کیا تا کہ یہ حق وہدایت کی طرف رجوع کرکے اپنی دنیا وآخرت کے سنوارنے کا سامان کرسکیں۔ مگر انہوں نے غفلت اور لاپرواہی ہی سے کام لیا۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے، اور راہ حق وہدیت پر مستقیم وثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے' آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین،

٦٥ معبودانِ من دون اللہ کی بے حقیقتی کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تحضیض کے ساتھ اور استفہام وسوال کے انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ پھر کیوں ان کے کچھ کام نہ آسکیں وہ ہستیاں جن کو انہوں نے اللہ کے سوا اپنا معبود بنا رکھا تھا، اس کا قرب حال کرنے کیلئے اور ان کو وہ واسطے اور وسیلے کے طور پر اپنا حاجت روا ومشکل کشا سمجھ کر پوجا پکارا کرتے تھے کہ ہماری ان کے

آگے اور انکی خدا کے آگے۔ اور کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں (هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ)۔ پس اس آیتِ کریمہ میں اہل مکہ اور ان سب لوگوں کیلئے زجر وتوبیخ ہے جو اللہ پاک کے سوا اوروں کو حاجت روا اور مشکل وغیرہ سمجھ کر غائبانہ پکارتے ہیں کہ وقت پڑنے پر ان میں سے کوئی بھی تمہیں کچھ کام نہیں آسکے گا۔ پس سیدھے اور براہِ راست اللہ پاک ہی کو پکارو اور اسی کی بارگاہ اقدس واعلیٰ میں حاضری دو۔ اور اپنی ہر حاجت وضرورت میں اسی کو یاد کرو کہ وہی وحدہ لاشریک ہے جو ہر کسی کی سنتا اور ہر حال میں سنتا اور سب کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو جن چیزوں کو مشرک لوگ از خود اللہ کے قرب کا ذریعہ قرار دے کر پوجتے پکارتے ہیں ان میں سے کوئی بھی چیز کام آنے والی نہیں۔ کیونکہ وہ سب اوہام وخرافات کا پلندہ ہوتا ہے،

۶۶ شرک، نمبرا کا جھوٹ اور افتراءِ محض، والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ تھا نتیجہ وانجام ان کے کذب و افتراء کا اور انکے اس جھوٹ کا جو وہ لوگ گھڑا کرتے تھے اپنے شرک اور شرکیات کے حق میں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور جن طرح طرح کے خود تراشیدہ فلسفوں اور ڈھکوسلوں سے کام لیکر یہ لوگ ان وسائط کی ضرورت کو ثابت کیا کرتے تھے کہ "دیکھو نا جی براہِ راست تو آپ دنیا کے کسی بادشاہ یا کسی ایس ایس پی، ڈی سی تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ تو پھر خدا تعالیٰ تک بلا واسطہ کیسے پہنچ سکتے ہو؟ یعنی حضرتِ خالق جَلَّ مَجْدُہٗ کی شان اقدس واعلیٰ کو اور اس کی قدرتِ لامحدود اور علمِ لا متناہی کو اسکی عاجز مخلوق پر قیاس کر کے تم لوگ اس طرح کی گمراہیوں کے دروازے کھولتے تھے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جو مشرکانہ فلسفے ایسے لوگوں نے اپنے شرک کے جواز اور ترویج کیلئے گھڑ رکھے تھے وہ سب کچھ نرا جھوٹ تھا۔ اور جو حجت بازیاں یہ لوگ اس بارے میں کیا کرتے تھے وہ سب محض افتراء تھا۔ آج دنیا کے اس دار الامتحان میں باطل کی ایسی صورتوں پر پردہ پڑا ہوا ہے جو کہ تقاضا ہے ابتلاء وآزمائش کا۔ لیکن کل قیامت کے اس جہانِ کشف ومشاہدہ میں جب سب کچھ اپنی اصل شکل وصورت میں ان کے سامنے آجائے گا تو اس وقت ان کی ایسی تمام حجت بازیوں کے پردے پھٹ اور چھٹ جائیں گے۔ اور ان کا جھوٹ اور افتراء ان کے سامنے آجائے گا۔ تب ان کی آنکھیں کھل جائیں گی، اور ان کو اچھی طرح اور پورے طور پر معلوم ہو جائے گا کہ اپنے شرک اور شرکیات کیلئے انہوں نے جو جو ڈھکوسلے گھڑ رکھے تھے وہ قطعی طور پر بے بنیاد اور بے حقیقت تھے۔ سو شرک نرا جھوٹ اور افتراءِ محض ہے جس کی نہ کوئی اساس وبنیاد ہے نہ ہو سکتی ہے سوائے اوہام وخرافات اور من گھڑت ڈھکوسلوں کے جو قیامت کے یومِ فصل وتمیز میں، هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو جائیں گے تب حقیقت اپنی اصل شکل میں پوری طرح کھل کر انکے سامنے آجائیگی جس سے ان کی یاس وحسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ والعیاذ باللہ جل وعلا اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اور ہر طرح سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیئ ء

۶۷ قرآنِ حکیم کی اثر آفرینی جِنّوں پر: سو اس سے جنوں کے قرآن سننے اور اس سے متاثر ہونے کے واقعے کی تذکیر و یاد دہانی فرمائی گئی ہے جس میں پیغمبر کیلئے اور آپ کے توسط سے ہر داعیءِ حق کے لیے تسلیہ کا سامان ہے۔ یعنی اس کا عطف "اَخَا عَادٍ" پر ہے۔ یعنی ان لوگوں کو جنوں کا یہ واقعہ بھی سنا دیجئے تا کہ انکے سامنے یہ امر واضح ہو سکے کہ جس قرآن پر ایمان لانا تمہیں اتنا گراں ہے

وہ ایسا صاف صریح اور اس قدر پرتاثیر کلامِ حق ہے کہ جنوں جیسی مخلوق بھی، جن کی اصل طبیعت پر شر ہی کا غلبہ ہوتا ہے، وہ پہلی ہی مرتبہ سننے سے اس پر ایمان لے آئی اور وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے تو حق کے داعی و مبلغ اور منذر بن کر لوٹے۔ مگر حیف ہے تم لوگوں پر کہ تمہارے دلوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ صحیح اور معتبر روایات کے مطابق یہ قصہ اس وقت پیش آیا جبکہ آنحضرت ﷺ طائف سے واپس تشریف آوری کے دوران بطنِ نخلہ کے مقام پر عشاء یا صبح کی نماز میں مصروف تھے۔ تو اس وقت جنوں کے اس گروہ کا وہاں سے گزر ہوا اور انہوں نے اس موقع پر قرآنِ کریم سنا جس سے ان کے دلوں پر اس طرح کا اثر ہوا۔ آنحضرت ﷺ کو کچھ اشارات کے ذریعے اجمالی طور پر اس کا کچھ پتہ چلا مگر تفصیلی طور پر اس بارے میں معلوم نہ ہو سکا تھا۔ تا آنکہ اس بارے میں وحی نازل ہوئی اور سب صورتِ حال تفصیلی طور پر آپ ﷺ کو بتا دی گئی۔ اور اس طرح بصائر و عبر اور دروس و ہدایات کا یہ عظیم الشان مرقع آپ ﷺ کو عطا فرما دیا گیا جو راہِ حق و ہدایت اور طریقِ فوز و فلاح کے لئے قیامت تک مخلوقِ خداوندی کی راہنمائی فرماتا اور ان کے لئے نشانہائے راہ کو روشن و منور کرتا رہے گا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ سو اس میں پیغمبر کیلئے تسکین و تسلی کا سامان ہے کہ یہ لوگ اگر اس کتابِ حکیم پر ایمان نہیں لاتے تو اس کا مطلب یہ نہیں اور ہرگز نہیں کہ اس میں آپ ﷺ کا یا اس کتابِ حکیم کا کوئی قصور ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہٹ دھرمی پر آئے ہوئے ہیں اور ان کی اپنی طبیعتوں کا فساد ان پر غالب ہے۔ ورنہ اس کتاب کی تاثیر و دلکشی کا یہ عالم ہے کہ جنوں کے کانوں میں بھی اس کی آواز پڑی تو وہ سراپا گوش بن کر اس کے آگے جھک گئے اور اس پر ایمان لے آئے۔ اور اس کی دعوت کو لے کر اپنی قوم کی اصلاح کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سو قصور آپ ﷺ کا یا اس کتابِ حکیم کا نہیں بلکہ ان لوگوں کے اپنے فسادِ باطن اور زیغِ طبع کا ہے جو ان کی محرومی کا باعث ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین،

۶۸ قرآنِ حکیم کے لیے ادبِ اِنصات کا ذکر و بیان: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قرآن کے سامنے اِنصات اور خاموشی ادبِ قرآن کا ایک اہم تقاضا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "جب وہ تلاوتِ قرآن کی مجلس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ خاموش رہو اور قرآن کو غور سے سنو"۔ تاکہ تم قرآن اچھی طرح سن کر اس میں غور و فکر کر سکو اور اس کی رحمت و برکت سے مستفید و فیض یاب ہو سکو۔ اور یہی اس کتابِ حکیم کا حق اور اس کے سننے کا ادب و تقاضا ہے کہ اس کو خاموش رہ کر اور ادب اور غور کے ساتھ سنا جائے۔ سو قرآن کی بھنک کان میں پڑتے ہی انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خاموش ہو کر اور ادب کے ساتھ اس کلامِ لاہوتی کو سنو۔ تاکہ تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ سو ان کے اس حسنِ ادب کے حوالے میں مکہ اور طائف کے ان غنڈوں اور کھڑپنچوں پر تعریض ہے۔ جو اس کے برعکس لوگوں کو قرآن سے روکنے اور اس کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم کرنے کیلئے اس کے مقابلے میں شور و غل کی تعلیم و تلقین کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ان بدبختوں کی اس غنڈہ گردی کی تصریح اس طرح فرمائی گئی ہے۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ (حٰمٓ السجدۃ: ۲۶ پ ۲۴)۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ منکر انسان اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر بگڑ کر کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے، بلکہ وہ ابلیس کا ہمنوا بن جاتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں آگے نکل جاتا ہے اور اس طرح محروم سے محروم تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کی ہر قسم و شکل اور اسکے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی امان و پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴿٢٩﴾ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا

لوٹے اپنی قوم کی طرف خبردار کرنے والے بن کر، ﴿۲۹﴾ (اوران سے) کہا کہ اے ہماری قوم کے لوگو! ہم ایک ایسی عظیم

كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

الشان کتاب سن کر آئے ہیں جس کو اتارا گیا ہے موسیٰ کے بعد، جو تصدیق کرنے والی ہے ان تمام کتابوں کی

يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٠﴾

جو آچکی ہیں اس سے پہلے، یہ (کتاب عظیم) راہنمائی کرتی ہے حق اور سیدھے راستے کی، ف۶۹ ﴿۳۰﴾ اے ہماری قوم کے لوگو

يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم

تم قبول کرلو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو، ف۷۰ اور تم (صدق دل سے) ایمان لے آؤ اس پر، اللہ معاف فرما دے گا

مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣١﴾ وَمَن لَّا

تمہارے گناہوں کو، اور بچا دے گا تم لوگوں کو ایک بڑے ہی دردناک عذاب سے، ف۷۱ ﴿۳۱﴾ اور جو کوئی بات

يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَ

نہیں مانے گا اللہ کے داعی کی، تو وہ (خود اپنا ہی نقصان کرے گا کہ وہ) ایسا نہیں کہ نکل جائے اس کی گرفت (و پکڑ) سے، نہ

۶۹ قرآنِ حکیم گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قرآن حکیم پہلی آسمانی کتابوں کا مصداق اور ان کا ذریعۂ تصدیق ہے۔ چنانچہ ان جنوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم نے ایک ایسا عظیم الشان کلام سنا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوا۔ اور جو تصدیق کرنے والا ہے پہلی کتابوں کی۔ یعنی تورات وانجیل وغیرہ کی۔ اور حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا خاص طور پر ذکر انہوں نے یا تو اس لئے کیا کہ یہ جن خود یہودی مذہب پر تھے۔ یا پھر اس لیے کہ پہلی کتابوں میں سے تورات سب کے نزدیک مسلم ومتفق علیہ رہی ہے۔ تا آنکہ ظالموں نے اس کو بدل کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ نیز یہ کتاب مصداق بن کر نازل ہوئی ہے ان پیشین گوئیوں کی جو اس سے متعلق گزشتہ صحیفوں میں وارد ہوئی ہیں۔ سو اس کتاب حکیم کا نزول ان گزشتہ کتابوں کی ان پیشین گوئیوں کی تصدیق ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض یہ کتاب نازل نہ ہوتی تو وہ کتابیں اپنی ان پیشین گوئیوں میں جھوٹی قرار پاتیں۔ سو قرآنِ حکیم ان گزشتہ آسمانی کتابوں کا مصداق اور ان کا ذریعۂ تصدیق ہے۔ لہٰذا اس کتاب حکیم پر ایمان لانا اہل کتاب کے اپنی کتابوں پر ایمان کا طبعی تقاضا اور منطقی نتیجہ ہے، ورنہ یہ لوگ اپنی کتابوں پر ایمان لے کر دعوے میں جھوٹے قرار پاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم پس قرآن پاک پر ایمان لانا عقل ونقل دونوں کا تقاضا ہے۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین،

۷۰ جنوں کی اپنی قوم کو قبولِ حق کی دعوت کا ذکر و بیان: سوارشاد فرمایا گیا کہ جنوں نے اپنی قوم سے کہا کہ قبول کرو تم لوگ اللہ کے داعی کی دعوت کو کہ یہ سراسر حق اور صدق ہے۔ یعنی حضرت محمد ﷺ کی دعوت کو۔ جن کی حیاتِ طیبہ اور بعثت وتشریف آوری کا مشن اور مقصد ہی یہ تھا کہ دنیا کو خداوند قدوس کی توحید و بندگی کی دعوت دیں۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ مَا تَبْقَى هٰذِهِ الْأَحْرُفُ وَ الْكَلِمَاتُ۔ سو اللہ کے داعی کی دعوت کو قبول کرنا اور اس پر ایمان لانا دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کی اصل اور بنیاد ہے۔ بہرکیف جنوں نے اپنی قوم کو اس طرح قبولِ حق کی دعوت دی۔ جو قرآنِ حکیم کی صداقت وحقانیت اور اس کی قوت تاثیر کا ایک واضح ثبوت ہے۔ مگر عناد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں' والعیاذ باللہ۔ سو ان جنوں نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دینے سے پہلے قرآنِ حکیم کی عظمت شان کو واضح کرنے کیلئے اس کے تین خاص حصوں کا ذکر و بیان کیا۔ ایک یہ کہ یہ کتاب حکیم و پہلی آسمانی کتابوں کی پیشین گوئیوں کی مصداق اور ان کی تصدیق کرنیوالی ہے' دوسری یہ کہ یہ حق کی راہنمائی کرتی ہے اور تیسری یہ کہ یہ سیدھے راستے کی راہنمائی کرتی ہے۔

۷۱ دعوتِ حق سے منہ موڑنا خود اپنا ہی نقصان۔ والعیاذُ باللہ العظیم: سوارشاد فرمایا گیا کہ جنوں نے اپنی قوم کو دعوتِ حق دیتے ہوئے ان سے مزید کہا کہ جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہیں مانے گا وہ یقیناً اپنا ہی نقصان کرے گا۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں ایک طرف تو انسان ایمان کے ان دو عظیم الشان فائدوں سے محروم رہے گا جن کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے یعنی گناہوں کی بخشش ومعافی، اور دردناک عذاب سے پناہ' اور دوسری طرف اسکے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنے گا' اور دردناک عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ سو یہ ترغیب کے بعد ترہیب ہے کہ اگر تم نے دعوتِ حق کو قبول نہ کیا تو تم اس کے انجام بد سے کسی طرح بچ نہ سکو گے۔ نہ کہیں زمین میں چھپ کر یا اس کی حدود سے نکل کر، اور نہ ہی اپنے کچھ اعوان وانصار کی نصرت وحمایت کے زور پر۔ سو جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہیں مانے گا وہ یقیناً اپنا ہی نقصان کرے گا کہ وہ نورِ ایمان و یقین سے محروم ہو کر طرح طرح کے اندھیروں میں ڈوب جائے گا۔ اور اللہ کی گرفت و پکڑ سے وہ نہ اس دنیا میں بچ سکتا ہے نہ آخرت میں۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔ پس دعوتِ حق سے روگردانی خود اپنی ہی ہلاکت و تباہی کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین،

❀ ❀ ❀

اَللّٰهُمَّ! رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ، يَامَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى وَاِيَّاهُ اَسْأَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِيْداً مِنَ التَّوْفِيْقِ

لِتَكْمِيْلِ مَا بَقِىَ مِنَ التَّفْسِيْرِ

لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ

زمین میں (کہیں چھپ کر) اور نہ ہی اس کے کوئی مددگار ہو سکتے ہیں (جو اسے بچا سکیں) ایسے لوگ پڑے ہیں (صاف اور)

مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

کھلی گمراہی میں، ۴۱ ﴿۳۲﴾ کیا ان لوگوں نے کبھی اس امر میں غور نہیں کیا کہ جس اللہ نے پیدا فرمایا آسمانوں

يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾

(ہاں) کیوں نہیں بلاشبہ وہ ہر چیز پر (پوری) پوری قدرت رکھتا ہے، ۴۳ ﴿۳۳﴾ اور (یاد کرواے لوگو قیامت کے اس ہولناک دن کو کہ)

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ

جس دن پیش کیا جائے گا کافروں کو (دوزخ کی) اس ہولناک آگ پر، (اور ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ حق نہیں ہے؟

هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا

تو وہ کہیں گے ہاں قسم ہے ہمارے رب کی، (یہ قطعی طور پر حق ہے، ۴۴) حکم ہوگا کہ اچھا تو اب چکھتے رہو تم لوگ مزہ اس عذاب کا

۴۲ دعوتِ حق سے رُوگردانی کا نتیجہ کھلی گمراہی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہیں۔ کیونکہ حق پوری طرح واضح ہو گیا اور اس میں کوئی غموض وخفا باقی نہیں رہ گیا۔ اب اس سے دور اور نفور رہنا سوائے کھلی گمراہی کے اور کچھ نہیں جس کا انجام بہت بھیانک ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو دینِ حق سے منہ موڑنا اور نورِ حق سے محروم رہنا محرومیوں کی محرومی اور دارین کا خسارہ اور نقصان ہے۔ اور ایسے بدبختوں کیلئے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔ نہ وہ اپنے خالق و مالک کے حقوق سے واقف و آگاہ ہیں نہ ان کو اپنے مآل وانجام کے بارے میں کوئی آگاہی ہے اور نہ ان کو اپنے مقصدِ حیات کا کچھ پتہ ہے۔ سو ایسے لوگ اعلیٰ مقاصد سے محروم ہو کر محض بطن وفرج کے تقاضوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اور محض مادی فوائد ومنافع کے لیے جیتے اور انہی کے لیے مرتے ہیں، جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف ان دونوں آیاتِ کریمات میں ایمان لانے کے عظیم الشان فوائد اور ثمرات کو بھی واضح فرما دیا گیا، اور ایمان نہ لانے کے ہولناک نتیجے اور انجام کو بھی واضح فرما دیا گیا، سو ایمان لانے والوں کو ان کے گناہوں کی معافی بھی ملے گی، اور دردناک عذاب سے پناہ بھی، جبکہ ایمان نہ لانے والوں کے بارے میں واضح فرما دیا گیا کہ وہ اس بل بوتے کے مالک نہیں کہ زمین میں کہیں چھپ کر یا بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دیں، اور اس کی گرفت وپکڑ سے نکل جائیں اور دوسری بات یہ کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی یار ومددگار نہیں ہو سکتا جو ان کو اس کی گرفت وپکڑ سے بچا سکے اور تیسری بات یہ کہ حق و ہدایت کے نور سے منہ موڑنے کے نتیجے میں ایسے لوگ کھلی گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبے پڑے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا سو اس سے واضح ہو جاتا ہے

کہ نورِ حق و ہدایت سے محرومی سب سے بڑی اور انتہائی ہولناک محرومی ہے، والعیاذُ باللہ العظیم ۔ مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلَالٍ

۴۳ منکرین و مکذبین کے لیے اِنذار: سو ان لوگوں کے اِنذار کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ ''کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان کائنات کو پیدا فرمایا اور اس کو ان کی پیدائش سے کسی طرح کی کوئی تکان لاحق نہیں ہوئی کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں کیوں نہیں وہ بلاشبہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے' سبحانہ وتعالیٰ، سو جس قادرِ مطلق نے اپنی قدرتِ مطلقہ اور حکمتِ بالغہ سے آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان اور حکمتوں بھری کائنات کو اس حیرت انگیز طریقے سے پیدا فرما دیا اور اس کے لئے اس کو کسی تعب و مشقت اور تکان وغیرہ نے چھوا تک نہیں آخر اس کے لئے یہ امر کیا اور کیونکر مشکل ہو سکتا ہے کہ وہ انسانوں کی روح ان کے جسموں میں دوبارہ داخل کر کے ان کو دوبارہ پیدا فرما دے؟ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا۔ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (المومن: ۵۷ پ ۲۴)۔ تو پھر ان لوگوں کو بعث بعد الموت پر اس قدر اچنبھا آخر کیوں ہو رہا ہے؟ سو یہ بعث بعد الموت کے اِمکان اور تنوع کیلئے ایک واضح اور قطعی دلیل ہے۔ اور یہی سوال قرآنِ حکیم نے منکرینِ قیامت کے سامنے دوسرے مختلف مقامات پر بھی رکھا ہے۔ مثلاً ''سورۂ قٓ'' میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ. (قٓ: ۱۵) ''کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے؟''۔ سو اس ارشادِ ربانی میں منکرین و مکذبین کے لئے اِنذار ہے تاکہ وہ باز آجائیں اپنے کفر و انکار سے اور اس کے نتیجے میں وہ بچ جائیں عذابِ الیم سے قبل اس سے کہ عمرِ رواں کی فرصت محدود ان کے ہاتھوں سے نکل جائے۔ اور ان کو ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑے۔ والعیاذُ باللہ جل وعلا

۴۴ منکرین کی دوزخ پر پیشی کے منظر کا ذکر و بیان: سو منکرین کے اِنذار کی تصویر پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یاد کرو کہ جس روز کافروں کو دوزخ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ کیا یہ حق نہیں ہے؟ سو ایسا ان بدبختوں سے بطورِ توبیخ و تقریع اور تذلیل و تحقیر کہا جائے گا کہ اس طرح اہلِ دوزخ عذاب پر عذاب' رسوائی پر رسوائی اور ذلت پر ذلت اٹھائیں گے۔ اور افسوس پر افسوس کریں گے۔ مگر بے وقت کے اس افسوس کا ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہو گا سوائے یاس و حسرت کی باطنی آگ میں اضافے کے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ قیامت کے اس ہولناک دن کو یاد کرو اور اس کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھو جس دن کہ کافروں کو دوزخ پر پیش کیا جائے گا اور ان سے بطورِ توبیخ و تقریع کہا جائے گا کہ اب بتاؤ کہ کیا یہ حق اور امرِ واقع نہیں ہے؟ تب یہ لوگ اپنے ربّ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہاں کیوں نہیں اے ہمارے ربّ۔ یہ بلاشبہ قطعی طور پر حق اور سچ ہے مگر بے وقت کے اس اِقرار و اعتراف سے ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہو گا سوائے اس کے کہ ان کی آتشِ یاس و حسرت اور بھڑکے گی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

اَللّٰهُمَّ! اجْعَلْنَا كَمَا يَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا عَمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ، فَاِنَّكَ اَنْتَ تُجِيْبُ عَبْدَكَ اِذَا دَعَاكَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ، اٰمِرًا عِبَادَكَ وَمُرْشِدًا اِيَّاهُمْ ''اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ''

الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا

اپنے اس کفر کی پاداش میں جو تم لوگ کرتے رہے تھے (دنیا میں)، ۵۷ ﴿٣٤﴾ پس آپ صبر ہی سے کام لیتے رہیں (اے پیغمبر!)

صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل

جس طرح کہ صبر سے کام لیا ہمارے دوسرے اولوالعزم رسولوں نے، اور جلدی نہیں کرنا ان (لوگوں کے عذاب کے) لئے،

لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ

جس دن یہ خود دیکھ لیں گے اس چیز کو جس سے ان کو ڈرایا جا رہا ہے تو ان کو یوں لگے گا کہ جیسے یہ ۶۷

يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ

دنیا میں دن کی ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں رہے تھے، ۷۷ یہ ایک عظیم الشان پیغام ہے جو پہنچا دیا گیا سو اب کیا اور کوئی ہلاک ہوگا

إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾ ع

سوائے نافرمان لوگوں سے؟ ۸۷

ع ۴

۷۵ منکرین کے کفر و انکار کا بدلہ دائمی عذابِ دوزخ۔ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ انکے اس اقرار و اعتراف کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ اب تم لوگ عذاب کا مزہ چکھتے رہو اپنے اس کفر کے نتیجے میں جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے جرم اور ان کی سزا کا اصل سبب ان کا کفر ہی ہوگا کہ باقی سب برائیاں اسی شجرۂ خبیثہ سے پھوٹتی اور پیدا ہوتی ہیں۔ پس جس طرح ایمان ویقین کی دولت تمام مکارم ومحاسن اور خوبیوں کی اصل اور اساس ہے اسی طرح کفر و بے ایمانی تمام مفاسد، برائیوں اور خرابیوں کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو قیامت کے دلائل آفاق اور انفس اس قدر واضح ہیں کہ کوئی عاقل ان کا انکار نہیں کر سکتا اور جن لوگوں نے اس کا انکار کیا وہ کسی دلیل کی بنا پر نہیں، بلکہ محض اس بنا پر کہ وہ خواہشاتِ نفس کو ترک کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ سو جن لوگوں نے محض اپنی خواہشات کی پیروی میں حق کا انکار کیا اور اس حد تک کہ اس بنا پر انہوں نے حضراتِ انبیاء ورسل کی دعوت کو بھی ٹھکرا دیا تو وہ کسی رو رعایت کے حقدار نہیں ہیں۔ اسلئے انہوں نے اپنے کیے کرائے کے نتیجے میں عذاب بہر حال بھگتنا ہے، والعیاذ باللہ العظیم،

۷۶ اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر کرنے کی تلقین: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آپ بھی اسی طرح صبر سے کام لیں جس طرح اولوالعزم رسولوں نے کام لیا"۔ قولِ مشہور کے مطابق وہ پانچ رسول ہیں سیدنا نوح، سیدنا ابراہیم، سیدنا موسیٰ، سیدنا عیسیٰ اور حضرت محمد صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس قول کی بنا پر جن اولوالعزم رسولوں کی طرح صبر کرنے کا حکم آنحضرت ﷺ کو دیا گیا وہ چار ہیں۔ جبکہ اس بارے میں دوسرا قول کچھ حضراتِ اہلِ علم کا یہ ہے کہ سب ہی رسول اولوالعزم تھے۔ کیونکہ عزم کے معنیٰ صبر وثبات اور راہِ حق پر پختگی واستقامت اور مضبوطی کے ہیں۔ اور یہ وصف سب ہی رسولوں میں پایا جاتا تھا۔ پس یہاں پر (من الرسل) میں "من" تبعیضیہ نہیں بیانیہ ہے۔

ہے مگر استاذِ گرامی سماحۃ الشیخ جناب شیخ محمد امین الشنقیطی ۔ رحمہ اللہ۔ جو کہ علوم تفسیر کے ایک بحرِ ذخار تھے اور ہمارے زمانے میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں چوٹی کے استاد مانے جاتے تھے' وہ اپنی عظیم الشان اور شہرۂ آفاق تفسیر ''اضواء البیان فی تفسیر القرآن بالقرآن'' میں اس قول کو خلافِ تحقیق قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ ''انہ خلاف التحقیق کما دلَّ علی ذالک بعض الآیات القرآنیۃ'' (اضواء البیان) وَالْعِلْمُ عند اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ وھو اَعلم بمراد کلامہ جلَّ وعلا۔ بہرکیف اس ارشاد میں حضرتِ امام الانبیاء علیہ السلام کو ارشاد فرمایا گیا کہ جس طرح آپ سے پہلے کے رسولوں نے صبر سے کام لیا، اور انہوں نے عزم وجزم کے ساتھ تمام مشکلوں کا مقابلہ کیا اور اپنے موقفِ حق پر ہمیشہ ڈٹے اور جمے رہے اسی طرح تم بھی تمام سازشوں اور ایذا رسانیوں کے علی الرغم اپنے موقف پر ڈٹے رہو کہ یہی چیز ہے جو مشکلات پر قابو پانے کیلئے شرکلید کی حیثیت رکھتی ہے، وبااللہ التوفیق لما یحب و یرید ، و علی ما یحب و یرید،

۷۷ آخرت میں منکرین کی بدحواسی اور ان کی حسرت کا ایک نمونہ ومظہر: سو آخرت میں منکرین کے نزدیک دنیاوی زندگی محض ایک گھڑی کے برابر ہو گی۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ''قیامت کے روز منکروں کو دنیاوی زندگی ایک گھڑی کے برابر نظر آئے گی''۔ یعنی جس دنیا کو یہ لوگ بہت کچھ بلکہ سب کچھ سمجھتے تھے اور جس کے مال ومتاع پر یہ پھولے نہیں سماتے تھے اور جس کی زندگی کو یہ بڑی لمبی اور طویل زندگی سمجھتے تھے وہ اس وقت ان کو گھڑی دو گھڑی ہی معلوم ہو گی۔ اور امرِ واقعہ بھی یہی ہے کہ دنیا کی اس فانی زندگی کی خواہ وہ کتنی ہی لمبی اور طویل کیوں نہ ہو' آخرت کی اس لامحدود زندگی کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے عقل وخرد کا تقاضا یہی ہے کہ دنیاوی زندگی کی گھڑی بھر کی اس فرصت کو انسان اِطاعت وعبادتِ خداوندی میں صرف کر دے۔ تاکہ اس طرح یہ ابدی بادشاہی اور دائمی سعادت میں تبدیلی ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ ''الدنیا ساعۃ فاجعلھا طاعۃ''۔ یعنی ''یہ ساری دنیاوی زندگی ایک گھڑی کے برابر ہے پس تم اس سب کو اطاعت وفرمانبرداری بنادو''۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید۔ بہرکیف اس سے منکرین کی آخرت میں یاس وحسرت اور ان کی بدحواسی کا ایک نمونہ ومظہر سامنے آتا ہے مگر اس حسرت وافسوس کا ان کو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہو گا سوائے ان کی آتشِ یاس وحسرت میں تیزی کے۔ سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کا دنیا پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان غیبی حقائق سے اسطرح پیشگی آگاہ کر دیا۔ والحمدللہ جل وعلا

۷۸ فاسقوں اور بدکاروں کیلئے ہلاکت وتباہی۔ والعیاذ با للہ جَلَّ وَعَلاَ: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے ساتھ اور استفہامی اسلوب وانداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ ہلاک نہیں ہونگے مگر وہی لوگ جو کہ فاسق اور بدکار تھے۔ یعنی جو اللہ پاک کے احکام سے روگردانی اور سرکشی کرتے ہیں۔ اس طرح ''فاسق'' کا لفظ کافر وعاصی سب کو عام اور شامل ہے۔ کیونکہ فسق کے اصل معنیٰ خروج کے آتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں ''فَسَقَتِ الرُّطَبَۃُ'' کہ ''کھجور اپنے خوشے سے باہر نکل آئی'' سو ہلاکت اور تباہی ایسے فاسقوں اور بدکاروں ہی کیلئے ہے جو اللہ کی حدود کو توڑتے اور نافرمانی کرتے تھے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو آپ ﷺ کا کام اے پیغمبر! پیغامِ حق کو پہنچا دینا ہے اور بس۔ تاکہ کسی کیلئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اسکے بعد فاسق ونافرمان لوگ خود اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ پس آپ نہ ان کے زیادہ درپے ہوں اور نہ ان کی وجہ سے پریشان اور غمگین ہوں کہ آپ کے ذمے صرف اِنذار اور تبلیغ ہے اور بس۔

اس کے بعد جو نہیں مانیں گے وہ اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے، اور فسق وفجور کی ہر قسم اور ہر شکل اور ان کے ہر شائبے سے ہمیشہ اپنی حفاظت پناہ میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضاوخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

------------------❁❁❁------------------

☆—— تکمیل نظر ثانی (بلکہ نظر ثالث) ۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۹۸ء بروز پیر بوقت اڑھائی بجے شام سطوہ، دبی، متحدہ عرب امارات، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن. قبل کل شیٔ وبعد کل شیٔ وبکل حال من الاحوال وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃ، فهو المحمود ازلاً وابدًا، وهو العزیز الوهاب، ملهم الصدق والصواب

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۶ صفر ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۹۹ء بروز جمعہ، بوقت اڑھائی بجے شام (خطبۂ جمعہ کے بعد) والحمد لله جل وعلا. الذی لاتتم الصالحات الابتوفیق منه، سبحانه وتعالیٰ، فعلیه نتوکل وبه نستعین وفی کل ان وحین وهوارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، سبحانه وتعالیٰ، جل جلاله وعم نواله،

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۵ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۹۹ء بوقت سوا بارہ بجے شب سطوہ دبی متحدہ عرب امارات، والحمدلله رب العالمین. الذی بیده ازمة التوفیق والعنایة تبارک وتعالیٰ فله الحمد وله الشکر، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃ، سبحانه وتعالیٰ، جل جلاله،

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۱۔ رجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۲۔ اکتوبر ۲۰۰۱ء بروز منگل بوقت پونے بارہ بجے شب، بمکان خود آئی ٹی ون اسلام آباد، پاکستان۔ (اثنا رخصت) والحمدلله رب العالمین، فی کل زمان ومکان، فانه هو الذی شرفنی بخدمة کتاب العزیز جل جلاله. فایاه أسال القبول والتوفیق لمایحب ویرضی وعلی مایحب ویرضی

☆—— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۶ مئی ۲۰۰۳ء بروز جمعہ بوقت پونے بارہ بجے شب، مدنی منزل معمورہ ءِ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر پاکستان۔ والحمد لله رب العالمین بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃ، سبحانه وتعالیٰ، وهوالعزیز الوهاب، ملهم الصدق والصواب

☆—— اَللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final Touches) ۹۔ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۸ فروری ۲۰۰۴ء بروز اتوار بوقت پونے آٹھ بجے شب، (قُبَیْل اذان العشاء) مدنی منزل معمورہ ءِ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر پاکستان

------------------❁❁❁------------------

اِلٰهِیْ! اخذنی بناصیتی الی مافیه حبک والرضا، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیوٰۃ، یاذاالجلال والاکرام، ویامن بیده ملکوت کل شیٔ وهویُجیْرُ ولایجارعلیه، تبارکت وتعالیت، استغفرک واتوب الیک،

ایاتھا ۳۸ ۴۷ سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِیَّۃٌ ۹۵ رُکُوْعَاتُھَا ۴

سورۂ محمد مدنی ہے اور اس کی اڑتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے،

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ①

جن لوگوں نے کفر کیا اور انہوں نے روکا (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے ف۱ اللہ نے اکارت کر دیا ان کے تمام اعمال کو، ف۲ ①

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى

اور اس کے برعکس جو لوگ (صدقِ دل سے) ایمان لائے اور (اس کے مطابق) انہوں نے کام بھی نیک کئے اور (خاص

۱ **منکروں کے جرم بالائے جرم کا ذکر و بیان، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا۔ سو ایسے بدبخت لوگ خود بھی نورِ حق و ہدایت سے محروم ہو کر کفر و باطل کی راہ پر چلتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ دوسروں کو جو بھی راہِ حق و ہدایت سے روکتے ہیں۔ اور اس طرح یہ جرم بالائے جرم کا ارتکاب کرتے اور پکے مجرم بنتے ہیں، اپنی بدنیتی اور اپنے خبثِ باطن کی بنا پر۔ سو بدنیتی اور خبثِ باطن محرومی کی جڑ بنیاد ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه۔ سو ان بدبختوں نے صرف اپنی محرومی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسروں کو بھی راہِ حق و ہدایت سے روکا اور محروم کیا۔ اور اس طرح یہ خود کافر ہونے کے ساتھ ساتھ کافر گر بھی بن گئے۔ اور ضال کے ساتھ مضل بھی۔ سو اس طرح ان کا جرم ڈبل اور ان کا گناہ دوہرا ہو گیا۔ اور یہ لوگ ضلال کے ساتھ ساتھ اِضلال کے بھی مرتکب ہوئے۔ اور اس طرح ایسے لوگ اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر اور اپنی بدنیتی اور سُوءِ اختیار کے نتیجے میں خسارہ در خسارہ میں مبتلا ہوئے۔ سو راہِ حق سے رکنا اور روکنا اور کفر و باطل پر اڑنا اور دوسروں کو بھی اس راہ پر ڈالنا محرومیوں کی محرومی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۲ **کفر و باطل کے ہولناک نتیجہ و انجام کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ نے اکارت کر دیا ایسوں کے تمام اعمال کو"۔ یعنی ان کے ان اعمال کو جن کو یہ لوگ نیکی سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ جیسے مہمان نوازی، غریب پروری، کعبۃ اللّٰہ کی مجاوری اور اس کی خدمت، حجاجِ کرام کو پانی پلانا اور قیدیوں کو چھڑانا وغیرہ وغیرہ۔ جن پر وہ لوگ فخر کیا کرتے تھے اور ان کو وہ مکارمِ اخلاق کہا کرتے تھے۔ سو اللہ پاک نے ان کے کفر و عناد کے سبب ان لوگوں کے ایسے تمام اعمال کو ایسا تباہ و برباد اور اکارت کر دیا کہ ان کو آخرت میں ان اعمال کا کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس کے لئے اولین تقاضا اور بنیادی شرط تھی ایمانِ صادق۔ اور اس سے یہ لوگ محروم تھے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اکارت کر دیا ان لوگوں کے ان تمام اعمال کو جن کو یہ لوگ نورِ حق کو بجھانے اور حق کو نیچا دکھانے کیلئے اپناتے تھے کہ نورِ حق منہ کی پھونکوں سے نہیں بجھایا جا سکتا۔ اور غلبہ بہر حال حق ہی کا ہو گا۔ سو (اَعْمَالَهُمْ) کا مفہوم اور اس کا عموم ان دونوں ہی صورتوں کو عام اور شامل ہے۔ سو اس ارشاد سے کفر و باطل کے ہولناک نتیجہ و انجام کو بیان فرمایا گیا ہے جو کہ سراسر خسارہ اور نری محرومی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

طور پر) وہ ایمان لائے اس (دین حق) پر جسے اتارا گیا ہے محمد پر، اور وہی حق ہے ان کے رب کی جانب سے، ف۳ تو اللہ نے مٹا دیں

وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا

ان سے ان کی برائیاں ف۴ اور اس نے درست کر دیا ان کے حال کو، ف۵ ② یہ سب اس لئے ف۶ کہ جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے (حق کی

۳ خاتم الادیان پر ایمان کی اہمیت وعظمت، والحمدللہ: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو ایمان لائے اس دینِ حق پر جس کو اتارا گیا محمد پر۔ اور وہی حق ہے ان کے ربّ کی طرف سے''۔ سو یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔ پس اس سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت وتشریف آوری کے بعد گزشتہ کتابوں پر ایمان بھی صرف اسی صورت میں معتبر اور قابلِ قبول ہو گا جبکہ آنحضرت ﷺ پر اور آپ ﷺ کی پیش فرمودہ شریعتِ مقدسہ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دینِ حق پر ایمان لایا جائے۔ اور یہ ایک واضح حقیقت اور طبعی وفطری امر ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی پیش فرمودہ شریعتِ مقدسہ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دینِ حق پر ایمان لایا جائے۔ اور یہ ایک واضح حقیقت اور طبعی وفطری امر ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی پیش فرمودہ شریعتِ مقدسہ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دینِ حق پر ایمان لائے بغیر اور آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کے بدوں پر راہِ حق وہدایت سے سرفرازی ممکن نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا پیش فرمودہ دینِ حنیف سب سے آخری، کامل اور گزشتہ تمام ادیان وشرائع کے لئے ناسخ دین ہے۔ جو ان کی اصل اور حقیقی تعلیمات کا محافظ ومہیمن دین ہے۔ جس کو قیامت تک کے سب انسانوں اور تمام زمانوں کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔ اسی لئے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی حضرتِ حق۔ جَلَّ مجدہٗ۔ نے خود اپنے ذمے لی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (الحجر: ۹ پ ۱۴)۔ اور یہ عظیم الشان خصوصیات چونکہ آپ کے پیش فرمودہ دینِ حنیف کے سوا اور کسی بھی دین میں نہ پائی جاتی ہیں اور نہ ہی پائی جانی ممکن ہیں اس لئے اب نجات آپ ﷺ کے پیش فرمودہ اسی دینِ حنیف میں ہے اور بس۔ اور اس کی تصریح وتوضیح قرآن وسنت کی نصوصِ کریمہ میں طرح طرح سے اور جا بجا فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج اگر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع اور پیروی کے سوا چارۂ کار نہ تھا۔ سو اس سے دینِ اسلام کی اور اس پر ایمان لانے کی عظمت واہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی اور دنیا وآخرت کی فوز وفلاح اسی دین کو اپنانے اور اختیار کرنے پر موقوف ہے۔ وباللّٰہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل، بکل حالٍ من الاحوال۔

۴ ایمان مغفرتِ سیآت کا ذریعہ ووسیلہ: چنانچہ ایسے مومنین صادقین کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ان سے ان کی برائیوں کو اور درست کر دیا ان کے حال کو۔ یعنی ان کے ایمانِ صادق اور عملِ صالح کی برکت سے اللہ پاک سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں کے کفر وضلال کی خطاء عظیم اور اس دور میں کی گئی ان کی دوسری تمام خطاؤں اور برائیوں کو معاف فرما دے گا۔ کہ یہ ان سب سے نکل کر اور ان کو چھوڑ کر حضرتِ حق کی طرف رجوع ہو گئے۔ (ابن کثیر، مدارک، محاسن وغیرہ)۔ سو ایمانِ صادق مغفرت سیآت کا ذریعہ اور

رفعِ درجات کا وسیلہ ہے۔ اور اس سے انسان کی دارین کی سعادت و سرخروئی وابستہ ہے۔ پس جو لوگ اس نورِ مبین سے محروم و بے بہرہ ہیں وہ دنیا و آخرت کی خیرات و برکات سے محروم ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایمانِ صادق کی دولت سے سرفراز و بہرہ مند خوش نصیبوں کے لیے اس ارشادِ خداوندی میں دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی و فیروزمندی کی عظیم الشان بشارت ہے۔ وباللّٰہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید وھو الھادی الی سواء السبیل فی کل ما یحب و یرید. فکن اللھم لنا ولا تکن علینا وخذنا بنواصینا الی ما فیہ حُبُّکَ والرضا بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے آمین ثم آمین۔

۵ لفظ "بال" کا معنیٰ و مفہوم اور اس کی اہمیت و عظمت؟: سو "بال" کے معنیٰ حال اور شان کے آتے ہیں۔ مگر اس کا اطلاق بڑے اور اہم حال کے لئے ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا "کل امر ذی بال" اور اسی لئے اس کا اطلاق دل پر بھی ہوتا ہے کہ وہ سب اُمور و اَحوال کا مرجع و مرکز اور حاکم و مدبر ہوتا ہے۔ اس کی اصلاح سب کی اصلاح اور اس کا فساد سب کا فساد ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مصرح ہے۔ اسی لئے یہاں "بال" کی تفسیر دل سے بھی کی گئی ہے۔ مآل بہرحال دونوں کا ایک ہی ہے کہ اللہ پاک ایمانِ صادق اور عقیدۂ خالص کی بنا پر ایسے لوگوں کے حال کو درست فرما دیتا ہے۔ پھر اہلِ ایمان کے حال کی یہ درستی عام ہے کہ اس سے ان کو دنیا میں بھی نیکی اور خیر کی توفیق ملتی ہے، اور آخرت میں بھی ان کو دوزخ کے عذاب سے نجات و پناہ ملتی ہے۔ اور جنت کی ابدی اور سدا بہار نعمتوں سے سرفرازی نصیب ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! کیسی عظیم الشان اور کس قدر مقدس اور انقلاب آفریں دولت ہے یہ ایمان و یقین کی دولت جو اس بندۂ عاجز اور اس مشتِ خاک کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز و ہمکنار کر کے کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِھٰذِہِ النِّعْمَۃِ نِعْمَۃِ الدِّیْنِ وَالْاِیْمَانِ. اَللّٰھُمَّ فَزِدْنَا مِنْہُ وَثَبِّتْنَا عَلَیْہِ اَھْدِنَا وَ اَھْدِبِنَا وَخُذْ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ حُبُّکَ وَ رِضَاکَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْن یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ بہرکیف لفظ "بال" ایک جامع لفظ ہے جو ظاہر و باطن دونوں قسم کے اَحوال پر حاوی ہوتا ہے۔ سو اس اعتبار سے (وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ) کے معنیٰ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر و باطن اور دنیا و آخرت سب کو درست کر دیا اور درست کر دے گا۔ سو انسان کے بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اسکے اپنے قلب و باطن ہی سے ہے اس کی اصلاح سب کی اصلاح ہے۔ وباللّٰہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب و یرید،

۶ ایمان اور کفر دونوں کے نتائج کا ذکر و بیان: سو اس ارشاد سے کفر و ایمان کے نتائج اور ان کے مآل و انجام کے درمیان فرق و اختلاف کے سبب اور اس کی اصل وجہ کو بیان فرمایا گیا ہے کہ کیوں کفار کی مساعی رائیگاں اور ان کے اعمال اکارت چلے جائیں گے۔ اور ایمان والے اپنی کوششوں میں سرخرو اور فائز المرام ہوں گے۔ نیز اس ارشاد سے اس فرق و اختلاف کے سبب اور اصل باعث کو بھی واضح فرما دیا گیا۔ کہ چونکہ کفر والے باطل کی پیروی کرتے ہیں جس کی نہ کوئی اساس ہے نہ بنیاد۔ اور یہ راہ بغاوت و سرکشی کی راہ ہے۔ والعیاذ باللہ۔ جبکہ ایمان والے اس دینِ حق کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ سو ایمان سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ اور کفر ہلاکت و تباہی کا راستہ اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ نورِ ایمان سے مشرف و محظوظ اور کفر و شرک کے ہر شائبے سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط

بجائے) باطل کی پیروی کی، اور جو ایمان لائے انہوں نے پیروی کی اس حق کی جو (ان کے پاس) ان کے رب کی جانب سے آیا ۸

۷ کفر والے باطل کے پیروکار۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے حق کی بجائے باطل کی پیروی کی"۔ اور یہی چیز یعنی کفر و شرک اور باطل کی پیروی ہلاکت و تباہی کی راہ ہے کہ اس طرح ان لوگوں نے اپنے سُوءِ اختیار کی بنا پر حق کے نورِ مبین سے منہ موڑ کر اور کفر و باطل کے اندھیروں کو اپنا کر اپنے آپ کو خود ہلاکت اور تباہی کے دائمی گڑھوں میں ڈال دیا۔ والعیاذ باللہ۔ سو باطل کی پیروی باعثِ ہلاکت اور موجبِ تباہی ہے۔ کیونکہ باطل کے لیے انسان کی عقل و فطرت کے اندر کوئی جگہ نہیں۔ اس کی مثال اس خودرو جھاڑی کی سی ہے جو کسان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس کی زمین میں اُگ آتی ہے، لیکن موقع ملتے ہی وہ اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ تو اس طرح اس کی جڑ نکل جاتی ہے اور اس کا نشان مٹ جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کو اکھاڑا نہ جائے تو یہ جڑ پکڑ لیتی ہے۔ سو جب اہلِ حق باطل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور پورے صدق و اخلاص سے اٹھ کھڑے ہوں تو باطل مٹ کر رہے گا کہ باطل ہے ہی مٹنے والی چیز۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل: ۸۱ پ ۱۵) یعنی "حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو یقیناً ہے ہی مٹ کر رہنے والی چیز" پس بقاء حق ہی کیلئے اور اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ باطل کے ہر شائبے سے ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق و صواب پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، واکرم الاکرمین

۸ ایمان والے حق کے پیروکار۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلَّ وَ عَلَا: سو اہلِ کفر کے مقابلے میں اہلِ حق کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اس حق کی پیروی کی جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے آیا ہے۔ یعنی توحید و ایمان کی۔ پس یہ لوگ سعادت دارین سے سرفرازی کے اہل اور مستحق ہیں، سو اس سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا حق کی پیروی دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ ہے، اور کفر و باطل کی پیروی دارین کی تباہی اور ابدی ہلاکت کی راہ ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اور یہ اس لیے کہ باطل کی کوئی اساس و بنیاد نہیں ہوتی۔ اس کی حیثیت جیسا کہ ابھی اوپر بھی گزرا اس خودرو گھاس کی سی ہوتی ہے جو کسان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر از خود اُگ آتی ہے۔ اس کو اگر اکھاڑ نہ دیا جائے تو وہ جڑ پکڑ لیتی ہے۔ اور اگر اس کو اکھاڑ دیا جائے تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس حق کی فطرت میں ثبات اور استحکام ہے۔ کیونکہ کائنات کے خالق نے اپنی اس کائنات کو حق ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ سو اس دنیا کا اصل مزاج حق کی پرورش ہے نہ کہ باطل کی، پس اب جبکہ حق آ گیا تو یہ باطل کو ٹھکرا دے گی جو آکاس کی بیل کی طرح اس پر مسلط ہو گیا تھا۔ جیسا کہ حق کی پیروی سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ سو اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اصل زور اور قوت اسباب و وسائل کے اندر نہیں بلکہ حق کے اندر ہے۔ پس حق دولت ہی اصل اور سب سے بڑی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق و ہدایت پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین،

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③ فَاِذَا

اللہ اسی طرح (کھول کر) بیان کرتا ہے لوگوں کے لئے ان کی مثالیں، ف۹ ③ پس جب

لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ

تمہارا مقابلہ ہو کفار سے تو تم ان کی گردنیں مارو، ف۱۰ یہاں تک کہ جب

۹ حق و باطل کی توضیح مثال کے ذریعے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ اسی طرح کھول کر بیان فرماتا ہے لوگوں کیلئے ان کی مثالیں'' تا کہ ہر کسی کا حال پوری طرح واضح ہو جائے۔ جیسا کہ یہاں بیان فرمایا کہ اتباع باطل کی بنا پر کفار کے اعمال کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ اور اتباع حق کی بنا پر اہلِ ایمان کی تکفیرِ سیئات بھی فرما دی جاتی ہے۔ اور ان کے احوال کو بھی درست کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح اللہ پاک حق و حقیقت کی توضیح کیلئے ایسی مناسبِ حال مثالیں بیان فرماتا ہے جو کہ ہر ایک کے عین مناسب ہوتی ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کی اصل حقیقت اور حیثیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلَّ وَعَلاَ۔ سو اہلِ ایمان اور اہلِ کفر دونوں کی اصل حقیقت اور حیثیت کو اس ارشادِ ربانی میں پوری طرح واضح فرما دیا گیا۔ اور ان دونوں گروہوں کے مآل اور انجام کو اور ان کے درمیان پائے جانے والے فرق کو اس سے پوری طرح نکھار دیا گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلَّ وَعَلاَ۔ اللہ ہمیشہ اپنی مرضیات پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۱۰ جنگ میں کفار کی گردنیں مارنے کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جب میدانِ جنگ میں کفار سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو تم ان کی گردنیں مارو''۔ اصل میں یہ ترکیب اس طرح ہے ''فَاضْرِبُوا الرِّقَابَ ضَرْبًا''۔ پھر فعلِ امر کو حذف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام قرار دیا گیا۔ اور پھر اسے مفعول بہ کی طرف مضاف کر دیا گیا۔ اس طرح اس عبارت میں اختصار کے ساتھ ایک خاص زور پیدا ہو گیا۔ اور ایسی قوت آ گئی جو اس کے بغیر نہیں آ سکتی تھی۔ اور گردنیں مارنے سے مراد مطلق قتل ہے جس طرح بھی ہو۔ اس کی تشنیع وتغلیظ اور قوت وشدت کے اظہار و بیان کے لئے یہ تعبیر اختیار فرمائی گئی ہے۔ (روح، خازن، مدارک، جامع، وغیرہ)۔ سو اس ارشاد میں دراصل کفار کے قتل اور ان کی قوت کو توڑنے کیلئے تحریض و تحریک ہے کہ جب یہ لوگ قوتِ حق سے محروم ہیں تو ان کے اندر کوئی جان نہیں۔ پس جب جنگ میں تمہارا مقابلہ ان سے ہو تو تم ان کو بے دریغ قتل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے لیے شکار اور تمہاری تلواروں کیلئے ایک لقمۂ تر بنا دیا ہے۔ پس تم ان کی گردنیں مارو تا کہ ان کا زور ٹوٹے۔ اسی بات کو سورۃ انفال میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ اِذْ يُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (الانفال: ۱۲ پ ۹) یعنی ''ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور اور جوڑ جوڑ پر مارو''۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ایمان و یقین کی دولت سے محرومی اور کفر و باطل کی پیروی کے نتیجے میں ان مشرک لوگوں کے اندر کوئی جان نہیں۔ قدرت نے ان کو تمہاری تلواروں کیلئے لقمہ تر بنا دیا ہے اور قوت و پختگی دراصل ایمان و یقین ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا

تم ان کو کچل کر رکھ دو، ۱۱ تو پھر مضبوط باندھ لو (قیدیوں کو؟ ۱۲) پھر اس کے بعد (تمہاری مرضی) یا تو تم احسان کر کے ان کو یونہی چھوڑ دو،

فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ

یا فدیہ لے لو ۱۳ یہاں تک کہ لڑائی ڈال دے اپنے ہتھیار ۱۴ یہ ہے تمہارے کرنے کا کام اور اگر

يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ

اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی نمٹ لیتا، ۱۵ مگر (اس نے جہاد فرض کیا) تا کہ وہ تم لوگوں کو

۱۱ جنگ کا اصل مقصد کفر کا زور توڑنا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''تم ان کی گردنیں مارو'' یہاں تک کہ تم ان کو کچل کر رکھ دو اور ان کا زور ٹوٹ جائے۔ ''اِثْخَان'' کے معنیٰ اصل میں خوب قتل اور خون ریزی کرنے کے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے کہ محض قتل اور خون ریزی کوئی حقیقی اور اصل مقصد نہیں۔ اصل مقصود تو کفر کا غلبہ توڑنا ہے تا کہ وہ حق کے مقابلے میں سر نہ اٹھا سکے۔ اس لئے ہم نے ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاِنَّهُ هُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ لِكُلِّ خَيْرٍ وَّسَعَادَةٍ وَّبِهٖ نَسْتَعِيْنُ۔ واضح رہے کہ۔ حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ''یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے'' سے مراد یہ ہے کہ کفر و شرک سر نہ اٹھا سکے۔ اور فتنہ و فساد فرو ہو جائے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (الآیۃ) (البقرۃ: ۱۹۳ پ ۲) اسی لئے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔ ''حَتّٰى لَا يَبْقٰى شِرْكٌ''، یعنی ''یہاں تک کہ شرک کا وجود باقی نہ رہے''۔ (ابن کثیر وغیرہ)۔ سو جہادِ اسلامی کا اصل مقصد یہی ہے کہ غلبہ حق کا ہو اور باطل اس کا راستہ نہ روک سکے۔ اور دنیا نورِ حق و ہدایت سے فیض یاب ہو سکے۔ تا کہ اہلِ دنیا دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز ہو سکیں۔ کہ دنیا میں ان کو حیاتِ طیبہ (پاکیزہ زندگی) کی دولت نصیب ہو سکے، اور آخرت میں نعیم جنت سے سرفرازی۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید۔

۱۲ شَدِّ ''وثاق'' کا معنیٰ و مفہوم؟: ''وثاق'' کے معنیٰ آتے ہیں ''مَا يُشَدُّ بِهٖ''، یعنی ''ہر وہ چیز جس سے کسی دوسری چیز کو باندھا اور کسا جائے''۔ جیسے رسی وغیرہ۔ یہ لفظ واؤ کے کسرے کے ساتھ بھی آتا ہے اور فتح کے ساتھ بھی ''مَا يُوْثَقُ بِهٖ''، یعنی جس سے کسی چیز کو باندھا جائے۔ سو مطلب یہ ہوا کہ تم قیدیوں کو باندھو اور قید کرو (روح، محاسن، مدارک، مراغی، اضواء، وغیرہ) سو ''اِثْخَان'' کے معنیٰ ہیں اچھی طرح خونریزیاں کرنا اور ''وثاق'' کے معنیٰ بندھن کے ہیں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ جب تم لوگ اچھی طرح خونریزی کر کے ان کے دماغ سیدھے کر لو اور ان کے کس بل اچھی طرح نکال چکو تو ان میں سے جو بچ جائیں ان کو اچھی طرح مضبوط بندھنوں میں باندھ لو۔ یہ تمہارے سامنے چوں چراں نہیں کر سکیں گے۔ سو اسلامی جہاد اور اسلام میں جنگ، سے اصل مقصود کفر کا زور توڑنا ہی ہے تا کہ حق کا راستہ صاف ہو سکے

۱۳ احسان کرنے یا فدیہ لینے کے اختیار کا ذکر و بیان: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ عام کفار و مشرکین کے بارے میں فدیہ لینے یا احسان کرنے کی دو صورتوں کی اجازت ہے۔ یعنی ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت اختیار کی جا سکتی ہے۔ پھر فدیہ خواہ وہ مال وغیرہ کی شکل میں ہو، خواہ مسلمان قیدیوں کی رہائی کی صورت میں، یا حسبِ ضرورت اور موقع کسی اور صورت میں۔

سوا گر یہ تمہارے ہاتھ سے چھوٹیں تو دو میں سے کسی ایک صورت میں ہی چھوٹیں۔ یا تو یہ تمہارے احسان کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال کر چھوٹیں، یا فدیہ دے کر۔ تا کہ یہ تمہارے سامنے جھکے رہیں، اور چوں تک بھی نہ کر سکیں۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ مشرکین عرب یا الفاظِ دیگر مشرکینِ بنی اسماعیل کا معاملہ دوسرے مشرکوں کے معاملے سے مختلف اور خاص نوعیت کا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر ایک عظیم الشان رسول بھیج کر ان پر حجت تمام کر دی۔ اس لیے دوسرے غیر مسلموں کی طرح یہ لوگ اس خاص رعایت کے حقدار نہیں کہ یہ اسلامی حکومت کے اندر ذمی یا معاہد بن کر رہ سکیں۔ یا ان کو غلام بنایا جا سکے۔ ان کے لیے صرف دو ہی راستے ہیں۔ یعنی اسلام یا تلوار۔ جیسا کہ سورۂ توبہ کے شروع میں گزر چکا ہے۔ جزوی اور استثنائی طور پر ان میں سے کسی کو کسی مسلمان قیدی کے بدلے میں یا نقد و جنس کی شکل میں کسی فدیے کی عوض یا بطورِ احسان ان میں سے کسی کو چھوڑا بھی جا سکتا ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی اپنے رویے پر غور کرنے کیلئے پناہ مانگے تو اس کو پناہ بھی دی جا سکتی ہے۔ لیکن بحیثیتِ مجموعی اور من حیث الجماعت ان کے ساتھ آخر تک جنگ جاری رکھنے کا حکم ہے۔ کیونکہ اس خطۂ مبارک و مسعود میں مشرکین کو رہنے کی اجازت نہیں۔ یہ صرف حق اور اہلِ حق ہی کا مرکز ہے۔

۱۴ مشرکینِ عرب سے جنگ کے خاتمے کی حد؟: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ان کے خلاف لڑتے رہنے کا حکم ہے۔ یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔ یعنی لڑائی ختم ہو جائے۔ کفر دب جائے، اور اسلام اور اس کے علمبرداروں کو شوکت و غلبہ نصیب ہو جائے۔ کہ غلبہ بہر حال دینِ حق اسلام ہی کا حق ہے، اور اسلامی جہاد کا اصل مقصد بھی اعلاءِ کلمۃ اللہ ہی ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ العليا۔ یعنی مؤمن جہاد اس لئے کرتا ہے کہ تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی سر بلند ہو کر اپنے سر بلندی بہر حال اسی کا حق ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ العليا۔ یعنی اللہ ہے ہی سر بلند سو تمہارا معاملہ ان دشمنانِ حق کے ساتھ یہی رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ جنگ ختم ہو جائے۔ لڑائی اپنے ہتھیار ڈالے دے، اور ان کے اندر جنگ کا حوصلہ بالکل سرد پڑ جائے۔ اور یہ سرکش اور باغی لوگ تمہارے آگے سپر ڈال دیں۔ سو مشرکینِ عرب کے ساتھ جنگ جاری رکھنے کا حکم ہے۔ یہاں تک کہ سرزمینِ حرم کفر و شرک کے ہر شائبے سے پاک ہو جائے۔ اور وہاں پر دینِ حق ہی کا بول بالا ہو، جو کہ آیا ہی غالب ہونے کے لیے ہے۔ کہ دینِ حق بہر حال یہی اور صرف یہی ہے جو سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ہے۔

۱۵ حکمِ جہاد کی اصل حکمت کا ذکر و بیان: سو اس سے جہاد کی اصل حکمت کو واضح فرما دیا گیا کہ اس سے اصل مقصود تم لوگوں کی آزمائش ہے' کہ تا کہ اس طرح کھرے کھوٹے کے درمیان فرق اور تمیز واضح ہو جائے' اور اہلِ ایمان کے درجات و مراتب بلند ہو جائیں' ورنہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں' وہ اگر چاہتا تو ان کفار و مشرکین سے خود ہی نمٹ لیتا' لیکن وہ چاہتا ہے کہ جہاد کے ذریعے تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزمائے' چنانچہ اس بارہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی نمٹ لیتا۔'' سو وہ ان کو وہ حرق و غرق' زلزلہ و خسف' اور طوفان و سیلاب، وغیرہ کسی بھی ناگہانی آفت اور کسی بھی اور طریقے سے مٹا دیتا کہ نہ تو یہ اس کے لئے کوئی مشکل ہے اور نہ ہی اس کے لشکروں کی تعداد کو اس کے سوا کوئی جان سکتا ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (المدثر:۳۱ پ ۲۹) مگر پھر تمہاری آزمائش کس طرح ہوتی؟ اور جزا و سزا اور ثواب و عتاب کے تقاضے کس طرح پورے ہوتے؟ اس لئے اس نے اس کی بجائے جہاد و قتال کا حکم دیا تا کہ اس طرح امتحان ہو جائے اور کھرا کھوٹا نکھر کر سامنے آ جائے۔ یہ طریقہ اہلِ حق کیلئے اجر و ثواب' رفعِ درجات، اور فوز و فلاح، کا ذریعہ بنے، اور اہل کفر و باطل اس کے ذریعے اپنے آخری انجام کو پہنچ کر رہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو جہادِ اسلامی کا حکم وارشاد حق اور اہلِ حق کی سربلندی کیلئے ہے۔ والحمد للہ جل و علا۔

بِبَعۡضٍ ؕ وَ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَلَنۡ

آزمائے ایک دوسرے کے ذریعے، ۱۶ اور جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں،

یُّضِلَّ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿۴﴾ سَیَہۡدِیۡہِمۡ وَ یُصۡلِحُ بَالَہُمۡ ﴿۵﴾ وَ

تو اللہ کبھی ضائع نہیں فرمائے گا ان کے اعمال کو، ۱۷ ﴿۴﴾ وہ جلد ہی پہنچا دے گا ان کو (ان کے مقصود تک،) اور درست فرما دے گا

یُدۡخِلُہُمُ الۡجَنَّۃَ عَرَّفَہَا لَہُمۡ ﴿۶﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ

ان کی حالت کو، ﴿۵﴾ ۱۸ اور وہ ان کو داخل فرمادے گا (اپنے کرم سے) اس جنت میں جس کی پہچان وہ انہیں کرا چکا ہے، ۱۹ ﴿۶﴾ اے وہ

اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَ یُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ ﴿۷﴾

لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم مدد کرو گے اللہ کی تو وہ (قادر مطلق) تمہاری مدد فرمائے گا، ۲۰ اور وہ جما دے گا تمہارے قدموں

۱۶ جہاد فی سبیل اللہ ذریعۂ ابتلاء و آزمائش: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اس نے جہاد فرض کیا تا کہ اس طرح تمہاری آپس میں ایک دوسرے کے ذریعے ابتلاء و آزمائش کا سامان ہو سکے"۔ اور اس طرح مومنین مخلصین اور دوسرے آپس میں الگ الگ ہو جائیں۔ اور ہر ایک اس جزا و سزا کو پا سکے جس کا مستحق اس نے اپنے آپ کو ثابت کیا ہو۔ (اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی)۔ سو اس مالک الملک نے تم لوگوں کو جنگ کا حکم اس لیے دیا تھا کہ تمہارا اور ان لوگوں کا اچھی طرح امتحان ہو۔ وہ اپنے کفر و باطل کیلئے جو جذبہ اور جوش اپنے اندر رکھتے ہیں وہ بھی سامنے آ جائے اور تم دینِ حق کیلئے جو جذبۂ فدویت و وفاداری اپنے اندر رکھتے ہو وہ بھی پوری طرح واضح ہو جائے۔ نیز تا کہ یہ بھی واضح ہو جائے کہ تمہارے اندر کتنے ہیں جو راستباز اور وفا شعار ہیں، اور کتنے ہیں جو محض منافقانہ طور پر اور اپنے مفادات کیلئے تمہارے اندر گھسے ہوئے ہیں۔ سو ایسے مقاصد کیلئے تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے نمٹنے کیلئے تمہارا یا کسی اور کا محتاج ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو وہ اگر چاہتا تو کسی بھی ارضی و سماوی آفت کے ذریعے چشم زدن میں ان کا قلع قمع کر دیتا۔ جیسا کہ اس سے پہلے تاریخ کی کتنی ہی قوموں کے ساتھ ایسے ہو چکا ہے۔ سو جہاد فی سبیل اللہ ذریعۂ ابتلاء و آزمائش ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ لِمَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، بِکُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَال، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیٰوۃِ، وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْوَھَّاب، مُلْھِمُ الصِّدْقِ وَالصَّوَاب، جَلَّ وَعَلَا۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی،

۱۷ شہید فی سبیل اللہ کا کوئی بھی عمل ضائع نہیں جاتا: سو اس ارشاد سے اس بات کی تصریح فرما دی گئی کہ اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کا کوئی بھی عمل کبھی ضائع نہیں جاتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ان کیلئے محفوظ رکھتا ہے اور اپنی شانِ کرم و احسان کے مطابق وہ ان کو بڑھاتا جاتا ہے تا کہ ان کو ان کے استحقاق سے کہیں بڑھ کر اور اپنی شانِ کرم و عطاء کے مطابق اجر و ثواب سے نوازے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ خود شہید کیلئے بھی عظیم الشان اجر و ثواب اور ہمیشہ کی نیک نامی کی صورت میں۔ اور دوسرے مسلمانوں

اور دوسرے مسلمانوں کیلئے بھی کہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو سچی عزت و ناموری سے مشرف و سرفراز کرتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جب کسی قوم کی ترقی اور سربلندی مطلوب ہو تو اس کو جنگی معرکوں میں جھونک دو۔ اور اسی بناء پر ارسطو نے سکندر کو مشورہ دیا تھا کہ "اِنَّ الـرَّاحَةَ مُضِرَّةٌ لِلاُمَمِ" یعنی آرام و راحت قوموں کیلئے تباہ کن ہے (تفسیر المراغی) اور اسی لئے شاعرِ مشرق نے کہا کہ۔ لہو کے آنسو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی۔ سو اس ارشاد سے ان لوگوں کی تردید فرما دی گئی جو ہر چیز کو مادی نقطہ نظر ہی سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کے نزدیک ہر وہ قربانی خسارے ہی کے حکم میں ہوتی ہے جس کا نفع ان کو نقد نہ حاصل ہو۔ سو اس ارشاد سے ایسے ہی لوگوں کے اس خیالِ خام پر ضرب لگائی گئی ہے۔ اور ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کا کوئی عمل ضائع نہیں جاتا۔ اور اسی حقیقت کی تاکید کیلئے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ مت کہو کہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے" سو وہ ایک نہایت ہی اعلیٰ وارفع اور عمدہ زندگی سے سرفراز و سرشار ہیں۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید،

۱۸ شہید کیلئے اِصلاحِ حال کی خوش خبری کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسوں کو اللہ جلد پہنچا دے گا انکے مقصد تک اور اللہ درست فرما دے گا ان کے حال کو"۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شہید کو چھ انعامات سے اسکے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی نواز دیا جاتا ہے۔ اسکی ہر خطا معاف فرما دی جاتی ہے۔ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے۔ حورِعین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ فزعِ اکبر۔ بڑی گھبراہٹ۔ اور عذابِ قبر سے اس کو امن دے دیا جاتا ہے، اور اس کو حُلّہ ءِ ایمان۔ ایمانی پوشاک۔ پہنا دی جاتی ہے۔ (رواہ احمد، ابن کثیر) سو شہداء کے اعمال کو ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ ان کو راہِ راست سے بھی سرفراز کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انکے حال اور مآل کو بھی درست کر دیتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو ایسے خوش نصیب لوگ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے سعادتِ دارین سے سرفرازی کا سامان کرتے ہیں۔ اور یہی ہے اصلی اور حقیقی کامیابی و فائز المرامی۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید،

۱۹ شہید کیلئے دخولِ جنت کی خوش خبری کا ذکر و بیان: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ شہداء کیلئے جنت کی پہچان بھی کرا دی جاتی ہے اور ان کیلئے اس سے سرفرازی کی بشارت و خوشخبری بھی سنا دی گئی۔ سو اللہ تعالیٰ نے شہید کو جنت کی پہچان کرا دی۔ اپنے دینِ حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ اور نصوصِ کریمہ کے ذریعے۔ چنانچہ حضرتِ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں اپنی ایک قدرے تفصیلی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد اس طرح نقل فرماتے ہیں۔ "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ اَحَدَھُمْ بِمَنْزِلِہٖ فِی الْجَنَّةِ اَھْدٰی مِنْهُ بِمَنْزِلِہِ الَّذِیْ کَانَ لَهٗ فِی الدُّنْیَا" "یعنی دو قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ان میں سے ایک شخص جنت میں اپنے گھر کو اس سے بھی کہیں زیادہ جانتا پہچانتا ہوگا جتنا کہ وہ دنیا میں اپنے گھر کو جانتا تھا" (ابن کثیر وغیرہ) سو اس سے شہید فی سبیل اللہ اور اسکی عظمتِ شان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید و علی مایحب و یرید، بکل حال من الاحوال۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین،

۲۰ اللہ کے دین کی مدد اللہ تعالیٰ کی مدد سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ: سو اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو

حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کے دین کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور ایمان والوں کو اور وہ راہِ حق میں تمہارے قدم جما دے گا'' ۔ اور اسی حقیقت کی ایک اور مقام پر اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے ۔ اَلَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ لَّہُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ فِیۡہَا اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡرًا ؕ وَ لَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ (الحج:۴۰ پ ۱۷) یعنی اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کی یعنی اس کے دین کی مدد کرے گا' یقیناً اللہ بڑا ہی قوت والا' بڑا ہی زبردست ہے' سو وہ قادرِ مطلق نہ تمہاری نصرت و امداد کا محتاج ہے اور نہ اس کا دین اس کا محتاج ہے ۔ بلکہ اس کے دین کی نصرت و امداد خود تمہارے لئے اس کی امداد کا ذریعہ اور دارین کی سعادت و سرخروئی کا وسیلہ ہے ۔ اور اللہ کی نصرت و امداد سے مراد اس کے دینِ متین کی نصرت و امداد ہے، اور یہ ایک ایسی عظیم الشان سعادت ہے جو انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز و بہرہ مند کرنے والی ہے ۔ وباللہ التوفیق ۔ بہر کیف اس سے ایمان والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی ہے اور ان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تمہارے کرنے کا کام یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے دین کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہو، اگر تم پورے عزم و حوصلے کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تو آگے کا کام اللہ خود سنبھال لے گا اور تمہارے قدم جما دے گا ۔ اور اس طور پر کہ ان کو کوئی اکھاڑ نہیں سکے گا ۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید،

اَللّٰھُمَّ !

اَعِذْنَا مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسْلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَغَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ، وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، وَیَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ

عَلٰی حَبِیْبِکَ الْمُصْطَفٰی وَنَبِیِّکَ الْمُجْتَبٰی، نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰی اٰلِهِ الْاَتْقِیَاءِ وَاَصْحَابِهِ الْاَوْفِیَاءِ

وَارْضَ عَنْھُمْ وَعَنَّا مَعَھُمْ

یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۸﴾

کو، وا۲ ﴿۷﴾ اور جو لوگ اڑے رہے اپنے کفر (و باطل) پر تو ان کے لئے بڑی تباہی ہے، و۲۲ اور اللہ نے اکارت کر دیا ان کے اعمال کو و۲۳ ﴿۸﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾

یہ اس لئے کہ انہوں نے ناپسند کیا اس (دین حق) کو جس کو نازل فرمایا اللہ نے (خود ان کی بہتری و بھلائی کے لئے)، اس کے

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

نتیجے میں اللہ نے اکارت فرما دیا ان کے اعمال کو، و۲۴ ﴿۹﴾ تو کیا ان لوگوں نے خود چل پھر کر دیکھا نہیں (اللہ کی عبرتوں بھری) اس زمین میں،

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؗ وَلِلْكٰفِرِیْنَ

کہ کیسا ہوا (مآل و) انجام ان لوگوں کا جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے، و۲۵ اللہ نے ڈال دیا ان پر (ان کے کئے کرائے کی بناء پر) تباہی کو و۲۶

۲۱ اہلِ ایمان کے لیے ثابت قدمی کی بشارت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر تم لوگ اللہ اور اس کے دین کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو وہ جما دے گا تمہارے قدموں کو"۔ یعنی تم لوگوں کو ثابت قدمی سے نوازے گا۔ راہِ حق و صواب میں دشمن کے مقابلے میں۔ اور ابتلاء و آزمائش کے ہر مرحلے میں۔ سبحان اللہ۔ کیا اعزازات و انعامات ہیں جن کا وعدہ دینِ حق کی نصرت پر فرمایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ آمین۔ سو اس ارشادِ ربانی میں جیسا کہ اوپر بھی گزرا مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہے کہ تمہارے کرنے کا کام یہ ہے کہ تم اللہ کی رضا اور اس کے دین کی نصرت کیلئے اٹھ کھڑے ہو۔ اگر تم نے ایسا کر لیا اور تم لوگ عزم و ہمت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تو آگے کا کام تمہارا ربّ خود سنبھال لے گا۔ اور وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور تمہارے قدم اس طرح جما دے گا کہ کوئی ان کو اکھاڑ نہ سکے گا۔ سو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی راہ میں پہلا قدم اٹھائیں۔ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو اس کی عنایت و مہربانی اور نصرت و امداد طرح طرح سے ان کو نصیب ہو گی۔ اور اس کے برعکس جو لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے، وہ اس کی نصرت و امداد سے سرفراز نہیں ہو سکیں گے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس اصل دار و مدار انسان کے قلب و باطن اس کے عزم و ہمت اور اس کے ارادہ و نیت پر ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ اَللّٰهُمَّ فَكُنْ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَیْنَا یا ذاالجلال والاکرام،

۲۲ کافروں کیلئے بڑی ہولناک تباہی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ اڑے رہے اپنے کفر و باطل پر ان کیلئے بڑی ہی ہلاکت و تباہی ہے"۔ "تعس" کے معنیٰ بھی "کَبَّ" کی طرح اوندھے منہ گرنے اور ہلاک ہونے کے آتے ہیں۔ (محاسن التاویل) اور یہاں ترکیب میں یہ لفظ فعلِ محذوف کا مفعولِ مطلق ہے۔ اَیْ تَعِسَ تَعْسًا اَوْ اَتْعَسَهُ اللّٰهُ تَعْسًا۔ (جامع البیان وغیرہ)۔ اور کافروں کیلئے یہ تباہی اس طرح ہے کہ وہ اپنے کفر اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے دنیا میں نورِ ایمان و یقین اور

راہِ حق و صواب سے محروم رہے۔ اور اس کے نتیجے میں آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں جنت کی سدا بہار نعمتوں سے محروم ہو کر وہ دوزخ کا ایندھن بن گئے جو کہ سب سے بڑی تباہی اور محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو کفار و مشرکین کا مآل و انجام بہر حال بہت برا ہے۔ اور جو مہلت ان کو ملی ہوئی ہے وہ محض ابتلاء و آزمائش کیلئے ہے۔ اس لئے اس کی بناء پر کسی کو کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ کہ ان کا انجام بہر حال بڑا ہی ہولناک ہے، والعیاذ باللہ العظیم مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلَالٍ،

۲۳ کفر و باطل والوں کے سب اعمال اکارت، والعیاذُ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ نے اکارت کر دیا ان کے اعمال کو" یعنی ان کے ان اعمال کو جن کو وہ اپنے طور پر نیکی سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ جیسے رفاہِ عامہ کے مختلف کام۔ کیونکہ یہ اعمال انہوں نے خدائے رحمٰن کی رضا کیلئے کئے ہی نہیں تھے۔ ورنہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ اسکے اتارے ہوئے دین اور اسکی بخشی ہوئی ہدایت سے منہ موڑ کر اپنے کفر و باطل ہی پر اڑے رہتے؟ اسلئے ایسے اعمال کی اسکی بارگاہِ اقدس و اعلیٰ میں کوئی حیثیت اور قدر و قیمت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کا دار و مدار ایمان و یقین کی دولت پر ہے اور اس سے یہ لوگ محروم ہیں، والعیاذ باللہ۔ پس اب اگر تم لوگ اے مسلمانو! ان سے نمٹنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوؤ گے تو دیکھو گے کہ ان کی ساری کوششیں نابود ہو گئیں کیونکہ قوتِ ایمان و یقین سے محرومی کے باعث ان کی حیثیت اکھڑے ہوئے درختوں اور بے جان تنوں کی سی ہے۔ سو کفر و انکار محرومیوں کی محرومی اور باعثِ ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور اس کے برعکس ایمان و اطاعت کا راستہ ہی سلامتی اور کامیابی کا راستہ ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔

۲۴ دین کو ناپسند سمجھنا باعثِ ہلاکت و تباہی۔ والعیاذُ باللہ: سو کافروں کی اس ہلاکت و تباہی اور محرومی و رسوائی کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے دین کو ناپسند سمجھا"۔ سو اللہ نے دین اتارا تاکہ یہ لوگ راہِ راست پا سکیں اور حق و ہدایت کی دولتِ بے مثال سے بہرہ مند و سرفراز ہو سکیں اور اس دینِ حق پر صدقِ دل سے ایمان لا کر اور اس کی تعلیماتِ مقدسہ سے سرشار ہو سکیں مگر ان بدبختوں نے اس دینِ حق کو اپنانے اور قبول کرنے کی بجائے اس کو برا سمجھا اور ناپسند جانا۔ اور اس طرح انہوں نے روشنی کی بجائے اندھیروں کو اپنایا اور اپنے آپ کو دائمی ہلاکت و تباہی کے انتہائی ہولناک کھڈے میں ڈال دیا۔ سو دینِ حق کو ناپسند کرنا اور ناگوار جاننا بیماریوں کی بیماری اور تمام مفاسد اور خرابیوں کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ من کل شائبة من شوائب هذه الکراهیة والسوء۔ پس دینِ حق کو ناپسند کرنے کے باعث یہ لوگ اس قدر بودے و بے ثبات اور خداوندِ قدوس کی بعث و پھٹکار کے مستحق ٹھہرے کہ ان کے کسی عمل کی اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ٹھہری اور یہ بدبخت اس ہولناک گڑھے میں گر گئے جس کی ہولناکی کا تصور بھی کسی کیلئے ممکن نہیں اور جس سے نکلنے اور رہائی پانے کی پھر کوئی صورت بھی ان کیلئے نہ ہوگی۔ سو یہی ہے سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ﴿ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ﴾ مگر کفر و باطل کی نحوست نے ایسے لوگوں کی مت اس قدر مار دی اور ان کو اس قدر اوندھا اور اندھا کر دیا کہ ان کو حق اور ہدایت کی یہ بنیادی بات اور اہم حقیقت سمجھ نہیں آرہی تاآنکہ یہ دوزخ کی آگ سے ہمکنار ہونگے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین،

۲۵ آثارِ قدیمہ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و ترغیب اور غفلت شعاروں کا حال:- سو اس ارشاد میں ہلاک شدہ قوموں کے انجام سے عبرت لینے کی ترغیب و تحریض ہے۔ جیسے قوم عاد، قوم ثمود، اور قوم لوط وغیرہ وغیرہ، سو اگر یہ لوگ ان مختلف تباہ و برباد شدہ قوموں کے انجام سے درس عبرت لیتے تو یہ جان لیتے کہ حق اور اہل حق کی مخالفت و تکذیب کی پاداش میں وہ لوگ کس ہولناک انجام سے دوچار ہوئے۔ اور ان کو کیسا اور کیا بھگتان بھگتنا پڑا۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ آثار قدیمہ کو دیکھنے سے مقصود سبق گیری اور عبرت پذیری ہے نہ کہ محض سیر و تفریح اور کھیل تماشا۔ مگر افسوس کہ غیر مسلموں کی طرح آج خود مسلمانوں میں بھی عبرت پذیری کا یہ گوہر مقصود نایاب و مفقود ہے۔ چنانچہ وہ "موہنجوڈارو" اور "ٹیکسلا" وغیرہ جیسے کھنڈرات کی حفاظت کے لئے لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کرنے کے باوجود عبرت پذیری کے اس اصل مقصود کی طرف نہ کوئی توجہ دیتے ہیں اور نہ ان کو اس کا کوئی خیال آتا ہے کہ یہ لوگ کون تھے جو اس طرح کے ہولناک انجام سے دوچار ہوئے، اور یہ کیوں مٹ مٹا کر اس طرح نشانِ عبرت بن گئے؟ ان کی تہذیبوں اور ان کی ترقی و تمدن کو کس قادر مطلق نے اس طرح پیوند خاک کر دیا اور ان لوگوں کے اس بناؤ بگاڑ اور عروج و زوال کی فکر انگیز داستانوں میں ہمارے لئے کیا کچھ درسہائے عبرت و بصرت پنہاں و مستور ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ ایسے غفلت شعار لوگ اس طرف متوجہ ہونے اور اس پر غور و فکر کرنے کی بجائے الٹا اپنی غفلت و لاپرواہی میں اضافہ کرتے ہیں۔ مردوں عورتوں کا خلط ملط ہوتا ہے۔ نظر بازی اور فوٹو گرافی ہوتی ہے، اور عیش و عشرت اور رنگ رلیوں کے طرح طرح کے سامان ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ- والعیاذ باللہ العظیم - اہل بدعت کے بعض تحریف پسندوں نے یہاں پر اس اصل مقصد پر تنبیہ کرنے کی بجائے اپنی طبعی افتاد کے مطابق اپنی منطق اس طرح بگھاری ہے۔ "معلوم ہوا کہ کفار کی تباہ شدہ بستیوں کو دیکھنے کے لئے وہاں سفر کر کے جانا جائز ہے تا کہ خوف خدا نصیب ہو۔ لہٰذا مقبولوں کی بستیوں میں سفر کر کے جانا وہاں کی محبوبیت کے نظارے کرنا بھی جائز ہے" سبحان اللہ ! کیا کہنے اس اجتہاد و استنباط کے کہ خدا کے پیاروں اور ولیوں کو حق کے دشمنوں اور کافر قوموں کی اجڑی ہوئی اور تباہ حال بستیوں پر قیاس کیا جارہا ہے۔ کوئی اور اگر ایسی کوئی بات کہہ دیتا تو خدا جانے یہ لوگ اور ان کے حواشی مواشی اس پر کیا کچھ فتوے جڑ دیتے مگر اپنا حال یہ ہے کہ ایسی لچر اور واہیات باتوں کو تفسیر قرآن کے طور پر بیان کرتے اور قرآن حکیم کے حواشی پر لکھتے ہیں۔ سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شرک و بدعت کی نحوست سے انسان کی مت کس طرح ماردی جاتی ہے، اور وہ شرم و حیا کے تقاضوں سے کتنا عاری اور کس قدر غافل اور محروم ہوجاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم - بھلا اپنے کفر و تکذیب کی بنا پر تباہ ہو جانے والی ان بستیوں اور ان کھنڈرات پر اللہ کے نیک اور پیارے بندوں کی قبروں کو قیاس کرنے کی تک ہی کیا ہو سکتی ہے؟ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کھجور کی چوٹی پر چڑھے ہوئے انسان کو کسی کنویں میں ڈوبے ہوئے آدمی پر قیاس کرنے لگے۔ پھر سوال یہ ہے کہ گزشتہ چودہ صدیوں کی پوری تاریخ میں یہ معانی و مطالب کسی ایک بھی ثقہ و معتبر مفسر کو آخر کیوں نہ سوجھ سکے؟ اور یوں عبرت پذیری اور خوف خدا پیدا کرنے کیلئے قبروں پر جانا ویسے بھی ایک محمود و مطلوب امر ہے جس کے بارے میں صحیح احادیث میں وارد ہے، اور ان میں عبرت پذیری کے اس مقصد کی تصریح بھی فرمائی گئی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا - فانہا تذکرکم بالاخرۃ - یعنی یہ ٹوٹی پھوٹی قبریں تم لوگوں کو آخرت یاد دلائیں گی۔

مگر اہل بدعت کا حال اس کے برعکس یہ ہے کہ وہ قبروں پر اس خیال سے جاتے ہیں کہ وہاں قبر والے کو ہمارے آنے کا پتہ چلے گا اور وہ ہم سے خوش ہو کر ہمارا کام بنادے گا۔ اسی لئے ایسے لوگ عام ٹوٹی پھوٹی اور غیر معروف قبروں پر نہیں جاتے جہاں فی الواقع دنیا کی بے ثباتی کا درس ملتا ہے بلکہ یہ جبوں قبوں والی ایسی خاص اور بنی ٹھنی قبروں پر جاتے ہیں جہاں میلے ٹھیلے ہوں اور گانے بجانے ہوتے ہیں اور جہاں اور عرسوں اور قوالیوں وغیرہ کا دور دورہ ہوتا ہے۔ سو وہاں جا کر یہ لوگ غفلت سے چونکنے کی بجائے الٹا اس میں اضافے کا سامان کرتے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم، پھر قبروں میں پڑے حضرات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہمیں دیکھتے جانتے، ہمارے نفع نقصان کے مالک اور حاجت روائی و مشکل کشائی کے اختیارات رکھتے ہیں خالص شرک ہے۔ جیسا کہ حضرات اہل علم نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ جیسا کہ البحر الرائق لابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ ۲/ ۲۹۸، ردالمحتار لابن عابدین الشامی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ، ج ۲/ ۱۳۹ وغیرہ معتبر کتابوں میں موجود ہے اور شرک وہ سنگین جرم اور ہولناک گناہ کبیرہ ہے جس کے بارے میں قرآن وسنت کی نصوص کریمہ میں طرح طرح سے یہ صراحت و وضاحت فرمائی گئی ہے کہ اس کے مرتکب پر جنت حرام اور دوزخ واجب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ط۔ الآیۃ (المائدۃ: ۷۲ پ ۶) ''بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا دائمی ٹھکانہ دوزخ ہے''۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد میں مشرکین ومنکرین کی بے بصیرتی اور ان کی کور چشمی پر اظہار افسوس ہے کہ یہ لوگ زمین میں چل پھر کر ان ہلاک شدہ قوموں کے انجام سے درس نہیں لیتے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال،

۱۸۶ انکار وتکذیب حق کا نتیجہ دائمی ہلاکت وتباہی۔ والعیاذ باللہ: – سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ڈال دیا ان پر تباہی کو'' یعنی یہاں ''دَمَّرَهُمْ'' نہیں فرمایا گیا بلکہ ''دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ'' فرمایا جا رہا ہے، کہ اس میں پہلی تعبیر کی نسبت قوت وزور بہت زیادہ ہے۔ یعنی وہ تباہی ان پر اور ان کی تمام چیزوں پر چھا گئی اور اس سے ان کو ہمیشہ کے لئے نیست ونابود کر کے رکھ دیا گیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس انکار اور تکذیب حق کا آخری نتیجہ وانجام بہرحال دائمی ہلاکت وتباہی ہے، ایسے لوگوں پر عذاب کے ایسے ہولناک کوڑے برسائے جاتے ہیں کہ ان کو ملیا میٹ اور پامال کر کے رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں ایسے لوگ ہمیشہ کے لئے قصہ پارینہ اور داستان عبرت بن کر رہ جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

اَللّٰهُمَّ !

اَعِذْنَا مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَغَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ، وَاغْفِرِ اللّٰهُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اَمۡثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوۡلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاَنَّ

اور کافروں کے لئے ایسے ہی عذاب (ونتائج) مقرر ہیں ﴿۲۷﴾ یہ اس لئے کہ اللہ حامی (وکارساز) ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے اور

الۡكٰفِرِيۡنَ لَا مَوۡلٰى لَهُمۡ ﴿۱۱﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ

جو کافر ہیں ان کا کوئی بھی حامی (وکارساز) نہیں ﴿۲۸﴾ ﴿۱۱﴾ بے شک اللہ داخل فرمائے گا (اپنے کرم سے) ان لوگوں کو جو ایمان لائے

اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا

اور انہوں نے کام بھی نیک کئے ایسی عظیم الشان جنتوں میں، جن کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی طرح طرح کی عظیم الشان

ع ۱۱/۴

۲۷ کافروں کے لئے ہولناک عذاب - والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلاَ: - سواس سے واضح فرمادیا گیا کہ کافروں کے لئے ہولناک عذاب مقرر ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ’’کافروں کے لئے ایسے ہی عذاب مقرر ہیں‘‘۔ خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں کے بھی ہوں۔ مکہ کے ہوں یا اس کے علاوہ کہیں اور کے۔ اب کے ہوں یا کہ جب کے۔ یہاں کے ہوں یا وہاں کے۔ ادھر کے ہوں یا ادھر کے۔ سب کا مآل وانجام ایک ہی ہے، کہ کفرو تکذیب کے جرم میں سب ہی شریک ہیں۔ والعیاذُ باللہ الذی لا الہ غیرہ - سوکل کے وہ کافر جس انجام سے دوچار ہو چکے ہیں دور حاضر کے یہ منکر بھی یقیناً اسی سے دوچار ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون سب کیلئے ایک ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ - پس اس ارشاد میں کفار ومنکرین کے لئے تنبیہ وتذکیر ہے کہ وہ باز آجائیں کفر وانکار کی اپنی اس باغیانہ روش سے قبل اس سے کہ فرصتِ عمران کے ہاتھ سے نکل جائے اور ان کو ہمیشہ کے اس ہولناک خسارے میں مبتلا ہونا پڑے۔ والعیاذ باللہ العظیم - اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہر قدم راہ حق وصواب پر بڑھانے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین ویاارحم الراحمین،

۲۸ اللہ کارساز ہے ایمان والوں کا، سبحانہ وتعالیٰ: - سوارشاد فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ مولیٰ ہے ایمان والوں کا اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔ یہاں پر ’’مولیٰ‘‘ کے معنیٰ دوست ومددگار اور حامی وناصر اور کارساز کے ہیں۔ اور یہ صرف اہل ایمان کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ حامی وناصر کارساز وحمایتی صرف اہل ایمان ہی کا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ کافروں کے لئے کوئی ’’مولیٰ‘‘ اور کارساز نہیں۔ اور جہاں ’’مولیٰ‘‘ بمعنیٰ مالک ومتصرف کے ہوں گے وہاں اس کا تعلق اہل ایمان اور کفار سب ہی کے ساتھ ہوگا کہ مالک تو بہر حال سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ ثُمَّ رُدُّوۡا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰهُمُ الۡحَقِّ اَلَا لَهُ الۡحُكۡمُ وَهُوَ اَسۡرَعُ الۡحَاسِبِيۡنَ (الانعام: ۶۲ پ ۷) سو جب اس ساری کائنات کا کارساز وکارفرما اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ ۔ اور وہ اہل ایمان کے ساتھ ہے تو پھر وہ کفار ان کے مقابلے میں کیا حیثیت اور وزن رکھ سکتے ہیں جن کا کوئی کارساز ہی نہیں۔ کیونکہ جو کارساز حقیقی ہے اس سے ان کا کوئی تعلق نہیں،

اور جن کو انہوں نے از خود اور اپنے طور پر اپنا کارساز بنا رکھا ہے ان کے اندر کارسازی کی کوئی صفت سرے سے ہے ہی نہیں۔ تو پھر وہ اہل ایمان کے مقابلے میں آخر کیسے اور کیونکر ٹھہر سکتے ہیں؟ سو اس ارشاد میں ایک طرف تو اہل ایمان کے لئے یہ تعلیم و تذکیر ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھیں کہ ان کا کارساز بہر حال وہی وحدہ لاشریک ہے اور ہمیشہ اپنے ظاہر و باطن کا تعلق اس کے ساتھ صحیح رکھیں اور ہر حال میں اپنے خالق و مالک کی طرف رجوع کریں جو کہ کارسازِ حقیقی اور مالکِ مطلق ہے۔ تاکہ اس طرح وہ اپنے خود ساختہ اور بے حقیقت سہاروں کو چھوڑ کر اپنے خالق و مالک کی طرف رجوع کریں جو کہ کارساز حقیقی اور مالک مطلق ہے تاکہ اس طرح ان کی بگڑی بن سکے اور وہ کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکل کر نور ایمان و یقین سے بہرہ مند و سرشار ہو سکیں۔ اللھم فخذنا بنواصینا الیٰ ما فیه حُبُّک ورضاک، بکل حالٍ من الاحوال، و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاة. یا ذاالجلال والاکرام

اَللّٰھُمَّ !

نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْاِیْمَانِ، وَاجْعَلْنَا ھُدَاةً مُّھْتَدِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ، الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ، وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا، وَلِجَمِیْعِ اَصْحَابِ الْحُقُوْقِ عَلَیْنَا، وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِدُعَاءِ الْخَیْرِ، وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ،

اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، یَا اَرْحَمَ

الرَّاحِمِیْنَ وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ یَا ذَاالْجَلَالِ

وَالْاِکْرَامِ وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی

عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ سَیِّدِنَا

مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ

وَمَنْ وَّالَاہُ، وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَتِہٖ وَبِھُدَاہُ اھْتَدٰی، اِلٰی یَوْمِ الْعَرْضِ عَلَی اللّٰہِ وَاللِّقَاءِ اٰمِیْن

الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا

نہریں، ف۲۹ اور جو لوگ اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (وباطل) پر وہ عیش کر رہے ہیں (اس دنیا میں،) اور وہ کھاتے ہیں جیسے چوپائے

تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَاَیِّنْ مِّنْ

کھاتے ہیں، ف۳۰ مگر (واضح رہے کہ) ان کا آخری ٹھکانا (دوزخ کی دہکتی بھڑکتی) وہ ہولناک آگ ہے، ف۳۱ ﴿۱۲﴾ اور کتنی ہی بستیاں

قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ

ایسی ہوئی ہیں جو قوت میں کہیں بڑھ کر سخت (اور زیادہ) تھیں آپ کی اس بستی سے، جس (کے باشندوں) نے نکال دیا

اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ

آپ کو اپنے یہاں سے، ف۳۲ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو (ایسی افتاد پڑنے پر) ان کے لئے کوئی بھی مددگار نہ تھا، ف۳۳ ﴿۱۳﴾ تو کیا وہ شخص

مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

جو اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی نشانی پر ہو، ان لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے جن کے لئے خوشنما بنا دیا گیا ہو ان کے برے

۲۹ نجات کا ذریعہ ایمان اور عملِ صالح، وَبِاللّٰہِ التَّوفیق:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کیے۔ اللہ ان کو داخل فرما دے گا ایسی عظیم الشان جنتوں میں جن کے نیچے بہہ رہی ہونگی طرح طرح کی عظیم الشان نہریں، سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جنت سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ایمان صادق اور عمل صالح ہی ہے۔ پس جنت میں داخل ہونے کیلئے ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ یعنی ایمانِ صادق اور عملِ صالح کہ ایمان تو وہ اصل اور بنیاد ہے جس کے بغیر کسی عمل کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ اور عمل صالح اس کا وہ لازمی تقاضا اور اہم ثمرہ و پھل ہے جس کے بغیر ایمان کا دعویٰ محض زبانی جمع خرچ بن کر رہ جاتا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اور عملِ صالح اس کا وہ عمل ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات مقدسہ کے مطابق ہو، نہ کہ محض اپنی عقل و خواہش کے تقاضوں کے مطابق۔ جس طرح کہ دین ایمان کی روشنی سے محروم مختلف لوگوں، قوموں، اور جماعتوں، کا طریقہ و وطیرہ ہے کہ وہ شراب و کباب اور طرح طرح کی رنگ رلیوں کے پروگرام بنا کر مختلف ناموں اور عنوانوں سے مختلف رفاہی کاموں کیلئے چندے اکٹھے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم لوگ بہت نیک کام کرتے ہیں۔ اور یہ کہ ہم نے دین اور ایمان کے تقاضے پورے کر دیئے کہ دوسروں کے کام آگئے، اور خدمت خلق کی انجام دہی میں مشغول ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ سب دھوکے کے سامان اور اور ابلیس کے ہتھکنڈے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ عمل صالح بہر حال وہی اور صرف وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ پس جو عمل اس کے خلاف ہو گا وہ کبھی عمل صالح نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ لوگوں نے اس کو طرح طرح کے خوشنما ناموں اور عنوانوں کے پردوں ہی میں چھپا رکھا ہو، والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلاَ مِنْ كُلِّ زَیغٍ وَّضَلاَلٍ وَّسُوْءٍ وَّانحراف۔

۳۰ دین وایمان کی دولت سے محروم لوگ محض جانور ہیں: ۔سواس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ دین وایمان سے محروم لوگ محض جانور ہیں۔ اور ایسے لوگوں کا کھانا پینا چوپایوں کی طرح ہے اور بس۔ کہ ایسوں کو نہ حلال وحرام کا پتہ نہ جائز ونا جائز کی تمیز۔ نہ شروع میں بسم اللہ نہ آخر میں الحمد للہ۔ نہ دینے والے کا شکر اور نہ اپنے انجام کی فکر۔ بس کھانا اور پیٹ بھرنا ہے جس طرح بھی ہو۔ کھڑے بیٹھے یا لیٹے اور اس کے بعد اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مستی کو نکالنا ہے۔ جہاں بھی اور جس طرح بھی ہو۔ پس بطن اور فرج کے تقاضوں کی تکمیل کرنا ہی ان کا مقصود ومطلوب ہے۔ نہ انجام کی کوئی فکر وچنتا اور نہ اس سے کوئی بحث کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ جس طرح جانور کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں ذبح ہونا اور تکہ بوٹی بننا اور کیسے انجام کو پہنچنا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بلکہ ایسے لوگوں کا معاملہ جانوروں سے بھی کہیں بڑھ کر برا اور سخت خسارے کا ہوتا ہے، کہ جانور نے آگے کوئی حساب نہیں دینا جب کہ انسانوں کو اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہے۔ اور کفر وانکار کا پھل آتش دوزخ اور وہاں کا دائمی ٹھکانہ ہے، جو کہ سب سے برا اور نہایت ہولناک ٹھکانا ہے۔ پھر ایک پہلو اس اہم اور بنیادی حقیقت کا یہ ہے کہ حیوان کو عقل وفکر کے جوہر سے نہیں نوازا گیا۔ اس لئے وہ اپنے حیوانی تقاضوں کی تکمیل اپنے معروف ومحدود اور لگے بندھے طریقوں سے کرتا ہے، لیکن جب عقل وخرد رکھنے والا یہ انسان حیوان محض کی سطح پر اتر آتا ہے تو یہ اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے وہ، وہ کام کرتا ہے کہ شیطان کے بھی کان کاٹ لیتا ہے۔ اس لئے قرآن حکیم نے دوسرے مقام پر اس کو بدترین مخلوق "شَرُّ الْبَرِیَّۃَ" قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورہ بینہ کی چھٹی آیت کریمہ میں ایسے لوگوں کے لئے صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گا۔ اُولٰٓئِکَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ یعنی "یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں" والعیاذ باللہ العظیم۔ مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلاَلٍ، وسوءٍ وَّانحراف

۳۱ کافروں اور منکروں کا دائمی ٹھکانا آتشِ دوزخ۔ والعِیَاذُ بِاللّٰہِ العظیم: ۔چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسوں کا ٹھکانہ دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ ہے۔" والعیاذ باللہ العظیم۔ سوایمان کی دولت سے محروم ہو کر بطن وفرج کی لذتوں کے تقاضوں کے پیچھے لگ جانا اور بے فکری ولا پرواہی کے ساتھ انہی کی تحصیل وتکمیل کا سامان کرتے رہنا دراصل اپنے لئے دوزخ کی دائمی آگ سمیٹنا ہے۔ اور خواہشات کی یہی آگ کل عالم آخرت کے اس جہانِ غیب میں جو کہ دراصل مشاہدہ اور کشفِ حقائق کا جہاں ہوگا ایسے بدبختوں کو ہر طرف سے اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ تب ایسے لوگوں کو پتہ چلے گا کہ ان دنیاوی لذتوں کی اصل حقیقت کیا تھی جن کے پیچھے لگ کر اور ان کے تقاضوں میں مست ومگن ہو کر یہ ایمان ویقین کی دولت سے محروم ہو گئے تھے تب ان کی یاس وحسرت کا کوئی کنارہ نہیں ہوگا، مگر بے وقت کے اس افسوس کا ان کو کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہوگا سوائے ان کی آتشِ یاس وحسرت میں اضافے کے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو کافروں کو جو مہلت ملی ہوئی ہے وہ ان کے لئے کوئی خوش آئند چیز نہیں۔ بلکہ یہ ان کے لئے موجب وبال ہوگی اور ان کا آخری ٹھکانہ بہرحال دوزخ ہے۔ مگر کفر وانکار کی نحوست کے باعث دنیا کے اس دارالامتحان میں ان کو یہ حقیقت سمجھ نہیں آ رہی، اور وہ پوری بے فکری کے ساتھ اس انتہائی ہولناک انجام کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم،

۲۲ منکرین کے زعمِ باطل اور ان کے کبر وغرور پر ایک ضرب: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے کہیں بڑھ کر سخت تھیں۔ یعنی مکہ مکرمہ سے، جس کے باشندوں نے ظلم وزیادتی کے ساتھ اور ناحق طور پر آپ کو وہاں سے دیس نکالا دیا۔ اور اس پر یہ لوگ خوش ہو رہے ہیں یہ کہ بڑے زور اور قوت والے ہیں۔ ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن یہ لوگ نہیں جانتے کہ اس طرح انہوں نے اپنے لئے کتنی بڑی بدبختی اور کس قدر ہولناک تباہی کا سامان کیا۔ والعیاذ باللہ العظیم سو اس سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ کسی کو اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ آج قریش کو بڑا زور و دبدبہ حاصل ہے۔ جب انہوں نے رسول اور اس کے ساتھیوں کو مکہ سے نکال چھوڑا تو ایسے زور آور لوگوں کو کون زیر کر سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ کتنی ہی بستیاں ایسی ہوئیں ہیں جو قوت وشوکت میں آپ کی اس بستی سے کہیں بڑھ کر سخت تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور وقت آنے پر کوئی انکی مدد کرنے والا نہ بن سکا۔ نہ ان کی جمعیت اور کثرت ان کے کچھ کام آسکی، اور نہ ہی ان کے وہ مزعومہ ومن گھڑت کارساز اور خود ساختہ شرکاء جن کو وہ خدا کے مقابلے میں اپنی سپر سمجھے ہوئے تھے۔ پس اللہ کی پکڑ سے کوئی کسی کو نہیں چھڑا سکتا معاملہ سب کا سب اسی کے قبضہ ءِ قدرت، واختیار میں ہے، حفاظت اسی کی حفاظت اور پناہ اسی کی پناہ ہے، سبحانہ وتعالیٰ، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہر قدم راہ حق وصواب ہی پر اٹھانے اور بڑھانے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین یارب العالمین

۲۳ منکرین کیلئے عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا: ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسوں کے لئے کوئی مددگار نہیں تھا" جو ایسے مشکل مقام اور آڑے وقت میں ان کے کچھ کام آسکتا اور ان کو عذاب سے بچا سکتا۔ تو پھر یہ لوگ جو آپ کو اپنے اس مقدس شہر سے ظلماً نکال رہے ہیں آخر کس باغ کی مولی ہیں؟ کہ اخراج رسول کے اس سنگین جرم کے ارتکاب کے باوجود ان پہلی قوموں کے سے انجام سے دوچار نہ ہوں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے موقع پر مکہ مکرمہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ مکہ تو اللہ کو بھی سب سے زیادہ محبوب ہے اور مجھے بھی سب سے زیادہ محبوب اور پیارا ہے۔ اگر تیرے باشندے مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔ تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (ابن کثیر، مراغی، خازن، وغیرہ)۔ سو اس آیتِ کریمہ میں جہاں ایک طرف آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی وتسکین کا سامان اور عظیم الشان بشارت ہے وہاں دوسری طرف اس میں مشرکین مکہ کیلئے سخت تنبیہ اور تہدید بھی ہے کہ تم لوگ یہ نہ سمجھنا کہ پیغمبر کو نکال کر تم نے کوئی کامیابی حاصل کر لی۔ بلکہ اس طرح تم لوگوں نے دراصل اپنی تباہی وبربادی کا سامان خود اپنے ہاتھوں کر دیا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ اسکے چند ہی سال بعد آنحضرت ﷺ اپنی بے مثال فتح کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور آپ ﷺ کی اس فتح اور قدومِ میمنت لزوم سے ان کفار ومشرکین کے وجود اور ان کے کفر وشرک کی نجاستوں سے اس بقعہءِ مبارکہ کو ہمیشہ کیلئے پاک وصاف فرما دیا۔ والحمد للہ رب العالمین یہاں سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبر نہ مختار کل ہوتے ہیں اور نہ حاضر وناظر اور ہر جگہ موجود۔ جیسا کہ اہل بدعت کا کہنا ہے۔ کیونکہ اگر ایسے ہوتا تو نہ پیغمبر اس قدر بے بسی کے ساتھ مکہ مکرمہ جیسے اپنے محبوب وطن کو چھوڑتے جس کو آپ ﷺ نے خود "احب البلاد" یعنی سب سے محبوب شہر قرار دیا۔ اور نہ ہجرت کا کوئی معنیٰ ومطلب رہ جاتا کیونکہ ہجرت کا معنی ومطلب ہوتا ہے کہ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا، اور جو ہر جگہ موجود اور حاضر وناظر ہو اس کیلئے ہجرت کے یہ معنی متحقق ہو سکتے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ مت کے مارے اندھوں اور اوندھوں کو حق وہدایت کی روشنی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین ویا ارحم الراحمین

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ

عمل کو؟ ۳۴ اور (اس کے نتیجے میں) وہ (مست اور بے فکر ہو کر) چلے جا رہے ہوں اپنی خواہشات کے پیچھے، ۳۵ (۱۴) شان اس جنت

مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ

کی جس کا وعدہ پرہیزگار لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں نہریں ہوں گی ایسے عظیم الشان پانی کی جو کبھی خراب نہیں ہو گا ۳۶ اور

وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

نہریں ہوں گی ایسے بے مثال دودھ کی جس کا مزہ کبھی تبدیل نہیں ہو گا ۳۷ اور نہریں ہوں گی ایسی بے نظیر شراب کی جو سراسر لذت ہو گی پینے والوں

عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

کے لئے ۳۸ اور نہریں ہوں گی ایسے شہد کی جس کو صاف کر دیا گیا ہو گا (ہر طرح کی آلائش سے، ۳۹) اور ان کے لئے وہاں

وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ

ہر طرح کے پھل ہوں گے، ۴۰ اور ان کے رب کی طرف سے عظیم الشان بخشش بھی، ۴۱ کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جن کو

سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

ہمیشہ رہنا ہو گا (دوزخ کی دہکتی بھڑکتی) اس ہولناک آگ میں، اور ان کو پلایا جائے گا ایسا کھولتا ہوا پانی، جو کاٹ کاٹ کر

۳۴ مومن کی شان نورٌ علی نورٌ کی شان، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلَّ وَعَلَا:- سو بینتہ ''یعنی روشن دلیل سے

یہاں پر مراد وہ نور فطرت ہے جو قدرت کی طرف سے ہر انسان کی فطرت و جبلت کے اندر ودیعت ہوتا ہے۔ کافر اپنے اعراض و انکار سے اس کو ضائع کر دیتا ہے، جبکہ مومن اس کو محفوظ رکھتا ہے۔ پھر نور وحی سے سرفراز ہو کر وہ مزید جلا پاتا ہے اور ''نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٌ'' کا مصداق بن جاتا ہے۔ سو مومن نور فطرت اور نور ایمان و یقین کی اس متاع گرانمایہ اور نور عظیم پر قائم ہوتا ہے۔ جس سے دارین کی سعادت و سرخروئی اور حقیقی فوز و فلاح کی راہیں روشن ہوتی ہیں، جس کی روشنی قدرت کی فیاضیوں نے اس کی فطرت میں اس کے یوم آفرینش ہی سے ودیعت فرما دی تھی۔ پھر جس کے لئے اس کو عقل و فکر کی دولت بخشی گئی اور کائنات کی عبرتوں اور حکمتوں بھری اس کھلی کتاب کو اس کے سامنے رکھ دیا گیا، پھر اس سب کے بعد اور ان سے بڑھ کر دین و وحی کی اس روشنی سے اس کو سرفراز فرمایا گیا جو تمام حقائق کو نکھار کر واضح کر دینے والی عظیم الشان اور بے مثال روشنی ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ اپنے خالق و مالک کی معرفت، اپنی زندگی کے اصل مقصد اور اس کے تقاضوں سے پوری طرح واقف و آگاہ ہو جاتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے ایک طرف تو انسان کے اندر نور فطرت ودیعت فرمایا ہے اور دوسری طرف اس نے اس کو نور وحی سے بھی نوازا ہے۔ جس کی بنا پر مومن صادق ''نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٌ'' کا مصداق بن جاتا ہے۔ اور اس سے اسکے ظاہر و باطن دونوں روشن ہو جاتے ہیں۔ اور یہی مراد ہے ''بَيِّنَه''

''روشن دلیل'' سے۔ جبکہ کافر و منکر ہدایت و وحی کے نور سے منہ موڑ لیتا ہے جس سے اسکا نور فطرت بھی بجھ جاتا ہے اور وہ اندھیرا اور اندھیرا میں گھر جاتا ہے۔ اور اندھا اور اوندھا بن کر رہ جاتا ہے۔ نہ اس کو اپنے خالق و مالک کی معرفت نصیب، نہ اپنے مقصد زندگی کا پتہ، نہ اپنے انجام کی کوئی خبر اور فکر۔ وہ بس دو ٹانگوں والا حیوان بن کر بطن و فرج کی خواہشات کی تحصیل و تکمیل میں لگ جاتا ہے، اور بس جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم .بكل حالٍ من الاحوال ،وَفِىْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فى الحياة

۳۵ نور ہدایت سے محرومی کا نتیجہ خواہشاتِ نفس کی غلامی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا:۔

سو نور ہدایت سے محروم انسان خواہشات نفس کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ نور ہدایت سے محروم انسان کی زندگی کا مقصد خواہشاتِ نفس کی تکمیل ہی ہوتا ہے اور بس۔ خواہشات کی پیروی کے سوا نہ اس کے سامنے اپنی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے مآل و انجام کی کوئی فکر و پروا۔ تو کیا یہ دونوں قسم کے لوگ آپس میں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور ظاہر ہے کہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ''لايستويان مثلا'' ان دونوں کی برابری کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے یہاں پر اس کے بعد ان دونوں کے مآل و انجام کا فرق بیان فرمایا گیا ہے جو جنت کی سدا بہار نعمتوں اور دوزخ کے دائمی عذاب کی صورت میں ان دونوں گروہوں کے لئے مقرر ہے۔ بہر کیف ان دونوں گروہوں کے انجام کا یکساں ہونا عقل اور فطرت دونوں کے خلاف ہے۔ اور ان دونوں کے مآل اور انجام کا یہ فرق آخرت کے اس جہانِ غیب میں ظاہر ہوگا جو کہ دنیا کے اس ''دارُالابتلاء'' کے خاتمے کے بعد ظہور پذیر ہوگا، اور جو کہ کشفِ حقائق اور ظہور و نتائج کا جہان ہوگا، سو وہاں پر اللہ پاک ایمان والوں کو جنت اور اس کی سدا بہار نعمتوں سے نوازے گا جبکہ اس کے برعکس ایمان و یقین کی دولت سے محروم لوگ اس سے محروم ہو کر دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونگے جو کہ خساروں کا خسارہ ہوگا۔ ''والعياذ بالله العظيم۔'' سو وحی اور ہدایت کی دولت سعادتِ دارین سے سرفراز کرنے والی سب سے بڑی اور عظیم الشان اور بے مثال دولت ہے۔ اور اس سے محرومی دارین کی سعادت و سرخروئی اور ہر خیر سے محرومی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه جَلَّ وَ عَلا ،بكل حال من الاحوال،

۳۶ آبِ جنت کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان:۔

سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہاں پر نہریں ہونگی ایسے عظیم الشان اور بے مثال پانی کی جو کبھی خراب نہیں ہوگا''۔ جیسا کہ دنیا کے پانی کا حال ہے کہ زیادہ عرصہ بند رہنے کی وجہ سے اس میں تبدیلی آجاتی ہے۔ رنگ و مزہ بدل جاتا ہے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اور بدبو آنے لگتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ جنت کی نہروں کا پانی ایسا عمدہ اور بے مثال ہوگا کہ کبھی خراب نہ ہوگا۔ اور اس میں اس طرح کا کوئی فساد رونما نہیں ہوگا۔ دنیا میں ایسے پانی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں پر یہ اہم اور بنیادی حقیقت بھی واضح رہنی چاہیے کہ نعمتیں جتنی بھی ہیں ان سب کا منبع اور اصل سرچشمہ جنت ہی ہے۔ لیکن اس عالم ناسوت میں وہ ہمیں ملتی ہیں تو اتنے مراحل سے گزر کر اور اس قدر وسائط و وسائل کے توسط سے کہ ان کی اصل حقیقت اور ماہیت بالکل بدل جاتی ہے، اور انکی شکل و صورت بھی کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر پانی ہی کو لیجئے جو کہ سب سے اہم اور سب سے عام چیز ہے۔ یہ فضاؤں، بادلوں، ہواؤں، دریاؤں، نالوں اور زمین کی تہوں کے مختلف مراحل طے کر کے ہم تک پہنچتا ہے۔ اور ظاہر ہے

کہ یہ ان میں سے ہر مرحلے کے اثرات سے متاثر ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی اصل حقیقت بدل کر کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے، بخلاف جنت کے پانی کے وہ اسطرح کے واسطے کے بغیر براہِ راست حضرتِ حق جَلَّ مجدُہٗ کی طرف سے ملے گا اس لئے اس میں ان واسطوں میں سے کسی بھی واسطے کا کوئی اثر موجود نہیں ہوگا۔ اور پانی کی یہ عظیم الشان نعمت وہاں پر اپنی اصل اور حقیقی شکل میں ملے گی تو اس کی شان کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ ہمیشہ راہ حق وصواب پر گامزن رکھے اور زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، سبحانہ وتعالیٰ

۳۷ جنت کے دودھ کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا کہ وہاں پر نہریں ہونگی ایسے عظیم الشان دودھ کی جس کا مزہ کبھی تبدیل نہ ہوگا۔ جیسا کہ دنیا کے دودھ کا مزہ بدل جاتا ہے اور وہ کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات وہ استعمال کے قابل بھی نہیں رہتا۔ جبکہ جنت کے اس دودھ میں ایسی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوگی۔ سبحان اللہ! کیا کہنے جنت اور اس کی نعمتوں کے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین دنیا میں اول تو دودھ کی نہروں کا سرے سے کوئی تصور ہی نہیں۔ اور پھر دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بدلے۔ اس طرح کے دودھ کا اس دنیا میں پایا جانا متصور ہی نہیں۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اور جس طرح اوپر والے حاشیے میں عرض کیا گیا ہے دنیا کے پانی کی طرح یہاں کا دودھ بھی واسطہ در واسطہ ملتا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ط نُسْقِيْكُمْ مِّمَّافِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ۔ الاٰية (النحل: ٦٦ پ۱۴) اس ارشاد میں اس بات کی تصریح فرمائی گئی کہ یہ دودھ گوبر اور خون جیسی دو نجاستوں کے درمیان سے ہو کر ہم تک پہنچتا ہے۔ اور یہ چیز جہاں قدرت کی عنایت اور اسکی حکمت کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے وہیں اس سے یہ اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ جنت کی یہ عظیم الشان نعمت جو اس راستے سے گزر کر ہم تک پہنچتی ہے اس کی اصل اور مزاجی خصوصیات میں کس قدر فرق واقع ہو جاتا ہوگا۔ سو اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جنت کے پانی اور وہاں کے دودھ اور وہاں کے شہد اور دنیا اور یہاں کے دودھ وشہد اور پانی کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ دنیا کی ان نعمتوں سے جنت کی ان نعمتوں کا محض ایک مبہم اور ہلکا سا تصور ہی کیا جا سکتا ہے اور بس انکی اصل حقیقت وہیں کھلے گی، اللہ نصیب فرمائے، اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

۳۸ جنت کی شراب سراسر لذت ہوگی۔ والحمدُ للہِ جَلَّ وَعَلاَ:- یعنی یہاں پر اس شراب کی صفت میں ''لذیذ'' نہیں ''لَذَّة'' فرمایا گیا ہے جس میں ''زید عدل'' کی طرح مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اس لئے ہم نے اس کا ترجمہ ''لذیذ'' یا ''مزیدار'' جیسے کسی لفظ سے نہیں کیا۔ جیسا کہ عام طور پر کیا جاتا ہے بلکہ ''سراسر لذت'' سے کیا ہے، تاکہ لفظ کے مصدری معنیٰ کی قوت اور اسکے زور کا بقدر امکان اظہار وبیان ہو سکے۔ والحمدُ اللہ۔ سو جنت کی شراب بھی بے مثال ہوگی۔ دنیا میں ایسی کسی شراب کا پایا جانا ممکن ہی نہیں۔ یہاں کی شراب بدمزہ، بدذائقہ اور بدبودار اور طرح طرح کے مفاسد ومضار کی حامل ہوتی ہے جو پینے والے کی شکل ہی بگاڑ کر رکھ دیتی ہے اور بعد میں اسکی عقل کو ماؤف اور اسکے مزاج اور اخلاق کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ سو جنت کی شراب سراسر لذت ہوگی۔

نہ اس سے پینے والوں کو کسی قسم کی کوئی تلخی یا خرابی محسوس ہوگی اور نہ ان کو کسی قسم کے خمار یا کسی ناگواری کا کوئی احساس ہوگا اور نہ ہی کسی طرح کی بدمستی اور گناہ کی کوئی تحریک پیدا ہو سو وہاں کی شراب میں خوبی تو ہر ایک موجود ہوگی، مگر خرابی کوئی بھی نہیں ہوگی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیءٍ وھویجیر ویجار علیہ،

۳۹ جنت کے بے مثل شہد کا ذکر و بیان۔ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ جَلَّ وَعَلاَ:- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''وہاں پر نہریں ہونگی ایسے شہد کی جس کو ہر طرح سے صاف کر دیا گیا ہوگا یعنی وہاں کا وہ شہد حقیقی معنوں میں ''عَسَلٍ مُصَفّٰی'' ہوگا۔ سو اس کو ہر طرح سے صاف کر دیا گیا ہوگا۔ اس لئے وہ ایسا نہیں ہوگا جیسا کہ دنیا کے شہدوں میں مکھیوں کے فضلات اور شمع وغیرہ کی آمیزش ہوتی ہے کہ جنت کا وہ شہد مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکلے گا بلکہ صاف وشفاف نہروں میں رواں دواں ہوگا جس کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَاءًۢ بِمَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (السجدۃ ۷:پ۲۱) یعنی ''کوئی نہیں جانتا اور نہیں جان سکتا کہ جنتیوں کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے''۔ اور جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ ما لاعَیْنَ رَاَتْ ولا اذنٌ سَمِعَتْ ولا خطر علیٰ قَلْبِ بشر ''کہ وہاں وہ کچھ ہوگا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا گزر ہی ہوا۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت کی نعمتوں کے بارے میں جو الفاظ بولے جاتے ہیں وہ محض الفاظ دنیا ہوتے ہیں جو تقریب وتفہیم کے طور پر بولے جاتے ہیں۔ ورنہ وہاں کی ان نعمتوں کی حقیقت اور ہی ہوگی جن کو اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ اللہ پاک اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ۔ بہرکیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ جنت کی دوسری نعمتوں کی طرح وہاں کا شہد بھی بے مثال ہو گا۔ کیونکہ اس دنیا میں جو شہد میسر آتا ہے وہ بہرحال مکھیوں ہی کے واسطے سے انہی کے ذریعے میسر آتا ہے، جو ان کے پیٹوں کے فضلات وغیرہ سے پاک نہیں ہوتا۔ جبکہ جنت کا شہد اپنے اصل منبع سے نکلا ہوگا۔ اس لئے اس میں اس طرح کے کسی آمیزش اور ملاوٹ کا کوئی سوال نہیں ہوگا۔ اور اس پر کسی کیلئے ''مگس کی قے'' ہونے کی پھبتی کسنے کا بھی موقع نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں سے صرف نظر اور درگزر فرما کر محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین

۴۰ اہلِ جنت کے لئے ہر قسم کے پھلوں کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان کیلئے وہاں پر ہر طرح کے پھل بھی ہونگے'' جو اپنے رنگوں، شکلوں، خوشبوؤں اور فائدوں وغیرہ کے اعتبار سے اس قدر مختلف اور اتنے متنوع ہوں گے کہ ان کا یہاں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ یہاں پر یہ بات بھی نظر میں رہے کہ یہاں پھلوں کا ذکر مشروب کے بعد فرمانے سے یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ جنت کی نعمتوں کا استعمال محض لذت ونشاط کیلئے ہوگا نہ کہ ضرورت وحاجت کی بنا پر جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے (حاشیہ زادہ علی البیضاوی) بہرکیف جنت کی ان نعمتوں اور دنیاوی نعمتوں کے درمیان وہی فرق ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔ دنیا کی ان عارضی اور فانی اصل حقیقت کا ادراک کسی کیلئے یہاں پر ممکن نہیں۔ اور اللہ پاک نے اپنے بندوں کو دنیا کی

ان نعمتوں سے نوازا بھی اسی لئے ہے کہ وہ ان کے ذریعے جنت کا بقدر امکان تصور کرسکیں اور بس۔ ورنہ دنیا اور جنت کی ان نعمتوں کے درمیان وہی فرق ہے جو کہ حقیقت اور مجاز کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا اس فرق کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کی جن نعمتوں کا ذکر دنیا میں فرمایا جاتا ہے وہ محض نام ہیں سو اصل حقیقت وہیں کھلے گی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ،

۴۱ بخششِ خداوندی اہلِ جنت کیلئے ایک عظیم الشان انعام: --سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ جنتیوں کیلئے ایک عظیم الشان بلکہ سب سے بڑی نعمت ان کے رب کی طرف سے بخشش و مغفرت ہوگی۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان کیلئے انکے رب کی جانب سے عظیم الشان بخشش بھی ہوگی''۔ جو کہ ایک معنوی اور روحانی لذت و نعمت ہوگی رضائے خداوندی کی طرح۔ سبحانہ و تعالیٰ، جو کہ تمام مادی اور ظاہری لذتوں اور نعمتوں سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔ (صفوۃ التفاسیر وغیرہ) سو اس عظیم الشان بخشش خداوندی کی وجہ سے اہل جنت کی ان تمام تقصیرات و سیات کو دخول جنت سے پہلے ہی معاف فرمادیا جائے گا جو ان سے دنیا میں بتقاضائے بشریت سرزد ہوگئی ہوں گی۔ تاکہ جنت کی زندگی میں ان کی کسی طرح کا کوئی تکدر پیش نہ آنے پائے کہ وہ سراسر آرام و لذت اور سرور و سکون کی جگہ۔ اور خدائے غفور و رحیم کی طرف سے مہمانی ہوگی۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے یاد آجانے اور ان کے ذکر ہو جانے کی وجہ سے ان کو کوئی خفت اور شرمندگی لاحق ہو۔ سبحان اللہ! کیا کہنے اکرم الاکرمین کے اس کرم بے مثال کے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ بہرکیف جنت کی ان عظیم الشان نعمتوں کے ذکر کے بعد رب کی مغفرت و بخشش کے اس ذکر و بیان سے اسکی عظمت شان واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ان مادی اور ظاہری نعمتوں کے مقابلے میں یہ معنوی نعمت سب سے بڑی اور نہایت عظمت شان والی نعمت ہوگی۔ اور خداوند قدوس کی مغفرت و خوشنودی کی یہ عظیم الشان نعمت ہی دراصل وہ اصل اور اہم نعمت ہوگی جو حق تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں کی ضامن بھی ہوگی جو اہل جنت کو وہاں پر نصیب ہوں گی۔ اور اسی سے آگے کے مدارج و درجات کی راہیں کھلیں گے۔ سو اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رضامندی دوسری تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابدا'' یعنی ''میں نے تم لوگوں پر اپنی رضامندی اور خوشنودی اتارے دیتا ہوں۔ پس اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا'' اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنی فضل و کرم سے اور اپنی شان کریمی و رحیمی کی بنا پر نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ رب اغفر لی ذنبی کُلَّہ دِقَّہ وَجِلَّہ، اولہ و آخرہ سرہ وعلانیتہ، ما علمت منہ ومالم اعلم، اللھم مغفرتُک اوسعُ من ذنوبی، و رحمتک ارجٰی عندی من عملی،

اَللّٰھُمَّ!

اجْعَلْنَا کَمَا یَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا یَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ، فَاِنَّکَ اَنْتَ تُجِیْبُ عَبْدَکَ اِذَا دَعَاکَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ، اٰمِرًا عِبَادَکَ وَمُرْشِدًا اِیَّاھُمْ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"

يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا

رکھ دے گا ان کی انتڑیوں کو، ۴۲ (۱۵) اور ان لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو کان لگا کر سنتے ہیں آپ کی بات کو، ۴۳ یہاں تک کہ

لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ

جب وہ آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان لوگوں سے جنہیں علم دیا گیا ہے پوچھتے ہیں کہ ان صاحب نے ابھی کیا کہا؟ ۴۴

الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ (۱۶)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا اللہ نے (ان کی اپنی بدنیتی کی وجہ سے، ۴۵) اور یہ پیچھے لگ گئے اپنی خواہشات کے، ۴۶ (۱۶)

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ (۱۷)

اور جو لوگ سرفراز ہو گئے (نور حق و) ہدایت سے، اللہ ان کو نوازے گا مزید (نور حق و) ہدایت سے، ۴۷ اور وہ ان کو عطا فرمائے گا ان (کے

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ

درجے) کا تقویٰ (و پرہیزگاری)، (۱۷) تو کیا اب یہ لوگ (قیامت کی) اس ہولناک گھڑی ہی کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک ٹوٹ پڑے؟ ۴۸

۴۲ دوزخیوں کیلئے کھولتا ہوا پانی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دوزخیوں کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''ان کو ایسا کھولتا پانی پلایا جائے گا جو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا انکی انتڑیوں کو''۔ اور وہ پانی ایسا کھولتا ہو گا کہ جب وہ منہ کے سامنے لایا جائے گا تو وہ بھون کر رکھ دے گا ان کے چہروں کو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ۔ الأية ۔ (الکہف: ۲۹ پ ۱۵) اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ وہ کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر چھوڑا جائے گا تو اس سے ان کی انتڑیاں پگھل کر ان کے ادبار سے باہر نکلیں گی۔ اور ان کی کھالیں بھی پگھل جائیں گی۔ اور اسی کو دوسرے مقام پر ''صہر'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِىْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۔ (الحج: ۲۰ پ ۱۷) کہ ''اس سے پگھل جائے گا جو کچھ کہ ان کے پیٹوں میں ہو گا اور ان کی کھالیں''۔ اور استفہام یہاں پر انکاری ہے۔ یعنی ان دونوں گروہوں کا انجام ایک برابر نہیں ہو سکتا۔ پس دنیا میں جو ایمان و کفر والے یہ دونوں گروہ آپس میں برابر نظر آ رہے ہیں بلکہ بعض اوقات کافر و منکر انسان طرح طرح کے سامان عیش و عشرت میں نظر آتا ہے اور مومن صادق تکلیف اور مشکلات میں۔ تو اس سے دھوکے میں نہیں پڑنا کہ دنیا تو اصل میں ابتلاء و آزمائش کی جگہ ہے۔ نہ کہ فیصلے کا مقام۔ کہ وہ آخرت ہے۔ اور ابتلاء و آزمائش کا تقاضا یہی ہے کہ اس میں ہر ایک کو کھلی چھوٹ اور آزادی دی جائے۔ تاکہ وہ اپنے ارادہ و اختیار سے جو چاہے کرے، اور اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا صلہ و ثمرہ اور بدلہ آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں پاسکے جو کہ فیصلے اور بدلے کا دن ہو گا اور بھرپور طریقے

سے پاسکے تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں، اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوں اور اس کائنات ہست و بود کی تخلیق اور اس کے وجود کی حکمت کا تحقق ہو سکے۔ سو کافر اور مومن کبھی باہم برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، یامن بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیه،

۴۳ بدنیتی کا سننا مفید نہیں ہو سکتا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کچھ لوگ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں"۔ تاکہ دیکھنے والوں کو یہ تاثر دے سکیں اور ان کے سامنے یہ ظاہر کر سکیں کہ وہ بڑے غور اور اشتیاق سے سنتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کی نیتیں اور ارادے صحیح نہیں ہوتے۔ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا انکو مقصود ہی نہیں ہوتا اس لئے جس کفر و نفاق کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے اسی کو لئے ہوئے اور اسی طرح محروم کے محروم واپس لوٹتے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَاِذَا جَآءُوْکُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْکُفْرِ وَ ھُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ط وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا یَکْتُمُوْنَ۔ الایۃ (المائدہ: ۶۱ پ ۶) اور اپنی ڈبل محرومی کے ساتھ باہر نکلنے کے بعد یہ لوگ توہین و تحقیر کے طور پر دوسروں سے پوچھتے اور کہتے ہیں "اچھا تو کیا کہا ان صاحب نے؟" جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے ان کے بارے میں مروی ہے۔ (ابن کثیر، خازن، مراغی، صفوہ، قرطبی وغیرہ)۔ پس یہ نتیجہ ہے بدنیتی اور خبث باطن کا۔ کہ اس کے باعث انسان کے لئے محرومی ہی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو انسان کے بناؤ بگاڑ اور اسکی اصلاح و فلاح کا اصل تعلق اس کے اپنے قلب و باطن پر ہے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حال من الاحوال، و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ

۴۴ منافقوں کی منافقانہ چال کا ایک نمونہ و مظہر۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "جب یہ لوگ آپ کے پاس سے لوٹتے ہیں تو مجلس کے دوسرے اہل علم سے پوچھتے ہیں کہ ابھی ان صاحب نے کیا کہا؟" سو یہاں بھی ان منافقوں کی وہی منافقانہ چال ہے کہ اس پوچھنے سے ان کا ظاہری مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ گویا ان کو جاننے اور ماننے کا بڑا شوق ہے۔ اور اسی کے اظہار کیلئے یہ سنتے وقت بھی کان لگا کر سنتے ہیں۔ مگر دل میں چونکہ خناس کا بسیرا ہوتا ہے اس لئے بعد میں یہ توہین و تحقیر آمیز لہجے اور انداز میں کہتے ہیں کہ ان صاحب نے ابھی کیا کہا؟ واضح رہے کہ کسی کی عمدہ بات کو بھی مشتبہ بنا دینے کیلئے یہ طریقہ بڑا موثر اور کارگر ہوتا ہے۔ اس لئے منافق لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی کا برتاؤ کرتے تھے اور منافق قسم کے لوگ آج تک حسب موقع اسی منافقانہ روش سے کام لیتے ہیں۔ اور اہل حق کے بارے میں وہ اسی طرح کی دھوکہ دہی سے کام لیتے ہیں۔ اور اس طرح وہ درحقیقت اپنی ہی محرومی کا سامان کرتے ہیں۔ مگر ان کو اس کا احساس و شعور ہی نہیں جو کہ اور بھی بڑا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم،

۴۵ بدنیتی اور خبث باعث محرومی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے"۔ جس کے باعث یہ لوگ نور حق و ہدایت سے اور دور اور محروم ہوتے جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس طرح جس دوغلی کو یہ لوگ اپنی ہوشیاری اور چالاکی سمجھتے ہیں وہی ان کی محرومی اور ان کیلئے تباہی اور بربادی میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ مگر ان کو

مگران کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسے لوگ اپنی بدنیتی اور سوء اختیار کی بنا پر نور حق و ہدایت سے محروم اور اندھے بہرے بن جاتے ہیں اور محض حیوان بن کر اپنی خواہشات کی پیروی میں لگ جاتے ہیں۔ اور اس طرح یہ لوگ اپنے آپ کو اس نور بصیرت سے بھی محروم کر دیتے ہیں۔ جو قدرت نے ان کی فطرت اور جبلت میں ودیعت فرمایا ہوتا ہے جس کے باعث یہ اندھیر ادر اندھیرا میں گر کر اور گھر کر رہ جاتے ہیں۔ اور بالکل اندھے اور اُوندھے بن کر اپنے نفع و نقصان کے ادراک و شعور سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ سو بدنیتی اور خبثِ باطن کا نتیجہ و انجام محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین

۴۶ نور ہدایت سے محرومی کا نتیجہ اتباع ھویٰ، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ :- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے لوگ نور حق و ہدایت سے محروم ہونے کے بعد خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ گئے۔ سو اس کے نتیجے میں یہ اسی انجام سے دوچار ہونگے جو ایسے لوگوں کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ کہ ہدایت سے محرومی کے بعد ان کے لئے یہی چیز باقی رہ گئی۔ کیونکہ راستے تو دو ہی ہیں۔ ایک ''ھدیٰ'' کا راستہ اور دوسرا ''ھویٰ'' کا۔ اول سے محروم ہونے کے بعد دوسری راہ ہی ان کے لئے جاتی ہے، جو کہ سیدھی دوزخ اور دائمی خسران و محرومی کی طرف جانے والی راہ ہے۔ والعیاذ باللہ۔ پس نور ہدایت سے محرومی سب سے بڑی اور نہایت ہولناک محرومی ہے۔ کہ اس کے نتیجے میں انسان اتباع ھدیٰ یعنی حق و ہدایت کی پیروی کی سعادت سے محروم ہو کر اتباع ھویٰ یعنی خواہشات نفس کی پیروی میں لگ جاتا ہے، اور اس طرح وہ حیوانِ محض بن جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

اَللّٰھُمَّ !

اجْعَلْنِیْ کَمَا یَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّا یَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِیْ لِمَالَایَعْلَمُوْنَ، وَاجْعَلْ عَمَلِیْ
ھٰذَا خَالِصًا لِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ، وَاجْعَلْہُ اَخْلَصَ مَایَکُوْنَ، وَاَنْفَعَ مَایَکُوْنَ،
وَاَحَبَّ مَایَکُوْنَ، وَاَوْسَعَ وَاَبْقٰی مَایَکُوْنُ، یَامَنْ لَاحَدَّ لِجُوْدِہٖ
وَکَرَمِہٖ وَاِحْسَانِہٖ، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ الْمُجِیْبُ
یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ وَالْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْاِحْسَانِ

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

اور جو لوگ سرفراز ہو گئے (نور حق و) ہدایت سے، اللہ ان کو نوازے گا مزید (نور حق و) ہدایت سے، ۴۷ اور وہ ان کو عطا فرمائے گا ان (کے

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ج

درجے) کا تقویٰ (و پرہیزگاری)، ﴿۱۷﴾ تو کیا اب یہ لوگ (قیامت کی) اس ہولناک گھڑی ہی کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک ٹوٹ پڑے؟ ۴۸

۴۷ **ایمان والوں کیلئے نورِ ہدایت میں اضافے کی بشارت:-** چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں نے راہِ حق وہدایت کو اپنایا اللہ ان کو مزید ہدایت سے نوازے گا"۔ جس سے ان کو تکثیر حسنات اور تقلیلِ سیآت کی توفیق ملتی جاتی ہے۔ اور راہ حق وصواب انکے لئے کھلتی چلی جاتی ہے۔ سوایسوں کو قدرت نے جس نور فطرت سے نوازا تھا اس کو ان کے نور ہدایت و وحی سے جا ملتی ہے۔ اور یہ نور علی نور کا مصداق بن جاتے ہیں۔ اور لذتِ ایمان و یقین میں قوت اور اضافے سے سرشار ہوتے رہتے ہیں۔ جبکہ منافق لوگ اسکے برعکس نور حق وہدایت سے منہ موڑ کر اپنے اصل نور فطرت کو بھی گل کر دیتے ہیں جس سے قدرت نے اپنی رحمت و عنایت سے ان کو نوازا تھا۔ جسکے نتیجے میں ایسے لوگ اندھیر اور اندھیرے میں ڈوب کر اندھے اور اُوندھے بن کر رہ جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۴۸ **لوگوں کے لئے اتمامِ حجت کا ذکر وبیان:-** سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا اب یہ لوگ قیامت کی اس ہولناک گھڑی کے اچانک ٹوٹ پڑنے ہی کے منتظر ہیں؟"۔ یعنی حق وصداقت کی توضیح میں اب کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی۔ اگر اب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اب یہ اسی کے منتظر ہیں کہ قیامت کی ہولناک گھڑی اچانک ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ ان کا کام تمام کر دے۔ جس کے بعد ان کے لئے ہمیشہ کا خسارہ ہے۔ کاش کہ یہ لوگ اس حقیقت کو جان لیتے اور صدقِ دل سے ایمان لے آتے قبل اس سے کہ فرصتِ ایمان و عمل ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ "الساعة" سے یہاں پر قیامت بھی مراد ہو سکتی ہے اور وہ فیصلہ کن عذاب بھی جو رسول کی تکذیب کے نتیجے میں کسی قوم پر قیامت سے پہلے اس دنیا میں آتا ہے۔ جس سے وہ قوم اپنے اس آخری انجام کو پہنچ کر رہتی ہے جس کا مستحق اس نے اپنے آپ کو بنا لیا ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول اپنی اپنی قوموں کو ان دونوں ہی قسم کے عذابوں سے آگاہ اور خبردار کرتے رہے۔ اور ان دونوں میں نسبت مقدمہ اور تکملہ کی ہوتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ اپنا رسول آخری اتمام حجت کے لئے بھیجتا ہے۔ اگر اس کی تنبیہ و تذکیر سے بھی ان لوگوں کے کان نہ کھلیں تو اسکے بعد ان کے لئے آخری چیز عذاب اور قیامت ہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا کہ ان لوگوں کے لئے ہر طرح سے حجت تمام کر دی گئی، اب ان کے لئے کسی عذر و معذرت کی گنجائش نہیں۔ اب آگے معاملہ ان کی مرضی اور اختیار پر ہے کہ وہ کونسا راستہ اختیار کرتے اور کس طریقے کو اپناتے ہیں جو نسا راستہ وہ اپنائیں گے اسی کا پھل پائیں گے اور کہ اصول یہی ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا گیا "اِعْمَلْ مَاشِئْتَ فَكَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ" اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ

سو اس کی نشانیاں تو آ ہی چکی ہیں، ف۴۹ پھر جب وہ خود آ پہنچے گی تو پھر ان کو کیا فائدہ ہوگا

ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ

اس وقت کے ان کے سمجھنے کا؟ ف۵۰ ﴿۱۸﴾ پس آپ یقین جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ف۵۱ اور معافی مانگو

لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اپنے گناہ کے لئے، ف۵۲ اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے بھی اور اللہ جانتا ہے

مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا ع۶ ۸

تم لوگوں کے چلنے پھرنے کو بھی، اور تمہارے رہنے سہنے کو بھی، ف۵۳ ﴿۱۹﴾ اور کہتے وہ لوگ جو ایمان لائے کہ کیوں نہیں

۴۹ اشراطِ ساعت سے مقصود ومراد؟: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''قیامت کی علامتیں اور نشانیاں ان کے سامنے ظاہر ہو چکی ہیں''۔ جن میں سے بڑی نشانی تو خود آنحضرت ﷺ کی بعثت وتشریف آوری ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ورسول ہیں۔ جیسا کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی بعثت اشراط قیامت میں سے ہے۔ اور صحیح بخاری ومسلم وغیرہ کی حدیث میں آنحضرت ﷺ سے خود مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی مبارک کو کھڑا کر کے ارشاد فرمایا ''بعثت انا والساعۃ کھاتین''۔ یعنی میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح کہ یہ دو انگلیاں' یعنی جس طرح ان دونوں کے درمیان کسی تیسری انگلی کا فاصلہ نہیں اسی طرح اب میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی آنے والا نہیں۔ سو آپ ﷺ کی بعثت وتشریف آوری خود قیامت کی ایک عظیم الشان نشانی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى، اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (النجم: ۵۶-۵۷ پ ۲۷) اسی طرح قیامت کی ایک نشانی معجزہ شق القمر ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ (القمر: ا پ ۲۷) اور شق القمر کا یہ معجزہ بھی وقوع پذیر ہو چکا ہے، بہر کیف قیامت بہت قریب آ لگی ہے۔ اس لئے اس کے لئے جلدی مچانے کی بجائے اس کیلئے تیاری اور اس کی فکر کرو کہ یہی تقاضا ہے عقل اور نقل دونوں کا۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔ اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (النحل: ا پ ۱۴) یعنی اللہ کا حکم آ گیا پس تم اس کے لئے جلد بازی مت کرو، اسی طرح اور بھی کئی نشانیاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی بیان فرمائی ہیں۔ اور آپ ﷺ نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں وہ حاشر ہوں جس کے قدموں پر سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ اور میں وہ عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ سو ایسے تمام ارشادات سے اصل مقصود یہ بتانا ہے کہ لوگ اپنی اس غفلت شعاری سے باز آ جائیں جو یہ قیامت کے بارے میں برت رہے ہیں۔ لیکن لوگ ہیں کہ پھر بھی غفلت ہی میں پڑے ہوئے ہیں،

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۔ (الانبیا: اپ ۱۷) اللہ تعالیٰ غفلت ولا پرواہی سے ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین و یا ارحم الراحمین.

۵۰ عذاب دیکھ لینے کے بعد کا ایمان معتبر نہیں: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جب وہ گھڑی ان کے پاس آ پہنچی تو اس وقت کیا فائدہ ان کے سمجھنے کا؟" یعنی اس وقت کے ماننے اور ایمان لانے سے منکروں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ ایمان بالمشاہدہ ہوگا جبکہ اصل مقصود ایمان بالغیب ہے۔ سو اس وقت ایمان و عمل کا کوئی موقع نہ ہوگا۔ پس زندگی کی اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھالو جو آج تمہیں میسر ہے۔ ورنہ ہمیشہ کا افسوس اور پچھتاوا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى (الفجر: ۲۳ پ ۳۰) یعنی اس روز انسان نصیحت تو قبول کرے گا، مگر اس وقت اس نصیحت کا اس کو بھلا کیا فائدہ ہوگا؟ سو عالم آخرت کے اس تذکرے اور ایمان لانے کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ ایمان بالمشاہدہ ہوگا۔ یعنی آخرت کے غیبی حقائق کو دیکھ لینے کے بعد کا ایمان جبکہ اصل مقصود اور مطلوب ایمان بالغیب ہے نہ کہ ایمان بالشاہدۃ والشہود۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید ، و علی ما یحب و یرید ، و ھو الھادی الی سواء السبیل،

۵۱ معبودِ برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، سبحانہ و تعالیٰ: -سو ارشاد فرمایا گیا اور صیغہ امر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ "یقین جانو کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں" یہ "فاتفریعیہ" ہے۔ یعنی جب آپ کو اہل کفر اور اہل ایمان دونوں فریقوں کا حال اور مآل معلوم ہو گیا تو سعادت و نجات کی جس بنیاد -توحید- پر آپ قائم ہیں اس پر مضبوط رہیں۔ یعنی یہ عقیدہ توحید پر دوام و ثبات کی تلقین و تعلیم ہے۔ اسی لئے ہم نے ترجمہ میں "جان لو" کی بجائے "جان رکھو" کے الفاظ اختیار کیے ہیں۔ مدار نجات بہرکیف یہی عقیدہ ہے سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جب فیصلہ کن گھڑی قریب ہی آ لگی ہے تو تم یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت و بندگی کے لائق نہیں۔ عبادت و بندگی کی ہر قسم اور اسکی ہر شکل و مظہر اسی وحدہ لاشریک کا حق اور اسی کا اختصاص ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اور جو لوگ اپنے فرضی معبودوں، من گھڑت دیویوں اور دیوتاؤں، اور خود ساختہ سرکاروں کے سہارے اور ان کے بل پر نچنت اور بے فکر ہیں ان کو اس وقت خود معلوم ہو جائے گا کہ خدا کے مقابلے میں کوئی بھی ان کی مدد کرنے والا اور ان کے کام آنے والا نہیں۔ سو اب جبکہ فیصلے کی وہ گھڑی قریب آ لگی ہے تم اس اہم اور بنیادی حقیقت کو جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ

۵۲ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ میں "ذَنْب" سے مقصود و مراد؟: -واضح رہے کہ یہاں پر "ذَنْب" سے گناہ کے معروف معنیٰ مراد نہیں۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ جمہور امت کے نزدیک ہر قسم کا گناہ سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ اور حضرت سید الانبیاء علیہ السلام۔ کا مرتبہ و مقام تو ان سب میں بلند اور اعلیٰ و بالا ہے۔ بلکہ یہاں پر "ذَنْب" سے مراد خلاف اولیٰ قسم کے وہ امور ہیں جن کو آپ ﷺ کی شان رفیع کی بنا پر "ذَنْب" یعنی گناہ سے تعبیر فرمایا گیا اور اسی کو دوسرے مقام پر معصیت قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا۔ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔ الایۃ (طٰہٰ ۱۲۱ پ ۱۶) اسی کو علمائے کرام کے نزدیک "حسنات الابرار سیات المقربین" کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔

اور خداوند قدوس کے اس ارشاد کے مطابق آنحضرت ﷺ بکثرت استغفار فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ صحاح ستہ وغیرہ میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ومنقول ہے کہ میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ)۔ نیز حدیث کی کتابوں میں آپ ﷺ سے استغفار کے مختلف قسم کے کلمات اور صیغے مروی ومنقول ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری (کتاب التہجد، باب التہجد باللیل) میں ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے "اللھم اغفرلی ما قدمت و ما اخرت"۔ "اے اللہ بخشش فرمادے میرے لئے اس کی بھی جو کہ میں نے پہلے کیا اور اس کی بھی جو میں نے بعد میں کیا" اسی طرح صحیح بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے۔ "اللھم اغفرلی خطئیتی و جھلی وما انت اعلم به منی اللھم اغفرلی ھزلی و جدی" وغیرہ وغیرہ سو اس طرح کے تمام ارشادات عالیہ میں امت مسلمہ کے لئے بڑی اہم اور تاکیدی تعلیم ہے کہ جب حضرت صادق مصدوق نبی معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہر طرح کے گناہ سے پاک اور معصوم ہونے کے باوجود اس قدر استغفار فرماتے تھے تو پھر پوری امت کے ہر ہر شخص کو جس قدر استغفار کی ضرورت ہوسکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ سو اس میں یہ عظیم الشان درس ہے کہ کوئی شخص اپنے رب کی عبادت و بندگی کی ادائیگی میں خواہ کتنا ہی کچھ کیوں نہ کر لے اس کو اس زعم میں کبھی مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ میں نے اس کا حق ادا کردیا۔ بلکہ ان کو ہمیشہ توبہ واستغفار ہی کرتے رہنا چاہیے۔ اور یوں یہ امر بذات خود بین وظاہر ہے کہ بندہ جتنی بھی کوشش کرے وہ اللہ پاک کی بندگی کا حق پوری طرح ادا نہیں کرسکتا کہ بندہ اور اسکی قوتیں سب محدود ہیں جبکہ اللہ پاک کی بخشش وعطا کا سلسلہ لامحدود ہے۔ اس لئے سب کچھ کرنے کے بعد بھی بندے کو یہی کہنا پڑتا ہے کہ میں تیرا حق ادا نہیں کرسکا، جیسا کہ سورۂ نصر میں نبی اکرم ﷺ کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (النصر: ۳ پ ۳۰) تو آپ ﷺ اس کے بعد جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اپنے رکوع و سجود میں بکثرت یہ الفاظ کہا کرتے تھے۔ سبحانک اللھم و بحمدک اللھم اغفرلی (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ)۔ سو جمہور مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نے ﴿لذنبک﴾ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے کہ اس میں "ذنب" سے ایسے ہی خلاف اولیٰ قسم کے امور مراد ہیں۔ اسکے برعکس برصغیر کے بعض لوگوں نے ﴿لذنبک﴾ کا ترجمہ "اپنے خاصوں کیلئے" کیا۔ اور اس طرح شاید وہ اور اس کے حوالی موالی یہ کہتے اور سمجھتے ہوں گے کہ انہوں نے کوئی بڑا تیر ماردیا ہے۔ مگر حقیقت نفس الامری اور امر واقع یہ ہے کہ یہ ترجمہ ان کلمات کریمہ کا صحیح ترجمہ بنتا ہی نہیں۔ نہ لغت و بیان کے اعتبار سے، اور نہ سلف وخلف کے ثقہ اور معتمد علما و مفسرین کرام کی تشریحات کے مطابق۔ اور مسند امام احمد رحمہ اللہ میں حضرت عبداللہ بن سرخس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر میں نے کہا۔ غفر اللہ لک یا رسول اللہ ﷺ "اللہ کے رسول اللہ آپ کی بخشش فرمائے" پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ "کیا میں نے صحیح کہا؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا "نعم ولکم" یعنی "ہاں تم نے صحیح کہا اور اللہ تمہاری بھی بخشش فرمائے" پھر آپ نے یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (ابن کثیر وغیرہ)۔ سو اس حدیث گرامی میں پیغمبر نے آیت کریمہ کا مفہوم خود واضح اور متعین فرمادیا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ لہٰذا صحیح بات وہی ہے جو جمہور علماء مفسرین نے کہی کہ "ذنوب الانبیاء ترکھم الاولیٰ" (المراغی، المدارک، المحاسن وغیرہ)

یعنی حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے ذنوب سے مراد ترک اولیٰ قسم کے امور ہوتے ہیں۔ سو یہی مطلب واضح، متبادر، اور بے غبار ہے۔

۵۳ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کے ایک پہلو کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے چلنے پھرنے کو اور تمہارے رہنے سہنے کو" یعنی تمہارے چلنے پھرنے کو دن میں اور تمہارے رہنے سہنے کو رات میں۔ نیز تمہارے چلنے پھرنے کو دنیا میں، اور رہنے سہنے کو برزخ و آخرت میں۔ اسی طرح تمہارے ادلنے بدلنے کو اصلاب آباء اور ارحامِ امہات میں۔ اور رہنے سہنے کو دنیا و آخرت میں سو "متقلب" اور "مثوی" کے الفاظ کا عموم ان سب ہی مفاہیم کو شامل ہے۔ اور یہ سب ہی احوال "متقلب" اور "مثوی" کے کلماتِ کریمہ کے عموم و شمول میں داخل ہیں۔ یعنی اس دنیاوی زندگی اور اس کے ہر مقام اور ہر حال میں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر حال میں اپنی طرح طرح کی رحمتوں اور عنایتوں سے نوازتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اس سے دو حقیقتیں اور بنیادی درس ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنے چاہییں۔ ایک یہ کہ تم کسی بھی حال میں اور کسی بھی مقام پر اس وحدہٗ لاشریک سے چھپ نہیں سکتے۔ اور دوسری یہ کہ وہ تمہیں تمہارے زندگی بھر کے تمام کیے کرائے کا بھرپور بدلہ دے گا۔ لہٰذا تم لوگ اپنے بارے میں خود غور کر لو کہ اس کے ساتھ تمہارا معاملہ کس طرح کا ہے۔ اور اس کے یہاں تم کس طرح کے صلہ و بدلہ کے مستحق ہو سکتے ہو۔ اور دوسری بات یہ کہ جب ایسا کامل اور محیط علم اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کے لئے بھی ممکن نہیں تو پھر معبود برحق وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے۔ کیونکہ جب اس کی ان صفتوں میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک و سہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس عبادت و بندگی کی ہر قسم صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ نیز یہاں کے سیاق و سباق کے لحاظ سے اس میں ایک اور بڑا اور اہم درس ہے کہ اس میں پیغمبر اور مسلمانوں کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ کہ اگر تم لوگ استغفار کرتے رہے اور ہمیشہ رب کی طرف رجوع کرتے رہے تو تم جہاں کہیں بھی ہوؤ گے وہ تم کو اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے گا۔ وہ تمہاری آمد و رفت کی جگہوں اور تمہارے رہنے سہنے کے ٹھکانوں سب کو جانتا ہے۔ تو ایسے میں جب اس قادرِ مطلق کی حمایت و پناہ کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر اس کو کسی اور کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟ فکن اللھم لنا ولا تکن علینا، وانصرنا ولا تنصر علینا، یاذاالجلال والاکرام۔

اَللّٰھُمَّ!

اقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْیَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِهٖ بَیْنَنَاوَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ،

وَمِنْ طَاعَتِکَ مَاتُبَلِّغُنَابِهٖ جَنَّتَکَ،

وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهٖ عَلَیْنَا

مَصَائِبَ الدُّنْیَا،

نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ

اتاری جاتی کوئی سورت؟ ف۵۴ (یعنی جہاد وقتال سے متعلق کوئی سورت) مگر جب اتاری جاتی ہے کوئی ایسی محکم سورت

وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم

جس میں ذکر ہوتا ہے (جہاد و) قتال کا' تو آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے، ف۵۵

مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ

کہ وہ آپ کی طرف ایسے دیکھتے ہیں جیسے کسی پر چھا رہی ہو بے ہوشی

الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ قف

موت کی، ف۵۶ سو بڑی خرابی (اور ہلاکت) ہے ان لوگوں کے لئے ف۵۷ ﴿۲۰﴾ فرمانبرداری اور بھلی بات کرنا (خود انہی کے لئے بہتر ہے،) ف۵۸

فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا

پھر جب معاملہ طے پا گیا تو اگر یہ لوگ سچے ہوتے اللہ کے ساتھ، ف۵۹ تو یہ خود انہی کے لئے

۵۴ نئی سورت کی تمنا اور خواہش کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتاری جاتی کوئی سورت" تاکہ نئی سورت کے نازل ہونے سے ایمان و یقین میں تازگی اور مزید پختگی کا سامان ہو۔ اور اس کے احکام و ارشادات پر عمل پیرا ہو کر ہم مزید اجر و ثواب کی دولت کما سکیں۔ سو اس اعتبار سے یہ سچے اہل ایمان کے اشتیاق کا مظہر تھا۔ (مراغی، قرطبی، صفوۃ، بیان القران وغیرہ)۔ جبکہ دوسرا قول و احتمال اس میں یہ ہے کہ اس میں۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ سے مراد وہ منافق لوگ ہیں جو ایمان کے محض زبانی کلامی دعوے کرتے ہیں اور بس۔ سو ایسے لوگ کہتے ہیں کہ "ایسی کوئی سورت کیوں نہیں نازل کی جاتی جس میں جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہو۔ تاکہ ہم جہاد کریں۔ لیکن جب ایسی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے" جیسا کہ آگے ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ سو ایسے لوگوں کے دعوے محض زبانی کلامی ہی ہوتے ہیں اور بس۔ اور یہی قول و احتمال سیاق و سباق سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ والعلم عند اللہ سبحانہ و تعالیٰ، وعلمہ اتم و احکم جل و علا۔

۵۵ دلوں کا روگ باعثِ ہلاکت و تباہی۔ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے۔ یعنی شک و ریب اور نفاق و شقاق کی بیماری جس کے بعد انسان راہ حق و صواب میں لڑنے کا حوصلہ ہی نہیں کر سکتا۔ اور یہ منافقت کا ایک طبعی نتیجہ اور لازمی اثر ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور اس مرض میں وہ کینہ اور حسد بھی داخل ہے جو منافق لوگ اپنے اندر اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف رکھتے تھے۔ سو دلوں کا یہ روگ باعثِ محرومی اور موجب ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بہر کیف منافق لوگوں کے منافقانہ کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ پہلے تو یہ لوگ اپنے ایمان کے بلند بانگ دعووں اور اہل ایمان پر

دھونس جمانے کیلئے کہتے تھے اور آگے بڑھ بڑھ کر کہتے تھے اور زور وشور سے مطالبے کرتے تھے کہ جہاد کے بارے میں کوئی واضح حکم نازل کیوں نہیں ہوتا۔ تا کہ ہم جہاد کریں، اور کفار ومشرکین کے مقابلے میں اپنے جوہر دکھائیں۔ لیکن جب ایسی کوئی سورت نازل کر دی جاتی جس میں جہاد کے بارے میں صاف حکم ہوتا تو دل کے ان روگیوں کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔ اور یہ طرح طرح کے بہانے ڈھونڈنے اور باتیں بنانے لگ جاتے ہیں، جس سے ان کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے۔ والعیاذُ باللہ و جل علا بکل حال من الاحوال

۵۶ منافقوں کے خوف کی کیفیت کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''جہاد کے بارے میں حکم نازل ہو جانے کے بعد یہ لوگ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی چھائی ہو''۔ کفار کے خوف وڈر اور اپنے ایمان کی کمزوری یا اس کے فقدان کی وجہ سے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ قوت وشجاعت اور طاقت وہمت کا اصل منبع وسرچشمہ ایمان ویقین، اور وہ عمدہ چیز ہے جو دلوں کے اندر ہوتا ہے، اور جوان کو بے مثال قوت سے نوازتا ہے، اور جو اصل اور بنیاد ہے ہر خوبی وکمال کی۔ اور اس کے بالمقابل کفر ونفاق اور دولتِ ایمان سے محرومی۔ جڑ ہے ہر خرابی وفساد کی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسے لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب تک جہاد کا حکم نہیں ہوا تھا اس وقت تک تو یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اپنی وفاداری جتلاتے اور اپنی جاں نثاری کا مظاہرہ کرنے کے لئے جہاد کا ولولہ ظاہر کرتے اور اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن جب جہاد کا حکم دے دیا گیا تو ایسے لوگ اس سے ڈرتے اور چھپتے پھرتے ہیں۔ اور ان کے اندر اللہ پاک سے زیادہ لوگوں کا ڈر سمایا ہوتا ہے۔ اور یہی حال ہوتا ہے ایمان ویقین کی دولت سے محروم لوگوں کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس ایمان ویقین کی دولت سے سرفرازی اصل قوت اور ہر خیر سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ جب کہ اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی اور ہمیشہ کی ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

۵۷ منافقوں پر اللہ تعالیٰ کی مار وپھٹکار کا ذکر وبیان: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بڑی ہی خرابی ہے ایسے لوگوں کیلئے'' سو ''اَوْلٰی لَھُمْ'' کا کلمہ لعنت وپھٹکار اور اظہار نفرت کا کلمہ ہے۔ اور یہ تہدید ووعید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس پر سب حضرات اہل علم وتفسیر کا اتفاق ہے۔ البتہ آگے اس کے مادۂ اشتقاق اور اصل معنیٰ کے بارے میں ان کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ ماضی کا صیغہ ہے جو کہ ''قَارَبَ'' یعنی قریب ہونے کے معنی میں ہے۔ اور ابوعلی کا کہنا ہے کہ یہ 'وَیْلٌ'' سے اسم تفضیل ہے۔ اور یہ مقلوب ہے۔ جبکہ رضی کا کہنا ہے کہ یہ وعید کے لئے علم ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ کلمہ اَجْدَرُ یعنی لائق ہونے کے اپنے مشہور ومعروف معنیٰ میں ہے۔ یعنی ایسے لوگوں کے جو کہ ایمان ویقین کی دولت سے محروم ہوں ان کے حال کے لائق یہی ہے کہ یہ کسی سورت کے نازل ہونے پر اسی قسم کے ردعمل کا مظاہرہ کریں۔ بہر کیف یہ اور اس طرح کے کچھ اور معنیٰ بھی اس کلمہ کے کئے گئے ہیں۔ اور اپنی اپنی جگہ یہ سب ہی درست اور صحیح ہیں۔ (روح، قرطبی، محاسن، مدارک، اور صفوۃ، وغیرہ)۔ سو اس سے ظاہر فرما دیا گیا کہ ایسے لوگوں نے جب اپنے دعوائے ایمان کے ساتھ اپنے اندر بزدلی اور نفاق کی پرورش کی تو ان پر اللہ تعالیٰ کی مار اور پھٹکار پڑ گئی سو اس سے ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کے بناؤ بگاڑ کا اصل تعلق اس کے قلب وباطن سے ہے۔ لوگوں سے تو

وہ اپنے آپ کو اور اپنے قلب و باطن کی کیفیت کو چھپا سکتا ہے لیکن اس اللہ سے کیسے چھپا سکتا ہے جو "عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" یعنی "سینوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے" اور پوری طرح جاننے والا ہے۔ اور جس کی شان "یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی" کی شان ہے۔ پس معاملہ اسکے ساتھ صحیح رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور ہر حال میں اسی کی فکر و کوشش کرنی چاہیے کہ میرا خالق و مالک مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید وعلی ما یحب ویرید، وھوالھادی الی سواءِ السّبیل. سبحانہ و تعالیٰ.

۵۸ مومن کا دستور العمل، اطاعت و اتباع: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ اور رسول کے بارے میں مومن صادق کا دستور العمل اطاعت و اتباع اور قول معروف ہے نہ کہ محض زبانی کلامی وعدے اور دعوے۔ سو اس ارشاد سے اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں مومنِ صادق کے لئے دو نکاتی پروگرام کی تصریح فرما دی گئی۔ یعنی فرمانبرداری اور قول معروف۔ اور قول معروف سے مراد ہے "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" یعنی "سنا اور مانا"۔ اور فرمانبرداری اور بھلی بات میں خود ایسے لوگوں کا اپنا بھلا ہے کہ اس سے ان کو دارین کی سعادت و سرخروئی نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ حیات طیبہ۔ یعنی پاکیزہ زندگی کی عظیم الشان نعمت سے سرفراز ہوتے ہیں، اور آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی میں بھی ان کو حقیقی و دائمی کامیابی ملتی ہے جو کہ سب سے بڑی کامیابی اور فوز عظیم ہے۔ سبحان اللہ! کتنی عظیم الشان سعادت و نعمت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی یہ سعادت نعمت جو انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز کر دیتی ہے۔ اللہ سب کو نصیب فرمائے۔ آمین۔ اطاعت اور قول معروف یہاں پر مبتداء کے محل میں ہے۔ اس کی خبر بربنائے قرینہ محذوف ہے۔ اور یہ بلاغت کا ایک معروف اسلوب ہے۔ جس سے اصل مقصود مبتداء پر زور دینا ہوتا ہے کہ مخاطب کی پوری توجہ مبتداء پر مرکوز رہے۔ قول معروف سے مراد جیسا کہ اوپر گزرا "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" کا کلمہ ءِ سمع و طاعت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے معاملے میں یہی حیثیت رکھتا ہے اور اللہ کے مخلص اور وفادار بندوں نے ہمیشہ اسی کلمہ سے اللہ اور اس کے رسول کی ہر بات کا خیر مقدم کیا۔ اور یہی بات ان کے شایان شان تھی اور ہے۔ سو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ مومن اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت و فرمانبرداری کرے اور "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" یعنی سنا اور مانا۔ کہہ کر اللہ اور اسکے رسول کے ہر حکم و ارشاد کے آگے سر تسلیم خم کر دے کہ یہی اس کی شانِ عبدیت کے لائق اور اسی کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اور اسی میں اس کے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان ہے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال. وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ.

۵۹ سمع و طاعت تقاضاءِ ایمان و یقین، و باللہ التوفیق: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب معاملے کا فیصلہ ہو گیا تو اگر یہ سچ کر دکھاتے اللہ کے ساتھ یعنی اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کے ذریعے اور صدق نیت اور اخلاص عمل کے ساتھ تو یہ بہتر ہوتا خود ان کیلئے۔ کیونکہ اللہ پاک کے یہاں کامیابی اور قبولیت کیلئے اساسی اور بنیادی شرط یہی صدق و اخلاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور بدرجہ تمام و کمال نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بہرکیف مطلب اس ارشاد کا یہ ہوا کہ ان لوگوں کے شایان شان تو یہی بات تھی کہ جہاد کا ذکر سننے کے بعد یہ لوگ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" کے قول معروف کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتے۔ پھر جب اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اس کا حتمی اور آخری فیصلہ ہو جاتا تو یہ لوگ اپنے عمل سے اس قول کا ثبوت دیتے۔ مگر ان کا معاملہ اس سے دگرگوں رہا۔ والعیاذُ باللہ جل و علا۔ سو ایمان و طاعت کیلئے صرف زبانی کلامی دعوے کرنا کافی نہیں بلکہ سمع و طاعت اور سچی اور عملی فرمانبرداری کے ذریعے اس کا ثبوت دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق سے نوازے اور علی وجہ الکمال نوازے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے آمین ثم آمین۔

لَهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي

بہتر ہوتا، ف۶۰ ﴿۲۱﴾ پھر کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کوئی اور توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم پھر گئے (راہ حق وصواب سے) تو تم (خرابی اور

الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

فساد مچاؤ (ہماری) اس زمین میں اور کاٹ ڈالو آپس کے رشتوں (ناطوں) کو، ف۶۱ ﴿۲۲﴾ یہ وہ لوگ ہیں

لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ أَفَلَا

جن پر لعنت (و پھٹکار) کر دی اللہ نے، ف۶۲ سو اس نے بہرہ کر دیا ان کے کانوں کو اور اندھا کر دیا ان کی آنکھوں کو، ف۶۳ ﴿۲۳﴾ تو کیا

يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ إِنَّ

یہ لوگ غور نہیں کرتے اس قرآن (عظیم) میں؟ ف۶۴ یا (ان کے) دلوں پر ان کے تالے پڑے ہوئے ہیں، ف۶۵ ﴿۲۴﴾ بے شک

۶۰ سمع وطاعت کا فائدہ خود انہی لوگوں کیلئے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر یہ لوگ اللہ کے ساتھ سچے ہوتے تو یہ خود انہی کے لئے بہتر ہوتا"۔ کہ اس سے ان کو اُخروی اجر وثواب، مغفرت وبخشش وغیرہ کی عظیم الشان نعمتیں بھی ملتیں، جن کے سامنے دنیا ساری کی نعمتیں بھی ہیچ ہیں۔ اور اس سے پہلے ان کو اس دنیا میں بھی سچی عزت اور حقیقی کرامت کی زندگی نصیب ہوتی۔ سبحان اللہ! کتنی بڑی نعمت ہے یہ ایمان ویقین کی نعمت۔ اور کس قدر بڑی دولت ہے یہ صدق واخلاص کی دولت۔ جو سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ ہے۔ اللہ اس سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بہرکیف اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ فرار اور بزدلی کی بجائے راہِ حق پر مستقیم اور ثابت قدم رہے، اور سمع وطاعت کا طریقہ اپناتے تو یہ خود انہی کے لئے بہتر ہوتا کہ اس سے ان کی دنیا بھی بنتی اور آخرت بھی سنورتی، سو صدق واخلاص اور سمع وطاعت سرفرازی دارین کیلئے شرکلید ہے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و ما یرید۔

۶۱ دین حق سے رُوگردانی کا نتیجہ فساد فی الارض۔ و العیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر کیا اس بات کے سوا اور کسی بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم لوگ پھر گئے دین حق اور راہ ہدایت سے کہ تم فساد مچاؤ اللہ کی زمین میں، اور کاٹ ڈالو آپس کے رشتے میں" کہ راہ حق و ہدایت سے منہ موڑنے اور اس سے محروم ہونے کا یہ طبعی نتیجہ اور لازمی اثر ہے کہ تم جہالت وگمراہی کے ان ہی اندھیروں میں گر پڑو جن میں نور اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے پڑے ہوئے تھے۔ اور وہی قتل وغارت گری اور وہی لوٹ مار وقطع رحمی کرنے لگو جو تم لوگ اسلام سے پہلے کے دورِ جہالت میں کیا کرتے تھے۔ یہ ﴿تَوَلَّيْتُمْ﴾ کے معنی کا ایک احتمال ہے۔ اور دوسرا احتمال اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں پر یہ لفظ "تولی" بمعنی "والی و حاکم" بننے کے ہو۔ یعنی یہ لفظ "ولی" سے نہیں "ولایۃ" سے ماخوذ ہو۔ مطلب یہ کہ تم لوگ جو اپنے دین وایمان کی حفاظت اور اس کے دفاع کیلئے لڑنے سے جان بچانے، اور کنی کتراتے ہو تو تم سے اس کے سوا اور کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ تم حکومت واقتدار ملنے کی صورت میں قتل وغارت گری اور قطع رحمی وخون ریزی کی وہی تاریخ دوہراؤ جو ایمان وہدایت سے محروم لوگوں کا وطیرہ اور ان کا شیوہ ہوتا ہے حق سے اعراض وروگردانی کا نتیجہ فتنہ وفساد

اور ہلاکت وتباہی ہے۔ کہ اسکے نتیجے میں انسان حق اور ہدایت کے نور سے محروم ہو کر طرح طرح کے اندھیروں میں ڈوب کر اور گھر کر رہ جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر مقام پر، اور ہر اعتبار سے راہ حق پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین

۶۲ دینِ حق سے اِعراض ورُوگردانی کا نتیجہ لعنت و پھٹکار۔ والعیاذُ باللہ: ۔ سواس سے اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار کے حقداروں کی نشاندہی فرمادی گئی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جن پر لعنت کردی اللہ نے'' اور ان کو اس سے اپنی رحمت سے محروم اور دور کردیا کہ اس سے قریب ہونے اور اس کی خاص رحمت کے سائے میں داخل اور شامل ہونے کا طریقہ تو ایمان واطاعت کا طریقہ ہی ہے۔ اور اس سے ایسے بدنصیب لوگوں نے منہ پھیرلیا۔ اور جب طلب صادق کے بغیر دنیاءِ دوں کا کوئی حقیر مال ومتاع بھی کسی کو نہیں مل سکتا تو پھر ہدایت جیسی عظیم الشان دولت کیسے مل سکتی ہے؟ اَنُلۡزِمُکُمُوۡهَا وَ اَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ۔ (ھود:۲۸) یعنی کیا ہم تم سے ہدایت کو چپکا دیں گے جبکہ تم اس کو ناپسند ہی سمجھتے رہو؟'' پس ایمان ویقین کی دولت اور اطاعت خدا اور رسول سے منہ موڑنا اور روگردانی کرنا دارین کی ہلاکت وتباہی کا سامان وپیش خیمہ ہے۔ والعیاذ باللہ الذی لا الہ لا ھو جل و علا شانہ۔ بہر کیف اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ دین حق سے اعراض ورُوگردانی اور اس نعمت عظمٰی کی بے قدری اور ناشکری کے باعث یہ لوگ اللہ کی لعنت و پھٹکار کے مورد ومستحق قرار پائے۔ اور نہایت ہولناک خسارے میں مبتلا ہوگئے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہ حق وہدایت پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے اور زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۶۳ دینِ حق سے محرومی ہر خیر سے محرومی، والعیاذُ باللہ: سواس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو اجاگر فرمادیا گیا کہ دین حق وہدایت سے محرومی کا نتیجہ وانجام نور بصیرت وبصارت سے محرومی والعیاذ باللہ، کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار کے نتیجے میں ایسے لوگوں کے کان بہرے ہوگئے اور ان کی آنکھیں اندھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حق اور ہدایت کی روشنی دکھائی اور ان کے سامنے یہ حقیقت اچھی طرح واضح بھی ہوگئی کہ یہ روشنی اللہ تعالیٰ ہی کی بخشی ہوئی اور اسی کی عطا کردہ ہے۔ تو پھر ایسوں کو یہ حق سننا نصیب اور نہ حق دیکھنے کی توفیق ہوئی۔ تو پھر ان کو راہ حق وہدایت نصیب ہو تو کس طرح اور کیونکر؟ اور اللہ پاک کا قانون یہی ہے کہ جو حق سے منہ پھیرلے اس کو اس طرح اندھا بہرا کردیا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین و یااکرم الاکرمین۔

۶۴ قرآنِ حکیم میں غور وفکر کیلئے تحریک وتحضیض کا ذکر وبیان: ۔ سواس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو اجاگر فرمادیا گیا کہ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟'' استفہام توبیخ وتانیب اور تحریض وتحریک کیلئے ہے۔ یعنی ان کو قرآن حکیم پر غور کرنا چاہیے تاکہ ان کی آنکھیں کھل سکیں۔ سو قرآن حکیم دلوں کو زندہ کرنے والی بے مثال کتاب ہے بشرطیکہ اس میں صحیح طور پر غور وفکر اور تفکر وتدبر سے کام لیا جائے۔ لیکن یہ ناقدرے لوگ اس پر غور نہیں کرتے بلکہ اعراض اور روگردانی سے کام لیتے ہیں۔

جس کے نتیجے میں ان کے دلوں کو لگے ہوئے زنگ اترنے کی بجائے اور پکے ہوتے جاتے ہیں اور اس طرح ایسے لوگ محروم سے محروم تر ہوتے چلے جاتے ہیں، جو کہ خساروں کا خسارہ ہے، مگر ان کو اس کا شعور واحساس ہی نہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ اور ہر لحاظ سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین ویاارحم الراحمین

۶۵ دلوں کے تالوں اور ان کی ہولناکی کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان لوگوں کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں"۔ یہاں پر "اَقْفَالُهَا" فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ خاص تالے جو دلوں کے لائق اور ان کے مناسب ہیں۔ جو اگرچہ بظاہر نظر نہیں آتے لیکن وہ ظاہری تالوں سے بھی کہیں بڑھ کر سخت اور خطرناک ہوتے ہیں۔ اور ایسے کہ وہ انسان کو حق وصداقت کے نور سے بالکل محروم کر دیتے ہیں۔ پھر یہاں پر "ام" یا) کی تردید سے بتادیا کہ دو ہی صورتیں ہیں۔ کہ یا تو یہ لوگ سرے سے غور وفکر سے کام لیتے ہی نہیں بلکہ یہ محض حیوانوں کی طرح جی رہے ہیں۔ یا پھر ان کے دلوں پر پڑے ہوئے تالوں نے ان کو حق بات سمجھنے اور جاننے ماننے کے قابل ہی نہیں چھوڑا۔ (جامع البیان، صفوۃ التفاسیر، وغیرہ)۔ سو ان کے دلوں پر جو طرح طرح کے زنگ لگے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے لئے ایسے ہولناک تالے بنے ہوئے ہیں جنہوں نے ان کے دلوں کو چوپٹ بند کر دیا ہے جس کے نتیجے میں حق وہدایت کی کوئی آواز ان میں داخل ہی نہیں ہوسکتی۔ اور یہ بدبخت ایسے ہیں کہ اس زنگ کو صیقل کرنے کی بجائے الٹا اپنے عناد اور ہٹ دھرمی سے اس کو اور پکا اور گہرا کرتے جارہے ہیں۔ مگر ان کو اس کا کوئی شعور واحساس ہی نہیں۔ بلکہ یہ الٹا اس کو ہوشیاری اور چالاکی سمجھتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین،

اَللّٰهُمَّ !

اجْعَلْنِیْ كَمَايَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّايَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِیْ لِمَالَايَعْلَمُوْنَ، وَاجْعَلْ عَمَلِیْ
هٰذَاخَالِصًالِوَجْهِکَ الْكَرِيْمِ، وَاجْعَلْه اخْلَصَ مَايَكُوْنَ، وَانْفَعَ مَايَكُوْنَ،
وَاَحَبَّ مَايَكُوْنَ، وَاَوْسَعَ وَاَبْقٰى مَايَكُوْنُ، يَامَنْ لَاحَدَّ لِجُوْدِهٖ
وَكَرَمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ
يَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ وَالْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَالْاِحْسَانِ

الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

جو لوگ پھر گئے (راہ حق وہدایت سے) پیٹھ دے کر، اس کے بعد کہ پوری طرح واضح ہو گئی تھی ان کے لئے (راہ حق و

لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾

ہدایت، ۶۶ تو یقیناً ان کو فریب میں مبتلا کر دیا شیطان نے، اور اس نے پھانس دیا ان کو امیدوں کے ایک جال میں، ۶۷ ﴿۲۵﴾ یہ اس وجہ

۶۶ منافقت ارتداد ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ پیٹھ دے کر پھر گئے راہ حق وہدایت سے اس کے بعد کہ راہ ان کیلئے پوری واضح ہوگئی"۔ جیسے اہل کتاب اور منافقین جو حق کے پوری طرح واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر گئے اور وہ اندھے بہرے بن گئے تو ایسے لوگ بڑے ہی ہولناک خسارے میں مبتلا ہیں مگر ان کو اس کا شعور واحساس نہیں، والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو منافق لوگ زبانی کلامی اسلام کا نام لینے اور ایمان کا دم بھرنے کے باوجود اپنے ارتداد ہی پر قائم ہیں۔ اس کے باوجود کہ یہ حقیقت ان کے سامنے اچھی طرح واضح ہوگئی ہے کہ راہ حق وصواب یہی ہے جس کی دعوت حضرت امام الانبیاء دے رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے خود آگے بڑھ کر اس کو قبول بھی کیا۔ لیکن شیطان کے فریب میں آکر یہ اس سے پھر گئے اور حرمان نصیبی کے انتہائی ہولناک اور گہرے کھڈے میں جا گرے، اور اس طرح یہ لوگ کفر وضلال کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوب کر رہ گئے اور انہوں نے نور حق وہدایت کی دولت کو پالینے کے بعد ضائع کر دیا، والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر قسم اور اس کے شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یا رب العالمین،

۶۷ گمراہوں کیلئے شیطان کی تسویل وتسویف کا ذکر وبیان، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے لوگوں کو یقیناً شیطان نے اپنے فریب میں مبتلا کر دیا اور انکو امیدوں کے جال میں پھنسا دیا"۔ کہ اس نے ارتداد سمیت ان کی سب برائیوں کو ان کی نظروں میں عمدہ اور خوشنما بنا کر دکھایا۔ اور ان کی لمبی لمبی اور بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں میں پھنسا دیا، کہ صاحب ابھی بہت عمر پڑی ہے۔ ابھی کچھ عرصہ اور عیاشیاں اور خرمستیاں کرلو۔ اور آخر میں جا کر توبہ کر لینا۔ یا یہ کہ فلاں دیوی یا دیوتا کے چرنوں میں سر ٹیک لو۔ تمہارا کام بن جائے گا۔ یا یہ کہ تم فلاں ہستی یا "سرکار" کالڑ پکڑلو۔ اور ان کا دامن تھام لو۔ ان کو خوش کرلو۔ ان کو خوش کرنے کے لئے ان کے حضور نذرانے پیش کرلیا کرو۔ ان کے نام کی نیازیں دے دیا کرو۔ اور ڈالیاں لے جایا کرو، وغیرہ وغیرہ۔ بس وہ تمہارا سب کام خود بنا دیں گی۔ "تمہاری ان کے آگے اور ان کی خدا کے آگے"۔ آخر جہاں سے اونٹ گزرتا ہے وہاں سے اس کی دم بھی گزر جاتی ہے"۔ پھر تمہیں پرواہ کس کی؟ وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسرا مطلب "وَاَمْلٰى لَهُمْ" کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ یعنی شیطان نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اور اللہ پاک انہیں فوراً پکڑتا نہیں۔ تو اس سے یہ لوگ مزید بدمست اور لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ اور سمجھنے لگتے ہیں کہ کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ (محاسن التاویل، وغیرہ) اور اس طرح یہ لوگ دائمی ہلاکت کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس طور پر کہ ان کو اپنی اس محرومی کا احساس وشعور ہی نہیں، بلکہ یہ لوگ اپنی کفریہ باتوں کو اپنی چالاکی اور ہوشیاری سمجھتے ہیں۔ تو پھر ان سے بچنے اور توبہ کرنے کا کیا سوال؟ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہ حق پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے کہا ان لوگوں سے جو کہ ناپسند کرتے ہیں اس (حق و ہدایت) کو جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے، کہ ف۶۸

سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾

ہم تمہاری بات بخوشی مان لیں گے بعض معاملات میں ف۶۹، اور اللہ خوب جانتا ہے ان کی ان رازداریوں (اور خفیہ باتوں) کو ف۷۰ ﴿۲۶﴾

فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

پھر کیا حال ہوگا ان کا اس وقت جب کہ فرشتے ان کی جانیں قبض کریں گے اور وہ مار رہے ہوں گے ان کے مونہوں اور ان

وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ

کی پیٹھوں پر؟ ف۷۱ ﴿۲۷﴾ یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے پیروی کی اس طریقے کی جو اللہ کی ناراضگی کا باعث تھا، ف۷۲ اور انہوں نے پسند

اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع اَمْ

نہ کیا اس کی رضا (کے راستے) کو ف۷۳ جس کے باعث اس نے اکارت کر دیا ان کے سب اعمال کو، ف۷۴ ﴿۲۸﴾ کیا

۶۸ **منافقین کے راندۂ درگاہ ہونے کے سبب کا ذکر و بیان:-** سو ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ان لوگوں کا یہ انجام اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اسلام کے دشمنوں سے ساز باز کی۔ یعنی مشرکین عرب اور کفار اہل کتاب سے۔ جیسا کہ منافقین مدینہ نے یہود بنو قریظہ اور بنو نضیر سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ساز باز کی تھی اور ان کو بہت کچھ سبز باغ دکھائے تھے۔ (مراغی، محاسن اور مدارک، وغیرہ)۔ اور یہی حال ایسے لوگوں کا ہمیشہ رہا۔ کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ اور اس کے نمونے اور مظاہر یہاں اور وہاں جگہ جگہ اور طرح طرح سے اور جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد میں منافقوں کے راندۂ درگاہ اور محروم و مردود ہونے کے سبب کی نشاندہی فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے شیطان کے حوالے کر دیا کہ ان لوگوں نے حق کے اچھی طرح واضح ہو جانے کے باوجود اسلام کے ان دشمنوں کے ساتھ ساز باز کی جو اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب حق سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ یہ ان کو اطمینان دلاتے ہیں کہ ہم بعض معاملات میں آپ لوگوں کے ساتھ ہیں اور آپ لوگوں کا ساتھ دیتے رہیں گے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ (محمد ۲۶ پ ۲۶) سے اشارہ یہود اور قریش کے ان لیڈروں کی طرف ہے جن کی اسلام دشمنی بالکل واضح تھی۔ لیکن یہ منافقین اس کے باوجود ان سے کہتے اور ان کو اطمینان دلاتے کہ ہر چند کہ ہم مسلمانوں میں شامل ہو گئے ہیں لیکن اس کے باوجود مشکل وقت آنے پر ہم آپ لوگوں کا ساتھ دیں گے۔ سو اس بنا پر یہ لوگ راندۂ درگاہ ہو گئے ہیں۔ اور قدرت کی بے آواز لاٹھی ان پر ایسی اور اس طور سے برسی کہ ان کو اس کا شعور و احساس ہی نہیں جو کہ محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم،

۶۹ منافقوں کے منافقانہ کردار کا ایک نمونہ و مظہر، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلاَ:۔سواس سے منافقوں کے منافقانہ کردار کا ایک نمونہ اور مظہر پیش فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے ایمان واسلام کے بلند وبانگ دعووں کے باوجود کھلے کافروں سے کہتے اور ان کو یقین دہانی کرواتے ہیں کہ ہم بعض معاملات میں تمہاری بات مانے گے، اور تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔ جیسے جہاد سے کنی کترانا۔ پیچھے بیٹھے رہنا۔ اور دوسرے مسلمانوں کی ہمتوں کو بھی پست کرنا اور ان کے حوصلے توڑنا وغیرہ۔ (مدارک، محاسن، صفوۃ وغیرہ)۔ سواس سے اس بات کو واضح فرمادیا گیا کہ منافق لوگوں نے یہود اور قریش کے ان کھلے کافروں سے ساز باز کرتے ہوئے ان سے کہا کہ ہم اگر چہ بظاہر مسلمانوں میں شامل ہو گئے ہیں لیکن اندر سے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اور حسب ضرورت وموقع تمہارا ساتھ دیں گے۔ اور اس معاملے میں ہم کسی کی بھی خوشی یا ناخوشی کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔ انہی منافقوں کے بارے میں سورۃ حشر میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ یہود کے پاس جاجا کر انکو اطمینان دلاتے کہ اگر آپ لوگوں کو یہاں سے نکالا گیا تو یقیناً ہم بھی آپ کے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے۔ اور آپ کے بارے میں کسی کی بھی بات کا ہرگز کوئی لحاظ نہیں کریں گے۔ اور اگر آپؐ سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور آپ کی مدد کریں گے۔ مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ قطعی طور پر جھوٹے ہیں۔ اگر ان۔ یہود۔ کو نکالا گیا تو یہ لوگ ان کے ساتھ کبھی نہیں نکلیں گے۔ اور ان سے لڑائی کی گئی تو یہ ان کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ اور اگر کوئی مدد کی بھی تو یہ یقینی طور پر پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ پھر ان کی کہیں سے بھی کوئی مدد نہیں کی جائے گی (الحشر:۱۱-۱۲) سواس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ منافق لوگ کھلے کافروں سے بھی زیادہ خطرناک دشمن ہیں کہ ان کی حیثیت مار آستین کی ہے۔ جو کہ باہر کے سانپ سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ اللہ تعالیٰ ظاہری اور باطنی چھپے اور کھلے ہر قسم کے دشمنوں سے اپنے حفظ وامان میں رکھے، اور ان کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

اللھم انانجعلک فی نحورھم، و نعوذبک من شرورھم، من کانوا، واینما کانوا. اللھم خذھم اخذ عزیز مقتدر، و انزل بھم باسک الذی لا ترده عن القوم المجرمین، خصوصا منھم ھولاءِ الیھود والھنود، و من والاھم، فانھم اعداء للحق ولاھل الحق، وانھم ھم الظالمون الغاشمون. و انھم لا یعجزونک، فانت علی کل شیءٍ قدیر، بیدک نَاصِیَةُ کُلِّ شئی، یا ذاالجلال والاکرام، ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین.

۷۰ اللہ تعالیٰ سے کسی کی کوئی حالت مخفی نہیں رہ سکتی، سبحانہ و تعالیٰ:۔سوارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ خوب جانتا ہے ان کی رازداریوں اور خفیہ ساز باز کو" کہ اس سے کوئی بھی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ کہ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اور ہر چیز کو جانتا اور پوری طرح جانتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ چنانچہ ان منافقین نے خفیہ طور پر یہ ساز باز کی مگر اللہ پاک نے اس طشت از بام کر کے خود ان کو رسوا کر دیا۔ لیکن یہ لوگ ہیں کہ شیطان کی تفریر اور دھوکہ دہی کی بنا پر اس سب کے باوجود اپنی انہی منافقانہ چالوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ان کو اس امر کا کوئی پاس واحساس نہیں کہ اللہ پاک۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ ان کی یہ سب حرکتیں دیکھ رہا ہے۔ مگر چونکہ شیطان نے اپنی تلبیس سے ان کی ایسی ہر برائی کو ان کے سامنے ایسا خوشنما بنا کر پیش کیا ہے کہ یہ اس بارے میں سوچتے ہی نہیں۔

اور یہ اپنی برائیوں پر پچھتانے اور افسوس کرنے کی بجائے الٹا ان کو اپنی چالاکی و ہوشیاری اور دانش مندی سمجھتے اور ان پر اتراتے اور فخر جتلاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ان کے دلوں پر ایسے تالے پڑ گئے کہ حق کی سمجھ بوجھ ہی ان سے چھن گئی۔ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی اور یہ ہمیشہ کیلئے ہر خیر سے محروم ہو کر رہ گئے۔ بہرکیف اللہ تعالیٰ ان کی ایسی تمام رازداریوں سے واقف و آگاہ ہے۔ اور اس کا انجام عنقریب ہی ان کے سامنے آجائے گا اور ان کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتنا ہوگا کہ یہی تقاضا ہے اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا سبحانہ و تعالیٰ، فالحمد للہ الذی شَرَّفَنا بہ بمحض منہ و کرمہ واحسانہ، اللھم فزدنا منہ و ثبتنا علیہ

۷۱ منافقین و منکرین کا حالِ بد ان کی موت کے موقع پر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر کیا حال ہوگا ان کا اس وقت جب کہ فرشتے ان کی جان قبض کریں گے اور وہ مار رہے ہونگے ان کے مونہوں اور ان کی پیٹھوں پر"۔ ان کی روحوں کو نکالنے کے لئے۔ سو جس مار کے ڈر سے آج یہ لوگ جہاد و قتال فی سبیل اللہ سے کتراتے اور اس سے بھاگتے ہیں وہ ان پر اس وقت اس دنیا ہی میں پڑنا شروع ہو جائے گی جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے۔ تو پھر کون ان کا ایسا ہمدرد اور یار و مددگار ہوگا جو ان کو اس مار اور اس عذاب سے چھڑا سکے؟ والعیاذ باللہ۔ سو اس میں ان لوگوں کے لئے یہ دعوت ہے کہ تم اس برے اور ہولناک انجام سے بچنے کے لئے اسلام کی پناہ میں آجاؤ، اور آج اس کی فکر کو لو قبل اس سے کہ فرصتِ حیات ہاتھ سے نکل جائے اور تمہیں ہمیشہ کیلئے پچھتانا پڑ جائے۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہے کہ یہاں ان کے مونہوں اور ان کے ادبار کو ایک ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے یعنی ﴿وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾ فرمایا گیا ہے۔ جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کافر کا دبر اور اس کا منہ ایک برابر ہوتے ہیں کہ اس کے دبر سے حسی اور ظاہری نجاست اور گندگی نکلتی ہے اور اس کے منہ سے کفر کی معنوی گندگی و نجاست۔ جو کہ ظاہری اور حسی گندگی سے بھی بڑھ کر گندی اور خطرناک ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دولتِ ایمان و یقین سے محروم اور کفر و انکار کو اپنے گلوں سے لگانے والے لوگ کتنے بدبخت اور کس قدر محروم و منحوس ہیں۔ اوروں کی ظاہری کے پیچھے کس قدر گند بھرا ہوا ہے اور کیسی غلاظت مخفی و مستور ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایمان یقین کی دولت سے سرفرازی کتنی بڑی سرفرازی ہے۔ فالحمد للہ الذی شَرَّفَنا بہ بمحض منہ و کرمہ واحسانہ، اللھم فزدنا منہ و ثبتنا علیہ، یاذاالجلال والاکرام،

۷۲ منکرین کے عذاب کے سبب کا ذکر و بیان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ: سو اس سے منکرین کے اس ہولناک عذاب کے باعث اور سبب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ایسے بدبختوں کے اس برے انجام اور دردناک عذاب کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ انہوں نے پیروی کی اس طریقے کی جو اللہ کی ناراضگی کا باعث تھا۔ یعنی کفر و نفاق اور انکار و بغاوت کے راستے کی، جو کہ حضرت حق - جل مجدہ - کی ناراضگی اور اس کے سخط و غضب کا راستہ ہے۔ اور اس وجہ سے انہوں نے راہِ حق سے منہ پھیر دیئے تھے۔ تو اس کے نتیجے میں اس دن ان کو اس ہولناک انجام اور خوفناک منظر سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر اس ہولناک یہ ضربیں لگائی جا رہی ہوں گی۔ والعیاذ باللہ العظیم

سو اللہ پاک کو ناراض کرنے والی باتوں کو اپنا کر انہوں نے اپنے آپ کو جس ہولناک اور رسوا کن عذاب کا مستحق بنا دیا تھا۔ اسکا آغاز ان کی موت کے وقت ہی سے ہو جائے گی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ اپنے سخط و غضب کے ہر شائبے سے اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویاارحم الراحمین

۴۳ محرومی و بدبختی کی انتہاء، رب کی رضا کی ناپسندیدگی، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "انہوں نے اللہ کی ناراضگی کے راستے کو اپنایا اور اسکی رضا و خوشنودی کے طریقے کو پسند نہ کیا"۔ یعنی انہوں نے ان امور کو ناپسند کیا جو اس وحدہ لاشریک کی رضا و خوشنودی کا ذریعہ ہیں۔ یعنی ایمان صادق، عملِ صالح اور اخلاصِ نیت وغیرہ۔ اور اس طرح ان بدبختوں نے اپنے لئے خود کامیابی کی بجائے ناکامی کا سامان کیا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو ان بدبختوں کی ساری دوڑ دھوپ اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہی میں رہی۔ جو باتیں اللہ کو ناراض کرنے والی تھیں وہ انہوں نے اختیار کیں۔ اور جو کام اس کو خوش کرنے والے تھے ان سے یہ بیزار ہی رہے۔ اس کی پاداش میں فرشتے ان کی موت کے وقت سے ہی ان پر عذاب کی مار شروع کر دیتے ہیں اور ان کے مونہوں اور چوتڑوں پر مارنے لگتے ہیں۔ "وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم"۔ پس اللہ پاک۔ "سبحانہ و تعالیٰ" ۔ کی رضا و خوشنودی کی راہ کو اپنانا دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ اور اس کی رضا و خوشنودی کی راہ سے منہ موڑ کر اس کے سُخط و غضب کی راہ کو اپنانا باعث ہلاکت و تباہی ہے۔ "وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم" پس سلامتی کی راہ یہی ہے کہ اس وحدہ لاشریک کی رضا و خوشنودی کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر اور پیش نظر رکھا جائے، وباللہ التوفیق۔ اللھم فخذنا بنو اصینا الی ما فیہ حبّک و رضاک بکل حالٍ من الاحوال، و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، یاذاالجلال والا کرام۔ یامن بیدہ ملکوت کل شیءٍ وَھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ

۴۴ اللہ کے دین کو ناپسند سمجھنا باعثِ ہلاکت و تباہی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ انہوں نے ناپسندیدہ سمجھا اللہ کی رضا کو تو اس کے نتیجے میں "اللہ نے اکارت کر دیا ان کے اعمال کو"۔ یعنی ان کے ان اعمال کو جن کو یہ لوگ خود نیکی سمجھ کر کیا کرتے تھے۔ جیسے صدقہ و خیرات، غریب پروری اور مہمان نوازی، وغیرہ۔ کیونکہ ایسے اعمال بھی یہ لوگ اصل میں اللہ پاک کی رضا کیلئے نہیں بلکہ دوسرے دنیاوی اغراض و مقاصد کیلئے کیا کرتے تھے۔ ورنہ یہ صدق دل سے ایمان لے آتے۔ سو ایمان و یقین اور صدق و اخلاص اعمال کی قبولیت کیلئے اولین اساس اور بنیادی شرط ہے۔ اسکے بغیر کسی بھی عمل کی اس وحدہ لاشریک کے یہاں کوئی حقیقت اور حیثیت ہی نہیں۔ اس لئے ایسے مرتدین و منافقین کے ان تمام اعمال کو جن کو یہ لوگ نمائش کے طور پر اور اپنے زعم و گمان کے مطابق نیکیاں سمجھ کر کرتے تھے اللہ تعالیٰ "ھَبَاءً مَّنْثُوْرًا" کر دے گا کیونکہ ان کے یہ اعمال ایمان و یقین اور صدق و اخلاص کی اس بنیاد پر قائم نہیں جو قبولیت عنداللہ کی اولیں شرط اور اس کا بنیادی تقاضا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کے دین حق کو ناپسند سمجھنا ہلاکت و تباہی کا باعث ہے۔ اور ایسی ہلاکت و تباہی کہ اس جیسی دوسری کوئی ہلاکت ہو ہی نہیں سکتی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین۔ اللھم فخذنا بنو اصینا الی ما فیہ حبّک و رضاک بکل حالٍ من الاحوال، و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ،

حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ

ان لوگوں نے جن کے دلوں میں روگ ہے (نفاق کا) یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ظاہر نہیں کرے گا ان کے دلوں

اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝۲۹ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ

کے کھوٹ؟ (۲۹) حالانکہ ہم اگر چاہیں ۷۵ تو یہ لوگ آپ کو اس طرح دکھا دیں کہ آپ ان کو ان کی صورت سے ہی پوری طرح پہچان لیں، ۷۶

بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اور ان کے طرزِ کلام سے تو آپ ان کو اب بھی ضرور (اور بخوبی) پہچان لیں گے ۷۷ اور اللہ خوب جانتا ہے تم سب لوگوں کے

اَعْمَالَكُمْ ۝۳۰ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ

تمام اعمال کو، (۳۰) اور ہم ضرور بالضرور آزمائش کریں گے تم سب کی، تاکہ ہم دیکھ لیں تم میں سے جہاد کرنے

مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝۳۱ اِنَّ

والوں کو بھی، اور ان کو بھی جو ثابت قدم رہنے والے ہیں، اور تاکہ ہم آزمائش کریں تمہاری خبروں (اور حالتوں) کی، ۷۸ (۳۱) بے شک

۷۵ نفاق اور حسد کے روگیوں کو تنبیہ، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "کیا ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے کھوٹ ظاہر نہیں کرے گا اور ان کے نفاق پر اسی طرح پڑا رہے گا؟" استفہام ظاہر ہے کہ انکاری ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہو گا۔ بلکہ اللہ پاک ان کے دلوں کے کھوٹ ضرور ظاہر فرمائے گا۔ جیسا کہ سورۂ توبہ میں اس نے اپنے پیغمبر کیلئے ظاہر فرمایا۔ اسی لئے اس سورۂ کریمہ کو "فاضحة" (منافقوں کو رسوا کرنے والی سورت) بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی ذلت و رسوائی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھے، آمین بہر کیف یہاں پر منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے جو مسلمانوں کے خلاف جو ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں تو کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کی ان حرکتوں پر ہمیشہ اسی طرح پردہ پڑا رہے گا۔ کبھی اللہ ان کو بے نقاب نہیں کرے گا؟ سو ایسا اگر ہے تو ان کا یہ گمان بالکل غلط ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں کے نقاب کو بہر حال الٹنا ہے۔ تاکہ سب ان کو اچھی طرح پہچان لیں ان کا معاملہ پوری طرح سے واضح ہو جائے اور یہ کسی کو اپنے فریب میں مبتلا نہ کر سکیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم،

۷۶ اللہ تعالیٰ منافقوں کی کھلی پہچان کرا سکتا ہے، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر ہم چاہتے تو آپ کو منافقوں کی پہچان کرا دیتے"۔ کہ ہم ان کے چہروں پر ایسی علامتیں اور نشانیاں رکھ دیتے کہ آپ ﷺ ان کو دیکھتے ہی عیاناً و جہاراً پہچان لیتے۔ مگر ہم نے ایسا نہیں کیا کہ یہ ہماری صفت ستاری اور شانِ کریمی کے تقاضوں کے مطابق خلاف ہے۔ نیز یہ صورت حال ان بہت سے سچے اور مخلص مسلمانوں کیلئے دل آزاری کا باعث ہوتی جن کی ان منافقوں سے نسبی اور پشتینی رشتہ داریاں چلی آ رہی تھیں۔ نیز اس لئے کہ دنیا کے دارالامتحان ہونے کی حیثیت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ ان کی اس طرح پورے طور پر پردہ دری نہ کی جائے، کہ یہ بالکل ننگے ہو کر رہ جائیں

والعیاذ باللہ العظیم ۔سو اس میں منافقوں کو بھی تنبیہ ہے کہ اللہ اگر چاہے تو ان کے نفاق کو سب کے سامنے پوری طرح عیاں اور آشکارا کردے۔اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو ان لوگوں کو اس قدر کرتے ہوئے اپنی اصلاح کر لینی چاہیے، اور دوسری طرف اس میں اہل ایمان کے لئے بھی آگہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر منافقوں کو عیاں نہیں کرتا تو اس میں بھی اس کی حکمت کے تقاضے ملحوظ ہیں ۔پس اہل ایمان کو ان کے بارے میں استعجال اور اصرار سے کام نہیں لینا چاہیے ۔بلکہ صبر و برداشت اور انتظار ہی سے کام لینا چاہیے ۔کہ اسی میں ان کا بھلا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ۔وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حال من الاحوال

۷۷ منافقوں کی پہچان ان کے چہروں مہروں ، اور اندازِ کلام سے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ "آپ ان کو ان کے انداز کلام سے ضرور پہچان لیں گے"۔ کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی کوئی منافق آنحضرت ﷺ سے بات کرتا تو آپ اس کو پہچان لیتے ۔اور یوں بھی حدیث میں آتا ہے کہ انسان اپنے دل میں جو کچھ چھپا کر رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اثرات کو اس کے چہرے مہرے پر ظاہر فرما دے گا۔ اچھائی کے اچھے اثرات ، اور برائی کے برے اثرات ۔چنانچہ ارشاد فرمایا گیا۔ " ما اسرّ احد سریرۃ الا کساہ اللہ جلبابھا ان خیرا فخیر وان شرًّ افشرٌّ " ۔اسی لئے کہا جاتا ہے۔"الوجہ عنوان الباطن " ۔کہ "چہرہ انسان کے باطن اور اس کے اندر کا عنوان ہوتا ہے" ۔پس جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہے وہ سب اس کے چہرے کی سکرین پر ظاہر ہو جاتا ہے ۔فسبحان اللہ الخالق العظیم من عظیم قدرتہ. یہاں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ پیغمبر عالم غیب نہیں ہوتے ۔جیسا کہ اہل بدعت کا شرکیہ عقیدہ ہے ۔کیونکہ جو عالم غیب ہوتا ہے اس کو اس طرح علامتوں اور نشانیوں کے ذریعے پہچاننے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔نیز علامتوں اور نشانیوں سے پہچاننا پیغمبر کے ساتھ خاص نہیں ہوتا ۔بلکہ اس طرح تو دوسرے بھی بہت سے لوگ پہچان لیتے ہیں ۔جیسے قیافہ شناس اور کھوجی لوگ وغیرہ ۔البتہ ان کا یہ علم قطعی نہیں ظنی ہوتا ہے ۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے دوران نام لے لے کر مدینہ کے مختلف منافقوں کو پکارا ۔اور ان کو کھڑے ہونے کا حکم دیا ۔اور اس طرح آپ نے چھتیس آدمیوں کے نام لئے ، مگر اس کے باوجود آپ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ مدینہ کے اندر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے نفاق کے اندر اتنے پختہ اور ماہر ہیں ان کو آپ بھی نہیں جان سکتے ، جیسا کہ سورہ توبہ کہ آیت نمبر 101 میں اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی " وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ " یعنی مدینے والوں کے اندر کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے نفاق پر اس قدر پختہ ہیں کہ آپ بھی ان کو نہیں جانتے ان کو ہم ہی جانتے ہیں ، سو ایسے منافقوں کو مدینہ کے اندر موجود ہونے کے باوجود آپ نہیں جانتے ہم ہی جانتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ ذلت اور رسوائی کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے ۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین. ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین،

۷۸ ضرورتِ ابتلاء و آزمائش کا ذکر و بیان: ۔سو اس سے کھرے اور کھوٹے کے درمیان فرق و تمیز کیلئے امتحان کی ضرورت کا ذکر فرمایا گیا ہے ۔چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "ہم ضرور بالضرور آزمائش کریں گے تم سب کی ۔تاکہ تم میں سے مجاہدوں کو بھی دیکھ لیں اور صبر کرنے والوں کو بھی" ۔تاکہ اس طرح سچے کا سچ اور جھوٹے کا جھوٹ سب کے سامنے آجائے ۔اور کسی کے لئے بھی کسی

عذر و معذرت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ یعنی ہم اپنے اوامر و نواہی کے ذریعے ان لوگوں کی آزمائش کرتے رہیں گے تا کہ کھرا اور کھوٹا سب نکھر کر سامنے آجائے۔ اور علم سے مراد یہاں پر، اور ایسے ہر موقع پر ''رؤیت'' یعنی دیکھنا ہے۔ ورنہ اللہ پاک جانتا تو ہر چیز کو پہلے ہی سے ہے اور پوری طرح جانتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ جَلَّ شانہ وعم نوالہ۔ سو یہاں پر علم سے مراد جاننا نہیں بلکہ اس سے مراد دیکھنا ہے۔ اسی لئے امام المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ لنعلم ﴾ کی تفسیر ''لنریٰ'' سے کرتے ہیں۔ (ابن کثیر وغیرہ)۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نرم اور سخت مختلف قسم کے حالات کے ذریعے تمہاری آزمائش کرتے رہیں گے۔ تا کہ ہم دیکھ اور پرکھ لیں کہ تمہارے اندر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور راہ حق میں ثابت قدم رہنے والے کون ہیں اور محض زبانی کلامی دعوے کرنے والے اور غازی بننے والے کون؟ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت اور معروف دستور یہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ جَلَّ شانہ وعم نوالہ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ نہیں کہ وہ ہر منافق کی پیشانی پر لکھ دے کہ یہ منافق ہے۔ بلکہ اسکی سنت اور طریقہ جو کہ بالکل قطعی ہے یہ ہے کہ وہ مختلف قسم کے امتحانات کے ذریعے کھرے اور کھوٹے کے درمیان اس طرح تفریق اور تمیز کر دیتا ہے کہ ہر ایک اپنی اصل اور حقیقی حیثیت میں سب کے سامنے آجاتا ہے اور اس طور پر کہ کسی انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اَللّٰھُمَّ !

نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْاِیْمَانِ، وَاجْعَلْنَا ھُدَاۃً مُّھْتَدِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ، الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ، وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا، وَلِجَمِیْعِ اَصْحَابِ الْحُقُوْقِ عَلَیْنَا، وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِدُعَاءِ الْخَیْرِ، وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ،

اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، یَااَرْحَمَ

الرّٰحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ یَاذَاالْجَلَالِ

وَالْاِکْرَامِ وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی

عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ سَیِّدِنَا

مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ

وَمَنْ وَّالَاہُ، وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَتِہٖ وَبِھُدَاہُ اھْتَدٰی، اِلٰی یَوْمِ الْعَرْضِ عَلَی اللّٰہِ وَاللِّقَاءِ اٰمِیْن

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا

جن لوگوں نے کفر کیا، اور انہوں نے (دوسروں کو بھی) روکا اللہ کی راہ سے، ۷۹ اور انہوں نے مخالفت کی اللہ کے

الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ

رسول کی، اس کے بعد کہ راہ (حق و) ہدایت ان کے لئے پوری طرح واضح ہو چکی، ۸۰ تو وہ

يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا

یقیناً اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے، ۸۱ اور اللہ اکارت کر دے گا ان کے سب اعمال کو، ۸۲ ﴿۳۲﴾ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا

وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، حکم مانو تم اللہ کا (سچے دل سے) اور حکم مانو تم اس کے رسول کا، اور مت

تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

برباد کرو تم لوگ اپنے اعمال کو، ۸۳ ﴿۳۳﴾ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور انہوں نے روکا (دوسروں کو) اللہ کی راہ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ

سے، پھر (وہ اپنے کفر ہی پر اڑے رہے یہاں تک کہ) وہ مرے بھی کفر ہی کی حالت میں، تو یقیناً اللہ ان کی کبھی بھی بخشش نہیں فرمائے گا، ۸۴ ﴿۳۴﴾

۷۹ راہِ حق سے روکنے والوں کا جرم ڈبل - والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جن لوگوں نے کفر کیا اور انہوں نے روکا اللہ کی راہ سے" اور اس طرح یہ لوگ جرم بالائے جرم کے مرتکب ہوئے کہ انہوں نے ضلال کے ساتھ اضلال اور غواء کے ساتھ اغوا کے جرم کا بھی ارتکاب کیا۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اور کفار و منکرین میں سے کتنے ہی بدبخت ایسے ہیں جن کا شغل شاغل یہی رہا۔ پہلے بھی یہی تھا اور آج تک یہی ہے کہ کسی طرح لوگوں کو دین حق سے روکا جائے۔ اور آج تو پوری دنیائے کفر و باطل یک زبان ہو کر حق اور اہل حق کے خلاف پروپیگنڈے میں مصروف ہے۔ اور اس کیلئے ایسے بدبخت لوگ نت نئے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو طرح طرح سے راہ حق و ہدایت سے روکتے ہیں۔ اور اب تو زبانی کلامی پروپیگنڈے سے بڑھ کو قوت و طاقت کے ذریعے روکا جا رہا ہے۔ جس کے نمونے اور مختلف مظاہر روزانہ سامنے آتے رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم. سو ایسوں کا جرم دوہرا اور ڈبل ہے۔ اس لئے ایسوں نے اپنے کئے کرائے کی پاداش میں دوہری سزا پائی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔

۸۰ جرم کی سنگینی کے ایک اور پہلو کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اسکے بعد کہ راہ حق و ہدایت ان کیلئے پوری طرح واضح ہو چکی"۔ یعنی ان لوگوں کا یہ طرز عمل اور طریقہ کار کسی بھول چوک یا غلط فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ حق کے پوری طرح واضح ہو جانے کے بعد تھا۔ اور ہے۔ اور یہ لوگ اپنے خبث باطن اور سوء اختیار کی بنا پر ایسا کرتے ہیں۔ جس سے ان کے جرم کی سنگینی دوچند ہو جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

سو ایسے لوگ دین حق کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے کہ حق تو بہر حال حق ہی ہے البتہ اس پہ خود اپنے لئے ہلاکت وتباہی کا سامان کریں گے کہ سورج پر تھوکا خود انسان کے اپنے منہ پر آ لگتا ہے۔ سورج کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔

۸۱ باطل پرستوں کی حق دشمنی کا وبال خود انہی پر: – سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے لوگ یقیناً اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ بلکہ اس طرح یہ اپنا اور سراسر اپنا ہی نقصان کریں گے اکہ اس طرح یہ نور حق اور دولت ایمان سے محروم ہو کر دارین کی سعادت وسرخروئی اور حقیقی فوز وفلاح کی نعمت عظمیٰ سے محروم ہوں گے جو کہ سب سے بڑا خسارہ اور ہولناک وناقابل تلافی نقصان ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ سو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور اس سے زور آزمائی کرنے والے منہ کی کھائیں گے اور اپنی ہلاکت اور تباہی کا سامان کریں گے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو باطل پرستوں کی حق دشمنی کا وبال خود انہی پر پڑے گا اور اس کا بھگتان خود انہی کو بھگتنا پڑے گا۔ اور بڑے ہی ہولناک طریقے سے بھگتنا پڑے گا۔ مگر ان لوگوں کو اس کا احساس نہیں جو کہ اور بھی بڑا خسارہ ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔

۸۲ دشمنانِ حق کے اعمال اکارت، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا: – سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ اکارت کر دے گا ایسوں کے اعمال کو" یعنی ان کے ان اعمال کو بھی جو یہ دین کو نیچا دکھانے کیلئے کرتے ہیں کہ دین کا جھنڈا ان کے علی الرغم بہر حال سر بلند ہو کر رہے گا۔ اور اسی طرح ان کے ان اعمال کو بھی جن کو یہ لوگ اپنے طور پر نیکی اور بھلائی سمجھ کر کرتے ہیں کہ ان کا ان کو کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ ایسے کام یہ لوگ اللہ کیلئے نہیں بلکہ اپنی نفسانی اغراض اور دیگر دنیاوی مقاصد کیلئے کرتے ہیں۔ ورنہ یہ اس پر صدق دل سے ایمان لے آتے۔ سو ایسے لوگ سراسر اپنے ہی خسارے اور نقصان کا سامان کرتے ہیں جس کا خمیازہ ان کو دنیا وآخرت میں بھگتنا پڑے گا۔ اور متاع عمر کی گراں قدر پونجی کو جو کہ انسان کو دراصل آخرت کی تیاری ہی کیلئے بخشی گئی ہے اس کو یہ لوگ اسی طرح ضائع کر رہے ہیں جس نے ہاتھ سے نکلنے کے بعد پھر کبھی ملنا نہیں۔ سو یہ ہولناک خسارہ ہے جس کے تدارک وتلافی کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین،

۸۳ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کا حکم وارشاد: – سو ارشاد فرمایا گیا "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو حکم مانو تم اللہ کا اور اس کے رسول کا اور ضائع مت کرو تم اپنے اعمال کو"۔ کفر ونفاق، ریا، ونمود، اور اذی ودلآزاری وغیرہ سے۔ حضرت ابو العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح کفر وشرک کے ساتھ کوئی نیکی کام نہیں آسکتی اس طرح ایمان کے بعد کوئی گناہ نقصان نہیں دے سکتا۔ یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ہم ڈرنے لگے۔ (ابن کثیر وغیرہ) اسی آیت کریمہ سے استدلال کر کے حنفیہ نے کہا ہے کہ نفل عبادت شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسے نہ ہو تو وہ ابطال عمل کے عموم میں آجائے گی جو کہ اس آیت کریمہ کے حکم وارشاد کی رو سے ممنوع ومحذور ہے۔ والعیاذُ باللہ من کل سوءٍ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ "تم اطاعت وفرمانبرداری کرو اللہ اور اس کے رسول کی" کہ تمہارے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ تم لوگ اپنے ذاتی مفادات سے لاپرواہ اور بالا وبے نیاز ہو کر محض اللہ کی خوشنودی کے لئے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔ سو سعادت دارین سرفرازی کا مدار انحصار اطاعت واتباع پر ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت اور اللہ اور رسول ﷺ کی اتباع وپیروی ہو۔

اور اگر تم نے اسکے برعکس اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے مفادات اور مصالح کے تابع رکھا تو پھر تمہارے تمام اعمال اکارت چلے جائیں گے اگرچہ وہ اعمال دین ہی کے ہوں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین،

۸۴ کفر پر مرنے والوں کی بخشش کبھی نہیں ہوگی، والعیاذُ باللہ: - سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ جو لوگ کفر ہی پر مریں گے ان کی بخشش کبھی نہیں ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر اور ادواتِ تاکید و توثیق کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور انہوں نے اللہ کی راہ سے (دوسروں کو بھی) روکا پھر ان کی موت بھی کفر ہی کی حالت پر آگئی تو اللہ ان کی کبھی بھی بخشش نہیں فرمائے گا اور یہ اس لئے کہ یہ لوگ کفر پر ہی اڑے رہے اور ان کی موت بھی کفر ہی کی حالت پر آئی تو ان کیلئے ایمان لانے اور دولت حق و ہدایت سے سرفرازی کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں اس لئے ان کو ہمیشہ ہمیش کیلئے دوزخ کے اندر ہی رہنا ہوگا۔ سو کفر و شرک خرابیوں کی خرابی اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ جل و علا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین

اَللّٰھُمَّ !

اغْفِرْلِیْ،

ذَنْبِیْ، کُلَّہٗ، دِقَّہٗ

وَجِلَّہٗ، اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ، سِرَّہٗ

وَعَلَانِیَّتَہٗ، مَاعَلِمْتُ مِنْہُ، وَمَالَمْ اَعْلَمْ،

رَبِّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ، وَمَااَخَّرْتُ، وَمَااَسْرَرْتُ،

وَمَااَعْلَنْتُ، وَمَااَسْرَفْتُ، وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، اِنَّکَ

اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ

اِلَیْکَ، رَبِّ اغْفِرْلِیْ ھَزْلِیْ وَجِدِّیْ، وَخَطَائِیْ وَعَمَدِیْ، وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ،

رَبِّ اغْفِرْوَارْحَمْ، اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّالْاَکْرَمُ، وَاِنَّکَ اَنْتَ غَفَّارُلِلذُّنُوْبِ، وَسَتَّارٌلِّلْعُیُوْبِ،

اللّٰہُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ

پس تم لوگ (اے مسلمانو!) نہ تو کبھی سستی دکھاؤ اور نہ ہی صلح کی درخواست کرو، ۸۵ کیونکہ غالب بہرحال تم ہی ہو ۸۶ اور

الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰہُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

اللہ تمہارے ساتھ ہے، ۸۷ اور وہ تمہارے اعمال (کے ثواب) میں ہرگز کوئی کمی نہیں فرمائے گا، ۸۸ ﴿۳۵﴾ دنیا کی زندگی تو اس کے سوا

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَ

کچھ نہیں کہ یہ محض ایک کھیل اور تماشا ہے ۸۹ اور اگر تم لوگ قائم رہے اپنے ایمان (ویقین) پر، اور تم نے اپنائے رکھا تقویٰ (و

۸۵ کمزوری اور دباؤ کی صلح و سمجھوتے کی ممانعت کا ذکر و بیان: --- سو ارشاد فرمایا گیا اور مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ پس نہ تم کمزوری دکھاؤ اور نہ صلح کی درخواست کرو۔ یعنی دب کر اور جبن و بزدلی کی بنا پر صلح کی کوئی درخواست نہ کرو۔ اور جہاں ایسے نہ ہو وہاں صلح کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (انفال: ۶۱ پ ۱۰) یعنی اگر وہ لوگ جھک جائیں صلح کیلئے تو تم بھی اس کے لئے جھک جاؤ اور بھروسہ اللہ ہی پر کیا کرو، سو کفر و باطل کے سامنے دبنا اور جھکنا نہ مومن کی شان ہے اور نہ ہی یہ اس کیلئے جائز ہے۔ بلکہ مومن کا کام اور اس کی شان راہ حق وہدایت پر مستقیم اور پکا رہنا ہے جیسا کہ آج افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت پوری دنیائے کفر کے مقابلے میں تن تنہا میدان کارزار میں ڈٹی ہوئی ہے۔ اللہ ان کی مدد فرمائے۔ یہاں پر اصل صورت حال چونکہ یہ تھی کہ منافق لوگ اہل ایمان کے اندر گھسے ہوئے تھے اور وہ جنگ کا حوصلہ چونکہ رکھتے نہیں تھے اس لئے وہ صلح اور سمجھوتے کی باتیں بہت کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو بھی وہ اسی طرح کے مشورے دیتے تھے کہ جنگ سے بچو اور صلح و صفائی سے اپنے معاملات طے کرو اور وہ اپنے آپ کو ایک صلح پسند پارٹی کے طور پر پیش کرتے تھے۔ اور لوگوں کو یہ تاثر دیتے تھے کہ ہماری پالیسی اختیار کرنے میں ملک و قوم سب کا بھلا ہے۔ اسلئے یہاں پر اس ارشاد سے تنبیہ فرمائی گئی کہ تم لوگ بزدل ہو کر صلح اور سمجھوتے کی دعوت مت دو کہ یہ تمہاری شان کے خلاف ہے۔ کیونکہ تم حق پر ہو اور حق مغلوب نہیں غالب ہوتا ہے۔ کہ غلبہ حق ہی کا حق ہے جیسا کہ فرمایا گیا۔ اَلْحَقُّ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى عَلَيْهِ، یعنی حق غالب ہی رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلَّ وَعَلَا، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى،

۸۶ غلبہ اور سربلندی ایمان والوں ہی کیلئے ہے، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ: --- سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے اسلوب و انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ "غلبہ بہرحال تمہارا ہی ہے اے مسلمانو!" کہ تم حق پر ہو اور غلبہ حق ہی کے لئے مقدر ہے۔ اور تمہارے ساتھ اللہ پاک کی نصرت و حمایت ہے۔ اس ایمان و یقین کی بنا پر جو تمہیں حاصل ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران: ۱۳۹ پ ۴)

یعنی غالب تم ہی ہوا گر تم واقعی ایماندار ہو۔ پس تم کبھی کمزوری ار بزدلی دکھاتے ہوئے صلح اور سمجھوتے کے داعی مت بننا۔ بلکہ تم عزم وہمت کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مستعد اور کمر بستہ ہو جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ اگر تم لوگ سچے ایمان ویقین کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے اٹھو گے تو تم ہی سربلند ہو گے اور تمہارے دشمن ہی مغلوب اور ذلیل وخوار ہونگے، پس شرط صرف اتنی ہے کہ تم لوگ واقعی ایمان دار ہو، یعنی صرف زبانی کلامی ایمان کے دعویدار نہ بنو، بلکہ ایمان ویقین کا نور تمہارے دلوں کے اندر جاگزیں ہو، اور اپنی عملی زندگی میں تم اس کے تقاضے پورے کرتے ہوؤ۔ فَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد ، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد ،

۸۷ اللہ تعالیٰ کی مدد اہلِ ایمان کے ساتھ، وَالْحَمْدُلِلّٰه: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ تمہارے ساتھ ہے''۔ یعنی اپنی نصرت وامداد کے اعتبار سے۔ اور جب اللہ تمہارے ساتھ ہے جو کہ اس ساری کائنات کا خالق ومالک اور اس میں حاکم ومتصرف ہے، تو پھر تمہیں کسی کی پرواہ ہی کیا ہو سکتی ہے؟ سو اس میں اہل ایمان کیلئے بہت بڑی بشارت ہے کیونکہ جب اللہ تمہارے ساتھ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی ساری خدائی تمہارے ساتھ ہے، سبحان اللہ! کتنی بڑی عظمت وشان ہے ایمان واہلِ ایمان کی، والحمد للہ جل و علا۔ پس تم اے مسلمانو! ہمیشہ اس بات کا خیال رکھو کہ اللہ کے ساتھ تمہارا تعلق ورشتہ صحیح اور مضبوط ہو۔ تاکہ اس کی معیت کا یہ شرف واعزاز تمہیں ہمیشہ حاصل رہے۔ و باللہ التوفیق۔ سو جب تم جہاد کیلئے اٹھو گے تو غلبہ تمہارا ہی ہوگا۔ اور تمہارے دشمن ذلیل وخوار ہونگے کہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت ہے۔ سو مومن کی شان بہت بڑی، اور سب سے اعلیٰ وبالا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے دعوائے ایمان میں سچا ہو۔ اللہ تعالیٰ کمال ایمان ویقین اور صدق واخلاص سے نوازے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویااکرم الاکرمین

۸۸ اہلِ ایمان کو انکے اعمال کے بدلے کی یقین دہانی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور اہلِ ایمان کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ تمہیں انکا پورا پورا صلہ اور بدلہ عطا فرمائے گا۔ بلکہ وہ کئی گنا بڑھا کر اپنی شان کرم کے مطابق عطا فرمائے گا۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس تم لوگ اطمینان رکھو کہ تمہارے اعمال کے صلہ وبدلہ کے بارے میں وہ کوئی خلاف ورزی اور بے وفائی ہرگز نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ تمہارے ہر عمل کا بدلہ تمہیں دے گا اور بھرپور طور پر دے گا۔ خواہ وہ کوئی چھوٹا عمل ہو یا بڑا۔ سو اس ارشاد میں اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ تم لوگ اپنے اعمال کے بارے میں اس طرح کا کوئی خدشہ اور اندیشہ نہ رکھو کہ تمہارے اعمال کے اجر وثواب کے سلسلے میں تم سے کوئی کمی کی جائے گی۔ بلکہ تم کو اپنے کیے کرائے کا بھرپور صلہ اور بدلہ ملے گا اور تمہارے استحقاق سے بھی کئی گنا زیادہ ملے گا، کیونکہ یہ بدلہ اس ''اکرم الاکرمین'' کی طرف سے ہوگا جس کے کرم کی کوئی انتہا نہیں اور جب تمہیں ہر عمل کا پورا صلہ اور بدلہ ملے گا تو پھر تم لوگ اس کی راہ میں کسی بھی قربانی سے کبھی دریغ نہیں کرو، بلکہ ہمیشہ راہ حق وصواب میں آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ کہ یہی اصل مقصود ہے اور اس کی فرصت وموقع یہی دنیاوی زندگی ہے اور اس کے بعد اس کا کوئی موقع کبھی نہیں مل سکے گا۔ فَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد ، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى۔

۸۹ دنیاوی زندگی محض ایک کھیل اور تماشہ: ۔ یعنی ایک قسم کا کھیل تماشا تو وہ ہوتا ہے جو چھوٹے بچے کھیلتے ہیں۔ اور ایک قسم

کا کھیل تماشہ دنیاوی دوڑ دھوپ اور اس کی اس چہل پہل میں ہے۔ جس میں سب دنیا مشغول ومنہمک ہے۔ سو یہ تمام ہری بھری اور خوبصورت و لذیذ دنیا ہے جس میں حق وحقیقت سے غافل و بے خبر لوگ اور عقل و دانش مندی کے بڑے بڑے دعویدار مشغول و منہمک ہیں۔ اور جس طرح بچوں کا وہ کھیل جو فانی وزائل اور بے حقیقت و بے مقصد ہونے کے باوجود ان کو اپنے اصل کام سے غافل کئے ہوتا ہے، اسی طرح دنیا کا چکا چوند کر دینے والا یہ فانی اور زائل ہونے والا کھیل تماشا بھی ان لوگوں کو اپنے اصل مقصد اور حقیقی منزل سے غافل کئے ہوئے ہے جو ایمان و یقین کی قوت اور اس کی لذت سے محروم ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اس دنیاوی زندگی اور اسکے وقتی فوائد و منافع ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں اور اسی بنا پر انہوں نے آخرت کی اپنی اصل حقیقی اور ابدی زندگی کو پس پشت ڈال رکھا ہے، اور ان کو اس کا کوئی خیال و احساس ہی نہیں کہ وہ کس قدر ہولناک خسارے میں مبتلا ہیں - والعیاذ بالله جلّ و علا - پس کہیں تم بھی اے ایمان والو! اس کھیل تماشے میں لگ کر اپنی اصل منزل سے غافل نہیں ہو جانا اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ سے جی نہیں چرانا، کہ یہ بہت بڑا خسارہ ہے، والعیاذ بالله العظیم ۔

اَللّٰھُمَّ !

اقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْيَتِكَ مَاتَحُولُ بِهِ بَيْنَنَاوَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَاتُبَلِّغُنَابِهِ جَنَّتَكَ،

وَمِنَ الْيَقِينِ مَاتُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَابِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَا، وَقُوَّاتِنَامَااَحْيَيْتَنَا،

وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَاعَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَاعَلٰى مَنْ عَادَانَا،

وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْيَااَكْبَرَهَمِّنَا، وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا

بِذُنُوبِنَا، مَنْ لَّايَخَافُكَ وَلَايَرْحَمُنَا،

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ،

وَاَنْتَ وَلِيُّنَاوَمَوْلَانَا

وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ

شَيْئٍ قَدِيْرٌ

تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾

پرہیز گاری) کو، تو اللہ تم کو تمہارے اجر (پورے پورے) عطا فرمائے گا' اور وہ تم سے تمہارے مال نہیں مانگے گا، ف۹۰ ﴿۳۶﴾

اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾

اگر وہ تم سے کہیں تمہارے مال مانگ لیتا' اور سب کے سب تم سے طلب کر لیتا، ف۹۱ تو تم بخل کرنے لگتے، ف۹۲ اور اس طرح وہ نکال

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ

باہر کرتا تمہارے (دلوں کے کھوٹ اور) ناگواریوں کو، ف۹۳ ﴿۳۷﴾ ہاں تو تم وہی ہو کہ تمہیں دعوت دی جارہی ہے کہ تم خرچ کرو اللہ کی

۹۰ ایمان اور تقویٰ دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر تم لوگ ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اجر وثواب پورے پورے عطا فرمائے گا۔ اور وہ تم لوگوں سے تمہارے مال نہیں مانگتا" کہ وہ ہر کسی سے اور ہر طرح سے بے نیاز ہے، اور وہ سب کو دینے بخشنے والا اور سب کا روزی رساں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۔ اور وہ تمہیں صدقہ وخیرات وغیرہ کا جو حکم دیتا ہے تو محض تمہارے اپنے فائدے اور بھلے کے لئے جو کہ تقاضا ہے اس کی رحمت بے نہایت اور عنایت بے غایت کا۔ سبحانہ و تعالیٰ - یہاں پر "وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ" کے بعد "احـفـا" کا لفظ محذوف ہے۔ جس کی وضاحت اس سے بعد والی آیت کریمہ میں آرہی ہے۔ اور اسی قرینے کی بناء پر یہاں پر اس کو محذوف کر دیا گیا ہے۔ اور تفصیل سے پہلے اجمال کا یہ طریقہ قرآن پاک میں بڑا معروف طریقہ ہے۔ اسی وجہ سے سوالوں کے نقل کرنے میں بھی اسی طریقۂ اجمال کو اختیار کیا جاتا ہے کہ اس اجمال کی تفصیل جواب سے خود واضح ہو جاتی ہے اور 'احـفـا' کے معنی کسی چیز کو سمیٹ کر پوری کی پوری لے لینے کے ہوتے ہیں۔ اور کسی چیز کا الحاح واصرار کے ساتھ مطالبہ کرنے کے۔ سو اس ارشاد سے ان بے حوصلہ لوگوں کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اس امتحان میں کبھی نہیں ڈالے گا کہ تم سے تمہارے سب مالوں کا سوال کرے۔ اور تمہارے سب مال تم سے سمیٹ کر مانگے۔ بلکہ وہ اس کا ایک حصہ اور تھوڑا سا حصہ ہی تم سے مانگتا ہے۔ اور وہ بھی اس لئے کہ اس کا تم کو بھرپور صلہ اور بدلہ دے اور اتنا اور ایسا کہ خود تمہارا ہی بھلا ہو۔ سو اس کی راہ میں خرچ کرنے سے ڈرنے اور ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ آگے بڑھ کر زیادہ سے زیادہ دینے کی ضرورت ہے کہ اس میں خود تمہارا ہی بھلا ہے۔ پس تم لوگ اطمینان رکھو کہ اگر تم نے ایمان اور تقویٰ کی زندگی گزاری اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا وخوشنودی کیلئے خرچ کیا تو یہ خسارے کا سودا نہیں، بلکہ سراسر نفع اور فائدے کا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے ہر عمل کا پورا پورا صلہ وبدلہ دے گا۔ اور اس طرح تم لوگ دنیا کے ان خزف ریزوں کے عوض اس واہب مطلق -سبحانہ و تعالیٰ- کی طرف سے ابدی بادشاہی کے تخت وتاج سے سرفراز ہو گے۔ اس حقیقی اور ابدی بادشاہی سے جس کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی حکومت اور بادشاہی بھی ہیچ ہے، اور جس کا اس دنیا میں پورے طور پر تصور کرنا بھی کسی کیلئے ممکن نہیں۔ اللہ نصیب فرمائے، اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے، اور حیات دنیا کی اس فرصت محدود کے ایک ایک لمحے کو رضا وخوشنودی کی راہوں میں صرف کرنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔ و انہ سبحانہ وتعالیٰ سمیع قریب مجیب، وعلی ما یشاء قدیر،

۹۱ اللہ تعالیٰ کے امتحان میں بھی کرم کا معاملہ، سبحانہ و تعالیٰ: -سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے امتحان میں بھی نہایت کرم کا معاملہ فرماتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ -چنانچہ اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے کرم کی وجہ سے تم لوگوں سے تمہارے کل مال کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر وہ تم سے تمہارے مال مانگ لیتا تو تمہارا بھانڈا پھوٹ جاتا۔ اور تم لوگ ایسا نہ کر سکتے۔ حالانکہ اس کو اس کا پورا حق ہے کہ وہ سب کا خالق اور مالک حقیقی ہے، مگر اسکے باوجود وہ تم سے تمہارے سب اموال کا سوال اور مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ اس میں سے کچھ مانگتا ہے۔ اور وہ بھی محض تمہارے بھلے کیلئے کہ وہ تو ہر کسی سے اور ہر طرح سے غنی اور بے نیاز ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ -اور یہ بھی اس کے کرم بے پایاں کا ایک نمونہ و مظہر ہے کہ وہ مالک کل اور حاکم مطلق ہونے کے باوجود ان اموال کو تمہاری طرف منسوب کرتا ہے۔ اور ﴿ اموالکم ﴾ کہہ کر وہ ان کو تمہارے مال قرار دیتا ہے۔ ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ مال تو سب کے سب ہیں ہی اسی وحدہٗ لاشریک کے- سبحانہ و تعالیٰ -سو اگر وہ تم سے تمہارے سب مال مانگ لیتا تو تم یقیناً اس کیلئے تیار نہ ہوتے، اور بخل سے کام لیتے۔ اور اس طرح تمہارا بھانڈا پھوٹ جاتا اور تمہارا وہ حسد اور کینہ جو تم لوگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہو وہ سب پر آشکارا ہو جاتا۔ سو اس کا تقاضا یہ تھا اور یہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی اس شان کریمی کے دل و جان سے شکر گزار بنو کہ اس نے تمہیں اس طرح کے کسی کڑے امتحان میں نہیں ڈالا۔ ورنہ وہ اگر چاہتا تو تمہارے چہرے کی نقاب نوچ کر پھینک دیتا۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ مگر وہ چونکہ کریم بلکہ اکرم الاکرمین ہے اس لئے وہ اپنے بندوں کے امتحان میں بھی نہایت کرم کا معاملہ فرماتا ہے۔ اور اتنا کہ اس کے سوا اور کسی کیلئے اتنا ممکن ہی نہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ -اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی شان کریمی و رحیمی کے ہی سائے میں رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۹۲ بندوں کے بخل کی عمومی نفسیات کا ذکر و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر وہ تم لوگوں سے تمہارے سب مالوں کا سوال کر لیتا اور ان سب کو راہ حق میں خرچ کرنے کو کہتا تو ایسے میں تم لوگ یقیناً بخل سے کام لیتے اور ان مالوں کو اس کی راہ میں کبھی خرچ نہ کر سکتے۔ کہ ان اموال سے تمہیں طبعی محبت ہے۔ اور وہ تمہاری طبیعتوں سے پوری طرح واقف ہے۔ اس لئے وہ اپنے کرم بے نہایت سے تم سے تمہارے سب مالوں کا نہیں بلکہ ان میں سے کچھ ہی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور وہ بھی خود تمہارے ہی بھلے اور فائدے کیلئے -سبحانہ و تعالیٰ- سو یہ اس کی شان کریمی ہے کہ اس نے تمہیں اس طرح کے کسی کڑے امتحان میں نہیں ڈالا جس کے نتیجے میں تم اس طرح کی ذلت و رسوائی سے بچ گئے، فله الحمد وله الشكر بكل حال من الاحوال۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے فضل و کرم کے ہی سائے میں رکھے- آمین ثم آمین یارب العالمین

۹۳ اللہ تعالیٰ کی ایک اور عنایت کا ذکر و بیان: -سو اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اور عنایت، یعنی اپنے بندوں کی پردہ داری کی عنایت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے سب مال مانگ لیتا تو یقیناً تم لوگ ایسا نہ کر سکتے، پس یہ اس کا تم لوگوں پر مزید کرم و احسان ہے کہ اس نے تم سے تمہارے سب مالوں کا مطالبہ نہیں فرمایا۔ جل و علا شانہ، تبارک اسمہ و عزبرھانہ، سو اللہ اگر چاہتا تو تم سے تمہارے سب مالوں کا مطالبہ کر دیتا کہ وہ خالق و مالک ہے۔ مگر اس نے اپنی شان کریمی سے ایسا نہیں کیا۔ سو اس کے اس کرم و احسان کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ دل و جان سے اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اس طرح کڑے امتحان میں نہیں ڈالا ورنہ وہ تمہاری اصل حقیقت کو بے نقاب کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین،

اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا

راہ میں، ؀۹۴ (تاکہ خود تمہارا بھلا ہو) تو تم میں سے کچھ بخل سے کام لیتے ہیں، ؀۹۵ حالانکہ جو کوئی بخل کرتا ہے وہ دراصل اپنے

يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ

آپ ہی سے بخل کرتا ہے، ؀۹۶ کیونکہ اللہ بے نیاز ہے (ہر کسی سے، اور ہر اعتبار سے) اور تم ہی سب اس کے محتاج ہو، ؀۹۷

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا

اور اگر تم منہ موڑ دگے (اسکے دین اور نور حق سے) تو وہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا (اپنے عبادت و بندگی اور اپنے دین کی

يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ؑ ﴿۳۸﴾

خدمت کیلئے) پھر وہ تم لوگوں جیسے نہ ہوں گے، ؀۹۸ ﴿۳۸﴾

۹۴ بخیلوں کے بخل پر تعجب اور افسوس کا ذکر و بیان:- سو منافقوں کے حال پر حسرت و افسوس کے اظہار کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگوں کا یہ کیا حال ہے کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو تم میں سے کچھ لوگ بخل سے کام لیتے ہیں۔ یعنی جب تم لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اپنے مال اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کی راہ میں جہاد کے لئے خرچ کرو کہ یہی وہ راہ ہے جسے اپنا کر تم ایک طرف تو اس کے قرب اور اس کی رضا کے عظیم الشان شرف سے مشرف ہو سکو گے، اور دوسری طرف تمہیں سچی عزت و عظمت بھی نصیب ہوگی۔ سو اس میں منافقوں کے حال پر افسوس اور حسرت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس کرم و احسان کے باوجود کہ اس نے تم سے تمہارے سب مالوں کا مطالبہ نہیں کیا۔ بلکہ ان کا کچھ حصہ مانگا ہے۔ اور وہ بھی خود تمہارے ہی بھلے کے لئے۔ تو تم لوگ پھر بھی اس میں بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہو۔ اور اس طرح خود اپنا ہی نقصان کرتے ہو۔ کیونکہ یہ مال تم کسی اور کو نہیں دے رہے۔ بلکہ خود اپنے ہی لئے خرچ کرتے ہو۔ تاکہ اس کے صلے اور بدلے میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ابدی بادشاہی سے سرشار ہو سکو۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ اور ہر قسم کے مزلّہءِ اقدام اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویاارحم الراحمین

۹۵ ایمان و یقین سے محرومی کا نتیجہ بخل و کنجوسی - والعیاذ باللہ:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ایمان و یقین کی دولت سے محرومی کا نتیجہ بخل و کنجوسی ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس قدر نفع بخش سودے کے باوجود تم میں سے کچھ لوگ بخل کا کام لیتے ہیں۔ حالانکہ تم سے سب نہیں کچھ مال مانگا جاتا ہے۔ اور وہ بھی راہ حق میں خرچ کرنے کے لئے جس کا تم کو کئی گنا اجر و ثواب بھی ملے گا۔ پھر بھی تم میں سے کچھ لوگ بخل اور کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ سو یہ کس قدر تنگ ظرفی اور حرمان نصیبی کی بات ہے۔ مگر ان لوگوں کو اس کا کوئی شعور و احساس ہی نہیں، جو کہ مزید خسارہ اور نقصان ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

اور یہ بھی قرآن حکیم کا انصاف ہے کہ یہاں پر یوں نہیں فرمایا کہ تم سب لوگ بخل کرتے ہو۔ بلکہ یہ فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ بخل سے کام لیتے ہیں یعنی سب ایسے نہیں، بلکہ یہ وہی ہیں جو دولتِ ایمان و یقین کی لذت سے محروم ہیں، والعیاذ باللہ۔ و العیاذ باللہ ۔سو ایمان و یقین کی دولت سے محرومی کا نتیجہ بخل اور کنجوسی ہے۔ کیونکہ ایسا شخص دنیا کے اس متاع فانی کو آخرت کی اس بادشاہی کیلئے خرچ کرنے کا حوصلہ نہیں پاتا جو کہ فوز و فلاح کی اصل بنیاد ہے۔

۹۶ **بخل کا نقصان خود بخیل کو۔ والعیاذُ باللّٰہِ العظیم** :۔سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ بخل کرنے کا نقصان خود بخل کرنے والے ہی کو ہوتا ہے۔ کہ اس طرح وہ دائمی اجر و ثواب سے بھی محروم ہوتا ہے اور خداوند قدوس کے قرب اور اس کی رضا کی نعمت سے بھی۔ اور دوسری طرف ایسا انسان یہ مال و دولت کما کر دوسروں کیلئے چھوڑ جائے گا جس سے وہ اسکے بعد فائدہ اٹھائیں گے اور حساب کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی۔ سو خدا تعالیٰ سے بخل کرنا خود اپنے حق میں بخل کرنا ہے۔ و العیاذ باللہ ۔ اور اللہ تعالیٰ جو تم سے مانگتا ہے تو وہ تمہارے ہی بھلے کیلئے مانگتا ہے تاکہ اس طرح ان کے عوض وہ تمہیں ابدی بادشاہی سے سرفراز فرمائے۔ سبحانہ و تعالیٰ ۔سو پھر اس میں بخل کیسے روا ہوسکتا ہیں؟ والعیاذ باللہ جل و علا بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ.

۹۷ **اللہ ہی ہے بے نیاز اور باقی سب اس کے محتاج** :۔سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا اور حصر و قصر کے ساتھ بتا دیا گیا کہ غنی و بے نیاز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تم سب لوگ اس کے محتاج اور سراسر محتاج ہو۔ سو وہ تمہیں انفاق کا حکم اسی لئے دیتا ہے کہ تمہاری حاجتوں کا سد باب ہو۔ اور یہ مال خود تمہارے ہی فائدے اور بھلے کا ذریعہ بنے جو اس کی رحمت اور عنایت بے نہایت کا ایک عظیم الشان مظہر ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ ۔ تاکہ وہ تمہارے ان صدقات کے بدلے میں تمہیں دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفراز کرے اور تمہیں حقیقی اور ابدی بادشاہی سے نوازے کہ اس کی شان ہی نوازنا ہے۔ اور مسلسل و لگاتار نوازنا۔ سو ایسے میں اسکی راہ میں اور اس کی رضا و خوشنودی کے لئے خرچ کرنے سے اعراض اور روگردانی برتنا کتنی بڑی محرومی اور کس قدر ہولناک بدبختی ہے اور ایسی محرومی کہ آگے اس سے کئی طرح کی محرومیاں پھوٹتی اور جنم لیتی ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہم فھدہ نواصینا بین یدیک فَخُذنا بھا الی ما فیہ حبک و رضاک ،بکل حالٍ من الاحوال ،و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، یاذاالجلال والاکرام، و یا من بیدہ ملکوت کل شیءٍ و ھو یجیر ولا یجار علیہ. سبحانہ و تعالیٰ

۹۸ **اللہ تعالیٰ کا دین کسی کا محتاج نہیں سبحانہ و تعالیٰ** :۔سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر تم لوگ اللہ کے دین سے منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا جو دل و جان سے اس کے دین کی خدمت کریگی"۔ پس دین تمہارا احتاج نہیں تم دین کے محتاج ہو۔ اس لئے خدمت دین کی سعادت و توفیق اگر تمہیں ملتی ہے تو اسے غنیمت سمجھو اور اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کا انجام دو۔ سنن ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس پر صحابہء کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہوں گے جن کو ہماری جگہ لایا جاسکتا ہے اگر ہم دین سے پھر جائیں؟ والعیاذ باللہ ۔ تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ "یہ اور ان کی قوم"، "ھذا و قومہ" اور پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے اگر یہ دین ثریا کے پاس ہوتو بھی اس کو فارس کے کچھ لوگ حاصل کر کے رہیں گے۔(اخرجه عبدالرزاق و عبد بن حمید جریر و ابن ابی والبیهقی والتر مذی عن ابی هریرة بحواله تفسیر المراغی)ابن کثیر کا کہنا ہے کہ بعض ائمہ نے اس روایت میں کلام کیا ہے۔اور جامع البیان، تفسیر ابن عاشور، معارف القرآن وغیرہ نے بغیر کسی کلام اور جرح کے اس کو ذکر کیا ہے۔سواس آیت کریمہ سے یہ عظیم الشان عمومی درس بھی ملتا ہے کہ اگر کسی کو دین متین کی کسی طرح کی خدمت کی سعادت اور اس کا شرف حاصل ہوتا ہے تو وہ اس پر اترانے اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہونے کی بجائے اس کو قدرت کا عطیہ واحسان سمجھتے ہوئے دل وجان سے اس کے حضور جھک جھک جائے کہ اس نے محض اپنی توفیق وعنایت سے اس سعادت سے نوازا ہے۔فله الحمد و له الشكر قبل كل شيء و بعد كل شيء،اللهم فخذنا بنواصينا الٰى ما فيه حُبُّک و رضاک یا ربَّ العالمین،و یا ارحم الراحمین و اکرم الاکرمین – فنحن لک، و بک ، والیک، انت المستعان ، وعلیک التکلان ،فی کل حینٍ و آن ، انت الرحیم الرحمٰن، والحنّان المنان، یا ذاالجلال والاکرام ، یا من وَسِعَتْ رَحْمَتُه' کُلَّ شیءٍ، و هو ارحم بعباده منهم لَا نُفُسِهِمْ ، سبحانه وتعالیٰ.

❀❀❀

☆—— تکمیل نظر ثانی ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ ۲۳ مئی ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ بوقت پانچ بجے شام سطوه، دبی متحدہ عرب امارات، والحمدلله رب العالمین، فانه لاتتم الصالحات اِلّا بتوفیقٍ منه سبحانه و تعالیٰ فایاه اسأل التوفیق لمایحب ویرضیٰ

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۸ محرم ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۳ اپریل ۱۹۹۹ء بروز اتوار، بوقت ساڑھے گیارہ بجے شب سطوه، دبی والحمد لله رب العالمین الذی بیده ازمّة التوفیق و العنایة فله الحمدوله الشکربکل حال من الاحوال . سبحانه وتعالیٰ

☆—— تکمیل سکینڈ پروف ریڈنگ ۱۲ محرم ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۲۰۰۰ء بروز منگل بوقت سوا چھ بجے شام سطوه ، دبی ، والحمد لله رب العالمین الذی شرّفنی بالتوفیق بِهذا العمل الجلیل ،من التفسیر لکتابه العزیز

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۱ شعبان ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ بوقت پونے گیارہ بجے شب، آئی ٹن ون اسلام آباد (دوران رخصت) والحمد لله رب العالمین بکل حالٍ من الاحوال، و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاه.

☆—— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۰ مئی ۲۰۰۳ء بروز منگل بوقت بارہ بجے شب، معمورہ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، والحمدلله رب العالمین. الذی منه التوفیق بِکُلِّ خیرٍ، و فی کل زمان و مکان.

☆—— اللَّمَسَاتُ الاخیرة (Final touches) ۱۰-محرم الحرام ۱۴۲۵ھ بمطابق یکم مارچ ۲۰۰۴ء بروز پیر بوقت پونے آٹھ بجے شب (قُبَیْلَ اذان العشاء) مدنی منزل معمورہ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی ، آزاد کشمیر، پاکستان والحمد لله رب العالمین الذی بکرمه وعنایته تشرّفت بهذا العمل الجلیل ،من تفسیر کتابه العزیزالکریم فایاه اسأل القبول ـ وأن یجعله أخلص مایکون،واَنْفَعَ مایکون ،وَاَحَبَّ مایکون ،واوسعَ مایکون.

❀❀❀

ایاتہا ۲۹ سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۱ رکوعاتہا ۴

سورۂ فتح مدنی ہے اس کی انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ○

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا

بے شک ہم نے عطا کر دی آپ کو (اے پیغمبر!) ایک عظیم الشان کھلی فتح، وا ① تا کہ اللہ معاف فرما دے

۱ فتح مبین اور اس سے مقصود و مراد؟ - اگرچہ بعض حضرات نے اس کو فتح مکہ پر محمول فرمایا ہے۔ اور فتح کے نام سے مشہور بھی وہی ہے۔ اور فتح کا لفظ بولنے سے ذہن اسی طرف متوجہ ہوتا ہے مگر صحیح اور راجح قول کے مطابق اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ اور یہی وہ فتح ہے جس نے فتح مکہ کی راہ ہموار کی۔ اور صلح حدیبیہ کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد دوسرے بہت سے اہم فوائد کے علاوہ فتح مکہ کا اعزاز بھی مسلمانوں کو حاصل ہو گیا۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابۂ کرامؓ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم لوگ تو فتح مکہ کو فتح قرار دیتے ہو مگر ہمارے نزدیک اصل فتح صلح حدیبیہ ہے۔ اور قصہ صلح حدیبیہ کا مختصر طور پر اس طرح ہے کہ ۶ھ میں آنحضرت ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امن و امان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں اور عمرہ کرنے کے بعد حلق و قصر فرما رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے صحیح اور سچا ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ مگر اس میں چونکہ اس کی طرف کوئی اشارہ نہ تھا کہ یہ خواب کب پورا ہو گا۔ ادھر اس امید پر کہ شاید یہ اسی سال پورا ہو جائے نیز اس شدید اشتیاق کی وجہ سے جو کہ آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرامؓ کے دلوں میں زیارت مکہ کیلئے موجود و موجزن تھا آپ ﷺ نے اسی سال عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے مکہ مکرمہ کے سفر کا پروگرام بنا لیا۔ اور آپ ﷺ ذیقعد ۶ھ کے اوائل میں چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ کئی دنوں کے سفر کے بعد مدینہ منورہ سے حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جو کہ جدہ اور مکہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ اور جواب "شمیسی" کے نام سے مشہور ہے۔ تو آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ جس پر آپ ﷺ نے فرمایا "حبسها حابس الفیل" یعنی یہ اونٹنی یونہی از خود نہیں بیٹھ گئی بلکہ اسے اس ذات نے روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں والوں کو روکا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مکہ والے جو بات مجھ سے کہیں گے میں مانوں گا۔ بشرطیکہ اس میں اللہ پاک کی مقرر کردہ حدوں کی پاسداری کی گئی ہو۔ آخر آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ سے بات کرنے کیلئے مکہ مکرمہ بھیجا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب آپ ﷺ نے اس لئے فرمایا کہ آپ کے اہل مکہ پر بہت احسانات تھے۔ اور آپ کا احترام ان کے یہاں زیادہ تھا۔ اس لئے آپ کی بات مانے جانے کی توقع زیادہ تھی۔ مگر کفار قریش نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کو بھی یہ جواب دیا کہ آپ خود چاہیں تو طواف کر لیں باقی کسی کو نہیں کرنے دیا جائے گا۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے ان کی پیش کش کو ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ جب تک آنحضرت ﷺ کو اجازت نہ ملے میں اکیلا کس طرح طواف کر سکتا ہوں۔ جب کفار کسی بھی طرح آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کو ادائیگی عمرہ کی اجازت دینے پر راضی نہ ہوئے تو بالآخر فریقین کے درمیان چند شرائط کے ساتھ ایک صلح طے پائی جو کہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اور یہ شرائطِ صلح جو کہ حدیث و سیرت اور تاریخ وغیرہ کی کتابوں میں مذکور اور مشہور و معروف ہیں بظاہر یہ سب شرطیں مسلمانوں کے خلاف اور کفار کے حق میں تھیں۔ جس سے مسلمان بڑے شکستہ دل ہو رہے تھے۔ مگر پیغمبر کی نگاہیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں وہ اور کسی کی نظر میں نہیں آ سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے انہی شرائط پر صلح کو قبول فرمالیا اور قربانی کے جانوروں کو وہیں حدیبیہ میں ذبح کر کے واپس چلنے کا حکم فرما دیا کہ جو صحابہ کرام کے لئے بہت مشکل اور گراں بار معاملہ تھا۔ مگر بادل نخواستہ آنحضرت ﷺ کے اُسوہء حسنہ کو دیکھتے ہوئے وہ بھی اس کے لئے تیار ہو گئے اور قربانیاں وہیں کر کے اور عمرے کے احرام کھول کر سب واپس مدینہ منورہ کو چل دیئے واپسی کے موقع پر راستے میں یہ سورہ کریمہ نازل ہوئی اور اس میں حدیبیہ کی اسی صلح کو فتح مبین۔ کھلی ہوئی فتح۔ قرار دیا گیا۔ تو اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ " افتح ھو یا رسول الله؟" "اللہ کے رسول کیا یہ فتح ہے؟" تو اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "والذی نفس محمد بیده انه لفتح"۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہء قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے یقیناً یہ ایک بڑی فتح ہے"۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد دنیا نے دیکھا اور اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ واقعۃً یہ ایک فتح بلکہ آئندہ کی تمام فتوحات کے لئے ایک دروازہ اور پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ جس پر تفصیلی بحث ہم ان شاء اللہ اپنی مفصل تفسیر میں کریں گے۔ و بالله التوفیق و هو المعین و به نستعین. سو اس پورے واقعہ سے اہل بدعت کے علمِ غیب کلی، اختیارِ کلی اور حاضر و ناظر جیسے تمام خود ساختہ اور شرکیہ عقائد کی جڑ نکل جاتی ہے۔ کیونکہ پیغمبر اگر عالم غیب ہوتے اور "ما کان و ما یکون" کا علم رکھتے ہوتے۔ جیسا کہ ان لوگوں کا کہنا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام۔ اپنے اس خواب مبارک کی بنا پر عمرے کا یہ سفر ہی اس سال نہ فرماتے۔ بلکہ اس وقت اور اس سال فرماتے جو قدرت کی طرف سے اس کیلئے مقرر تھا، اور اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہوتے، یعنی ہر جگہ موجود ہوتے تو پھر آپ کیلئے سفر کرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا کی کوئی نوبت ہی پیش نہ آتی۔ کیونکہ جو ہر جگہ حاضر و ناظر اور موجود ہوتا ہے اس کیلئے سفر کرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا کوئی معنیٰ و مطلب ہی نہیں بنتا۔ اسی طرح اگر آپ ﷺ مختار کل ہوتے تو اتنا طویل اور پُر مشقت سفر کرنے کے بعد مکہ مکرمہ کے اس قدر قریب پہنچ کر اور حدیبیہ کے اس مقام سے عمرہ کئے بغیر واپس تشریف نہ لے جاتے، جس سے آپ ﷺ کے صحابہء کرام کو سخت ناگواری کا سامنا کرنا پڑا، جیسا کہ اس قصے سے متعلق تفصیلات میں موجود ہے۔ بے شک اس سفر میں بڑی حکمتیں موجود تھیں، اور ہیں۔ جن کا پوری طرح سے احاطہ کرنا بھی حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کے سوا کسی کیلئے ممکن نہیں۔ مگر ان حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایسے شرکیہ عقائد کی جڑ کٹ جائے کہ یہ عقل کے بھی خلاف ہیں اور نقل کے بھی۔ سو علم غیب کلی اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔ سبحانه و تعالیٰ۔ اور مختار کل ہونا اور ہر جگہ حاضر اور موجود ہونا بھی اسی وحدہ لاشریک کی شان ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر فرمایا گیا۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (الحدید:۴ پ ۲۷) یعنی "وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہوگے"۔ سو اس وحدہ لاشریک کا علم اور اس کی قدرت سب پر حاوی و محیط ہے۔ سبحانه و تعالیٰ۔

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

آپ کی اگلی پچھلی سب خطائیں، ف۲ اور تا کہ وہ تکمیل فرمادے آپ پر اپنے انعام کی، ف۳

وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ

اور ڈال دے آپ کو سیدھی راہ پر، ف۴ ﴿۲﴾ اور تا کہ اللہ مدد فرمائے

نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ

آپ کی بڑی ہی زبردست مدد، ف۵ ﴿۳﴾ وہ (اللہ) وہی ہے جس نے سکینت (واطمینان کی کیفیت) نازل فرمائی ایمان والوں کے

ف۲ "مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ" سے مقصود ومراد؟:۔ یعنی خلاف اولیٰ قسم کے وہ امور جو اگرچہ فی نفسہا گناہ نہیں مگر آپ ﷺ کے مقامِ رفیع اور مرتبۂ بلند کے پیش نظر ان کو بھی ذنب (گناہ) سے تعبیر فرمایا جارہا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "حسنات الابرار سیآت المقربین" ۔سو اس طرح کی آیاتِ کریمہ کی تفسیر میں تمام ثقہ اور معتبر مفسرین کرامؒ اور جمہور علمائے عظام یہی فرماتے ہیں" ای ما فرط منک من ترک الاولٰی و تَسْمِیَتُهٗ ذنبا بالنظر الیٰ منصبه الجلیل " (ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی، جامع البیان، المراغی، محاسن التاویل، ابوالسعود، ابن کثیر، خازن اور صفوة التفاسیر، وغیرہ وغیرہ) اور جیسا کہ علامہ ابن کثیر وغیرہ مفسرین کرامؒ نے لکھا ہے کہ دراصل آنحضرت ﷺ کے افضل البشر، اکمل البشر، اور اطوع الخلق۔ یعنی خدائے پاک کی مخلوق میں سب سے افضل، اور سب سے کامل بشر، اور سب سے زیادہ اس کی فرمانبرداری کرنے والے، ہونے کی دلیل ہے۔ سو حضرات علماء ومفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کے خصائص میں سے ہے، کہ آپ ﷺ کے سوا اور کسی کو بھی یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس کی مغفرت وبخشش کا اس طرح اعلان فرمایا گیا ہو۔ (ابن کثیر، وغیرہ)۔ صلوٰتُ الله و سلامه، علیه و علی من تبعه الی یوم الدین ۔پس اس سب سے یہ امر واضح اور محقق ہو گیا، کہ جن لوگوں نے اس آیتِ کریمہ کا ترجمہ اس کے ظاہر ومتبادر مفہوم کے خلاف اس طرح کیا ہے کہ تا کہ اللہ تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے، اور تمہارے پچھلوں کے تو یہ ترجمہ لغت وبیان کے بھی خلاف ہے۔ اور ظاہر و تبادر کے بھی اور سلف وخلف تمام ثقہ تفسیروں کے بھی خلاف ومعارض ہے۔ اور یہ محض اپنی ذہنی اختراع ہے جس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔ والعیاذ بالله ۔اور اس کے علاوہ یہ ترجمہ ان کلمات کریمہ کے ظاہر وواضح اور متبادر مفہوم کے بھی خلاف ومعارض ہے اور عربی قواعد وضوابط کے بھی کیونکہ اس میں "لِیَغْفِرَ" کے لام کو لام سببیہ بنایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ لام لام سببیه نہیں بلکہ غـائیه ہے۔ یعنی یہ علت غائیہ کیلئے استعمال ہوا ہے۔ جس کا مدخول سبب نہیں مسبب ہوتا ہے۔ جیسا کہ تمام معتبر تفاسیر میں مذکور ہے۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو تفسیر جلالین اور صفوة البیان وغیرہ میں ہے، اللام لـلعلة الغائیة فمد خوله مسبب لاسبب ۔پس متعاطفاتِ اربعۃ یعنی مغفرتِ ذنوب، اتمامِ نعمت، ہدایتِ صراط مستقیم اور نصرِ عزیز، فتح المبین کے مسبب اور اس کی غایت اور نتائج ہیں۔ نہ کہ اس کے سبب (صفوة البیان، کشاف اور مراغی وغیرہ) سو "لِیَغْفِرَلَکَ" کا لام غایت ونہایت کے مفہوم میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ

کو فتح مبین عطا فرمائی۔ تو یہ تمہید ہے جو منتہی ہوگی مندرجہ ذیل چار باتوں پر جن سے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو سرفراز فرمانے والا ہے۔ دوسرے اسلئے کہ "مِنْ ذَنْبِکَ مَا تَقَدَّمَ" کا بیان اور اس سے بدل ہے اور بیان و مبین اور بدل و مبدل منہ کا ایک ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جب کہ اس محرف ترجمے کی بنا پر یہ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس میں "مَا تَقَدَّمَ" اور "مَا تَاَخَّرَ" سے اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ مراد لئے گئے ہیں جو ظاہر ہے کہ "ذَنْبِکَ" کا مبدل منہ نہیں بن سکتے۔ تیسرے اسلئے کہ یہ معنیٰ و مطلب ظاہر اور متبادر کے لحاظ سے بھی ان الفاظ کا مفہوم و مصداق نہیں بن سکتا۔ سو ارشاد کا یہی مطلب ہوتا تو پھر صاف صریح طور پر عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی "لیغفر ذنب اولک و اٰخرک یا اس طرح کی کوئی اور عبارت ہوتی۔ پس یہ ترجمہ ظاہر و متبادر کے بھی خلاف ہے اور عربی قواعد و ضوابط، اور زبان و بیان کے بھی۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کی تصریحات کے بھی۔ کیونکہ مسند امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق جب ایک صاحب نے جب آنحضرت ﷺ کے دستر خوان پر کھانا کھایا تو اس نے آپ ﷺ کو دعا دیتے ہوئے کہا۔ "غفر لک اللہ یا رسول اللہ"۔ اللہ کے رسول اللہ آپ ﷺ کی بخشش فرمائے"۔ تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روکنے ٹوکنے یا اس کی تردید فرمانے کی بجائے اس کی تصویب کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا "نعم ولکم"۔ ہاں اور اللہ تمہاری بھی بخشش فرمائے" پھر اس کی تائید میں آپ ﷺ نے سورہ محمد کی آیت نمبر ۱۹ تلاوت فرمائی جس میں ارشاد ہوتا ہے ﴿ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ ﴾ جیسا کہ سورہ محمد کی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں قدرے تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اسی طرح موصوف کا یہ ترجمہ سلف وخلف کے تمام ثقہ مفسرین اور معتمد علیہ علمائے کرام کے ترجمہ و تفسیر اور ان کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔ جس میں حضرات صحابۂ کرام، تابعین عظام اور ان کے اتباع و تابعین سب ہی حضرات شامل ہیں۔ اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کی روایات میں ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و ریاضت کے بارے میں آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ اس قدر غیر معمولی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "افلا اکون عبدا شکورا" یعنی کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ سو اس سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے اس سوال کے مضمون کی تصویب و تصدیق فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس عبادت و ریاضت کو اس مضمون کو بخشش کے شکر کا مقتضیٰ قرار دیا۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ و صحبہ ومن والاہ ما تبقی ھذہ الاحرف و الکلمات،

۳ اتمامِ نعمت کی رحمت وعنایت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا "اور وہ پورا فرما دے تم پر اپنی نعمت کو" سو اس سے آنحضرت ﷺ کو نعمتِ دین کے اتمام اور اسکی تکمیل کی بشارت سے سرفراز فرما دیا گیا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب اس نعمت کی تکمیل ہوگئی تو اعلان فرما دیا گیا۔ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِکُمْ فِسْقٌ ط اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ لا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (المائدۃ: ۳ پ ۶) یعنی "اب میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے

پسند کرلیا''۔ اور اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ مسلمانوں کو ہر قسم کی بیرونی مداخلت اور خوف وخطر سے محفوظ کر دیا تا کہ وہ اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی احکام وقوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے بالکل آزاد اور پوری طرح مطمئن ہوں۔ اور ان کو یہ طاقت بھی نصیب ہو کہ وہ دنیا میں اللہ کا کلمہ بلند کرسکیں، اور کفر وشرک اور فسق وفجور کا وہ غلبہ جو بندگی رب کی راہ میں مانع اور اعلاء کلمۃ اللہ کی سعی میں مزاحم تھا اس سے بھی خلاصی پاسکیں۔ کیونکہ یہ چیز بھی اہل ایمان کیلئے سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اسی لئے قرآنِ حکیم نے اس کو فتنہ قرار دیا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم جل وعلا۔ اور آپ ﷺ کے پیش کردہ دین حق کو سب دینوں پر غالب کر دے۔ تا کہ باطل اس کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ اور کلمہ حق کا بول بالا ہو۔ لتکون کلمة الله هی العلیا۔ اور کفر وفسق کا غلبہ جو اعلاء کلمة الله اور بندگیء رب میں مانع ہو اور جس کو قرآن فتنہ قرار دیتا ہے وہ ختم ہو جائے۔ اس کے اندر دین حق کیلئے مزاحم اور رکاوٹ بننے کا دم خم باقی نہ رہے۔ اور اس سے خلاصی پا کر مسلمانوں کو ایک ایسا مستقر اور دار السلام میسر آ جائے جس میں اللہ کا دین پورے کا پورا بلاکم وکاست نافذ اور جاری ہو۔ اور ان کو ایسے ذرائع ووسائل بھی بہم پہنچ جائیں جن سے کام لیکر وہ خدا کی زمین پر کفر وفسق کی جگہ ایمان وتقویٰ کا سکہ جاری کرسکیں۔ سو اس نعمت کی تکمیل کیلئے ہم نے آپ ﷺ کو اس فتح مبین سے نوازا تا کہ اللہ کا دین سب دینوں پر غالب ہو کر رہے۔ والحمدللہ جل وعَلا. بکل حالٍ مِن الاحوال .وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاة ،یاذاالجلال والاکرام،

۴ سیدھے راستے سے سرفرازی کی عنایت کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا'' اور تا کہ اللہ آپ ﷺ کو ڈال دے سیدھی راہ پر''، یعنی فتح وکامرانی اور حق ہدایت کی اس شاہراہِ عظیم پر جو انسان کو دارین کی سعادت وسرخروئی سے ہمکنار کرنے کا سامان فراہم کرے۔ سو آپ ﷺ کو اس راہ پر ڈال کر اور ثابت قدمی سے مشرف فرما کر پوری امت اور ساری مخلوق کے لئے رحمت وہدایت کا سامان فرما دیا گیا۔ تا کہ اس طرح پوری مخلوق کا بھلا ہو۔ سو یہ اتمامِ حجت اور تکمیل دین کا ثمرہ تھا جس سے حضور ﷺ کو سرفراز فرمایا گیا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حق وہدایت کی اس راہ حق وصواب اور صراط مستقیم پر ڈال دے جس سے شیطان نے لوگوں کو ہٹا دیا تھا کیونکہ اللہ نے اپنی مخلوق کی ہدایت وراہنمائی کیلئے جو دینِ حق نازل فرمایا تھا، یہود ونصاریٰ وغیرہ باطل پرستوں نے اس کو ضائع کر دیا تھا۔ اور مشرکین مکہ نے تو ملت ابراہیمی کو اس حد تک بگاڑ دیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ مرکز توحید تک کو ان بدبختوں نے بت خانہ بنا دیا تھا۔ اور نشانِ راہ کو اس حد تک مٹا دیا گیا تھا کہ خداوند تعالیٰ تک پہنچانے والی سیدھی راہ بالکل گم اور ناپید ہو چکی تھی۔ سو یہ راہ نبی آخر الزماں کی بعثت وتشریف آوری کے ذریعے اب دوبارہ دنیا کو نصیب ہوئی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ مینار نور کو کفر وشرک کے نرغے سے نکال کر پھر مرکز توحید بنا دیا گیا۔ اور ملتِ ابراہیمی اب دوبارہ اپنی اصل شکل وصورت میں ظاہر ہوئی۔ سو صلح حدیبیہ کے ذریعے آپ کے لئے حق وہدایت کی اس شاہراہ عظیم کو ہموار کر دیا گیا۔ اور آپ کو وہ تدبیر سمجھا دی گئی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی مزاحمت کرنے والی تمام طاقتوں کو زیر اور مغلوب کر دیں۔ والحمد لِلّٰہِ جل وعلا۔ سو اس اعتبار سے بھی صلح حدیبیہ ایک عظیم الشان فتح اور فتح مبین تھی۔ والحمدُللہ رَبِّ العالمین۔

۵ نصرِ عزیز سے سرفرازی کی عنایت کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا'' اور تا کہ وہ مدد فرمائے آپ کی بڑی ہی

زبردست مدد"، یعنی ایسی زبردست اور نادرو بے مثال مدد جس کے بعد پھر نہ مغلوبیت ہو، اور نہ ہی اس جیسی مدد کسی اور کو مل سکے۔ سو آپ ﷺ کو ایسی ہی نادرو بے مثال مدد سے نوازا گیا جس کی دوسری کوئی نظیر و مثال نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی ہے اور نہ ہی آئندہ قیامت تک کبھی ممکن ہوسکتی ہے۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ - والحمد للہ رب العالمین۔ اور اس طرح کی مدد ظاہر ہے آپ ﷺ کو اسی صورت میں حاصل ہوسکتی تھی جبکہ کفر کا زور بالکل ٹوٹ جائے اور بیت اللہ مسلمانوں کی تحویل میں آجائے۔ یہاں پر نصر یعنی مدد کی صفت "عزیز" بیان فرمائی گئی ہے۔ اور عزیز کے معنی دو آتے ہیں۔ ایک نہایت زبردست اور غالب اور دوسرے نادرو نایاب۔ سو آپ ﷺ کی عطا فرمائی جانے والی اس نصرو مدد میں یہ دونوں صفتیں پائی جاتی تھیں، کیونکہ آپ کو کفر کے مقابلے میں ایسی بے مثال مدد سے نوازا گیا تھا جس کو وہ چیلنج نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ صلح حدیبیہ نے کفار قریش کی قوت کو ایسا متزلزل کردیا تھا کہ وہ وقت اب دور نہیں رہ گیا تھا کہ جب کفر کے اقتدار کی وہ عمارت کہنہ اک ہی جھٹکے میں زمین بوس ہوجائے۔ اور یہ لوگ حق کے مقابلے میں سر اٹھانے کے قابل نہ رہیں۔ اور اسی طرح یہ مدد ایک نادرو نایاب مدد بھی تھی کہ شاذ و نادر ہی کبھی ایسا ہوگا کہ کسی کی مدد کیلئے ایسا عجیب طریقہ اختیار کیا گیا ہو کہ ایک ایسا صلح نامہ جو بظاہر دب کر کیا گیا ہو وہ ایک عظیم الشان فیصلہ کن اور انقلاب آفریں بن جائے۔ فالحمدللہ جل وعلا۔ اللہ ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، واکرم الاکرمین،

اَللّٰهُمَّ !

اغْفِرْلِی،

ذَنْبِی، كُلَّه، دِقَّه،

وَجِلَّه، اَوَّلَه، وَاٰخِرَه، سِرَّه،

وَعَلانِيَّتَه، مَاعَلِمْتُ مِنْهُ، وَمَالَمْ اَعْلَمْ،

رَبِّ اغْفِرْلِی مَاقَدَّمْتُ، وَمَااَخَّرْتُ، وَمَااَسْرَرْتُ،

وَمَااَعْلَنْتُ، وَمَااَسْرَفْتُ، وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّی، اِنَّکَ

اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ

اِلَيْکَ، رَبِّ اغْفِرْلِی هَزْلِی وَجِدِّی، وَخَطَائِی وَعَمَدِی، وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِی،

رَبِّ اغْفِرْوَارْحَمْ، اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّالْاَکْرَمُ، وَاِنَّکَ اَنْتَ غَفَّارٌلِّذُنُوْبِ، وَسَتَّارٌلِّلْعُيُوْبِ،

الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ
دلوں میں، ۷ تا کہ اور بڑھ جائے ان کا ایمان، ان کے (پہلے) ایمان کے ساتھ ۷ اور اللہ ہی کے لئے ہیں

جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
لشکر آسمانوں اور زمین کے، ۸ اور اللہ بڑا ہی علم والا،

حَكِيْمًا ۝۴ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ
نہایت ہی حکمت والا ہے، ۴ تا کہ وہ داخل فرمادے (اپنے کرم سے) ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو ایسی عظیم الشان جنتوں میں،

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ
جن کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی (طرح طرح کی عظیم الشان اور بے مثل) نہریں، ۹ جن میں انکو ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا، ۱۰ اور تا کہ

۶ مسلمانوں کے لئے سکون واطمینان کی عنایت کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا ''اور اللہ ہی نے مسلمانوں کو سکینت اور حوصلہ مندی کی نعمت سے سرفراز فرمایا''۔ سو یہ بھی ان خاص انعامات میں سے ہے جن سے حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا گیا تھا کہ آپ ﷺ کے ساتھیوں نے ان نہایت مشکل اور کٹھن حالات میں نہایت سکون واطمینان اور صبر واستقامت کا ثبوت دیا۔ اور کفار کی طرف سے سخت اشتعال انگیزیوں کے باوجود انہوں نے کسی بھی ایسی حرکت کا ارتکاب نہیں کیا جو ان کے کاز کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتی۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے بالکل نہتے اور احرام کی حالت میں ہونے کے باوجود خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ سو یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم واحسان تھا کہ اس نے اس ہوشربا صورتِ حال میں اہل ایمان کو ایسے سکون واطمیان سے نوازا جو اس فتح مبین کا ایک اہم سبب قرار پایا۔ والحمد للہ رب العالمین ۔ ورنہ احرام کی حالت میں ہونے کے باوجود، اور اپنے مستقر سے اس قدر دور ہونے کے باوجود، اور کفار کے اس قدر قریب ہوتے ہوئے بھی ان کا جہاد وقتال کیلئے بیعت کرنا اطاعت و فرمانبرداری کا ایک عدیم النظیر اور بے مثال نمونہ تھا جو ان حضرات نے اس موقع پر پیش کیا۔ رضوانُ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

۷ اہلِ ایمان کے لئے ان کے ایمان میں اضافے اور قوت کی عنایت کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''تا کہ بڑھ جائے ان کا ایمان ان کے ایمان کے ساتھ''۔ یعنی اس سفر اور اس کے دوران لاحق ہونے والی مشقتوں اور مشکلات سے ان کے ایمان کی قوت اور اس کی روشنی میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ یعنی ایک تو ان کا وہ ایمان تھا جو اس مہم سے پہلے ان کو حاصل تھا۔ اس پر مزید ایمان ان کو اس مہم کے دوران پیش آنے والی مشکلات ومصائب اور ابتلاء وآزمائش پر صبر واستقامت اور صدق واخلاص کی بنا پر نصیب ہوا۔ سو اس ارشاد ربانی سے اللہ پاک کی اس سنت اور دستور کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اس دنیا میں اہل ایمان کو جو

آزمائشیں پیش آتی ہیں وہ دراصل ان کے ایمان کی جانچ پرکھ کیلئے ہوتی ہیں۔ پس اس جانچ پرکھ میں پورے اترتے ہیں ان کے ایمان کی قوت میں مزید اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نفسِ مطمئنہ کی بادشاہی سے سرفراز ہوجاتے ہیں اور اگر وہ فیل ہوگئے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ تو وہ برابر فیل ہی ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا نورِ ایمان بالکل ہی بجھ جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم جل و علا۔

۸ اللہ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ سبحانہ و تعالیٰ: ۔سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کا محتاج نہیں، سبحانہ وتعالیٰ۔ کہ اس کے لشکر بے حد وحساب ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے'' اور وہ اتنے عظیم الشان اور اس قدر لاتعداد ہیں کہ اس کے ان لشکروں کو اس کے سوا کوئی جان بھی نہیں سکتا جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ ط وَمَا هِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ ۔الایة (المدثر۳۱ پ۲۹) مگر اس کے باوجود اس نے جو جہاد وقتال کی ذمہ داری اہل ایمان پر ڈالی تو وہ اس لئے کہ تاکہ خود ان کا بھلا ہو۔ کہ اس طرح ان کے ایمان ویقین کی قوت میں اضافہ ہو، انکی قوتِ ایمانی کو جلا ملے، یہ عظیم الشان اجر وثواب کے مستحق اور حقدار بنیں، اور اس طرح ان کے لئے دارین کی سعادت وسرخروئی کے دروازے کھلیں اور کھلتے ہی جائیں۔ ورنہ وہ اگر چاہتا تو اپنی کسی بھی لشکر کے ذریعے کفار ومشرکین سمیت تمام دشمنانِ اسلام کا کام تمام کردیتا۔ اور تم کو اے مسلمانو! جہاد وقتال کی سرے سے تکلیف ہی نہ دیتا۔ مگر یہ چونکہ اس کے علمِ لامحدود اور حکمتِ بے پایاں کے تقاضوں کے مطابق نہیں تھا اس لئے اس نے ایسے نہیں کیا۔ بلکہ دین کی تبلیغ وسربلندی کے لئے جہاد وقتال کی ذمہ داری تم پر ڈالی تاکہ اس سے تم لوگوں کو دنیا میں بھی عزت و سرفرازی نصیب ہو اور آخرت میں بھی تم جنت کی سدابہار نعمتوں سے بہرہ ور ہوسکو۔ جیسا کہ اگلی آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی نصرت واعانت کے لئے جو اہل ایمان کو آمادہ کیا تو یہ اس لئے کی کہ تاکہ ان کو اپنے انعام واحسان سے نوازے۔ اور وہ اپنی اس نیکی سے اپنے ایمان ویقین میں مزید اضافہ کریں۔ ورنہ اپنے دین اور اپنے رسول کی مدد کیلئے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ آسمانوں اور زمین کی تمام قوتیں اور جملہ لشکر اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت وتصرف میں ہیں۔ وہ جب چاہے کفار ومشرکین سے اپنے ان لشکروں میں سے کسی بھی لشکر کے ذریعے انتقام لے لے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

۹ اہلِ ایمان کیلئے جنتوں سے سرفرازی کا مژدۂ جانفزا: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''تاکہ اللہ داخل فرمائے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو ایسی عظیم الشان جنتوں میں جن کے نیچے سے بہہ رہی ہونگی طرح طرح کی عظیم الشان نہریں''۔ سو دین حق کے لئے جہاد وقتال کے اس حکم وارشاد میں خود مسلمانوں کا بھلا ہے کہ اس سے ایک طرف تو ان کو اس دنیا میں فتح وظفر کی عزت و عظمت اور شہادت کی موت نصیب ہوگی اور دوسری طرف اس سے ان کو آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی میں ان عظیم الشان جنتوں اور ان کی ان بے مثال نعمتوں اور نہروں سے سرفرازی عطا ہوگی۔ ورنہ اللہ پاک تو بہرحال ہر کسی سے اور ہر اعتبار سے غنی و بے نیاز ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہرکیف یہ اہل ایمان کے لئے ان کے ایمان میں اضافہ کا صلہ وثمرہ بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا ذکر اس سے پہلے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے باطن میں نورِ ایمان کے اضافے کی جو راہیں کھولتا ہے تو اس لئے کہ تاکہ ان کو وہ ایسی

عظیم الشان جنتوں سے نوازے اور سرفراز فرمائے جن کے نیچے سے طرح طرح کی عظیم الشان اور بے مثال نہریں بہہ رہی ہونگی۔ جہاں ان کو ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنی شان کریمی سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین۔

۱۰ خلود و دوام جنت کی ایک خاص اور منفرد نعمت :- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "جہاں ان کو ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا"۔ سو یہ جنت کی ایک اہم ترین اور خصوصی نعمت ہے کہ اہل جنت کو وہاں پر دوام وخلود نصیب ہوگا۔ نہ جنت اور اس کی نعمتوں کو کوئی زوال ہوگا اور نہ اہل جنت کو کبھی اس سے نکالا جائے گا۔ نعمتیں بھی دائمی وابدی اور وہاں کا رہنا سہنا بھی ہمیشہ ہمیش کے لئے ہوگا۔ اللہ اپنے کرم سے ہمیں بھی نصیب فرمادے۔ آمین۔ سو یہی ہے سب سے بڑی اور حقیقی کامیابی جس کے مقابلے میں دنیا کی بڑی سے بڑی کامیابی بھی ہیچ ہے۔ اس لئے ہمیشہ اسی کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے۔ و باللہ التوفیق۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ان عظیم الشان جنتوں میں ان کو ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا اور اللہ پاک ان سے ان کے تمام گناہوں کو دور فرمادے گا۔ سو یہ کوئی خسارے کا سودا نہیں، بلکہ اس میں سراسر نفع ہی نفع اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔ پس اسی کو اصل مقصود اور اپنی زندگی کا حقیقی نصب العین بنانا چاہیے کہ یہی ہے اصل حقیقی اور بڑی کامیابی۔ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (المطففین:۲۶پ۳۰) لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ۔ (الصّٰفّٰت:۶۱پ۲۳)۔ یعنی ایسے ہی مقصد کے لئے عمل کرنا چاہیے عمل کرنے والوں کو۔ و باللہ التوفیق لما یحبُّ و یرید۔

اِلٰهِیْ! اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَۃً، فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ، وَحُقُوْقًا کَثِیْرَۃً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ، اَللّٰھُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنْھَا فَاغْفِرْهُ لِیْ، وَمَا کَانَ لِخَلْقِکَ مِنْھَا فَتَحَمَّلْهُ عَنِّیْ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَا مَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ، وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ، وَھُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِیْرٌ، وَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا

اللہ مٹا دے ان سے ان کی برائیاں (اپنے عفو بے مثال سے) اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی (اور حقیقی)

عَظِيۡمًا ۙ﴿۵﴾ وَّيُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَ

کامیابی ہے ﴿۵﴾ اور تاکہ اللہ عذاب دے ان منافق مردوں اور منافق عورتوں، اور مشرک مردوں

الۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ الظَّآنِّيۡنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ

اور مشرک عورتوں کو (ان کے کفر وشرک کے نتیجے میں) ۱۱ جو کہ گمان کرتے تھے اللہ کے بارے میں برے گمان، ۱۲

۱۱ منافقوں اور مشرکوں کے لئے عذاب کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تاکہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو"۔ تاکہ یہ لوگ دنیا میں بھی کہ اسلام کی عظمت وسربلندی اور مسلمانوں کے غلبہ وعروج سے جلتے بھنتے رہیں اور مزید یہ کہ اس طرح یہ لوگ قتل وقید اور غلامی وغیرہ کی ذلتیں بھی اٹھائیں۔ اور آخرت میں بھی وہاں کا ہولناک عذاب بھگتیں کہ وہاں کی دائمی آگ کا ایندھن بنیں جو سب سے بڑا خسارہ اور ہمیشہ کا عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس سے اس امتحان کے دوسرے پہلو کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جس امتحان کے ذریعے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کیلئے جنت سے سرفرازی اور فوز عظیم کی راہ کھولتا ہے اسی کے ذریعے وہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کے لئے سب سے برے عذاب یعنی دوزخ کی راہ کھولتا ہے۔ اس لئے کہ ایسے امتحان سے اس طرح لوگوں کے کھوٹ ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ ان کی ملمع سازی کے دبیز پردے چاک ہوجاتے ہیں۔ اور ان پر اللہ کی حجت تمام ہوجاتی ہے۔ اور اس کے بعد ان کے لئے کسی عذر اور معذرت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ وَالۡعِيَاذُ بِاللّٰہِ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے مامون رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا رب العالمین

۱۲ مشرکوں اور منافقوں کی ذہنیت یکساں۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰہ: سو اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ مشرکوں اور منافقوں کی ذہنیت اور ان کی طبعی افتاد باہم ایک ہے اور اس سے ان دونوں یعنی منافقوں اور مشرکوں کے درمیان ذہنی اور قلبی لگاؤ کا ایک نمونہ اور مظہر سامنے آتا ہے۔ اس لئے ان دونوں گروہوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ "جو گمان کرتے ہیں اللہ کے بارے میں برے گمان" "کہ اللہ اپنے رسول کی اور اہل ایمان کی مدد نہیں فرمائے گا۔ اور یہ کہ یہ لوگ مغلوب ومقہور ہوکر رہیں گے"۔ یہاں پر منافقین کا ذکر پہلے فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کھلے کفار ومشرکین سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ اس لئے ان کی سزا بھی دوسروں کے مقابلے میں بہت سخت ہوگی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ‌ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيۡرًا (النساء: ۱۴۵ پ ۵) والعیاذُ باللہ العظیم۔ اور ان لوگوں کی اس بدگمانی کا ذکر آگے اسی سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۱۲ میں اس طرح فرمایا گیا۔ بَلۡ ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ يَّنۡقَلِبَ الرَّسُوۡلُ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِلٰٓى اَهۡلِيۡهِمۡ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ وَظَنَنۡتُمۡ ظَنَّ السَّوۡءِ ۖۚ وَكُنۡتُمۡ قَوۡمًاۢ بُوۡرًا ۝ یعنی "تم لوگوں نے یہ گمان کیا کہ رسول اور مسلمانوں کو اس سفر سے اپنے گھروں کی طرف بھی واپس لوٹنا نصیب نہیں ہوگا۔ اور اس گمان کو تمہارے دلوں کے اندر خوشنما بنا دیا گیا تھا۔ اور تم نے طرح طرح کے برے گمان کئے تھے اور اس طرح تم ہلاک ہونے والے بن کر رہ گئے" سو اس طرح انہوں نے اپنی ہلاکت وتباہی کا سامان خود کیا۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ العظیم، من کل سوءٍ وشرّ

السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ

(حالانکہ حقیقت حال اور امر واقع کے اعتبار سے) خود انہی پر ہے برائی کا پھیر ۱۳ اللہ کا غضب ہوا

عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَ سَآءَتْ

ان پر اور اس کی لعنت (و پھٹکار) اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے دوزخ (کا عذاب) اور بڑا ہی

مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ

برا ٹھکانا ہے وہ ۱۴ (۶) اور اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ

اور اللہ بڑا ہی زبردست، نہایت ہی حکمت والا ہے ۱۵ (۷) اور بے شک ہم ہی نے بھیجا

شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

آپ کو (اے پیغمبر!) گواہی دینے والا، ۱۶ خوش خبری سنانے والا، اور خبردار کرنے والا بنا کر (۸) تا کہ تم سب (اے لوگو!) ایمان لاؤ اللہ پر

رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ۭ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً

اور اس کے رسول پر ۱۷ اور تا کہ تم لوگ تعظیم (و توقیر) کرو اس کی ۱۸ اور تا کہ تم تسبیح کرو اس کی صبح و شام

۱۳ بدگمانوں کی بدگمانی کا وبال خود انہی پر، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ:- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "خود انہی پر پڑے گا برائی کا پھیر"۔ سو اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں بدگمانی کا پھیر خود ایسے بدگمان لوگوں ہی پر پڑے گا۔ اور ایسے ہی ہو کر رہا۔ کہ یہ لوگ ایمان و یقین کی انمول و بے مثال دولت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ اور اس کی وجہ سے ہر خیر سے محروم رہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی معیت و رفاقت اور بیعتِ رضوان میں شرکت کے شرف سے محروم رہے۔ اور ان کے دلوں کا روگ اور نفاق سب کے سامنے کھل گیا۔ جس سے یہ لوگ سب کے نزدیک ذلیل و خوار ہو گئے۔ واضح رہے کہ "دَائِرَةُ السُّوْءِ" کی اضافت بیانیہ ہے جو "دَائِرَةُ مِنَ السُّوْءِ" کے معنیٰ میں ہے۔ اور مصیبت و برائی کو دائرہ سے تعبیر کرنے میں یہ نکتہ بھی ہے کہ وہ ان کو اس طرح گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ جس طرح دائرہ (Circule) کسی چیز کو گھیرے میں لئے ہوتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ یہاں پر اور پر اہل ایمان کے ذکر میں بھی اور پھر منافقین اور مشرکین کے ذکر میں بھی مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی بطور خاص ذکر فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ کسی شخص یا گروہ کے اچھے یا برے کردار کے سلسلے میں اس کے بیوی بچوں کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ جیسا کہ آگے اسی سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا "ہمیں ہمارے مالوں اور اہل اولاد نے مشغول رکھا"۔ اور حدیث شریف میں فرمایا گیا "الولد مبخلة مجبنة" یعنی اولاد انسان کو بخیل اور بزدل

بنا دینے والی چیز ہوتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اسی طرح اگر کسی گروہ میں ایمان مستحکم ہوتا ہے اور وہ نیکی اور خیر کے راستے میں آگے بڑھتے ہیں تو اس میں بھی ان کے بیوی بچوں کے عزم وصبر اور انکے اعتماد علی اللہ کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں پر اہل ایمان اور اہلِ نفاق دونوں کے ذکر میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔ تاکہ مومنات اور منافقات دونوں اپنے اپنے مرتبہ ومقام سے آگاہ ہوسکیں۔ اور ان کو پتہ چل سکے کہ اللہ تعالیٰ نہ اپنی ایماندار بندیوں کی جاں نثاریوں سے بے خبر ہے، اور نہ منافقات کی دنیا پرستی اور ان کی شرانگیزیوں سے۔ پس اس کے بعد یہ سب اپنے حال اور مآل کے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لیں۔ اور اچھی طرح دیکھ لیں کہ انہوں نے کس راستے کو اپنایا ہے اور کس کو اپنانا چاہیے ان کا بھلا کس میں ہے اور برا کس میں۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۱۴ منافقوں اور مشرکوں کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان- والعیاذُ باللہ:-سو اس سے منافق اور مشرک لوگوں کے انتہائی ہولناک انجام کو واضح فرمادیا گیا چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوا اور اس کی لعنت وپھٹکار۔ اور اس نے ان کے لئے جہنم تیار کررکھی ہے۔ جو بڑا ہی بُرا ٹھکانہ ہے''۔ سو اس نے ان کفر ونفاق کے سبب ان کو اپنی رحمت سے دور اور محروم کردیا۔ جس کی بنا پر یہ لوگ ہر خیر سے محروم ہوگئے۔ والعیاذُ باللہ۔ اور اپنے خبث وعناد کی وجہ سے یہ بدبخت ایمان ویقین کی دولت سے محرومی ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوں گے جس کے نتیجے میں دوزخ کے دائمی عذاب کا لقمہ بنیں گے اور دوزخ کا وہ ٹھکانہ بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو یہ اسی دائرۂ سُوء (برائی کے چکر)- کا حصہ اور نتیجہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کی بجائے اپنے خبثِ باطن اور سُوءِ اختیار کی بنا پر اسکے غضب اور اسکی لعنت وپھٹکار کے موردو مستحق بنے، جو کہ محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اللہ کے دشمنوں سے دوستی رکھنا اور اہل حق کیلئے برے گمان کرنا ہلاکتوں کی ہلاکت ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۱۵ اللہ تعالیٰ کے لشکر بے حساب ولاتعداد- سبحانہ تعالیٰ:-سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ ہی کیلئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے''۔ پس اپنے دین کے دشمنوں کو وہ اپنے کسی بھی لشکر سے ملیامیٹ کرسکتا ہے۔ جیسا کہ پہلی قوموں کو مختلف طریقوں سے تباہ کیا جاچکا ہے۔ اور وہ ایسا عزیز اور غالب ہے کہ کوئی اس کے ارادے میں حائل نہیں ہوسکتا۔ مگر وہ چونکہ نہایت حکمت والا بھی ہے اس لئے ان کفار ومنکرین کو وہ فوری طور پر نہیں پکڑتا، بلکہ اپنی حکمتِ بے پایاں اور رحمتِ بے نہایت کے تقاضوں کے مطابق وہ ان کو ڈھیل دیے چلا جاتا ہے۔ اور جب چاہے پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ بڑی ہی سخت ہوتی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ یہ ارشاد عالی آگے اسی سورۃ الفتح پ ۲۶ کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۤءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ تَشَاۤءُ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ یہاں پر یہ منافقوں سے اظہار بیزاری اور اسکی بے نیازی کے بیان کیلئے ہے۔ یعنی اگر یہ منافق لوگ جہنم کا ایندھن ہی بننا چاہتے ہیں تو بنتے رہیں۔ خس کم جہاں پاک۔ اللہ تعالیٰ کو ان بزدلوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اسکے اپنے ہیں۔ تو پھر اس کو ایسے لوگوں کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے؟- وہ ہر چیز پر غالب وقادر ہے۔

مگر ساتھ ہی وہ حکیم بھی ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ۔ اسلئے اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق وہ ان لشکروں کو جس طرح چاہتا ہے استعمال کرتا ہے۔ کسی کی بزدلی اور پست ہمتی اس کے ارادوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو جو لوگ اس کے حکم وارشاد پر جان لڑاتے ہیں اور اس کی رضا وخوشنودی کیلئے اور اسکی راہ میں قربانیاں پیش کرتے ہیں وہ خود اپنے ہی بھلے کا سامان کرتے ہیں۔ اور اس کا صلہ وثمرہ خود انہی کو ملے گا۔ اور انکے اپنے دیے بخشے سے کہیں بہتر شکل میں ملے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ط وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (المزمل: ۲۰ پ ۲۹)۔ یعنی "جو بھی کوئی بھلائی تم لوگ اپنی جانوں کے لئے آگے بھیجو گے تم اس کو اللہ تعالیٰ کے یہاں کہیں بہتر شکل میں اور بہت بڑے اجر کی صورت میں موجود پاؤ گے" اور جو اس سے منہ موڑیں گے وہ خود اپنی ہی ہلاکت وتباہی اور محرومی کا سامان کریں گے۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اسی وحدہ لاشریک کے ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس اللہ کی راہ میں جان دینا اور قربانی پیش کرنا خود اپنی ہی بہتری اور بھلائی کا سامان کرنا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحبُّ و یرید، و علی ما یُحِبُّ و یرید

۱۶ پیغمبر علیہ السلام کے "شاھد" ہونے کا معنیٰ ومطلب؟: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک ہم نے آپ کو اے پیغمبر شاہد بنا کر بھیجا"۔ یعنی حق وصداقت کی شہادت اور گواہی دینے والا۔ پس حق وہی ہے جس کے حق ہونے کی شہادت وگواہی آپ ﷺ نے دی۔ اور صداقت بھی وہی ہے جسے آپ ﷺ کے لائے ہوئے دینِ متین اور قرآنِ حکیم اور آپ ﷺ کی ارشاد فرمودہ سنتِ مطہرہ نے صداقت قرار دیا ہو۔ اور جو اسکے خلاف ہوگا وہ کذب وزور اور باطل ومردود ہوگا۔ آپ ﷺ کی شانِ شہادت کا کامل اور پورا ظہور قیامت کے روز اس وقت ہوگا جبکہ آپ ﷺ اپنی امت پر گواہی دیں گے کہ انہوں نے اس دعوت حق پر داعیٔ حق کو کیا جواب دیا۔ جیسا کہ احادیث شفاعت میں اس کی تفصیل موجود مذکور ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا گیا۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ ۢ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾ (النساء: ۴۱ پ ۵) تو آپ ﷺ کی گواہی سب پر ہوگی کہ آپ امام الانبیاء والمرسلین ہیں۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ اہلِ بدعت کہتے ہیں کہ چونکہ آپ ﷺ سب پر گواہ ہیں، لہٰذا آپ ﷺ ہر جگہ موجود ہیں اور حاضر وناظر ہیں۔ حالانکہ گواہ کیلئے ہر جگہ بذات خود حاضر وموجود ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کیلئے مشہود علیہ کا علم ضروری ہوتا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی طریق سے اور کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہو۔ جیسا کہ ہم سب لوگ جنت ودوزخ، ملائکہ اور خدا اور رسول کی گواہی دیتے ہیں۔ مگر ہم نے دیکھا ان میں سے کسی کو بھی نہیں۔ ہم میں سے کتنے ہی لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے امریکہ، یورپ اور آسٹریلیا وغیرہ براعظموں کو اور ان کے کتنے ہی علاقوں کو اور ان کے کتنے ہی ملکوں اور شہروں کو خود دیکھا نہیں، مگر اسکے باوجود وہ ان کے وجود وثبوت کا یقین رکھتے اور انہیں مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ شہادت کیلئے علم یقینی کا ہونا ضروری ہے نہ کہ "شاھد" کا بذات خود موقع پر حاضر اور موجود ہونا۔ اور پھر ہمارے پیغمبر کے حاضر وناظر اور علام الغیب ہونے کے عقیدے کو تو ہمارے فقہائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے۔ چنانچہ فقہ وفتاویٰ کی کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ جو شخص نکاح کرتے وقت

یہ کہے کہ میں نے خدا اور رسول کو گواہ بنا دیا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا کہ اس نے پیغمبر کے حاضر و ناظر اور عالم غیب ہونے کا عقیدہ رکھا ہے۔ اطمینان قلب وطلب حق اور اصلاح عقیدہ کیلئے ملاحظہ ہو فتاویٰ قاضی خان: ص ۸۳۸، البحر الرائق: ج ۳ ص ۸۸، فتاویٰ عالمگیری: ج ۲ ص ۲۹۴، المسایرہ مع المسامرہ: ج ص ۸۸، شرح شفاء: ج ص ۴۹۶، فقہ اکبر: ص ۱۸۵، مالا بدمنہ: ص ۷۹ اور ارشاد الطالبین ص ۲۰ وغیرہ وغیرہ ۔ واضح رہے کہ اہل بدعت کے ان شرکیہ عقائد کی تردید اور اس بارے میں صحیح صورت حال کی توضیح وتشریح کیلئے دور حاضر کے علمائے کرام نے بڑی عمدہ اور وقیع کتابیں لکھیں ہیں۔ جن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابیں خاص طور پر زیادہ شہرت اور ایک ممتاز مقام رکھتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتابوں خاص کر راہ سنت، ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب، دل کا سرور اور تبرید النواظر فی مسلۃ الحاضر والناظر وغیرہ میں اہل بدعت کے اس طرح کے خودساختہ اور شرکیہ عقائد کا تار و پود خوب خوب بکھیرا ہے۔ اور ان سے متعلق بڑی بڑی عمدہ اور تحقیقی بحث وتمحیص کی ہے جس سے اصل حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی ہے، اور حق پوری طرح نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ فالحمد لله و جزاه الله خيراً۔ اہل علم کو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ وبالله التوفيق لما يحب ويريد وعلىٰ مايحب ويريد، بكل حالٍ من الاحوال ،وفي كل موطنٍ من المواطن في الحيوٰة، ياذاالجلال والاكرام،

۱۷ بعثت رسول ﷺ کا اولین مقصد دولت ایمان سے سرفرازی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تا کہ تم لوگ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر، اور اس طرح تم سعادت دارین سے سرفراز ہو سکو کہ پہلا اور بنیادی حق ہے انسان پر اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول معظم ﷺ کا، کہ ان پر سچے دل سے ایمان لایا جائے۔ اسی پر دنیا و آخرت کی سعادت و سرخروئی کا دار و مدار ہے۔ ورنہ آخرت کیا اس سے پہلے خود یہ دنیا بھی انسان کیلئے ایک عذاب ہے کہ ایمان ویقین کے اس نور مبین سے محرومی کی صورت میں اندھیرے ہی اندھیرے ہیں کہ ایسے میں انسان اپنے مقصد زندگی سے غافل، اپنے آغاز وانجام سے بے خبر اور اپنے خالق و مالک کی معرفت سے عاری ومحروم ہو کر خالص حیوانوں والی زندگی گزارتا ہے، بلکہ اس سے بھی نیچے گر کر وہ قعر مذلت میں پہنچ جاتا ہے، اور اسفل السافلین بن کر رہ جاتا ہے۔ اور۔ "اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" ۔ کا مصداق بن جاتا ہے۔ والعياذ بالله العظيم۔ جب کہ نور ایمان ویقین سے سرفرازی کے بعد انسان اتنا بلند اقبال اور اس قدر رفیع المرتبت ہو جاتا ہے کہ حاملین عرش فرشتے بھی اسکی مغفرت وبخشش اور اس کی بلندی درجات کیلئے دعائیں کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ مومن کی آیت نمبر ۷ سے آیت نمبر ۱۰ تک میں اس کی تصریح وتفصیل موجود ومذکور ہے۔ فالحمد لله الذى شرفنا بنعمة الايمان اللهم زدنا منه و ثبتنا عليه ۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے رسول کو شاہد اور مبشر بنا کر اس لئے بھیجا تا کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ اور ایمان سے ظاہر ہے کہ مراد سچا پکا اور حقیقی ایمان ہے، نہ کہ محض زبانی کلامی اور ظاہری ایمان جس کا دعویٰ منافق لوگ کرتے تھے کہ ایسا ایمان دراصل ایمان نہیں بلکہ محض زبانی جمع خرچ اور ایمان کے نام پر دھوکہ ہے جس میں ایسے لوگ خود مبتلا ہوتے ہیں مگر ان کو احساس وشعور نہیں ہوتا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللهم فهده نواصينا بين يديك فخذنا بها الى مافيه حبك ورضاك بِكُلِّ حالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ وَفِىْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِى الْحَيٰوةِ، يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام، يَامَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَهُوَيُجِيْرُ وَلَايُجَارُ عَلَيْهِ،

۱۸ ایمان کا لازمی تقاضا اللہ کے دین کی تعظیم وتوقیر: ـ سوارشادفرمایا گیا کہ "تا کہ تم لوگ اس کی تعظیم وتوقیر کرو"۔ یعنی اس کے دین کی مدد کرو۔ سوتعزیر کے اصل معنیٰ اس مدد کے ہوتے ہیں جو تعظیم کے ساتھ ہو۔ (خازن، مفردات راغب، معارف وغیرہ)۔ اور سزا کو تعزیر کہا جاتا ہے تو وہ بھی اس لئے کہ اس میں بھی دراصل مجرم کی مدد اور اس سے ہمدردی ہی مطلوب ہوتی ہے کہ وہ جرم سے پاک ہوجائے اور آئندہ کے لئے اس سے باز رہے۔ سو اس سے اسکی مجموعی طور پر پورے معاشرے کی مدد اور ہمدردی مطلوب ہوتی ہے۔ تا کہ وہ جرائم سے پاک وصاف ہوجائے اور جرائم پیشہ لوگ ارتکاب جرم سے رک جائیں اور بری روش سے باز آجائیں۔ تا کہ اس طرح وہ سعادت دارین سے بہرہ ور ہوسکیں۔ یہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ایک اور مشہور قول واحتمال ہے جس کو اکثر مفسرین کرام نے اختیار فرمایا ہے اور اسکی بنیاد یہ ہے کہ "تُعَزِّرُوْهُ" کی ضمیر کا مرجع لفظ جلالہ یعنی اللہ ہے۔ جبکہ دوسرا قول واحتمال جس کو بعض اہل علم نے اس بارے اختیار فرمایا ہے یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع رسول ہے۔ رسول کی تعظیم وتوقیر دونوں باہم لازم وملزوم ہیں۔ ایک کی تعظیم وتوقیر دوسرے کی تعظیم وتوقیر کو مستلزم ہے۔ اور ایک کی نفی دوسرے کی نفی کو۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، فنحن لک، وبک، والیک، انت المستعان، وعلیک التکلان، فی کل حین وان، انت الرحیم الرحمن، والحنان والمنان، یاذاالجلال والاکرام یامن وسعت رحمتہ کل شی ءٍ، ھوارحم بعبادہ منھم لانفسھم سبحانہ وتعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ، وعزبرھانہ،

اَللّٰهُمَّ!

نَوِّرْقُلُوْبَنَابِنُوْرِالْاِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَاهُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ وَاَلْحِقْنَابِعِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ، الَّذِيْنَ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ، وَاغْفِرِاللّٰهُمَّ لَنَاوَلِوَالِدِيْنَاوَلِاَسَاتِذَتِنَاوَمَشَائِخِنَا، وَلِجَمِيْعِ اَصْحَابِ الْحُقُوْقِ عَلَيْنَا، وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِدُعَاءِ الْخَيْرِ، وَلِسَائِرِالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُجِيْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، يَاارْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَيَااَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰى عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ وَّالَاهُ، وَمَنْ دَعَابِدَعْوَتِهٖ وَبِهُدَاهُ اهْتَدٰى، اِلٰى يَوْمِ الْعَرْضِ عَلَى اللّٰهِ وَاللِّقَاءِ اٰمِيْنَ

وَّاَصِيْلًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ

(یعنی ہمہ وقت) ۱۹ ⑨ بے شک جو لوگ بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر (اے پیغمبر!) تو وہ درحقیقت بیعت کر رہے تھے

اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ

اللہ سے ۲۰ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا ۲۱ سو جس نے (اس کے بعد) توڑ لیا اپنے عہد کو

فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ

تو اس کا وبال خود اس کی اپنی ہی جان پر ہوگا ۲۲ اور جو کوئی پورا کرے گا اپنے اس عہد کو جو اس نے اللہ سے باندھا ہے،

عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۰ سَيَقُوْلُ ع ۱۰ ۹

تو عنقریب ہی اللہ اس کو نوازے گا ایک بہت بڑے اجر سے ۲۳ ⑩ عنقریب کہیں گے آپ سے (اے پیغمبر!) وہ بدوی (اور دیہاتی)

۱۹ ایمان کا دوسرا بڑا اور لازمی تقاضا ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید: ــ سو ارشاد فرمایا گیا "اور تاکہ تم اس کی تسبیح کرو صبح وشام"۔ یعنی ہر وقت اس کے ذکر اور اس کی تسبیح وتحمید سے رطب اللسان اور شاد کام رہو کہ اسکا ذکر اور اس کی تسبیح وتحمید ہی دراصل انسان کی زندگی اور اس کی روح کی غذا ہے۔ طرفین کا ذکر دراصل کنایہ ہوتا ہے عموم وشمول سے۔ جیسا کہ مشرق ومغرب بول کر پوری زمین مراد لی جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں پر صبح وشام کے ذکر سے دراصل مراد ہے ہر وقت۔ سو تم لوگ ہر وقت اللہ پاک کی تسبیح وتنزیہہ اور اس کے ذکر میں لگے رہو۔ خاص کر صبح وشام کے دونوں وقتوں میں۔ ﴿تُسَبِّحُوْهُ﴾ کی ضمیر کا مرجع چونکہ سب سے نزدیک متعین ہے کہ وہ "اللہ" جل جلالہ ہی ہے۔ کہ تسبیح تو بہر حال اسی کی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ قرینہ ہے کہ پہلی دونوں ضمیروں کا مرجع بھی یہی قرار دیا جائے۔ جیسا کہ اوپر ہم نے اختیار کیا ہے۔ تاکہ ضمائر میں انتشار وتفکیک لازم نہ آئے۔ جو کہ بلاغت کے خلاف ہے۔ لیکن بعض حضرات مفسرین نے پہلی دونوں ضمیروں کا مرجع آنحضرت ﷺ کو قرار دیا ہے۔ معنیٰ تو اس صورت میں بھی صحیح اور واضح ہے مگر ضمائر میں انتشار بہر حال رہے گا۔ اس لئے اہل تحقیق کے نزدیک ان دونوں ضمیروں کا مرجع بھی حضرت حق جل مجدہ ہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ بہر کیف اس سے ایمان صادق کا دوسرا بڑا مقتضیٰ بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ پاک کی تسبیح اور اس کی تحمید۔ سو اس وحدہ لاشریک کی ذات اقدس واعلیٰ پاک ہے ہر قسم کے نقص وعیب اور ہر شائبہ شرک سے۔ اور جب اس ساری کائنات کا خالق ومالک اور اس کائنات کے مخدوم ومطاع حضرت انسان کا خالق ومالک بھی وہی وحدہ لاشریک ہے، تو پھر خوبی وکمال اور حمد وثنا کا مستحق اور حقدار بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ پس ایمان صادق کا لازمی اور بدیہی تقاضا یہی ہے کہ انسان ہر وقت اسی کی تسبیح وتحمید میں مشغول ومنہمک رہے۔ وباللہ التوفیق فسبحان اللہ و بحمدہ و سبحان اللہ العظیم بکل حال من الاحوال۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یا ربّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۲۰ رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان :۔ سو اس سے اللہ کے رسول کے ہاتھ پر بیعت کی عظمتِ شان بھی واضح ہو جاتی ہے۔ اور اس سے ملنے والے عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت بھی سامنے آ جاتے ہیں سو اس ارشاد سے رسول کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی عظمتِ شان اس طرح واضح ہو جاتی ہے کہ رسول کے ہاتھ پر بیعت کرنا دراصل اللہ سے بیعت کرنا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے نمائندے اور اسکے رسول ہیں، (صفوۃ وغیرہ)۔ اسی لئے رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾ (النساء: ۸۰ پ ۵) یعنی ''جس نے رسول کی فرمانبرداری کی تو اس نے یقیناً اللہ کی فرنبرداری کی'' یہ بیعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت لی تھی جب یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قریش نے شہید کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے صحابہءِ کرام سے خون عثمان کا بدلہ لینے کیلئے بیعت لی کہ ہم لوگ اسکا بدلہ لینے کیلئے آخر دم تک لڑیں گے چنانچہ صحیحین وغیرہ میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر یہ موت کی بیعت کی ''بایعنا رسول الله ﷺ علی الموت'' رضوان الله علیهم اجمعین۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ خبر جھوٹی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ سلامت موجود ہیں۔ پس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اس افواہ اور آنحضرت ﷺ کے بیعت لینے کے اس قصے میں بھی بڑی حکمتیں اور عظیم الشان درس ہائے عبرت و بصیرت پوشیدہ ہیں۔ سو اس سے اہل بدعت کے علم غیب کلی، حاضر و ناظر، اور اختیارِ کلی جیسے شرکیہ عقائد کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ اگر عالم غیب ہوتے اور ہر جگہ موجود ہوتے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حدیبیہ سے اس قدر مضطرب اور پریشان نہ ہوتے۔ اور خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے اس طرح بیعت نہ لیتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حدیبیہ سے چند ہی میل کے فاصلے پر مکہ مکرمہ میں بخیر و عافیت تشریف فرما تھے۔ اور جب نبیوں کے امام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عالم غیب نہیں تو پھر اور کون ہو سکتا ہے جو کہ عالم غیب ہو سکے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو عالم غیب، ہر جگہ حاضر و ناظر اور مختار کل ماننا عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی۔ دوسری طرف بیعت رضوان کے اس واقعہ سے حضرات صحابہءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بے مثال جذبہءِ اطاعت و اتباع کا ایک عظیم الشان و بے مثال نمونہ اور مظہر بھی سامنے آتا ہے کہ بالکل نہتے اور احرام کی حالت میں ہونے اور اپنے گھروں سے سینکڑوں میل دور ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و ارشاد پر بے چوں و چرا پورے صدق و صفا اور جذبہ فداکاری کے ساتھ خوشی بخوشی آپ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرتے ہیں۔ اسی لئے ان سب کو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند حضرت حق ۔ جل مجدہ ۔ کی طرف سے اس کی کتاب حکیم میں اور اس دنیا میں ہی مل گئی۔ اور اسی لئے اس بیعت کو بھی بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ سو اس سب کے باوجود جو کوئی ان قدسی صفت حضرات صحابہ سے بغض و عناد رکھے اس سے بڑھ کر ظالم اور بدبخت اور منحوس اور کون ہو سکتا ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویا ارحم الراحمین،

۲۱ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنا دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے، سبحانہ وتعالیٰ:۔
سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے وہ درحقیقت اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا"۔ پس جنہوں نے اس موقع پر رسول کے ہاتھ پر بیعت کی انہوں نے گویا خدائے پاک کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور رسول کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ تھا۔ سو یہ دراصل ماقبل کی تاکید ہے۔ (محاسن التاویل)۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ پاک اس طرح کے ظاہری ہاتھوں وغیرہ سے پاک ہے جو ہمارے مشاہدے میں آتے ہیں، کہ یہ مخلوق کی شان ہے۔ جب کہ حضرت حق جل مجدہ جو کہ خالق اور مخلوق کے دائرہ سے وراء الوراء ہے وہ اس طرح کے ہاتھوں اور ایسے تصورات سے پاک اور اعلیٰ و بالا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ بہرکیف اس سے رسول کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت کی عظمتِ شان کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت کو اس نص قرآنی کے ذریعے صاف وصریح طور پر اللہ تعالیٰ کی بیعت قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ اسلئے کہ پیغمبر اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس کا ہر قول و قرار اللہ پاک ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ بہرکیف یہ بیعت رضوان کے شرف سے مشرف ہونے والے صحابہء کرام کی ایک عظیم الشان خصوصیت اور ان کا امتیاز ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کو نصیب ہوا کہ اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔ پس جو لوگ ان قدسی صفت حضرات صحابہءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض وعناد رکھتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی کتاب حکیم اور اس کی ان نصوصِ کریمہ سے بغض وعناد رکھتے ہیں جو کہ کفر ہے۔ سو ایسے لوگ اپنے بارے میں اور اپنے انجام کے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لیں اور اس طرح وہ اندازہ کرلیں کہ وہ کس طرح آتش دوزخ کی طرف رواں دواں ہیں اور یہی ہے سب سے بڑا خسارہ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

۲۲ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنے کا وبال خود عہد توڑنے والے پر، والعیاذُ باللہ:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جو اللہ سے باندھے ہوئے عہد کو توڑے گا اس کا وبال خود اسی پر ہوگا"۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ یہاں پر عربی زبان کے مشہور قاعدے کے خلاف ضمیر مجرور میں "عَلَيْهِ" کی جگہ جو "عَلَيْهُ" فرمایا گیا تو یہ اس لئے کہ تاکہ لفظ "اللّٰه" جل جلالہ۔ کی تفخیم برقرار رہے۔ (الوجیز، والجامع) اس میں کچھ اور بھی اقوال ہیں۔ بہرکیف اس سے واضح فرمایا گیا کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر سمع وطاعت کی بیعت کرتے ہیں ان کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے بلکہ وہ حقیقت میں اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ بیعت کے وقت ان کے ہاتھوں پر جو ہاتھ ہوتا ہے وہ حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہیں اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ سو اگر وہ اس بیعت اور عہد کے بعد اس سے گریز وفرار اختیار کریں گے تو وہ یاد رکھیں کہ اس کا وبال خود انہی پر پڑے گا۔ اس لئے کہ اس معاہدے اور بیعت میں فریق اللہ تعالیٰ ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔ اور یہاں پر یہ امر بھی واضح رہے کہ نحو کی کتابیں قرآن کے اسلوب اور اس کے اعراب کو پرکھنے کیلئے اصل مدار اور کسوٹی نہیں ہیں، بلکہ عربی زبان وکلام اور اس محاورہ وبیان کو پرکھنے کے لئے اصل کسوٹی اور مدار و معیار قرآن حکیم کی زبان اور اس کا اسلوب بیان ہے، جو کہ قریش کی ٹکسالی زبان کا سب سے اعلیٰ وارفع نمونہ ہے۔

اور جو ہر اعتبار اور ہر پہلو سے محفوظ ہے۔ اس لئے کوئی چیز اگر نحو کے مروجات کے خلاف ہو گی تو اس کی بنا پر قرآن کو متہم نہیں کریں گے بلکہ اس کو نحو کے تتبع کے نقص پر محمول کریں گے۔ جیسا کہ نحو کے امام سیبویہ سے بھی مروی ومنقول ہے۔ والحمد لله جل و علا،

۲۳ اپنے عہد کو پورا کرنے والوں کیلئے اجر عظیم کا وعدہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "جس نے اللہ سے باندھے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا تو اللہ اس کو ایک بڑے اجر سے نوازے گا"۔ یعنی جنت اور اس کی سدا بہار نعمتوں کی شکل میں ملنے والے اجر سے۔ جس جیسا دوسرا کوئی اجر نہ ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے اور نہ کوئی از خود ایسا سوچ بھی سکتا ہے۔ جہاں اہل جنت کو وہ کچھ ملے گا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا گزر ہی ہوا ہو گا اور جس کی نعمتیں سدا بہار اور ابدی ہوں گی۔ سو جنت کے اس اجر عظیم کے مقابلے میں دنیا کی ہر بڑی سے بڑی نعمت بھی ہیچ ہے۔ اصل حقیقی اور سب سے بڑا اجر و ثواب جنت اور اسکی نعیم مقیم ہی ہیں۔ اللہ پاک نصیب فرمائے محض اپنے کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ جس نے اپنے اس عہد کی ذمہ داریوں کو پورا کیا اسکو وہ بہت بڑے اجر سے نوازے گا۔ واضح رہے کہ آیت کریمہ کی یہ تشریح و تفسیر جو اوپر عرض کی گئی ہے۔ اس بنیاد پر ہے کہ اس میں مذکور بیعت کا تعلق بیعت رضوان سے ہے۔ جیسا کہ معروف ہے۔ اور جیسا کہ عام اہل علم نے اختیار کیا ہے۔ جب کہ بعض اہل علم نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا کوئی خاص تعلق بیعت رضوان سے نہیں۔ اس کا ذکر آگے اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۸ میں آ رہا ہے۔ بلکہ یہ اس بیعت سمع و طاعت کا ذکر ہے جو کہ ہر ایمان لانے والا اللہ کے رسول کے ہاتھ پر کرتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مگر الفاظ چونکہ عام ہیں اور ان دونوں احتمالوں میں معنیٰ و مطلب کے لحاظ سے کوئی خاص فرق بھی نہیں پڑتا اس لئے ہم نے اوپر کی تشریح اسی قول مشہور کے مطابق کر دی۔ والعلم عند اللہ سبحانہ و تعالیٰ،

اِلٰهِیْ اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَةً، فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ، وَحُقُوْقًا کَثِیْرَةً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ، اَللّٰهُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِیْ، وَمَا کَانَ لِخَلْقِکَ مِنْهَا فَتَحَمَّلْهُ عَنِّیْ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ، وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ، وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِیْرٌ، وَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا

لوگ جن کو پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا، (ان کی اپنی پست ہمتی اور سوءِ اختیار کی بناء پر) کہ ہمیں مشغول کر دیا تھا ہمارے مالوں

وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ج يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ

اور ہمارے بال بچوں (کی فکر اور ان کی ضروریات) نے، پس آپ بخشش کی دعاء فرما دیں ہمارے لئے، ف٢٤ یہ لوگ اپنی زبانوں سے

مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ

وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں، ف٢٥ (ان سے) کہو کہ اچھا تو پھر کون ہے جو تمہارے بارے میں اللہ کے فیصلے کو روک

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ

دینے کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ اگر وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے، یا نفع

بِكُمْ نَفْعًا ط بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪

بخشنا چاہے، ف٢٦ (اور تمہارا احال اللہ سے مخفی نہیں،) بلکہ اللہ کو پوری خبر ہے تمہارے ان سب کاموں کی جو تم لوگ کرتے رہے ہو، ⑪

٢٤ منافقوں کی عذر داری اور اس کا جواب: ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "عنقریب یہ لوگ کہیں گے کہ ہمیں مشغول کر دیا تھا اپنے مالوں اور بال بچوں نے"۔ اور اس مجبوری کی وجہ سے ہم آپ ﷺ کے ساتھ نہ جا سکے ورنہ ضرور جاتے۔ لیکن اصل بات یہ نہ تھی۔ بلکہ اصل میں ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ احرام کی چادریں پہن کر دشمن کے پاس اور اسکے گھر میں جانا یقیناً موت کے منہ میں جانا ہے۔ اس لئے اپنے زبانی کلامی دعوؤں اور وعدوں اور آنحضرت ﷺ کے اعلان وارشاد کے باوجود یہ لوگ آپ ﷺ کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عقیدہ وایمان کی دولت انسان کو کس طرح جری، بے خوف اور بہادر بنا دیتی ہے۔ اور نفاق وضعفِ ایمانی سے انسان کس درجہ بزدلی اور پست ہمت ہو جاتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب انسان کی اپنی نیت وارادہ درست نہ ہو تو وہ حضرتِ حق جَلَّ مَجْدُہٗ۔ کی طرف سے توفیق سے بھی محروم ہو جاتا ہے اس لئے یہاں پر "مُتَخَلِّفُوْنَ"۔ "پیچھے رہ جانے والے" نہیں فرمایا گیا بلکہ "مُخَلَّفُوْنَ" فرمایا گیا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں کہ "جو پیچھے چھوڑ دیے گئے" یعنی یہ لوگ اپنی بدنیتی اور دوں ہمتی کی وجہ سے مسلوب التوفیق ہو گئے۔ اور اس قابل ہی نہیں رہے کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی رفاقت وہمسفری کے شرف سے مشرف ہو سکتے ﴿وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ﴾ (التوبہ: ٤٦ پ١٠) بہر کیف اس ارشاد سے پیشگی واضح فرما دیا گیا کہ جب آپ اس سفر سے بخیریت واپس گھر پہنچ جائیں گے تو ایسے بدوی جن کو ان کے خبثِ باطن کی بنا پر پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا وہ جھوٹے حیلے بہانے لے کر آپ ﷺ کے پاس پہنچیں گے کہ صاحب ہمیں مال مویشی کی ذمہ داریوں اور بال بچوں کی دیکھ بھال کی مصروفیات نے آپ کی ہم رکابی کے شرف سے محروم رکھا

ورنہ ہم تو دل وجان سے آپکے ساتھ تھے اس لئے آپ ﷺ ہماری ان مجبوریوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے ہماری اس تقصیر اور کوتاہی کی معافی مانگیں لہٰذا آپ ﷺ کو اس بارہ میں پیشگی یہ ہدایت فرمادی گئی کہ آپ اس موقع پر ایسے لوگوں کی معذرت پر کان نہیں دھرنا۔ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کچھ کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے جو کہ منافق لوگوں کا اصل وطیرہ ہے۔ والعیاذ باللہ جل و علا۔

۲۵ منافقوں کے نفاق کی پردہ دری کا ذکر وبیان:- سوارشاد فرمایا گیا کہ "یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کچھ کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں" ان کی زبانوں پر کچھ ہے اور دلوں پر کچھ اور، کہ دل میں تو وہ بات تھی جو آگے آرہی ہے۔ یعنی مسلمانوں کے بارے میں بُرے گمان کہ یہ لوگ جو اس طرح احرام باندھ کر عمرے پر جارہے ہیں تو یہ اس سفر سے واپس آہی نہیں سکیں گے۔ بلکہ دشمن ان کا وہیں کام چکا دے گا۔ اور یہ اس کا لقمۂ تر بنے گے، مگر زبان سے یہ لوگ اپنی معذوری ظاہر کررہے ہیں کہ ہم تو جانے کے لئے بالکل تیار تھے لیکن مالوں اور بچوں کے مشاغل کی وجہ سے نہ جاسکے۔ یہاں سے ایک مرتبہ پھر اس بات کا ثبوت ملا کہ یہ قرآن کسی بشر کا نہیں بلکہ اس اللہ پاک کا کلام ہے جو بشر کا خالق اور دلوں کے حال کو جاننے والا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اسلئے یہ ان کے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کی اس طرح خبر دے رہا ہے ورنہ دلوں کے پوشیدہ رازوں کو جاننا کسی بشر کیلئے ممکن نہیں ہوسکتا۔ بہر کیف اس طرح ان منافقوں کی منافقت کو آشکارا فرمادیا گیا اور منافق لوگوں کو یہی کام ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں کچھ ہوتا ہے، اور زبانوں پر کچھ اور۔ اور اس طرح وہ عام لوگوں کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں اور بلفعل وہ ایسا کرتے اور دھوکہ دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا کسی کیلئے ممکن نہیں ہوسکتا، وہ ایسے ہر تصور سے بے باک ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اس طرح منافقوں کی پردہ دری کر کے ان کی اصل حقیقت کو آشکارا فرمادیا گیا تا کہ لوگ ان کے کردار سے آگاہ ہوسکیں۔ والحمد للہ جل و علا۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔

۲۶ نفع ونقصان اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں- سبحانہ و تعالیٰ:- سو اس ارشاد سے اس حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ اللہ کے سوا نفع یا نقصان کا اختیار کسی کو بھی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے پوچھو کہ بھلا کون ہے جو تمہارے بارے میں اللہ کے فیصلے کو روکنے کا کوئی اختیار رکھتا ہو؟ اگر وہ تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچانا چاہے یا نفع بخشنا چاہے؟۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی بھی نہیں اور جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر نفع ونقصان کا مالک اللہ کے سوا کون ہوسکتا ہے؟ اور کس طرح؟ اور جب نفع و نقصان اسی وحدہ لاشریک ہی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے، تو پھر اللہ اور اسکے رسول کے حکم سے منہ موڑنا اور سرتابی کرنا تمہارے لئے کسطرح روا ہوسکتا ہے؟ نیز جب نہ تو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو ٹالنا کسی کے بس میں ہوسکتا ہے اور نہ اسکی طرف سے ملنے والے کسی فائدے اور نفع کو کوئی روک سکتا ہے تو پھر لوگوں کو اپنے مال واولاد کی فکر میں اس قدر پھنسنے اور مقید رہنے کی آخر کیا ضرورت تھی؟ کہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول کے حکم سے سرتابی کرتے؟ سبحان اللہ! ایمان ویقین کی دولت سے انسان کو کس قدر عظمت اور عالی ہمتی نصیب ہوجاتی ہے۔ اور اسکو کیسا سکون اور اطمینانِ قلب ملتا ہے۔ اور اس سے محرومی انسان کو کس درجہ ضعیف الاعتقاد اور کمزور بنادیتی ہے۔ پھر آیت کریمہ کے آخر میں ان کو بتادیا گیا کہ اسطرح کے حیلے بہانے کر کے تم لوگ دنیاوالوں سے تو اپنے آپ کو اور اپنے کرتوتوں کو چھپا سکتے ہو مگر اللہ سے کبھی نہیں چھپا سکتے کہ وہ سب کچھ دیکھتا جانتا اور تمہاری تمام حرکتوں اور کرتوتوں سے پوری طرح واقف وآگاہ ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ بہر کیف اس ارشاد ربانی سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ کے سوا نہ کسی کے ہاتھ میں نفع کا کوئی اختیار ہوسکتا ہے نہ نقصان کا۔ بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس بھروسہ واعتماد ہمیشہ اور ہر حال میں اسی وحدہ لاشریک پر رکھنا چاہیے۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ

(اصل وجہ یہ نہیں جو تم بیان کر رہے ہو) بلکہ تم لوگوں نے تو یہ سمجھ رکھا تھا کہ (اللہ کے) رسول اور دوسرے مسلمان

اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

تو اپنے گھر والوں کی طرف بھی کسی طرح لوٹ کر آ ہی نہیں سکیں گے، اور یہ خیال تمہارے دلوں کو لبھا رہا تھا'

وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾

اور تم نے بڑے بڑے گمان قائم رکھے تھے، ف۲۷ اور تم تو تھے ہی برباد ہونے والے لوگ' ف۲۸ ﴿۱۲﴾

وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا

اور جو کوئی (صدق دل سے) ایمان نہیں لایا اللہ اور اس کے رسول پر' تو یقیناً (وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، کہ بے شک) ہم نے

لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

تیار کر رکھی ہے کافروں کے لئے ایک بڑی ہی ہولناک دہکتی بھڑکتی آگ، ف۲۹ ﴿۱۳﴾ اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی، ف۳۰

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

وہ جسے چاہے معاف فرما دے، اور جسے چاہے سزا دے' (اپنے تقاضائے علم و حکمت کے مطابق) اور اللہ

۲۷ منافقوں کے گمانِ بد اور اس کی تزیین کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم لوگوں نے تو یہ گمان کر رکھا تھا کہ اللہ کے رسول اور دوسرے اہل ایمان کبھی لوٹ کر اپنے گھروں کی طرف واپس آ ہی نہیں سکیں گے، اور تمہارے اس برے گمان کو کھبا دیا گیا تھا تمہارے دلوں کے اندر"۔ جس کی وجہ سے تم لوگ اپنے آپ کو تو ہوشیار و دانش مند سمجھ رہے تھے اور سچے مخلص مسلمانوں کو سادہ لوح اور فریب خوردہ قرار دے رہے تھے کہ یہ لوگ تو اپنے دین کی حقانیت اور خدائی مدد کے سہارے اور غرے پر اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے جا رہے ہیں۔ اور اس طرح یہ قریش کیلئے ایک تر نوالہ ثابت ہوں گے اور ان کی تعداد کی قلت کو تم لوگ۔ "اکلة راس" "ایک سر کے کھانے والوں" سے تعبیر کر رہے تھے۔ یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جو کہ تعداد کی قلت اور بے ہمتی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، مگر تمہاری یہی چالاکی و خود فریبی تمہاری تباہی کا باعث بن گئی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ سو بد نیتی اور خبثِ باطن کی یہ ایک نقد سزا ہے جو اس قماش کے لوگوں کو ملتی ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ جس سے ان کی مت ماری جاتی ہے، اور اسکی بنا پر ایسے لوگ اپنی برائی کو بھی اچھائی سمجھنے لگتے ہیں۔ اور برائی کو اچھائی سمجھنے کی سزا ایک بڑی سخت اور ہولناک سزا ہے جو ایسے بد بخت لوگوں کو ملتی ہے کہ اسکے بعد وہ برائی کو ترک کرنے کیلئے آمادہ ہی نہیں ہوتے۔ اور اسکے نتیجے میں ان کا حال بد سے بدتر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کی طرف بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں مگر ان کو اسکا کوئی احساس و شعور نہیں ہوتا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

۲۸ کفر ونفاق کا نتیجہ وانجام ہلاکت وتباہی۔ والعیاذُ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا "اور تم لوگ تو اے منافقو! تھے ہی تباہ ہونے والے" یعنی اپنی بدنیتی وبدباطنی اور بدکرداری کے باعث ہلاکت وتباہی خود تمہارا اپنا مقدر بن چکی تھی مگر تمہیں اپنی بجائے دوسروں کی تباہی نظر آ رہی تھی۔ "بور" یا تو "بائر" کی جمع ہے جیسے "حائل" اور "حول" یا یہ مصدر ہے جیسے "ھلک" (الوجیز، الجامع)۔ معنیٰ ومطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی رہتا ہے کہ تم لوگوں نے بہرحال ہلاک ہونا تھا۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف اس سے ثابت ہوا کہ حق سے منہ موڑنا اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت وفرنبرداری سے کنی کترانا اور رسول اور انکے ساتھیوں کے بارے میں بدگمانی رکھنا خود اپنی ہی تباہی اور ہلاکت کا سامان کرنا ہے۔ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے اور اسکا ادراک کرے یا نہ کرے، حق اور حقیقت بہرحال یہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور کامیابی اللہ اور اسکے رسول کی سچی اطاعت اور فرمانبرداری ہی میں ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی جو کہ اس دنیائے فانی کے بعد آنے والا ہے، اور جو ابدی جہاں ہے وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی مایحب ویرید، وھو الھادی الیٰ سواءِ السبیل، سبحانہ وتعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

۲۹ بے ایمانوں کیلئے دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ۔ والعیاذُ باللہ: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ بے ایمانوں کے لئے دوزخ کی انتہائی ہولناک آگ کا فیصلہ ہو چکا ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ ایمان نہیں رکھتے اللہ اور اس کے رسول پر تو وہ خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، کہ ہم نے ایسے کافروں اور منکروں کیلئے ایک بڑی ہی دہکتی بھڑکتی ہولناک آگ تیار کر رکھی ہے"۔ سو کافروں اور منکروں کے لئے ایک بڑی ہولناک آگ تیار ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اور ایسی ہولناک اور اس قدر خطرناک اور دہکتی بھڑکتی آگ کہ اس کا تصور کرنا بھی اس جہاں میں کسی انسان کے لئے ممکن نہیں۔ سو کس قدر بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ایمان ویقین کی راہ سے منہ موڑ کر دوزخ کی راہ پر چلے جا رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ یہاں پر یہ ارشاد انہی منافقوں کیلئے فرمایا جا رہا ہے جو زبانی کلامی طور پر اگرچہ ایمان کے بڑے بلند دعوے کرتے ہیں لیکن ان کے اندر ایمان ہوتا نہیں۔ اور یہ لوگ اپنے دلوں کے اندر ایمان واسلام کے غلبے کی بجائے اس کی تباہی کی آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سو ایسوں کے ایمان کے کسی اعتبار کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟۔ بلکہ یہ کھلے کافروں کی طرح بلکہ ان سے بھی کہیں بڑھ کر بدتر ہیں۔ اس لئے ان کے لئے ایسی ہولناک اور دہکتی بھڑکتی آگ تیار کر رکھی گئی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ پس نجات کا ذریعہ ووسیلہ ایمانِ صادق اور عملِ صالح ہی ہے۔ اس لئے ہمیشہ اسی کی تحصیل اور اس کی حفاظت کی فکر وکوشش کرنی چاہیے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی مایرید، بکل حال من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۳۰ اصل بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، سبحانہ وتعالیٰ: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی"۔ یعنی اصل اور حقیقی بادشاہی۔ سو وہ اپنی اس کائنات اور مخلوق میں جو چاہے کرے۔ کوئی نہ اس کو روک سکتا ہے اور نہ اس پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے اور نہ اس کی گرفت وپکڑ سے کوئی کسی کو چھڑا سکتا ہے۔

اور نہ کسی کے لئے اس کی مغفرت و بخشش کو روک سکتا ہے۔ کہ آسمان و زمین کی اس ساری کائنات کا خالق و مالک اور اس میں حاکم و متصرف تنہا وہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ ۔ پس غلط کہتے اور شرکیہ بات کا ارتکاب کرتے ہیں وہ لوگ جو مختلف لوگوں اور مرے ہوئے بزرگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ فلاں کی نگری اور فلاں کا علاقہ اور اریا ہے وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذ باللہ العظیم، سو نہ کوئی اس کائنات کی تخلیق و ایجاد میں اس کا شریک و سہیم ہے اور نہ کوئی اس کے حکم و تصرف میں اس کا شریک ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس کی عبادت و بندگی میں بھی اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہو سکتا۔ پس ہر قسم کی عبادت و بندگی اور اس کی ہر صورت و شکل اسی وحدہ لاشریک کا حق اور اسی کا اختصاص ہے۔ کہ معبود برحق بہر حال وہی اور صرف وہی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہ ہے نہ ہو سکتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ ۔ پس جو لوگ اسکے سوا کسی بھی اور ہستی کیلئے عبادت و بندگی کی کوئی بھی قسم کسی بھی شکل میں بجالاتے ہیں وہ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں جو کہ ظلم عظیم ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال ۔ فَلَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ سِوَاہُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ جَلَّ وَ عَلَا ۔ فالحمدللہ الذی شرفنا بنعمت الایمان اللھم زدنامنہ وثبتناعلیہ، فلہ الحمدولہ الشکر بکل حالٍ من الاحوال،

اِلٰھِی اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَۃً، فِیْمَابَیْنِیْ وَبَیْنَکَ، وَحُقُوْقًا کَثِیْرَۃً فِیْمَابَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ، اَللّٰھُمَّ مَاکَانَ لَکَ مِنْھَا فَاغْفِرْہُ لِی، وَمَاکَانَ لِخَلْقِکَ مِنْھَا
فَتَحَمَّلْہُ عَنِّیْ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ،
وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ،
وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَایُجَارُ عَلَیْہِ، وَھُوَنِعْمَ الْمَوْلٰی
وَنِعْمَ النَّصِیْرُ، وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ،
وَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٤﴾ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ

بڑا ہی بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۳۱ ﴿۱۴﴾ عنقریب کہیں گے تم سے (اے مسلمانو!) وہ لوگ جن کو پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا (اس سفر خیر و برکت

إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ

سے، ان کے اپنے سوءِ اختیار کی بناء پر،) جب تم نکلو گے اموالِ غنیمت لینے کے لئے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو، ۳۲ یہ لوگ

يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا

یہ چاہیں گے کہ بدل دیں اللہ کے کلام (اور اس کے وعدوں) کو، ۳۳ (اس وقت ان سے) کہنا کہ تم لوگ ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے،

كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ

اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی یوں فرما دیا ہے، اس پر وہ کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم لوگ

تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾

ہم پر حسد کرتے ہو، نہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی (صحیح بات کو) سمجھتے نہیں مگر بہت ہی کم، ۳۴ ﴿۱۵﴾

قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ

کہو پیچھے چھوڑے گئے ان دیہاتیوں سے کہ عنقریب ہی تم لوگوں کو بلایا جائے گا ۳۵

قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ

ایک بڑی سخت اور جنگجو قوم کی طرف جن سے تمہیں لڑنا ہو گا یہاں تک کہ وہ اطاعت قبول کر لیں، ۳۶

۳۱ **اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت کے اطمینان کا درس:-** چنانچہ ارشاد فرمایا گیا "اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت ہی مہربان ہے"۔ پس مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کی بخشش اور رحمت کی ہمیشہ امید رکھو کہ بڑے سے بڑا مجرم اور گناہ گار بھی اگر سچے دل سے توبہ کر کے اس کی طرف جھکے گا تو وہ اسے معاف فرما دے گا۔ اور صرف معاف ہی نہیں فرمائے گا بلکہ اپنی رحمت و عنایت سے بھی نوازے گا۔ کیونکہ وہ غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔ سو اس ارشاد ربانی میں ان لوگوں کیلئے بھی توبہ اور رجوع الی اللہ کی بڑی ترغیب اور تحریض ہے جو بیعت رضوان کے اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور اس کے علاوہ قیامت تک آنے والے ایسے سب ہی لوگوں کیلئے بھی ترغیب و تحریض ہے جن سے اس طرح کی کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہوں کہ وہ صدق دل سے اس غفور و رحیم رب جلیل کی طرف رجوع کر کے اپنی مغفرت و بخشش کا سامان کر لیں۔ قبل اس سے کہ فرصتِ حیات ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔ فاغفرلی وارحمنی یا ربی فانی تبت الیک و اتضرع الیک من اعماق قلبی۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ

اللہ تعالیٰ پکڑنا اور سزا دینا نہیں چاہتا بلکہ رحمت و بخشش فرمانا چاہتا ہے کہ وہ غفور و رحیم ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ ۔اس لئے لوگوں کو چاہیے کہ وہ غلط سہارے ڈھونڈنے اور حیلے بہانے اپنانے کی بجائے اس کی رحمت و رضا طلبی کی وہ راہ اختیار کریں جو اس نے اپنے بندوں کو اپنی بخشش اور رحمت سے نوازنے کیلئے اپنے پیغمبر ﷺ کے ذریعے ان کیلئے کھولی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ ، کہ یہی صحت و سلامتی کی راہ، اور تقاضاءِ عقل و نقل ہے۔وباللہ التوفیق لما یحب ،و یرید، و علی ما یحب، و یرید، و ھو الھادی الیٰ سواءِ السبیل

۳۲ منافقوں کے دینوی طمع میں شرکتِ جہاد کا ذکر و بیان: –سو ارشاد فرمایا گیا کہ عنقریب یہ لوگ تم سے کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ جانے دو۔ تاکہ وہاں سے ملنے والی غنیمتوں میں ہم بھی حصے دار بن سکیں، پس ان کی سب کوششوں اور دوڑ دھوپ کی بنیاد مادی فوائد کا حصول ہے اور بس، اسی کے لئے یہ لوگ جیتے اور اسی کے لئے مرتے ہیں، جہاں ان کو مادی فوائد و منافع کی توقع ہوگی، وہاں یہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے، اور اس میں پیش پیش ہوں گے اور جہاں ایسے نہیں ہوگا وہاں سے یہ بھاگنے اور پہلو تہی کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے کریں گے، اور بہانے تراشیں گے، سو مادہ پرستوں اور دنیا داروں کا کل بھی یہی حال تھا اور آج بھی یہی ہے۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ، سبحانہ و تعالیٰ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ آج تو یہ لوگ اپنی بزدلی اور خبث باطنی کی بناء جھوٹے حیلے بہانے کر کے پیچھے رہتے ہیں۔لیکن آگے چل کر جب ایسے مواقع آئیں گے، جہاں تم کو بغیر جنگ وجدال کے مال غنیمت ملنے کی توقع ہوگی تو اس وقت یہ شیر دل بن کر کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ جانے دو، اس طرح یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو بدلنا چاہیں گے، سو ایسے موقع پر تم ان سے کہہ دینا کہ تم کسی بھی قیمت پر ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے، اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کا حکم اس سے پہلے دیا تھا مگر تم اپنے گھروں میں ہی بیٹھے رہے۔ سو اب تمہیں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ والعیاذ باللہ

۳۳ منافقوں کی طرف سے کلامِ الٰہی کو بدلنے کے ارادے کا ذکر و بیان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا: –سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ اللہ کی بات کو بدلنا چاہیں گے، جو کہ اس نے کرم و احسان سے حدیبیہ سے واپسی کے موقع پر اپنے رسول کے ذریعے سچے اور وفا شعار مسلمانوں کے لئے وعدوں سے متعلق فرمایا تھا۔ جیسا کہ روایات میں وارد موجود ہے کہ غزوۂ خیبر اور اس کی غنیمتوں میں وہی لوگ شریک ہوں گے جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ (روح، قرطبی، مراغی، صفوۃ وغیرہ) سو یہ دراصل ایک انعام سلطانی تھا جو کہ حدیبیہ کی فتح مبین کے صلے میں ان سچے اور مخلص مسلمانوں کو عطا فرمایا گیا تھا، جو اس موقع پر موجود تھے، اس سے جہاں شرکاء حدیبیہ کی عظمتِ شان اور بلند مرتبہ و مقام کا پتہ چلتا ہے، وہیں اس سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر قرآن پاک کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی، کیونکہ یہ وعدہ جو اس موقع پر پیغمبر سے فرمایا گیا تھا قرآن پاک میں کہیں بھی مذکور نہیں، بلکہ اس کا ذکر روایات احادیث ہی میں ملتا ہے لیکن بعض حضرات اہل علم نے کہا ہے کہ یہ دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے جو اوپر آیت نمبر ۶ میں بدیں الفاظ ارشاد فرمائی گئی ہے یعنی یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ دین کے لئے ان کو کرنا تو کچھ نہ پڑے لیکن اس کے فائدے ان کو دنیا و آخرت دونوں میں حاصل ہوں، سو ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ ان کی یہ خواہش پوری ہونے والی نہیں، ان کے بارے میں اللہ کی بات اس وقت تک نہیں بدل سکتی جب تک کہ یہ لوگ اپنی حالت کو اللہ کے دین کے تقاضوں کے مطابق نہ بدل دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ

اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، اور نفس وشیطان کے ہر مکروفریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیء

۳۴ منافقوں کی کم فہمی اور کوتاہ بینی کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ سمجھتے نہیں مگر بہت تھوڑا یعنی وہی جس کا تعلق ان کے دنیوی مفاد سے ہو اور بس، اور ایمان کی دولت سے محروم، یا برائے نام ایمان داروں کا حال ہمیشہ یہی رہا، کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ کہ ان کی قاصر ومحدود نگاہیں بس دنیا کی ظاہری چمک دمک ہی تک محدود رہتی ہیں اور بس۔ یَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ج وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ هُمۡ غٰفِلُوۡنَ ٥ (الروم ۷ پ ۲۱) جہاں ان کے دنیاوی مفاد پر زد پڑی یہ آگ بگولہ ہو گئے، جیسا کہ یہاں انہوں نے اللہ کے حکم سے روگردانی بھی کی، اور اللہ کے رسول اور اہل ایمان پر حسد کا الزام بھی خود لگا دیا، والعیاذ باللہ العظیم، سو لذتِ ایمان ویقین سے محروم یہ لوگ اپنی کوتاہ نظری اور کج فہمی کی بناء پر چاہتے ہیں کہ ان کو دین کے نام پر فوائد ومنافع تو سب حاصل ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مگر ان کو کرنا کچھ نہ پڑے۔ اور دین کیلئے قربانی کوئی نہ دینی پڑے، سو اب ان کیلئے واضح ہو جانا چاہیے کہ ان کی اس طرح کی طفلانہ آرزوئیں پوری ہونے والی نہیں ہیں، بہر کیف ان لوگوں کے نزدیک چونکہ اصل چیز دنیاوی مفاد اور دنیا کے مادی فائدے ہی ہیں اور یہ اسی پہلو سے دیکھتے اور اسی پیمانے سے ناپتے ہیں۔ اس لیے یہ اصل حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اس لیے ایسی باتیں کرتے ہیں ورنہ یہ اس طرح کے اعتراضات کبھی نہ کرتے۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین،

۳۵ منافقوں کے امتحان کے لیے ایک کسوٹی کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ کہو ان پیچھے چھوڑے گئے لوگوں سے کہ عنقریب ہی تمہیں ایک اور قوم کے خلاف جہاد کے لیے بلایا جائے گا۔ یہاں پھر ان کو مُخَلَّف کے وصف سے ذکر فرمایا گیا ہے، تاکہ ایک طرف تو ان کے اس طرز عمل کی شناعت وقباحت ظاہر ہو اور یہ اس سے توبہ وتلافی کی کوشش کرسکیں، اور دوسری طرف اس سے یہ بھی واضح ہو سکے کہ کسی شخص سے محض اس کی ذات اور اس کی شخصیت کے اعتبار سے کوئی تعرض نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس کی صفات وخصال کی بناء پر ہی اس سے معاملہ کرنا چاہیے، اور یہ اسلام کی تعلیماتِ مقدسہ میں سے ایک اہم تعلیم ہے کہ محض کسی کی ذات کو نہ دیکھو بلکہ اس کے عمل وکردار کو دیکھو، نیز اس لیے کہ تاکہ اس سے یہ بات بھی مکرر طور پر واضح ہو جائے کہ انسان کی بدنیتی اور اس کا خبثِ باطن اس کو بالآخر نور ہدایت سے بھی محروم کر دیتا ہے، والعیاذ باللہ ۔ بہر کیف اس سے ان منافقین کے امتحان کیلئے ایک کسوٹی ان کے سامنے رکھ دی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو آگاہ کر دیا جائے کہ اگر تم لوگ فی الواقع اللہ اور اس کے رسول کے وفادار ہو تو اس کے ثبوت کے لیے اب تمہارے سامنے ایک اور موقع آرہا ہے جہاد کرنے کا۔ اس موقع پر تم لوگ عملی طور پر اپنی وفاداری کا ثبوت دے سکتے ہو اور اپنی پچھلی کوتاہیوں کے داغ دھبوں کو دھو اور صاف کر سکتے ہو، ورنہ محض زبانی کلامی دعووں سے کچھ بننے والا نہیں۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وعَلاَ۔

۳۶ منافقوں کو ایک اور قوم کے خلاف جہاد کی دعوت کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ عنقریب ہی تمہیں ایسے لوگوں سے لڑنے کیلئے بلایا جائے گا جو بڑے سخت جان اور جنگجو ہیں جیسے خود قریش اور ہوازن وثقیف، جن سے آنحضرت ﷺ کی

حیاتِ طیبہ ہی میں معرکہ آرائی ہوئی، اور جیسے مسلیمہ کذاب کی قوم بنوحنیفہ، جن کا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں صفایا کیا گیا، اور جیسے اہلِ فارس وغیرہ کفار و مشرکین، جن پر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں غلبہ پایا گیا، غرضیکہ مرتدین اور مشرکین عرب اور دیگر کفار سب ہی اس میں داخل ہیں، کہ الفاظ عام ہیں، سو اس قوم کا اولین مصداق کفارِ قریش ہیں، سو اس طرح ان منافقوں کو اپنے دین و ایمان کی صداقت کو واضح کرنے کیلئے ایک اور موقع دیا گیا۔ کہ اگر یہ اپنے دین و ایمان کے دعوے میں سچے ہیں تو آئندہ اس طرح کی کافر قوموں کے خلاف جہاد میں تلافیء مافات کریں مگر چونکہ مرتدین سے جزیہ نہیں لیا جاتا بلکہ ان کے حق میں آخری فیصلہ تلوار ہی کا ہوتا ہے، نیز راجح قول کے مطابق مشرکین سے بھی جزیہ نہیں لیا جاتا، اس لئے اس صورت میں یُسْلِمُوْنَ سے محض ظاہری انقیاد و استسلام مراد نہیں ہو سکے گا، بلکہ اسلام قبول کرنا ہی مراد ہوگا وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہ سبحانہ و تعالی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

اَللّٰھُمَّ ! یَامَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدِیْمَ الْاِحْسَان، یَامَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاہ،
وَیَکْشِفُ عَنْہُ السُّوْءَ، یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ، یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ، یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ،
یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،
نَسْئَالُکَ اِیْمَانًا لَّایَرْتَدُّ، وَنَعِیْمًالَّایَنْفَدُ، وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی دَرَجَۃِ
الْجَنَّۃِ جَنَّۃِ الْخُلْدِ، وَاَنْ تَغْفِرَلَنَاوَذُنُوْبَنَا
وَالْاٰثَام، مَاظَھَرَمِنْھَا وَمَابَطَنَ، وَمَانَعْلَمُ
مِنْھَاوَمَالَا نَعْلَمُ، اَنْتَ مَوْلَانَا
فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ
الْکٰفِرِیْنَ، وَاَفِضْ
عَلَیْنَابَرْدَا الْیَقِیْنِ،
وَارْضَ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِالْمُسْلِمِیْنَ، وَخُذْ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُنَا وَفَلَاحُنَا
فِی الدُّنْیَاوَالدِّیْنِ، بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَاذَاالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ،

فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ

پس (اس وقت) اگر تم نے حکم مان لیا تو اللہ تمہیں نوازے گا ایک بڑے ہی عمدہ اجر سے ۳۷ اور اگر

تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا

اس وقت بھی تم پھر گئے جیسا کہ اس سے پہلے (حدیبیہ وغیرہ میں) پھر گئے تھے، تو وہ تمہیں ڈالے گا ایک بڑے ہی دردناک عذاب میں ۳۸ ﴿۱۶﴾

أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ

نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے (اس تخلف عن الجہاد پر) اور نہ ہی لنگڑے پر

حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ

حرج (اور موخذاہ) ہے اور نہ ہی بیمار پر (اس سلسلے میں) کوئی حرج ہے ۳۹ اور جو کوئی (صدق دل سے) کہا مانے گا اللہ کا

وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

اور اس کے رسول کا، تو اللہ اس کو داخل فرمائے گا (اپنے کرم سے) ایسی عظیم الشان جنتوں میں جن کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی

الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾ ع ۷ ۲۷ النصف

طرح طرح کی (عظیم الشان) نہریں ۴۰ اور جس نے منہ موڑا (حق وہدایت کی طرف سے) تو وہ اس کو ڈالے گا ایک بڑے ہی (ہولناک اور

۳۷ صدق واخلاص پر وعدۂ اجر وثواب کا ذکر وبیان: سو اس سے صدق واخلاص کے عملی ثبوت پر عمدہ اجر وثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم نے صدق دل سے اطاعت کی تو اللہ تم کو ایک بڑے ہی عمدہ اجر سے نوازے گا۔ سو اس طرح تمہارے لئے تلافیٔ مافات کی صورت مقرر فرما دی گئی، تاکہ تمہیں ہمیشہ کی محرومی کا غم وصدمہ نہ رہے، اور یہ بھی اس وحدہ لاشریک کا ایک بڑا کرم واحسان ہے۔ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ۔ سو سچی اطاعت وفرمانبرداری باعث سعادت اور دارین کی سرفرازی وسرخروئی کا ذریعہ ہے، وباللہ التوفیق۔ بہرکیف اس سے ان منافقین کے لیے واضح فرما دیا گیا کہ اگر تم لوگوں نے آزمائش اور امتحان کے اس موقع پر عملی طور پر اپنے صدق واخلاص کا ثبوت دیا اور سچی اور حقیقی اطاعت وفرمانبرداری کا معاملہ کیا تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو بڑے عمدہ اجر سے نوازے گا کہ اس کا تو کام اور اس کی شان ہی نوازنا ہے، ہمیشہ نوازنا ہر کسی کو نوازنا، اور ہر طرح سے نوازنا۔ سبحانہ وتعالیٰ، اور بندوں کا کام ہے اس کی طرف رجوع کرنا، اور صدق واخلاص سے رجوع کرنا۔ اور ہمیشہ اور ہر حال میں دل وجان سے اس رب رحیم خالق کل اور مالک مطلق کی طرف رجوع رہنا، کہ یہی تقاضا ہے عقل ونقل دونوں کا، اور یہی راہ ہے صحت وسلامتی اور سعادت دارین سے سرفرازی کی۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، سبحانہ وتعالیٰ،

۳۸ روگردانی پر عذاب الیم کی سزا کا ذکر وبیان، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم لوگ اس موقع پر بھی پھر گئے جیسا کہ تم پہلے پھر گئے تھے تو وہ تم کو بڑا دردناک عذاب دے گا۔ دنیا میں ذلت ورسوائی کی شکل میں، اور آخرت میں عذاب دوزخ کی شکل میں،

والعیاذ باللہ العظیم، پس اب یہ دونوں راہیں تمہارے سامنے ہیں، تم ان میں سے جو چاہو اختیار کرلو، اور اسی کے مطابق اس پر ملنے والے اپنے صلہ و بدلہ کا انتظار کرو، اگر تم نے صدق دل سے اطاعت و فرمانبرداری کی تو اللہ تمہیں عمدہ اجر و ثواب اور صلہ و بدلہ سے نوازے گا، اور اگر تم پھر گئے جیسا کہ اس سے پہلے عمرہ کے موقع پر پھر گئے تھے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ سو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی سچی اطاعت و فرمانبرداری انسان کیلئے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا حقیقی اور واحد ذریعہ ہے، اور اس میں بندے کا خود اپنا ہی بھلا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، جبکہ اس سے اعراض و روگردانی ہلاکت و تباہی اور دائمی خسارے کا باعث ہے، اور یہ وہ ہولناک خسارہ ہے جس جیسا دوسرا کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا، اور یہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال

۳۹ معذوروں پر کوئی گناہ اور الزام نہیں: سو ارشاد فرمایا گیا کہ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے نہ لنگڑے پر اور نہ ہی بیمار پر اگرچہ ان کو سفر اور سواری وغیرہ کی سہولتیں بھی میسر آ جائیں کہ یہ سب معذور لوگ ہیں اور معذور لوگوں پر کوئی حرج و تنگی نہیں، کہ ہر کوئی اپنی ہمت و وسعت کے مطابق ہی مکلف اور ذمہ دار ہوتا ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارہ ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر ارشاد فرمایا گیا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ:۲۸۶پ۳) سو ارشاد فرمایا گیا کہ اندھے لنگڑے اور بیمار پر کوئی گناہ اور الزام و اعتراض نہیں کہ وہ جہاد میں کیوں شامل نہیں ہوئے، جبکہ وہ صدقِ دل سے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوں، تو ایسے میں ان کی مجبورانہ کوتاہی کی بناء پر ان کو جنت سے محروم نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان کو بھی دوسرے سچے مسلمانوں اور مجاہدوں کی طرح جنت سے سرفراز فرمایا جائے گا، ہاں اگر ان میں سے کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری سے اعراض و روگردانی کرے گا، والعیاذ باللہ تو وہ بھی اسی دردناک عذاب سے دوچار ہوگا جو دوسرے کفار و معاندین کیلئے مقدر ہو چکا ہے، والعیاذ باللہ۔ سو اصل معاملہ انسان کے اپنے قلب و باطن پر ہے۔ اگر اس کے اندر اطاعت و فرمانبرداری کا سچا اور حقیقی جذبہ موجود ہو تو پھر اگر وہ کسی ظاہری عذر وغیرہ کی وجہ سے جہاد میں نہ بھی شریک ہو سکے تو بھی وہ محروم نہ رہے گا بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب سے سرفراز و سرشار ہوگا۔ اور دلوں کا حال بندہ خود جانتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید من اصلاح النیۃ و العمل۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، واکرم الاکرمین،

۴۰ صدق شعار اطاعت گزاروں کیلئے وعدۂ جنت کا ذکر و بیان: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جو کوئی (صدقِ دل سے) اطاعت کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کو اللہ داخل فرمائے گا ایسی عظیم الشان جنتوں میں جن کے نیچے سے بہہ رہی ہونگی طرح طرح کی عظیم الشان نہریں، سو اس سے صدق شعار اطاعت گزاروں کے لیے عظیم الشان اجر و ثواب کا مژدۂ جانفزا سنایا گیا ہے۔ پس اپنے بس اور اختیار کی حد تک ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری ہی میں لگے رہنا چاہیے کہ اس میں

دنیاوی سعادت بھی ہے جو کہ حیات طیبہ (پاکیزہ زندگی) کی صورت میں انسان کو یہاں نصیب ہوتی ہے' اور اخروی فوز و فلاح بھی' جو کہ جنت اور وہاں کی ابدی نعمتوں کی شکل میں اس دنیا کے بعد آخرت کے اس ابدی جہاں میں ملے گی' اَللّٰهُمَّ فَوَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَ الْعَمَلِ وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلٰی صِرَاطِکَ الْمُسْتَقِيْمِ وَ شَرِّفْنَا بِحُبِّکَ وَ مَرْضَاتِکَ يَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِيْنَ' وَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، بہرکیف اس میں اطاعت گزاروں کیلئے یہ مژدہ جانفزا سنایا گیا کہ اللہ ان کو ایسی عظیم الشان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے طرح طرح کی عظیم الشان نہریں بہہ رہی ہونگی' سو اللہ اور اس کے رسول کی صدقِ دل سے اطاعت و فرمانبرداری دارین کی سعادت و سرخروئی سے ہمکنار و سرفراز کرنے والی چیز ہے' اس سے انسان کو دنیا میں حیاتِ طیبہ یعنی پاکیزہ زندگی کی نعمت نصیب ہوتی ہے' اور آخرت میں جنت اور اس کی سدا بہار نعمتوں سے سرفرازی' وبالله التوفيق ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا اور خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے ۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمين. ويا ارحم الراحمين ،ويا اكرم الاكرمين،

اَللّٰهُمَّ !

نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْاِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ وَ اَلْحِقْنَا بِعِبَادِکَ الصَّالِحِيْنَ، الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ، وَاغْفِرِ اللّٰهُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا، وَلِجَمِيْعِ اَصْحَابِ الْحُقُوْقِ عَلَيْنَا، وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِدُعَاءِ الْخَيْرِ، وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَ الْاَمْوَاتِ،
اِنَّکَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُجِيْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، يَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ وَيَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِيْنَ يَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْاِکْرَامِ وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰى
عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
وَمَنْ وَّالَاهُ، وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَتِهٖ وَبِهُدَاهُ اهْتَدٰى، اِلٰى يَوْمِ الْعَرْضِ عَلَى اللّٰهِ وَاللِّقَاءِ اٰمِيْن

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ

دردناک عذاب میں، (۱۷) بلاشبہ اللہ راضی ہوگیا ان (خوش نصیب) ایمانداروں سے، جو بیعت کر رہے تھے آپ سے (اے پیغمبر!) ف۴۱ اس درخت

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ

کے نیچے، ف۴۲ سو اللہ نے جان لیا جو کچھ (صدق و اخلاص) ان کے دلوں میں تھا، ف۴۳ اور اس نے نازل فرما دی ان پر سکون (و اطمینان) کی

۴۱ بیعتِ رضوان والوں کیلئے اجرِ عظیم کا ذکر و بیان: سو اس سے بیعتِ رضوان والوں کی لیے رضاءِ خداوندی کے عظیم الشان اجر و انعام کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور لَقَدْ کی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ اللہ راضی ہوگیا ان ایمان والوں سے جو آپ ﷺ کے ہاتھ پر (اے پیغمبر!) بیعت کر رہے تھے، پس اس سے دو اہم باتیں معلوم ہوگئیں، ایک یہ کہ جن حضرات نے اس بیعت میں شرکت فرمائی تھی وہ سب کے سب سچے پکے مومن تھے، اور دوسرے یہ کہ ان کو اللہ پاک کی رضا کا سرٹیفکیٹ مل گیا، اور اللہ ان سے راضی ہوگیا، اسی لئے اس بیعت کو بیعت رضوان یعنی رضاءِ خداوندی والی بیعت کہا جاتا ہے، اور آیتِ کریمہ کو قد اور لام تاکید کی ڈبل تاکید سے شروع فرمایا گیا ہے، پس جو کوئی ان صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرے گا اور ان کے ایمان و یقین اور صدق و صفا میں کیڑے نکالے گا، جیسا کہ روافض وغیرہ کا وطیرہ ہے تو وہ اس آیتِ کریمہ اور اس اعلان و ارشادِ خداوندی کے انکار کی وجہ سے کافر قرار پائے گا، والعیاذ باللہ اور صحیح مسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن حضرات نے بیعت رضوان میں شرکت فرمائی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا، رضوان اللہ علیہم اجمعین پس جن حضرات نے حدیبیہ کے اس نازک موقع پر اور احرام کی حالت میں ہونے کے باوجود پیغمبر کے ہاتھ پر جہاد اور موت کی بیعت کی، انہوں نے اپنے صدقِ ایمان کا عملی طور پر پورا پورا ثبوت پیش کر دیا، اور انہوں نے اپنی اس بیعت کا حق ادا کر دیا، اس لیے ان کو خداوند قدوس کی رضاء و خوشنودی کی سند اس صراحت و وضاحت کے ساتھ عطاء فرمائی گئی جو ایک بے مثال انعام اور عدیم النظیر اعزاز و اکرام تھا جس سے حضرت واہبِ مطلق جل و علا شانہ نے ان کو نوازا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ارضاھم و عنامعھم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی محبت اور اطاعت و اتباع سے سرشار رکھے اور ان کے نقش قدم پر چلتے رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۴۲ شجرہءِ بیعت کی عظمتِ شان اور اس سے متعلق درسِ عظیم: جمہور مفسرین کے نزدیک یہ درخت سمرۃ (کیکر) کا درخت تھا جسے ببول بھی کہا جاتا ہے، پھر اللہ پاک نے اس درخت کو چھپا دیا تاکہ کہیں لوگ اس کی تعظیم و تقدیس کے ذریعے شرک میں مبتلا نہ ہوجائیں، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قدرت کی طرف سے اس درخت کو اس طرح چھپا دیا گیا کہ ہم میں سے دو آدمیوں کے درمیان بھی اس کے بارے میں اتفاق رائے نہیں پایا جاتا تھا، نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس درخت کا اس طرح چھپا دیا جانا قدرت کی طرف سے بہت بڑی رحمت تھی، اور امر واقع بھی یہی ہے کہ جو لوگ آج کل کے دور میں ہر ایرے غیرے درختوں، پتھروں اور قبروں تک کو پوجنے سے نہیں چوکتے تو ان کو اگر وہ درخت مل جاتا، جس کے نیچے بیعتِ رضوان جیسا

تاریخ ساز اور مقدس واقعہ پیش آیا' تو اس کے ساتھ یہ کیا کچھ نہ کرتے' پھر بھی حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب کچھ لوگوں نے ایک درخت کے بارے میں یہ مشہور کر دیا کہ یہ وہی درخت ہے جس کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی تھی اور لوگ اس کی زیارت و تعظیم کو آنے لگے' تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اطلاع ملتے ہی اسے فوری طور پر کٹوا کر ختم کر دیا (ملاحظہ ہو تفسیر المراغی' جامع البیان' فتح البیان' اور محاسن التاویل وغیرہ) سبحان اللہ! کہاں یہ صورت حال اور عظیم الشان نمونہءِ عبرت وبصیرت کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس درخت کو کٹوا دیتے ہیں' جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی' اور حضرت امام الانبیاء ﷺ نے یہ بیعت خود لی اور جس کا ذکر قرآن حکیم میں اس صراحت و وضاحت سے فرمایا گیا ہے' اور کہاں آج کے جاہل مسلمان کا یہ طرز عمل' کہ وہ جگہ جگہ' طرح طرح کے درختوں خود ساختہ "سرکاروں" اور آستانوں کی کھلم کھلا اور طرح طرح سے پوجا پاٹ کا ارتکاب کر رہا ہے' جہاں کوئی بزرگ بیٹھا تھا اس کو "بیٹھک" کے نام سے مقدس مقام قرار دے دیا گیا' اور اس کی زیارت و درشن کے پروگرام بنائے جانے لگے' اور طرح طرح کی خرافات کا ارتکاب کیا جانے لگا' اور ایسے لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اللہ کے نبی بذات خود اپنی تریسٹھ سالہ حیاتِ طیبہ میں کہاں کہاں نہ بیٹھے ہوں گے' پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہءِ کرام رضی اللہ عنہم اور انکے بعد انکی پیروی کرنے والے تابعین عظام کہاں کہاں نہ بیٹھے ہوں گے' اور حرمین شریفین کی ارض طیبہ کا تو چپہ چپہ پاک و مقدس اور عظیم الشان روایات کا امین و پاسدار ہے' مگر اس سب کے باوجود جب وہاں اس طرح کی کسی بیٹھک کا کوئی تصور تک نہیں تو پھر اور کسی جگہ اس کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے؟ کاش کہ ان لوگوں کو اتنی واضح اور جلی حقیقت سمجھ آ جاتی' اور یہ اس طرح کی شرکیات کی دلدل میں نہ پھنستے' اور اپنی عاقبت خراب نہ کرتے' مگر کہاں اور کیونکر؟ جبکہ یہ اس بارہ میں سوچنے اور غور کرنے کے بھی روادار نہیں' بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ایسے لوگ اس طرح کی خود ساختہ اور من گھڑت چیزوں کو رواج دینے کیلئے طرح طرح کے جھوٹے قصے بناتے اور پھیلاتے ہیں' والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے زیغ و ذلل سے ہمیشہ محفوظ رکھے' آمین ثم آمین

۳۵ صحابہءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صدق وصفا کیلئے خدائی شہادت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ نے جان لیا اس کو جو کہ ان کے دلوں میں تھا۔ یعنی صدق وصفا اور نور ایمان و یقین جس کی بنا پر ان کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور عنایتوں سے نوازا گیا' کہ اللہ پاک۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کی داد و دہش اور بخشش وعطاء یوں ہی نہیں مل جاتی' اور اس کے یہاں محض ظاہر داری سے کام نہیں چل سکتا' بلکہ وہاں پر اصل دار و مدار دل کی دنیا اور اس کے اندر چھپی ہوئی نیتوں پر ہوتا ہے' سو دلوں کے اس منفرد اور کٹھن امتحان میں یہ حضرات صحابہءِ کرام رضی اللہ عنہم صاف و کھرے نکلے اور پورے اترے' اسلئے ان کو رضاءِ خداوندی کے اس عظیم الشان اور بے مثال سرٹیفکیٹ سے نوازا گیا' کیونکہ سنت الٰہی یہی ہے کہ اللہ کے بندے جب اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو ظاہری حالات خواہ کتنے ہی نامساعد کیوں نہ ہوں' رب کریم ان کی حوصلہ افزائی فرماتا ہے اور ان کو اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں سے نوازتا ہے' اور خداوند قدوس کی طرف سے حاصل ہونے والی حوصلہ افزائی انسان کو ایسی قوت بخشتی ہے کہ اس کو کوئی طاقتور سے طاقتور دشمن بھی شکست نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ

کیفیت ۴۴ اور اس نے نواز دیا ان کو اس کے (صلہ) عوض میں قریب ہی ملنے والی ایک عظیم الشان فتح (وکامرانی) سے ۴۵ ﴿۱۸﴾ اور دوسری بہت سی ان

كَثِيرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

غنیمتوں سے جو کہ وہ (عنقریب ہی) حاصل کریں گے ۴۶ اور اللہ بڑا ہی زبردست، نہایت ہی حکمت والا ہے ۴۷ ﴿۱۹﴾

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ

اللہ نے وعدہ فرمایا لیا تم سے (اے مسلمانو!) بہت سی غنیمتوں کا، جن کو تم لوگ (آسانی اور سہولت سے) حاصل کرو گے، مگر

لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ

یہ اس نے تم کو فوری عطا فرما دی، اور اسی نے روک دیا (اپنے کرم سے) لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے، ۴۸ (تا کہ تم محفوظ رہو اور ان کے

اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

شر سے) اور تا کہ یہ ایک نشانی ہو ایمان والوں کے لئے، ۴۹ اور تا کہ وہ ڈال دے تم سب کو سیدھی راہ پر ۵۰ ﴿۲۰﴾

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ

اور اس کے علاوہ اللہ نے تم سے اور بھی ایسی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے، جن پر تمہیں ابھی تک قدرت حاصل نہیں مگر اللہ نے اپنے

۴۴ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے سکون واطمینانِ قلوب کی نوازش کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس صدق وصفا اور نور ایمان ویقین کی بنا پر ان کو خاص عنایت سے نوازا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ اس نے نازل فرما دی ان پر سکون واطمینان کی خاص کیفیت۔ جس سے ان کے دلوں میں نہ کوئی خوف تھا نہ پریشانی، جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ نہتے خالی ہاتھ، اور احرام کی دو چادروں میں ملبوس ہونے کے باوجود، کفار کے ساتھ ان کے گھر میں لڑنے کے لئے تیار ہو گئے، اور پیغمبر کے ہاتھ پر برضا ورغبت موت کیلئے بیعت کی، اس بے مثال صدق واطمینان اور اطاعت وفداکاری کی مثال چشم فلک نے نہ اس سے پہلے کبھی دیکھی ہوگی، نہ اس کے بعد قیامت تک کبھی دیکھ سکے گی "فَرِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ" سو باطن کی صفائی اور نیت وارادہ کی سچائی انسان کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور عنایتوں کا مورد و مستحق بنا دیتی ہے۔ اور اسی کی بدولت انسان پر اس واہبِ مطلق جلّ جلالہ کی طرف سے رحمتوں اور عنایتوں کی بارش ہوتی ہے جتنا کسی کا باطن صاف اور ایمان ویقین قوی ومضبوط ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کا مستحق اور مورد بنے گا۔ اسلئے ہمیشہ اور ہر حال میں اس کے ساتھ اپنے قلب وباطن اور ارادہ وعمل کا معاملہ صحیح رکھنے کی ضرورت ہے کہ یہی اصل اور اساس ہے سارے معاملے کی۔ اللہ پاک نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے اور بدرجۂ تمام وکمال نصیب فرمائے، آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین، واکرم الاکرمین،

۲۵ شرکائے حدیبیہ کیلئے ایک خاص انعام کا ذکر و بیان: سو اس ارشاد سے حدیبیہ کے شرکاء کیلئے قریب کی فتح اور مغانم کثیرہ کے انعام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ عام طور پر حضرات مفسرین کرام نے اس فتح سے مراد فتح خیبر لی ہے' لیکن دوسرا قول اس ضمن میں حضرات اہل علم کا یہ بھی ہے کہ اس فتح سے مراد یہی صلح حدیبیہ کی فتح ہے کہ یہی وہ بنیادی اور اہم فتح تھی جس سے اہل حق کے لئے دوسری تمام فتوحات کے راستے اور دروازے کھلتے اور آسان ہوتے چلے گئے' اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد مکہ مکرمہ فتح ہوا خیبر کی فتح نصیب ہوئی اور دیگر فتوحات حاصل ہوتی گئیں (ابن کثیر' جامع البیان وغیرہ) اور یہی قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ ہی کو قرآنِ حکیم میں فتح مبین فرمایا گیا ہے۔' بہر بہر کیف اس ارشاد ربانی میں شرکاء حدیبیہ کیلئے ان کے صدق و اخلاص کی بناء پر آئندہ اور یہی قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ ہی کو قرآنِ حکیم میں فتح مبین فرمایا گیا ہے۔ بہر کیف اس ارشاد ربانی میں شرکائے حدیبیہ کے لئے ان کے صدق و اخلاص کی بناء پر آئندہ حاصل ہونے والی فتوحات اور غنائم کثیرہ کی بشارت و خوشخبری کا ذکر ہے' سو بندے کا تعلق اپنے ربّ کے ساتھ جتنا صحیح ہوگا اتنا ہی وہ اس کو نوازے گا' وباللہ التوفیق لما یحب و یرید' وعلی ما یحب و یرید،

۲۶ شرکائے حدیبیہ کیلئے بہت سی غنیمتوں کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس نے نواز دیا ان کو دوسری بہت سی غنیمتوں سے جن کو یہ بآسانی حاصل کریں گے صلح حدیبیہ کی اس عظیم الشان فتح (یعنی فتح مبین) کے بعد' جس میں فتح مکہ بھی آگئی' اور اس سے پہلے فتح خیبر بھی' جس میں یہود کی بہت سی اور عظیم الشان غنیمتوں سے ان حضرات کو نوازا گیا تھا' جو بیعت الرضوانؐ کے اس شرف عظیم سے مشرف ہوئے تھے (ابن کثیر' مراغی وغیرہ) سو یہ صلہ و بدلہ تھا ان کی بے مثال اطاعت و اتباع کا' پس صدق و اخلاص اور خاص کر اپنے خالق و مالک کے ساتھ صدق و اخلاص انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے بہرہ ور کرنے والی چیز ہے' وباللہ التوفیق۔ بہر کیف اس سے فتح خیبر اور ان دوسری بہت سی غنیمتوں کی طرف اشارہ فرما دیا گیا جو حدیبیہ سے واپسی کے معاً بعد مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھیں اور جن سے مسلمانوں کے دلوں کے اندر یہ اعتقاد راسخ ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فتح و نصرت کے جو وعدے فرمائے تھے وہ پورے ہونگے، اور حدیبیہ کی صلح ان کے لیے شکست نہیں بلکہ فتح مبین ہے، جو آئندہ ان کے لیے فتح مکہ اور اس کے بعد دوسری مختلف فتوحات کا ذریعہ بنے گی۔ اللہ ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۲۷ اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد کے درس کا ذکر و بیان: سو اس میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کا حوالہ دے کر دراصل اسی پر توکل و اعتماد کا درس دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور اللہ بڑا ہی زبردست نہایت ہی حکمت والا ہے:۔ ایسا زبردست کہ کوئی بھی طاقت اسکے ارادہ میں حائل نہیں ہوسکتی' وہ جو چاہے کرے' لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ حکیم بھی ہے اس لئے اس کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا' سبحانہ و تعالیٰ' سو اس وحدہ لاشریک کی ان دونوں صفتوں کا حوالہ دے کر اس بات کی ضمانت دے دی گئی کہ اس کے وعدے ضرور پورے ہونگے' ظاہری حالات خواہ کتنے ہی نامساعد کیوں نہ ہوں اس کے وعدے بہرحال پورے ہو کر رہیں گے کہ اس کی قدرت و حکمت ہر چیز پر حاوی اور غالب ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ پس بندے کو ہر حال میں' ہر موقع پر، اور ہمیشہ

اسی وحدہ لاشریک پر توکل اور اعتماد رکھنا چاہیے۔ وہ اسی سے مدد مانگے اور اسی کے ساتھ اپنے تعلق کو درست اور مضبوط رکھنے کی کوشش کرے۔ اور صدق واخلاص کے ساتھ کوشش کرے کہ یہی چیز اصل میں عنایات خداوندی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔

۴۸ **اہلِ حدیبیہ کیلئے ایک اور خاص انعام کا ذکر وبیان:** سو ارشاد فرمایا گیا اور اس نے روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے۔ یعنی کفار مکہ کے ہاتھوں کو کہ حدیبیہ کے موقع پر جب کہ تم بالکل نہتے اور خالی ہاتھ تھے ان کو تم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اسی طرح غزوۂ خیبر کے موقع پر بھی دشمنوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔ نہ تو وہاں کے یہود کچھ زیادہ تمہارا مقابلہ اور مزاحمت کر سکے حالانکہ وہ اپنے قلعوں میں بند تھے اور نہ ہی سفر عمرہ کے اس موقع پر یہود مدینہ کو اس بناء پر اپنے اس خبیث ارادوں کی تکمیل کے لئے ہاتھ بڑھانے کی ہمت ہوسکی کہ مسلمانوں کے گھر خالی پڑے ہیں کیوں نہ اس موقع پر ان کے اہل وعیال کا صفایا کر دیا جائے سو ان سب مواقع پر اللہ پاک کی غیبی امداد ہی تمہارے کام آتی رہی الناس کے لفظ کا عموم ان سب ہی مواقع کو شامل ہے پس جو صدق دل سے اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا اور جس کا اللہ ہو گیا اس کا سب کچھ ہو گیا کہ اللہ اس ساری کائنات کا خالق و مالک بھی ہے اور اس میں حاکم ومتصرف بھی فکن اللّٰھُمَّ کُنْ لَنَا وَاجْعَلْنَا لَکَ اَنْتَ مَوْلَانَا عَلَیْکَ نَتَوَکَّلُ وبِکَ نَسْتَعِیْنَ۔ سو لوگوں کے ہاتھ کو اہل ایمان سے روکنا قدرت کا ایک خاص انعام تھا جس سے اس نے اپنے بندگانِ صدق وصفا کو سرفراز فرمایا گیا۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

۴۹ **حدیبیہ والوں کیلئے ایک عمدہ نشانی کا ذکر وبیان:** سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ حدیبیہ والوں کو فتح خیبر کے اس عظیم الشان انعام سے اس لیے نوازا گیا کہ تا کہ یہ صلح حدیبیہ کے فتح مبین ہونے کا ایک ثبوت بھی ہو اور تا کہ یہ ایک نشانی ہو ایمان والوں کیلئے، یعنی اس بات کی نشانی کہ جو اپنے ایمان وعقیدے میں سچے اور پکے ہوتے ہیں اللہ پاک ان کی اسی طرح مدد فرماتا ہے نیز یہ کہ جو کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہی حق اور سچ ہے اور فوز وفلاح اسی پر ایمان ویقین میں ہے پس خیبر کی یہ فوری اور نقدا نقد غنیمت جو ایمان والوں کو ملی یہ اس بات کی علامت تھی کہ صلح حدیبیہ واقعی ایک فتح مبین تھی نیز یہ اس بات کی بھی ایک نشانی تھی کہ آئندہ کیلئے غلبہ وتمکن اسلام ہی کیلئے ہوگا کہ دینِ حق بہر حال یہی اور صرف یہی ہے۔ والحمدُ لِلّٰہ جَلَّ وَعَلا۔

۵۰ **صراطِ مستقیم سے سرفرازی کی بشارت کا ذکر وبیان:** سو ارشاد فرمایا گیا اور تا کہ وہ ڈال دے تم لوگوں کو سیدھی راہ پر جس پر چل کر تمہیں اس دنیا میں بھی سچی عزت ونا موری نصیب ہو اور اس کے بعد آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی تم فوز وفلاح سے سرفراز ہوسکو جو کہ دائمی جہان ہے اور اصل اور حقیقی کامیابی وہی اور وہیں کی کامیابی ہے اللہ پاک نصیب فرمائے آمین ثم آمین سو یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تکمیل دین کی نعمت سے سرفراز فرمائے گا اور اپنے بندوں کیلئے ہدایت کی وہ صراط مستقیم کھول دے گا جو حق اور ہدایت کے دشمنوں نے بند کر رکھی تھی اور اس صراط مستقیم کے لئے اصل نشانی کی حیثیت چونکہ خانہ کعبہ کو حاصل تھی اس لیے اس ارشاد میں اس کے کفار کے تسلط سے آزاد ہونے کی بشارت بھی مضمر ہے۔ والحمدُ لِلّٰہ جَلَّ وَعَلا۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ

احاطہ (علم وقدرت) میں لے رکھا ہے ان سب کو ۵۱ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ۵۲ ﴿۲۱﴾ اور اگر (اس حال میں بھی) تم سے لڑائی

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا

ہو جاتی ان کافروں کی، تو بھی یقیناً انہوں نے بھاگنا تھا پیٹھ دے کر ۵۳ پھر یہ (اپنے لئے) نہ کوئی یار پا سکتے،

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٢٢﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ

نہ مددگار ۵۴ ﴿۲۲﴾ اللہ کے اس دستور کے مطابق جو چلا آیا ہے اس سے

قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ وَهُوَ

پہلے سے، اور تم ہرگز نہیں پا سکو گے اللہ کے دستور کے لئے (کسی طرح کی) کوئی تبدیلی ۵۵ ﴿۲۳﴾ اور وہ (قادر مطلق)

الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ

وہی ہے جس نے روک دیا ان (دشمنوں) کے ہاتھوں کو تم سے (اے مسلمانو!) اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے،

بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ

مکہ کی وادی میں، اس کے بعد کہ اللہ نے تم کو ان پر کامیابی عطا فرما دی تھی ۵۶

۵۱ آئندہ ملنے والی مزید غنیمتوں کے وعدے کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ کچھ اور غنیمتیں بھی ایسی ہیں جن سے اس نے تم کو نوازنے کا وعدہ فرما رکھا ہے جن کے حصول پر تم اب تک قادر نہیں ہوئے ہو مگر اللہ تعالیٰ نے ان کا احاطہ فرما رکھا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت و عنایت سے تم کو اس سے مشرف فرما دیا' اور مراد اس سے فتح مکہ ہے' (صفوۃ التفاسیر وغیرہ) سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایک اور بڑی کامیابی کا اللہ نے تم سے وعدہ فرما رکھا ہے جو ابھی تک تم کو حاصل نہیں ہوئی' لیکن اسکے حصول میں اب زیادہ دیر نہیں ہے' اللہ نے اسکا احاطہ کر رکھا ہے اور جس کا احاطہ اللہ نے کر رکھا ہو وہ بہر حال ہو کر رہے گی

۵۲ اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت کا حوالہ وذکر، سبحانہ و تعالیٰ: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ پاک ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ، اور جب وہ پوری قدرت رکھتا ہے تو پھر اس کے کیلئے نہ کچھ مشکل ہو سکتا ہے' اور نہ ہی کوئی چیز اس کے احاطۂ علم وقدرت سے باہر ہو سکتی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ مگر چونکہ اس کا ہر کام اس کی حکمت بالغہ کے مطابق ایک خاص موقع اور خاص وقت ہی سے مربوط ہوتا ہے' اس لئے وہ اسی کے مطابق وقوع پذیر ہوتا ہے۔ سو وہ قادر مطلق اپنی نصرت کا یہ کرشمہ بھی بہت جلد پورا کر کے دکھائے گا اس لئے دل کا بھروسہ ہمیشہ اور ہر حال اسی وحدہٗ لاشریک پر رکھا جائے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو یہ سب اس بات کا ثبوت اور اس کے آثار و نتائج ہیں کہ حدیبیہ کی صلح واقعی فتح مبین یعنی کھلی ہوئی فتح تھی جس سے حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نوازا تھا

اور جس کی اصل حقیقت اس وقت عام لوگوں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی عنایات و برکات اسکے بعد سب کے سامنے پوری طرح واضح ہو گئیں۔ فَالْحَمْدُلِلّٰہِ جَلَّ وَعَلَا بِکُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَال ،وَفِیْ کُلِّ مُوْطِنٍ مِنَ الْمُوَاطِن فی الحیاۃ،سبحانہ و تعالیٰ

۵۳ حدیبیہ والوں کیلئے فتح مقدر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور حدیبیہ والے ان بندگانِ صدیق و صفا کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ اگر اس موقع پر اگر تمہاری ان کافروں سے مڈبھیڑ ہو جاتی تو انہوں نے یقیناً پیٹھ دے کر بھاگنا تھا۔ یعنی اہل حق سے۔ سو اگر اس موقع پر وہ تم سے لڑ جاتے اور تمہارے مقابلے کی نوبت آ جاتی تو بھی فتح یقیناً تمہاری ہی تھی کہ حق پر تم ہی ہو اور اللہ کی مدد بہر حال تمہارے ہی ساتھ ہے' اور انہوں نے بہر حال پیٹھ دے کر بھاگنا تھا' سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ حدیبیہ میں جو مسلمانوں کو کفار سے لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس میں مسلمانوں کی شکست کا کوئی اندیشہ تھا' نہیں بلکہ اس میں کچھ دوسری مصلحتیں کارفرما تھیں' جن میں سے ایک حکمت اور مصلحت یہ تھی کہ ان مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچے جو مکہ میں گرفتار بلا تھے۔ نیز اس میں یہ مصلحت بھی تھی کہ تاکہ مسلمانوں کو مزید ابتلاء و آزمائش سے گزار کر کندن بنا دیا جائے اور تاکہ اس طرح انکی اخلاقی قوت و برتری نکھر کر سب کے سامنے آ جائے وغیرہ وغیرہ۔ ورنہ اس موقع پر اگر جنگ ہو جاتی تو بھی یقینی طور پر ان کافروں نے شکست کھانا اور پیٹھ دے کر بھاگنا تھا' اور ایسی صورت میں یہ اس طرح بٹتے کہ ان کا کوئی کارساز و مددگار سہارا دینے کو نہ ملتا' وَالْعِیَاذُ بِاللہ،

۵۴ کفر و شرک محرومیوں کی محرومی' وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا: اس سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ کفار و مشرکین اہل حق کے مقابلے میں شکست کھاتے، پیٹھ دے کر بھاگتے، اور ایسے میں یہ اپنے لئے نہ کوئی یار پاتے نہ مددگار' چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ پھر یہ لوگ اپنے لیے نہ کوئی یار پا سکتے نہ مددگار۔ جو ان کی کوئی حمایت کر سکتا یا مدد کو آ سکتا' کہ اللہ اور اسکے رسول سے مقابلے کا لازمی انجام یہی ہوتا ہے کہ فتح تو بہر حال حق والوں ہی کو ملتی ہے' اگرچہ ایسا کچھ آزمائشوں سے گزرنے کے بعد ہی ہو' اور ذلت و رسوائی اہل باطل ہی کا مقدر ہوتی ہے اگرچہ مہلت پر مہلت اور ڈھیل پر ڈھیل ملنے کے بعد ہی ہو' سو ان لوگوں کیلئے غرور میں آنے اور صلح حدیبیہ کے معاہدے کو تمہاری کمزوری پر محمول کرنے کا کوئی موقع نہیں' بلکہ ان کو تو اللہ تعالیٰ کے اس کرم و احسان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ان کو یہ ڈھیل دے کر اپنے بارہ میں سوچنے اور حالات پر غور کرنے کا موقع دیا' تاکہ اس طرح جس نے راہ راست پر آنا ہو وہ اس پر آ جائے نہیں تو وہ اپنے آخری انجام کو پہنچے، والعیاذ باللہ العظیم، سو قوت بہر حال حق اور اہل حق کی ہے، باقی سب دھوکے اور اندھیروں میں ہیں، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم،من کل زیغٍ وَّضلال،وسُوءٍ وَّانحراف،وھو الھادی الی سواء السبیل،

۵۵ رسولوں کے مکذبین کے بارے میں سنت الٰہی کا حوالہ و ذکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ کی سنت اور اس کے اس دستور کے مطابق جو پہلے سے چلا آیا ہے اور جو اس نے رسولوں کے مکذبین کے بارے میں ٹھہرا رکھا ہے کہ جب ان کا پیمانہ لبریز ہو جاتا تو ان کو دھر لیا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ غلبہ اللہ پاک کے رسولوں ہی کا ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اور اللہ تو ہے ہی سب پر غالب' سبحانہ و تعالیٰ ، پس ہر فیصلہ کن معرکہ میں آخری فتح حق ہی کی ہو گی' نیز یہ کہ اللہ کے

رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو مہلت اور ڈھیل ملتی رہتی ہے یہاں تک کہ جب ان کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو ان کو دھر لیا جاتا ہے اور ایسا اور اس طور پر کہ ان کیلئے کہیں بھی کوئی جائے پناہ باقی نہیں رہتی' اور ان کو ہمیشہ کیلئے مٹا کر رکھ دیا جاتا ہے' والعیاذ باللہ، اور اللہ کی یہ سنت ایسی اٹل اور اس قدر حتمی ہے کہ اس میں تم کوئی تبدیلی نہیں پا سکو گے۔ تمام رسولوں کی تاریخ اس کی شاہد ہے۔ والحمد للہ جل و علا

۵۶ حدیبیہ والوں کیلئے ایک اور انعام و احسانِ خداوندی کا ذکر و بیان: سو اس سے حدیبیہ والوں کے لئے ایک اور انعام اور احسانِ خداوندی کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے' چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ (قادرِ مطلق جل جلالہ) وہی ہے جس نے روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ کی وادی میں اس کے بعد کہ اس نے تم لوگوں کو نواز دیا تھا ان کے مقابلے میں فتح اور کامیابی سے۔ یعنی جب کہ مشرکین کے اسی آدمی چپکے سے گھات لگا کر مسلمانوں پر حملہ کرنے والے تھے' تو وہ سب مسلمانوں کے ہاتھوں پکڑ لئے گئے' اور انہوں نے ان کو پکڑ کر سیدھا لا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا' تو آپ ﷺ نے ان کی رہائی کا حکم دے دیا' اور یہی تقاضا تھا آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق اور اس وقت کے حالات کا' تا کہ جنگ کی آگ نہ بھڑکنے پائے' اور صلح اور اس کے آثار و ثمرات متاثر نہ ہونے پائیں' اور اس طرح جنگ کی نوبت نہ آسکی جو کہ تدبیر الٰہی کا ایک مظہر اور کرشمہ تھا' اگرچہ اللہ نے تم کو ان پر غلبہ دے دیا تھا' اگر جنگ ہوتی تو ان کو منہ کی کھانی پڑتی لیکن حکمت الٰہی کا تقاضا یہی ہوا کہ اس موقع پر جنگ نہ ہو' اس لیے اس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا' اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا' اور حدیبیہ چونکہ بالکل مکہ کے دامن میں واقع ہے اس لیے اس کو بطن مکہ سے تعبیر فرمایا گیا۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہے کہ جب قریش کو مسلمانوں کے اس جوش و جذبہ کی اطلاع ہوئی جس کا اظہار انہوں نے اللہ کے رسولوں کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے کیا تھا تو ان کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے جس کے نتیجے میں انہوں نے فوراً وفد بھیج کر صلح کی بات چیت شروع کر دی اگرچہ اس وفد نے اپنی آن رکھنے کی بھی کوشش کی۔ لیکن اندر سے وہ لوگ کھوکھلے ہو گئے تھے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ اب ان لوگوں کے اندر مسلمانوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کا دم خم موجود نہیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ بات تسلیم کر لی کہ اگلے سال مسلمان آ کر بیت اللہ کا طواف پوری آزادی سے کر سکتے ہیں اور جب وہ آئیں گے تو یہ تین دن کیلئے مکہ خالی کر دیں گے تا کہ کسی تصادم کا کوئی اندیشہ نہ رہے اور مسلمان اپنی مرضی سے عمرہ ادا کر لیں۔ سبحانہ و تعالیٰ

اَللّٰھُمَّ !

اِجْعَلْنَا كَمَا يَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ،

فَاِنَّكَ اَنْتَ تُجِيْبُ عَبْدَكَ اِذَا دَعَاكَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ،

اٰمِرًا عِبَادَكَ وَمُرْشِدًا اِيَّاهُمْ "اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِيْنَ

اور اللہ پوری طرح دیکھتا ہے ان تمام کاموں کو جو تم لوگ کر رہے ہو، ۵۷ ﴿۲۴﴾ یہ وہی لوگ ہیں

كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ

جو اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (و باطل) پر اور انہوں نے تم لوگوں کو روکا مسجد حرام سے (اے مسلمانو!) اور قربانی کے جانوروں کو

مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ

ان کی قربانی کی جگہ پہنچنے سے، ۵۸ اور اگر نہ ہوتے (مکہ میں) کچھ ایسے ایماندار مرد

وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ

اور ایماندار عورتیں، جن کو تم لوگ نہیں جانتے تھے، ۵۹ اور اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ تم ان کو روند ڈالو گے

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ

انجانے میں، جس کے نتیجے میں تم پر حرف آتا، ۶۰ (سو اگر ایسے نہ ہوتا تو ان کا قصہ چکا دیا جاتا، ۶۱ مگر ایسے نہیں کیا کہ) تاکہ

اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

اللہ داخل فرمائے اپنی رحمت میں جس کو چاہے، ۶۲ اگر یہ لوگ الگ ہو گئے ہوتے (اہل مکہ سے) تو ہم ضرور ایک

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِذْ جَعَلَ

دردناک عذاب دے دیتے اہل مکہ میں سے ان لوگوں کو جو اڑے ہوئے تھے اپنے کفر (و باطل) پر ۶۳ ﴿۲۵﴾ (اور اسی بناء پر اس وقت)

۵۷ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا جانتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ پوری طرح دیکھ رہا تھا تمہارے سب کاموں کو۔ اسی لئے اس نے تم کو ان کفار سے محفوظ رکھا، یہ محض اس کی رحمت و عنایت تھی اور اسی بناء پر وہ تم کو آخرت کی دائمی نعمتوں سے بھی نوازے گا، پس ہمیشہ اس وحدہ لاشریک سے اپنا معاملہ صاف رکھنے کی ضرورت ہے۔ فَكُنِ اللّٰهُمَّ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا وانصرنا ولا تنصر علينا فَاِنَّكَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمِ وَ نَحْنُ عِبَادُكَ الضُّعَفَاءُ الْمَسَاكِيْنُ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خود دیکھ رہا تھا اور تمہارے حالات کا خود جائزہ لے رہا تھا، اس لیے جو کچھ ہوا وہ سب اس کی رحمت و حکمت کے تقاضوں کے عین کے مطابق ہوا، اور اسی میں تمہاری بہتری تھی اور ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اس ارشاد میں ایک طرف تو اہل ایمان کے لیے تسکین و تسلی کا سامان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال کو خود دیکھ رہا ہے تو پھر تمہیں کسی کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟۔ پس تم ہمیشہ اسی پر بھروسہ کرو اور ہمیشہ اس کے ساتھ اپنا معاملہ صحیح رکھنے کی فکر و کوشش کرو، اور دوسری طرف اس میں کفار و مشرکین کے لیے تہدید و تحذیر بھی ہے کہ تمہارے کرتوت اللہ تعالیٰ سے مخفی و مستور نہیں۔ تم لوگوں کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۵۸ کفارِ قریش کے بعض سنگین جرائم کا ذکر و بیان: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ وہی (بدبخت) لوگ ہیں جو اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (و باطل) پر اور انہوں نے روکا تم لوگوں کو مسجد حرام سے اور قربانی کے جانوروں کو بھی ان کی جگہ پہنچنے سے سو اس سے کفارِ قریش کے ان سنگین جرائم کو واضح فرمایا گیا۔ کہ انہوں نے کفر کیا اور تم لوگوں کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو ان کی قربان گاہ تک پہنچنے سے روکا۔ سو ایسے کفار و مشرکین اپنے کئے کرائے کی بناء پر فوری سزا کے مستحق تھے کہ وہ جرم بالائے جرم کے مرتکب ہوئے تھے مگر اللہ پاک نے اپنی بے انتہاء حکمت اور لامحدود حلم کی بناء پر ان کو فوری طور پر نہیں پکڑا بلکہ ان کو مہلت پر مہلت دی۔ سبحانہ و تعالیٰ، سو کفارِ قریش کے یہ جرائم جن کا ارتکاب انہوں نے کیا اگرچہ بڑے سنگین تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر بھی ڈھیل پر ڈھیل ہی دی۔ تاکہ جس نے سبھلنا ہو سنبھل جائے نہیں تو اپنے انجام کو پہنچ کر رہے گا۔ سو اس میں ایک خاص حکمت اور اہم مصلحت وہ تھی جس کا ذکر اگلے حاشیے میں آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۵۹ جنگ سے بچاؤ کی اصل حکمت کا ذکر و بیان: سو اس جنگ سے بچاؤ اور اس کی نوبت نہ آنے دینے کی حکمت کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کے درمیان ایسے ایماندار مرد اور عورتیں موجود تھے جن کو تم لوگ نہیں جانتے تھے۔ سو ان ایماندار مردوں اور عورتوں کی وجہ سے ان کفار و مشرکین مکہ کو کچھ اور ڈھیل مل گئی ورنہ ان کو فوری ہی دھر لیا جاتا، سو مومن صادق کا وجود خیر و برکت کا ذریعہ ہوتا ہے، جس کی خیر و برکت سے اس کے قرب و جوار کے کفار و منکرین بھی مستفید و فیضیاب ہوتے رہتے ہیں، اگرچہ ان کو اس کا احساس و اعتراف نہ ہو، جس کی ایک مثال یہ واقعہ ہے، سو کفارِ قریش کی زیادتیاں اگرچہ کھلی ہوئی اور بڑی سنگین تھیں، مگر قدرت کی حکمت و عنایت کا تقاضا یہ ہوا کہ مسلمان بھی ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائیں، جن میں بڑی مصلحت یہ تھی کہ ان کے درمیان ایسے ایماندار مرد اور عورتیں موجود تھیں جن کا علم مسلمانوں کو نہیں تھا، اسلئے ایسے میں اگر حملہ ہوتا تو کفار و اشرار کے ساتھ اور ان کے ضمن میں یہ سچے مسلمان بھی اس حملے کی زد میں آ جاتے، جس سے ان پر حرف آتا اور ان پر الزام عائد ہوتا اور دشمنوں کو ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنے اور زہر پھیلانے کا موقع ملتا۔ سو اللہ تعالیٰ اپنے خاص اور مخلص بندوں کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور ان کو محفوظ رکھا، سبحانہ و تعالیٰ۔

۶۰ ایمان والوں کی حفاظت و عنایت کا ذکر و بیان: سو اس سے مسلمانوں کو اعتراض و الزام سے بچانے کی حکمت و مصلحت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے میں مسلمانوں پر الزام عائد ہوتا کہ اس صورت میں تمہارے دشمن تمہارے خلاف یہ پروپیگنڈا کرتے کہ یہ لوگ تو اپنے ہم عقیدہ اور ہم مذہب لوگوں کے قتل و قتال سے بھی نہیں چوکتے، اور اس طرح کفار و مشرکین کو تمہارے خلاف سخت پروپیگنڈا کرنے اور زہر پھیلانے کا ایک موقع مل جاتا۔ مگر اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے تم کو اس سے بچا لیا۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی کس طرح حفاظت کرتا اور ان کو اپنی خاص عنایات سے نوازتا ہے، سو بندوں کی بہتری اور بھلائی کا راز اسی امر میں مضمر ہے کہ وہ اپنا تعلق اور معاملہ اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ صحیح رکھیں، اور اپنے جملہ معاملات اسی کے حوالے کر دیں، وہی سب کا حامی و ناصر اور کارساز و کارفرما ہے، سبحانہ و تعالیٰ، بہرکیف اس سے اس موقع پر

جنگ کی نوبت نہ آنے دینے کی ایک مصلحت وحکمت کو ذکر فرمایا گیا ہے کہ اس وقت تک وہاں پر مسلمان مرد بھی موجود تھے اور عورتیں بھی۔ سو ایسے میں اگر جنگ ہو جاتی اور مسلمان کافروں کو رگیدتے ہوئے وہاں داخل ہو جاتے تو وہاں رہنے والے وہ مسلمان بھی اس کی زد میں آجاتے جس سے حملہ کرنے والے ان مسلمانوں کو صدمہ اور افسوس الگ ہوتا۔ سو ایمان کی دولت انسان کی حفاظت و پناہ کیلئے عظیم الشان ذریعہ ووسیلہ ہے، والحمدُ لله جَلَّ وَعَلا۔ بکل حال من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ

۶۱ مسلمانوں کا وجود باعث خیر وبرکت' وَالْحَمْدُلِلّٰهِ جَلَّ وَ عَلاَ: سو اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کا وجود باعثِ خیر وبرکت ہے کہ انہی کی موجودگی کی وجہ سے اس موقع پر لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان کفار کا قصہ چکا دیا جاتا:۔ اور ان لوگوں کو اپنے کفر وشرک کی پاداش میں حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا جاتا' سو یہ عبارت لولا کے جواب مقدر کی طرف اشارہ ہے' یعنی اگر اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ تم بے علمی کی وجہ سے مکہ میں موجود ان مسلمانوں کے قتل کے مرتکب ہو کر مورد الزام ہو جاؤ گے' جو وہاں پر مشرکین کے ساتھ رہتے تھے' تو ہم تمہارے ہاتھ ان مشرکین کے قتال سے نہ روکتے اور تمہیں ان پر مسلط کر کے ان کا کام تمام کر دیتے' مگر ان مظلوم وبے کس مسلمانوں کی رعایت سے اور ان کی پامالی کے خطرہ وخدشہ کی بناء پر ایسے نہیں کیا' سو مسلمان کا وجود ایسا رحمت کا وجود ہے کہ اس کا فائدہ کفار کو بھی پہنچتا ہے' اگرچہ کفار ومشرکین کو اس کا پاس ولحاظ اور اس کا اعتراف واقرار نہ ہو' لیکن افسوس کہ آج پوری دنیائے کفر وشرک مسلمانوں کے اسی وجود خیر وبرکت کو مٹانے کے درپے ہے' اور ان کا جرم وقصور اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور بس' والعیاذُ بالله العظیم۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے اور ظالموں اور کافروں کو ہدایت دے اور جن کے نصیب میں ہدایت نہیں خدا ان کا بیڑا غرق کرے۔ آمین ثم آمین۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ اَللّٰهُمَّ خُذْهُمْ اَخذَ عَزِیْزٍ مُقْتَدِرٍ، وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَاسَکَ الذی لا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ یَا ذَاالْجَلاَلِ وَالاِکْرَامِ۔ اللہ ایمان والوں کو ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے اور اعداء کے شرور وفتن کو خود ان کی ہلاکت وتباہی کا ذریعہ بنائے' آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین،

۶۲ جنگ کو ٹالنے کی دوسری حکمت کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ تاکہ اللہ داخل فرمائے اپنی رحمت میں جس کو چاہے۔ سو یہ اس کی حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ کے تقاضوں میں سے ایک ہے کہ ان کفار کو ان کے سنگین جرائم کے باوجود فوری طور پر ہلاک کرنے کی بجائے اس نے ان کو مزید مہلت دی' تاکہ وہ ایمان لا کر خدائے پاک کی رحمت میں داخل ہو سکیں' فسبحان اللّٰهِ ما اعظم شانهٗ و مَا اَجَلَّ رحمته و عنائیة و ما اَوْسَع حِلْمُهٗ و کرمه جَلَّ و عَلا بہرکیف اس سے واضح فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا تھا کہ قریش کو خونریز جنگ میں شکست دلوا کر ان کا خاتمہ کر دیا جائے' اور اس طرح یہ ہمیشہ کیلئے فی النار والسقر ہو جائیں' کہ یہ بات اس کی رحمتِ بے پایاں کے تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتی' بلکہ اس کی رحمت کا تقاضا یہ تھا کہ ان کو ابھی کچھ اور مہلت دی جائے' اور ان کو چاروں طرف سے گھیر کر اس طرح بے بس کر دیا جائے کہ یہ کسی مزاحمت کے بغیر مغلوب ہو جائیں' اور اسلام کے حظیرۂ قدس میں داخل ہو کر اس کی رحمتِ بے پایاں سے مشرف ہو جائیں، اور ہمیشہ کے لئے عذاب سے بچ جائیں، چنانچہ ایسے ہی

ہوا اور یہ لوگ صرف دو سال کے قلیل عرصے میں فتح مکہ کے موقع پر ایمان لا کر حضرتِ حق جل مجدہٗ کی رحمت بیکراں کی آغوش میں آ گئے' والحمد للہ ربّ العالمین' ۔ سو جنگ کی نوبت نہ آنے دینے کی یہ دوسری حکمت اور مصلحت تھی جس کو یہاں بیان فرمایا گیا ہے

۶۳ مسلمانوں کی موجودگی عذاب الیم سے بچاؤ کا ذریعہ، والحمدُ للہ جَلَّ وَعَلَا: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر یہ مسلمان الگ ہو گئے ہوتے تو کافروں کو یقیناً ایک بڑا ہی دردناک عذاب پہنچ کر رہتا۔ اور اس طرح آخرت کے اصل اور دائمی عذاب سے پہلے ان کو اسی دنیا میں ایسے عذاب کا مزہ چکھا دیا جاتا جس کی مختلف شکلیں ہو سکتی تھیں ۔ والعیاذ باللّٰہِ مِنْ کُلِّ نَوْعٍ مِنَ اَنْوَاعِ الْعَذَاب ۔ سو مسلمان کا وجود رحمت کا وجود ہے جس کی وجہ سے اہل کفر و باطل بھی بسا اوقات عذابِ الیم سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ یہ توحید خداوندی اور دین حق کا امین و پاسدار اور اس کا حامل و علمبردار ہے جبکہ باقی تمام دنیا اس متاع گرانمایہ سے محروم ہے، والعیاذُ باللہ جل وعلا ۔ اس آیتِ کریمہ سے واضح طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ اگر مسلمانوں کو کسی ایسی قوم سے جنگ کرنی پڑ جائے جن کے اندر مسلمان بھی رہتے ہوں تو ان کو حتی الامکان یہ کوشش کرنی ہوگی کہ ان کے حملے سے ان مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے البتہ اگر دشمن اس سے کوئی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے مثلاً وہ ان کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کرنا چاہے یا خود مسلمان کسی وطنی عصبیت یا دنیوی اور مادی مصلحت کی بنا پر مسلمانوں سے لڑنے کیلئے آ کھڑے ہوں تو ایسے حالات میں اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے مجموعی مفاد کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا اگرچہ اس سے مسلمانوں کے کسی گروہ کو نقصان بھی پہنچ جائے کہ ملت کا اجتماعی مفاد بہر حال مقدم ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے ۔ آمین ثم آمین ، یا ربّ العالمین ، ویا ارحم الراحمین ،

اَللّٰهُمَّ !

لَاتَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَهَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا ، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا
بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّايَخَافُكَ وَلَايَرْحَمُنَا ، اِنَّكَ اَنْتَ مَوْلَانَا
وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر ، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْر ،
وَعَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر ، يَاذَاالْقُوَّةِ
الْمَتِيْن ، يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام ،

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ

جب کہ بٹھادی ان کافروں نے (اپنے کفر وعناد کی بناء پر) اپنے دلوں میں

الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

جاہلیت کی اڑ' ف۶۴ تو اللہ نے (اپنے فضل وکرم سے) اتار دیا اپنا سکون واطمینان' اپنے رسول' اور

وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا

(صدق دل سے) ایمان لانے والوں پر' ف۶۵ اور اس نے پابند کردیا ان کو (اس نازک موقع پر) تقویٰ (و پرہیزگاری) کی بات کا' ف۶۶

اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

اور وہی سب سے زیادہ اس کے حقدار بھی تھے' ف۶۷ اور اس کے اہل (اور لائق) بھی، اور اللہ تو ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے' ف۶۸ ﴿۳۶﴾

۶۴ **کافروں کی حمیتِ جاہلیہ کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب کفار اڑ گئے تھے اپنی حمیتِ جاہلیہ پر، کہ اگر ہم نے محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو اس مرتبہ مکے میں داخل ہونے دے دیا تو اس سے ہماری ناک کٹ جائے گی' روایات کے مطابق انہوں نے لات اور عُـزّیٰ کی قسمیں کھا کر کہا کہ ہم ان کو کسی قیمت پر بھی مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے' سو یہ بڑا نازک موقع تھا جس سے مسلمان فوری طور پر اور سخت اشتعال میں آسکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی' جس کے نتیجے میں کوئی اشتعال انگیز نہیں پیدا ہوئی۔ بہر کیف کفار اپنی حمیت جاہلیہ ہی پر اڑے رہے حالانکہ ان پر یہ حقیقت واضح تھی کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھی عمرہ ادا کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں جنگ کا آپ کا نہ کوئی ارادہ و پروگرام ہے اور نہ ہی کسی طرح کا کوئی سامان حرب وضرب آپ کے پاس ہے، لیکن اس سب کے باوجود ان لوگوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بیت اللہ میں داخل ہونے اور اس کے حضور اپنے ہمراہ لائی ہوئی قربانیوں کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔ جو کہ یہ کافروں کی حمیتِ جاہلیہ اور عناد اور ہٹ دھرمی کی ایک بدترین مثال تھی۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَالٍ،

۶۵ **اللہ کے رسول اور ان کے ساتھیوں پر انزالِ سکینت کے انعام کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ نے سکون واطمینان کی کیفیت اتار دی اپنے رسول اور اہلِ ایمان پر جس سے ان کے دل مطمئن ہو گئے اور انہوں نے جواباً اس طرح کی حمیت (اڑ) کو نہیں اپنایا' ورنہ جنگ اور تباہی کے شرارے بھڑک اٹھتے' اور نہ ہی انہوں نے اللہ پاک کے کسی حکم سے سرتابی کی' اور اس کے نتیجے میں اللہ پاک کی خاص رحمتوں نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا' اور ان کو صلح حدیبیہ کے نام سے ہونے والی اس عظیم الشان فتح سے نواز دیا' جو کہ فتح مبین اور آئندہ کی عظیم الشان فتوحات کیلئے اساس و بنیاد تھی' سو اہل ایمان کے لئے دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ اللہ اور اسکے رسول کی سچی اطاعت واتباع ہی ہے' اللہ نصیب فرمائے' آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ بہر کیف اس سے اس حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ یہ "انـزالِ سـکـیـنـت" اللہ تعالیٰ کی ایک خاص رحمت وعنایت تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور حضراتِ صحابہ کرام کو بطور خاص نوازا تھا، فالحـمـد للہ ربِّ العالمین بکل حال من الاحوال۔

۶۶ **حضور ﷺ کے ساتھیوں پر کلمہ تقویٰ کو لازم کردینے کی عنایت کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ

نے پکا کر دیا ان پر تقویٰ اور پرہیزگاری کی بات کو۔ یعنی کلمہءِ توحید کو جو کہ علامت و اظہار ہے دل کے اس ایمان و یقین، اور صدق و اخلاص کا جس پر تقویٰ و طہارت اور اعمال کی پوری عمارت استوار ہوتی ہے اور جس پر اللہ پاک تقویٰ و پرہیزگاری کو جما دے وہ کبھی اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتی، پس صحابہءِ کرام کا ایمان و اخلاق اور تقویٰ و طہارت ہمیشہ کے لئے ثابت اور پکا ہے، اس کے علیحدہ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں، لہٰذا جو کوئی ان کے ایمان و تقویٰ میں کیڑے نکالے گا، اور عیب لگائے گا، اس کا اپنا ایمان و تقویٰ باقی نہیں رہ سکے گا، والعیاذ باللہ اور اسی ایمان و تقویٰ کا نتیجہ و ثمرہ تھا کہ وہ حضرات ایسے نازک اور پُر خطر حالات میں بھی کسی قسم کے اشتعال میں آئے بغیر راہ حق و صواب پر قائم اور مستقیم رہے، اور ابلیس اور اس کے ایجنٹوں کی طرف سے جب بھی وسوسہ اندازی کی جاتی تو وہ اس کے مقابلے میں اس طرح کہہ کر اپنی رضا اور اطمینان کا اظہار کر دیتے، اور اس طرح یہ وفا شعار اپنی صداقت کا اعلان و اظہار کر دیتے، رضیت باللہ ربا و بمحمد رسولا وبالاسلام دینا، یعنی میں راضی ہوں اللہ کے ربّ ہونے پر اور محمد کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر۔ پس سب کا ربّ اور معبود حقیقی اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے جو کہ اس پوری کائنات کا خالق اور اس کا مالک حقیقی ہے، اور اس کے سچے اور آخری رسول حضرت محمد ﷺ اسکے نبی اور رسول ہیں، اور سچا دین اسلام ہی ہے جس کے بغیر وصول الی اللہ کے لیے کوئی دوسرا راستہ ممکن ہی نہیں۔ سو سچے مومن کے لیے یہی سچا ایمان اور پختہ یقین ڈھارس اور اصل قوت ہے۔ جس کے بعد اس کیلئے نہ کوئی ناکامی ہے، اور نہ کسی بات کی کوئی پرواہ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اسی پر ثابت قدم رکھے اور زیغ و ضلال اور کجی و انحراف کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین،

۶۷ صحابہءِ کرام کلمہءِ تقویٰ کے سب سے زیادہ حق دار اور اسکے اہل تھے: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہی اس کے لائق اور سب سے زیادہ حقدار بھی تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں۔ اسی لئے اس نے ان کو اپنے نبی کی صحبت اور اس کے دین کی خدمت کے لیے چنا تھا، اور ان کو صحابیت کے شرف عظیم سے مشرف فرمایا تھا، اور ان کو رضی اللہ تعالیٰ عنھم و رضوا عنہ، کے اس منفرد اور عظیم الشان اعزاز سے نوازا تھا جو نہ اور کسی کو ملا نہ مل سکتا ہے، اور چونکہ یہ حضرات اس کے اہل اور حقدار تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نازک اور کٹھن حالات میں بھی راہِ حق و صواب پر استوار اور ثابت قدم رکھا، سو کلمہءِ تقویٰ پر استقامت ہر مدعی کو حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ یہ انہی خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس کے حق دار اور اہل ہوتے ہیں اور حضرات صحابہءِ کرام چونکہ اس کے سب سے زیادہ حقدار اور اہل تھے اور انہوں نے اپنے عمل و کردار اور راہ حق میں اپنے ثبات و استقامت سے اپنے آپ کو اس کا اہل اور حقدار ہونا ثابت کیا تھا۔ اس لیے قدرت نے ان کو اس شرف عظیم سے نوازا تھا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا جو اپنے ایمان کی قدر کرتے ہیں اور ہر قسم کے حالات میں راہِ حق و صواب پر ثابت قدم رہنے کی کوشش رکھتے ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید.

۶۸ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے کوئی بھی چیز اور اس کا کوئی بھی پہلو اس سے مخفی و مستور نہیں رہ سکتا۔ اس لئے وہ ٹھیک جانتا ہے کہ کون کس کے لائق ہے، اور اسی کے مطابق وہ ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ فرماتا ہے جس کا وہ اہل اور مستحق ہوتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو وہ اپنے بندوں اور ان کے احوال و کوائف سے بے خبر نہیں ہو سکتا، اور وہ ان آزمائشوں سے بھی پوری طرح واقف و آگاہ ہوتا ہے جن میں ان کو ڈالا جاتا ہے، اور ان جذبات و احساسات سے بھی آگاہ ہوتا ہے جو ان کے اندر موجزن و کارفرما ہوتے ہیں، اسی کے مطابق وہ ان سے معاملہ فرماتا ہے، پس اللہ کے جو بندے اپنے اس فرض کو پوری طرح سے نبھاتے اور ادا کرتے ہیں جو ان سے مطلوب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ ہر مرحلے اور ہر موڑ پر وہ ان کی مدد کرتا اور ان کی کارسازی فرماتا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ

بلاشبہ اللہ نے سچا خواب دکھایا اپنے رسول کو جو کہ ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا' ۶۹ تم لوگ ضرور بالضرور

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ

داخل ہوؤ گے مسجد حرام میں' ۷۰ پورے امن و امان کے ساتھ' تم میں سے کچھ اپنے سروں کو منڈوائے ہوں گے'

رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ

اور کچھ اپنے بالوں کو چھوٹا کرائے ہوں گے' تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا' سو اللہ جانتا تھا ان تمام باتوں کو

تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

جن کو تم نہیں جانتے تھے' ۷۱ سو (اسی بناء پر) اس نے تمہیں اس سے پہلے ہی نواز دیا ایک قریبی فتح سے' ۷۲ ﴿۲۷﴾

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

وہ (وحدہ لاشریک) وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت (کی دولت) اور دین حق (کی نعمت) کے ساتھ' ۷۳

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾

تاکہ وہ غالب کردے اس (دین حق) کو تمام دینوں پر' ۷۴ اور کافی ہے اللہ گواہی دینے کو (حق اور حقیقت کے لئے') ۷۵ ﴿۲۸﴾

۶۹ پیغمبر علیہ السلام کے خواب کی صداقت وحقانیت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ اللہ پاک نے سچا خواب دکھایا تھا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ جو اس نے تمہارے بیت اللہ میں داخل ہونے اور اپنے بالوں کو منڈوانے اور کٹوانے سے متعلق ان کو دکھایا تھا' صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمانوں کو اپنے اس سفر سے بظاہر بے مراد واپس لوٹنا پڑا تو بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ نبی کا خواب تو سچا اور وحی ہوتا ہے، تو پھر ہمیں اس طرح بے مراد واپس کیوں لوٹنا پڑا؟ تو اس سوال کے جواب میں صلح حدیبیہ کی مندرجہ بالا مصلحتیں بیان فرمائی گئیں، اور اب آخر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کا حوالہ دے کر ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب دکھایا تھا وہ بالکل حق اور سچ تھا' اس کے مبنی برحق ہونے میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، جیسا کہ اگلے حاشیے میں بھی آرہا ہے' پس وہ رؤیا (خواب) بالکل حق اور صدق تھا خواب پریشان کے قسم کی کوئی چیز نہیں تھی، بلکہ بالکل مبنی برحق تھا۔ سو بالحق کے کلمہ کریمہ سے اس کی صداقت وحقانیت کو مؤخر فرمادیا گیا۔ پس اتنی بات ہوئی کہ وہ خواب اس سال پورا نہیں ہوا جس میں کئی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں جن میں سے کچھ کا ذکر اوپر والی آیات کریمات میں فرمایا گیا ہے، اور سب کا ادراک واحاطہ اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے کہ وہی وحدہ لاشریک ہے۔ جس کا علم بھی کامل ہے اور اس کی قدرت وحکمت اور رحمت وعنایت بھی کامل وشامل ہے سبحانہ وتعالیٰ۔ سو اس سال اہل ایمان کیلئے عمرہ کی راہ اچھی طرح ہموار کردی گئی۔

تاکہ آئندہ سال جب مسلمان آئیں تو ان کو کوئی خوف اور خطرہ درپیش نہ ہو اور وہ پورے اطمینان سے عمرہ کریں۔ والحمد للہ جل وعلا۔

۷۰ صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دخولِ بیت اللہ کی بشارت: سو ارشاد فرمایا گیا اور ادوات تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ ضرور بالضرور داخل ہوؤ گے مسجد حرام میں، جب نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو صلح کے بعد حدیبیہ سے ہی واپس چلنا پڑا، تو بعض حضرات کے دل میں اس طرح کے شکوک پیدا ہونے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کا کیا ہوا، جو آپ ﷺ نے دخول بیت اللہ اور ادائیگی عمرہ کی خوشخبری سے متعلق سنا تھا، چنانچہ ان میں سے کچھ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ یہ خواب اسی سال پورا ہوگا؟ عرض کیا گیا نہیں، یہ تو آپ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میرا خواب ضرور پورا ہو کر رہے گا چنانچہ اگلے سال یعنی سات ہجری میں یہ پورا ہو کر رہا، سو صلح حدیبیہ اور ادائیگی عمرہ سے اس پورے قصے سے اہل بدعت کے ان تمام شرکیہ عقائد کی جڑ کٹ جاتی ہے جو وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب، حاضر و ناظر، اور مختارِ کل ہونے کے بارے میں رکھتے ہیں، کہ یہ واقعہ ان سب کی مکمل اور واضح تردید کرتا ہے ھداھم اللہ الی الحق والصواب بہرکیف حضرات صحابہ کرام رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین کو مسجد حرام میں داخلے کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ انشاء اللہ ضرور بالضرور داخل ہوؤ گے مسجد حرام میں پورے امن وسکون اور اطمینان کے ساتھ اس حال میں کہ تم میں کچھ نے اپنے سروں کو منڈوا رکھا ہوگا اور کچھ نے اپنے بالوں کو چھوٹا کروا کر رکھا ہوگا۔ حلق وقصر میں سے اگرچہ افضلیت حلق ہی کیلئے ہے لیکن اجازت چونکہ قصر کی بھی ہے اس لیے یہاں پر ذکر ان دونوں کا فرمایا گیا ہے۔ سو اس سے یہ واضح فرما دیا گیا کہ یہ جماعت ان دونوں ہی قسم کے زائرین پر مشتمل ہوگی چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ تم میں سے کچھ لوگوں نے حلق کرا رکھا ہوگا اور کچھ نے قصر پھر تحلیق یعنی منڈھوانے کے مقدم ذکر کرنے سے اسکی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور اسی بات کی مختلف احادیث میں تصریح فرمائی گئی ہے

۷۱ التوائے عمرہ کی بعض مصلحتوں کی طرف اشارہ: سو اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے علم کے کمال اور اس کے شمول کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ وہ کچھ جانتا تھا جو تم لوگ نہیں جانتے تھے۔ یعنی وہ اسرار و رموز اور حکمتیں جن میں سے کچھ کا ذکر یہاں ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ہیں جن کا ادراک اللہ پاک کے فضل وکرم سے اور عقل وفکر کے صحیح استعمال سے کیا جا سکتا ہے، اور جن کا بیان بڑی بسط کا متقاضی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی وہ جن کا علم واحاطہ اللہ پاک ہی کو ہے، کہ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے وَ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا پس مومن کا کام ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولِ برحق کے ارشادات وفرامین پر مطمئن رہے، کہ دارین کی سعادت وسرخروئی بہرحال اللہ اور اسکے رسول کی سچی پکی اطاعت وفرمانبرداری ہی میں محصور ومنحصر ہے۔ فَاِیَّاکَ نَسْئَلُ اللّٰھُمَّ التَّوْفِیْقَ لما تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ بِکُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃِ سو التواءِ عمرہ میں جو مصلحتیں مضمر تھیں ان کو تم لوگ نہیں جانتے تھے، لیکن اللہ کے علم میں وہ سب موجود تھیں اس لیے تم لوگ اس سال عمرہ نہیں کر سکے، لیکن حدیبیہ کی اس صلح کی بناء پر تم لوگ اگلے سال پورے اطمینان اور امن وسکون کے ساتھ عمرہ کرو گے، اور تم اپنے سروں کے بالوں کو کٹوائے اور مونڈھوائے مسجد حرام میں داخل ہوؤ گے، پس یہ التواء اس خواب کے خلاف نہیں ہوا،

بلکہ یہ اس کی تمہید کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاکہ اس کی بنا پر تم لوگ اگلے سال پورے امن وسکون کے ساتھ عمرہ ادا کرو اور تمہیں کسی قسم کا کوئی خوف وخطرہ اور خدشہ واندیشہ نہ ہو۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ احاط بِکُلِّ شیءٍ علما. سبحانہ وتعالیٰ،

۷۲ فتح قریب کی نوازش کا ذکر اور اس سے مقصود ومراد؟: سوارشاد فرمایا گیا کہ اس نے تم کو نواز دیا اس سے پہلے ایک قریبی فتح سے۔ یعنی صلحِ حدیبیہ سے جو کہ اصل میں فتح مبین تھی اور اسکے کچھ ہی بعد فتح خیبر سے بھی نوازا (المراغی، الجامع وغیرہ) سو یہ حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے ایک انعام تھا جس سے حضرات صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی اس بے مثال جان نثاری و فداکاری پر نوازا گیا، جس کا ثبوت انہوں نے حدیبیہ کے موقع دیا تھا، اہلِ تحقیق صلح حدیبیہ ہی کو اس کا اصل مصداق قرار دیتے ہیں کہ یہی صلح دراصل بعد کی ہر بڑی فتح کی اصل اور اساس تھی، اس لیے اس کو سورہ کریمہ کے شروع میں فتح مبین فرمایا گیا، اور یہی فتح قریب فتح مکہ کا دیباچہ ثابت ہوئی، مکہ مکرمہ کی فتح اگرچہ ابھی کچھ دور تھی لیکن صلح حدیبیہ کی اس فتح مبین نے اس کی راہ ہموار کر دی تھی۔ اس لیے اس کو فتح قریب سے تعبیر فرمایا گیا کہ گویا اس کے بعد اب وہی اصلی فتح ظاہر ہونے والی ہے جو اگرچہ ابھی ظاہر نہیں ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے احاطہءِ علم وقدرت میں لے رکھا ہے، جیسا کہ اوپر اسی سورۃ کی آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا۔ سو اب وہ اتنی قریب ہے کہ اب آیا ہی چاہتی ہے۔ والحمد للہ جَلَّ وَعَلاَ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین،

۷۳ نعمت دین وہدایت کی نوازش کا ذکر وبیان: سو اس سے نعمتِ دین اور محورِ حق سے سرفرازی کی نعمت کا ذکر وبیان فرمایا گیا ہے، اور اسی کے ضمن میں فتح مکہ کی بشارت سے بھی سرفراز فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اللہ وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ جس کی لامحدود حکمت وقدرت اور بے انتہا علم وفضل کے کچھ مظاہر تم دیکھ اور سن چکے ہو، اسی نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کاملہ اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، تاکہ تاقیام قیامت دنیا کے لئے راہ حق وہدایت کو تمام وکمال واضح کر دیا جائے، سو اب نور ہدایت اور دین حق وہی ہے جو اس نبیءِ برحق کے ذریعے دنیا کو عطاء فرمایا گیا ہے، اس کے سوا اور کہیں سے بھی حق وہدایت کی روشنی نہیں مل سکتی، پس جو لوگ اس دین اور اس پیغمبر پر ایمان لانے کے شرف سے محروم ہیں، وہ سراسر اندھیروں میں ہیں، خواہ وہ مادی ترقی کے اعتبار سے کتنے ہی آگے کیوں نہ نکل گئے ہوں، بہرکیف اس ارشاد میں فتح مکہ کی بشارت کو دوسرے الفاظ میں ذکر فرمایا گیا ہے اس لیے کہ اسی کی فتح پر پورے ملک کے اندر دینِ حق کے غلبے کا مدار وانحصار تھا۔ چنانچہ اس فتح کے حاصل ہو جانے کے بعد وہ تمام ادیان جو عرب میں موجود تھے سب کے سب اسلام کے آگے سرنگوں ہو گئے۔ اور تھوڑی ہی مدت کے اندر وہ وقت آ گیا کہ جب نبی ﷺ نے صاف اور صریح طور پر یہ اعلان فرما دیا کہ اب اس ملک میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے۔ یعنی اب اس میں دین حق اسلام ہی کا غلبہ اور اسی کی حکمرانی ہوگی کہ حق بہر حال یہی ہے اور صرف یہی ہے اور غلبہ اسی کا حق اور اسی کا مقدر ہے۔

والحمد للہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْوَهَّاب،

۷۴ غلبہ دینِ حق ہی کی شان اور اسی کا مقدر ہے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اللہ جس کی یہ اور یہ شانیں بیان ہوئیں اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تا کہ وہ غالب کردے اس کو تمام دینوں پر۔ چنانچہ اس سے پہلے کے تمام ادیان منسوخ کر دیئے گئے' اور جہاں بھی کہیں کسی عقیدہ یا عمل کا فساد تھا' اسے واضح کر دیا گیا اور اب قیامت تک یہی دین سربلند رہے گا' حجت و برھان کے لحاظ سے تو غلبہ ہے ہی اسی کے لئے' کہ دین حق بہر حال یہی اور صرف یہی ہے' مگر سیاسی اور ظاہری غلبہ بھی اسی کو نصیب ہوگا' جب کہ اس کے حاملین اور پیروکاروں (مسلمانوں) کے اندر وہ مطلوبہ صفات پائی جاتی ہوں گی' جن کا اس کام کیلئے پایا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ اس کا سب سے پہلا ظہور مکہ مکرمہ میں ہوا' جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں صحابۂ کرام۔ علیھم الرحمۃ والرضوان۔ کی قدسی صفت جماعت کے ہاتھوں مکہ مکرمہ فتح ہوا اور اس مرکز توحید کو بتوں اور شرک کی نجاست سے پاک کر دیا گیا' غلبہ وحق بتمام وکمال واضح ہو گیا' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا کہ ''لا یمحع فیہ دینان'' یعنی اب اس میں دو دین جمع نہیں ہو سکیں گے بلکہ ہمیشہ دینِ حق اسلام ہی کا غلبہ رہے گا چنانچہ آج تک یہی ہے کہ اس شبہ جزیرہ میں دینِ غالب اسلام ہی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ایسے ہی رہے گا اور اسکے بعد اس حقیقت کا ظہور خلافتِ راشدہ کے دورِ خیر و برکت میں ہوا۔ اور پھر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ایک اہم اور واضح حقیقت ہے۔ آج دنیا میں کوئی خطہ ایسا نہیں' جہاں اس دین حق کی برکتیں نہ پہنچی ہوئی ہوں' اور اس کا آوازہ بلند نہ ہو رہا ہو' اور آج جب کہ راقم آثم یہ سطور تحریر کر رہا ہے واشنگٹن امریکہ میں دس لاکھ کالے لوگوں نے اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اسلام کے حق میں امریکہ کی تاریخ کا سب سے بڑا مظاہرہ کیا ہے' جس کا غلغلہ آج ساری دنیا میں پایا جاتا ہے۔ فالحمد للہ رب العلمین۔ یہاں پر اس ارشاد ربانی میں جیسا کہ اوپر والے حاشیے میں قدرے تفصیل سے گزرا فتح مکہ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دین حق کے غلبہ کیلئے یہ اہم اساس و بنیاد ہے'۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد پورے ملک پر یہی دین حق غالب ہو کر رہا اور باقی سب دین اس کے آگے سرنگوں ہو گئے، اور فوج در فوج اس دینِ حق کے ذخیرۂ قدس میں داخل ہونے لگے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِیَدِهٖ زِمَامُ کل شیءٍ، فَعَلَیْهِ نَتَوَکَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ، وَهُوَ الْهَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی، اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی، مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیٰوةِ، وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْوَهَّابُ مُلْهِمُ الصِّدْقِ وَالصَّوَابِ، وَالْهَادِیْ اِلَی الْحَقِّ وَالرَّشَادِ، جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی،

۷۵ اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ووافی سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی جَلَّ وَعَلَا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ کافی ہے اللہ پاک گواہی دینے کے لئے، ایسا کافی کہ اس کے بعد کسی اور کی گواہی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اور وہ گواہی دے رہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں' اور وہ دین جو ان پر نازل فرمایا گیا ہے وہ دین حق ہے' اور اسی نے ظاہر اور غالب ہو کر رہنا ہے' تو اب اگر یہ کفار نہیں مانتے اور یہ صلح نامے پر ''بسم اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' لکھنے کے بھی روادار نہیں ہیں' جیسا کہ ان کے نمائندے سہیل بن عمرو نے اس موقع پر کیا تھا' تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ حق تو بہر حال حق ہی ہے اور اللہ پاک کی گواہی بہر حال کافی ہے' پس منکرین کے انکار اور کفر و تکذیب سے نہ تو پیغمبر کو دل برداشتہ ہونے کی ضرورت ہے، اور نہ مسلمانوں کو' سو اس میں اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لئے تسلی بھی ہے، اور اس کے ضمن میں فتح مکہ کی بشارت بھی۔ فالحمد للّٰہ رب العلمین۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دین حق یہی دین اسلام ہے جس کو اب رسول ہدی لے کر مبعوث ہوئے ہیں اور اب غلبہ بہر حال اسی کا ہے۔ یہ قدرت کا اٹل اور واضح فیصلہ ہے جس کو نہ یہود و نصاریٰ میں سے کوئی بدل سکتا ہے اور نہ مشرکین عرب اس کا راستہ روک سکتے ہیں۔ اسی مضمون کو پ ۱۰ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۳۲ اور ۳۳ میں بھی واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۝ ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ لا وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ اس کو ساری دنیا پر غالب فرمائے اور کفر و باطل کو، اور اسکے علمبرداروں کو اسکے زیرنگیں فرمائے آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، فالحمدللہ الذی بیدہ زمام کل شی وعَلَیْہِ نتوکل وبہ نستعین، وھوالھادی الی سوء السبیل، اللھم وفقنا لما تحب وترضی من القول والعمل بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ، سبحانہ وتعالیٰ

-----------❀❀❀-----------

اِلٰھِیْ اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَۃً، فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ، وَحُقُوْقًا کَثِیْرَۃً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ، اَللّٰھُمَّ مَاکَانَ لَکَ مِنْھَا فَاغْفِرْہُ لِیْ، وَمَاکَانَ لِخَلْقِکَ مِنْھَا فَتَحَمَّلْہُ عَنِّیْ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ، وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَایُجَارُ عَلَیْہِ، وَھُوَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ، وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ، وَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

-----------❀❀❀-----------

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى

محمد اللہ کے رسول ہیں، ۷۶ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں

الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ

بڑے سخت، اور آپس میں انتہائی مہربان ہیں، ۷۷ تم انہیں دیکھو گے تو ان کو رکوع و سجود کرنے والے، اور (ہر حال میں) اللہ کا

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش کرتے پاؤ گے، ۷۸ ان کی نشانی (چمک رہی ہوتی) ان کے چہروں میں،

مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَ

سجدوں کے اثرات کی بناء پر، ۷۹ یہ ہے ان کی صفت تورات میں، ۸۰ اور

مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ

ان کی صفت انجیل میں، مثل اس کھیت کے جس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اس کو قوت دی،

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

جس سے وہ موٹی ہوگئی، پھر وہ سیدھی کھڑی ہوگئی اپنے تنے پر، جو خوشی کا سامان بنتی ہے کاشتکاروں کے لئے، تاکہ وہ

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

جلائے ان کے ذریعے کافروں (کے دلوں) کو، وعدہ فرمایا ہے ۸۱ اللہ نے ان میں سے ان (خوش نصیبوں) سے جو (صدق دل سے)

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

ایمان لائے اور (اس کے مطابق) انہوں نے کام بھی نیک کئے، ۸۲ عظیم الشان بخشش اور بہت بڑے اجر و (ثواب) کا۔ ۸۳ ﴿۲۹﴾

۷۶ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں: بغیر کسی شک و ریب کے، کفار و مشرکین کے نہ ماننے سے اس امر واقع اور حقیقت صادقہ کی حقانیت و صداقت میں کسی فرق آنے کا کوئی سوال ہی نہیں، البتہ انکار کرنے والے اپنے اس انکار کی پاداش میں اس ہولناک خسارے میں مبتلا ہوں گے، جس جیسا اور کوئی خسارہ ممکن نہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔ یہ اس ارشاد عالی کے معنی و مطلب کا ایک احتمال ہے جو اس پر مبنی ہے کہ، محمد رسول اللہ، مبتداء و خبر ہیں اور ''وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ الخ'' کلام مستانف ہے جبکہ اس کی ترکیب میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ یہ یہاں پر صفت اور عطف بیان کے حکم میں ہے، اور اس کی خبر آگے ''اَشِدَّاءُ علی الکفّار، الخ'' ہے۔ جو کہ تورات میں وارد تمثیل کی طرف اشارہ ہے، جس میں پورے زمرۂ مومنین کی تصویر پیش فرمائی گئی ہے، اور ظاہر ہے کہ اس میں گل سرسبد کی

حیثیت اللہ کے رسول ہی کو حاصل ہے' اس لیے اس ترکیب میں معنوی زور کہیں زیادہ ہے' جبکہ پہلی ترکیب کی صورت میں یہ زور نہیں پایا جاتا لہٰذا یہی دوسری ترکیب زیادہ بلیغ اور موثر ہے جیسا کہ ظاہر و واضح ہے' بہرکیف اس ارشاد ربانی میں حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور آپ کی صداقت وحقانیت کا صاف اور صریح طور پر اعلان فرمایا گیا ہے اور یہ ایک نہایت اہم اور بنیادی حقیقت ہے۔ جس پر دین حق کی پوری عمارت قائم ہے' کیونکہ دین حق کی اصل بنیادیں دو ہی ہیں۔ ایک اللہ پاک کی وحدانیت اور دوسری اس کے رسول کی رسالت۔ اسلئے مومن صادق اپنے کلمہ توحید میں جو کہ دین حق میں داخلے کا دروازہ ہے انہی دو بنیادی اور اہم حقیقتوں کا اقرار واعتراف کرتا ہے اور کہتا ہے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی سے سرفرازی کیلئے اسکے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لایا جائے اور ان کے بتائے ہوئے صراط مستقیم کی پیروی کی جائے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، بِكُلِّ حالٍ مِّنَ الْاَحْوَال،

۷۷ حضرات صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دو اہم صفات کا ذکر و بیان:

سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ کفار کے مقابلے میں بڑے سخت اور آپس میں نہایت مہربان ہیں۔ جو کہ علامت اور ثبوت ہے ان کے تصلّب فی الدین اور ان کی غیرت و حمایت حق کا۔ چنانچہ وہ کفار کے ساتھ تو اپنے جسموں اور کپڑوں کا مس کر جانا بھی گوارا نہیں کرتے تھے' مگر اہل ایمان کے ساتھ ملتے تو سلام اور سلامتی کی میٹھی اور پیاری دعاؤں کے علاوہ ان کے ساتھ مصافحے بھی کرتے اور معانقے بھی' کہ ان کے نزدیک دین وایمان کا رشتہ ہی اصل اور سب رشتوں سے بڑا رشتہ تھا اور ہے' اور ان کے آپس کے جو اختلافات اور مشاجرات تھے' وہ بھی دراصل دینی حماس و جزبہ کی شدت کی بناء پر ہی تھے' اور یہ اختلافات چونکہ اجتہادی امور پر مبنی تھے' اس لئے ان کے باعث ان پر کسی طرح کی کوئی حرف گیری بھی جائز نہیں ہوسکتی' اور ان پر کوئی حرف گیری ونکتہ چینی آخر کس طرح جائز ہوسکتی ہے' جب کہ ان سب کو بلا استثناء اور بدوں کسی شرط وقید کے ربّ العٰلمین کی طرف سے رضامندی کی سند اس کے کلام محکم نظام کے اندر مل چکی ہے اور صاف وصریح طور پر مل چکی ہے' رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنه اور ان کے نزدیک اصل دولت چونکہ دین وایمان ہی کی دولت ہے اس لیے اس کے بارہ میں یہ بڑے سخت اور پختہ عزم والے ہیں اور ان کی اتباع وپیروی ہی صحت وسلامتی اور نجات کی راہ ہے، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، بِكُلِّ حالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، اللہ ہم سب کو ان کی پیروی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین،

۷۸ حضرات صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شانِ عبدیت وعبادت کا ذکر و بیان:

۔ سو اس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اپنے خالق کے ساتھ ان کے رشتہء عبدیت وعبودیت کے کمال کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ تم ان کو رکوع وسجود کی حالت ہی میں پاؤ گے۔ یعنی تم ان کو نماز ہی کی کسی حالت میں پاؤ گے کہ یہ ان کا سب سے زیادہ محبوب اور مقدس مشغلہ تھا اور اس سے ان کا مقصود ومطلوب اپنے خالق ومالک کی رضا چاہنا ہوتا تھا اور بس۔ فرضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔ سو اس ارشاد عالی میں ان حضرات کی توجہ الی اللہ شب بیداری اور تہجد گزاری کی تصویر پیش فرمائی گئی ہے،

یعنی یہ حضرات تقویٰ و پرہیز گاری اور خدا ترسی میں ایسی امتیازی شان کے مالک ہیں کہ جو بھی کوئی ان کو دیکھے گا اس پر پہلی ہی نظر میں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ لوگ دنیا کے عام انسانوں سے یکسر مختلف ہیں' یہ ایسے قدسی صفت لوگوں کی جماعت ہے جن کی زندگی کا اصل مقصد اور حقیقی نصب العین خداوند قدوس کی رضا طلبی ہے' چنانچہ جو بھی ان کو دیکھے گا وہ ان کو کبھی رکوع میں پائے گا، اور کبھی سجود میں' یا پھر جہاد فی سبیل اللہ، میں جہاں وہ اپنے خالق و مالک کے حضور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی کوشش میں ہوتے ہیں، جیسا کہ روایات میں ان کے بارہ میں وارد ہے کہ وہ رات کے راہب اور دن کے شیر تھے۔ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ اُسُوْدٌ فِي النَّهَار (الصفوۃ وغیرہ) سو اس سے حضرات صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس کمال توازن و اعتدال کو بیان فرمادیا گیا ہے جو وہ حضرت خالق جل مجدہ کے حقوق اور اس کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں رکھتے تھے۔ وہ اپنے خالق کے حق عبادت و بندگی کو بھی پوری طرح ادا کرتے تھے اور اس کے حضور رکوع و سجود کی حالت میں رہتے تھے اور اس کے بندوں کے حقوق کے سلسلے میں وہ ہر کسی کے ساتھ وہ رویہ رکھتے تھے جس کا وہ اہل اور مستحق ہوتا تھا۔ اور یہی تقاضا ہے کمال عدل و انصاف اور رُشد و صلاح کا' اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی سچی محبت اور اتباع و پیروی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

۷۹ ان کی نشانی ان کے چہروں میں: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہوگی سجدوں کے اثر سے۔ یعنی وہ نور جس کے اثرات ان کے چہروں پر چمک دمک رہے ہوتے ہیں اور یہ پرتو ہے ایمان و یقین اور خشوع و خضوع کے اس نور کا جو ان کے دلوں میں جاگزیں تھا' جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انسان اپنے باطن میں جو بھی کچھ چھپائے گا اللہ پاک اس کو اس کے چہرے کے صفحات اور اس کی زبان کی حرکات سے ظاہر فرمادے گا (مَا اَسَرَّ اَحَدٌ سَرِيْرَةً اِلَّا اَبْدَاهَا اللّٰهُ عَلٰى صَفَحَاتِ وَجْهِهِ وَفَلْتَاتِ لِسَانِه) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے باطن کو صحیح رکھا اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو صحیح فرمادیتا ہے (مَنْ اَصْلَحَ سَرِيْرَتَهٗ اَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهٗ) اور خود حضرت نبی معصوم علیہ السلام سے حدیث مرفوع میں مروی ہے کہ انسان اپنے باطن میں جو بھی کچھ پوشیدہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی چادر اس کے ظاہر پر اوڑھا دیتے ہیں، خیر ہوگا تو خیر کی چادر اور شر ہوگا تو شر کی چادر' (والعیاذ باللہ) چنانچہ ارشاد فرمایا ''مَااَسَرَّ اَحَدٌ سَرِيْرَتَهٗ' اِلَّااَلْبَسَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى رِدَائَهَا اِنْ خَيْرًا فَخَيْرًا وَ اِنْ شَرًّا فَشَرًّا (رواہ الطبرانی وغیرہ) سو انسان کے باطن میں جو بھی کچھ ہوتا ہے اس کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہو جاتے ہیں' واضح رہے کہ چہرے کی اس نشانی سے مراد ماتھے کا وہ گٹا نہیں جو بعض لوگوں کی پیشانیوں پر ظاہر ہو جاتا ہے' اور جس کو عام طور پر ماتھے کا محراب کہا جاتا ہے' کیونکہ یہ نہ تو سب حضرات کے ماتھے پر ظاہر ہوتا ہے' اور نہ ہی اس کو باطن کی صفائی کی نشانی قرار دیا جاسکتا ہے' جیسا کہ حضرات اہل علم نے اس کی تصریح فرمائی ہے' چنانچہ امام تفسیر حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے ماتھے پر مینڈھے کے گٹے کے برابر اس طرح کا نشان ہو' مگر اس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت اور فرعون کے دل سے بھی زیادہ شقی اور بدبخت ہو، والعیاذ باللہ العظیم سو اس سے مراد باطن کا وہ نور ہے جو خشوع و خضوع کے اثر سے اہل ایمان کے چہروں پر ظاہر ہوتا ہے

(روح، قرطبی، مراغی، ابن کثیر، محاسن التاویل، خازن، مدارک، اور معالم وغیرہ) البتہ اگر باطن کی صفائی اور نور کے ساتھ ظاہر کا یہ نشان بھی موجود ہو تو وہ اس ذیل میں نہیں آئے گا بلکہ وہ تو نور علی نور کے قبیل سے ہوگا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ دو قطرے اور دو نشان اللہ کو بڑے پسند اور محبوب ہیں۔ دو قطروں سے مراد ایک تو خون کا وہ قطرہ ہے جو مجاہد اللہ کی راہ میں گراتا ہے اور دوسرا آنسو کا وہ قطرہ جو انسان خدا کے خوف سے گراتا ہے۔ اور دو نشانوں سے مراد ایک تو وہ نشان ہے جو مجاہد کو جہاد کے دوران زخم سے لگتا ہے اور دوسرا انسان کا وہ نشان جو کسی عبادت کے نتیجے میں اس کو لگتا ہے۔ سو اوپر جو کچھ اس نشان (سیما) کے بارے میں بیان ہوا یہ اس صورت میں ہے جبکہ کوئی بتکلف ایسا کرے کیونکہ بتکلف ایسا کرنا ریا کاری کے زمرے میں آتا ہے جو کہ ممنوع و محذور ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم،

۸۰ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال تورات میں: سو اس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفت سے متعلق اس مثال کا ذکر اور بیان فرمایا گیا ہے جو ان کے بارے میں تورات میں وارد ہوئی تھی، تورات اور انجیل دونوں کو اگرچہ تحریف و تغییر کے ذریعے کچھ کا کچھ بنا دیا گیا، اور خاص کر ان امور کے بارے میں زیادہ ہی تحریف کا ارتکاب کیا گیا، جن کا تعلق حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و حقانیت سے تھا، مگر اس کے باوجود تورات اور انجیل میں آج بھی ایسی باتیں موجود ہیں جن کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی ہو سکتا ہی نہیں، مثال کے طور پر استثناء باب ۳۳۔۲ میں مذکور ہے خداوند سینا سے آیا'' اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت بھی ان کیلئے تھی'' سو اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی ہو سکتا ہی نہیں، اس میں جبل فاران کا صریح ذکر بھی ہوا ہے اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمودار ہونے کا صریح لفظوں میں حوالہ بھی، اور یہ ایک مسلّم تاریخی حقیقت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے، اور یہاں پر قرآن حکیم میں تورات کی اس مثال کا ذکر بھی مسلمانوں کے غلبہ اور تمکن ہی کے پہلو سے فرمایا گیا ہے، اور اس پیشگوئی میں جو آتشیں شریعت کا ذکر فرمایا گیا ہے تو اس سے مراد شریعت اسلام ہی ہے جس میں جہاد کا حکم بھی دیا گیا ہے، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ''اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّار'' کے الفاظ بھی ذکر فرمائے گئے ہیں، یعنی یہ کہ وہ کفار کے مقابلے میں بہت سخت ہوں گے۔ سو اس پیشینگوئی کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہی ہیں، علیہم الرحمۃ و الرضوان،

۸۱ حضرات صحابہ کرام کی مثال انجیل میں: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کی مثال انجیل میں ایسے ہے جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو سہارا دیا۔ پھر وہ سخت ہوگئی اور اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی، وہ کسانوں کے دلوں کو موہ نے لگتی ہے، تا کہ وہ ان کے ذریعے کافروں کے دلوں کو جلائے، سو اس سے تمثیل کے نتیجے کا اظہار و بیان فرمایا گیا ہے کہ جب اس تخم حق کی فصل شباب پر آئے گی تو حق والوں کے دل موہ لے گی لیکن کافروں کے دل جلیں گے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام پر جلنا اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ چنانچہ اسی سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ بعض ائمہ مجتہدین نے روافض کو کافر قرار دیا ہے (ابن کثیر، محاسن التاویل، مدارک، معالم، روح، قرطبی وغیرہ) اور حقیقت بھی یہی ہے کہ روافض (شیعہ) کے عقائد صریح طور پر کفریہ عقائد ہیں،

جیسا کہ علماءِ حق نے اس بارہ میں تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ ہمارے اس دور کے علماء کرام اور فقہاء عظام نے ابھی چند ہی سال قبل انہی وجوہ کفر کی بناء پر تکفیر شیعہ کا اجماعی فتوی دیا ہے، جو کہ طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے، و العیاذ باللہ جل و علا ' بہرکیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ آخر میں یہ چھوٹی سی جماعت ترقی اور قوت کے ایسے بام عروج کو پہنچ جائے گی کہ کفار ان کے اس عروج اور ترقی کو دیکھ کر حسد اور حسرت میں جلیں گے، سو حضرات صحابہ کرام سے محبت اور دل کا تعلق ایمان کی علامت اور ان سے بغض وعناد۔ والعیاذ باللہ ۔کفر کی نشانی، علیھم الرحمۃ و الرضوان ۔سو ان دونوں میں سے پہلی یعنی تورات کی مثال میں حضرات صحابہءِ کرام رضی اللہ عنہم کی شانِ غلبہ اور تمکن کو واضح فرمایا گیا ہے اور دوسری میں اسلام کے تدریجی عروج وکمال کو واضح فرمایا گیا ہے، جو کھیتی اور دانے کی مثال سے پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

۸۲ حضراتِ صحابہءِ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل تھے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا ہے ان میں سے ان خوش نصیبوں سے جو صدقِ دل سے ایمان لائے اور اس کے مطابق انہوں نے کام بھی نیک کیے۔ یعنی یہ بشارت سب صحابہءِ کرام کیلئے ہے کہ وہ سب کے سب ایسے ہی تھے اور یہ من تبعیضیہ نہیں بیانیہ ہے (روح، محاسن، مدارک، خازن، جامع، ابن کثیر وغیرہ)۔ سو اس سے یہ واضح فرمادیا گیا ہے کہ ان حضرات کو یہ انعام اور فضل، ایمان اور عمل صالح کی بناء پر ہی نصیب ہوا لہذا انکے نقش قدم پر ان کے بعد آنے والے ہر امتی کو بھی ایمان اور عمل صالح کی اسی دولت کو سب پر اہمیت اور فوقیت دینی چاہیے "اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لما تحب و ترضی من القول والعمل، فی بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ" بہرکیف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب عدول اور رحمت و رضاء خداوندی سے بہرہ مند و سرفراز تھے۔ اور وہ دین حق کے صحیح اور سچے نمائندے تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ارضا ھم اجمعین، و عنامعھم بِمَحْضِ مَنِّکَ و کَرَمِکَ یا ارحم الراحمین ،واکرم الاکرمین،

۸۳ حضراتِ صحابہءِ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے اجرِ عظیم کے وعدے کا ذکر و بیان: سو اس سے حضرات صحابہؓ کیلئے عظیم الشان بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ اور اعلان فرمادیا گیا۔ پس ان حضرات سے بشری تقاضوں کی بناء پر جو کوتاہیاں سرزد ہو گئی ہوں گی، ان کو معاف فرمادیا جائے گا، اور ان کو جنت کی عظیم الشان نعمتوں سے نواز دیا جائے گا اور جو ان حضرات کے نقش قدم پر چلیں گے ان کے لئے بھی یہی بشارت ہے (ابن کثیر، مراغی وغیرہ) بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ جو لوگ ان صفات کے مصداق اور ایمان وعمل میں راسخ اور پختہ کار ہونگے، اللہ تعالیٰ ان کو عظیم الشان مغفرت و بخشش اور اجر عظیم سے نوازے گا، رہے وہ لوگ جو زبانی کلامی ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ان کی ہمدردیاں اللہ اور رسول ﷺ سے زیادہ اسلام کے دشمنوں سے ہیں تو وہ اپنے انجام سے دوچار ہو کر رہیں گے کیونکہ ایسے لوگ اپنی چرب زبانی اور اپنی ملمع سازیوں کے ذریعے اگرچہ دنیا سے اور عام لوگوں سے چھپ سکتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے چھپنا ممکن نہیں، والعیاذ باللہ العظیم ۔اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اور ہر موقع ومقام پر اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس وشیطان کے ہر مکروفریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین ۔وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین، الذی بیدہ زِمامُ کلِ شیءٍ ، وھوالھادی اِلٰی سَواءِ السبیل ،سبحانہ وتعالیٰ ،وَھٰذَا اٰخِرُ مَاکَتَبْنَا فی تفسیر سورۃ الفتح بتوفیقٍ مِّنَ اللّٰہ تعالیٰ وعنایتہ فلہ الحمد ولہ الشکر،

☆——— تکمیل پروف ریڈنگ ۹ محرم ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۔ مئی ۱۹۹۹ء بروز منگل بوقت پونے چھ بجے شام سطوہ دبی متحدہ عرب امارات، والحمد لله ربّ العالمين، فانه لاتتم الصالحاتُ الا بتوفيق منه سبحانه، و تعالىٰ۔ فله الحمد وله الشكر قبل كل شيىء وبعد كل شيىء وهو الاهل للحمد في الاولى والاخرة فعليه نتوكل و به نستعين في كل انٍ وّحين، وبكلّ حالٍ مِن الاحوال، وفي كل موطن من المواطن في الحياة، وهو العزيز الوهاب،

☆——— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز بدھ بوقت سوا گیارہ بجے شب، سطوہ دبی متحدہ عرب امارات، و الحمد لله ربّ العالمين، الذى هدانا لهٰذا وما كنا لنهتدى لولا أن هدانا الله سبحانه، وتعالىٰ

☆——— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۳ شعبان ۱۴۲۲ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء بروز بدھ بوقت ساڑھے نو بجے صبح بمکان خود سطوہ دبی متحدہ متحدہ عرب امارات، و الحمد لله ربّ العالمين، الذى منه الهداية و العناية، واليه المرجع والمآب، جل وعلا وتبارك و تعالىٰ۔

☆——— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۲۳ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۴ مئی ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ بوقت ساڑھے پانچ بجے شام مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل)، منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمد لله ربّ العالمين. بكل حالٍ من الاحوال۔

☆——— اللّمسَاتُ الاخيرة (Finaltouches) ۱۰۔ صفر ۱۴۲۵ھ مطابق ۳۱۔ مارچ ۲۰۰۴ء بروز بدھ بوقت پونے ایک بجے شب (آدھی رات کے بعد) والحمد لله ربّ العالمين. بكل حالٍ من الاحوال، وفي كل موطنٍ من المواطن في الحياة،

اَللّٰهُمَّ !

اجْعَلْنِىْ كَمَايَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِمَّايَظُنُّوْنَ وَاغْفِرلِىْ لِمَالَايَعْلَمُوْنَ،

وَاجْعَلْ عَمَلِىْ هٰذَاخَالِصًا لِوَجْهِكَ الْكَرِيْم، وَاجْعَلْه اَخْلَصَ

مَايَكُوْنَ، وَاَنْفَعَ مَايَكُوْنَ، وَاَحَبَّ مَايَكُوْنَ، واَوسَعَ وَاَبْقٰى

مَايَكُوْنُ، يَامَنْ لَاحَدَّ لِجُوْدِهٖ وَكَرمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ،

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ

يَاوَاسِعَ الْمَغْفِرة وَالْجُوْدِ

وَالْكَرَمِ وَالْاِحْسَان

ایاتها ۱۸	۴۹ سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۶	رکوعاتها ۲

سورۂ الحجرات مدنی ہے اور اس کی اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو پیش قدمی مت کرنا تم اللہ اور اس کے

وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

رسول کے (حکم کے) آگے، اور (ہمیشہ اور ہر حال میں) ڈرتے رہا کرو تم لوگ اللہ سے، بے شک اللہ (ہر کسی کی) سنتا (سب

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ

کچھ) جانتا ہے، ف۱ ① اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بلند نہیں کرنا اپنی آوازوں کو پیغمبر کی

صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

آواز سے، ف۲ اور نہ ہی تم ان سے ایسی اونچی آواز میں بات کرنا، ف۳ جس طرح کہ تم لوگ

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ

آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو، ف۴ کہیں ایسا نہ ہو کہ اکارت چلے جائیں تمہارے سب عمل اور

لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ

تمہیں خبر بھی نہ ہو، ف۵ ② بے شک جو لوگ پست رکھتے ہیں اپنی آوازوں کو

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ

اللہ کے رسول کے حضور، ف۶ اللہ نے جانچ (اور پرکھ) لیا

۱ **اللہ اور اس کے رسول سے پیش قدمی کرنے کی ممانعت کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا اور ایمان والوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ "تم لوگ اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہیں بڑھنا"، یعنی ان کا حکم ملنے سے پہلے تم اپنی رائے اور اپنی مرضی سے کوئی حکم از خود طے نہ کیا کرو۔ پس تمہارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تمہارا کوئی حکم قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اسکے بعد اس کے رسول کی سنت اور پھر قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد، جیسا کہ سنن ترمذیؒ، سنن ابوداودؒ،

اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث میں تصریح ہے کہ سب سے پہلے اللہ کی کتاب سے، پھر اس کے رسول کی سنت سے، حکم معلوم کیا جائے۔ اور اس کے بعد قیاس و اجتہاد سے کام لیا جائے۔ نیز الفاظ کے عموم کے مطابق آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے دوران ان کے سامنے کسی بھی طرح کی پیش قدمی نہ کی جائے۔ جیسا کہ صحابہء کرام کا طریقہ تھا کہ وہ اپنی بات چیت میں، اپنے چلنے پھرنے میں، اپنے کھانے پینے میں، غرضیکہ کسی بھی کام میں اور کسی بھی حال میں آنحضرت ﷺ سے پہل نہیں کرتے تھے کہ یہ تقاضائے ادب و احترام کے خلاف ہے۔ اور آپ ﷺ کے انتقال و وصال کے بعد اب قیامت تک کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے کہ اللہ پاک سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول صادق و مصدوق ﷺ کی مرضی و خوشنودی جاننے کے لئے اب یہی دو ماخذ ہیں جو قیامت تک باقی و برقرار رہیں گے۔ اور اگر کسی چیز کے بارے میں خود علم نہ ہو تو حضرات اہل علم سے پوچھا جائے اور ان کی طرف رجوع کیا جائے۔ (روح، قرطبی، مراغی اور ابن کثیر وغیرہ)۔ ''بین یدی اللہ و رسولہ'' کے الفاظ سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ الگ نہیں بلکہ ایک ہی ہے۔ پس رسول کی بات پر اپنی بات کو مقدم کرنا اللہ کی بات پر اپنی بات مقدم کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اور پھر معاملے کا تعلق چونکہ بندے کے دین و ایمان، اور اس کے قلب و باطن سے ہے، جس کا علم بندے کو خود ہوتا ہے یا پھر اس کے خالق و مالک کو جو کہ دلوں کے بھید جانتا ہے، اس لئے ''واتقوا اللہ'' کے حکم وارشاد سے اس بارہ تنبیہ اور تذکیر فرمائی گئی کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، اور اس کے ساتھ اپنا معاملہ صحیح رکھنے کی فکر و کوشش کیا کرو، بیشک اللہ ہر کسی کی سنتا، سب کچھ جانتا ہے۔ پس مومن کا کام تقدم و پیش قدمی نہیں اطاعت و اتباع ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْدُ، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْدُ، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيٰوةِ

۲ پیغمبر علیہ السلام سے حسن تخاطب کے متعلق ایک اہم ہدایت: سو اس سے تصریح فرما دی گئی کہ اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہیں کرنا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''تم لوگ پیغمبر کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند نہیں کرنا''۔ یعنی جب پیغمبر تم سے بات کر رہے ہوں تو تمہاری آواز ان کی آواز کے مقابلے میں اونچی اور بلند نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ ان کی آواز کے مقابلے میں تمہاری آواز پست اور دھیمے انداز کی رہنی چاہیے۔ (مراغی، وغیرہ)۔ سو پیغمبر کے سامنے اور ان کو خطاب کرتے وقت تمہاری آواز متواضعانہ ہو، اور ادب و احترام کے تقاضوں کے عین مطابق ہو۔ اس طرح کی آواز نہ ہو جو اپنے برابر کے شخص کیلئے ہوتی ہے اور نہ اس طرح کا انداز ہو۔ اور آپ ﷺ کو آپ کے نام نامی کے ساتھ نہ پکارا جائے جس طرح کہ کسی عام آدمی کو پکارا جاتا ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اوصاف کریمہ میں سے کسی خاص وصف کے ساتھ پکارا جائے۔ جیسے ''يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ'' ''يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ'' اور ''يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ'' وغیرہ اور اسی طرح تم لوگوں کی آواز متواضعانہ اور آداب رسالت کے تقاضوں کے عین مطابق ہونی چاہیے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و رسالت و نبوت کا تقاضا یہی ہے۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ شان رسالت کے تقاضوں اور آداب کی رعایت اور ان کی پاسداری کی توفیق بخشے اور ہمیشہ اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۳ پیغمبرؑ کے سامنے آواز اونچی کرنے کی ممانعت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ انکے سامنے اونچی آواز

آواز سے بات نہیں کرنا۔ یعنی جب پیغمبر خاموش ہوں اور تمہیں ان کے حضور بات کرنا ہو تو تم ایسے انداز اور ایسی اونچی آواز میں ان سے بات نہیں کرنا جس طرح کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ پس پیغمبر کے حضور بات کرتے وقت ان آداب کا بطورِ خاص خیال رکھنا تاکہ ان کے حضور تمہاری آواز بلند ہو کر بے ادبی اور گستاخی کی حدود میں داخل نہ ہو جائے۔ اور اس طرح تمہارے اعمال حبط نہ ہو جائیں۔ اور تمہارا کیا کرایا اس طرح اکارت چلا جائے کہ تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ سبحان اللہ ! کیا کہنے حضرتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور جلالتِ مقام کے۔ مگر یہاں یہ بھی دیکھیے کہ کہاں حضرتِ رسالت مآب۔ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حقوق و آداب کی نزاکت کا یہ عالم، اور کہاں ہمارے یہاں کے اہلِ بدعت کا یہ حال کہ پیغمبر کے حاضر ناظر اور ہر جگہ موجود ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ بلکہ بعض جگہوں میں وہ اپنی مجلسوں میں ایک خالی کرسی بھی رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہیں۔ اور پھر لاؤڈ سپیکر فل سپیڈ پر کھول کر ایسا شور ڈالتے ہیں کہ کانوں پر پڑی آواز کا سنائی دینا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ سو ایسے لوگوں کو ان قرآنی ہدایات و ارشادات کی روشنی میں اپنے بارے میں سوچنا چاہیے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ اور ان کو اپنے اس طرزِ عمل کے بارے میں بھی خود غور کرنا چاہیے کہ اس کا نتیجہ و انجام کیا ہو سکتا ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم۔ صحیح بخاری اور مسندِ امام احمد وغیرہ میں مروی ہے کہ حضرتِ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جو ایک بلند آواز صحابی تھے وہ اس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد غمگین ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے۔ اور آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کی خدمت میں مجلس میں آنا ہی چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ وہ مجلس میں نہیں آ رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں پتہ کرایا۔ اور ایک آدمی کو ان کے گھر بھیجا کہ وہ مجلس سے کیوں غیر حاضر ہیں؟ تو یہ صاحب جب ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ وہ گھر میں سر جھکائے غمگین بیٹھے ہیں۔ تو پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں تو اللہ کے رسول کے سامنے بلند آواز سے بولا کرتا تھا کہ میری آواز بلند تھی۔ اس لئے میرے تو سب اعمال حبط ہو گئے اور میں دوزخی ہو گیا۔ ان صاحب نے جب واپس آ کر آنحضرت۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو ان سے متعلق یہ ماجرا سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ"۔ "نہیں بلکہ وہ تو جنتی ہیں" راویٔ حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب ہم ان کو اپنے درمیان چلتا پھرتا دیکھتے تو ہم کہتے یہ جنتی شخص جا رہا ہے یہاں تک کہ انہوں نے جنگِ یمامہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (ابن جریر، ابن کثیر، مراغی، فتح، روح اور قرطبی وغیرہ) سبحان اللہ ! کیسی عظمتِ شان کے مالک تھے یہ حضرات صحابہ کرام۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ارضاھم۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت اور اتباع و پیروی سے ہمیشہ سرشار رکھے اور ہر حال میں ان کی پیروی نصیب فرمائے۔ اور زیغ و ضلال کے ہر شائبے سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین. یا ربَّ العالمین،

۴ پیغمبر علیہ السلام کی عظمتِ شان کے ایک اور تقاضے کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "تم لوگ ان کے سامنے اس طرح کی اونچی آواز سے بات نہیں کرنا جس طرح کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو"۔ بلکہ ان کے سامنے و نبوت و رسالت کے منصبِ عالی اور مقامِ رفیع کا لحاظ کرتے ہوئے بات کیا کرو۔ امام تفسیر حضرتِ مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ پیغمبر۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کو ان کے نامِ نامی کے ساتھ نہیں بلکہ وصفِ نبوت و رسالت کے ساتھ پکارا کرو۔

پس "یا محمد" نہیں بلکہ "یا نبی اللّٰہ" اور "یا رسول اللّٰہ" جیسے صفت کے الفاظ سے پکارا کرو۔ اسی لئے پورے قرآنِ مجید میں کسی ایک جگہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ نامی سے نہیں پکارا گیا۔ یعنی "یا محمد" نہیں فرمایا گیا بلکہ "یَـاَیُّھَا النَّبِیُّ"، "یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ"، "یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" جیسے اوصاف سے پکارا گیا ہے۔ سو اس سے ایک بڑا اہم معاشرتی ادب اور درس بھی ملتا ہے کہ کسی بڑی ہستی کو صریح نام کے ساتھ بلانا' پکارنا ادب کے تقاضوں کے خلاف اور مہذب طریقہ سے ہٹا ہوا اندازِ تخاطب ہے۔ سو ہر کسی کو اس کے اس وصفِ خاص کے ساتھ ہی پکارا اور بلایا جائے جو اس کیلئے وجہ امتیاز ہو۔ مگر اسکے باوجود آج کے جاہل مسلمان کو "یا محمد" کہنے پر اصرار ہے۔ سو وہ ایسے ہی کہتا ہے اور لکھتا ہے، اور اس پر زور دیتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح بات مت کرو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں۔ اور اس طور پر کہ تمہیں اس کا شعور واحساس ہی نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑا ہی ہولناک خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ و ضلال۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیئٌ وھویجیر ویجارعلیہ،

۵ پیغمبر علیہ السلام کے سامنے آواز بلند کرنے سے اعمال کے ضیاع کا خطرہ۔ والعیاذُ باللہ العظیم:

سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ پیغمبر کے سامنے اپنی آواز کو ضرورت سے زیادہ بلند کرنا اور ان کی شان میں سُوءِ ادبی سے کام لینا حبط اعمال کا باعث ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ پیغمبر کے سامنے اس طرح اونچی آواز سے بات بھی نہ کرنا جس طرح کہ آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہ اس کے نتیجے میں تمہارے اعمال اس طرح اکارت چلے جائیں کہ تمہیں اس کا شعور واحساس تک نہ ہو۔ اس سے شانِ پیغمبر کی نزاکت کا ایک اہم اور امتیازی پہلو سامنے آتا ہے "حبط" دراصل اس کو کہا جاتا ہے کہ کوئی جانور حد سے زیادہ کھانے کی وجہ سے افارے میں مبتلا ہو کر مر جائے۔ اور یہ لفظ یہاں پر بہت ہی معنیٰ خیز ہے۔ کیونکہ ایسا جانور کھاتے وقت یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے لئے بہتری کا سامان کر رہا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ اپنے لئے خود موت کا سامان کر رہا ہوتا ہے۔ سو اسی طرح ایک بدعتی اور مشرک شخص بسا اوقات ایسے اعمال وافعال کو محبت کا تقاضا سمجھ کر کرتا ہے مگر اس کے برعکس بسا اوقات ہوتا یہ ہے کہ شرک وبدعت اور مخالفتِ دین کی وجہ سے اسکے اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا کیا کرایا اکارت چلا جاتا ہے۔ مگر اس کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ والعِیاذُ بِاللّٰہ العظیم۔ بہر کیف اس سے شانِ پیغمبر کی عظمت اور اس کی نزاکت کا ایک اہم اور امتیازی پہلو واضح ہو جاتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سوءِ ادبی۔ والعِیاذُ باللہ العظیم۔ حبطِ اعمال کا باعث ہو سکتی ہے۔ اور اس طور پر کہ آدمی کو اس کا شعور واحساس ہی نہ ہو جو کہ بڑا ہی ہولناک خسارہ ہے۔ "والعِیاذُ باللہ العظیم من کل زیغ و ضلال وسوء وانحراف بکل حال من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ۔ اللہ پاک ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ فکر وعمل کی ہر کجی' اور زیغ وضلال کے ہر شائبہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین ثم آمین یـارَبَّ العـالـمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیٔ وھویجیر ولایجار علیہ، سبحانہ وتعالیٰ جل وعلا

۶ پیغمبر علیہ السلام کے معاملے میں صحیح ادب کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: سو اس سے پیغمبر کے بارے میں صحیح ادب کی تعلیم دی گئی کہ ان کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھا جائے۔ ان کے ادب و احترام کے تقاضوں کے مطابق۔ اسی لئے حضراتِ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بھی آواز بلند کرنا درست نہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی موت کے بعد بھی ایسے ہی قابلِ احترام ہیں جس طرح کہ اپنی حیاتِ طیبہ میں تھے۔ "لانّہ محترمٌ حَیًّا وَ مَیّتًا وَ فِیْ قَبْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم" (ابن کثیر وغیرہ)۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دو آدمیوں کو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے بات کرتے ہوئے سنا تو ان سے فرمایا کہ "تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو؟"۔ "اَتَدْرِیَانِ اَیْنَ اَنْتُمَا"۔ پھر ان سے پوچھا "تم کہاں کے ہو"؟ "مَنْ اَیْنَ اَنْتُمَا" تو انہوں نے کہا "طائف سے" آئے ہیں۔ تب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "اگر تم یہاں کے ہوتے تو میں تمہاری ٹھکائی کرتا"۔ "لَوْ کُنْتُمَا مِنْ اَھْلِ الْبَلَدِ لاوْ جَعْتُکُمَا ضَرْبًا" (ابن جریر، ابن کثیر، روح، قرطبی، خازن، مدارک وغیرہ)۔ بہر کیف اس ارشاد سے اس صحیح ادب کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں ہر مسلمان کو اپنانا لازم ہے۔ کیونکہ یہ دین متین کا ایک اہم اور بنیادی تقاضا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب و یرید، بکل حَالٍ مِّنَ الاحول، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ،

❀❀❀

اَللّٰھُمَّ!

بِکَ نَسْتَعِیْنُ وَبِکَ نَتَوَکَّل، فَخُذْنَا بِاَیْدِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُ دُنْیَانَا

وَفَوْزُنَا فِی الْاٰخِرَۃِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ

الرَّاحِمِیْنَ، وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِہٖ

مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ، وَلَا یُعْجِزُہٗ

شَیْءٌ عَمَّا یُرِیْدُ، وَھُوَ

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ،

❀❀❀

قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ③

ان کے دلوں کو تقویٰ (و پرہیزگاری) کیلئے، ف۷ ایسے (خوش نصیب) لوگوں کیلئے عظیم الشان بخشش بھی ہے، ف۸ اور بہت بڑا اجر بھی، ف۹ ③

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَكۡثَرُهُمۡ

بلاشبہ جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو (اے پیغمبر!) حجروں کے باہر سے، ف۱۰ ان میں سے اکثر

۷ **اللہ تعالیٰ کے یہاں اصل امتحان دلوں کا ہوتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کا اللہ نے امتحان لیا ہے تقویٰ کیلئے اور ان کو اس نے تقویٰ کی تخم ریزی اور اس کی افزائش کیلئے موزوں پایا اسی لئے اس نے ان کو تقویٰ و پرہیزگاری سے سرفراز فرمایا سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کا امتحان دلوں کا امتحان ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ نے جانچ پرکھ لیا ان کے دلوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کیلئے"۔ سو اللہ تعالیٰ کے یہاں معاملہ محض ظاہرداری پر مبنی نہیں ہوتا، بلکہ وہاں پر ظاہر سے پہلے باطن کا امتحان ہوتا ہے۔ سو ان حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کے اہل اور لائق پانے اور بنانے کے بعد ان کو ان خاص عنایات سے نوازا گیا۔ دلوں کے امتحان کے ذکر سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر دل تقویٰ کی تخم ریزی اور اس کی افزائش کیلئے موزوں نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے امتحان کر کے دلوں کا انتخاب کرتا ہے۔ اور اس امتحان میں اصل چیز جو ترجیح دینے والی بنتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی کے اندر اللہ اور اس کے رسول کیلئے انقیاد و اطاعت کا سچا جذبہ اور ان کے آگے عجز و فروتنی کا صحیح شعور موجود ہے یا نہیں۔ یہ چیز جس کے اندر جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کو اسی قدر تقویٰ و پرہیزگاری کی نعمت زیادہ عطا ہوتی ہے۔ اور جو لوگ اس شعور سے جتنے عاری ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ وہ اتنے ہی تقویٰ و پرہیزگاری سے بعید اور محروم ہوتے ہیں پس انسان کے بنائے و بگاڑ کا اصل دارومدار اسکے قلب و باطن پر ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ من کل زیغ و ضلال، و سوءٍ و انحراف بکل حالٍ من الاحوال.

۸ **ادبِ رسالت کی پاسداری موجبِ بخششِ خداوندی:** سو اس ارشاد سے ادبِ رسالت کا پاس و لحاظ رکھنے والوں کے لیے مغفرت و بخشش کا اعلان فرما دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "ایسے لوگوں کیلئے ایک عظیم الشان بخشش ہے"۔ یعنی (مَغْفِرَةٌ) کی تنوین تعظیم و تفخیم کیلئے ہے۔ یعنی ان قدسی صفت حضرات کو ایسی عظیم الشان مغفرت و بخشش سے نوازا جائے گا جو ان کی شان اور ان کے مرتبہ و مقام کے لائق ہوگی۔ سو اوپر ان لوگوں کا انجام بیان فرمایا گیا ہے جو پیغمبر ﷺ کی آواز کے مقابلے میں اپنی آواز کو بلند کرنے کی جسارت کرتے تھے کہ ایسوں کے اعمال حبط اور ایسے اکارت چلے جائیں گے کہ ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ والعیاذ باللہ۔ اسکے مقابلے میں یہ ان لوگوں کا اجر و ثواب بیان ہو رہا ہے جو ادبِ رسالت کا پاس و احترام کرتے ہوئے اپنی آواز کو رسول کی آواز کے آگے پست رکھتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ "ان کے کیلئے عظیم الشان بخشش بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی"۔ یعنی ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرما دیا جائے گا جو بشری تقاضوں کی بنا پر ان سے سرزد ہوگئی ہونگی۔ کہ انہوں نے ادبِ رسالت کا حق ادا کیا۔

اور انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عاجزی اور فروتنی کی روش اختیار کی۔ اور کسی ناروا گھمنڈ میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو ان سے بڑا سمجھنے کی جسارت نہیں کی۔ اسلئے ان کی اس فروتنی اور اس ادب و احترام کا انعام اور صلہ ان کو یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کی افزائش کے لیے منتخب فرمالیا جو کہ ظاہر ہے کہ بہت بڑا شرف و اعزاز ہے۔ اور مزید یہ کہ ان کے لیے عظیم الشان بخشش اور بہت بڑے اجر کا اعلان بھی فرمادیا۔ کہ اس واہب مطلق جلّ و جلالہ کی شان ہی عطاء بخشش کی ہے فـایا ہ نسأل التوفیق لما یحب و یرضی جل و علا، بکل حالٍ من الاحوال، وَ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الحیاۃ، سبحانہ وتعالیٰ۔

۹ **ادبِ رسالت کے پاسداروں کیلئے اجر عظیم کی بشارت:** چنانچہ ان کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کے لیے بہت بڑا اجر بھی ہے"۔ یعنی جنت اور اس کی بے بہا اور لازوال و سدا بہار نعمتیں۔ روایات میں ہے کہ اس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ خاص طور پر اس قدر پست اور دھیمی آواز سے بولتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔ پس اس ارشاد میں ان دونوں حضرات کے لئے خاص طور پر بہت بڑی بشارتیں ہیں کہ ان کے دلوں کو قدرت نے تقویٰ کے لئے خاص فرمادیا تھا۔ ان کے لئے عظیم بخشش بھی ہے اور بہت بڑا اجر و ثواب بھی۔ شاید اسی بنا پر دنیا کے علاوہ برزخ میں بھی ان دونوں حضرات کو پیغمبر کی معیت نصیب ہوئی کہ ان کی قبریں آنحضرت ﷺ کی قبر کے ساتھ ہیں۔ اور جنت میں بھی ان کو یہ معیت و رفاقت نصیب ہوگی۔ پس بڑے ہی بدبخت اور منحوس ہیں وہ لوگ جو ان دونوں بزرگوں کی شان میں گستاخیاں کرتے اور ان کے دین و ایمان تک میں کیڑے نکالتے ہیں۔ ایسے لوگ مومن کس طرح ہو سکتے ہیں؟۔ (قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ)۔ بہر کیف ایسے حضرات نے اللہ اور اس کے رسول کے سامنے عاجزی اور فروتنی کی روش اختیار کی اور کسی گھمنڈ میں مبتلا ہو کر آپ کے سامنے خواہ مخواہ بڑا بننے کی جسارت نہیں کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس فروتنی اور عاجزی کا انعام ان کو یہ دیا کہ ان کے دلوں کو تقویٰ و پرہیزگاری اور اس کی افزائش کیلئے منتخب فرمایا جس کا اجر و صلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑا ہے۔ والحمد للہ جل و علا۔

۱۰ **نادانوں کو ان کے ایک ناشائستہ طریقے پر تنبیہ:** سو اس ارشاد سے پیغمبر کو آپ ﷺ کے حجرات کے باہر سے پکارنے والوں کے ناشائستہ طرزِ عمل کا ذکر کر کے ان کو تنبیہ فرمائی گئی ہے اور جن حجرات میں آپ کی ازواجِ مطہرات رہا کرتی تھیں وہ تعداد میں نو تھے۔ ہر زوجہ مطہرہ کے لئے علیحدہ حجرہ تھا۔ یہ کچے حجرے تھے۔ ان کی چھتوں کو ہاتھ لگتے تھے۔ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں ان کو سرکاری حکم سے مسمار کر کے مسجدِ نبوی کی توسیع میں شامل کر دیا گیا جس پر مدینہ منورہ کے لوگ رو پڑے۔ حضرتِ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ اگر ان حجروں کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھا جاتا تو اچھا ہوتا تاکہ آئندہ چل کر لوگ ان کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی سادہ اور زاہدانہ زندگی کا اندازہ کر سکتے۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ "جو لوگ آپ کو اے پیغمبر ﷺ ان حجرات کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں"۔ اس طرح تو کسی عام آدمی کو بھی اس کے گھر کے باہر سے چیخ چیخ کر پکارنا ایک بھونڈا ناشائستہ اور غیر مہذب طریقہ ہے۔ چہ جائیکہ اللہ کے رسول کو اس طرح پکارا جائے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس سے ایسے نادانوں کو ان کے ناشائستہ اور غیر مہذب طریقے پر تنبیہ فرمائی گئی۔ والحمد للہ جل و علا بکل حالٍ من الاحوال۔ وَ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الحیاۃ

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ

بے عقل ہیں، ﴿۴﴾ ۱۱ اور اگر یہ لوگ صبر سے کام لیتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان کے پاس نکل

اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾

آتے، تو یہ زیادہ بہتر ہوتا خود ان کے لئے، ۱۲ اور اللہ بڑا ہی درگزر کرنے والا انتہائی مہربان ہے، ۱۳ ﴿۵﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لایا کرے،

فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى

تو تم اس کی اچھی طرح سے تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کوئی نقصان پہنچا بیٹھو کسی قوم کو جہالت (و نادانی) کی بناء پر، تو پھر

مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۶﴾ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ

اس کے نتیجے میں تمہیں خود اپنے کئے پر ندامت اٹھانا پڑ جائے، ۱۴ ﴿۶﴾ اور خوب جان رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے، ۱۵

۱۱ نادانوں کے لیے تنبیہ اور درگزر کا اشارہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان میں سے اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے"۔ اس لئے یہ بڑوں کے اور خاص کر آنحضرت ﷺ کے آداب کا خیال نہیں رکھتے۔ روایات کے مطابق کچھ بدو قسم کے عرب جن میں بنو تمیم وغیرہ کے لوگ شامل تھے آنحضرت ﷺ سے ملنے کے لئے دوپہر کے وقت آپ ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ اور باہر سے آوازیں لگانے لگے۔ "یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ اِلَیْنَا"۔ "اے محمد ہمارے لئے باہر آؤ"۔ تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ایسے لوگوں کو یہ ہدایت فرمائی گئی اور اس طرح تنبیہ فرمائی گئی۔ اور ان کے توسط سے ساری اُمت کو یہ ہدایت فرمائی گئی کہ دوسروں کے اور خاص کر کے پیغمبر ﷺ کے آداب کا خیال رکھیں۔ اور کسی کے آرام و راحت میں خلل اندازی کا باعث نہ بنیں۔ سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کسی کو اس کے گھر کے باہر سے چیخ چیخ کر پکارنا اور اس کو اس کے صریح نام سے بلانا اسلامی تعلیمات کیخلاف اور ایک غیر مہذب و ناشائستہ فعل ہے۔ والعیاذ باللہ۔ نیز اس ارشاد میں جہاں ان نادانوں کے لیے تنبیہ ہے وہیں اس میں ان کے لیے معذوری اور ان سے درگزر کا اشارہ بھی ہے۔ کہ یہ لوگ عقل اور سمجھ نہیں رکھتے۔ اس لیے یہ معذور ہیں۔ اس لیے یہ درگزر کے لائق ہیں کہ یہ لوگ نہ پیغمبر کے مرتبہ و مقام سے آگاہ ہیں اور نہ ہی اپنی اس حرکت کے نتیجہ و انجام سے۔ اس لیے یہ تربیت کے محتاج اور عفو و درگزر کے لائق ہیں۔

۱۲ ادب صحیح کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر یہ لوگ صبر سے کام لیتے تو یہ خود انہی کیلئے بہتر ہوتا"۔ کہ یہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے ادب کا تقاضا ہے۔ اسی سے حضرات مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اپنے اساتذہ و مشائخ کے بارے میں بھی یہی ادب ملحوظ رکھنا چاہیے اور حضرات اسلاف کرام کا طریقہ و معمول بھی یہی تھا۔ چنانچہ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی عالم کے دروازے پر جا کر ان کو دستک نہیں دی بلکہ اس بات کا انتظار کیا کہ وہ خود باہر تشریف لائیں تو ملاقات کروں گا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب کسی صحابی سے کوئی حدیث دریافت کرنے کیلئے جاتے تو ان کے انتظار میں انکے دروازے پر بیٹھ جاتے۔ اور کوئی آواز یا دستک وغیرہ نہ دیتے۔ یہاں تک کہ جب وہ خود باہر نکلتے اور وہ آپ کو اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا پاتے تو کہتے کہ پیغمبر ﷺ کے چچازاد! آپ نے ہمیں دستک وغیرہ کے ذریعے اطلاع کیوں نہ دی؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے جواب میں یہی آیت کریمہ تلاوت فرما کر اسی ادب رفیع کا حوالہ دے دیتے۔ بہرکیف اس ارشاد ربانی میں اس ادب عالی کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے جو حضرت رسالت مآب ﷺ کے بارے میں بندۂ مومن کو اختیار کرنا چاہیے۔ اور یہی وہ ادب مطلوب و محمود ہے جو انسان کو اس کے بعد اپنے بڑوں اور اساتذہ و مشائخ کے بارے میں اختیار کرنا چاہیے کہ اس میں بڑوں کے ادب واحترام کے تقاضے بھی ملحوظ ہیں۔ اور یہی چیز تہذیب و شائستگی اور تفاوت مراتب و درجات کے لائق ہے۔ جس کی بنیاد یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ مجھ سے دوسروں کو فائدہ اور آرام تو پہنچے مگر مجھ سے کسی دوسرے کو تکلیف اور ایذاء نہ پہنچے۔ وباللہ التوفیق لما یُحبُّ و یرید

۱۳ اللہ تعالیٰ کی بخشش ورحمت کی تذکیر و یاد دہانی: سوارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ بڑا ہی درگزر کرنے والا انتہائی مہربان ہے"۔ اس لئے وہ نہ صرف یہ کہ خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرماتا ہے بلکہ رحم بھی فرماتا ہے کہ وہ غفور کے ساتھ رحیم بھی ہے۔ اور اس کا کام اور اس کی شان ہی کرم فرمانا اور رحمتوں پر رحمتوں سے نوازنا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس اس کے حضور توبہ و رجوع صدق دل سے ہونا چاہیے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اس موقع پر "غفور" اور "رحیم" کی ان دو صفتوں کے ذکر اور ان کی یاد دہانی سے مقصود بڑے ہی لطیف انداز میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا ہے کہ اگرچہ ان لوگوں کی ایسی حرکتیں ادب رسالت کیخلاف اور نہایت ناگوار ہیں لیکن یہ لوگ چونکہ صحیح سمجھ بوجھ رکھنے والے نہیں ہیں اس لیے ان سے عفو و درگزر ہی سے کام لو۔ کیونکہ جب وہ اللہ غفور و رحیم ہے اور وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا انتہائی مہربان ہے تو اس کے رسول کے بھی شایان شان بھی یہی ہے کہ وہ بھی عفو و درگزر ہی سے کام لیں۔ اور اسی طرح اس رسول کریم کے امتیوں اور خاص کر علماء و دعاۃ کی بھی یہی شان ہوتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔ بہرکیف اس میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش کی تذکیر و یاد دہانی اور اس کی طرف صدق دل سے رجوع کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے۔ فاغفرلی و ارحمنی یا من مغفرته اوسع من ذنوبی، ورحمته ارجی عندی من عملی، فانک انت الأعزّ الأکرم، تبارکت وتعالیت۔

۱۴ خبر کے قبول کرنے کے بارے میں احتیاط اور تحقیق کی ہدایت: سو اس ارشاد سے فاسق کی خبر پر عمل سے پہلے اس کی تحقیق کی ضرورت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ روایات کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بنو مصطلق سے زکوۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا۔ اور ان کے ساتھ ان لوگوں کو اسلام سے پہلے کی کوئی عداوت چلی آرہی تھی۔ اس بنا پر ان کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ شاید وہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔ تو یہ راستے سے ہی واپس لوٹ کر آگئے۔ اور بعض روایات کے مطابق آپ وہاں پہنچے تو وہ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کیلئے نکل آئے۔ مگر انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ مجھے قتل کرنے کی غرض سے نکلے ہیں۔ اس لئے یہ بھاگ کر واپس آگئے۔ اور آکر آنحضرت ﷺ کو رپورٹ دی کہ وہ لوگ تو نعوذ باللہ۔ اسلام سے پھر گئے ہیں۔ اور مجھے قتل کرنے کیلئے نکل پڑے۔ جس پر حضور ﷺ کو بہت صدمہ ہوا اور غصہ آیا۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔ تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ اور بعض روایات کے مطابق فوج کا ایک دستہ بھی ان کی سربراہی میں ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا۔ مگر مدینہ منورہ کے باہر ہی آپ کی ملاقات بنو مصطلق کے اس وفد سے ہوگئی جو کہ صورت حال کی وضاحت کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں از خود حاضری دینے کو آرہا تھا۔

کو آ رہا تھا۔ تو آنحضرت ﷺ کے پوچھنے پر ان لوگوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ نہ تو ہم مرتد ہوئے ہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کا کوئی قاصد ہمارے پاس گیا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں تحقیق کے بعد قدم اٹھانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہاں پر فاسق سے مراد حضرتِ ولید بن عقبہ نہیں ہیں کہ وہ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے۔ اور حضور ﷺ کے صحابہ کرام سب کے سب عدول اور ہر طرح کے فسق و فجور سے پاک و نفور تھے۔ اسی بنا پر امام رازی۔ رحمہ اللہ۔ نے اس روایت ہی کی تضعیف بیان کی ہے۔ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تو رضائے الٰہی کی سند قرآنِ پاک میں صاف و صریح طور پر مل چکی ہے۔ اور یوں بھی حضرتِ ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہاں پر زیادہ سے زیادہ ایک خطا سرزد ہوئی تھی اور بس۔ اس سے فسق لازم نہیں آتا۔ پس حق اور سچ یہ ہے کہ یہاں پر مطلقاً ایک عمومی قاعدہ وضابطہ اور قانون بیان فرمایا گیا ہے کہ جب بھی کبھی کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔ اور بلا تحقیق اس پر عمل نہ کیا کرو۔ یہ نہیں کہ اس آیتِ کریمہ میں حضرتِ ولید کو فاسق قرار دیا گیا ہے۔ سو معاشرتی امن واستقرار کیلئے یہ ایک بڑا اہم درس اور ٹھوس ضابطہ ہے کہ کسی بھی خبر پر تحقیق کئے بغیر عمل مت کرو۔ کتنے ہی فتنے اور فساد ایسے ہوتے ہیں جو تحقیق نہ کرنے کی بنا پر معاشرے میں جنم لیتے ہیں۔ اور بات بگڑ کر کہیں سے کہیں جا پہنچتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اگر کسی خبر پر عمل کرنے سے اس کے بارے میں تحقیق کرلینے کے اس حکمِ خداوندی پر پوری طرح عمل کیا جائے تو بہت سے فتنوں کا دروازہ بند ہوسکتا ہے۔

۱۵ سلامتی کی راہ رسولؑ کی اطاعت واتباع: سو اس سے اس بنیادی امر کو واضح فرمادیا گیا کہ صحت وسلامتی کی راہ صرف رسول کی اطاعت واتباع میں ہے اور بس۔ پس رسول کی موجودگی میں کسی اور کے مشورے اور اس کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہو سکتی۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یقین جانو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے"۔ پس تم لوگوں کو ان کی موجودگی میں اپنی رائے اور اپنے مشوروں کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ تم رسول کو اپنے پیچھے چلانے کی کوشش کرنے لگو۔ بلکہ تم لوگوں کو ہمیشہ ان کے پیچھے چلنا چاہیے کیونکہ وہ جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں وہ سب حق اور سچ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی وحی کی روشنی میں ہوتا ہے، کہ وہ اپنی خواہش سے بولتے بھی نہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى)۔ (النجم: ۴۔ ۵ پ ۲۷) پس تم لوگ انکی صدقِ دل سے تعظیم وتکریم کرو اور انہی کے حکم وارشاد پر چلو کہ وہ اللہ کی مخلوق میں تم سب پر سب سے بڑھ کر مہربان بھی ہیں اور سب سے زیادہ تمہارے خیر خواہ بھی۔ پس خیر کامل خیر اور آپ ﷺ کی اطاعت واتباع ہی میں مضمر ہے۔ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ۔ سو جب تمہارے اندر اللہ کا رسول موجود ہے تو تمہیں انہی کے قول وفعل کی اتباع اور پیروی کرنی چاہیے نہ کہ تم لوگ اس کوشش میں لگ جاؤ کہ وہ تمہاری آراء اور تمہارے مشوروں پر چلیں۔ کیونکہ وہ جو بھی قدم اٹھاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور راہنمائی میں اٹھاتے ہیں۔ اس لیے تمہاری دنیا وآخرت کی فلاح وبہبود ان کی اتباع اور پیروی میں ہے نہ کہ اپنے جذبات اور خواہشات کی پیروی میں۔ اور یہ ارشاد اس وقت سے متعلق ہے جبکہ پیغمبر اپنی حیاتِ طیبہ میں بذاتِ خود موجود تھے۔ اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد کتاب و سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا کہ میرے بعد اللہ کی کتاب اور میری سنت کی طرف رجوع کرنا۔ جب تک تم نے ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تم کبھی گمراہ نہیں ہوؤ گے۔ لہٰذا تم ان دونوں کو اپنے دانتوں کی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑے رکھنا۔ پس اہلِ بدعت جو اس آیتِ کریمہ سے اپنے شرکیہ عقائد کیلئے دلیل کشید کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ باطل اور مردود ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ رسول کی موجودگی میں کسی اور کی رائے اور مشورے کی کوئی حیثیت نہیں۔ رسول کی اتباع اور پیروی ہی پر صلاح وفلاح اور نجات کا مدار ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب ویرید ،وھو الھادی الی سواء السبیل۔

اللّٰہِ ؕ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ

اگر وہ بہت سی باتوں میں تمہارا کہنا مان لیا کرے تو تم لوگ خود ہی سخت مشکلات میں پڑ جاؤ، ۱۶

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ

لیکن اللہ نے تم لوگوں کو (اس سے بچا کر) ایمان کی محبت سے نواز دیا، اور اس کو اس نے مزین (محبوب) بنا دیا

قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ

تمہارے دلوں میں اور (اسکے برعکس) اس نے تمہارے اندر نفرت (وکراہیت) پیدا کردی کفر، نافرمانی اور گناہ سے، ۱۷

۱۶ رسول کی بات کو اپنی رائے کے تابع کرنا باعثِ ہلاکت۔ وَالعِیاذُ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اگر وہ بہت سی باتوں میں تمہاری بات ماننے لگیں تو تم لوگ سخت مشکل میں پڑ جاؤ''۔ کیونکہ جو کچھ وہ دیکھتے ہیں وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔ جو کچھ ان کے علم میں ہے وہ تمہارے علم میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے پاس حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ لہٰذا ان کا ہر قول وفعل حجت اور حق پر ہی ہوتا ہے۔ جبکہ تمہاری بات بالعموم خواہشات کی پیروی ہی پر مبنی ہوتی ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی بات کے سامنے اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہو سکتی۔ اور حق وہدایت کو چھوڑ کر ہوئی وہوس کی پیروی میں بہر حال تباہی اور بربادی ہے۔ والعیاذُ باللّٰہِ العَظیم۔ لہٰذا تم اس کی خواہش نہ کیا کرو کہ پیغمبر لازماً تمہاری ہر بات مانیں۔ ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے جو کہ تم لوگوں کیلئے ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ لہٰذا اس نعمت کی قدر کرو۔ پس تمہیں اگر کوئی رائے پیش کرنی ہوا کرے تو تم اس کو پورے ادب واحترام سے پیش کر کے فیصلہ رسول کی صواب دید ہی پر چھوڑ دیا کرو۔ تمہاری بہت سی آراء خام ہوتی ہیں اگر اللہ کا رسول ان کو مان لے تو تم لوگ خود بڑی مشکلات میں پھنس جاؤ گے اور اسکے نتیجے میں تم ہدایت کی روشنی سے نکل کر ہوی وہوس کی ظلمتوں میں گر اور گھر جاؤ گے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال، وسوءٍ وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب

۱۷ محبتِ ایمان سے سرفرازی ایک عظیم الشان انعام خداوندی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ایمان کی محبت سے نواز دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین فرما دیا اور کفر ونافرمانی اور معصیت سے تمہارے دلوں میں نفرت بٹھا دی''۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان ویقین کی محبت اور دلوں میں اس کا جاگزیں ہو جانا اللہ پاک کی ایک خاص عنایت ہے کہ اسکے بعد ایسے خوش نصیب حضرات سے قول وفعل اور عمل وکردار کی دنیا میں وہی کچھ صادر ہوتا ہے جو حضرتِ حق۔ جَلَّ مَجدُہ۔ کی رضا وخوشنودی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اور وہ انسان کیلئے دارین کی سعادت وسرخروئی کی راہیں کھولتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ فَحَبِّبْ اِلَیْنَا الاِیْمَانَ وَ زَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَ کَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ وَ اجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ الْھَادِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ سو یہ ایمان ویقین کی عظیم الشان برکات ہی ہیں جو انسان کو سعادتِ دارین سے سرفراز کرتی ہیں۔ سو ایمان کو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے دلوں میں مزین ومحبوب بنا دینا اور کفر وفسوق وعصیان سے ان کو متنفر کر دینا ایک عظیم الشان انعام واحسان تھا جس سے حضرت حق ۔جل مجدہ۔نے ان کو بطور خاص نوازا تھا۔کیونکہ دور جاہلیت میں تمام اقدار بالکل تلپٹ ہو گئے تھے۔شیطان نے اپنے طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے ایمان کو لوگوں کی نگاہوں میں مکروہ اور مبغوض بنا دیا تھا۔اور اس کے برعکس کفر وفسوق کو ان کے یہاں محبوب ومطلوب بنا دیا تھا۔اور ایمان کو اس طرح تہ در تہ پردوں کے اندر محجوب ومستور کر دیا گیا تھا کہ ان کو چاک کر کے ایمان کے حقیقی حسن وجمال کو لوگوں کے سامنے بے نقاب کرنا جوئے شیر لانے کی مترادف بن گیا تھا۔اور اس کے برعکس کفر وفسوق کو ابلیس لعین نے مصنوعی طریقے سے اس طرح ملمع کر دیا تھا اور اس کو لوگوں کے سامنے اس طرح پر فریب بنا دیا تھا کہ اس کی اصل اور گھناؤنی شکل وصورت لوگوں کو دکھانا ایک قسم کا محال عادی بن گیا تھا۔اللہ نے حضرت امام الانبیاء کی بعثت کے ذریعے ایمان کو اس کی اصل اور محبوب شکل میں لوگوں کو دکھا دیا اور کفر کے چہرے سے مصنوعی غازوں کو اتار کر اس کی اصل مکروہ اور گھناؤنی شکل سے لوگوں کو آشنا کر دیا۔فالحمد لله، جل وعلا، بكل حالٍ من الاحوال، وفي كل موطنٍ من المواطن في الحياة، وهو العزيز الوهاب، سبحانه وتعالىٰ،

❀❀❀

اِلٰهِیْ! اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَةً، فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ، وَحُقُوْقًا کَثِیْرَةً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ، اَللّٰهُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِیْ، وَمَا کَانَ لِخَلْقِکَ مِنْهَا فَتَحَمَّلْهُ عَنِّیْ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ، وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ، وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِیْرٌ، وَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

❀❀❀

أُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴿۷﴾ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

ایسے ہی لوگ راہ راست پر ہیں (مستقیم وگامزن) ہیں ۱۸ ﴿۷﴾ محض اللہ کے فضل اور

نِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ

اس کے احسان سے، ۱۹ اور اللہ سب کچھ جانتا، نہایت حکمت والا ہے، ۲۰ ﴿۸﴾ اور اگر مسلمانوں کے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ

دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں، ۲۱ تو تم لوگ (اے ذمہ دارو) ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو، ۲۲ پھر اگر

۱۸ راست رو لوگوں کی نشاندہی: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے اسلوب وانداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ "یہی لوگ ہیں راہِ راست والے"۔ سو اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ حق وہدایت اور راہِ صدق وصواب پر یہی حضرات ہیں جن کی یہ اور یہ صفات بیان ہوئیں۔ اور جن کا اولین اور کامل مصداق حضرات صحابہ کرام ہیں۔ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ پھر ان کے بعد قیامت تک جو بھی کوئی ان کے نقش قدم پر چلے گا اور ان صفات وخصال کو اپنے اندر پیدا کرے گا وہی راہِ حق وصواب پر ہوگا۔ اور اس حقیقت کی آنحضرت ﷺ نے طرح طرح سے تصریح وتوضیح فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ حق وہدایت کا طریقہ اور نجات کی راہ وہی ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ "مَا اَنَا علیه و اصحابی"۔ علیهم الرَّحمة و الرِّضوان۔ پس جو کوئی حضرات صحابہ کرام سے بغض وعناد رکھے گا اور انکے ایمان ویقین میں شک کرے گا اس کا اپنا ایمان ویقین بہر حال باقی نہیں رہ سکتا کہ وہ ایسی نصوص کا منکر قرار پائے گا جو کہ ظاہر ہے کھلا ہوا کفر ہے۔ والعیاذ بالله العظیم من كل زيغ وَّ ضلال و سوءٍ و انحراف، جل وعلا

۱۹ نورِ حق وہدایت اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ نورِ حق وہدایت سے سرفرازی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے احسان سے"۔ یعنی یہ بخشش وعطا محض اس کا کرم واحسان ہے نہ کہ کسی کا اس پر کوئی حق کہ نوازنا اور کرم واحسان فرمانا اس کی شان ہے۔ جل و علا۔ البتہ وہ اس سے نوازتا انہی کو ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں اور اس کیلئے طلبِ صادق رکھتے ہیں۔ پس یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا انعام واحسان ہے جو اس نے ان اصحابِ صدق وصفا پر فرمایا جس سے ان کے دل ایمان کے نور سے منور اور اس کے جمال سے مزین ہو گئے۔ اور ایسے حضرات کفر وانکار فسق وفجور اور معاصی وذنوب کی ظلمتوں اور ان کے ہر شائبے سے محفوظ اور ان سے بیزار ونفور ہو گئے۔ اس لیے ان کو اس پر ہمیشہ اپنے ربّ کا شکر گزار رہنا چاہیے اور خام کاروں کی طرح ان کو کبھی اس وہم میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ ان کو از خود یونہی مل گیا۔ یا یہ ان کے کسی استحقاق کا نتیجہ تھا وغیرہ۔ سو اس طرح کی کوئی بات نہ ہے نہ بلکہ یہ کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ہی سے ہوا نورِ حق وہدایت سے سرفرازی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے۔ فالحمد لله جل و علا، بِكُلِّ حالٍ من الاحوال.

۲۰ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "اللہ سب کچھ جانتا نہایت ہی حکمت والا ہے"۔ پس وہ جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے کہ کون اس کے فضل وکرم کا مستحق ہے اور کس قدر مستحق ہے۔ کتنے کا تحمل وہ کر سکتا ہے اور

اس کے ظرفِ محدود میں کتنی اور کس قدر گنجائش ہے۔ نیز چونکہ وہ حکیم بھی ہے اس لئے وہ جو بھی کچھ کرتا ہے اپنی حکمتِ بے پایاں کے تقاضوں کے مطابق ہی کرتا ہے۔ جس کا احاطہ بھی اس وحدہ لاشریک کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس فوز وفلاح اور رشد وصلاح صرف اسی وحدہ لاشریک کے فرامین وارشادات پر ایمان ویقین اور ان کی پیروی واتباع میں ہے۔ علیم اور حکیم کی ان دو صفتوں کے حوالے سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل اس کے علم اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی تقسیم کسی اندھے کی تقسیم کی طرح نہیں۔ وہ اپنے دین کی نعمت سے انہی لوگوں کو نوازتا ہے جن کو وہ اس کا اہل پاتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس بندوں کو اسکے ہر حکم وارشاد پر مطمئن رہنا چاہیے کہ اسی میں ہماری بہتری ہے، نیز اس سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ بندے کو اپنا تعلق ہمیشہ اس علیم وحکیم ربِّ قدوس کے ساتھ صحیح اور درست رکھنا چاہیے تاکہ اس کی طرف سے علم اور حکمت کی دولت سے سرفراز ہوسکے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ ،اَللّٰھُمَّ فَخُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ حُبُّکَ وَرِضَاکَ ،بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیٰوۃِ، یَاذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ۔

۲۱ مسلمانوں کے درمیان باہمی لڑائی سے متعلق ہدایات: سواس ارشاد سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان تصادم کی صورت میں اصلاح احوال کا حکم وارشاد فرمایا گیا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ارتکاب کبیرہ سے خُرُوْجٌ عَنِ الدِّیْن لازم نہیں آتا جس طرح کہ معتزلہ وغیرہ کہتے ہیں۔ یہاں پر قتال بین المسلمین جیسے کبیرہ کے ارتکاب کے باوجود ان دونوں گروہوں کو مومن قرار دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی بنا پر ان سے وصفِ ایمان کو سلب کرلیا گیا ہو۔ والعیاذ باللہ۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنی صحیح میں معتزلہ کے خلاف اس آیتِ کریمہ سے یہی استدلال کیا ہے۔ بہرکیف اس میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان باہم تصادم اور قتال واقع ہوجائے تو حکومتِ وقت یا دوسرے معتبر مسلمانوں کے ذمے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کے درمیان اصلاح کرادیں کہ اصلاح ذات البین کی دینِ حق میں بڑی اہمیت ہے اور اصلاح معاشرہ کی یہ اہم بنیاد ہے۔

۲۲ مسلمانوں کے درمیان صلح وصفائی کرانے کا حکم وارشاد: سواس سے مسلمانوں کے درمیان لڑائی کی صورت میں صلح کرانے کا حکم وارشاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرادیا کرو"۔ ہمدردی وخیرخواہی کے ساتھ۔ اور کتاب وسنت کے حکم کی طرف بلا کر۔ خواہ وہ کسی کے حق میں جائے یا اس کے خلاف پڑے۔ معلوم ہوا کہ دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا ایک اہم اور ضروری امر ہے کہ اس کا اس طرح صاف وصریح طور پر حکم وارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مسلمانوں کا باہمی افتراق وانتشار اور اختلاف ونزاع بہت نقصان دہ امر ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فساد ذات البین یعنی آپس کے باہمی بگاڑ کو "حالقہ" "مونڈھ دینے والی آفت" قرار دیا ہے۔ اور پھر فرمایا "وَلَا اَقُوْلُ اِنَّھَا تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰکِنَّھَا تَحْلِقُ الدِّیْنَ" ۔یعنی "میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ یہ دین کو مونڈ کر رکھ دیتی ہے" والعیاذ باللہ العظیم۔ صحیحین وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک موقع پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے آنحضرت ﷺ کی شان میں یہ گستاخانہ الفاظ استعمال کیے کہ "مجھ سے دور ہوجاؤ کہ تمہارے گدھے کی بدبو سے مجھے تکلیف پہنچ رہی ہے" تو ایک انصاری صحابی نے اس کے جواب میں اس سے کہا کہ "اللہ کی قسم! حضور ﷺ کے گدھے کی بو تم سے کہیں بڑھ کر عمدہ ہے" تو اس پر دونوں طرف سے کچھ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور نوبت جوتوں اور لاٹھیوں کے تبادلے تک پہنچ گئی۔ تو اس موقع پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور دونوں فریقوں کے درمیان صلح کرادی گئی۔ (ابن جریر، ابن کثیر، خازن، جامع، روح، قرطبی، وغیرہ)۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ "اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرادیا کرو" تاکہ اس طرح فساد وبگاڑ کی راہیں بند ہوسکیں۔

بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ
ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو تم لوگ اس سے لڑو

تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ
جو زیادتی کرتا ہے، ۲۳ یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف، ۲۴ پھر اگر وہ گروہ لوٹ آئے (حق کیطرف)

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ
تو تم صلح کرادوان دونوں کے درمیان عدل (وانصاف) کے ساتھ، ۲۵ اور یوں بھی تم انصاف ہی کیا کرو، ۲۶ کہ بے شک

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ
اللہ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں کے ساتھ، ۲۷ (۹) سوائے اس کے نہیں کہ ایمان والے آپس میں (بھائی) بھائی ہیں ۲۸

۲۳ زیادتی کرنے والے گروہ کے خلاف لڑنے کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے"۔ اور وہ صلح پر آمادہ نہ ہو۔ یا صلح کرنے کے بعد اس کی شرائط کی خلاف ورزی کرے۔ اور اللہ کے حکم اور اس کے فیصلے کے آگے جھکنے کو تیار نہ ہو۔ (صفوۃ البیان وغیرہ) یعنی یا تو وہ مصالحت پر آمادہ ہی نہ ہو یا مصالحت کے بعد اس کی شرائط پوری نہ کرے اور دوسری پارٹی پر زیادتی اور تعدی سے باز نہ آئے۔ تو ایسی صورت میں تم اس سے لڑو جو زیادتی کرے۔ سو ایسی صورت میں حکومتِ وقت یا دوسرے مسلمانوں کو تعدی اور زیادتی کرنے والی پارٹی سے جنگ کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ وہ حق کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جائے۔ اور اس طرح فساد اور بگاڑ کے خاتمے کی راہ ہموار ہو جائے۔ سو اس میں زیادتی کرنے والے گروہ کے خلاف لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے اور اس کو ظلم اور زیادتی کرنے کے لیے چھوٹ دے دی جائے۔ کہ اس کے نتیجے میں معاشرہ فساد و بگاڑ کا شکار ہو جائے گا والعیاذ باللہ۔ سو اصلاحِ احوال حسبِ استطاعت سب کی ذمہ داری ہے۔ وباللہ التوفیق

۲۴ باغی فرقے کے خلاف لڑائی کی حد کا ذکر و بیان: سو باغی فرقے کے خلاف لڑائی کی تحدید کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ "تم اس کے خلاف لڑو۔ یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف"۔ یعنی صلح کی طرف، کہ وہ اللہ پاک کی طرف سے ایک مطلوب و مامور امر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (الانفال: ا پ۹) بہر کیف اللہ کے حکم کی طرف لوٹنے سے مراد اس فیصلے کے آگے جھکنا ہے جو مصالحت کرانے والوں نے دونوں فریقوں کے سامنے رکھا ہو۔ سو اسکے آگے جھکنے سے گریز و فرار ایسے ہی متصور ہوگا جیسے اللہ کے حکم سے گریز و فرار ہوتا ہے کہ اس مصالحت کا حکم اللہ ہی نے دیا ہے۔ اسلئے اس کی حیثیت امر اللہ ہی کی ہوگی۔ پس جب تک وہ باغی اور زیادتی کرنیوالا گروہ اللہ کے حکم کے آگے جھکنے اور زیادتی کو ترک کرنے کیلئے تیار نہ ہو تو تم اسکے خلاف لڑو۔ تاکہ معاشرہ ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرنے والے عناصر اور ان کی ظلم و زیادتی سے پاک ہو جائے۔ اور اس میں امن و امان کا دور دورہ ہو اور یہ ایک اجتماعی اور معاشرتی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا اس میں ہر شخص کو اپنی ہمت اور حیثیت کے مطابق حصہ لینا چاہیے

۲۵ فیصلہ عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق: سواس سے عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق فیصلے کا حکم وارشاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''اگر وہ باغی گروہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اور صلح وصفائی کے لیے آمادہ اور تیار ہو جائے تو تم ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرادو عدل وانصاف کے ساتھ''۔ اور کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تم غصے اور لڑائی یا کسی اور امر کی وجہ سے عدل وانصاف کی راہ سے ہٹ جاؤ اور اس کے تقاضوں کو پس پشت ڈال دو۔ (جامع البیان وغیرہ)۔ سو عدل وانصاف ہر حال میں مطلوب ہے۔ اور پائیدار حکم وفیصلہ وہی ہوسکتا ہے جو عدل وانصاف پر مبنی ہو کہ اس میں نہ کسی فریق کی کوئی رورعایت ہو اور نہ کسی سے کسی طرح کی زیادتی۔ اور جس فریق کا نقصان ہوا ہو اس کے نقصان کی تلافی ٹھیک عدل وانصاف کے تقاضوں کے مطابق کر دی جائے کہ عدل وانصاف کے تقاضوں کی تکمیل ہی سے معاشرے میں امن قائم ہوسکتا ہے۔ و باللہ التوفیق لِمَا یُحِبُّ وَیُرِید

۲۶ عدل وانصاف سے کام لینے کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا اور عدل وانصاف کا صریح حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ''تم لوگ عدل وانصاف ہی سے کام لیا کرو''۔ یعنی ہر حال اور ہر معاملے میں۔ اور ہر کسی کے ساتھ۔ کیونکہ عدل وانصاف بہر حال مطلوب ومحمود اور ایک عظیم الشان صفت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو۔ رضی اللہ عنہما۔ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انصاف کرنے والے قیامت کے روز عرش کی دائیں طرف نور کے منبروں پر ہوں گے۔ وہ جو کہ دنیا میں اپنے حکم وفیصلے میں عدل وانصاف سے کام لیتے تھے۔ اور اپنے متعلقین اور ماتحتوں میں انصاف کیا کرتے تھے (ابن کثیر وغیرہ) سو (اقسطوا) کے اس حکم وارشاد سے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنیکی تاکید فرمائی گئی ہے کہ نہ اس میں کسی کی کوئی بے جا رورعایت ہو اور نہ کسی سے ظلم وزیادتی ہو۔ والعیاذ باللہ جل وعلا بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال،

۲۷ انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب: سو ارشاد فرمایا گیا اور حرف تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بے شک اللہ محبت فرماتا ہے انصاف کرنے والوں سے'' اسلئے وہ ان کو بہترین صلہ وبدلہ سے نوازے گا۔ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَسْاَلُ التَّوْفِیْقَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ سو اس سے عدل وانصاف کے قیام کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنیکی عظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اول تو صاف وصریح طور پر عدل وانصاف کے قائم کرنے کا حکم وارشاد فرمایا گیا' پھر اس حقیقت سے آگہی بخشی گئی کہ عدل وانصاف کے قائم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوگئی اس کو پھر اور کیا چاہیے؟ کہ ایسے میں اس طرح کا خوش نصیب انسان تو اس پوری کائنات کے خالق ومالک کا محبوب بن گیا۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی مایحب ویرید. سبحانہٗ وتعالیٰ،

۲۸ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی: سو ارشاد فرمایا گیا اور ''انما'' کے کلمۂ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دینی وایمانی اخوت کی بناء پر۔ جو کہ نسبی اخوت سے بھی کہیں بڑھ کر بڑی چیز اور قوی رشتہ ہے۔ پس اسلام گویا بمنزلہ باپ کے ہے اور سب مسلمان بمنزلہ اس کی اولاد کے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ ''جب لوگ قیس وتمیم۔ اپنے آباؤ واجداد۔ پر فخر کریں گے تو میں صرف اسلام پر فخر کروں گا کہ وہی میرا باپ ہے۔ اس کے سوا میرا کوئی باپ نہیں''۔ اَبِیَ الْاِسْلَامُ لَا اَبَ لِیْ سِوَاہُ۔ اِذَا افْتَخَرُوْا بِقَیْسٍ اوتمیم۔ سو اخوت اسلامی بہت بڑی چیز ہے اور یہ رشتہ بڑا ہی مبارک ومسعود رشتہ ہے جو دوسرے سب رشتوں پر فائق ہے۔ اسکا ہمیشہ پاس ولحاظ کرنا چاہیے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی مایحب ویرید،

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

پس (اختلاف کی صورت میں) تم لوگ صلح کرادیا کرو اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان، ۲۹ اور (ہر حال میں) ڈرتے رہا کرو تم لوگ

تُرْحَمُوْنَ ۞ ۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ

اللہ سے، (اور بچتے رہا کرو اس کی نافرمانی سے،) تاکہ تم پر رحم کیا جائے، ۳۰ ۱۰ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد مذاق اڑائیں

۲۹ **اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم وارشاد:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''اختلاف ونزاع کی صورت میں تم لوگ صلح کرادیا کرو اپنے بھائیوں کے درمیان''۔ اور فریقین میں صلح صفائی کے دوران عدل وانصاف سے کام لیا کرو۔ نہ کہ کسی طرح کی جانبداری سے۔ اور یہاں پر (بَيْنَهُمْ) کی بجائے (بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ) فرما کر اسکی مزید تاکید فرمادی گئی کہ وہ دونوں تمہارے بھائی ہیں اور جب تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ان کے درمیان کسی نزاع کا پیدا ہونا ہی اول تو ان کی باہمی اخوت کے منافی اور دینی تقاضوں کیخلاف ہے۔ لیکن اگر کبھی کسی شیطانی انگیخت سے ایسا ہو جائے تو مسلمانوں کو ان کے درمیان مصالحت کروا دینی چاہیے۔ یہ تمہاری دینی اور ایمانی اخوت کا تقاضا ہے۔ اور اسی میں تمہارے لیے بھلا اور بہتری ہے دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی، کہ اسی سے معاشرتی بگاڑ سے حفاظت ہوگی اور تم لوگوں کو امن وسلامتی کی برکتوں بھری فضا نصیب ہوگی۔ وبالله التوفيق لما يحب و يريد.

۳۰ **تقویٰ وسیلۂ سعادت وسرفرازی:** سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ تقویٰ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ''اور تم لوگ ہمیشہ ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔ سو تقویٰ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ اور رحم فرمانے کی اس عنایت کو یہاں پر اور اسی طرح اس جیسے دوسرے مقامات پر بھی حرفِ ترجی یعنی ''لَعَلَّ'' کے ساتھ تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جو ''شاید'' اور ''امید'' کے معنیٰ میں آتا ہے۔ سو اللہ پاک کے کلام میں اس کے استعمال کے دو پہلو اور دو اعتبار ہیں۔ ایک یہ کہ یہ شاہانہ کلام کا ایک خاص اسلوب وانداز ہوتا ہے، جو کہ شاہی وعدہ کیلئے ایک مشہور ومعروف انداز ہے۔ پس کوئی بادشاہ اگر اس طرح کے الفاظ اپنے کلام میں استعمال کرے تو اس کے معنی یقین ووجوب ہی کے ہوتے ہیں۔ اور یہاں تو معاملہ بادشاہوں کے بادشاہ اور شہنشاہِ حقیقی حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کے کلام کا ہے۔ سبحانه و تعالىٰ۔ اسلئے حضراتِ علمائے کرام کا کہنا ہے کہ ''لَعَلَّ مِنَ اللّٰهِ لِلْوُجُوْبِ''۔ کہ ''اللہ پاک کے کلام میں لفظِ (لَعَلَّ) کا استعمال یقین ووجوب کیلئے ہوتا ہے''۔ یعنی ایسا ضرور ہوگا اور ہو کر رہے گا۔ جبکہ اس میں دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ پاک کا وعدہ تو یقیناً سچا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہمارا تقویٰ اس قابل ہے اور اس معیار پر پورا اتر سکتا ہے کہ اس ذاتِ اقدس واعلیٰ کے حضور شرفِ قبولیت سے مشرف ہوسکے؟ سو (لعل) کے کلمۂ ترجی کے استعمال میں ہمارے لیے یہ اہم درس بھی ہے کہ اپنے عمل کو اس قابل بنانے کی فکر وسعی کرتے رہنا چاہیے کہ وہ حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کے حضور شرفِ قبولیت پاسکے اور ہر شائبۂ شرک وریاکاری سے پاک وصاف ہو۔ اپنی نیت اور ارادے کو بھی درست رکھا جائے اور اپنے عمل وکردار کو بھی۔ وبالله التوفيق لما يحب ويريد، وعلى ما يحب ويريد، بكل حالٍ من الاحوال وهو الهادى الى سواء السبيل جل جلالهٗ و عم نوالهٗ فعليه نتوكل وبه نستعين ۔سبحانه و تعالىٰ

مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

دوسرے مردوں کا، ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والوں) سے کہیں بڑھ کر اچھے ہوں، ۳۱ اور

نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ

نہ عورتیں مذاق اڑائیں دوسری عورتوں کا، ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے والیوں) سے کہیں بڑھ کر اچھی ہوں،

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ

اور نہ تم آپس میں ایک دوسرے کو طعنے دو ۳۲ اور نہ ہی تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے برے نام رکھو، ۳۳

۳۱ دوسروں کا مذاق اڑانے کی ممانعت کا ذکر و بیان: سو اس سے آپس میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے کی ممانعت فرما دی گئی چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور ایمان والوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ ''کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے کہیں بہتر ہوں یعنی''۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، کہ وہاں فیصلہ صرف ظواہر پر نہیں ہوتا بلکہ حقائق اور بواطن پر ہوتا ہے۔ اور اس کا علم اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں ہوسکتا۔ یہاں پر مردوں اور عورتوں دونوں کے بارے میں جمع کے صیغے اختیار فرمائے گئے۔ کیونکہ عیب جوئی عام طور پر دوسروں کے سامنے اور مجمع کے درمیان ہی کی جاتی ہے۔ سو یہاں سے دراصل ان امور سے روکا اور منع کیا جا رہا ہے جو باہمی اختلاف ومخالفت اور جنگ وجدال کا باعث اور سبب بنتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس خطاب وارشاد سے اہلِ ایمان کو اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جو لوگ ایمان ویقین کے شرف سے مشرف ہو چکے ہیں ان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ ایمان لانے کے بعد دوسرے مردوں کو اپنے سے حقیر سمجھ کر ان کا مذاق اڑائیں۔ اور اس طرح دولتِ ایمان ویقین سے مشرف ہونے کے بعد اپنے دامن کو فسق کے داغ دھبوں سے ملوث و آلودہ کریں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ کہ عزت وعظمت اور شرف وکرامت کا دار و مدار اصل میں انسان کے ایمان واخلاق اور صدق واخلاص پر ہے۔ جس کا تعلق انسان کے اپنے قلب وباطن سے ہے۔ اور اس کا علم اللہ وحدہ لاشریک ہی کو ہے۔ وہی جانتا ہے اور جان سکتا ہے کہ کس کا دل کیسا ہے؟ اور اسکے باطن کی کیفیت کیا ہے؟ اس لیے انسان کو دوسروں کی طعنہ زنی اور ان کا مذاق اڑانے کی بجائے اپنے قلب وباطن کی اصلاح کی کوشش میں لگے رہنا چاہیے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی مایحب ویرید. سبحانہ و تعالیٰ. وھو الھادی الی سواء السبیل، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، فی کل ان و حین

۳۲ باہم دگر طعنہ زنی کی ممانعت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا ''اور نہ ہی تمہارے لیے یہ جائز ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو طعنے دو''۔ آیتِ کریمہ میں (اَنْفُسَكُمْ) فرمایا گیا ہے جس کا لفظی ترجمہ ہے ''طعنے مت دو تم لوگ اپنے آپ کو''۔ اور مقصود یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دیا کرو۔ سو اس تعبیر سے یہ عظیم الشان اور اہم درس دیا گیا ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو طعنہ دینا گویا خود اپنے آپ ہی کو طعنہ دینا ہے اور یہ اسلیئے کہ مسلمان سب کے سب آپس میں ایک جسم کی مانند ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مسلمان باہمی محبت ومودت اور تراحم وصلہ رحمی کے اعتبار سے ایک جسم

کی طرح ہیں۔ اگر اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوگی تو پورا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جائے گا"۔ نیز آیتِ کریمہ کی اس تعبیر میں یہ درس بھی ہے کہ جب ایک انسان دوسرے کیلئے ایسے کرے گا تو اس طرح گویا کہ وہ اپنے ہی خلاف کر رہا ہے کہ اس طرح یہ غلط راہ نکلتی ہے جس کے نتیجے میں کل اس کو خود بھی ایسی ہی صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑے گا۔ والعیاذ باللہ۔ واضح رہے کہ (تلمزوا) "لمز" سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں "طعن کرنا"، "آنکھوں کے اشاروں کے ساتھ کسی کو کوئی طنز آمیز فقرہ چست کرنا" وغیرہ۔ جیسا کہ پ۱۰ سورہ توبہ کی آیت نمبر۷۹ میں۔ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَایَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ط سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ز وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ منافقوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ یعنی جب غریب مسلمان اپنے گاڑھے خون پسینے کی کمائی میں سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرے تو منافق لوگ ان سچے مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کیلئے ان پر طنزیہ فقرے چست کرتے ہوئے کہتے کہ لو آج یہ صاحب بھی حاتم طائی کی قبر پر لات مارنے کھڑے ہوئے ہیں وغیرہ۔ سو اس طرح کے زہر آلود فقرے ایسا کہنے والے کے حسد کی بھی غمازی کرتے ہیں اور اس کے کبر وغرور کی بھی۔ اور ان کا اثر دوسروں پر یا تو حوصلہ شکنی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے یا نفرت وعناد کی شکل میں۔ اور یہ دونوں ہی چیزیں معاشرے کے اندر زہر پھیلانے والی اور اس میں تباہی مچانے والی ہوتی ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اسلئے اس سے اہلِ ایمان کو اس طرح صاف اور صریح طور پر منع فرمایا گیا ہے کہ ہمز و لمز اور طعن و تشنیع کی یہ برائیاں فسق وفجور میں داخل اور تقاضائے ایمان کے منافی ہیں۔ اسلئے جو لوگ شرفِ ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں ان کیلئے یہ زیبا نہیں کہ وہ دولتِ ایمان سے سرفرازی کے بعد اپنے دامن کو ایسے داغ دھبوں سے آلودہ کریں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔

۳۳ باہم بُرے نام رکھنے کی ممانعت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا "اور نہ تم ایک دوسرے کے برے نام رکھو" یعنی دوسرے کو کسی ایسے نام سے نہ پکارو جس میں اس کی توہین ہو، اور وہ اس کو برا لگتا ہو۔ جیسے کسی کو "فاسق وفاجر" یا "یہودی ونصرانی" اور "منافق" وغیرہ کہہ کر پکارنا۔ (المراغی، المحاسن، وغیرہ)۔ حضرتِ ابوجبیرہ بن الضحاک کہتے ہیں کہ۔ (وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ) ۔ کا ارشاد ہم بنوسلمہ کے بارے میں نازل ہوا کہ جب نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ ہمارے درمیان کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کے دو یا تین نام نہ ہوں۔ اور جب کوئی کسی کو ان ناموں میں سے کسی کے ساتھ پکارتا تو وہ اس کو برا لگتا۔ جب یہ بات آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئی تو اس پر یہ ارشاد نازل ہوا (رواہ البخاری فی الادب المفرد واہل السنن وغیرھم۔ ابنِ جریر، ابنِ کثیر، المراغی، وغیر ذالک) رہ گئے وہ القاب جن میں مذمت اور برائی کا نہیں حسن وخوبی اور مدح وثنا کا پہلو پایا جاتا ہو تو وہ نہ صرف کہ یہ اس ممانعت میں داخل اور ممنوع نہیں بلکہ وہ محمود و مطلوب ہیں۔ جیسے حضرتِ ابوبکر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیلئے "صدیق" اور "عتیق" کا لقب ووصف۔ حضرتِ عمر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیلئے "فاروق"، حضرتِ عثمانِ غنی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیلئے "ذو النورین"، حضرتِ علی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیلئے "اسد اللہ" اور "بو تراب" اور حضرتِ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے "سیف اللہ" وغیرہ کہ ایسے القاب میں اگلے کیلئے توہین وتحقیر نہیں جو کہ نفرت اور دشمنی کا باعث بنتی ہے۔ بلکہ ان میں اس کے برعکس تعظیم وتکریم ہے جو کہ باہمی الفت اور ترابط وتآلف کا ذریعہ بنتی ہے اور یہ چیز اصل مطلوب اور محمود ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے فضائل سے سرشار وبہرہ ور، اور ہر طرح کے رذائل سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ

کہ بڑا برا نام ہے گناہگاری (دولت) ایمان (سے سرفرازی) کے بعد، ف۳۴ اور جو

لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا

باز نہیں آئیں گے (ایسی حرکتوں سے) تو وہی ہیں ظالم، ف۳۵ (۱۱) اے

۳۴ فسق بڑا برا نام ہے۔ والعیاذ باللہ جلَّ وعلا: سو اس میں تصریح فرما دی گئی کہ بڑا برا نام ہے فسق ایمان کے بعد۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''بڑا ہی برا نام ہے فسوق ایمان کے بعد''۔ اس ارشاد کے دو مطلب بنتے ہیں۔ اور دونوں ہی مطلوب و مراد ہیں۔ اول یہ کہ ''تنا بز بالا لقاب'' یعنی برے نام رکھنا فسق ہے۔ اور جب تم لوگ ایمان کے شرف سے مشرف ہو چکے ہو تو اس فسق کا ارتکاب اور اس میں نام پیدا کرنا بہت ہی بری بات ہے۔ ایمان کی دولت سے محروم کوئی انسان اگر ایسا کرے تو اس پر تعجب کی چنداں ضرورت نہیں۔ مگر تم لوگ اگر نور ایمان و یقین سے سرفرازی کے بعد ایسا کرو گے تو بہت برا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ کہ جو کوئی ایمان لا چکا ہو تو اس کے بعد اس کو اس کے پرانے وصف کی بنا پر یہودی یا نصرانی وغیرہ کہہ کر پکارنا یا جو کوئی اپنے جرم و گناہ سے توبہ کر چکا ہو تو اس کے بعد اس کو ''فاسق'' یا ''فاجر'' اور ''شرابی وزانی'' وغیرہ کہہ کر پکارنا بہت برا ہے۔ (جامع البیان محاسن التاویل، بیضاوی، خازن، مدارک، اور صفوہ، وغیرہ)۔ سبحان اللہ! اس چھوٹے سے جملے میں کتنے عمدہ اور عظیم الشان دو ایسے درس دے دیئے جو معاشرے کی اصلاح کیلئے انقلاب آفریں تاثیر رکھتے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ربّ العالمین۔ سو آپس میں ایک دوسرے پر برے القاب چسپاں کرنا انتہائی توہین و تذلیل کا باعث ہے جس سے عداوتیں اور دشمنیاں جنم لیتی ہیں اور جس سے آگے طرح طرح کے فتنے اور فساد رونما ہوتے ہیں۔ پس جس طرح اچھے القاب سے یاد کرنا باہمی الفت و محبت اور تآلف و ترابط کا ذریعہ ہوتا ہے اسی طرح برے القاب سے یاد کرنا باہمی دشمنی اور نفرت کا باعث بنتا ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا، بکل حال من الاحوال،

۳۵ برائی پر اصرار کرنے والے ظالم۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ: سو اس ارشاد میں ایسی بداخلاقیوں کے مرتکبوں کیلئے سخت تنبیہ و تہدید ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''جو اب بھی توبہ نہیں کریں گے وہ بڑے ظالم لوگ ہیں'' والعیاذ باللہ۔ کہ ایسے لوگ اپنے خالق و مالک کے اوامر کو توڑ کر اور ان کی خلاف ورزی کر کے اس کے حق اطاعت و بندگی کے بارے میں ظلم کرتے ہیں۔ نیز اس طرح کر کے یہ لوگ اس کے رسول برحق کے حقِ اطاعت و اتباع کے بارے میں ظلم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ نیز اس طرح کر کے یہ خود اپنے حق میں بھی ظلم کرتے ہیں کہ اس طرح یہ لوگ اپنے آپ کو اللہ پاک کے عذاب کا مستحق بناتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ العظیم۔ بہرکیف ان کلمات کریمہ سے ایسے لوگوں کیلئے سخت تنبیہ فرما دی گئی کہ جو اس وضاحت کے بعد بھی باز نہیں آئیں گے اور اس قسم کے کسی فسق کے مرتکب ہونگے۔ تو وہ یاد رکھیں کہ وہ ظالم ٹھہریں گے۔ سو اس ارشادات سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سامنے ایمان کی برکتیں بھی ظاہر فرما دیں اور ان کو کفر و فسق کے نتائج سے بھی آگاہ کر دیا۔ پس اب یہ ان لوگوں کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ ہلاکت و تباہی کی راہ کو اپناتے ہیں یا ہدایت و نجات اور خیر و برکت کی راہ کو۔ سو اس طرح اتمام حجت کے بعد بھی جو لوگ اپنی روش سے باز نہیں آئیں گے وہ اس کے نتائج سے بہر حال دو چار ہو کر رہیں گے۔ اور یہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ظلم نہیں ہوگا بلکہ اس ظلم کے مرتکب ایسے لوگ خود اپنے کرتوتوں کی بنا پر ہونگے۔ اور اس کا بھگتان خود ان کو بھگتنا ہوگا ''وَالْعِیَاذُ'' بِاللّٰہِ جَلَّ وَ عَلَا بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال،

الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ

وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، بچتے رہا کرو تم بہت سے گمانوں سے، ۳۶ کہ

بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ

بعض گمان یقیناً گناہ ہوتے ہیں، اور نہ تم تجسس کرو (اور نہ کسی کے عیب تلاش کرو،) ۳۷ اور نہ ہی تم میں

بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ

سے کوئی کسی کی غیبت کرے، ۳۸ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ گوشت کھائے اپنے

۳۶ بدگمانی سے بچنے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور ایمان والوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ ''تم لوگ بچتے رہا کرو بہت سے گمانوں سے''۔ یعنی خواہ مخواہ بدگمانی نہ کیا کرو کہ بدگمانی بڑا گناہ ہے۔ اور یہ آگے کئی فتنوں کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اس کو سب سے بڑا جھوٹ ''اَکْذَبُ الحدیث'' قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے ''اِیَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ'' واضح رہے کہ (کثیرا من الظن) ''بہت سی بدگمانیوں'' کے کلماتِ کریمہ سے یہاں پر دو اہم درس اور بنیادی سبق اور بھی ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ زیادہ تر گمان چونکہ غلط ہی ہوتے ہیں اس لئے گمان کے بارے میں تم ہمیشہ احتیاط ہی سے کام لیا کرو اور خواہ مخواہ ظن و گمان سے کام نہ لیا کرو بعض ظن یقیناً گناہ ہوتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ سب گمانوں سے بچنے کیلئے نہیں فرمایا گیا۔ کیونکہ بعض گمان صحیح بھی ہوتے ہیں۔ جیسے عام مسلمانوں سے نیک گمان رکھنا۔ اور بعض گمان واجب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ پاک کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا وغیرہ۔ اسی لئے آگے تصریح فرما دی گئی کہ بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ یعنی سب کے سب ظن گناہ نہیں ہوتے۔ بہر کیف اس ارشاد میں بدگمانی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ گمان کی اچھائی یا برائی کا معاشرے کی اصلاح اور اس کے فساد کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ کیونکہ حسنِ ظن اور نیک گمانی انسان کو دوسروں سے جوڑتی اور ان کے قریب کرتی ہے۔ جبکہ بدگمانی انسان کو دوسروں سے دور کرتی اور ان میں باہمی نفرت پیدا کرتی ہے۔ سو اس اعتبار سے گمان فصل و وصل کی اصل اساس اور بنیاد ہے۔ اسلئے ایک مومن کا کام اور اس کی شان یہی ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں ہمیشہ اچھا گمان ہی رکھے۔ اِلَّا یہ کہ کسی معتبر ذریعے اور ٹھوس شہادت سے یہ امر واضح ہو جائے کہ وہ حسنِ ظن کے قابل نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۳۷ باہمی تجسّس کی ممانعت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا ''اور نہ ہی تم تجسس کرو''۔ کہ تجسس اور عیب جوئی تمہاری شان کے لائق نہیں۔ حضرتِ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غیبت اور عیب جوئی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''جو کوئی دوسروں کی عیب جوئی میں لگے گا اللہ پاک اس کی عیب جوئی میں لگ جائے گا۔ اور جس کی عیب جوئی اللہ

پاک فرمانے لگے تو وہ اسے رسوا کر کے چھوڑے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے نہاں خانہ ہی میں کیوں نہ ہو"۔ (ترمذی، ابواب البر والصلۃ، ابن جریر، ابن کثیر، محاسن التاویل وغیرہ)۔ وَالعیاذُ باللّٰہِ الّذِیْ لَا اِلٰہ الا ھو۔ بہرکیف اس ارشاد میں تجسس یعنی دوسروں کی ٹوہ میں لگنے سے روکا گیا ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر گمان کے بارے میں بیان ہوا کہ ہر گمان برا نہیں بلکہ وہ گمان برا ہے جو برائی کا باعث ہو۔ یہی طریقہ یہاں بھی سمجھا جائے کہ مطلق ٹوہ میں لگنا برا نہیں بلکہ وہ تجسس برا ہے جو برے مقصد سے ہو۔ والعیاذ باللہ۔ لیکن دور حاضر میں تو اس برائی نے ایک پیشے اور فن کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ جدید اخبار نویسی نے تو اس کو بطور خاص بڑی ترقی دی ہے۔ ایسے لوگ تو دن رات کسی نہ کسی سکینڈل کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اور اس چیز کو اخبار نویسوں کی بڑی چالاکی اور ہوشیاری سمجھا جاتا ہے۔ خاص کر کسی نمایاں شخصیت کی پرائیویٹ زندگی سے متعلق کسی ایسے سکینڈل کی تلاش کو جس سے اس کا اخبار ہاتھوں ہاتھ بک جائے۔ سو اس طرح کا تجسس چونکہ اس اخوت اور باہمی ہمدردی کے بالکل منافی ہے جس پر صالح اسلامی معاشرہ قائم ہوتا ہے اس لیے اہلِ ایمان کو اس سے اس قدر صراحت کے ساتھ روکا گیا ہے۔ رہا وہ تجسس جو کسی اچھے مقصد کیلئے ہو جیسے دوسرے مسلمان بھائی کی ضروریات اور اس کی مشکلات میں ہاتھ بٹانے کیلئے یا اسلامی حکومت اپنی رعایا کی خبرگیری کیلئے یا دوسروں کے شر سے بچنے کے لیے وغیرہ وغیرہ تو وہ نہ تو ممنوع و محذور ہے اور نہ ہی اس نہی کے عموم میں داخل ہے۔ بلکہ وہ "الامور بمقاصدھا" کے قاعدۂ کلیہ کے مطابق مطلوب و محمود ہے۔ تاکہ اس طرح متوقع شرور فتن سے بچاؤ کا سامان کیا جا سکے۔ وباللہ التوفیق لمایحب ویرید،

۲۸ غیبت کی ممانعت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا "اور نہ ہی تم لوگ ایک دوسرے کی غیبت کرو"۔ غیبت کی تعریف حدیثِ پاک میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ کسی کی اس کی پیٹھ پیچھے برائی کی جائے۔ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر وہ برائی اس شخص میں پائی جاتی ہو تو کیا پھر بھی یہ غیبت شمار ہوگی؟ تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ برائی اس میں پائی جاتی ہوگی تو تب ہی تو وہ غیبت ہوگی ورنہ تو یہ بہتان قرار پائے گا۔ (جو کہ غیبت سے بھی بڑھ کر ہے) والعیاذُ باللہ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ) اور کسی کی پیٹھ کے پیچھے اس کی برائی کرنے میں یہ بات خود داخل ہے کہ غیبت کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ اس کے اس فعل کی خبر اس شخص کو نہ ہو جس کی غیبت وہ کر رہا ہے۔ اپنی اسی خواہش کی بنا پر وہ یہ کام اس کے پیٹھ پیچھے صرف ان لوگوں کے سامنے کرتا ہے جو یا تو اس کے ہم خیال اور ہمراز ہوتے ہیں، یا کم سے کم اس کو ان لوگوں سے یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ یہ اس کے ہمدرد ہونگے جس کی برائی وہ ان کے سامنے کر رہا ہے۔ اور یہ کہ وہ اس کا یہ راز اس کے سامنے فاش کر دیں گے۔ اور غیبت کی یہی خصوصیت اس کو ایک نہایت مکروہ اور گھناؤنا فعل بنا دیتی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ کیونکہ اس سے نہ کسی حق کی حمیت اور حمایت کا مقصد حاصل ہوتا ہے اور نہ کسی طرح کی کسی اصلاح کی کوئی توقع ہو سکتی ہے۔ بلکہ اس طرح صرف ایک بزدل شخص کسی کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے اور اپنی آتشِ حسد کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بس۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ

مرے ہوئے بھائی کا؟ اس کو تو تم لوگ خود بھی برا سمجھتے ہو ف۳۹ اور (ہر حال میں) ڈرتے رہا کرو تم لوگ اللہ سے، (اور بچتے رہا کرو اس کی

اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم

نافرمانی سے) بیشک اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا انتہائی مہربان ہے، ف۴۰ ﴿۱۲﴾ اے لوگو یقیناً ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور

مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ

عورت سے پیدا کیا ہے، ف۴۱ اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں (محض اس لئے) تقسیم

۳۹ غیبت اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر۔ والعیاذ باللہ: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ غیبت کرنا اپنے مردہ پڑے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ اور ظاہر ہے کہ نہیں کہ انسان کا گوشت کھانا اور وہ بھی اپنے بھائی کا۔ اور وہ بھی مرے ہوئے بھائی کا۔ آخر اس کو کون گوارا کر سکتا ہے؟ تو پھر تم لوگ غیبت کو کس طرح گوارا کرتے ہو؟ سنن ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، تو آپ ﷺ کعبہ شریف کو خطاب کر کے فرما رہے تھے کہ کعبہ! تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری ہوا کس قدر پاکیزہ ہے، تیری شان کتنی بڑی ہے، اور تیری عزت وحرمت کس قدر عظیم ہے، لیکن مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مومن کی عزت وحرمت اللہ تعالیٰ کے یہاں تیری عزت وحرمت سے بھی کہیں بڑھ کر ہے، (ابن کثیر وغیرہ) امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ دو عورتیں روزے میں پیاس کی شدت سے نڈھال ہو رہی ہیں، تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلا کر قی کرنے کا حکم دیا، اور جونہی انہوں نے قی کی تو ان کے منہ سے گوشت اور جمے ہوئے خون کے ٹکڑے اور پیپ نکلی، اس پر آپ نے فرمایا کہ ان دونوں نے اللہ پاک کی حلال کردہ چیزوں سے تو روزہ رکھا مگر اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز نہیں کیا، یہ دونوں لوگوں کے گوشت کھاتی رہیں، (یعنی غیبت کرتی رہیں،) یہاں تک کہ ان کے پیٹ خون اور پیپ سے بھر گئے (ابن کثیر اور جامع البیان وغیرہ۔ وَالْعِیَاذُ باللہ العظیم. اللّٰھُمَّ احْفظنا منھا بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ یا ارحم الراحمین ۔ بہرکیف اس مثال وارشاد سے غیبت کے گھنونے پن کو آشکارا فرما دیا گیا کہ یہ اپنے مردہ پڑے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے، جو کہ اپنی مدافعت سے بالکل عاجز اور قاصر ہوتا ہے سو جب تم لوگ اس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ اپنے مردہ بڑے ہوئے بھائی کا گوشت کھاؤ تو پھر تم غیبت کو کس طرح گوارا کرتے ہو؟ حالانکہ غیبت کی برائی اور اس کا گھناؤنا پن اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ اللہ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین

۴۰ توبہ اور اصلاحِ احوال کی ترغیب کا ذکر و بیان: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی شانِ توابیت اور اس کی

رحمت وعنایت کے ذکر وبیان کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا انتہائی مہربان ہے۔ پس سچی توبہ کرنے پر وہ صرف گناہ ہی معاف نہیں فرماتا' بلکہ اپنی مزید رحمت سے بھی نوازتا ہے کہ وہ تَوّاب ہونے کے ساتھ ساتھ رحیم اور مہربان بھی ہے سبحانہ و تعالیٰ، پس ضرورت اس امر کی ہے بندہ ہمیشہ اور دل وجان سے اس کے حضور جھکے اور جھکا ہی رہے کہ وہاں فیصلے دراصل دلوں کی نیتوں اور ارادوں پر ہی ہوتے ہیں' سو اس ارشاد میں بڑی تنبیہ بھی ہے، اور اصلاح احوال کی ترغیب بھی، لیکن جو لوگ اپنے بھائیوں کا مفت گوشت کھانے کے عادی ہوجاتے ہیں ان کو اس کی ایسی چاٹ لگ جاتی ہے کہ وہ اس کے پیچھے اپنا ایمان ہی گنوا بیٹھتے ہیں' والعیاذ باللہ، پس تم لوگ توبہ اور اصلاح کے ذریعے اس ہولناک انجام سے بچ جاؤ' قبل اس سے کہ تلافی وتدارک کی یہ فرصت تمہارے ہاتھوں سے نکل جو آج حیاتِ دنیا کی صورت میں تمہیں حاصل اور میسر ہے، حیات دنیا کی فرصت بہرحال محدود اور معدود ہے۔ سو اگر تم لوگوں نے سچے دل سے اور صحیح طور پر توبہ کرلی اور تم اللہ کی طرف صدق دل سے رجوع ہوگئے تو تم اس کی رحمت و عنایت کی پوری اُمید رکھو کہ یقیناً وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا، انتہائی مہربان ہے۔ یہاں پر یہ حقیقت بھی واضح رہے کہ اوپر کی تین برائیاں یعنی دوسروں کا مذاق اڑانا' طعن وتشنیع سے کام لینا، اور برے القاب چسپاں کرنا ان برائیوں میں سے ہیں جن کا ارتکاب انسان اعلانیہ اور عام لوگوں کے سامنے کرتا ہے جبکہ دوسری تین برائیوں یعنی بدگمانی تجسس اور غیبت کا تعلق ان برائیوں سے ہے جو انسان دوسروں سے چھپا کر یا اپنے محرمانِ راز کے سامنے کرتا ہے۔ سو دینِ حنیف نے ان دونوں ہی قسم کی برائیوں سے روکا اور منع فرمایا ہے اور یہی تقاضا ہے اسلامی تزکیہ وتطہیر کی اس مقدس تعلیم کا جو ظاہر اور باطن دونوں قسم کے گناہوں سے اجتناب کا درس دیتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ (الانعام: ۱۲۰ پ ۸) کہ چھوڑ دو تم لوگ گناہ کے ظاہر کو بھی اور اسکے باطن کو بھی۔ سو جب تک انسان ظاہر اور باطن کے ان دونوں ہی قسم کے گناہوں کو ترک نہیں کردیتا اور ان سے پاک نہیں ہوجاتا اس وقت تک اس کو وہ تزکیہ حاصل نہیں ہوسکتا جو اسلامی تعلیمات کی رو سے مطلوب ہے۔ وباللہ التوفیق لمایحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل،

۲۱ نسلی اور خاندانی تفاخر وغرور پر فیصلہ کن ضرب کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور سب لوگوں کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا گیا کہ "اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا"۔ یعنی آدم وحوا سے۔ تو پھر تمہارے لئے دوسروں کی طعنہ زنی اور ان کو گھٹیا سمجھنا تمہارے لئے کس طرح روا ہوسکتا ہے؟ جب کہ اصل اور اساس تم سب کی ایک ہی ہے' تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے "كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ" پس محض نسلی بنیادوں پر اپنی بڑائی جتانے کا کوئی جواز نہیں، کہ یہ چیز بندے کے اپنے اختیار میں نہیں۔ اور جو چیز کسی کے اختیار میں نہ ہو وہ معیار فضیلت نہیں بن سکتی۔ اسی لئے یہاں پر فضیلت وبندگی کا معیار تقویٰ و پرہیزگاری کو قرار دیا گیا ہے جو کہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے' اس میں جو جتنا ترقی کرے گا اتنا ہی آگے بڑھتا جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔ بہرکیف اس ارشاد ربانی سے اس نسلی' خاندانی، اور قبائلی غرور وتفاخر کا یکسر خاتمہ فرمادیا گیا جو ان برائیوں میں سے اکثر کا سبب بنتا ہے' جن کا ذکر اوپر فرمایا گیا اور جس نے دنیا میں ہمیشہ تباہی مچائی۔ اسکی بناء پر جگہ جگہ اور طرح طرح سے خونریزی ہوئی، اور آج تک ہورہی ہے اور جس کے باعث تاریخ کے مختلف ادوار میں کشتوں کے پشتے لگے، اور آج تک لگ رہے ہیں' قرآن حکیم نے اس طرح اس کی جڑ کاٹ دی' اور نسلی اور خاندانی تفاخر وغرور پر فیصلہ کن ضرب لگائی۔ فالحمد للہ۔ پس یہ حقیقت صاف اور واضح ہوگئی کہ محض نسلی اور خاندانی تفاخر کوئی چیز نہیں۔

لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

کر دیا ۴۲ کہ تا کہ تم آپس میں پہچان کرسکو ۴۳ بے شک اللہ کے یہاں تم میں سے سب سے بڑا عزت دار وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ

(و پرہیز گار) ہو بے شک اللہ پوری طرح جانتا ہے (تمہارے عمل و کردار کو اور وہ) پوری طرح باخبر ہے (تمہارے جملہ احوال و کوائف سے،) ۴۵ ﴿۱۳﴾

۴۲ خاندانوں اور قبائل کی تقسیم سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''ہم ہی نے تم لوگوں کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا''۔ ''شعوب'' جمع ہے ''شعب'' کی۔ جس کے معنی قوم کے آتے ہیں۔ اور آج بھی عرب ملکوں میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً عرب آج بھی کہتے ہیں ''شعبُ الامارات''، ''الشعبُ السُّعُودِی''، ''شَعْبُ فَلَسْطِيْنَ'' اور ''شَعْبُ لِيْبِيَا'' وغیرہ وغیرہ۔ اور قبائل جمع ہے قبیلہ کی۔ جس کو اردو میں خاندان کہا جاتا ہے۔ عربی زبان کی وسعت اور ہمہ گیری کا یہ بھی ایک مظہر اور ثبوت ہے کہ اس میں طبقاتِ نسل کے اعتبار سے لوگوں کے مختلف طبقوں کیلئے سات نام آتے ہیں جن میں سب سے اوپر شعب ہے اور سب سے نیچے عشیرہ۔ اور باقی ان دونوں کے درمیان۔ اور جب تم لوگوں کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں ہم ہی نے تقسیم کیا ہے، تم میں سے کسی کا اس میں کوئی دخل اور اختیار نہیں تو پھر یہ چیز جو کسی کے بس اور اختیار ہی میں نہیں باہمی تفوق اور تفاخر کا باعث آخر کیونکر بن سکتی ہے؟ قابل تفاخر تو وہ چیز ہو سکتی ہے جو انسان کے اپنے بس اور اختیار میں ہو، سو کسی خاص خاندان یا قبیلے میں پیدا ہو جانے سے کسی کو کوئی ایسا امتیاز حاصل نہیں ہو جاتا کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں اعلیٰ و اشرف سمجھنے لگے اور دوسروں کو اپنے مقابلے میں گھٹیا اور حقیر قرار دینے لگے کہ یہ چیز عقل و نقل دونوں کے تقاضوں کے خلاف اور منافی ہے۔ بہر کیف جب خاندانوں اور قبائل کی تقسیم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے انسان کا اس میں کوئی دخل اور اختیار نہیں تو پھر یہ چیز انسان کی فضیلت اور اسکے تفوق کا باعث اور معیارِ آخر کس طرح بن سکتی ہے؟ پس اصل چیز تقویٰ و پرہیزگاری ہے اور بس۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۴۳ قوموں اور قبیلوں کی تقسیم محض باہمی تعارف کے لیے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے تم لوگوں کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا کہ تا کہ تم لوگ آپس میں پہچان کرسکو۔ نہ اس لئے کہ تم محض اس بناء پر ایک دوسرے پر فخر جتانے لگو اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں دوسروں کو اپنے سے گھٹیا اور حقیر سمجھنے لگو، اور اس بناء پر ایک دوسرے کے کشت و خون کے درپے ہو جاؤ' کہ پیدائش کا معاملہ انسان کے اپنے بس اور اختیار میں ہے ہی نہیں' اور فخر اسی چیز پر کیا جا سکتا ہے جو انسان کے اپنے بس اور اختیار میں ہو' سبحان اللہ! کتنا اہم اور کس قدر معقول اور بنیادی درس دیا اس کتاب حکیم نے دنیا کو' مگر افسوس کہ دنیا اس سے غافل و بے خبر ہے' یہاں تک کہ خود مسلمان بھی اسے غافل و بے بہرہ ہے۔ اور آج کے جاہل اور غافل انسان نے اس عظیم الشان درس کو بھلا کر اور عقل و نقل اور فطرتِ سلیمہ کے عین مطابق ارشاد فرمائی جانے والی ان تعلیمات مقدسہ کو پس پشت ڈال کر نسل و خاندان ہی کو فضیلت و بزرگی کے لئے اصل اور معیار قرار دے رکھا ہے' اور اسی نسلی اختلاف و تفاوت کی بناء پر جگہ جگہ کشت و خون کے بازار گرم کر رکھے ہیں' جس کے نتیجے میں

رونگٹے کھڑے کر دینے والے حوادث و واقعات' یہاں اور وہاں' جگہ جگہ، اور طرح طرح، سے رونما ہوتے رہتے ہیں' والعیاذ باللہ العظیم ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ قوموں اور قبیلوں کی تقسیم محض تعارف کیلئے ہے ۔اور معیارِ فضیلت و برتری صرف تقویٰ و پرہیزگاری ہے' اور بس ۔جس کی یہاں پر تفریح فرمادی گئی ہے، والحمد اللہ جل و علا ۔

۴۴ معیارِ فضیلت و برتری صرف تقویٰ و پرہیزگاری: پس اگر قابلِ فخر بننا ہے تو تقوے کا یہ وصف اپنے اندر زیادہ سے زیادہ پیدا کرو سبحان اللہ ،مساوات اور حقوق انسانی کے دعویداروں کی آنکھیں تو آج کھل رہی ہیں' اور وہ بھی محض برائے نام' مگر اسلام نے اپنی مقدس تعلیمات میں اس کا درس اور اس قدر واضح اور ٹھوس انداز میں دیا اور آج سے چودہ سو برس پہلے دیا تھا' اور اس وقت جب کہ پوری دنیا سوئی ہوئی تھی اور پوری نوع انسانی کو خطاب کر کے اور اس قدر عمدگی' جامعیت' اور معقولیت کے ساتھ درس دیا کہ دورِ حاضر کی دنیا اپنی تمام تر روشن خیالیوں' اور بلند بانگ دعووں، کے باوجود اس کے عشر عشیر کو بھی نہ آج تک پہنچ سکی ہے' اور نہ قیامت تک پہنچ سکے گی' کہ یہ حضرتِ خالق جل مجدہ کے علم و حکمت پر مبنی تعلیم ہے' اگر اللہ پاک کی طرف سے مفصل تفسیر لکھنے کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق و سعادت نصیب ہوگئی' تو انشاء اللہ اس سلسلہ میں پوری تفصیل وہاں پیش کی جائے گی ۔ وَاللّٰہُ الْمُوفق وھُوَ الْمُسْتَعَان وَعَلَیْہِ الْتکلان بہرکیف اس سے اس حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ معیارِ فضیلت و برتری تقویٰ و پرہیزگاری ہے ۔سو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا شخص وہ ہوگا اور وہی ہوسکتا ہے جو اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور اس کی مقرر فرمودہ حدود و قیود کی سب سے بڑھ کر پابندی کرنے والا ہوگا ۔خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کہیں کا بھی ہو ۔اور اس کا تعلق کسی بھی قوم قبیلے سے ہو ۔وہ کوئی بھی زبان بولتا ہو اور کسی بھی رنگ اور نسل سے تعلق رکھتا ہو ۔

۴۵ معاملہ اللہ کے ساتھ صحیح رکھنے کی ضرورت: کہ سب کچھ اسی وحدہٗ لاشریک کے قبضہ ءِ قدرت و اختیار میں ہے ۔سبحانہ وتعالیٰ ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک اللہ بڑا ہی جاننے والا پوری طرح باخبر ہے' سبحانہ و تعالی، اس لئے ظاہر تو ظاہر ہے تمہارے باطن کی کوئی کیفیت' اور تمہارے دلوں کی کوئی حالت بھی اس سے مخفی و مستور نہیں رہ سکتی' لہٰذا ہمیشہ اپنے باطن اور اپنے دلوں کی دنیا کو درست رکھو، کہ اس وحدہ لاشریک کی نظر ظاہر سے پہلے تمہارے باطن پر ہے' اور وہاں فیصلے صرف ظاہرداری پر نہیں' باطن اور اصل حقائق پر ہوتے ہیں' سو جو عزت کا مستحق ہوگا وہ اپنا مقام عزت بہرحال پاکر رہے گا' اگرچہ وہ کتنے ہی گمنام اور حقیر خاندان سے کیوں نہ اٹھا ہو' اور جو اس کے برعکس عزت و عظمت کا مستحق نہیں ہوگا وہ ذلت و رسوائی کے اس ہولناک گڑھے میں بالآخر گر کر رہے گا جس کا وہ سزاوار ہوگا' خواہ وہ کتنے ہی بڑے خاندان سے تعلق رکھنے والا کیوں نہ ہو' کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو پوری طرح جانتا ہے سبحانہ و تعالیٰ، سو محض اپنے گھمنڈ اور زبانی کلامی دعووں سے کچھ نہیں بنتا خواہ کوئی سورج بنسی اور چاند بنسی ہی کیوں نہ بنتا ہو پس اصل چیز یہ ہے کہ اپنے اس خالق و مالک سے معاملہ صحیح رکھا جائے جس کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے اور جو بندے کے ظاہر و باطن سے پوری طرح واقف و آگاہ ہے ۔سبحانہ و تعالیٰ ۔اللّٰھم فخذنا بنواصینا الی مافیہ حبک ورضاک بکل حالٍ من الاحوال ، وفی کل موطنٍ من المواطنِ فی الحیاۃ ۔

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا

یہ بدوی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، (ان سے) کہو کہ تم ایمان نہیں لائے ف۲۶ ہاں تم یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے کہ ایمان تو ف۲۷

۲۶ ایمان محض زبانی کلامی دعوے کی چیز نہیں: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ایمان محض زبانی کلامی دعوے کی چیز نہیں بلکہ وہ اصل اور حقیقی ایمان مطلوب ہے جو دل میں جاگزیں ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ بدوی لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے۔ سو تم ان سے کہو کہ تم لوگ ایمان نہیں لائے۔ یوں نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، یا تم جھوٹے ہو، بلکہ یوں فرمایا کہ تم ایمان نہیں لائے' سو اس میں ادب اور حسنِ تخاطب کی تعلیم ہے' کہ مخاطب کو ایسے الفاظ میں خطاب نہ کیا جائے جس سے وہ چڑ جائے اور ضد میں آ کر حق سے منہ موڑ لے' اور یہ حکمت تبلیغ کا ایک بڑا اہم اور بنیادی اصول ہے' جس کو دینِ حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ میں طرح طرح سے واضح فرمایا گیا ہے' بہر کیف اس میں اطراف مدینہ میں رہنے والے ان بدویوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو اسلام اور پیغمبر اسلام پر یہ احسان جتلاتے تھے کہ ہم لوگ لڑے بھڑے بغیر ایمان لائے ہیں' اور اس بناء پر یہ لوگ اس زعم میں مبتلا تھے کہ ان کیلئے خاص حقوق و رعایات ہونی چاہئیں' اسی لیے ان لوگوں کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ جب یہ آنحضرت ﷺ کی ملاقات کیلئے آئیں تو آپ ان سے بلا تاخیر اور فوری ملاقات کریں۔ یہاں تک کہ اگر آنحضرت ﷺ گھر کے اندر ہوتے تو بھی یہ لوگ انتظار کی زحمت گوارا نہ کرتے، بلکہ باہر سے آپ کو نام لے کر پکارنا شروع کر دیتے، اور انکے اس گنوار پن میں جہاں ان کی تربیت کے فقدان اور اس کی محرومی کا دخل تھا وہیں ان کے اس گھمنڈ کا بھی دخل تھا کہ یہ لوگ لڑے بھڑے بغیر اور بدوں کسی جنگ وجدال کے ایمان لائے ہیں۔ اس لیے ان کا پیغمبر پر اور اسلام پر احسان ہے۔ اسلئے ہر موقع پر ان کی ناز برداری ہونی چاہیے۔ سو ان لوگوں کی اس ذہنیت پر یہاں ضرب لگائی گئی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۲۷ ایمان کا اصل محل دل ہے: سو ان لوگوں سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حالانکہ ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ ابھی یعنی ''لَمَّا'' استعمال ہوا ہے نہ کہ لَمْ کا اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لَم تو مطلقاً نفی کے لئے آتا ہے مگر لَمّا اس نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے' جس میں ابھی تک فعل پایا نہ جاتا ہو لیکن آئندہ پائے جانے کی اُمید ہو' چنانچہ روایات کے مطابق یہ حضرات بھی بعد میں پختہ اور قلبی ایمان سے مشرف ہو گئے تھے' سبحان اللہ! کیسی نزاکتیں' باریکیاں' اور لطافتیں ہیں' عربی زبان اور اس کتاب حکیم میں۔ فالحمد للہ الذی شرّفنا بھذا الکِتَابِ العَظِیم و بفھم ھذہ اللُّغۃِ العظیمۃ المبارکۃ۔ بہر کیف اس ارشاد سے ان کو جواب دیا گیا کہ تم لوگ اپنے ایمان کی حکایت اتنی زیادہ نہ بڑھاؤ' اس نے تو ابھی صرف تمہارے دلوں کے دروازے پر دستک دی ہے' ابھی تک وہ ان میں داخل ہوا ہی نہیں' اور یہ ایمان اللہ تعالیٰ کے یہاں معتبر نہیں' اس کے یہاں معتبر وہ ایمان ہے جو انسان کے رگ و پے میں اس طرح سرایت کر جائے کہ اس کے دل و دماغ اور ظاہر و باطن کو اس طرح اپنے رنگ میں رنگ دے کہ اس کیلئے اس سے الگ ہو کر سوچنا اور کوئی عمل کرنا آسان نہ رہ جائے' سو عقل و خرد کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ زبانی کلامی ایمان کے دعوے کرنے اور اسلام اور پیغمبر اسلام پر احسان جتلانے کی بجائے اپنے اندر ایسا سچا پکا اور حقیقی ایمان پیدا کرنے کی فکر و سعی کرو' تا کہ تمہارا بھلا ہو دنیا کی اس عارضی زندگی میں بھی اور آخرت کے ابدی جہاں اور حقیقی زندگی میں بھی۔ کیونکہ انسان نے حساب اس ذات کے یہاں دینا ہے جو علیم' بذات الصدور ہے' سبحانہ و تعالیٰ۔

يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِيۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ وَاِنۡ تُطِيۡعُوا
ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، ۴۸ اور اگر تم نے (صدق دل سے) اطاعت وفرمانبرداری کی

اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَا يَلِتۡكُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِكُمۡ شَيۡـًٔا ؕ
اللہ اور اس کے رسول کی، تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، ۴۹

۴۸ ایمان اور اسلام کے درمیان باہمی نسبت؟: سو اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا محل انسان کا دل اور اس کا باطن ہے، اور اسلام کا تعلق ظاہری اعضاء و جوارح سے، اسی لئے اس آیت کریمہ سے ایمان اور اسلام کے تغایر پر استدلال کیا گیا ہے، مگر ہمارے نزدیک اس بحث میں صحیح یہ ہے کہ لفظ ایمان و اسلام دراصل ان الفاظ میں سے ہیں جو عربی کے اس مشہور قاعدے کے ماتحت آتے ہیں۔ اِذَا اجۡتَمَعَا افۡتَرَقَا وَ اِذَا افۡتَرَقَا اجۡتَمَعَا۔ یعنی یہ دونوں جب اکٹھے استعمال ہوتے ہیں تو ان کے معانی الگ الگ اور مختلف ہوتے ہیں۔ جیسے یہاں پر ہے۔ اور جب ان دونوں میں سے کوئی ایک بولا جائے تو وہ دوسرے کے مفہوم کو بھی شامل ہوتا ہے۔ جیسے۔ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَام) میں ہے، اور اس کی مثال لفظ فقیر اور مسکین کی ہے، کہ ان دونوں لفظوں کی کیفیت بھی یہی ہے، بہرحال ان اعراب (دیہاتیوں) سے فرمایا گیا کہ ایمان صرف زبان سے دعوی کردینے کا نام نہیں، بلکہ زبانی دعوے کے ساتھ ساتھ اس کی حقیقت کا دل میں جاگزیں ہونا بھی ضروری ہے، اور وہ تمہارے اندر موجود نہیں، ورنہ تم لوگ اپنے ایمان کا اس طرح ہم پر احسان نہ جتلاتے، کہ ہم بغیر لڑے بھڑے ایمان لائے ہیں، وغیرہ وغیرہ بلکہ تم اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے تم کو نور ایمان کی دولت سے نوازا ہے جو کہ سب سے بڑی اور بے مثال دولت ہے اور جو دارین کی سعادت اور سرخروئی سے سرفرازی کا واحد ذریعہ ہے۔

۴۹ اطاعت خدا اور رسول کا صلہ وثمرہ خود اطاعت گزاروں کے لیے: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کا صلہ وثمرہ خود اطاعت گزاروں ہی کو پہنچے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم لوگ اطاعت وفرمانبرداری کرو گے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا یعنی ایمانِ کامل اور اخلاصِ واقعی کے ساتھ، اور احسان جتلانے کی بجائے اللہ پاک اور اس کے رسول اکرم کا یہ احسان اپنے اوپر مان کر، کہ اللہ پاک کی طرف سے اور اس کے رسول کے ذریعے تم پر ہدایت کا یہ عظیم الشان احسان ہوا، اور اس کی قدر دانی میں تم نے اللہ اور اس کے رسول کا شکر ادا کیا کہ تمہیں ایمان جیسی عظیم و بے مثال دولت نصیب ہوئی ہے، سو اس میں ان احسان جتلانے والوں کو تنبیہ ہے کہ اگر تم اسلام لائے یا تم نے اسلام کی کوئی خدمت کی، تو اس کا احسان آخر کیوں جتلاتے ہو، اس کا صلہ وثمرہ تو خود تم ہی لوگوں کو ملے گا اور یہ سب کچھ خود تم ہی لوگوں کو کام آئے گا، اللہ تمہارے کسی بھی عمل میں ذرہ برابر کوئی کمی کرنے والا نہیں، تو پھر اس کا احسان جتلانے کا کیا مطلب؟ پس عقل ونقل کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ذریعے اپنے لیے دارین کی سعادت وسرخروئی کا سامان کرے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل۔

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ

بلاشبہ اللہ بڑا ہی درگزر فرمانے والا، انتہائی مہربان ہے، ف۵۰ ﴿۱۴﴾ سوائے اسکے نہیں کہ مومن تو حقیقت میں وہی لوگ ہیں

آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا

جو (صدق دل سے) ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر، پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا، اور انہوں نے جہاد کیا

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ

اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، اللہ کی راہ میں، (اور اسکی رضا کیلئے،) یہی لوگ

هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ ۚ

ہیں سچے، (اپنے قول و قرار میں) ف۵۱ ﴿۱۵﴾ (ان سے) کہو (اے پیغمبر!) کہ کیا تم اللہ کو آگاہ کر رہے ہو اپنے دین کے بارے میں؟

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ

حالانکہ اللہ جانتا ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں میں ہے، اور وہ سب کچھ بھی جو کہ اور جو زمین میں ہے، ف۵۲

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ

اور اللہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے، ف۵۳ ﴿۱۶﴾ یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں

۵۰ اطاعت گزاروں کے لیے تسکین وتسلی کا سامان: سو اطاعت گزاروں کی تسکین وتسلی کے لئے ارشاد فرمایا گیا اور "اِنَّ" کی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا نہایت ہی مہربان ہے اس لئے وہ واہبِ مطلق جل جلالہٗ تمہارے اعمال میں کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ تمہیں پورے اجر و ثواب اور اس سے بھی زیادہ سے نوازے گا، اور تمہارے استحقاق سے بھی کہیں بڑھ کر نوازے گا کہ اس کی تو شان ہی بخشش وعطاء اور جود وسخا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس تمہارے لئے اطاعت و فرمانبرداری کا یہ دروازہ ہمیشہ کیلئے کھلا ہے، سبحان اللہ، کیا کہنے اس کرم کے؟ کہ کرم ہی کرم اور نوازش ہی نوازش ہے سو تصریح فرما دی گئی کہ وہ تمہارے کسی بھی عمل میں ذرہ برابر کوئی کمی نہیں کرے گا بلکہ تمہارے ہر چھوٹے بڑے عمل کا تم کو بھرپور صلہ اور بدلہ دے گا کہ وہ بڑا ہی شکور اور قدردان ہے، سبحانہ و تعالیٰ جل و علا تم ایک کرو گے ستر پاؤ گے سو تمہارا ہر عمل خود تم ہی لوگوں کو کام آنے والا ہے۔ سو جب تم اپنے ہی بھلے کیلئے اور اپنا ہی کام کرتے ہو تو پھر اس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان رکھنے کا آخر کیا مطلب؟ اور مزید خوش خبری یہ کہ وہ وحدہ لاشریک غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔ پس تمہاری خامیوں اور کوتاہیوں سے وہ درگزر بھی فرمائے گا اور تم لوگوں کو اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے بھی نوازے گا اور تمہیں صلہ دینے میں ذرہ بھر کوئی کمی نہیں کرے گا اور اس کا بھی کوئی خدشہ واندیشہ نہیں کہ وہ اعمال کی قیمت کم کرنے کے لئے تمہارے چھوٹے چھوٹے نقائص کو بہانہ بنائے

کہ وہ ایسے تمام تصورات سے پاک اور اعلیٰ و بالا ہے اور وہ بڑی ہی مغفرت و بخشش اور رحمت والا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ جل و علا

۵۱ اہل ایمان کے بعض اہم اوصاف کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور کلمۂ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ مومن تو اصل میں وہی لوگ ہیں جو صدق دل سے ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر۔ پھر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ یہی لوگ ہیں سچے۔ یعنی یہی لوگ سچے ہیں اپنے دعویٔ ایمان میں، کہ انہوں نے اپنے عمل و کردار اور اپنی صفات و خصال سے اپنی صداقت کا ثبوت پیش کر دیا' انہوں نے صرف زبانی کلامی دعوی ہی نہیں کیا' بلکہ عملی طور پر اس کا ثبوت بھی دیا' اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں کا نذرانہ بھی برضا و رغبت پیش کیا' سو یہ ہیں حقیقی اہل ایمان کے اوصاف کہ وہ صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر' پھر اس بارہ کسی قسم کا شک نہیں کرتے اور اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' اپنے مالوں سے بھی اور اپنی جانوں سے بھی' اور یہی ہیں سچے مومن جنہوں نے اپنے دعوے کا عملی ثبوت پیش کیا

۵۲ ایمان کے دعویداروں کے ضمیر پر ایک دستک کا ذکر و بیان: سو ایمان کے دعویداروں کے ضمیروں کو جھنجوڑنے کے لیے اور ان کے ضمیروں پر ایک دستک کے طور پر فرمایا گیا کہ ان سے کہو کہ کیا تم لوگ اللہ کو اپنے دین کی خبر دینے چلے ہو؟۔ جو اس طرح اپنے ایمان کے بلند بانگ دعوے کرتے ہو' سو اگر ایسے ہے تو تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے' اور وہ ہر شئی سے پوری طرح واقف و آگاہ ہے' کوئی بھی چیز اس سے ڈھکی چھپی نہیں' مطلب یہ کہ اگر تم لوگوں کو اپنے دین و ایمان پر ناز ہے تو تم کسی ایسے کے سامنے ناز کرو، جو تمہارے دین و ایمان کی حقیقت سے بے خبر ہو' اس ذاتِ اقدس و اعلیٰ کے سامنے ناز کرنے کا کیا مطلب اور کیا فائدہ؟ جو اس کائنات کی ظاہر و پوشیدہ ہر چیز سے پوری طرح واقف و آگاہ ہے' کیا وہ تمہارے دین و ایمان کے طول و عرض سے آگاہ نہیں ہوگا' جو اس کائنات کے ذرّے ذرّے سے واقف و آگاہ ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ لہذا تم لوگ ایسے دعوے کرنے کی بجائے اپنے اندر سچے پکے ایمان و یقین کو پیدا کرنے کی کوشش کرو، اس واہبِ مطلق کا دل و جان سے شکر ادا کرو جس نے تمہیں ایمان و یقین کی دولتِ بے مثال سے نوازا ہے تاکہ اس طرح تم لوگ سرفراز ہو سکو دین کی سعادت اور سرخروئی سے فلک الحمد والشکر یاربی علی ماکرمتنی وشرفتنی بنعمة الدین والایمان وبخدمة هذا الدین المبارک المجید

۵۳ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے اس سے کوئی بھی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ پس ایسے بلند بانگ دعادی کرنے کی بجائے تم لوگ اپنے ظاہر و باطن کی دنیا کو درست رکھو کہ اس خدائے پاک سے تمہاری کوئی بھی حالت چھپی ہوئی اور پوشیدہ نہیں' کہ وہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے' جَلَّ جَلالُهٗ اس سے تمہارے دین و ایمان کی کوئی حالت اور کیفیت نہ مخفی و مستور ہے' نہ مخفی و مستور ہو سکتی ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ اس لیے اس کے یہاں محض ظاہر داری اور خالی خولی دعووں سے کام نہیں چلے گا بلکہ وہاں پر صدق و اخلاص کی ضرورت ہے کہ اس کی شان یعلم خائنة الاعین و ماتخفی الصدور کی شان ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین،

أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ

اس بات کا یہ اسلام لائے ہیں، ؂۵۴ (ان سے) کہو کہ تم لوگ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، ؂۵۵

بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ

بلکہ احسان تو اللہ نے تم لوگوں پر فرمایا ہے کہ اس نے (اپنے فضل و کرم سے) تمہیں ایمان کی ہدایت سے نوازا،

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

اگر تم لوگ سچے ہو (اپنے دعوائے ایمان میں،) ؂۵۶ ﴿۱۷﴾ بلاشبہ اللہ جانتا ہے

غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا

آسمانوں اور زمین کے غیب (اور ان کی چھپی باتوں) کو، اور اللہ پوری طرح نگاہ میں رکھے ہوئے ہے ان تمام کاموں کو

تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ ع

جو تم لوگ کرتے ہو ؂۵۷ ﴿۱۸﴾

ع ۱۴ / ۱۶ / ۸

۵۴ بدویوں کے احسان جتلانے کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ یہ اسلام لائے۔ جس طرح کہ بنو اسد وغیرہ کے کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان جتلاتے ہوئے کہا تھا کہ ہم بغیر لڑے بھڑے آپ پر ایمان لے آئے جب کہ دوسروں نے آپ سے جنگ و جدال سے کام لیا، وغیرہ سو یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ کسی کو اگر دین کی کوئی خدمت انجام دینے کی توفیق مل رہی ہے تو وہ کسی اور پر اس کا احسان جتلانے کی بجائے اسے خود اپنے اوپر اللہ پاک کا احسان سمجھے کہ اسی کے فضل و کرم سے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے، جو کہ دارین کی فوز و فلاح کا ذریعہ ہے، منت منہ کہ خدمتِ سلطان می کنی = منت ازو شناس کہ بخدمت گزاشتت، یعنی بادشاہ پر احسان مت جتلاؤ کہ تم اس کی خدمت کر رہے ہو، بلکہ احسان اس کا سمجھو کہ اس نے تمہیں اپنی خدمت کے شرف سے مشرف فرمایا ہے۔ فلکَ الحَمْدُ و الشکر یَا رَبِّیْ علی ما کَرَّمْتَنِیْ وَ شَرَّفْتَنِیْ بِنِعْمَةِ الدِّینِ وَ الایْمَانَ و بخدمة هٰذا الدِّيْنِ المبارک المجيد يا ارحم الراحمين و يا اکرم الاکرمين۔ بہر کیف اس سے ان بدوی لوگوں کے اس گھمنڈ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا جو وہ اپنے ایمان و اسلام کے بارے میں اپنے دماغوں میں رکھتے تھے کہ ہم چونکہ کسی لڑائی بھڑائی کے بغیر ایمان لائے ہیں اس لئے ہمارے لئے خاص رعایتیں اور خاص حقوق ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۵۵ احسان جتلانے والے بدویوں کو جواب: سو احسان جتلانے والے ایسے اعراب کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہو کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو کہ میں نے تم کو اسلام کی دعوت نہ تو اپنے کسی ذاتی فائدے کے لئے دی، اور نہ ہی

اس سے میرا کوئی ذاتی اور دنیوی مفاد وابستہ ہے۔ بلکہ یہ سراسر تمہاری ہی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے ہے' تو پھر مجھ پر احسان جتلانے کا کیا مطلب؟ میں نے تو تم لوگوں کو دین کی دعوت خود تمہارے بھلے کے لیے دی کہ تاکہ اس طرح تمہاری دنیا بھی بنے اور آخرت بھی۔ سوتم لوگ اگر دین وایمان میں سچے ہوتو تمہارا احسان مجھ پر نہیں' بلکہ احسان تو اصل میں اللہ تعالیٰ کا تم لوگوں پر ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی نعمت سے نوازا۔ جو کہ سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس تم لوگ اسی کا شکر ادا کرو۔

۵۶ احسان تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔سبحانہ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر مت جتلاؤ بلکہ احسان تو اللہ کا تم لوگوں پر ہے۔ کہ اس نے تم کو دولتِ ایمان سے نوازا' کہ ایمان ویقین کی اس دولت اور دین حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ میں تمہارے لئے دارین کی سعادت وسرخروئی کا سامان ہے، فالحمد لِلّٰهِ اگر تم لوگ سچے ہو اپنے دعوئ ایمان میں' یعنی اول تو تم لوگ اپنے اس دعوے ہی میں سچے نہیں ہو' بلکہ یہ سب کچھ تمہاری لاف زنی اور محض زبانی جمع خرچ ہے' اور اگر تمہاری اس بات میں کچھ صداقت اور وزن ہے تو تمہیں ہم پر احسان جتلانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا ممنون واحسان اور شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس نے تمہیں اسکی توفیق بخشی۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ ورنہ تم لوگ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پس کرم اسی وحدہٗ لاشریک کا ہے

۵۷ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ وذکر: سو مدعیانِ ایمان کے جواب کیلئے علم الٰہی کے کمال وشمول کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کی سب چھپی باتوں کو۔ پس اس سے تمہاری کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی' اس لئے زبانی کلامی دعوے کرنے کی بجائے تم لوگ ہمیشہ اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کی فکر کرو' کہ تمہارا واسطہ ایسی علیم وخبیر ذات سے ہے' جس سے آسمان وزمین کی اس پوری کائنات کی کوئی بھی چیز مخفی ومستور نہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ بہر کیف آخر میں اس بات کو پھر واضح فرمادیا گیا کہ اپنے ایمان واسلام کی حکایت کو زیادہ بڑھانے اور بتانے جتانے کی ضرورت نہیں، بلکہ اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ صاف رکھنے کی ضرورت ہے' کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات کے تمام بھیدوں اور کھلی چھپی باتوں کو پوری طرح اور ایک برابر جانتا ہے۔ اور وہ ان تمام کاموں پر پوری طرح نگاہ رکھے ہوئے ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔ اس لیے بلند وبانگ دعوے کرنے اور زبانی کلامی باتیں بنانے کی بجائے اس سے اپنا معاملہ صاف اور صحیح رکھنے کی ضرورت ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید ،

❀ ❀ ❀

☆—— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ بتاریخ ۲۴ ربیع الاوّل ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۵ مئی ۲۰۰۳ء بروز پیر بوقت پونے بارہ بجے شب مدنی منزل معمورۃ المدنی (گہل)، ضلع سدھنوتی' منگ' آزاد کشمیر۔ والحمد للہ ربّ العالمین فی کل زمان و مکان، جل و علا.

☆—— اللَّمَسَاتُ الاخیرۃ ۱۰۔ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۔ مارچ ۲۰۰۴ء بروز منگل بوقت پونے بارہ بجے شب' مدنی منزل' معمورۃ المدنی (گہل) منگ ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر۔ والحمدللہ ربّ العالمین۔ وھو الاھل للحمد قبل کل شئی و بعد کل شئی. وَهُوَ الَّذِیْ شَرَّفَنِیْ وَكَرَّمَنِیْ بِهٰذَا الْعَمَلِ الْجَلِیْلِ، مِنْ تفسیر کتابه العزیز الکریم،

اٰیاتُھا ۴۵ ۵۰ سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ ۳۴ رُکُوْعَاتُھَا ۳

سورۂ قٓ مکی ہے اور اس کی پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ○

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

قٓ قسم ہے اس قرآن کی جو بڑا ہی عزت و شان والا ہے ۱ (۱) (ان لوگوں کا انکار کسی بنیاد پر مبنی نہیں) بلکہ ان کو تعجب اس

مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ

بات پر ہوا کہ ان کے پاس ایک خبردار کرنے والا آ گیا خود انہی میں سے جس پر یہ کافر کہنے لگے کہ یہ تو بڑی عجیب بات

۱ قرآن اپنی صداقت وحقانیت پر خود گواہ: — سو ارشاد فرمایا گیا "قسم ہے اس قرآن بزرگ و برتر اور باعظمت کی"۔ جس کی عزت و شان سب سے بڑھ کر ہے۔ اسی لئے یہ سابقہ آسمانی کتابوں کے لئے ناسخ ہے۔ پس جو اس پر ایمان لائے گا اس کو پڑھے گا اور سیکھ کر عمل کرے گا، وہ بھی بڑی عزت اور شان پائے گا، اس دنیا میں بھی اور اس کے بعد کی دائمی زندگی میں بھی۔ جعلنا الله منهم ووفقنا لما يحب و يرضىٰ سبحانه وتعالىٰ۔ نیز یہ قرآن جو اس شان والا ہے اس نبی امی کی حقانیت وصداقت کی ایک قطعی اور واضح دلیل ہے کہ جس پر نازل ہوا اور جس نے اس دنیا کے سامنے پیش فرمایا وہ قطعی طور پر سچا اور برحق ہے۔ صلوات الله و سلامه عليه۔ اس قسم کا جواب محذوف ہے جو فحوی ءِ کلام سے خود مفہوم ہوتا ہے، اور علماء کرام سے اس کی مختلف تقدیرات منقول ہیں، مثلا یہ کہ لتبعثن کہ "تم لوگ ضرور اٹھائے جاؤ گے" یا انا ارسلنا "کہ یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے" اِنَّکَ لَعَلَی الْحَقّ و انهم مبعوثون و غير ذالك من العبارات والتقريرات والحذف يعم هذا كله "بہرکیف اس قرآن مجید کی قسم کھا کر واضح فرمادیا گیا کہ جو کچھ اس میں ثبت و مندرج میں ہے اور جو کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے ہیں اور جس حشر و نشر کی خبر وہ دے رہے ہیں، وہ سب قطعی طور پر حق اور سچ ہے، اور اس کی صداقت وحقانیت کے لئے یہ کتاب مجید خود ایک قطعی ثبوت اور واضح دلیل ہے، مجید کا یہ کلمہ کریمہ جو یہاں پر قرآن کریم کی صفت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ یہ دوسرے مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ کی صفات کے طور پر بھی آیا ہے، اور یہ اس لئے کہ ہر کلام متکلم کی صفات کا مظہر اور اس کا عکس ہوتا ہے۔ سو جس طرح اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے اسی طرح اس کا یہ کلام بھی بزرگ و برتر ہے، اور اس کی یہ بزرگی اور برتری اس کی ایک ایک آیتِ کریمہ سے ظاہر و عیاں ہے۔ اگر کوئی اس کی عظمتِ شان اور جلالت قدر سے متاثر نہیں ہوتا تو وہ یا تو نہایت ہی پلید ہے یا اس کا دل بالکل سیاہ ہو چکا ہے۔ والعياذ بالله العظيم۔ ورنہ یہ قرآن تو وہ کتاب ہے کہ اگر اس کو پہاڑوں پر اتارا جاتا تو وہ بھی پارہ پارہ ہو جاتے جیسا کہ اس کی تصریح خود قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر فرمائی گئی اور یہاں پر اس کتاب مجید کی قسم کھا کر اس اہم اور بنیادی حقیقت کو ظاہر فرمادیا گیا کہ یہ قرآن اپنی صداقت وحقانیت پر خود گواہ ہے۔ والحمد لله جل و علا بكل حالٍ من الاحوال،

عَجِیْبٌ ﴿۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ

ہے۔ ف ۲ ﴿۲﴾ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے (تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟) یہ لوٹنا تو بہت بعید (از عقل) ہے۔ ف ۳ ﴿۳﴾ حالانکہ ہمیں

بَعِیْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ

پوری طرح معلوم ہے وہ سب کچھ جو کہ زمین کھاتی ہے ان کے جسموں میں سے۔ ف ۴ اور ہمارے پاس ایک ایسی کتاب ہے جس میں

۲ **منکرین کے بشریت پیغمبر علیہ السلام پر اچنبھے کا ذکر و بیان:** - سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ منکرین کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کو پیغمبر کی بشریت سے اچنبھا اور اس پر تعجب تھا۔ جس پر انہوں نے کہا ایک ہم ہی میں سے' اور ہم ہی جیسا ایک انسان نبی و رسول کس طرح ہو سکتا ہے؟ یعنی وہ لوگ نبوت و رسالت اور بشریت کے درمیان منافات سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کی بشریت کو دیکھتے ہوئے ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا، اور اس طرح انہوں نے کفر کا طوق اپنے گلوں میں ڈال دیا۔ افسوس کہ قرآن و سنت کی ایسی بے شمار اور واضح تعلیمات و تاکیدات کے باوجود یہی غلط فہمی آج بھی بہت سے مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور بہت سے لوگ کلمہ گو مسلمانوں میں سے بھی آج ایسے موجود ہیں جو کھلم کھلا اور اعلانیہ طور پر کہتے ہیں کہ نبی بشر نہیں ہوتا، غلط فہمی اور بیماری کل کے ان منکروں اور آج کے ان غفلت شعاروں کے درمیان ایک ہی رہی ہے' کہ ایسے لوگ نبوت و رسالت اور بشریت میں منافات سمجھتے ہیں' کہ جو بشر ہوگا وہ نبی و رسول نہیں ہوگا' اور جو نبی و رسول ہوگا وہ بشر و انسان نہیں ہو سکتا' بلکہ نور اور مافوق البشر ہوگا' اسی غلط فہمی کی بناء پر کل کے ان اعجوبہ پرستوں نے حضرت انبیاء و رسل علیھم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا انکار کیا' اور آج کے یہ عجوبہ پرست نبوت و رسالت پر ایمان کے دعویدار بن کر آپ ﷺ کی بشریت طاہرہ کا انکار کرتے ہیں' غلط فہمی دونوں جگہ بہر حال ایک ہی رہی ہے' کہ ان لوگوں کے نزدیک بشریت و نبوت دونوں آپس میں جمع نہیں ہو سکتیں' جب کہ قرآن و سنت کی نصوص قطعیہ یہ بتا رہی ہیں کہ یہ دونوں صفتیں نہ صرف یہ کہ آپس میں جمع ہو سکتی ہیں' بلکہ ہمیشہ جمع رہی ہیں' اور جو بھی پیغمبر تشریف لائے وہ بشر ہی تھے اور اسی کی گواہی ہر مسلمان اپنے کلمہ ءِ شہادت میں عبدہ و رسولہ کہہ کر دیتا ہے' بلکہ عبدیت و بشریت تو پہلے ہے اور نبوت و رسالت بعد میں، کہ وہ نبوت و رسالت آپ کو چالیس سال کی عمر شریف کے بعد عطا فرمائی گئی تھی' جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر خود ارشاد فرمایا کُنْتُ عَبْدًا قبل ان اکون رسولاً (مؤطا) یعنی میں عبد اور بشر تو پہلے تھا اور رسول بعد میں بنا۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیھم اجمعین۔ بہر کیف اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ منکروں نے پیغمبر کی بشریت کی بناء پر ان کی نبوت کا انکار کر دیا، اور ان کافروں نے کہا کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ انہی میں سے ایک شخص رسول بن جائے، اور اس طرح یہ لوگ ہمیشہ کے عذاب اور محرومی میں مبتلا اور فی النار والسقر ہو گئے۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ اور ہر اعتبار سے راہ حق و ہدایت پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۳ **منکرین کے بعث بعد الموت پر اچنبھے کا ذکر و بیان:** - سو ارشاد فرمایا گیا کہ انہوں نے کہا کہ یہ تو ایک عجیب بات ہے۔ یعنی اول تو ایک بشر کا نبی و رسول بن جانا بجائے خود ایک ناقابل فہم معاملہ ہے۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ اس نے جو پیغام سنایا وہ بھی

نا قابل یقین اور بڑا عجیب ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ بھلا یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے؟ یہ تو ایک انہونی اور نا قابل فہم بات ہے؟ بھلا جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور گل سڑ کر ختم ہو جائیں گے اور نام ونشان تک مٹ جائے گا، تو اس کے بعد ہم دوبارہ کس طرح زندہ ہو جائیں گے؟ سو بعث بعد الموت کا معاملہ چونکہ خالص غیب کا معاملہ ہے اس کو وحی کے ذریعے جاننے کے سوا اور کوئی ذریعہ ممکن ہی نہیں، اس لئے جو لوگ وحی اور رسالت کے منکر ہیں ان کے لئے آخرت کے اس عقیدے کو ماننا اور اس پر ایمان لانا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے، اس لئے ایسے منکر لوگوں نے عقیدہ آخرت کے بارہ میں ہمیشہ ایسے ہی تعجب اور انکار کا اظہار کیا، کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے، یہ بات چونکہ ان کی عقلِ ناقص کے محدود دائرے میں نہیں آسکتی اس لئے وہ اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے، والعیاذ باللہ، حالانکہ ایسے لوگ اگر خود اپنے وجود میں ہی صحیح طور پر غور کرلیں تو اس حقیقت کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں رہتا بھلا جس نے ان کو پہلی مرتبہ وجود بخشا نیست سے ہست کیا اس کے لئے ان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا آخر کیوں اور کیا مشکل ہوسکتا ہے؟ اسی حقیقت کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ (یٰسین: ۹ پ ۲۳) یعنی ان گلی سڑی اور بوسیدہ ہڈیوں کو وہی دوبارہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کمال وایمان ویقین سے بہرہ مند وسرفراز رکھے، اور شک وریب کے ہر شائبے سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین و یا اکرم الاکرمین۔

۴ منکرین کے شبہات کے جواب کا ذکر و بیان: — سو منکرین کے شبہات کے جواب کے لئے اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ جو کچھ زمین ان میں سے کھاتی ہے۔ یعنی اول تو زمین سب کچھ نہیں بلکہ ان میں سے کچھ ہی کھاتی ہے۔ کیونکہ روح تو پہلے ہی ان سے منتقل ہو جاتی ہے، اور پھر جسم میں سے بھی جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے کہ عجب الذنب کی وہ چھوٹی سی ہڈی باقی رہتی ہے جس سے آدمی کے جسم کی ترکیب ہوتی ہے (جامع البیان، الوجیز، وغیرہ) اور پھر جو بھی کچھ زمین کھاتی ہے، وہ بھی ہمارے علم سے باہر نہیں، بلکہ ہمیں اس کا پوری طرح علم ہے، تو پھر ہمارے لیے ان کو دوبارہ زندہ کرنا آخر کیوں اور کیا مشکل ہوسکتا ہے؟ سو تم لوگ اگر خداوند قدوس کے علم محیط اور قدرتِ مطلقہ کو اپنے ناقص علم اور ناقص قدرت پر قیاس کر کے غلط فہمی کا شکار ہوتے ہو تو یہ تمہارا اپنا قصور ہے، جس کا بھگتان تم کو خود ہی بھگتنا ہوگا ورنہ امر واقع تو تمہارے اس تصور سے یکسر مختلف ہے، سو منکروں کو مغالطہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کو اپنے علم پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے، جسم انسانی کے جن اجزاء کو زمین تحلیل کرتی ہے ان سب کو وہ پوری طرح جانتا ہے، کوئی چیز اس سے مخفی اور اوجھل نہیں ہوسکتی، بھلا جو ہر چیز کا خالق ہو اور جس کے حکم سے ہر چیز پر موت طاری ہوتی ہو، اس سے کوئی چیز مخفی کس طرح رہ سکتی ہے؟ اور جب وہ ہر ہر چیز کو جانتا ہے اور اسکی قدرت بھی کامل اور لامحدود ہے۔ تو وہ جب چاہے گا تمام اجزاء کو اکھٹا کر کے از سر نو زندہ کر دے گا، سبحانہ و تعالیٰ، اور پھر وہاں پر بات اسباب ووسائل کی نہیں بلکہ محض اس کے اشارہ اور حکم وارشاد کی ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ o فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ o (النّٰزعٰت: ۱۳-۱۴ پ ۳۰) یعنی وہ تو محض ایک ڈانٹ اور ایک جھڑکی ہوگی جس کے نتیجے میں یہ سب کے سب کھلے میدان میں آموجود ہونگے سو اس قادر مطلق کی قدرت بے پایاں اور اس کا ہر کام بے مثال ہے۔ سبحانہٗ و تعالیٰ۔

وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝٤ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ

سب کچھ محفوظ ہے ‏ف۵ ④ (اور تعجب ہی نہیں) بلکہ انہوں نے تو صاف (اور صریح) طور پر جھٹلا دیا حق کو جب کہ وہ ان کے پاس پہنچ گیا ف۶ جس

لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝٥ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا

کے باعث یہ لوگ ایک بڑے ہی الجھن والے معاملے میں پڑے ہیں ف۷ ⑤ تو کیا انہوں نے کبھی دیکھا نہیں اپنے اوپر (تنے ہوئے)

اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ

اس آسمان کو کہ کس طرح بنایا ہم نے اس کو (مضبوطی اور حکمت کے ساتھ،) اور اس کو مزین (وآراستہ) کر دیا (ستاروں کے

فُرُوْجٍ ۝٦ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

ان عظیم الشان چراغوں کے ساتھ،) اور (اس طور پر کہ) اس میں کوئی رخنہ تک نہیں ف۸ ⑥ اور زمین (کے اس عظیم الشان کرے) کو بھی

۵ اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ریکارڈ کا حوالہ وذکر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہمارے پاس ایک ایسی کتاب بھی ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ یعنی حفیظ یہاں پر "حافظ" کے معنی میں ہے' یعنی اس کتاب میں ان کے نام ان کی تعداد اور ان کے جملہ کوائف محفوظ ہیں' نیز یہ کلمہ محفوظ کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے' یعنی وہ کتاب ہر طرح کے تغیر وتبدیل سے محفوظ ہے' مراد ہے لوح محفوظ جو اللہ پاک کے علم ازلی وابدی سے کنایہ ہے، جس کو تمثیل میں اس طرح ادا فرمایا جاتا ہے' کہ جیسے اس طرح کی کسی جامع ومحفوظ کتاب کا علم محیط اور محفوظ ہوتا ہے اسی طرح اللہ پاک کا علمِ مطلق وبیکراں بھی سب کو محیط بھی ہے اور ہر طرح سے محفوظ ومصون بھی، (محاسن التاویل، جامع البیان، المدارک، الخازن وغیرہ) سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی علم کے علاوہ ہر چیز کا سارا ریکارڈ محفوظ رکھنے کے لئے ایک ایسا عظیم الشان دفتر بھی قائم کر رکھا ہے جس میں ہر چیز اور ہر شخص کے بارے میں پوری تفصیل درج ہے کہ کون کہاں اور زمین کی کس پہنائی میں دفن ہے۔ اور اس کے جسم کے اجزاء کہاں کہاں اور کس کس شکل میں ہیں اور ہر شخص کے اقوال وافعال کا پورا پورا ریکارڈ بھی اس میں درج و موجود ہے تا کہ ہر کوئی اپنی زندگی بھر کے کئے کرائے کا پورا پورا صلہ وبدلہ پا سکے اور اس طرح عدل وانصاف پورے ہو سکیں، اور بتمام وکمال پورے ہو سکیں۔ سو اس قادر مطلق کے لئے نہ انسان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا کچھ مشکل ہے اور نہ اس سے حساب لینا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔

۶ جرمِ انکار کی شدت اور سنگینی کا اظہار وبیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ انہوں نے جھٹلایا دیا حق کو جب کہ وہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ یعنی قرآنِ حکیم کو۔ جس کی تکذیب وانکار پورے دین اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سب کی تکذیب ہے' اور جو خرابیوں کی خرابی، تباہیوں کی تباہی، اور دارین کی ہلاکت وبربادی کا پیش خیمہ ہے' والعیاذ باللہ العظیم حق سے یہاں پر مراد قرآن مجید ہے جو لوگوں کو قیامت سے آگاہ کر رہا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے اسکی تکذیب کر دی جبکہ وہ انکے پاس پہنچ گیا، سو اول تو ان لوگوں نے اس بدیہی حقیقت کا انکار کیا جس کے انکار کے لئے ان کے پاس نہ کوئی معقول وجہ تھی اور نہ ہی اس کے لئے کوئی معقول وجہ ہو سکتی ہے اور پھر اس پیغامِ حق کا انکار بھی اس وقت کیا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ یعنی اس کے آنے سے پہلے تو پھر بھی ان کیلئے انکار کی گنجائش ہو سکتی تھی

کہ اس وقت یہ لوگ جاہل اور بے خبر تھے، لیکن اب جب کہ وہ ان کے پاس پہنچ گیا، اور حق اور حقیقت کی وضاحت پوری طرح ہوگئی تو اب ان کے اس انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ آفتاب نصف النہار کا انکار ہے۔ جس کی حماقت محتاج بیان نہیں سو ایسے میں ان اس جرم انکار کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔ اور ان کی محرومی اور حق سے دوری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے تو پھر ان کو نور ہدایت سے سرفرازی کس طرح نصیب ہوسکتی ہے؟ اور ایسوں کی بگڑی آخر کیسے بن سکتی ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم۔

۷ انکارِ حق کا نتیجہ الجھن والتباس، والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ پس یہ لوگ ایک بڑے ہی الجھن والے معاملے میں پڑے ہیں۔ کبھی یہ پیغمبر کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ شخص ہم ہی جیسا ایک انسان اور بشر ہے، جو یہ پیغمبر کیسے ہوسکتا ہے، اور کبھی کہتے ہیں کہ نبوت کسی بڑے دنیادار اور دولت مند شخص کو ملنی چاہیے تھی، کبھی کہتے ہیں کہ یہ شاعری ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ کہانت ہے، پیغمبر کو کبھی جادوگر قرار دیتے ہیں اور کبھی مجنون، کبھی کہتے ہیں کہ زندگی تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے، اور کبھی کہتے ہیں کہ دوسرے جیون میں پھر آئیں گے اور دوسری زندگی ملے گی وغیر ذالک من الخرافات، پس اس سے بڑھ کر اضطراب اور اس سے زیادہ بری الجھن اور کیا ہوگی؟ جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں، معلوم ہوا کہ اللہ پاک اور اس کے رسول کریم ﷺ کی بتائی ہوئی راہ حق وہدایت سے اعراض ورو گردانی اور اس سے محرومی کے بعد انسان کو حقیقی امن واطمینان اور سکون وقرار کی دولت کبھی نہیں مل سکتی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِهٰذَا الدِّیْنِ الْعَظِیْمِ وَبِالْاِیْمَانِ اَللّٰهُمَّ فَزِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَ یَقِیْنًا وَحُبًّا فِیْکَ وَ امْتِثَالًا لِاَمْرِکَ سو راہ حق وہدایت سے اعراض ورو گردانی کا اثر ونتیجہ بہر حال الجھاؤ اور اضطراب میں گھرنا ہے، والعیاذ باللہ، اور اسی اضطراب اور الجھاؤ کے نتیجے میں یہ لوگ ایک صریح قسم کے تضاد فکر میں مبتلا ہیں کہ ایک طرف تو یہ لوگ خداوند قدوس کی ان تمام صفات کا اقرار کرتے ہیں جو قیامت کو لازم کرتی ہیں، اور دوسری طرف یہ قیامت کا انکار کرتے ہیں جو اس اقرار کا بدیہی نتیجہ اور لازمی تقاضا ہے، اور اس طرح یہ لوگ ایسی ذہنی الجھن میں پھنسے ہوئے ہیں جس سے نکلنے اور خلاصی پانے کی کوئی راہ ان کو سجھائی نہیں دیتی۔ ان لوگوں کے اسی تضاد فکر کی طرف سورہ ذاریات کی آٹھویں آیت میں اس طرح اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اِنَّکُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۔ یعنی تم لوگ یقیناً ایک سخت قسم کے تناقض میں مبتلا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور فکر وعمل کی ہر کجی اور انحراف سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین ویاارحم الراحمین۔

۸ آسمان میں غور وفکر کی دعوت کا ذکر وبیان: سو آسمان اور اس میں موجود سامان عبرت وبصیرت میں غور وفکر کی دعوت کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر تنی ہوئی آسمان کی اس عظیم الشان چھت میں کبھی غور نہیں کیا کہ ہم نے اس کو کس پُر حکمت طریقے سے بنایا اور یہ کہ ہم نے اسے عظیم الشان چراغوں کے ذریعے مزین کیا۔ جن جیسے دوسرے کوئی عظیم الشان چراغ انسان نے نہ کبھی دیکھے ہیں، اور نہ ہی وہ ایسا سوچ ہی سکتا ہے، اور جب ان کو ظاہری روغن واسباب کے بغیر ہم نے اس طرح روشن ومنور کر دیا تو پھر ہمارے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا آخر کیوں اور کیا مشکل ہوسکتا ہے، نیز اس میں یہ درس بھی ہے کہ یہ عظیم الشان کارخانہ قدرت بیکار اور بے مقصد نہیں ہوسکتا کہ یونہی ختم ہو جائے، رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ سو جس قادر مطلق نے آسمان وزمین کی اس عظیم الشان کائنات کو پیدا فرما دیا، اس کیلئے اس چندفٹ کے انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا آخر کیوں اور کیا مشکل ہوسکتا ہے؟ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس انسان نے بہر حال دوبارہ اٹھنا اور اپنے کیے کرائے کا صلہ وبدلہ پانا ہے۔ تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور بتمام وکمال پورے ہوں۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ۔

رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴿۷﴾

ہم ہی نے بچھایا ہے اور اس میں (پہاڑوں کے) عظیم الشان لنگر بھی ہم ہی نے ڈالے ہیں، ف۹ اور ہم ہی نے اس میں اگائی ہر قسم کی

تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۸﴾ وَنَزَّلْنَا

(عمدہ اور) خوشنما پیداوار، ف۱۰ ⑦ سامان بصیرت، اور یاد دہانی کے طور پر، ہر اس بندے کے لئے جو رجوع کرنے والا ہو ف۱۱ (حق اور حقیقت کی

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ

طرف،) ⑧ اور ہم ہی نے اتارا آسمان سے برکتوں بھرا پانی، پھر اس کے ذریعے ہم نے اگائے طرح طرح کے باغات، اور غلے

الْحَصِيْدِ ﴿۹﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿۱۰﴾

کھیتوں کے، ⑨ اور کھجوروں کے ایسے لمبے لمبے درخت بھی، جن کے خوشے تہ بہ تہ لگے (اور خوب گندے ہوئے) ہوتے ہیں، ⑩

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ

روزی دینے کے لئے اپنے بندوں کو، ف۱۲ اور اسی (پانی) کے ذریعے ہم زندگی بخش دیتے ہیں کسی مردہ پڑی ہوئی زمین کو، ف۱۳ اسی

الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ

طرح ہوگا نکلنا (مردوں کا اپنی قبروں سے، اپنے وقت مقرر پر،) ف۱۴ ⑪ (اسی طرح) جھٹلایا (حق اور حقیقت کو) ان سے پہلے قوم

۹ کرۂ ارضی میں دعوتِ غور وفکر کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ہی نے بچھایا زمین کے اس عظیم الشان کرے کو اور اس کے اندر عظیم الشان لنگر ڈال دیے پہاڑوں کے۔ تا کہ تم اس میں امن وسکون کے ساتھ رہ بس سکو اور یہ کرۂ ارضی تم کو لے ڈولنے نہ لگے، تو کیا یہ سب کچھ یونہی بے کار اور بے مقصد ہو سکتا ہے؟ تعالیٰ اللہ عما یقولون علوا کبیراً۔ بہر کیف اس ارشاد میں مکذبین ومنکرین قیامت کے لئے آسمان وزمین میں پائے جانے والے عظیم الشان نشانہائے قدرت وہدایت میں دعوت غور وفکر ہے، سو اگر یہ لوگ اپنے پاؤں تلے بچھے ہوئے اس کرۂ ارضی اور اس میں پائے جانے والے سامان عیش وقرار ہی میں غور کر لیں اور اگر اپنے سروں کے اوپر تنے ہوئے اس آسمان ہی میں نگاہ عبرت ڈال لیں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں اور ان کو اپنے خالق ومالک کی معرفت اس کی قدرت وحکمت سے آگہی نصیب ہو جائے اور یہ نور ایمان ویقین اور راہ حق وصواب سے سرفراز ہو جائیں۔ مگر یہ لوگ غور کرتے ہی نہیں۔

۱۰ اسبابِ معیشت میں غور وفکر کی دعوت کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ہی نے اگائی زمین کے اندر ہر قسم کی عمدہ پیداوار تمہارے بھلے اور فائدے کے لئے اے لوگو! اور ایسی عمدہ کہ اس کا منظر بھی نہایت خوبصورت اور دلربا ہے، اور اس کے اندر تمہارے لئے طرح طرح کے عظیم الشان فوائد ومنافع بھی ہیں، ان میں تمہاری خوراک اور ضرورتِ زندگی کا سامان بھی ہے جس سے تم لوگ دن رات طرح طرح سے مستفید ہوتے ہو۔ اور جن کی خوش منظری اور ان کا حسن وجمال تمہاری باصرہ نوازی اور ذوق جمال کی تسکین کے

بھی کام آتا ہے۔ سو جس قادر مطلق کی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور رحمتِ شاملہ کے یہ عظیم الشان مظاہر تم لوگ ہر طرف پھیلے بکھرے دیکھتے ہو، کیا اس کو اس کے بارہ میں کبھی باز پرس نہیں کرنی چاہیے؟ اور کیا وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا؟ اور کیا کوئی عقلِ سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ جس پروردگار نے انسان کی اور اسکی زیست و بقاء کیلئے ایسے حکمتوں بھرے انتظامات فرمائے ہیں، کیا وہ اس کو یونہی چھوڑ دیگا؟ اور اس سے کوئی حساب نہیں لیگا؟ یہ بات تو اس خالقِ حکیم اور مالک مطلق کے تقاضائے عدل و حکمت کے خلاف ہے۔ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى؟ یعنی کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس کو یونہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ سو نہیں، اور ہرگز نہیں، بلکہ تم لوگوں کو یقیناً اور بہر حال دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا اور اپنے خالق و مالک کے حضور پیش ہونا اور اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہے، تاکہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں، اور علی وجہ التمام والکمال پورے ہو سکیں

۱۱ درسِ گاہ کائنات میں غور و فکر کی دعوت کا ذکر و بیان: — سو اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ زمین و آسمان کی اس کھلی کتاب میں بڑے درسہائے عبرت و بصیرت ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ ہم نے ایک عظیم الشان سامانِ عبرت و بصیرت و تذکیر و یاد دہانی کے طور پر پیدا کیا ہے ہر اس بندے کے لئے جو رجوع کرنے والا ہو حق اور ہدایت کی طرف۔ سو معلوم ہوا کہ حکمت بھری یہ کائنات ساری ایک کھلی کتاب کی مانند ہے، جس کی ایک ایک چیز گویا ایک کھلا ورق اور عظیم الشان ہے، جس میں قدرت کی نشانیاں جھلمل جھلمل کرتی نظر آتی ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ خود انسان کے اندر طلب و جستجو پائی جاتی ہو اور وہ استاذ کامل۔ محمد عربی ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق اس میں غور و فکر سے کام بھی لے سو کائنات کی اس کھلی کتاب اور آسمان و زمین کے چپے چپے کو ان گوناگوں اور عظیم الشان نشانہائے قدرت سے بھر دیا گیا ہے، جو آنکھوں کے پردے اٹھانے اور دلوں کو جھنجھوڑ نے جگانے کیلئے کافی ووافی ہیں، لیکن یہ کرشمائے قدرت مؤثر اور کارگر انہی لوگوں کیلئے ہو سکتے ہیں جن کے اندر اثر پذیری کی حس اور اس کی اہلیت اور قدرت موجود ہو، پس جو لوگ محسوس پرستی کے روگ کی بناء پر اپنی اس حسِ لطیف کو مردہ کر چکے ہوتے ہیں ان کے لئے یہ ساری کائنات ہی ایک عالم ظلمات ہے، اور وہ ان مظاہر اور نشانہائے قدرت سے سبق لینے کی بجائے الٹے اوندھے ہو جاتے ہیں، اور ہلاکت و تباہی کے نہایت ہولناک گڑھوں میں جا گرتے ہیں، والعیاذ باللہ، چنانچہ وہ انہیں حسی طور پر مظاہر کے آگے جھک اور ان کیلئے سجدہ ریز ہو کر اپنے ہاتھوں اپنی تحقیر و تذلیل اور ہلاکت و تباہی کا سامان کرتے ہیں، اور وہ اپنے اس اندھے اور اوندھے پن کو اور پکا اور سخت کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ارحم الراحمین۔

۱۲ رزق و روزی کی بہم رسانی میں سامانِ غور و فکر: — سو اس سے بندوں کی روزی رسانی کیلئے حکمتوں بھرے نظام میں سامان غور و فکر کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے آسمان سے برکتوں بھرا پانی اتارا۔ پھر اس کے ذریعے ہم نے اس میں طرح طرح کے باغات بھی اگائے اور کاٹی جانے والی فصلیں بھی۔ جیسے گندم، جو، چنے اور چاول وغیرہ وغیرہ جن کی کھیتیاں کاٹی جاتی ہیں، او ان میں انسانی ضروریات کی تکمیل کیلئے قسما قسم کے سامان بھی ہیں، اور ان میں سے ایک ایک چیز میں قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بھی، اس طرح اگر انسان انہی چیزوں میں غور و فکر سے کام لے تو یہ چیزیں اس کی جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے علاوہ اسکی روحانی غذا کیلئے بھی

سامان مہیا کرتی ہیں نیز ان چیزوں کی پیدائش میں آسمان اور زمین اور انکے اندر پائی جانے والی دوسری مختلف چیزوں کے درمیان جو حیرت انگیز توافق پایا جاتا ہے وہ اس خالق و مالک کی قدرت کاملہ، رحمت شاملہ اور حکمتِ بالغہ کے علاوہ اسکی توحید اور وحدانیت مطلقہ کا بھی قطعی اور حتمی ثبوت ہے، سبحانہ و تعالیٰ، کہ زمین و آسمان کی اس پوری کائنات میں ایک ہی ارادہ کارفرما ہے۔ تب ہی تو آسمان اور زمین کی اس وسیع کائنات میں پائی جانے والی تمام چیزیں باہمی تضاد اور منافات کے باوجود اس قدر حیرت انگیز توافق کے ساتھ انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔ سو اگر اس کائنات میں رحمتوں اور حکمتوں بھرا ایک ہی ارادہ کارفرما نہ ہوتا تو یہ متضاد اشیاء اس قدر کمال حکمت اور بے مثال توافق کے ساتھ انسان کی خدمت میں کس طرح لگ سکتی تھیں؟ اور یہ حکمتوں بھرا نظام آخر کس طرح قائم رہ سکتا تھا؟ سو یہ امر اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ کائنات کا خالق و مالک ہے

۱۳ پانی کے جوہرِ حیات آفریں میں سامانِ غور و فکر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ہی اس پانی کے ذریعے زندہ کردیتے ہیں مردہ پڑی ہوئی زمین کو تاکہ تم لوگ طرح طرح کے فوائد و منافع سے بہرہ ور ہوسکو۔ تو جب تمہاری جسمانی ضرورتوں کی تکمیل و تحصیل کے لئے ہم نے اس قدر عجیب و غریب انتظام کیا ہے تو کیا ہم تمہاری روحانی غذا کا سامان نہیں کریں گے؟ یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ جبکہ اصل چیز روح ہی ہے، سو آسمان سے اتارے جانے والے برکتوں بھرے پانی کے یہ مظاہر اور نمونے اگر تم لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو، اور ہمیشہ اور بار بار دیکھتے ہو، بارش کی یہ گوناگوں برکتیں تم لوگ بار بار دیکھتے ہو، سو یہ اسی بارش کا کرشمہ ہے کہ زمین جو بالکل مردہ اور خشک پڑی ہوتی ہے وہ ایسی بے آب و گیاہ ہوتی ہے کہ اس کے کسی گوشے میں کسی سبزے یا روئیدگی کا کوئی نام و نشان تک نہیں ہوتا لیکن بارش کا ایک چھینٹا پڑتے ہی اس میں ایک نئی زندگی اور تازہ بہار ابھر آتی ہے، اور وہ یکا یک لہرا اٹھتی ہے، سو یہ سب کچھ نہ خود بخود ہوسکتا ہے اور نہ ہی یہ بے مقصد اور بے کار ہوسکتا ہے۔ سو خالق نے انسان کو جو ان عظیم الشان نعمتوں سے نوازا ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ بندہ ان میں غور و فکر سے کام لیکر اپنے خالق و مالک کی معرفت سے سرشار ہوکر اور اسی کے آگے جھک کر اور اس کی عبادت و بندگی سے سرشار ہوکر اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا سامان کریں۔ کہ خداوند قدوس کے انعامات کا یہی تقاضا ہے۔

۱۴ بعث بعد الموت کے لئے استدلال کا ذکر و بیان:۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جس طرح زمین سے یہ طرح طرح کی انگوریاں نکلتی ہیں اسی طرح ہوگا مردوں کا نکلنا ان کی قبروں سے۔ یعنی جس طرح یہ مردہ پڑی ہوئی زمین تمہارے سامنے زندہ ہوتی ہے اور اس سے قسما قسم کی پیداواریں نکلتی ہیں' اسی طرح ہم قیامت کے روز مُردوں کو زندہ کر کے نکالیں گے، اہل بدعت کے بعض تحریف پسندوں نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ قیاس سے عقیدے کا ثابت کرنا درست ہے' حالانکہ یہاں قیاس سے عقیدہ ثابت نہیں کیا جا رہا، بلکہ ایسے قطعی طور پر ثابت شدہ عقیدے کی تائید کی جا رہی ہے' جو کہ نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے نہ کہ محض قیاس سے جس طرح اس بدعتی ملاّ نے کہا' قرآن و سنت کی کتنی ہی قطعی اور صریح نصوص ہیں جن میں بعث بعد الموت کے عقیدہ کو صاف اور صریح طور پر بیان فرمایا گیا ہے' تو پھر اسے قیاس سے ثابت کرنے کی آخر تک ہی کیا' اور اس کی ضرورت ہی کیا ہوسکتی ہے؟ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ جس طرح یہ مردہ پڑی ہوئی زمین باران رحمت سے زندہ ہو جاتی ہے اور اس سے قسما قسم کی پیداواریں نکلتی ہیں۔ اسی طرح تم لوگ بھی قیامت کے روز دوبارہ زندہ ہو کر اٹھو گے، اور اپنی اپنی قبروں سے نکلو گے۔ اور جس طرح مردہ زمین سے نکلنے والی ان طرح طرح کی پیداواروں کے بارے میں کسی شک کی گنجائش نہیں، اسی طرح بعث الموت کے بارے میں بھی کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ

نوح نے، اور کنوئیں والوں نے، اور (قوم) ثمود نے ﴿۱۲﴾ اور (قوم) عاد اور فرعون نے، وف۱۵ اور لوط کے بھائیوں نے وف۱۶ ﴿۱۳﴾ اور ایکہ

الْاَیْکَۃِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ کُلٌّ کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾

والوں نے، اور تبع کی قوم نے بھی، ان سب نے جھٹلایا ہمارے رسولوں کو آخر کار (ان پر) چسپاں ہو کر رہی میری وعید، وف۱۸ ﴿۱۴﴾ تو کیا

۱۵ منکرین سابقین کی تاریخ کا حوالہ:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے پہلے نوح اور دوسرے منکروں نے بھی جھٹلایا حق کو۔ سو یہ تاریخ کے حوالے سے درس دیا جارہا ہے کہ دور حاضر کے ان کفار سے پہلے کی قومیں تکذیب حق کی پاداش میں جس انجام سے دوچار ہو چکی ہیں، وہ آج کے ان کفار کو بھی پیش آسکتا ہے' کہ اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کے لئے ایک ہے، نیز اس میں آنحضرت ﷺ کے لئے تسلی کا سامان بھی ہے کہ جس کفر و تکذیب سے آج آپ ﷺ کو سابقہ پیش آرہا ہے' یہ کوئی نئی اور انوکھی چیز نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی یہی کچھ ہوتا آیا ہے، اور اللہ پاک نے ہمیشہ اپنے رسولوں اور ان کی اتباع و پیروی کرنے والوں کی مدد فرمائی، ماضی میں بھی اس نے ان کی مدد فرمائی، اور مستقبل میں بھی وہ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے سچے پیروکاروں کی مدد فرمائے گا' اور اس جہان رنگ و بو کے بعد آخرت کے اس ابدی جہان میں بھی فرمائے گا جس کی زندگی حقیقی اور ابدی زندگی ہوگی، اور جہاں کی کامیابی بھی حقیقی اور ابدی کامیابی ہوگی، اور جہاں ناکامی بھی سب سے بڑی اور سب سے ہولناک ناکامی ہوگی' والعیاذ باللہ العظیم جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْھَادُ (المومن: ۵۱ پ ۲۴) سو کوئی مانے یا نہ مانے، تسلیم کرے یا نہ کرے' حق اور حقیقت بہرحال یہی اور صرف یہی ہے کہ دارین کی سعادت و سرخروئی اور حقیقی کامیابی دین حق پر سچے پکے ایمان اور یقین اور اس کی مقدس تعلیمات کی پیروی و اتباع میں ہے' اللھم ارزقنا التوفیق لذالک والصبر و الثبات علیہ اور تکذیب حق کا انجام ہولناک تباہی ہے جس نے اپنے وقت پر ہر حال واقع ہو کر رہنا ہے، پس منکرین و مکذبین کو جو ڈھیل ملتی ہے اس سے کسی کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ کہ وہ بہرحال ایک ڈھیل ہے جس نے بالآخر ختم ہو کر رہنا ہے۔

۱۶ اخوانِ لوط کی تکذیب کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا اور لوط علیہ السلام کے بھائیوں نے بھی، یعنی انہوں نے بھی حق کی تکذیب کی جس کے نتیجے میں آخر کار وہ بھی اپنے انتہائی ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے، یہاں پر اخوان سے مراد آنجناب کے قومی بھائی ہیں جن کو ہم قوم بھی کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اس قوم میں سوائے حضرت لوط علیہ السلام کے گھرانے سے کوئی گھرانا مسلمان نہیں تھا جیسا کہ سورہ ذاریات کی آیت نمبر ۳۶ میں اس کی تصریح موجود ہے، ارشاد فرمایا گیا ہے کہ فَمَا وَجَدْنَا فِیْھَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ مگر اس کے باوجود آیت کریمہ میں ان لوگوں کو حضرت لوط علیہ السلام کا بھائی فرمایا گیا ہے' سو اس سے معلوم ہوا کہ امتیوں کو پیغمبر کا بھائی کہنا نہ ممنوع ہے نہ خلاف ادب' اور قرآن و سنت کی بے شمار نصوص میں اسکا ثبوت موجود ہے، پس اہل بدعت کا اس پر بدکنا اور اس بناء پر اہل حق کی توہین و تکفیر کرنا، خود ان کی اپنی جہالت و سفاہت اور عناد و ہٹ دھرمی کا ثبوت ہے' والعیاذ باللہ العظیم بہر کیف حضرت لوط علیہ السلام کے ان بھائیوں سے مراد سدوم وغیرہ بستیوں کے وہی کافر لوگ ہیں جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام

کو مبعوث فرمایا گیا تھا (ابن کثیر وغیرہ) اور یہ لوگ بھی اپنے جرم تکذیب و انکار کے نتیجے میں آخر کار اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے کہ حق کے انکار اور اسکی تکذیب کا نتیجہ و انجام بہرحال یہی ہے خواہ ایسے لوگوں کو کتنی ہی مہلت اور ڈھیل نہ ملے ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو اس کے قصے میں بڑا درس عبرت و بصیرت ہے ۔ ہر اس شخص کیلئے جو درس عبرت لینا چاہے

۱۷ تکذیبِ رسل کا نتیجہ و انجام ہلاکت و تباہی ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ : ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سب نے جھٹلایا اللہ کے رسولوں کو جس کے نتیجے میں آخر کار ان پر چسپاں ہو کر رہا میرا عذاب ۔ کیونکہ ایک رسول کی تکذیب اور ایک کا انکار سب کا انکار ہوتا ہے کہ ان سب کا پیغام ایک ہی تھا اور سب کا مشن و مقصد مشترک تھا، سو ان لوگوں نے سب کی تکذیب کی جس کے بعد ان کو ڈھیل تو ملی، جتنی ڈھیل حضرت قادر مطلق جل وعلا شانہ نے اپنے قانونِ قدرت کے مطابق ان کو دینا تھی، لیکن جب وہ باز نہ آئے تو آخر کار اللہ پاک نے ان کو اپنے "بطش شدید" میں لیا، اور ایسا کہ پھر ان کے چھوٹنے اور بچنے کی کوئی صورت ممکن نہیں رہی، اور یہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے، اور ان کو ہمیشہ کے لئے عذاب الیم و مہین میں دھر لیا گیا اور یہی ہوتا ہے نتیجہ و انجام انکار و تکذیب حق کا ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے ۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویاارحم الراحمین

۱۸ منکرین کے دلوں پر ایک دستک کا ذکر و بیان : ۔ سو بعث بعد الموت کے منکروں کے دلوں پر دستک دینے اور ان کے ضمیروں کو جھنجھوڑنے کیلئے ان سے سوال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ہم عاجز آ گئے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا ہمارے لئے آخر کیا اور کیونکر مشکل ہو سکتا ہے؟ سو تمہارا بھلا اور تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم لوگ ایمان و یقین کی دولت سے سرشار ہو کر حیات بعد الممات کیلئے تیاری کرو اور ابدی خسارے اور دائمی نقصان سے بچ جاؤ، کہ زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانۂ ہست و بود تمہارے سامنے موجود ہے، اور نہایت ہی منظم اور پُر حکمت طریقے سے مسلسل اور لگاتار چل رہا ہے، یہ آپ ہی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اس کا خالق و مالک جب ہمیں اور اس پوری کائنات کو پیدا کرنے سے عاجز نہیں تھا، تو آخر وہ قیامت قائم کرنے اور اس انسان کو دوبارہ پیدا کرنے اور ایک نیا جہاں بپا کرنے سے کیوں عاجز رہے گا؟ جبکہ عام انسانی عقل و تجربہ کے مطابق دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے کے مقابلے میں زیادہ آسان ہوتا ہے، تو پھر منکرین کو بعث بعد الموت سے آخر اس قدر اچنبھا اور تعجب کیوں؟ حالانکہ عام قاعدہ یہی ہے کہ نقاش نقش ثانی کو پہلے سے بھی بہتر بناتا ہے جب کہ یہاں پر معاملہ اس خالق و مالک قادر مطلق ہے، جس کی شان کن فیکون کی شان ہے ۔ یعنی وہ جب کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اسکے لئے صرف اتنا فرماتا ہے کُنْ (ہو جا) تو وہ ہو جاتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ ۔ سو جو لوگ بعث بعد الموت کے منکر ہیں وہ دراصل اپنی ہی تنگ ظرفی اور کم عقلی کا ثبوت دے رہے ہیں ورنہ بعث بعد الموت عقل و نقل اور فطرتِ سلیمہ سب کا تقاضا ہے اور یہ کائنات اور اس کی ایک ایک چیز اپنی زبانِ حال سے اسکا اعلان اظہار کرتی ہے بشرطیکہ انسان صحیح طور پر غور و فکر سے کام لے ۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حالٍ مِّن الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ، وَھُوَ الھادی الی سواءِ الصِّراط، مُلْھِمُ الصِّدْقِ والصَّواب، فَبِہِ الثِّقَۃُ وَعَلَیْہِ الْاِعْتِمَاد، فِیْ وَجہِ کُلِّ شَرٍّ وَّفَسَاد، و دفعِ کُلِّ ظُلمٍ و عناد، جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ، سبحانہ و تعالیٰ،

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ

ہم عاجز ہو گئے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے؟ ف۱۹ (کچھ بھی نہیں) بلکہ اصل بات یہ ہے یہ لوگ شک (اور شبے) میں پڑے ہیں نئی پیدائش کے

جَدِيدٍ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ

بارے میں ف۲۰ ﴿۱۵﴾ اور بلاشبہ ہم ہی نے پیدا کیا انسان کو اور ہم پوری طرح جانتے ہیں اس کے ان وسوسوں کو جو اس کے دل

ع ۱۵ ۱۵

بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿۱۶﴾

میں گزرتے ہیں ف۲۱ اور ہم اس سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں ف۲۲ ﴿۱۶﴾ (اور ہمارے اس براہ راست علم کے علاوہ یہ

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ

حقیقت بھی دھیان میں رہے کہ) جب اخذ کر رہے ہوتے ہیں دو اخذ کرنے والے ف۲۳ (ان میں سے) ایک داہنے بیٹھا ہوتا

قَعِيدٌ ﴿۱۷﴾ مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ

ہے اور ایک بائیں ف۲۴ ﴿۱۷﴾ وہ منہ سے کوئی بات بھی نکالنے نہیں پاتا مگر اس کے پاس ایک حاضر باش نگران موجود رہتا ہے ﴿۱۸﴾ اور

عَتِيدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ

(یہ لو) آ پہنچی سختی موت کی حق کے ساتھ (تب کہا جائے گا اس غافل انسان سے کہ) یہ ہے وہ چیز جس سے تو بھاگا کرتا تھا ف۲۵ ﴿۱۹﴾ اور پھونک

ف۱۹ منکرین کے سبب انکار کی تعیین و تشخیص کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور منکرین کے سبب انکار کی تشخیص کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ دراصل نئی پیدائش کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ یعنی نہ تو یہ لوگ ہماری قدرت کا انکار کر سکتے ہیں، اور نہ ہی ان کا انکار کسی اساس و بنیاد پر قائم ہو سکتا ہے، کہ حق و حقیقت کے انکار کی کوئی اساس و بنیاد ہو ہی نہیں سکتی، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ نئی پیدائش کے بارے میں شک میں پڑے ہیں، کہ اس کا کوئی حسی اور ظاہری نمونہ اس کے سامنے موجود نہیں اس لئے یہ شکوک و شبہات ک دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ یہ لوگ یہ کہنے کی تو جرات نہیں کر سکتے کہ ہم پہلی بار آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان کائنات کو بنانے، اور اسکو چلانے سے عاجز اور قاصر رہ گئے کہ یہ تو ایک بدیہی اور جلی حقیقت ہے اور ان کو خود اسکا اقرار و اعتراف ہے، کہ آسمانوں اور زمین کی اس ساری کائنات کے خالق ہم ہی ہیں، مگر اس کے باوجود ان کو اس بات میں تردد ہے کہ ہم ان کو از سر نو دوبارہ پیدا کر سکتے ہیں، حالانکہ دوسری بار بنانا اور پیدا کرنا پہلی بار بنانے اور پیدا کرنے کی نسبت عام ضابطہ اور تجربہ کے مطابق میں زیادہ آسان ہوتا ہے، سو اس کے باوجود انکار آخرت ان لوگوں کی حماقت و بلادت اور ان کی مت ماری کا ثبوت ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ، ورنہ جب اس کائنات کے خالق و مالک کو یہ مانتے ہیں تو پھر اس کے دوبارہ پیدا کرنے کو کیوں بعید سمجھتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهَا بِمَحْضِ مَنِّكَ وَكَرَمِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ،

۲۰ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم وقدرت کے ایک پہلو کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ ہم ہی نے پیدا کیا اپنی قدرت کے شاہکار اس انسان کو اور یقیناً ہم ان وسوسوں کو بھی جانتے ہیں جو اس کے دل میں آتے ہیں۔ تو پھر ہم سے ان کی کوئی بھی چیز آخر چھپی کس طرح رہ سکتی ہے؟ اور کوئی بھی اپنے کئے کے انجام اور وبال سے بچ کس طرح سکتا ہے؟ سو یہیں سے یہ اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ کس قدر غلط سوچ اور الٹی کھوپڑیوں والے ہیں وہ لوگ جو اس وحدہ لاشریک کو جس کی یہ شان ہے کہ دلوں کی وسوسہ اندازی بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس کو یہ لوگ دنیاوی بادشاہوں وغیرہ پر قیاس کر کے اس کیلئے طرح طرح کے واسطے اور وسیلے گھڑتے ہیں، اور اس طرح یہ کئی قسم کی شرکیات کا ارتکاب کرتے، اور شرک کے نت نئے دروازے کھولتے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کی خلوت وجلوت، اور اس کے ظاہر وباطن کی کوئی بھی حالت اور کیفیت اس وحدہ لاشریک سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی، اور اس کیلئے انکے اقوال وافعال کا ریکارڈ رکھنا کچھ بھی مشکل اور بعید نہیں ہو سکتا۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ جب تمام مخلوق کے مخدوم اور حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت وعنایت کے شاہکار اس انسان کا خالق وہی وحدہ لاشریک ہی ہے اور اس کے ہر ہر جوڑ اور بند کو اس قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے استوار کیا ہے تو پھر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ قادر مطلق اس کے کل پرزوں کے دروبست اور ان کی عمل سے پوری طرح آگاہ نہ ہو؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَ ھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (سورۃ الملک: ۱۴ پ ۲۹) یعنی کیا وہی نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا جبکہ وہ بڑا ہی باریک بین انتہائی باخبر ہے۔ سو خالق اپنی مخلوق کی تمام جزئیات سے باخبر ہے اور پوری طرح باخبر ہے ورنہ وہ اس پُر حکمت طریقے سے اس کی تخلیق اور اس کی حفاظت وبقا کا انتظام کس طرح کر سکتا ہے؟ سبحانہ وتعالیٰ، اللھم فکن لنا واجعلنا لک بکل حالٍ مِنَ الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ،

۲۱ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے قرب وتعلق کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ واضح رہے کہ اس سے حسی اور مکانی قرب مراد نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ زمان ومکان کی حدود سے پاک اور بالا ہے، سبحانہ و تعالیٰ، بلکہ اس سے وہ معنوی قرب مراد ہے جو کہ حضرت حق جل مجدہ کے علمِ لامحدود اور اس کی قدرت مطلقہ سے کنایہ وعبارت ہے اور شہ رگ یا رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہونے سے معلوم ہوا کہ وہ ہماری جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ ولنعم ما قال الشاعر جاں نہاں درجسم واو درجان نہاں اے نہاں اندر نہاں اے جانِ جان، سبحان اللہ! جس وحدہٗ لاشریک کے اپنے بندوں سے قرب واتصال کا یہ عالم ہے اس کے بارے میں آج کا کلمہ گو مشرک کہتا ہے کہ دیکھوناں جی جس طرح تم کسی بادشاہ کے پاس بلاواسطہ نہیں پہنچ سکتے اور اگر پہنچ بھی جاؤ تو تمہاری وہاں کوئی سنتا نہیں، اور اس کیلئے ہمیں کوئی نہ کوئی وسیلہ اور واسطہ پکڑنا پڑتا ہے اسی طرح ہم خدائے پاک کے یہاں بھی بغیر کسی واسطہ ووسیلہ کے نہیں پہنچ سکتے لہٰذا تم فلاں اور فلاں کو وسیلہ بنائیں اور اپنی دعا ودرخواست انہی کے حضور پیش کریں، ہماری ان کے آگے اور ان کی اس کے آگے، وغیرہ وغیرہ، بھلا دنیا کے کسی بادشاہ یا کسی بھی مخلوق کو حضرتِ خالق جل مجدہ وعلا شانہ کی اس شانِ

قرب واتصال سے نسبت ہی کیا ہوسکتی ہے؟ سبحانہ و تعالیٰ، اسی لئے قرآن حکیم میں حضرتِ حق جل مجدہ کیلئے اپنے طور پر اور از خود مثالیں بیان کرنے سے صاف اور صریح طور پر منع فرما دیا گیا' کیونکہ انسان جو بھی کوئی مثال اپنے طور پر بیان کرے گا وہ مخلوق ہی کی مثال ہوگی کیونکہ اس کی کھوپڑی بہرحال مخلوق اور محدود ہے' جب کہ اللہ پاک خالق ہے اور وہ مخلوق کے دائرہ سے وراء الوراء ہے، سبحانہ و تعالیٰ، چنانچہ سورۂ نحل میں اس بارہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:۷۴ پ۱۴) یعنی تم لوگ اللہ کیلئے مثالیں مت بیان کرو، بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے مگر اس کے باوجود جاہل مسلمان اللہ پاک کے لئے من گھڑت مثالیں پیش کر کے طرح طرح سے شرک کا ارتکاب کرتا ہے اور اس طرح وہ خود بھٹکنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی راہ حق سے بھٹکاتا ہے اور اس طرح وہ ضلال واضلال دونوں کا مرتکب ہوتا ہے، والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کی ہر قسم وشکل سے محفوظ اور ہمیشہ اپنی پناہ وامان میں رکھے اور ہمیشہ راہ حق پر مستقیم وگامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویامن بیدہ ملکوتُ کلِّ شیٔ وھو یجیرُ ولایجار علیہ،

۲۲ **اعمالِ انسانی کے ریکارڈ کیلئے خاص اہتمام کا ذکر وبیان:-** سو اس سے بندوں کے اعمال کے ریکارڈ اور اس کے کیلئے اہتمام مزید کا ذکر فرمایا گیا ہے چنانچہ اعمال کے ریکارڈ اور اس کی حفاظت کے بارے میں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ خیال رکھو کہ تم لوگ اس حقیقت کا کہ جب اخذ کر رہے ہوتے ہیں دو اخذ کرنے والے جو کہ ان کے سب کیے کرائے کو لکھتے اور محفوظ کرتے جاتے ہیں تاکہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں ورنہ ہمیں ان کے لکھنے اور خبر دینے کی کوئی حاجت وضرورت نہیں کہ ہم تو خود اس کے پاس موجود ہوتے ہیں اور اس کے سب کیے کرائے کو خود دیکھتے اور جانتے ہوتے ہیں مگران فرشتوں کو تو صرف اتمام حجت اور تقاضائے عدل وحکمت کی تکمیل کیلئے اس شخص پر مامور کیا جاتا ہے۔ (روح، قرطبی، مراغی، وغیرہ) سو یہ اس اہتمامِ مزید کا ذکر وبیان ہے جو حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے لوگوں کے اعمال واقوال کا ریکارڈ محفوظ رکھنے کے لئے فرمایا گیا ہے سو اس نے ہر شخص کے اعمال واقوال کا ریکارڈ تیار کرنے کیلئے دو فرشتے مامور فرما رکھے ہیں جن میں سے ایک اس کے دائیں بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا اس کے بائیں، اور یہ جو بھی کوئی لفظ بولتا ہے اس کے پاس ایک مستعد نگران اس کو نوٹ کرنے کے لئے حاضر وموجود ہوتا ہے سو اس اہم اور عظیم الشان حقیقت سے اس قدر صراحت ووضاحت کے ساتھ متنبہ وآگاہ فرما دیا گیا تاکہ غفلت میں پڑے لوگ اس سے چونک جائیں اور اپنے حال ومآل کے بارے میں متنبہ اور بیدار ہو کر اپنی اصلاح کے لیے فکرمند ہوجائیں، اور اس بارے میں کوشش کریں۔ قبل اس سے کہ فرصتِ حیات ان کے ہاتھ سے نکل جائے اور ان کو ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑ جائے جو کہ سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین،

۲۳ **نگران فرشتوں کے بارے میں تنبیہ وآگہی:-** سو اس سے نگرانی کرنے اور ریکارڈ تیار کرنے والے فرشتوں کے بارے میں تنبیہ وآگہی فرما دی گئی۔ سو ریکارڈ تیار کرنے والے ان دو فرشتوں کی موجودگی کے بارے میں آگہی بخشتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ان میں سے ایک اس کے دائیں بیٹھا ہوتا ہے اور دوسرا اس کے بائیں۔ یعنی دائیں اور بائیں جانب کے

دو فرشتے جن میں سے دائیں طرف والا فرشتہ نیکیاں لکھنے پر مامور ہوتا ہے، اور بائیں طرف والا اس کی برائیوں کو قلم بند کرنے کے لئے، (روح، خازن، مدارک وغیرہ) اور پھر کرم بالائے کرم ملاحظہ ہو کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دائیں طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے فرشتے کا امیر ہوتا ہے' چنانچہ بندہ جب کوئی نیکی کرتا ہے تو فرشتہ اس کو فوراً لکھ لیتا ہے اور ایک کی بجائے دس نیکیاں لکھتا ہے' لیکن جب وہ شخص کوئی برائی کرتا ہے والعیاذ باللہ تو دائیں طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے فرشتے سے کہتا ہے کہ اس کو ابھی سبع ساعات (سات گھنٹے تک) تک مہلت دو کہ شاید توبہ واستغفار کر لے (مراغی، ابن کثیر، وغیرہ) نہیں تو اس کے بعد اس کی وہ برائی لکھی جائے گی۔ یہاں پر الفاظ کا ذکر فرمایا ہے اعمال کے نوٹ کیے جانے کا ذکر اگرچہ لفظوں میں موجود نہیں لیکن علی سبیل التغلیب وہ بھی اس میں داخل سمجھے جائیں، اس لیے کہ جب زبان سے نکلے ہوئے ہر لفظ نوٹ کیے جانے کیلئے اس قدر اہتمام فرمایا گیا ہے تو ہاتھ پاؤں سے صادر ہونے والے اعمال کے نوٹ کیے جانے کا اہتمام تو بریق اولیٰ ہونا چاہیے اس لئے انسان کو قول وفعل کے ہر معاملے کے بارے میں پوری طرح محتاط رہنا چاہیے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ،

۲۰۷ انسان کے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ کی حفاظت کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ جو بھی کوئی لفظ انسان منہ سے نکالتا ہے اس کے پاس ایک حاضر باش ومستعد نگران موجود رہتا ہے جو اس کی ہر بات کو لکھتا جاتا ہے، کما قالہ ابن عباس وغیرہ وھو الراجح ۔ پہلے زمانے میں تو شاید یہ بات سمجھنا لوگوں کیلئے مشکل ہوا ہو' مگر اب تو اس کے نمونے ہماری آنکھوں کے سامنے اس دنیا ہی میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ آپ کو یہ سمجھنا بھی مشکل ہیں جیسا کہ ایک ٹیپ ریکارڈ سب کچھ ریکارڈ کر لیتا ہے اور ایک کیمرہ سب کی پوری فلم تیار کر لیتا ہے وغیرہ وغیرہ تو جب اس ناقص وضعیف البنیان انسان نے اتنا کچھ کر لیا ہے تو پھر قادر مطلق نے جو کچھ کیا ہو گا اس کے کہنے ہی کیا؟ سبحانہ و تعالیٰ، اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ آدمی کے وساوس وخطرات ان فرشتوں کی دسترس سے باہر ہیں۔ غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور یہ اسکی ستاری اور کریمی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے دلوں کے بھیدوں کا علم اپنے ہی تک محدود رکھا۔ سبحانہ و تعالیٰ، اور اس اہتمام کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے اعمال کے ریکارڈ کا ایک اور اہتمام بھی اتمام حجت کیلئے فرما رکھا ہے وہ یہ کہ اس کے ہاتھ پاؤں اور کان آنکھ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے اسی کے اعمال واقوال کی گواہی دیں گے اور اس طرح اسکے اعمال اور اس کی جملہ حرکات وسکنات کے بارے میں وہ زمین بھی گواہی دے گی جس پر اس نے ایسے اعمال کیے ہونگے خواہ وہ خیر ہوں یا شر جیسا کہ سورۂ زلزال میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ یعنی اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی اور صحیح حدیث میں "اخبارھا" (اس کی خبروں کا) مطلب یہی بیان فرمایا گیا ہے کہ اس روز زمین ہر مرد اور عورت کے بارے میں یہ گواہی دے گی کہ تو نے میری پشت پر فلاں اور فلاں دن یہ اور یہ کام کیے تھے۔ سو انسان کے اعمال اور اس کے اقوال وافعال کی ریکارڈنگ کا اس قدر انتظام موجود ہے لیکن انسان پھر بھی غافل ہے۔ والعیاذ وباللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں میں چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین

۲۵ "سَکْرَۃُ الْمَوْتِ" کی تذکیرو یاددہانی: سواس سے موت کی سختی کی تذکیرو یاددہانی اوراس وقت انسان کی حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے تاکہ غافل و بے فکر انسان چونک کر اٹھ کھڑا ہو اور اس کے لئے تیاری کی فکر و کوشش میں لگ جائے، سو ارشاد فرمایا گیا اور آ گئی موت کی سختی حق کے ساتھ اور اس وقت منکر انسان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ چیز جس سے تو بھاگتا اور کترایا کرتا تھا اور تو چاہتا تھا کہ موت نہ آئے اور تو اسی طرح دنیا کے مزے اڑاتا اور خرمستیاں کرتا رہے، اور ہر کافر و منکر اور دنیا دار انسان کا یہی حال ہوتا ہے کہ یہ دنیا ہی اس کیلئے جنت ہے' بخلاف مومنِ صادق کے' کہ اس کیلئے یہ دنیا تو ایک قید خانہ ہے جس سے وہ جلد نکل کر جنت کی وسعتوں اور اپنے رب کی رحمتوں میں جانا چاہتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں حضرت نبی معصوم علیہ السلام سے وارد و منقول ہے کہ یہ دنیا مومن کیلئے سجن (قید خانہ) ہے اور کافر کیلئے جنت۔ اور جنت سے سرفرازی کا ذریعہ یہی موت ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ موت ایک پل ہے جو کہ محبوب کو محبوب سے ملاتا ہے (الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب) مگر کافر اس سے بھاگتا ہے جیسا کہ پ ۲۸ سورہ جمعہ کی آیت نمبر ۸ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o ۔ مگر موت سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس نے تو اپنے وقت پر بہر حال آ کر ہی رہنا ہے اسلئے اس سے بھاگنے کی بجائے اس کیلئے کوشش اور تیاری کرنی چاہیے۔ اللھم ارزقنا التوفیق لذالک والسداد والثبات علیہ وذاالجلال والاکرام۔ بہر کیف اس ارشاد سے موت کی سختی کی تذکیرو یاددہانی فرمائی گئی ہے تاکہ انسان غفلت سے چونک سکے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، سبحانہ وتعالیٰ،

اَللّٰهُمَّ !

لَاتَجْعَلِ الدُّنْیَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَا

بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّا یَخَافُكَ وَلَا یَرْحَمُنَا، اِنَّكَ اَنْتَ مَوْلَانَا

وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِیْر،

وَعَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر، یَاذَاالْقُوَّةِ

الْمَتِیْن، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام،

مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ

ماردی جائے گی صور میں، (دوسری مرتبہ، جس سے سب از سرنو زندہ ہو جائیں گے، ۲۶) یہ ہے وہ دن جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا (دنیا

يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ

میں،) ۲۷ (۲۰) اور آگیا ہر شخص (میدان حشر میں اپنے کئے کرائے کا حساب دینے کو) اس حال میں کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا

وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا

اور ایک گواہ ۲۹ (۲۱) (کہا جائے گا کہ) تو تو یقیناً اس سے بالکل غفلت میں تھا، ۳۰ پس ہٹا دیا ہم نے تجھ سے تیرا پردہ سو آج تیری نگاہ

۲۶ ''نفخ صور'' کی تذکیر و یاددہانی:۔۔۔سو ارشاد فرمایا گیا اور پھونک ماردی جائے گی صور کے اندر۔ نفخ ماضی مجہول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں پھونک دیا گیا یا پھونک ماری گئی حالانکہ ایسا ابھی تک ہوا نہیں بلکہ آئندہ ہوگا اور صور ابھی تک پھونکا نہیں گیا بلکہ پھونکا جائے گا مگر چونکہ یہ امر اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ گویا کہ واقع ہو چکا ہے اس لئے تحقق وقوع کی بناء پر اس کو مضارع کی بجائے ماضی کے صیغے سے تعبیر فرمایا گیا ہے جو کہ بلاغت کا ایک معروف اسلوب ہے۔ بہر کیف اس کی قطعیت کے اظہار کیلئے اس کو اس طرح تعبیر فرمایا گیا ہے تاکہ وہ ہولناک منظر نگاہوں کے سامنے رہے یعنی اس کے بعد اب صور کے پھونک دیئے جانے ہی کا مظہر باقی رہ گیا ہے جونہی صور پھونکا جائے گا وہ دن آموجود ہوگا جس سے تم لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے، سو کوئی اس مغالطے میں نہ رہے کہ زندگی بھر موت، پھر برزخ اور پھر حشر ونشر بہت دور کی بات ہے جب صور پھونکا جائے گا تو تمہیں یوں محسوس ہوگا کہ جس مدت کو تم لوگ بہت زیادہ سمجھتے ہیں وہ پلک جھپکتے ہی ختم ہوگئی پس اس وقت اور اسکے تقاضوں کو ہمیشہ یاد رکھو۔ وبالله التوفيق لما يحب و يريد، وعلى مايحب ويريد،

۲۷ یوم الوعید کی تذکیر و یاددہانی:۔۔۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ صور میں پھونک دیا جائے گا اور وہ یوم وعید ظاہر ہو جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ دن جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا۔ حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے اسکی رحمت وعنایت کی بناء پر، تاکہ تم لوگ اس کے لئے تیار کر سکو، مگر تم نے حق کو سن کر ہی نہ دیا، سو اب تم لوگ چکھو مزہ اپنے کیئے کرائے کا، اور ہمیشہ کے لئے چکھتے رہو۔ والعياذ بالله کیونکہ اسکے بعد کمائی اور تلافی ءِ مافات کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی، کیونکہ وہ جہاں کمائی کا نہیں بدلے اور جزا وسزا کا جہاں ہوگا اور دنیاوی زندگی کی یہ فرصت جو کمائی کیلئے مرحمت فرمائی گئی ہے اس وقت ہاتھ سے نکل چکی ہوگی، سو اب اس میں لوٹنا اور اس موقع کو دوبارہ پانا بھی ممکن نہ ہوگا، اسلئے اسکے بعد ایسے بدبختوں اور محروموں کیلئے ہمیشہ کا عذاب ہوگا اور یہی ہے وہ سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ جس کی تلافی اور تدارک کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔ والعياذبالله العظيم مِنْ كُلِّ نَوْعٍ مِنْ اَنْوَاعِ الْخُسْرَان،

۲۸ روزِ قیامت کی پیشی کی تصویر:۔۔۔سو اس روزِ مہیب یعنی روز قیامت کی حاضری کی تصویر پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ حاضر ہوگیا ہر شخص اس حال میں کہ اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا اور ایک گواہ۔ حضرت مجاہدؒ کے قول کے مطابق یہ دونوں

فرشتے ہوں گے، ایک محشر کی طرف ہانک کرلے جانے کے لئے، اور دوسرا گواہی دینے کے لئے اور طبری وابن کثیر وغیرہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (ابن کثیر، صفوہ، وغیرہ) یہ نفخ صور کے بعد کے مرحلے کا بیان ہے سوارشاد فرمایا گیا کہ اس روز ہر شخص اپنے رب کے حضور پیشی کیلئے اس طرح حاضر ہوگا کہ ایک فرشتہ اس کو پیچھے سے ہانکنے کیلئے مامور ہوگا اور دوسرا اس کے اعمال واقوال کے ریکارڈ کے ساتھ گواہی دینے کے لئے، یہی مفہوم اس آیت کریمہ کا ظاہر اور متبادر بھی ہے، اور یہی سلف سے منقول بھی ہے، اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے جو دوسرے مفاہیم بیان کئے ہیں وہ تبادر کے خلاف اور مرجوح ہیں۔ بہر کیف اس ارشاد سے نفخ صور کے بعد ہر شخص کی اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضری کی تصویر پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح حاضر ہونا ہوگا کہ اس کے ساتھ ایک سائق ہوگا اور ایک گواہ۔ فَاَحْسِنِ اللّٰهُمَّ مِنَّا رُجُوْعَنَا اِلَيْكَ، وَالْوُقُوْفَ بَيْنَ يَدَيْكَ، يَوْمَ الْعَرْضِ عَلَيْكَ، وَخُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَافِيْهِ حُبُّكَ وَالرِّضَا بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاةِ، يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، يَامَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ. وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ، سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى،

۲۹ غافل انسان کی تفضیح وتذلیل کا ایک منظر۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ: سواس سے پیشی کے وقت مجرم وغافل انسان کی تفضیح وتذلیل کا ایک منظر پیش فرمایا گیا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس موقع پر مجرم اور غافل انسان سے کہا جائے گا کہ تو اس سے غفلت میں تھا لیکن آج تیری نگاہیں بڑی تیز ہیں۔ واضح رہے کہ یہاں پر اس غفلت سے مراد بے خبری نہیں۔ کیونکہ خبر تو پیغمبروں کے ذریعے سب کو دے دی گئی تھی' بلکہ اس غفلت سے مراد وہ لاپرواہی اور بے توجہی ہے' جس کی بناء پر ایسے منکر لوگوں نے حق کی آواز پر کان نہیں دھرا' اور وہ پیغام حق وہدایت کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوئے' بہر کیف اس وقت انکی تحقیر وتذلیل اور انکی تفضیح وتخجیل کے لئے ان سے کہا جائے گا اور ایک ایک سے کہا جائے گا، اور صریح طور پر کہا جائے گا یا یہ صورتحال کی تصویر اور اسکی عکاسی ہے، دونوں احتمال موجود ہیں بہر کیف اس سے کہا جائے گا کہ اس دن اور اسکے تقاضوں سے تم لوگوں کو دنیا میں طرح طرح سے سنایا، بتایا، اور خبردار کیا جاتا تھا مگر تم اپنی غفلت ولاپرواہی کے باعث اسکو سننے ماننے اور اس پر کان دھرنے کو تیار نہیں ہوتے تھے سو اس سے ایسے لوگوں کی آتش یاس وحسرت میں اور اضافہ ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت ایسے لوگوں سے کہا جائے گا کہ دنیا کے دار العمل میں تو تم لوگ اس بارے غفلت ولاپرواہی میں غلطاں وپیچاں تھے مگر آج ہم نے تمہاری نگاہوں سے غفلت ولاپرواہی کے وہ سب پردے ہٹا دیے تو اب وہ سب کچھ تمہاری نگاہوں کے سامنے موجود ہے جس کو تم لوگ دنیا کے اس دار الامتحان میں حضرات انبیاء ورسل کے بتانے سے ماننے کو تیار نہیں تھے سو آج تمہاری نگاہیں بہت تیز ہیں اور دنیا میں غیب کے جن حقائق کو تم ناممکن سمجھ رہے تھے اب وہ اپنی اصل اور حقیقی شکل وصورت میں تمہارے سامنے موجود ہیں اور ان کا ایک ایک گوشہ تمہارے سامنے بے نقاب ہو گیا ہے۔ سو اب تم لوگ بھگتو اور بھگتتے رہو اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے اور اپنے کفر وانکار کے نتیجہ وانجام کو، کہ یہی تقاضا ہے یوم جزا کا، اور اللہ تعالیٰ کی صفت عدل وحکمت کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے، اور اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے، اور نفس شیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین

عَنكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ

بڑی تیز ہے و۳۱ ﴿۲۲﴾ اس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا کہ یہ ہے (وہ روزنامچہ) جو میری سپردگی میں تھا (حاضر و) تیار و۳۲ ﴿۲۳﴾ (حکم ہوگا کہ)

قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ﴿٢٣﴾ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ

ڈال دو جہنم (کی اس دہکتی بھڑکتی آگ) میں ہر کٹے کافر کو جو عناد (اور دشمنی) رکھنے والا تھا (حق اور اہل حق سے) ﴿۲۴﴾ جو

كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ﴿٢٥﴾

بھلائی سے روکنے والا و۳۳ حد سے بڑھنے والا اور شک میں ڈالنے والا تھا، و۳۴ ﴿۲۵﴾ جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور (فرضی معبود) کو

الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ

خدا بنا رکھا تھا و۳۵ سو ڈال دو اس کو ایسے نہایت سخت (اور انتہائی ہولناک) عذاب میں ﴿۲۶﴾ اس کا دوسرا ساتھی (شیطان) کہے گا

الشَّدِيدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن

کہ اے ہمارے رب، میں نے اس کو (کوئی جبراً) گمراہ نہیں کیا تھا و۳۶ بلکہ یہ خود ہی پڑا تھا پرلے درجے کی گمراہی میں و۳۷ ﴿۲۷﴾

كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ

ارشاد ہوگا کہ تم جھگڑا مت کرو میرے حضور، یقیناً میں نے تم کو پہلے ہی (صاف و صریح طور پر) خبردار کر دیا تھا اس انجام بد

وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ

سے و۳۸ ﴿۲۸﴾ میرے یہاں نہ بات بدلی جاتی ہے و۳۹ اور نہ ہی میں کوئی ظلم کرنے والا ہوں اپنے بندوں پر و۴۰ ﴿۲۹﴾ (لوگو! یاد کرو اس

۳۱ منکرین کی قیامت کے روز کی تیز نگاہی کا ذکر و بیان: سو ارشاد کیا گیا کہ اس روز ایسے منکر سے کہا جائے گا کہ آج تو تمہاری نگاہ بڑی تیز ہے۔ اور آج ان غیبی حقائق کو تو اپنی آنکھوں سے خود دیکھ رہا ہے۔ جن کا دنیا میں تو انکار کرتا رہا تھا بلکہ تو ان کو ناممکن سمجھتا تھا۔ مگر آج کے اس دیکھنے اور جاننے اور ماننے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کہ یہ ایمان بالشہود یعنی دیکھنے کے بعد کا ایمان ہے، جب کہ اصل مطلوب ایمان بالغیب تھا اور اس کا وقت گزر چکا، معلوم ہوا کہ اس روز اہل کفر کی نگاہیں بھی بہت تیز ہو جائیں گی۔ جیسا کہ سورۂ مریم میں بھی ارشاد فرمایا گیا۔ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (مریم: ۳۸ پ ۱۶) یعنی "اس روز یہ لوگ کیا ہی خوب سنتے اور دیکھتے ہونگے جس روز یہ ہمارے پاس آئیں گے۔ لیکن یہ ظالم آج کھلی گمراہی میں پڑے ہیں"۔ اور کشفِ حقائق کے اس منظر رہیب و مہیب کے بعد ایسے تمام منکر چیخ چیخ کر کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے ربّ اب ہمیں پورا یقین آ گیا اور ہم نے مان لیا ہے پس اب تو ہمیں واپس بھیج دے تا کہ اب ہم دنیا میں جا کر نیک اعمال کی پونجی کما کر لائیں، جیسا کہ سورہ سجدہ میں اس بارہ ارشاد فرمایا گیا۔ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ

سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ o (السجدۃ:۱۲پ۲۱) مگر تب ان کیلئے اس کا موقع کہاں؟ وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ج وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ م بَعِيْدٍ o (سبا:۵۲ پ۲۲) لیکن اتنی دور کی جگہ سے ان کیلئے ایمان کا پالینا کیسے اور کیونکر ممکن ہوگا؟ وکتنا احسان ہے اس کتاب حکیم کا بنی نوع انسان پر کہ اس نے قیامت میں پیش آنے والے ان عظیم الشان حقائق و وقائع سے لوگوں کو اس صراحت و وضاحت کے ساتھ اسی دنیا میں آگاہ فرما دیا تاکہ جو بچنا چاہے بچ جائے مگر کتنا ظالم اور کس قدر بے انصاف ہے یہ انسان جو اس سب کے باوجود اس سے منہ موڑے ہوئے ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، اللھم فخذنا بنوا صینا الیٰ مافیہ حُبکَ والرضا بہرکیف اس روز ایسے لوگوں کی تفضیح و تذلیل کیلئے ان سے کہا جائے گا کہ آج تو تمہاری نگاہیں بہت تیز ہیں، دنیا میں جس چیز کا تم کو دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا، آج اس کا ہر گوشہ تمہارے سامنے روشن اور بے نقاب ہو گیا ہے کہ تم اس طرح چیخ چیخ کر اس کو ماننے کا اعلان و اقرار کر رہے ہو، جبکہ دنیا میں تم لوگ خود ماننا تو درکنار ماننے والے کے وجود تک کو برداشت کرنے کے روادار نہیں تھے، اور ان کے وجود کو مٹا دینے کے درپے تھے، جس طرح آج جبکہ یہ راقم یہ سطور تحریر کر رہا ہے امریکہ کی سب سے بڑی شیطانی سپر پاور افغانستان کے نہتے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور طالبان کی اسلامی حکومت کو ختم کرنے کے لئے دن رات لگا تار ان پر آگ برسا رہی ہے، جبکہ ان مظلوموں کا جرم اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور بس، اللہ امریکہ کو اور دوسرے ایسے تمام ظالموں کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کرے، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ. آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۳۲ مجرم کی عدالت میں پیشی کے منظر کا ذکر و بیان، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس موقع پر اس کا ساتھی کہے گا کہ یہ ہے جو میرے پاس حاضر و موجود تھا، اور اس قرین (۔ساتھی۔) سے مراد وہ فرشتہ ہے جو انسان پر اس کے اعمال کو ضبط کرنے کے لئے مقرر ہوتا ہے یہی متبادر بھی ہے اور یہی حضرت مجاہد وغیرہ کا قول بھی ہے سو وہ فرشتہ کہے گا کہ یہ ہے وہ شخص جس کی نگرانی کا کام میرے ذمے لگایا گیا تھا اور یہ ہے اس کا وہ نامہ اعمال جس کی تیاری کا کام مجھے سونپا گیا تھا جب کہ دوسرا قول اس قرین کے بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد وہ شیطان ہے جو ایسے انسان پر مقرر کیا جاتا ہے جیسا کہ سورۂ زخرف میں فرمایا گیا ''وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ o (الزخرف:۳۶ پ۲۵) اس کو زمخشریؒ نے اختیار کیا ہے اور قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَا اَطْغَيْتُهٗ (الایۃ) سے اس کی تائید ہوتی ہے (ابن کثیر، قرطبی، مراغی، محاسن وغیرہ)۔ جبکہ بعض حضرات اہل علم نے کہا کہ اس قرین سے یہاں پر مراد ان ہی دو فرشتوں میں سے کوئی ایک ہے، جن میں سے ایک سائق کی حیثیت سے اور دوسرا شہید کے طور پر اسکو لے کر عدالتِ الٰہی میں حاضر ہوگا۔ اور ان حضرات کا کہنا ہے کہ یہاں پر قرین سے شیطان مراد لینا صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ شیطان نہ تو کسی کے بارے میں یہ کہنے کی پوزیشن میں ہوگا کہ یہ میری تحویل میں تھا لو اب حاضر ہے، اور نہ ہی وہ اس دن کسی کو بہکانے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے گا، جیسا کہ آگے اسکے اعلان براءت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ بہرکیف اس سے مجرم کی عدالت الٰہی میں حاضری اور پیشی کا منظر بیان فرمایا گیا ہے تاکہ اس طرح غافل لوگ چونک کر بیدار ہو جائیں اور اس یوم عظیم اور وہاں کی عدالتِ کبریٰ کی حاضری کیلئے تیاری کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین،

۳۳ دوزخیوں کو دوزخ میں ڈالنے کے حکم وارشاد کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ حکم ہوگا کہ ڈال دو دوزخ میں ہر بڑے ناشکرے، ہٹ دھرم کو جو بھلائی سے روکنے والا تھا۔ یعنی جو لوگوں کو حق وہدایت اور توحید سے روکتا اور اہل حق سے ورغلاتا' اور اسی طرح وہ اپنے مال کو راہ حق میں خرچ کرنے سے روکتا تھا کہ الخیر کا عموم ان سب ہی امور کو شامل ہے' اور اہل باطل اور گم کردگان راہ حق کا ہمیشہ سے یہی طریقہ ووطیرہ رہا ہے' کہ وہ سادہ لوح عوام کو طرح طرح سے راہ حق سے روکتے' اور اس بارہ ان کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ اور وہ جھوٹے پروپیگنڈوں کے ذریعے عام لوگوں کو اہل حق سے روکتے اور ان سے تنفر کرتے ہیں' البتہ ان بدعات وخرافات سے روکنا اس میں داخل نہیں ہوسکتا جن کو اہل بدعت نے دین متین کے نام پر از خود گھڑ رکھا ہے' اور جن کو فروغ دینے کے لئے یہ لوگ طرح طرح کے جتن کرتے ہیں' کیونکہ وہ خیر نہیں بلکہ وہ شر ہیں، اور قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں وہ گناہ اور گناہ سے بھی بدتر اور مردود ہیں، اس لئے ان سے روکنا دین کا تقاضا اور اہل ایمان کی ذمہ داری اور ان کا فرض ہے، چنانچہ صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ جس نے دین میں کوئی ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں ثابت نہیں، وہ باطل ومردود ہے۔ پس اہل بدعت کے بڑوں کا اس آیت کریمہ کے تحت یہ لکھنا کہ جیسے اس زمانے کے وہابیہ امور خیر کو ہزار حیلوں سے روکتے ہیں، الخ سراسر ایک مغالطہ اور نری جہالت یا تجاہل عارفانہ بلکہ تحریف ہے، والعیاذ بالله العظیم۔ کیونکہ وہابیہ امور خیر سے نہیں بلکہ وہ ان امور شر اور بدعات سے روکتے اور ان سے منع کرتے ہیں جن کا دین حنیف میں کوئی ثبوت ووجود نہیں۔ اور جن کو نبی معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی احادیث کریمہ میں هدم دین یعنی دین کی عمارت کو ڈھا دینے کے مترادف قرار دیا ہے۔ والعیاذُ بالله العظیم۔ سو ان بدعات سے روکنا دین کا تقاضا ہے، اور ہر مومن صادق کا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے وہ ایسی بدعات کو روکنے اور دینِ حق کو ان خرافات کی آمیزش سے پاک رکھے۔ وبالله التوفیق لمایحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، وهو العزیز الوهّاب۔

۳۴ حدود سے تجاوز کرنا دوزخ کا باعث۔ وَالْعِیاذُ بِاللهِ الْعَظِیم: سو دوزخیوں کی صفات کے ضمن میں مزید ارشاد فرمایا گیا کہ جو حدود سے تجاوز کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا تھا۔ مریب کے معنی شک میں ڈالنے والے کے بھی آتے ہیں' اور خود شک میں پڑنے والے کے بھی۔ (محاسن التاویل، وغیرہ)۔ اور یہ دونوں مفہوم دراصل لازم ملزوم ہیں۔ کیونکہ دوسروں کو شک میں وہی ڈالے گا جو خود شک میں پڑا ہوگا اور جو خود شک کا مریض ہوگا وہ دوسروں کو شک کی بیماری کے سوا اور دے بھی کیا سکتا ہے۔ کہ برتن سے وہی کچھ ٹپکتا جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہے۔ ''الاناء یترشح بما فیه'' اور یہاں پر شک اور ریب کا ذکر دوسری تمام صفات اور خصال بد کی اصل کی حیثیت سے ہوا ہے، جن کا ذکر اوپر فرمایا گیا ہے، کیونکہ قیامت کے بارہ میں شک ہی وہ چیز ہے جو آدمی کو ناشکرا، معاند، بخیل اور ظلم وزیادتی کرنے والا بنا دیتی ہے۔ یہاں پر ان تمام بیماریوں کے ذکر کے بعد اس اصل بیماری کا پتہ بھی دے دیا ہے جس سے یہ تمام بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ والعیاذ بالله العظیم۔ یہاں پر اس ارشاد وبیان سے یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ جو خداوند قدوس کے حقوق کا منکر اور معاند ہوگا وہ لازماً اسکے بندوں کے حقوق کے بارے میں بھی غاصب اور نہایت بخیل اور کنجوس ہوگا، اور وہ معتدی یعنی حدود تجاوز کرنے والا اور خیر سے دوسروں کو روکنے والا ہوگا، اور ''مَنّاع'' کے لفظ میں روکنے اور رکنے کے دونوں معنی اور مفہوم پائے

جاتے ہیں۔ سو جو لوگ کنجوس اور بخیل ہوتے ہیں وہ خود ہی کنجوس بننے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی بخیل اور کنجوس بنانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ اس طرح خود ان کی اپنی بخیلی اور کنجوسی پر پردہ پڑا رہے، اور ان کی خود ساختہ اور جھوٹی بڑائی متاثر نہ ہو، والعیاذُ باللہ العظیم۔ بندوں کے حقوق کے بارے میں بھی غاصب اور نہایت بخیل اور کنجوس ہو گا اور وہ معتدی یعنی حدود سے تجاوز کرنے والا اور خیر کو دوسروں سے روکنے والا ہو گا۔ اور مناع کے لفظ میں روکنے اور رکنے کے دونوں معنی و مفہوم پائے جاتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ کنجوس اور بخیل ہوتے ہیں وہ خود ہی بخیل بننے پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی بخیل اور کنجوس بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تا کہ اس طرح انکی خود اپنی بخیلی اور کنجوسی کا پردہ فاش نہ ہو اور انکی خود ساختہ اور جھوٹی بڑائی متاثر نہ ہو۔ والعیاذ باللہ

۳۵ شرک، فتنہ و فساد اور ہلاکت و تباہی کی جڑ بنیاد۔ والعیاذُ باللہِ العظیم: سو دوزخیوں کی ان تمام صفاتِ خبیثہ اور خصالِ ذمیمہ کی جڑ بنیاد کی نشاندہی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا جس نے اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بنا رکھا ہو۔ خواہ وہ لکڑی پتھر وغیرہ کا کوئی خود ساختہ بت ہو یا کوئی زندہ مردہ انسان' یا کوئی فرشتہ و جن' یا کوئی آستانہ و قبر، وغیرہ' غرض جس میں بھی خداوند قدوس کی صفات علیا میں سے کوئی صفت مانی جائے گی اور اس کی کسی بھی طرح پوجا و پکار کی جائے گی' وہ اس میں داخل ہے کہ اِلٰہاً کا عموم ان سب کو شامل ہے۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف شرک کا جرم چونکہ سب سے بڑا اور نہایت ہی خطرناک اور مہلک جرم ہے جو تمام فتنہ و فساد کی جڑ بنیاد اور ہلاکت و تباہی کا باعث ہے۔ اس لیے آخر میں اسلوب بدل کر اسکو خاص اہتمام سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ شرک کا جرم ایسا ہولناک اور مہلک جرم ہے جو دین و اخلاق کی پوری عمارت کو ڈھا دینے والا اور تمام فساد فی الارض کی جڑ بنیاد ہے، اور شرک کے ساتھ قیامت اور آخرت کو ماننا بھی بے اثر اور بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ کوئی شخص اگر اس وہم اور خام خیال میں مبتلا ہو کہ فلاں ہستی خدا کی شریک یا اسکی ایسی چہیتی ہے کہ وہ جو بات چاہے خدا سے منوا سکتی ہے، تو پھر ایسے شخص کیلئے قیامت کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہو جاتے ہیں، وہ اپنے زعم فاسد اور گمانِ باطل کے مطابق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اسی ہستی کو راضی رکھ کر جو چاہے کر سکتا ہے اسکو کسی کی کیا پرواہ؟ وغیرہ وغیرہ سو یہ سب کچھ بے حقیقت و بے بنیاد ہے۔ اس کی نہ کوئی اصل اور بنیاد ہے اور نہ ہو سکتی ہے، بلکہ یہ سب کچھ اوہام و خرافات کا پلندہ ہے۔ جس میں الجھ کر اور پھنس کر انسان اعمال صالحہ پونجی سے محروم رہ جاتا ہے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، سبحانہ وتعالیٰ

۳۶ دوزخیوں کے حالِ بد کا ایک نمونہ و مظہر۔ وَالعِیَاذُ بِاللّٰہِ العَظِیم: سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ دوزخ کے اس انتہائی ہولناک باڑے میں داخل ہونے کے بعد ہر شخص اپنی گمراہی اور اپنے اس ہولناک انجام کا ذمہ دار دوسرے کو قرار دے گا اور اس کا الزام وہ اپنے اس ساتھی شیطان پر رکھ کر خود بری اور بے قصور ہونے کی کوشش کرے گا جو سنت الٰہی اور دستورِ خداوندی کے مطابق اور اس گمراہ انسان کے خود اپنے اختیار کی بنا پر دنیا میں اس پر مسلط رہا ہو گا تو اس گمراہ شخص کی اس کوشش کے جواب میں اس کا وہ ساتھی اس سے کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اسکو گمراہ نہیں کیا تھا۔ یعنی ایسا نہیں ہوا کہ اس نے حق و ہدایت کو اپنانا اور اختیار کرنا چاہا ہو اور میں نے زبردستی اس کو اس سے روک دیا ہو' نہیں ایسا نہ ہوا ہے، اور نہ ہی میں ایسا کر سکتا تھا' بلکہ اس نے خود ہدایت کی بجائے

گمراہی کو، اور نور حق کی بجائے اندھے پن کو اپنایا' اور اس طرح یہ ضلالت و گمراہی میں جا پڑا اور یہ اپنی گمراہی کا ذمہ دار خود ہے۔ یہ سو ان بدبختوں کے جہنم کے باڑے میں داخل ہونے کے بعد کا ماجرا بیان ہو رہا ہے، جہاں داخل ہونے کے بعد۔ و العیاذ با للہ۔ ہر کوئی اپنی گمراہی کا الزام شیطان پر تھوپنا چاہے گا، تو اس وقت شیطان اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے یوں کہے گا کہ اے ہمارے رب اس کو میں نے گمراہ نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابلیس گمراہی کی دعوت دینے کے اپنے جرم کا انکار کرے گا۔ نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے ان لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے کسی زور زبردستی سے کام نہیں لیا کیونکہ ایسا کوئی زور میرے پاس تھا ہی نہیں بلکہ میں نے تو صرف ان کو گمراہی کی دعوت دی جس کو ان لوگوں نے خود اپنے ارادہ و اختیار سے قبول کر لیا۔ تو قصور میرا نہیں بلکہ ان لوگوں کا خود اپنا ہی ہے۔ جیسا کہ پ ۱۳ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۲۲ میں ابلیس لعین کے اس قول و قرار کی تصریح نقل فرمائی گئی ہے۔ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ و العیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، و یا ارحم الراحمین،

۳۷ انسان کی گمراہی کی ذمہ داری خود اسی پر۔ و العیاذُ باللّٰہِ العظیم: سو ابلیس دوزخی شخص کے اس الزام کے جواب میں اور اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہے گا کہ نہیں بلکہ یہ خود ہی پڑا تھا دور کی گمراہی میں۔ جس کی بنا پر اس نے میری دعوت پر فوراً لبیک کہا جیسا کہ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۲۲ میں اس کی پوری منظر کشی فرمائی گئی ہے۔ اوپر حاشیہ نمبر ۳۶ میں ملاحظہ فرمائیں سو ابلیس کہے گا کہ ایسے لوگ دعوتِ حق کو چھوڑ کر اور دعوتِ حق سے منہ موڑ کر جو میرے پیچھے چلے تو قصور ان کا اپنا ہے نہ کہ میرا۔ و العیاذ باللہ العظیم، اور ضلال بعید کے لفظ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ایسا شخص گمراہی میں اتنا دور نکل گیا تھا کہ اس کیلئے حق کی طرف واپسی اور بازگشت کا کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا تھا، اور اسکی اصل وجہ ہے اتباعِ ھویٰ یعنی خواہشاتِ نفس کی پیروی اور یہی چیز ہے جو انسان کو طرح طرح کے مہالک میں ڈالتی ہے، پس جو لوگ خواہشاتِ نفس کے پیچھے لگ کر اپنے آپ کو نیکی کی راہ سے دور کر لیتے ہیں، وہ بالآخر توفیق ہدایت سے محروم ہو کر شیطان کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں پھر وہی ان کا ساتھی بن جاتا ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا "فَھُوَ لَہٗ قرین" یعنی پھر وہی ان کا ہمہ وقتی ساتھی بن جاتا ہے، و العیاذ باللہ العظیم۔ سو حق اور اہل حق کی مجلسوں سے دوری و محرومی باعث ہلاکت و تباہی ہے۔ و العیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ، ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین و یا ارحم الراحمین، و یا اکرم الاکرمین، سبحانہ و تعالیٰ

۳۸ الزام تراشیوں پر حق تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان الزام تراشیوں کے جواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے فرمایا جائے گا کہ میرے حضور مت جھگڑو، میں نے یقیناً تم کو پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔ اپنے انبیاء و رسل اور دعاۃِ حق کے ذریعے۔ پس اب یہاں لڑنے جھگڑنے سے کچھ فائدہ نہیں کہ اب یہ وقت نہ ماننے کا وقت ہے' نہ جھگڑنے کا'

ہر کسی کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہی ہو گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اس وقت کے اس جھگڑنے کا قطعی طور پر کوئی فائدہ نہیں ہو گا، اور ان سے صاف کہہ دیا جائے گا کہ تمہاری اس تو تکار اور الزام بازی سے نہ کسی کو اسکی گمراہی کی ذمہ داری سے بری قرار دیا جا سکتا ہے، اور نہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے، میں نے اپنی وعید سے ہر کسی کو پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا، اس وجہ سے سب پر حجت تمام ہو چکی ہے، اس لئے اب تم اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا بھگتان بھگتنے کیلئے تیار ہو جاؤ اب تمہارے لئے بچنے اور خلاصی پانے کی بہر حال کوئی صورت ممکن نہیں، والعیاذ باللہ العظیم، سو قرآن حکیم نے ان غیبی حقائق سے اتنی صراحت و وضاحت کے ساتھ اور اس قدر پیشگی خبردار کر دیا ہے مگر دنیا ہے کہ پھر بھی خواب غفلت میں پڑی ہے، الا ماشاء اللہ، والعیاذ باللہ،

۳۹ اللہ تعالیٰ کی بات بدل نہیں سکتی۔ سبحانہ و تعالیٰ: سو حق تعالیٰ کی طرف سے اس بارے میں مزید ارشاد فرمایا جائے گا کہ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی۔ کہ گنہگاروں کو اپنے اپنے گناہوں کے مطابق' اور کفار و مشرکین کو دائمی طور پر دوزخ کے عذاب میں رہنا ہو گا' اور یہ سب کچھ میں نے تم لوگوں کو دنیا میں پیشگی بتا دیا تھا، جب کہ وہاں پر تم کو فرصتِ عمر میسر تھی' اور پوری صراحت و وضاحت سے بتا دیا تھا مگر تم لوگوں نے نہ مانا' سو اب چکھو مزہ اپنے کیے کرائے کا' والعیاذ باللہ، لہٰذا اب تمہارے ایک دوسرے پر الزام دھرنے یا رونے دھونے سے نہ کچھ فرق پڑ سکتا ہے اور نہ کوئی بھگتان سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی میری بات بدلی جا سکتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اسکی وعیدیں سب قطعی اور اٹل ہیں۔ وباللہ التوفیق لمایحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین،

۴۰ اللہ اپنے بندوں پر ذرہ برابر کوئی ظلم نہیں کرتا۔ سبحانہ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا اور نہ میں ظلم کرنے والا ہوں اپنے بندوں پر۔ کہ کسی کو بغیر جرم کے' یا اس کے جرم سے زیادہ سزا دے دوں' یا کسی کو کسی دوسرے کے جرم میں پکڑ لوں۔ سو ایسی کوئی بھی بات نہیں ہو گی۔ بلکہ میں تو اپنے بندوں کے ساتھ عدل و انصاف' بلکہ اس سے بھی بڑھ کر فضل و کرم اور مہربانی و عنایت کا معاملہ کرتا ہوں۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ یہاں پر لغت عرب کا وہ معروف اسلوب اختیار فرمایا گیا ہے جسکی مثالیں اس سے پہلے بھی مختلف مقامات پر گزر چکی ہیں کہ جب مبالغہ پر نفی آتی ہے تو اس سے مبالغہ فی النفی مقصود ہوتا ہے، سو اس اعتبار سے اس ارشاد کے معنی یہ ہونگے کہ میں اپنے بندوں پر ذرا برابر بھی ظلم کرنے والا نہیں ہوں، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَایَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ ج وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا ٥ (النساء: ۴۰ پ ۵) ''بے شک اللہ ذرہ برابر کوئی ظلم نہیں کرتا'' اور جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَّ لٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ ٥ (یونس: ۴۴ پ ۱۱) یعنی یہ ایک قطعی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں اور اس واہب مطلق جلّ جلالہٗ کے یہاں کسی ظلم اور بے انصافی کا کیا سوال۔ اسکی عنایت اور نوازش کا تو یہ عالم ہے کہ اگر کوئی نیکی ہو گی تو وہ اس کو کئی گنا بڑھا کر اجر و ثواب سے نوازے گا اور اپنی طرف سے اس کو بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا جیسا کہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۰ میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے۔ مگر لوگ ہیں کہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم

لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾ ع يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ ۱۴/۱۶

ہولناک دن کو کہ) جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ ف۴۱ (۳۰) اور قریب کر دیا

هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾ وَاُزْلِفَتِ

جائے گا (اس روز) جنت کو پرہیزگاروں کے، ف۴۲ (اور اس قدر کہ) وہ ان سے کچھ بھی دور نہ ہوگی ف۴۳ (۳۱) (اور ان سے کہا جائے گا

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ

ان کے سرور کو دوبالا کرنے کے لئے کہ) یہ ہے وہ چیز جس کا تم لوگوں سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لئے جو بہت

لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ

رجوع رہنے والا، ف۴۴ اور بڑا پابندی کرنے والا تھا، ف۴۵ (۳۲) جو ڈرتا رہتا تھا (خدائے) رحمٰن سے بن دیکھے ف۴۶ اور وہ حاضر ہوا (اپنے

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ

رب کے حضور) دل گرویدہ کے ساتھ، ف۴۷ (۳۳) (سو ایسوں کو ارشاد ہوگا کہ) داخل ہو جاؤ تم اس (جنت) میں سلامتی کے ساتھ، ف۴۸ یہ ہے

الْخُلُوْدِ ﴿٣٤﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾

ہمیشہ رہنے (اور حیات ابدی سے سرفراز ہونے) کا دن، ف۴۹ (۳۴) ان کے لئے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے ف۵۰ اور ہمارے

۴۱ **دوزخ کی وسعت و پہنائی کا ذکر و بیان، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس دن کو یاد رکھو جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ کیا تو بھر گئی ہے؟ تو وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟۔ سو اس سے اس دوزخ کی بے پناہ عظمت و وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ اولاد آدم میں سے اتنی لاتعداد دنیا کو اپنے اندر لے لینے کے باوجود وہ "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" (کچھ اور بھی ہے) کی صدا لگا رہی ہوگی، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کی صحیح احادیث میں وارد ہے کہ پھر حق تعالیٰ۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اس میں اپنا قدم رکھیں گے، جس سے وہ سمٹ اور سکڑ کر رہ جائیگی اور کہے گی قط قط (بس بس) یعنی اب گنجائش نہیں (ابن جریر، ابن کثیر، روح، قرطبی، مراغی، جامع، وغیرہ)۔ رہ گئی حضرت حق جَلَّ مَجْدُهٗ کے قدم رکھنے کی حقیقت اور کیفیت، تو اس کو ہم یہاں نہیں جان سکتے کہ یہ غیب کے ان عظیم الشان اور جلیل القدر حقائق میں سے ہے جن کا ادراک و احاطہ ہمارے بس سے باہر ہے، پس ان کو بلا تحدید و تکییف ویسے ہی مانا جائے جیسا کہ یہ نصوص سے ثابت ہیں اور یہی کہا جائے کہ جیسا کہ اسکی شان اقدس و اعلیٰ کے لائق ہے، یہی راہ ہے سلامتی کی اور یہی طریقہ ہے اسلاف کرام کا، اور دوزخ سے حضرت حق جَلَّ مَجْدُهٗ کا یہ سوال بیان واقعہ بھی ہو سکتا ہے اور صورت حال کی تصویر و تعبیر بھی۔ کیونکہ اللہ پاک "سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی" نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ سب اسی شان کی مالک ہیں کہ اپنے خالق و مالک "سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی" کے سوالوں کو سمجھتی بھی ہیں اور ان کا جواب بھی دیتی ہیں اور وہ قادر مطلق اس بات پر بھی قادر ہے کہ جب چاہے

ان چیزوں کو گویا کر دے اور صامت کو ناطق بنا دے، جیسا کہ انسانی اعضاء و جوارح کے قیامت کے روز بولنے اور گواہی دینے کا ذکر خود قرآنِ پاک میں آیا ہے۔ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ o (حٰمٓ السجدہ:۲۱) بہر کیف اس سے دوزخ کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ جل و علا

۴۲ متقیوں کے اکرام کے ایک عظیم الشان مظہر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لئے ایک خاص اکرام کے ذکر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جنت کو قریب کر دیا جائے گا پرہیزگاروں کے۔ یعنی ان کے اکرام و اعزاء کے طور پر، اور اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے، کہ ان حضرات کو اس کے قریب پہنچا دیا جائے گا۔ جیسا کہ مثلاً کہا جاتا ہے کہ اب دبئی قریب آ گئی ہے۔ حالانکہ قریب آنے والا خود وہ شخص ہوتا ہے، جو دبئی آ رہا ہوتا ہے، نہ کہ دبئی۔ بہر حال جو بھی ہو جنت کو پرہیزگاروں کے قریب کر دیا جائے گا اور اتنا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے سرور کا باعث بن سکے، اور وہ اسکی نعمتوں سے بآسانی مستفید و فیض یاب ہو سکیں، اور اسکے لیے ان کو کسی سفر وغیرہ کی کوئی مشقت نہ برداشت کرنی پڑے۔ اللھم شرفنا بھذا بمحض منک و کرمک یاارحم الراحمین۔ بہر کیف یہ اہلِ جنت کے انعام و اکرام کا ایک خاص مظہر ہو گا۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے، آمین ثم آمین

۴۳ جنت کے قُرب کیلئے تاکیدِ مزید کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس کو ان کے اس قدر قریب کر دیا جائے گا کہ وہ ان سے کچھ بھی دور نہ ہو گی۔ یہ بطور تاکید فرمایا گیا جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ عزیز غیر ذلیل اور عسیر غیر یسیر۔ وغیرہ اور اس تاکید سے یہ امر واضح فرما دیا گیا کہ کسی کو جنت کے قریب لانے کے الفاظ سے یہ شبہ نہ ہو کہ وہ کہیں بہت دور ہے، جہاں سے اسکو قریب لانا پڑے گا جس میں کچھ دیر لگے گی، اور کوئی وقفہ درکار ہو گا سو ایسی کوئی بات نہیں کہ وہ کہیں دور نہیں بلکہ قریب ہی ہو گی، لیکن اہلِ جنت کی عزت افزائی کیلئے اسکو انکے مزید قریب کر دیا جائے گا، اللہ نصیب فرمائے آمین، سو غیر بعید کا یہ ارشاد الجنته سے حال واقع ہوا ہے۔ سو اہلِ جنت کی تشریف و تکریم کیلئے جنت کو ان کیلئے ایک پیشکش کے طور پر انکے قریب لایا جائے گا۔ پس یہ اہلِ جنت کے لیے ایک خاص اور عظیم الشان انعام و اکرام ہو گا۔ جس سے ان کو نوازا جائیگا اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین،

۴۴ اہلِ جنت کی صفتِ اوّ ابیّت کا ذکر و بیان، وباللہ التوفیق: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہر اس شخص کیلئے جو بہت رجوع کرنے والا ہو گا۔ یعنی یہ کرم و عنایت کسی ذات پات، یا شکل و صورت، اور رنگ و نسل وغیرہ پر موقوف نہیں، بلکہ یہ انعام و اکرام ہر اس شخص کیلئے ہے جس میں یہ اور یہ صفتیں پائی جاتی ہوں، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اور کہیں کا بھی ہو، کسی بھی رنگ و نسل اور شکل و صورت کا مالک ہو، کہ مدار و انحصار ایمان و عقیدہ اور عمل و کردار پر ہے۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ۔ سو اوابیت یعنی اپنے رب کی طرف رجوع رہنے اور ہمیشہ اسکی رضا و خوشنودی کو پیشِ نظر رکھنے کی صفت سب سے اہم اولین اور ایک عظیم الشان صفت ہے اسی لئے یہاں پر اس کو سب سے پہلے سب سے مقدم ذکر فرمایا گیا ہے۔ اللہ نصیب فرمائے اور بدرجہ تمام و کمال نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۴۵ اہلِ جنت کی دوسری صفت حدودِ خداوندی کی حفاظت و پابندی، وباللہ التوفیق: سو ارشاد فرمایا گیا اور جو بڑا پابندی کرنے والا ہو گا۔ یعنی اپنے خالق و مالک کی طرف رجوع رہنے والا اور اس کی رضا و خوشنودی کی طلب و تلاش میں

اسکی مقرر فرمودہ حرمتوں اور حدوں کی پاسداری کا خیال رکھنے والا۔ اور اسکی بخشی ہوئی قوتوں کی حفاظت کرنے والا، کہ حفیظ کا عموم ان سب ہی صورتوں کو شامل ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رہنا، اور اسکی مقرر کردہ حدود و قیود کی پابندی کرنا دو بڑی اہم صفات ہیں،۔ اور ان دونوں صفتوں میں پہلی کا تعلق دراصل انسان کے قلب و باطن سے ہے، اور دوسری کا اس کے عمل و کردار سے۔ اگر انسان کا دل زندہ و بیدار ہو تو وہ زندگی کے تمام ہنگاموں کے اندر کسی بھی وقت کسی ایسی غفلت یا سرکشی کا شکار نہیں ہوتا کہ اس کو خداوند قدوس کے محارم اور اس کی حدود کا کوئی خیال نہ رہے، اور وہ ان کو توڑ تاڑ کر رکھ دے، اور نفس و شیطان کی اکساہٹوں کی بنا پر اگر اس سے کبھی کوئی تجاوز سرزد ہو بھی جائے تو اس کا دل فوراً متنبہ ہو جاتا ہے اور وہ فوراً توبہ و استغفار کے ذریعے اپنے رویے کی اصلاح اور تدارک و تلافی مافات کر لیتا ہے۔ سو ان دو لفظوں کے ذریعے مومن صادق کے ظاہر و باطن دونوں کا حال بیان فرما دیا گیا ہے۔ فالحمدلله جل و علا

۴۶ اہلِ جنت کی تیسری بڑی اور خاص صفت خوف وخشیتِ خداوندی، وباللہ التوفیق: سو نعیم جنت سے سرفراز ہونے والے ان خوش نصیبوں کی یہاں پر تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ جو بن دیکھے ڈرتا رہا رحمٰن سے۔ یعنی خدائے رحمٰن سے۔ یعنی خدائے رحمٰن کو اس نے دیکھا نہیں لیکن اپنے ایمان و یقین کی بنا پر وہ اس سے ڈرتا رہا کہ وہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اور اس کی مجھ سے کوئی نافرمانی نہ ہو جائے۔ سو وہ اس سے تنہائی میں بھی ڈرتا رہا۔ جب کوئی اس کو دیکھتا نہیں کہ خدائے رحمٰن مجھے دیکھ رہا ہے، اسلئے اس سے میرا معاملہ صحیح ہو اور وہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، کہ اس کا حق سب سے مقدم اور سب سے بالا ہے، سبحانہ و تعالیٰ، سو جس طرح قیامت کے بارہ میں شک اور شرک ام الامراض ہے۔ اسی طرح ایمان و یقین اور خدائے رحمٰن سے بن دیکھے ڈرنا تمام خوبیوں کی اساس و بنیاد ہے۔ چنانچہ اوپر مستحقینِ دوزخ کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ لوگ قیامت کے بارے میں شک میں پڑے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں انہوں نے دوسرے فرضی، وہمی اور مصنوعی و خود ساختہ سہارے اپنا رکھے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ اپنے انجام اور اپنی آخرت کے بارے میں نچنت اور بےفکر ہو گئے۔ اور اس طرح وہ ہاویہءِ جہنم کی طرف بڑھتے چلے گئے، اس کے مقابلے میں اہلِ جنت کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اس طرح کے کسی وہم میں مبتلا ہو کر اپنے انجام اور اپنی آخرت سے نچنت اور بےفکر نہیں ہوئے بلکہ وہ ہمیشہ خدائے رحمان سے ڈرتے رہے۔ و بالله التو فیق لمایحب ویرید، وعلی مایحب ویرید

۴۷ اہلِ جنت کی چوتھی بڑی صفت قلبِ منیب سے سرفرازی: سو ارشاد فرمایا گیا اور وہ حاضر ہوا قلبِ منیب کے ساتھ۔ یعنی ایسے دل کے ساتھ جو ہر وقت اپنے خالق و مالک کے حضور جھکا رہتا تھا' (صفوۃ' مراغی، وغیرہ) سو مومنِ صادق اپنے ایمان و یقین کی بناء پر ہمیشہ اپنے خالق و مالک کے حضور جھکا رہتا ہے۔ اہلِ جنت و دوزخ اور انکی صفات و خصال کے ذکر و بیان کے ضمن میں خدائے پاک کی صفت رحمت کا ذکر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اسکی صفتِ رحمانیت اور رحیمیت کا تقاضا ہے کہ قیامت قائم ہو، تا کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوں، ورنہ خیر و شر اور نیکی و بدی یکساں قرار پائیں گی جو اسکی صفت رحمت و حکمت کے منافی ہے، پس روز جزاء کا آنا لازمی اور خدائے رحمان و رحیم کی شان رحمت اور اس کی صفت عدل و حکمت کا تقاضا ہے تا کہ ان لوگوں کو اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کی پوری جزا ملے جنہوں نے اس دنیا میں ایک

اَوّاب اور حفیظ انسان کی زندگی گزاری ہوگی، اوران لوگوں کو پوری سزا ملے جنہوں نے کفار اور عنید بن کر زندگی گزاری ہوگی۔ والعیاذ بالله العظیم۔ بہر کیف اہلِ جنت کی صفت خوف وخشیتِ خداوندی کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ چونکہ انہوں نے خداوند قدوس کے سوا کوئی اور سہارا نہیں تلاش کیا تھا، بلکہ اپنے دل کا تعلق اسی سے رکھا اور ہمیشہ اسی سے ڈرتے رہے تھے۔ اس لیے وہ اپنے رب کے حضور ایسے قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے جس کی ساری توجہ اپنے رب ہی کی طرف رہی۔ اس لیے ان کی ساری امیدیں اسی وحدہ لاشریک سے وابستہ تھیں اور کسی سے انہوں نے کبھی لو نہیں لگائی۔ سو انابت اور رجوع الی اللہ اصل اساس و بنیاد ہے اصلاح احوال کی، و بالله التوفيق لما يحب ويريد ، وعلى مايحب ويريد، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحوال، وهو العزيز الوهاب

۲۸ **اہلِ جنت کیلئے دخولِ جنت کے اذن وارشاد کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہا جائے گا کہ داخل ہو جاؤ تم لوگ اس جنت میں سلامتی کے ساتھ کہ نہ اس میں تمہیں کوئی تکلیف و ایذا پہنچے، اور نہ کبھی اس سے نکالے جاؤ۔ اور جہاں تم اپنے رب اور اس کے فرشتوں کی طرف سے سلام اور دعا کی دلنواز و روح پرور صدائیں بھی سنتے رہو گے' اور تمہیں ہر طرح کی اور ہر طرف سے سلامتی ہی سلامتی نصیب و میسر ہوگی۔ اللہ نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔ سو انکو اس اَبدی بادشاہی سے نوازا جائے گا جس میں ان کیلئے نہ ماضی کا کوئی غم ہوگا اور نہ مستقبل کا کوئی خوف و اندیشہ۔ ان سے وہ بادشاہی نہ کبھی چھینی جائے گا اور نہ اس میں کوئی رخنہ پیدا ہوگا۔ اللہ محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ بہر کیف اس سے واضح فرمایا گیا کہ مستحقینِ جنت کو دخولِ جنت کے اذن وارشاد سے اس صراحت و وضاحت کیساتھ نوازا جائے گا اور اسی بات کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ۔ (الحجر:۴۶) یعنی داخل ہو جاؤ تم لوگ اس جنت میں پورے امن و سلامتی کے ساتھ بغیر کسی فکر و اندیشہ کے، کہ وہ گھر ہے ہی امن و سلامتی کا گھر (دارالسلام) اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمين ويا ارحم الراحمين

۲۹ **اہلِ جنت کیلئے اَبدی بادشاہی کے اعلان کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس موقع پر کہا جائے گا کہ یہ ہے ہیشگی کا دن جس کا تم لوگوں سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ سو اب اس کے بعد نہ فنا و زوال نہ موت و محرومی۔ نہ وہاں سے خروج و انتقال' سو اس جنت سے سرفرازی ہی اصل اور حقیقی کامیابی ہے۔ جسکے مقابلے میں دوسری کوئی کامیابی سرے سے ہی نہیں، اور عقل و خرد کا تقاضا یہی ہے کہ انسان ہمیشہ اسی کو اپنے پیشِ نظر رکھے۔ اور اسی کیلئے محنت اور عمل کرے اللہ نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اس موقع پر اہل جنت کے لیے ان کے سرور کو دوبالا کرنے کے لیے یہ اعلان وارشاد فرمایا جائے گا کہ یہ ہے اس ابدی بادشاہی کا وہ وعدہ جو تم لوگوں سے تمہاری دنیاوی زندگی میں کیا جاتا تھا۔ اب اس کے عطاء کیے جانے کا وقت آ گیا ہے۔ پس اب یہ بادشاہی تم لوگوں سے کبھی چھینی نہیں جائے گی بلکہ تمہیں اس میں ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا، اور نہ ہی اس میں کبھی کوئی رخنہ پیدا ہوگا۔ تو کیا اس جیسی دوسری کسی نعمت اور سرفرازی و کامیابی کا کبھی کوئی تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر عقل و نقل دونوں کا تقاضا یہی ہے کہ اسی کو اپنی زندگی کا اصل مقصد اور نصب العین بنایا جائے۔ و بالله التوفيق لمايحب ويريد،

۵۰ اہلِ جنت کی ہر خواہش کی تکمیل کی بشارت کا ذکر و بیان: سو یہ اہل جنت کیلئے ارشاد کیلئے ایک منفرد اور بے مثال انعام ہوگا کہ انکی وہاں پر ہر خواہش پوری ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ان کیلئے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ سبحان اللہ! جنت کی یہ نعمت کہ وہاں پر وہ جو چاہیں گے ملے گا ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ دنیا میں کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوسکتی۔ مگر وہاں پر یہ نعمت ہر جنتی کو نصیب ہوگی۔ سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس دنیا ساری ہی کی آخرت اور جنت کے مقابلے میں حیثیت ہی کیا ہوسکتی ہے؟ اور جس شخص کا ایمان و یقین اس جنت پر ہوگا اس کے سامنے یہ دنیا چیز ہی کیا ہے؟ جس کیلئے ابناءِ دنیا لڑلڑ کر مرتے ہیں۔ سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایمان و یقین کی یہ عظیم الشان و بے مثال دولت اور عدیم النظیر نعمت، انسان کو حیوانیتِ محضہ کے گڑھے سے اٹھا کر کس قدر بلند مقام سے سرفراز کر دیتی ہے اور اسکو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ اور ایمان و یقین کی اس دولت کی بنا پر وہ کسی قدر عظیم المرتبت اور رفیع الشان انسان بن جاتا ہے۔ فالحمد للّٰہ الذی شرّفنا بھذہ النعمۃ العظمٰی و المنۃ الکبرٰی بمحض مَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ والا حسان، فَثَبِّتْنَا اللّٰھُمَّ علیھا ولا نزع قلوبنا بعد اذ ھد یتنا، وخذ نا بنو ا صینا الی ماتحب وترضی من القول والعمل، بکل حال من الا حوال، وفی کل موطن من المو اطن فی الحیاۃ۔ سو جنت اور اسکے باسیوں کی اس عظمتِ شان کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ لوگ کسی قدر محروم اور کتنے بد بخت ہیں جو اس دینِ حنیف سے محروم، اور اس جنت سے منہ موڑ کر صرف دنیائے فانی ہی کے لئے جیتے ہیں اور اسی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں اور اس طرح وہ کتنے بڑے خسارے میں مبتلا ہو رہے ہیں، و العیاذُ باللہ العظیم،

اَللّٰھُمَّ!

اجْعَلْنِی کَمَایَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِی مِمَّایَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِی لِمَالَایَعْلَمُوْنَ، وَاجْعَلْ عَمَلِی
ھٰذَا خَالِصًا لِوَجْھِکَ الْکَرِیْم، وَاجْعَلْہ اخْلَصَ مَایَکُوْنَ، وَانْفَعَ مَایَکُوْنَ،
وَاَحَبَّ مَایَکُوْنَ، وَاَوْسَعَ وَاَبْقٰی مَایَکُوْنُ، یَامَنْ لَاحَدَّ لِجُوْدِہٖ
وَکَرَمِہٖ وَاِحْسَانِہٖ، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ الْمُجِیْبُ
یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ وَالْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْاِحْسَان

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ

پاس (ان کے لئے) اس سے بھی زیادہ بہت کچھ موجود ہوگا' و۵۱ ۳۵ اور کتنی ہی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں ان سے پہلے، (ان

بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۞ ۳۶ اِنَّ

کے کئے کرائے کی پاداش میں) جو ان (موجودہ کفار) سے کہیں بڑھ کر سخت تھیں (اپنی طاقت وقوت کے اعتبار سے،) و۵۲

فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى

سوانہوں نے چھان مارا تھا (شہروں اور) ملکوں کو تو کیا (ہماری پکڑ کے وقت) وہ پا سکے کوئی جائے پناہ؟ و۵۳ ۳۶ بے شک اس

السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۞ ۳۷ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ

میں بڑا بھاری درس عبرت (اور سامان فکر وبصیرت) ہے' ہر اس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہو' و۵۴ یا وہ توجہ کرے (درس عبرت کی طرف)

الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ ق وَّمَا مَسَّنَا

دل لگا کر' و۵۵ ۳۷ اور بلاشبہ ہم ہی نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی اس ساری کائنات کو چھ دنوں (کی مدت)

مِنْ لُّغُوْبٍ ۞ ۳۸ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

میں، و۵۶ اور ہمیں چھوا تک نہیں کسی قسم کی تکان نے' و۵۷ ۳۸ سو آپ صبر ہی سے کام لیتے رہیں (اے پیغمبر!) ان تمام باتوں پر جو یہ لوگ بناتے

رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ ج ۞ ۳۹

ہیں (حق اور اہل حق کے خلاف' و۵۸) اور تسبیح کرتے رہو اپنے رب کی حمد (وثنا) کے ساتھ' و۵۹ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے بھی' اور اس

۵۱ **اہلِ جنت کیلئے انعامِ مزید کے اعلان کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہمارے پاس ان کیلئے اور بھی بہت کچھ ہوگا۔ یعنی جو کچھ یہ خود وہاں چاہیں گے۔ اس سے بھی کہیں بڑھ کر وہاں ان کے لئے وہ کچھ ہوگا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا' اور نہ کسی دل پر اس کا گزر ہی ہوا۔ ''مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ علی قلب بشر'' جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ (یونس:۲۶ پ۱۱) یعنی ان کیلئے سب سے بڑی اچھائی بھی ہوگی اور اس سے بھی زیادہ، اور ان میں سب سے بڑھ کر نعمت اللہ پاک کی زیارت اور اس کی رضا وخوشنودی کی نعمت ہوگی' جو ان سب نعمتوں سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ (التوبۃ:۷۲ پ۱۰) اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمایا دیا گیا کہ ہمارے پاس ایسی نعمتیں بھی

ہوں گی جن کا اہل جنت کو تصور بھی نہیں ہوگا کہ یہ انکی خواہش کر سکیں، اس لیے ہم انکو انکی خواہش کے بغیر ہی ان نعمتوں سے نوازیں گے، اسی حقیقت کی طرف سورہ ءسجدہ کی آیت نمبر ۱۷ میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اس میں ارشاد فرمایا گیا۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (السجدۃ: ۱۷ پ ۲۱) یعنی کوئی شخص جان نہیں سکتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان مخفی رکھا گیا ہے ان کے ان اعمال کے بدلے میں جو یہ لوگ کرتے رہے تھے۔ یعنی اپنی دنیاوی زندگی میں اور اپنے خالق و مالک کی رضا و خوشنودی کے لئے، اللہ نصیب فرمائے اور ایسا اور اس قدر کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے، سبحانہ و تعالیٰ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین ،یارب العالمین ،

۵۲ تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: سو اس ارشاد سے دور حاضر کے کفار و منکرین کو تاریخ سے سبق لینے کیلئے تنبیہ و تذکیر اور تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جو دولت اور طاقت کے اعتبار سے ان سے کہیں بڑھ کر تھیں، اور انہوں نے چھان مارا تھا ملکوں کو۔ اسی لئے انہوں نے اس گھمنڈ میں مبتلا ہو کر قبول حق سے انکار کر دیا اور کہا۔ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قوۃ۔ کہ ''ہم سے بڑھ کر طاقت اور کس کی ہو سکتی ہے؟'' اور اللہ پاک نے ان کے اس متکبرانہ اور سرکشانہ زعم اور گھمنڈ کے جواب میں وہیں پر ارشاد فرمایا۔ ''اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ قُوَّةً'' یعنی کیا ان لوگوں نے اس حقیقت میں غور نہیں کیا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا فرمایا وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ اللہ پاک نے اپنے قانونِ امہال کے مطابق ان کو ایک زمانے تک ڈھیل دی' مگر آخر کار ان سب کو تباہ کر دیا' سو انکار اور تکذیب حق کا نتیجہ و انجام بہر حال ہلاکت اور تباہی ہے۔ و العیاذ باللہ۔ پس اس میں دورِ حاضر کے کفار و منکرین کیلئے بڑا درسِ عبرت اور ان کیلئے بڑی تنبیہ و تذکیر ہے کہ یہ اپنی روش کی اصلاح کر لیں اور اپنے کفر و انکار اور تکذیب حق کے جرم سے باز آ جائیں ورنہ آخر کار انکا حشر بھی وہی ہوگا جو کل کے ان منکرین و مکذبین کا ہو چکا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا قانون سب کے لئے یکساں اور بے لاگ ہے۔

۵۳ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کی بے پناہی کا ذکر و بیان۔ و العیاذ باللہ جل و علا: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ وقت آنے پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور استفہام انکاری کی صورت میں ارشاد فرمایا گیا تو کیا وہ لوگ پا سکے کوئی جائے پنا؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر بچو تم لوگ اے دور حاضر کے منکرو، اس طرز عمل سے جو ان لوگوں نے اپنایا تھا' تاکہ تم بچ سکو اس انجام و وبال سے جس سے وہ لوگ دو چار ہوئے کہ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ط اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (ھود: ۱۰۲ پ ۱۲) پھر ان ہلاک شدہ اقوام و امم میں سے کچھ کی تو جڑ کٹ گئی اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے مٹ گئیں۔ جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ۔ اور کچھ تتر بتر ہو کر ختم ہو گئیں۔ جیسے قوم سبا اور قوم فرعون وغیرہ۔ و العیاذ باللہ العظیم۔ سو انکار و تکذیب حق کا آخری نتیجہ و انجام بہر حال ہلاکت اور تباہی ہوتا ہے، اور اللہ پاک کسی ایسی ظالم قوم کو جب پکڑتا ہے تو پھر اس کے لیے نہ کوئی پناہ گاہ ممکن ہو سکتی ہے، اور نہ کسی طرف بھاگ نکلنے کی کوئی صورت، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیش کے عذاب میں مبتلا ہو کر رہتی ہے۔ و العیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحوال، سبحانہ و تعالیٰ

۵۴ عبرت پذیری کیلئے اولین شرط عبرت پذیر دل کا ہونا ہے: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یقیناً اس میں بڑا سامانِ عبرت ہے ہر اس شخص کیلئے جو دل رکھتا ہو۔ یعنی سمجھنے سوچنے والا دل۔ کیونکہ جو دل سمجھ سوچ اور عبرت پذیری سے خالی ہو وہ دل دل نہیں بلکہ ایک بے کار شئی ہے (جامع البیان وغیرہ) پس جو دل سوچنے سمجھنے کی صفت سے عاری ہو جائے وہ درحقیقت مر چکا ہوتا ہے۔ اور ایسا دلِ مردہ جس جسم کے اندر ہوگا وہ بھی درحقیقت ایک مردہ اور بے جان جسم ہوگا اگرچہ وہ بظاہر چلتا پھرتا اور خوب دوڑتا بھاگتا ہو اور اس کی رگوں میں خون بھی گردش کرتا ہو۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو قلب کا لفظ یہاں پر اپنے حقیقی معنوں یعنی دلِ زندہ کے معنی میں استعمال فرمایا گیا ہے، اور دل کو اللہ تعالیٰ نے احساس کرنے، عبرت پکڑنے اور سوچنے سمجھنے کے لئے بنایا ہے۔ جب تک دل یہ کام کرتا رہتا ہے تو وہ زندہ ہوتا ہے، نہیں تو وہ مردہ ہوتا ہے، اور جب تک دل زندہ ہے اس وقت تک آدمی زندہ ہے، اس لئے آدمی کی حقیقی زندگی اسکے دل کی زندگی سے عبارت ہے، نہیں تو انسان ایک چلتا پھرتا لاشہ ہوتا ہے، والعیاذُ باللہ۔ سو آدمی کی اصل اور حقیقی زندگی اسکے دل کی زندگی ہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ دلِ زندہ کے ساتھ زندہ وسلامت، اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۵۵ دل کی توجہ سے سننا ایک اہم مطلب۔ وباللہ التوفیق: ــ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ عبرت پذیری کے لئے کم سے کم درجہ توجہ سے سننا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یا وہ توجہ کرے دل لگا کر۔ یعنی ﴿شہید﴾ یہاں پر شہود سے مشتق ہے جس کے معنی حاضر ہونے اور توجہ دینے کے ہیں۔ اور شہادت سے بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی تصدیق کرنے اور گواہی دینے کے ہوتے ہیں، یعنی متوجہ ہونا بھی ضروری ہے، اور ایمان اور تصدیق بھی، جیسا کہ قرآن حکیم کے بارے میں فرمایا گیا۔ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ اور ﴿لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ وغیرہ (محاسن التاویل وغیرہ) کہ قرآن حکیم کی ہدایت ورحمت تو عام ہے لیکن یہ نعمت نصیب انہی کو ہوگی اور اس سے فائدہ وہی اٹھا سکیں گے جو ایمان رکھتے ہوں گے، یا ایمان لانا چاہتے ہوں گے۔ اور وہ تقویٰ و پرہیزگاری کی پاکیزہ زندگی گزارنا چاہتے ہوں گے۔ بہرکیف یہاں پر درس عبرت کے لئے، درجے بیان فرمائے گئے ہیں۔ اول تو یہ کہ آدمی کے اندر وہ دل زندہ موجود ہو اور وہ صحیح بات کو خود سمجھ لے اور اس طرح حق اور حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے، اور دوم یہ کہ کوئی دوسرا معقول انسان اس کو کوئی بات سنائے سمجھائے تو یہ اس کو توجہ سے سنے کہ اس سے بھی بسا اوقات غفلت دور ہو جاتی ہے، اور اس کی عبرت پذیری کی صلاحیت زندہ ہو جاتی ہے، اور جو ان دونوں ہی باتوں سے محروم ہو تو اس کے اندر کوئی معقول بات آخر کس طرح آ سکتی ہے، اور اس کی اصلاح کیونکر ممکن ہو سکتی ہے؟ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی مرضیات پر استقامت بخشے اور غفلت ولاپرواہی اور زیغ وزیل سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین، سبحانہ وتعالیٰ،

۵۶ تخلیق کائنات کے چھ دنوں سے مقصود ومراد؟ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کی اس کائنات کو چھ دنوں میں۔ پس اس سے تم لوگ ہماری قدرت لامحدود کا اندازہ کر سکتے ہو۔ اے عقل وخرد رکھنے والو! اور چھ دنوں سے یہاں پر مراد خدائی چھ دن ہیں، یعنی وہ مختلف ادوار جن کی حقیقت کا احاطہ اللہ پاک ہی کر سکتا ہے۔ اور وہ اس کے بعد بھی اپنی مخلوق میں

جو چاہے اضافہ فرماتا رہتا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ﴿وَ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ﴾ اس کی قدرت کی کرشمہ سازیاں کبھی ختم ہونے والی نہیں کہ اس کی شان ﴿کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ﴾ کی شان ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اور چھ دنوں کی اس قید کے ذکر سے اس اہتمام کو اجاگر کرنا مقصود ہے جو اس کائنات کی تخلیق میں کارفرما رہا ہے، سو نہ تو اس عظیم الشان کائنات کی تخلیق بیکار اور بے مقصد ہو سکتی ہے، اور نہ ہی یہ کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ ہو سکتی ہے، بلکہ حکمتوں اور عبرتوں بھرا یہ کارخانۂ قدرت ایک نہایت ہی بامقصد کارخانہ ہے اور کے بامقصد اور مخلوق بالحق ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ ایک ایسا یوم فصل وجزاء آئے جس میں اس کائنات کے مخدوم حضرت انسان کے کیے کرائے کا حساب وکتاب اسکی جزاء وسزا اور اس کا فیصلہ ہوتا کہ اس طرح اس کائنات کی تخلیق کی غایت متحقق ہو سکے۔ سو وہی دن یوم قیامت کا وہ یوم عظیم ہے جس نے اپنے وقت مقرر پر بہرحال آکر اور واقع ہو کر رہنا ہے۔ ورنہ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ زمین وآسمان کی یہ پوری کائنات اور اسکی ہر چیز تو انسان کے بھلے اور اس کی خدمت میں لگی ہو مگر خود اس کا وجود بے مقصد ہو؟ اور یہ اسی طرح مرکھپ کر یونہی ختم ہو جائے؟ سو ایسے نہ ہے نہ ہو سکتا ہے کہ یہ حکمتوں بھری اس کائنات کے وجود اور اس کی تخلیق کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا کَبِیۡرًا۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ حَمۡدًا کَثِیۡرًا،

۵۷ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کے ایک خاص پہلو کا ذکر و بیان: - کہ زمین وآسمان کے اتنے بڑے کارخانہ قدرت وحکمت کی تخلیق سے اسکو کسی یہود بے بہبود کے اس عقیدہ باطلہ کی تردید ہے کہ اللہ پاک نے اتوار کے دن سے تخلیق کا یہ کار عظیم شروع کیا اور جمعہ تک چھ دنوں میں اس کائنات کو مکمل فرما دیا اور پھر ساتویں روز یعنی ہفتے کے دن آرام فرمایا، اسی لئے ہفتے کے دن کو یہ لوگ آرام کا دن "یوم الراحۃ" قرار دیتے ہیں۔ (المراغی، المحاسن، اور جامع البیان، وغیرہ) سو تھکان کا لاحق ہونا اور آرام کرنا اس کی شان کے شایاں نہیں۔ یہ مخلوق کی صفات وعوارض میں سے ہے۔ اور وہ وحدہٗ لاشریک ایسے تمام تصورات سے پاک اور بالا ہے، سبحانہ و تعالیٰ، سو اس سے یہ درس عظیم دیا گیا کہ جس طرح ہم اس کو پہلی بار پیدا کرنے سے عاجز وقاصر نہیں رہے اسی طرح اس کو دوبارہ پیدا کرنے سے بھی عاجز اور قاصر نہیں رہیں گے، اور جس طرح ہم تخلیق اول کے موقع پر تازہ دم تھے اسی طرح اب بھی تازہ دم ہیں۔ کیونکہ وہاں کسی قسم کی تھکاوٹ، تکان، جیسے بشری عوارض کا کوئی سوال وامکان نہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ. فعلیہ نتوکل وبہ نستعین،

۵۸ راہِ حق میں صبر وثبات کی تعلیم وتلقین کا ذکر و بیان: - سو اس ارشاد سے پیغمبر کو اور ان کے واسطے سے ان کی امت کے داعی حق کو راہ حق میں صبر وضبط کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے ﴿فاصبر﴾ میں فاء تفریعیہ ہے یعنی جب خداوند قدوس کی قدرت لامتناہیہ کا عالم یہ ہے، تو پھر یہ مکذبین اس کی پکڑ اور سزا سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟ پس آپ اے پیغمبر! ان کی دکھ دہ اور دلآزار باتوں پر صبر و برداشت ہی سے کام لیتے رہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہرحال حق پر ہیں اور ان ناہنجاروں سے خدائے پاک خود ہی نپٹ لے گا۔ فَذَرۡنِیۡ وَ مَنۡ یُّکَذِّبُ بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (القلم: ۴۴ پ ۲۹) بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ دنیا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر اہتمام کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اس نے لازماً اپنی غایت اور انتہاء کو پہنچ کر رہنا ہے،

مگر جو لوگ دل کے اندھے ہیں وہ اس کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے، وہ اس حقیقت کو اسی وقت مانیں گے جب کہ یہ اس سب کچھ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اس بناء پر یہ منکر اس بارے میں طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ پس آپ ان کے مقابلے میں صبر و برداشت ہی سے کام لیں یہاں تک کہ یہ اس حقیقت اور اپنے انجام کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، اور ان کیلئے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے، اس وقت یہ اپنے کیے کرائے کا صلہ و بدلہ پوری طرح اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق پا کر رہیں گے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، و ہو الہادی الی سواء السبیل۔ فعلیہ نتوکل و بہ نستعین،

۵۹ صبر و ثبات سے سرفرازی کا طریقہ۔ تسبیح و تحمید:۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ صبر و ثبات کا ذریعہ و وسیلہ رب کی تسبیح و تحمید ہے۔ اسی لئے صبر و ثبات کے حصول کا طریقہ تعلیم فرمایا گیا ہے کہ سب تسبیح کرتے رہو اپنے رب کی حمد و ثناء کے ساتھ سورج کے نکلنے سے پہلے بھی، اور اس کے ڈوبنے سے پہلے بھی۔ سو اس میں فجر ظہر اور عصر کی تین نمازوں کی طرف اشارہ ہو گیا اور۔ ﴿ وَمِنَ الَّیْلِ ﴾ "رات کے کچھ حصے میں بھی" کے ضمن میں مغرب و عشاء کی طرف اور ﴿ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴾ میں نفل نمازوں کی طرف اشارہ ہو گیا (قالہ ابن عباس، تفسیر المراغی) سو اس سے معلوم ہوا کہ اپنے رب کی حمد و ثنا اور اس کی تسبیح و تحمید اور خاص کر نمازوں کے بعد کی تسبیح و تحمید کا صبر و برداشت کے حصول اور تحمل شاق میں خاص اثر ہے، اور پھر ان دونوں میں سے تسبیح میں تنزیہہ کا پہلو غالب ہے اور تحمید میں اثبات کا۔ یعنی وہ ہر قسم کے نقص و عیب اور ہر قسم کے شائبہ شرک سے پاک اور بری ہے اور تحمید میں یہ پہلو غالب کہ وہ ہر خوبی و کمال کا مالک اور اس سے موصوف و متصف ہے، سبحانہ و تعالیٰ، اور ادبار جمع ہے دبر کی، جس کے معنی پیچھے کے آتے ہیں یعنی نمازوں کے بعد بھی اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو ان خاص اوقات میں پڑھی جاتی ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے حصول صبر کی تدبیر تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے کہ اس کیلئے زیادہ سے زیادہ نمازوں اور اس کے ساتھ گہرے تعلق ہی سے صبر سے سرفرازی نصیب ہو سکتی ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا "وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْہِمْ وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ۝ (النحل: ۱۲۷ پ ۱۴) و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید. سبحانہ و تعالیٰ۔

اَللّٰھُمَّ!

اجْعَلْنَا کَمَا یَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَ اَفْضَلَ مِمَّا یَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ،
فَاِنَّکَ اَنْتَ تُجِیْبُ عَبْدَکَ اِذَا دَعَاکَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ،
اٰمِرًا عِبَادَکَ وَمُرْشِدًا اِیَّاھُمْ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ

کے چھپنے سے پہلے بھی ﴿۳۹﴾ اور رات کے کچھ حصے میں بھی اُس کی تسبیح کیا کرو اور (اس کے حضور) سجدہ ریزیوں کے بعد بھی ف ۶۰ ﴿۴۰﴾ اور کان لگا

يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ

کر سنو (حال اس دن کا) جس دن کہ پکارے گا پکارنے والا ایسی جگہ سے جو (ہر شخص کے) بالکل قریب ہی ہوگی ف ۶۱ ﴿۴۱﴾ جس دن کہ سب

الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ

لوگ سنیں گے (آوازۂ حشر کی) اس ہولناک آواز کو دن ہوگا (مردوں کے) نکلنے کا (ان کی قبروں سے،) ﴿۴۲﴾ بلاشبہ زندگی بھی

نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ

ہم ہی بخشتے ہیں اور موت بھی ہم ہی دیتے ہیں ف ۶۲ اور آخر کار ہماری ہی طرف لوٹنا ہے (سب کو،) ف ۶۳ ﴿۴۳﴾ جس دن کہ پھٹ پڑے گی زمین

۶۰ نمازوں کے بعد بھی تسبیح وتحمید کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان: — سو ارشاد فرمایا گیا اور سجدوں کے بعد بھی۔ ''ادبار'' جمع ہے ''دبر'' کی جس کے معنی پیچھے کے آتے ہیں۔ یعنی نمازوں کے بعد اس کی تسبیح کیا کرو، جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباس کی حدیث میں نمازوں کے بعد اس کی تسبیح کے بارے میں مروی ہے کہ تینتیس مرتبہ ''سبحان اللہ'' تینتیس مرتبہ ''الحمدللہ'' اور تینتیس مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہے اور اس کے بعد ایک مرتبہ '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ '' پڑھے اور اس کے ثواب کے بارے میں فرمایا گیا کہ اس شخص کے گناہ معاف کردیے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، سبحان اللہ، کیا کہنے ذکر خداوندی کی عظمتوں، برکتوں اور ان کی رحمتوں وعنایتوں کے، فسبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ جل و علا عدد خلقہ و رضا نفسہ وزنۃ عرشہ و مداد کلماتہٖ۔ اور اسی طرح نفل نماز بھی اسی میں داخل ہے (محاسن التاویل وغیرہ) بہرکیف اس سے حصول قوت وصبر کے اس ذریعہ ووسیلہ کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے۔ جس سے داعی حق سرفراز ہوتا ہے۔ سو راہ حق میں اس کو کیسے ہی دل شکن اور روح فرسا حالات پیش آئیں وہ اس روحانی قوت کے سہارے راہ حق پر مستقیم اور ثابت قدم رہے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، و بکل حالٍ من الاحوال۔ وھو الھادی الی سواء السبیل،

۶۱ قیامت کیلئے چوکنا رہنے کی ہدایت: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ کان لگائے رکھو اس ہولناک دن کی طرف جس دن کہ پکارے گا پکارنے والا ایک قریب ہی کی جگہ سے۔ یعنی اس ہولناک وہیبت ناک آواز کی خصوصیت اور شان یہ ہوگی کہ وہ ندا وپکار ہر شخص کو اس طرح معلوم ومحسوس ہوگی کہ جس طرح اس کے بالکل ہی قریب سے دی جارہی ہے، سو آج تو ان غافل اور منکر لوگوں کو یہ باتیں دور کی اور نہایت بعید از قیاس معلوم ہوتی ہیں لیکن اس دن ہر شخص یوں محسوس کرے گا کہ گویا اس کو اسکے کانوں ہی میں پکارا جارہا ہے،

اور اس منادی (پکارنے والے) سے مراد وہی نفخ صور کا منادی ہے جس کا ذکر اوپر ﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ذٰلِکَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ﴾ کے الفاظ سے ہو چکا ہے۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ بدبخت لوگ اگر آج اس عظیم ساعت سے نچنت اور بے فکر ہیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ تم ہر لمحہ اور ہر لحظہ اس سے ظہور کی انتظار ہی میں رہو۔ کہ وہ پتہ نہیں کب آپہنچتی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح زلزلہ اچانک آپہنچتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ زلزلہ ایک محدود پیمان پر اور اسی مخصوص علاقے پر آتا ہے لیکن قیامت کا وہ زلزلۂ کبری پوری روئے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، بڑے ہی ہولناک خسارے کا باعث ہے "والعیاذ باللہ العظیم" سو ایک عاقل انسان کو قیامت کے بارے میں جس طرح فکر مند اور چوکنا رہنا چاہیے اس آیت کریمہ میں اسکی تصویر پیش فرما دی گئی لیکن افسوس کہ دنیا پھر بھی اس سے غافل ولا پرواہ ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق بخشے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔

۶۲ **زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں:** — سو ارشاد فرمایا گیا اور کلمۂ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ ہم ہی زندگی بخشتے اور موت دیتے ہیں۔ پس زندگی بخشنا اور موت سے ہمکنار کرنا اللہ ہی کی صفت و شان ہے اور معاملہ اسی وحدہٗ لاشریک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ پس اللہ کے سوا کسی بھی اور کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مار سکتا ہے یا جلا سکتا ہے، شرک ہوگا۔ والعیاذ باللہ۔ جس طرح آج کل کے کئی کلمہ گو مشرکوں کا کہنا یہ شرک ہے کہ اس میں اللہ کی اس خاص صفت کو اس کے بندوں میں مانا گیا ہے اور یہی شرک ہے، والعیاذ باللہ العظیم، بہرکیف اس ارشاد سے اس خروج کی دلیل بیان فرما دی گئی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ایک قطعی حقیقت ہے کہ ہم ہی زندہ کرتے اور ہم ہی موت دیتے ہیں، اور یہ ایک ایسی قطعی اور مشاہد و موجود حقیقت ہے کہ کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا، تو پھر ان منکرین کو از سرنو دوبارہ پیدا کرنا اور انکو زندہ کر کے اٹھا دینا آخر ہمارے لئے کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ حالانکہ عام قاعدہ اور دستور کے مطابق دوسری مرتبہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی بنسبت زیادہ آسان ہوتا ہے۔ یعنی عام مخلوق کے اعتبار سے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی شان تو اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے۔ کہ اس کی شان تو "کن فیکون" کی شان ہے۔

۶۳ **سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف۔ سبحانہ و تعالیٰ:** — سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار لوٹنا سب کو ہماری ہی طرف ہے۔ پس جس طرح تمہاری زندگی اور موت تمہارے قبضہ میں نہیں، ہمارے اختیار میں ہے۔ اسی طرح تمہارا مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا اور ہمارے حضور حاضری دینا بھی ایک قطعی اور یقینی امر ہے اور یہ ہمارے ہی قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے، تم لوگ اس میں مجبور محض ہو تمہارا اس میں کوئی بھی اختیار نہیں۔ پس ہم جب چاہیں گے تم کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دیں گے۔ الامر للہ و بیدہ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو آخر سب کی سب واپسی بہرحال ہماری ہی طرف ہوگی، پس جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہی نہیں، اور ہماری واپسی ہوگی ہی نہیں، بلکہ ہم یوں ہی مرکھپ کر ختم ہو جائیں گے، یا یہ کہ ان کی واپسی انکے مزعومہ شرکاء و شفعاء میں سے کسی کی طرف ہوگی، اور وہ انکا کام بنا دیں گے، یا یہ کہ کسی اور جان میں ظاہر ہوں گے، وغیرہ وغیرہ تو یہ سب باتیں محض مغالطے اور بالکل بے بنیاد ڈھکوسلے ہیں۔ سو ایسے مغالطے اپنے ذہنوں سے نکال کر راہ حق و ہدایت کو اپنا لیں، قبل اس سے کہ فرصت حیات انکے ہاتھ سے نکل جائے اور ان کو ہمیشہ کے خسارے میں مبتلا ہونا پڑے۔ والعیاذ باللہ

الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾

ان (مردوں) سے (اور یہ نکلتے ہی) دوڑے جا رہے ہوں گے (میدان حشر کی طرف،) یہ جمع کرنا ہمارے لئے بہت آسان ہے ۶۴ ﴿۴۴﴾

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ قف

ہم خوب جانتے ہیں ان تمام باتوں کو جو یہ لوگ بناتے ہیں (حق اور اہل حق کے خلاف،) ۶۵ اور آپ ان پر کوئی جبر کرنے والے

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع

نہیں ہیں، ۶۶ پس آپ نصیحت (و یاددہانی) کرتے رہیں اس قرآن کے ذریعے ہر اس شخص کو جو ڈرتا ہو میری وعید (اور پکڑ) سے، ۶۷ ﴿۴۵﴾

۶۴ اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت کا ذکر و بیان حشر کے بپا کرنے کے اعتبار سے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ حشر اور جمع کرنا ہمارے لئے بڑا آسان ہوگا۔ کہ ہمیں اس کیلئے نہ کوئی مشقت اٹھانا پڑے گی، اور نہ کسی طرح کوئی تیاری کرنی پڑے گی، اور نہ ہی کسی سبب وغیرہ کی کوئی ضرورت پیش آئیگی بلکہ ہمارا کام اور ہماری شان تو بس ارادہ کرنا اور حکم دینا ہوتا ہے، جس پر وہ کام فوراً ہو کر رہتا ہے، کہ ہمارے یہاں کا معاملہ اسباب و وسائل کا معاملہ نہیں ہوتا، جیسا کہ دنیا والوں کے یہاں ہوتا ہے بلکہ ہماری قدرت "کن فیکون" کی قدرت ہے، اور ان کو دوبارہ زندہ کرنے کیلئے ہمارا صرف ایک حکم ہوگا جس پر یہ سب نکل کر میدان حشر میں آ موجود ہوں گے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَاهُمْ بِالسَّاهِرَةِ۔ (النزعٰت:۱۳-۱۴ پ ۳۰) یعنی وہ تو محض ایک ڈانٹ اور جھڑکی ہوگی جس کے نتیجے میں یہ سب کے سب ایک کھلے میدان میں موجود ہوں گے۔ پس کوئی اس مغالطے میں نہ رہے کہ ہمیں لوگوں کو زمین سے برآمد کرنے کے لئے کوئی بڑا اہتمام کرنا پڑے گا، سو یہ حشر بپا کرنا ہمارے لئے بڑا ہی آسان ہے۔ سبحان اللہ! کیا کہنے حضرت حق جل مجدہ کی عظمتِ شان کے۔ سو یہیں سے یہ اہم اور بنیادی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اس کی اس کتاب مجید قرآن حکیم کی تعلیماتِ مقدسہ کے بغیر ممکن نہیں۔ سو جو لوگ اس کتاب حکیم کے نور مبین سے محروم ہیں، وہ اپنے خالق و مالک کی معرفت سے محروم ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ نور حق و ہدایت اور دارین کی سعادت و سرخروئی سے محروم ہیں اور وہ سراسر اندھے اور اوندھے ہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے حق اور حقیقت بہرحال یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے راہِ حق و ہدایت ہی پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربّ العالمین، و یا اکرم الاکرمین،

۶۵ پیغمبر علیہ السلام کے لئے تسلی و تسکین کے سامان کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم بخوبی جانتے ہیں ان سب باتوں کو جو یہ لوگ بناتے ہیں۔ یعنی حق اور اہل حق کے خلاف۔ اور اسی کے مطابق ہم ہر ایک کے ساتھ ٹھیک وہی معاملہ کریں گے جس کا وہ مستحق ہوگا، اسلئے یہ لوگ اپنے کیے کرائے کی سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔ اور آپ کا اجر و ثواب بڑھتا ہی چلا جائے گا سو اس میں ایک طرف تو ان کفار و مشرکین کیلئے وعید شدید ہے جو حق کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں، اور دوسری طرف اس میں آنحضرت ﷺ کیلئے سامان تسلی و تسکین بھی کہ تبلیغ حق کے اس کام میں ان لوگوں کی رخنہ اندازیاں اور ایذاء رسانیاں ہم سے مخفی نہیں ہیں،

اسلیۓ یہ لوگ اپنے کیے کرائے کے بھگتان سے بچ نہیں سکیں گے اور اسی طرح اس میں آپ ﷺ کی امت کے ہر داعیٔ حق کے لئے صبر واستقامت کا درس اور تسلی وتسکین کا سامان ہے۔ صلى الله عليه و علىٰ اله وصحبه و سلم۔ سو یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ اوپر آیت نمبر ۳۹ میں ارشاد فرمایا گیا تھا۔ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۔ کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان پر آپ صبر ہی سے کام لیں کہ صبر ہی اصل میں وسیلۂ ظفر ہے۔ سو یہاں پر ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ان باتوں کو خوب جانتے ہیں جو یہ لوگ بناتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب ان کو اور ان کی باتوں کو خوب جانتے ہیں تو پھر آپ ﷺ کو اس بارے میں فکر اور غم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کا معاملہ ہم پر ہی چھوڑ دو ہم ان سے خود نبٹ لیں گے اور نہایت عمدہ طریق سے نبٹیں گے۔ آپ صبر کے ساتھ اپنا کام کیے جاؤ۔ و بالله التوفيق لما يحب و يريد . وعلى ما يحب ويريد، وَبِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال

۶۶ پیغمبر علیہ السلام کا کام انذار و تبلیغ، اور بس:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر کا کام صرف خبردار کرنا اور دعوت دینا ہے، نہ کہ منوا لینا اور راہ حق پر ڈال دینا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ کہ ان کو زبردستی مومن بنا دیں اور ان سے حق منوا کر چھوڑیں کہ یہ نہ آپ کے بس میں ہے، اور نہ آپ کی ذمہ داری، بلکہ آپ کا کام تو صرف پیغام حق پہنچا دینا ہے اور بس، اور وہ آپ ﷺ نے کر دیا اور باحسن وجوہ کر دیا۔ جس کے بعد آپ ﷺ کی ذمہ داری پوری ہو گئی۔ اس سے آگے نہ تو آپ کی ذمہ داری ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے بس میں۔ صلوٰتُ الله و سلامه عليه و علىٰ آله و صحبه و سلم۔ بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر کے ذمے صرف تبلیغ حق ہے اور بس۔ ان لوگوں کو راہ راست پر لانا نہ ان کی ذمہ داری ہے اور نہ ان سے اس بارے پرسش ہو گی۔ پس حق کی دعوت دینے کے بعد ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ یہ لوگ اپنے انجام کو بہر حال پہنچ کر رہیں گے والعیاذُ بالله العظيم ،بكل حالٍ من الاحوال،وفى كل موطن من المواطن فى الحياة،وهو العزيز الوهاب

۶۷ خوفِ خداوندی اصلاحِ احوال کیلئے اصل اساس:- سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ خوف خداوندی اصلاح احوال کیلئے اصلِ اصیل اور اساسِ متین ہے۔ نیز اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ قرآن حکیم کی تذکیر سے فیضیابی کے لئے خوف خداوندی بنیادی شرط ہے۔ کہ اس پیغام حق وصداقت اور اس کے ذریعے کی جانے والی تنبیہ وتذکیر سے مستفید وفیضیاب وہی لوگ ہوتے ہیں، اور وہی ہو سکتے ہیں، جو خوفِ خداوندی سے سرشار وسرفراز ہوں۔ اور جو بدبخت اس صفت وشان سے عاری ومحروم ہوں وہ اس نور ہدایت سے مستفید وفیضیاب نہیں ہو سکتے۔ یہاں پر اس اہم بنیادی حقیقت کو ایک مرتبہ پھر واضح فرما دیا گیا کہ وعظ و تذکیر اور نصیحت ویاد دہانی اسی کتاب مبین اور ذکر حکیم یعنی قرآنِ مجید کے ساتھ اور اسی کے ذریعے ہونی چاہیے، یعنی اسی کے مطالب و مضامین لوگوں کو سناتے اور بتاتے جاؤ کہ تبلیغ حق کی اصل اساس وبنیاد یہی ہے، کہ نورِ حق وہدایت کے بغیر اندھیرے ہی اندھیرے ہیں، لیکن افسوس کہ آج کے واعظین ومبلغین کی دھواں دھار تقریروں میں اور سب ہی کچھ موجود ہو گا قصے، کہانیاں، لطیفے اور ٹوٹکے اور راگ وغیرہ، وغیرہ، مگر قرآن وسنت کی نصوص کریمہ کی روشنی کم ہی کہیں نظر آئے گی۔ الا ما شاء الله سبحانه وتعالیٰ، والعياذ بالله جَلَّ وَعَلَا بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال۔ بہر کیف جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرتے نہیں ان کو قرآنِ حکیم کی تعلیم وتذکیر سے فائدہ

نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ایسے لوگ نرے حیوان، بلکہ اس سے بدتر ہیں۔ جن کے سامنے خواہشاتِ بطن وفرج کی تحصیل وتکمیل کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا، اور یہی ہے خساروں کا خسارہ، اور اسکے سوا کسی اور طرف وہ کان لگانے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے، تو پھر ان میں قرآن سنت کی روشنی آئے تو کیسے اور کیونکر؟ سوایسوں کیلئے محرومی ہی محرومی ہے اور ایسے لوگ اپنی محرومی کے ذمہ دار خود ہیں۔ والعیاذ باللہ

☆—— نظر ثالث ۱۳ صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۷ جون ۱۹۹۸ء بروز پیر بوقت سوا چھ بجے شام سطوہ دبئی، والحمد لله رب العالمین

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۱۱ صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت ساڑھے گیارہ بجے دن سطوہ دبئی والحمد لله رب العالمین

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۸ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعرات بوقت سوا پانچ بجے شام (قبل الافطار بدقائق) والحمد لله رب العالمین، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کُلّ حینٍ مِّن الاحیان.

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۷ شعبان ۱۴۲۲ھ مطابق ۳ نومبر ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ بوقت دس بجے رات سطوہ دبئی، والحمد لله رب العالمین الذی شرَّفنیْ بهذا العمل الجلیل، من التفسیر لکتابه العزیز الکریم،

☆—— تکمیل چوتھی ریڈنگ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ مطابق ۳۰ مئی ۲۰۰۳ء بروز جمعہ بوقت گیارہ بجے شب، والحمدلله، مدنی منزل معمورہءِ المدنی (گہل)، منگ ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العالمین بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال،

☆—— اللَّمَسَاتُ الاخیرةُ (Final touches) ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۲ مارچ ۲۰۰۴ء بروز جمعرات بوقت تین بجے شب، مدنی منزل، معمورہءِ المدنی، (گہل)، منگ ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال، وَ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْوَهَّاب جَلَّ جَلَالُهٗ وَ عَمَّ نَوَالُهٗ اَلَّذِیْ بِکَرَمِهٖ وَعِنَایَتِهٖ شَرَّفَنِیْ بِهٰذَا الْعَمَلِ الْجَلِیْلِ مِنَ التَّفْسِیْرِ لِکِتَابِهِ الْعَزِیْزِ الْکَرِیْمِ، فَاِیَّاهُ اَسْأَلُ الْقَبُوْلَ، وَحُسْنَ الْخِتَامِ، عَلٰی اَحْسَن مَایُرَام، وَهُوَالْهَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْل، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی جَلَّ شَانُهٗ

اَللّٰهُمَّ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ،

یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی

وَاِیَّاهُ اَسْأَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِیْداً مِّنَ التَّوْفِیْقِ

لِتَکْمِیْلِ مَا بَقِیَ مِنَ التَّفْسِیْرِ

اٰیاتُھا ۶۰ — ۵۱ سُورَۃُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۶۷ — رُکُوعَاتُھا ۳

سورۃ الذاریات مکی ہے اور اس کی ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ○

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ﴿۲﴾ فَالْجٰرِیٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر ف۱ ﴿۱﴾ پھر ان بادلوں کی جو اٹھاتے ہیں ایک (بھاری بھرکم) بوجھ کو ف۲ ﴿۲﴾ پھر ان کشتیوں کی

یُسْرًا ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ

جو چلتی ہیں نرمی سے ﴿۳﴾ پھر ان فرشتوں کی جو تقسیم کرتے ہیں حکم کے مطابق ف۳ ﴿۴﴾ بلاشبہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے (اے

لَصَادِقٌ ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ

لوگو) وہ قطعی طور پر سچی ہے ف۴ اور بلاشبہ جزا و سزا (اور عدل و انصاف کے عمل) نے بہرحال ہو کر رہنا ہے ف۵ ﴿۶﴾ قسم ہے

الْحُبُكِ ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ﴿۸﴾ یُّؤْفَكُ عَنْهُ

راستوں والے آسمان کی ف۶ ﴿۷﴾ بے شک تم لوگ پڑے ہوئے ہو ایک سخت ہی اختلاف والی بات میں ف۷ ﴿۸﴾ اس سے وہی پھیرا جاتا

مَنْ اُفِكَ ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ

ہے جو (ازل سے ہی) پھیر دیا گیا ف۸ ﴿۹﴾ ہلاک ہو گئے وہ اٹکل پچو باتیں بنانے والے ف۹ ﴿۱۰﴾ جو نشے میں پڑے بھولے ہوئے ہیں ف۱۰ ﴿۱۱﴾ جو

غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿۱۱﴾ یَسْـَٔلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۲﴾

(استہزاء کے طور پر) کہتے ہیں کہ کب ہو گا جی بدلے کا وہ دن؟ ﴿۱۲﴾ (سو وہ اس دن ہو گا کہ) جس دن ان کو جلایا جائے گا

۱ غبار اڑاتی ہواؤں کی قسم کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار کو بکھرتی ہیں اڑا کر۔ ان چار صفتوں کے موصوفوں کے بارے میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ اور ہم نے اپنے ترجمے میں جس قول کو اختیار کیا ہے وہ اسلاف کرام کی ایک اہم اور بڑی جماعت کے نزدیک مختار و معتبر ہے، جیسے حضرت ابن عمر، ابن عباس، سعید بن جبیر اور حضرت علی ۔رضی اللہ عنھم وارضاھم۔ اور حافظ ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے، جسکے بارہ میں اگرچہ علامہ ابن کثیر کا کہنا ہے کہ اس کا رفع صحیح نہیں، بلکہ یہ موقوف ہے تاہم وہ اس بارہ میں ترجیح کی بنیاد بن سکتی ہے، شاید اسی لئے ثقہ مفسرین کرام کی ایک بڑی جماعت نے اسی قول کو اختیار کیا (ابن کثیر، ابن جریر، صفوۃ البیان، رضوء البیان، صفوۃ التفاسیر، جامع البیان، محاسن التاویل، مدارک، خازن، معارف، اور بیان القرآن وغیرہ) جب کہ دوسرا اہم قول اس میں حضرات اہل علم کا یہ ہے کہ

ان تمام صفات کی موصوف ریاح ہیں۔ یعنی ہوائیں، اور یہ قول اسلئے دل کو لگتا ہے کہ ایک تو یہ اسلئے کہ سیاق وسباق کے بھی زیادہ مناسب ہے اور دوسرے اس لئے کہ یہ صفتیں ہواؤں پر بھی اسی طرح ٹھیک منطبق ہوتی ہیں جس طرح فرشتوں وغیر پر منطبق ہوتی ہیں۔ اور تیسرے اس لئے کہ جب کئی صفات ایک ہی سیاق میں اور ایک ساتھ وارد ہوں جیسا کہ یہاں پر ہے تو اسکا متبادر مفہوم و مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ سب ایک ہی موصوف کی صفات ہیں۔ انکے الگ الگ اور مختلف موصوف ماننا ظاہر اور تبادر کے خلاف ہوتا ہے والعلم عنداللہ سبحانہ وتعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ، وَھُوَاَعْلَمُ بِمُرَادِ کَلَامِہٖ جَلَّ وَعَلاَ، وَھُوَالعزیز الوھاب،

۲ پانی کا بوجھ اٹھانے والے بادلوں کی قسم کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر قسم ہے ان بادلوں کی جو اٹھاتے ہیں بھاری بھر کم بوجھ۔ "و قر حمل" کی طرح ہے وزن کے اعتبار سے بھی، اور معنی کے اعتبار سے بھی، اور یہ تینوں کلمات (ذروا، و قرا یسرا) ترکیب میں یہاں پر مفعول مطلق واقع ہو رہے ہیں، جب کہ امراً مفعول بہ ہے (جامع البیان، وغیرہ) وقر کا لفظ اگرچہ عام ہے اور ہر طرح کے بوجھ کو شامل ہے، لیکن عام اور دوسرے نظائر کی بنا پر اس سے مراد بارش اور پانی کا وہ بوجھ ہے جو بادلوں کے دوش پر رواں دواں ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَھُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا ۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ ط حَتّٰۤی اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰہُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِہِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِہٖ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ط کَذٰلِکَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝ (سورۃ الاعراف: ۵۷ پ ۸) سو اگر اس میں ذرہ غور و غوض سے کام لیا جائے، تو اس سے حضرت خالق جلَّ و مجدہ کی قدرت و حکمت کا ایک عظیم الشان مظہر اور نمونہ سامنے آتا ہے کہ کس طرح سمندروں سے لاکھوں کروڑوں گیلن پانی بخارات کی شکل میں اٹھتا ہے، اور پھر وہ بادلوں کی شکل میں فضاؤں میں اڑتا ہوا ہزاروں میل دور جا کر برستا ہے اور ایک دنیا جہاں کو سیراب کرتا ہے۔ سو یہ حکمتوں بھرا نظام اپنی زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ نہ یہ کارخانہ ہست و بود بیکار و بے مقصد ہو سکتا ہے، اور نہ اس کائنات کا مخدوم و مطاع یہ انسان جو ان گوناگوں نعمتوں سے دن رات مستفید و فیض یاب ہو رہا ہے، اور طرح طرح سے ہو رہا ہے، پس عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ ایک ایسا یوم حساب آئے جس میں ان نعمتوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہو کہ انسان نے ان کا کیا حق ادا کیا، اور اسکے مطابق ہر کسی کو اسکے زندگی بھر کے کئے کرائے کا صلہ و بدلہ ملے، خیر کا خیر اور شر کا شر اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور بدرجۂ تمام و کمال پورے ہوں پس حکمتوں بھری یہ کائنات اور اسکی ایک ایک چیز اپنی زبان حال سے پکار پکار کہہ رہی ہے کہ نہ یہ کارخانۂ قدرت عبث و بیکار ہو سکتا ہے، اور نہ اس کا مخدوم و مطاع یہ انسان۔ پس لازماً ایک دن ایسا آئے گا جب اس سے اس کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب ہوگا، اور اس یوم عظیم نے اپنے وقت پر بہرحال آ کر اور واقع ہو کر رہنا ہے، پس عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ اس یومِ حساب کو اور اس کے تقاضوں کو ہمیشہ اپنے سامنے نظر رکھا جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب ویرید، وَبِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَھُوَالھادی الی سواء السبیل،

۳ تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تقسیم کرتے ہیں

حکم کے مطابق، یعنی جو اللہ پاک کے حکم کے مطابق کہ اس کا مشاہدہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے، سوان کو جو امطار، ارزاق، اور افراح، و احزان، وغیرہ، کو تقسیم کرتے ہیں، کہیں کچھ اور کہیں کچھ، جیسا اور جس قدر حکم ہوتا ہے، وہ وہی اور ویسا ہی کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے حکم و ارشاد کے مطابق وہ اسکی مخلوق کے نصیب کی چیزیں انکے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا یہی مطلب مروی و منقول ہے، اور آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر میں نے اللہ کے رسول سے ایسا نہ سنا ہوتا تو کبھی نہ کہتا، اسی لئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ وغیرہ جیسے حضرات کہتے ہیں کہ اسکا اسکے سوا کوئی اور مطلب لینا درست نہیں، لیکن علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر یہ روایت ضعیف نہ ہوتی تو حضرات صحابۂ کرام کے درمیان اس بارے میں اختلاف نہ ہوتا۔ نیز یہاں پر چونکہ ان صفات کا عطف حرف فاء سے ہوا ہے، اور عربیت کے قاعدے کی رو سے جب صفات کا ذکر حرفِ فاء کے ساتھ آتا ہے تو وہ دو باتوں پر دلیل ہوتا ہے۔ ایک اس بات پر کہ یہ تمام صفتیں ایک ہی موصوف کی ہیں، اور دوسرے اس بات پر کہ ان صفات کے اندر ترتیب پائی جاتی ہے۔ سو عربیت کے اس قاعدے کی رو سے یہ چاروں صفتیں ہواؤں ہی کی ہوں جیسا کہ سورۂ عادیات وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ پس جن لوگوں نے ان کو الگ الگ موصوفوں کی صفات قرار دیا ہے انکی رائے عربیت کے اس قاعدے کے خلاف ہوگی اور دوسرے نظائر کے بھی

۲ بعث بعد الموت کی حقانیت پر استدلال کا ذکر و بیان: — سو ان چاروں قسموں کے بعد اور ان کے جوابِ قسم کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جس چیز کا وعدہ تم لوگوں سے کیا جاتا ہے وہ قطعی طور پر سچ ہے۔ یعنی یہ کہ تم لوگوں نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے، اور اپنے کئے کرائے کا بدلہ پانا ہے، اور دوسرا قول و احتمال اس میں یہ بھی ہے کہ ﴿ تُوْعَدُوْنَ ﴾ وعد سے نہیں وعید سے مشتق ہو، جس کے معنی ڈرانے دھمکانے اور خوف دلانے کے آتے ہیں، سو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جس سے تمہیں ڈرایا اور خوف دلایا جا رہا ہے، اے لوگو! وہ بہر حال اور قطعی طور پر سچی ہے۔ اور اس نے اپنے وقت پر بہر حال آکر اور واقع ہو کر رہنا ہے، اور اس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور اپنے رسول کے ذریعے فرمایا۔ اور اس حقیقت کو طرح طرح سے واضح اور اجاگر فرمایا ہے، تاکہ لوگ غفلت سے چونکیں، اور اپنے انجام کی فکر کریں۔ بہر کیف اس سے ان چاروں قسموں کے جواب قسم کو ذکر فرما دیا گیا۔ سو ہواؤں کی یہ صفات اور قدرت کا حکمتوں بھرا یہ محکم نظام اس بات کا شاہد اور اس پر گواہ ہے کہ نہ یہ کارخانہ قدرت عبث و بیکار ہو سکتا ہے، اور نہ اس کا مخدوم و مطاع یہ انسان بلکہ یہ سب کچھ اس انسان کے لئے سامان ابتلاء و آزمائش ہے جس کا لازمی اور طبعی تقاضا ہے کہ ایک ایسا یوم حساب آئے جس میں سب لوگوں کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب کتاب ہو، اور ان کو اس کا بدلہ ملے۔ خیر کا خیر اور شر کا شر تا کہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں، اور بدرجہ تمام و کمال پورے ہوں۔ سو وہی دن قیامت کا دن ہے۔ جس نے اپنے وقت پر بہر حال آکر اور واضح ہو کر رہنا ہے، سو بڑے ہی خسارے میں ہیں وہ لوگ جو اس دن کے منکر، اور اس کے تقاضوں سے غافل ہیں، کہ یہ ناقابل تلافی خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا اور جزا و سزا کی قطعیت کے ذکر و بیان کے طور پر سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ جس چیز کا تم لوگوں سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ قطعی طور پر سچی ہے۔ تاکید در تاکید ملاحظہ ہو کہ ''انَّ'' حرفِ تاکید، پھر جملہ اسمیہ پھر لام تاکید، اور موصولہ ہے یا موصوفہ، پس اس قطعی حقیقت سے انکار بہت خسارے اور

نا قابلِ تلافی نقصان کا باعث ہوگا والعیاذُ باللہ ، بہرکیف اس ارشاد سے اس اہم اور عظیم الشان حقیقت سے آگہی بخش دی گئی ہے کہ قیامت اور بعث بعد الموت سے متعلق قدرت کا وعدہ قطعی طور پر حق اور سچ ہے، اور اس نے اپنے وقت پر بہر حال واقع ہو کر رہنا ہے، اور ہواؤں کا یہ ہیر پھیر اور قدرت کا حکمتوں بھرا یہ نظام ربوبیت اس کی واضح دلیل ہے۔ ورنہ یہ سارا پُر حکمت نظام عبث قرار پاتا ہے جو کہ اس خالقِ حکیم کی حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ اور وہ وحدہ لاشریک ہر قسم کے شائبہ نقص سے پاک اور اس سے اعلیٰ و بالا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ ۔ پس اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور اس نے اپنے وقت پر بہر حال پورا ہو کر رہنا ہے۔ کوئی مانے یا مانے، تسلیم کرے یا نہ کرے اس نے بہر حال اپنے وقت پر واقع ہو کر رہنا ہے، اس سے عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ اس یوم عظیم اور اسکے تقاضوں کو ہمیشہ اور ہر حال اپنے پیشِ نظر رکھا جائے ، وباللہ التوفیق لما یحب و یرید ،وعلی مایحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال

۵ جزاوسزا کا قیام و وجود قطعی طور پر حق ہے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ جزا و سزا نے بہر حال واقع ہو کر رہنا ہے۔ تا کہ ہر کسی کو اس کی زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ مل سکے۔ اور جب دنیا میں ایک فانی اور مجازی مالک بھی اپنے نوکروں اور ماتحتوں کو ایک برابر نہیں رکھتا بلکہ وہ ان کی دیانت و امانت اور کارکردگی کے مطابق ان سے معاملہ کرتا ہے، تو پھر یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ مالک الملک جو کہ حقیقی مالک بھی ہے اور احکم الحاکمین بھی، وہ اپنے بندوں کے دریان عدل و انصاف نہ فرمائے؟ اور نیک و بد سب ایک ہی طرح رہیں؟ پس حقیقی انصاف کے اس دن نے بہر حال واقع ہو کر رہنا ہے اور عقل و نقل دونوں کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو مان کر اس کیلئے تیاری کی جائے ، وباللہ التوفیق، سو وقوع قیامت ایک ایسی قطعی حقیقت ہے جس نے اپنے وقت پر بہر حال ہو کر رہنا ہے اور اس حکمتوں بھری کائنات کی ایک ایک چیز اپنی زبان حال سے پکار پکار کر اس کی صداقت و حقانیت کی گواہی دے رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ جب اس کائنات کی ایک ایک چیز با مقصد ہے، تو پھر یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ یہ انسان جو اس ساری کائنات کا مخدوم و مطاع اور اس کا گلِ سر سبد ہے۔ اس کا وجود اور اس کی زندگی بے مقصد اور بے کار ہو؟ قدرت کی پیدا کردہ اور عطا فرمودہ ان عظیم الشان اور گوناگوں نعمتوں سے یہ دن رات لگاتار مستفید ہو، اور طرح طرح کے فائدے اٹھائے، اور اس سے کبھی باز پرس نہ ہو، اور یہ کائنات کی ایک ایک چیز تو با مقصد ہو، لیکن ان سب سے فائدہ اٹھانے والے اس انسان کا کوئی مقصد نہ ہو؟، اور یہ برساتی مینڈکوں اور موسمی کیڑے مکوڑوں کی طرح اپنی طبعی زندگی پوری کر کے یوں ہی ختم ہو جائے؟ سو نہیں، اور ہر گز نہیں ایسے کبھی اور کسی صورت میں نہیں ہوسکتا، بلکہ قیامت قائم ہوگی اور ہر کسی کو اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہے، تا کہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور علیٰ وجہ الکمال پورے ہوں۔ اسلئے قیامت کے اس یوم جزا کا وقوع لازمی اور عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید ،وعلی مایحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، جل وعلا

۶ راستوں والے آسمان کی قسم کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔ "حُبُک" جمع ہے "حِبَاک" کی جیسے کتب جمع ہے کتاب کی اور مثل جمع ہے مثال کی۔ یا یہ جمع ہے جیسا کہ طرق جمع ہے طریقہ کی اور مدن جمع ہے مدینہ کی، وغیرہ وغیرہ اور حباک وجیسا کہ دراصل ریت کے ان راستوں اور پانی کی ان لہروں کو کہا جاتا ہے جو ہوا کے چلنے

سے پیدا ہو جاتی ہیں، اور آسمان کے راستوں سے مراد وہ راستے بھی ہو سکتے ہیں جو فرشتوں کی آمد و رفت کے لئے مقرر ہیں، اور وہ بھی جو سیاروں اور ستاروں کے لئے مقرر ہیں، اور یہ چیزیں چونکہ آسمان میں ایک خاص قسم کا حسن بھی پیدا کرتی ہیں، اس لئے ''ذات الحبک'' خوبصورت اور مزین چیز کیلئے بھی کنایہ استعمال ہوتا ہے، اور اس لفظ کو دھاری دار کپڑے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں اسکے معنیٰ ''ذات الحسن و البھاء'' (خوبصورت آسماں) کے کئے ہیں، نیز یہ مضبوط اور محکم چیز کے لئے بھی بولا جاتا ہے، پس معنی یہ ہوں گے کہ قسم ہے آسمان کی، جو کہ مختلف راستوں والا، بڑا مزین و خوبصورت اور نہایت مضبوط و مستحکم ہے، پس جس طرح آسمان کے راستے مختلف ہیں، اور جس طرح وہ مختلف ستاروں سیاروں سے مزین ہے، اسی طرح تم لوگ بھی مختلف باتوں میں پڑے ہو، اور تم نے بھی زندگی اور معاشرت کے لئے طرح طرح کے اور مختلف طور طریقے اپنار کھے ہیں۔ پس لازم و ضروری ہے کہ فیصلے کا وہ دن آئے کہ جب کھرے کھوٹے کا فیصلہ اور حق و باطل کے درمیان تمیز ہو سکے، اور راہ حق و صواب کو اپنانے والوں کو ان کے اس اجر و ثواب اور صلہ و بدلہ سے نوازا جائے، جس کے وہ اپنی زندگی بھر کی محنت و مشقت اور صبر و استقامت کے نتیجے میں مستحق ہوں گے، اور وہ لوگ بھی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا بھگتان بھگتیں، جنہوں نے راہ حق و صواب کو چھوڑ کر اپنی اہواء و اغراض اور اوہام و ظنون کے مطابق طرح طرح کے باطل راستوں کا اپنایا تھا، تا کہ اس طرح حق و باطل کا امتیاز اپنی آخری اور کامل شکل میں اور عملی طور پر واضح ہو سکے، اور حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا سب کے سامنے اور پوری طرح آشکارا ہو جائے۔ تا کہ اسکے بعد کسی کیلئے کسی حیل و حجت اور عذر و معذوری کی گنجائش باقی نہ رہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ (انفال: ۸ پ ۹) یعنی تا کہ اللہ حق کو حق کر کے دکھائے اور باطل کو باطل کر کے، اگرچہ یہ بات بری لگے مجرموں کو۔ والعیاذُ باللہ جَلَّ وَعَلاَ من کل نوعٍ من انواع الخسران، وھو العزیزُ الْوَھَّاب

۷ منکرین کے تضادِ فکر کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک تم لوگ سخت اختلاف والی بات میں پڑے ہو۔ یعنی اس قرآن اور صاحب قرآن کے بارے میں، کہ کبھی تم لوگ اسے جادو قرار دیتے ہو، اور کبھی شعر اور کہانت، اور پیغمبر کو کبھی تم شاعر کہتے ہو، کبھی ساحر و جادوگر اور کبھی دیوانہ، جو کہ حقیقت میں خود تمہاری اپنی ہی دیوانگی اور خرد باختگی کا ثبوت ہے، والعیاذ باللہ العظیم، نیز اپنے اسی جرمِ انکار کی بناء پر تم لوگ قیامت کی اس حقیقت سمری کے بارے میں بھی سخت اختلاف میں پڑے ہو، جس کی خبر تم کو یہ قرآن اور یہ پیغمبر دے رہے ہیں، کبھی تم کہتے ہو کہ زندگی تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے اور بس، اسی میں ہمارا مرنا اور جینا ہے، اور کبھی کہتے ہو کہ ہمیں قیامت کے بارے میں بس ایک ظن اور گمان سا ہے، اور بس، ہمیں اس بارہ کوئی یقین بہر حال نہیں، اور کبھی تم کہتے ہو کہ قیامت میں ہمارے مزعومہ شرکاء اور سفارشی ہمارا کام بنادیں گے، ہماری ان کے آگے، اور ان کی اس کے آگے وغیرہ وغیرہ، سو نور حق و ہدایت سے محرومی کے بعد انسان اسی طرح بدبختی کے دھکے کھاتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ نیز تمہاری اس تضاد فکری کا ایک اور نمونہ و مظہر یہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے وہ تمام صفات تسلیم کرتے ہو جو قیامت و آخرت اور وہاں کی جزا و سزا کو لازم کرتی ہیں مگر تم لوگ اس کا انکار کرتے اور اس بارے میں شک میں مبتلا ہو۔ والعیاذُ باللہ العظیم. من کل نوع من انواع الخسران،

۸ منکرین قانونِ مکافات کی زد میں۔ وَالعِیَاذُ بِاللّٰہِ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس سے وہی روگردانی کرتا ہے جس کی عقل الٹ دی گئی ہے۔ یعنی اس قرآن اور صاحب قرآن پر ایمان لانے سے اعراض و روگردانی ایسے ہی لوگ کرتے ہیں جن کی عقلیں الٹی اور اوندھی ہوگئیں ہیں اور انکی مت ماردی گئی ہے جو کہ محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ (صفوۃ التفاسیر وغیرہ) یا یہ مطلب ہے کہ ایسے شخص کو راہ حق سے اس کے اس قول مختلف کی بناء پر پھیرا جاتا ہے جس سے وہ ایمان لانے سے محروم ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس قول حق وصدق سے اعراض اور رُوگردانی وہی لوگ کرتے ہیں جن کی مت ماری گئی، اور اس وجہ سے ان کو سیدھی بات بھی الٹی نظر آتی ہے، اور اسکے نتیجے میں وہ سیدھے چلنے کی بجائے الٹے اور اوندھے چلنے لگتے ہیں، والعیاذُ باللہ العظیم۔ ورنہ ایسے لوگ اگر اپنے دماغ کو ایسے تناقضات سے پاک کر کے سوچیں تو ان کو بات کی پوری طرح سمجھ آسکتی ہے، کیونکہ سزا و جزا کا معاملہ بالکل ایک طبعی اور بدیہی حقیقت ہے، مگر جن لوگوں کی عقلیں الٹی اور اوندھی جاتی ہیں ان کو قدرت کے قانون مکافات کی بناء پر اس سے برگشتہ کر دیا جاتا ہے۔ سو ایسے لوگ مکافات کی زد میں ہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا "فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ" یعنی جب یہ لوگ ٹیڑھے ہوگئے تو اللہ نے انکے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا یعنی یہ تقاضا اور نتیجہ ہے اسکے قانون مکافات اور عدل وانصاف کا والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ اس سے وہی پھیرا جاتا ہے جس کی مت ماردی گئی ہو۔ اسکی اپنی اس بد نیتی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جو اللہ پاک کے علم میں ازل سے موجود تھی اور ہے، والعیاذُ باللہ العظیم۔ اور ایک مطلب اس کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس قول مختلف کی وجہ سے وہی پھیرا جاتا ہے جو کہ ازل سے اور علم الٰہی ہی میں پھیرا گیا ہو، بہرکیف یہ ایک اہم اور بنیادی حقیقت ہے کہ انسان کے بناؤ بگاڑ اور اسکی صحت وفساد کا مدار وانحصار اصل اور بنیادی طور پر اسکے اپنے ہی ارادہ نیت اور اسکے قلب وباطن پر ہے، سو جس کے اندر ہدایت کی صحیح معنوں میں طلب وتلاش ہوگی، اور اس کا باطن درست ہوگا تو اس کو اللہ پاک نور حق و ہدایت سے نوازے گا، کہ اس کا تو کام ہی نوازنا اور لگاتار ومسلسل نوازنا ہے، سبحانہ و تعالیٰ، اور اسکے برعکس جس کی نیت خراب اور اس کا باطن سیاہ ہوگا، والعیاذ باللہ تو وہ محروم ومطرود ہوگا، اور وہ "نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَہَنَّمَ" کا مصداق بن جائے گا والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ ایسے لوگ دراصل قانون الٰہی اور دستورِ خداوندی کی زد میں آئے ہوئے ہیں کیونکہ خداوندِ قدوس کا قانون ودستور اور اس کی سنت یہی ہے کہ ہدایت وضلالت کے سلسلے میں کوئی جبر اکراہ نہیں بلکہ معاملہ اصل میں انسان کے اپنے ارادہ واختیار پر ہے۔ جو جدھر چلنا چاہتا ہے اس کو ادھر چلتا کر دیا جاتا ہے اور جب وہ ٹیڑھے پن کو اختیار کرتا ہے تو اللہ ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیتا ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ ط فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ وَاللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ o (سورۃ الصّف: ۵ پ ۲۸) یعنی جب یہ لوگ ٹیڑھے ہوگئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین،

۹ اٹکل پچو باتوں کی پیروی باعث ہلاکت وتباہی۔ والعیاذ باللہ: --سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہلاک ہوگئے وہ لوگ جو اٹکل پچو باتیں بناتے اور غفلت میں پڑے بھولے ہوئے ہیں۔ یعنی ان کو پھٹکار پڑ گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو گئے کیونکہ جو اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا اور اس پر پھٹکار پڑ گئی وہ یقیناً ہلاک ہو گیا (المراغی، الصفوۃ وغیرہ) والعیاذ باللہ سو ایسے لوگوں نے جب عقل وخرد سے کام لینا چھوڑ دیا، اور یہ اھواء و اغراض کے پیچھے لگ کر حیوان محض بن گئے، اور بطن وفرج کے تقاضوں کی تکمیل میں منہمک ہوگئے اور یہ محروم اور ہلاک ہوگئے، سو نور حق وہدایت سے منہ موڑنے کے بعد یہ لوگ اندھے اور اوندھے بن گئے، اور اٹکل کے تیر چلانے لگے اور انہوں نے اپنے انہی تیر تکوں پر اعتماد کرتے ہوئے عقل وفکر سے کام لینا بھی چھوڑ دیا جسکے نتیجے میں اس کو آفاق والنفس میں پھیلی بکھری نشانیاں نظر نہیں آتیں۔ اور اس طرح ان کا وہ نور فطرت بھی بجھ گیا جو قدرت نے ان کی فطرت اور جبلت کے کی اندر ودیعت فرمایا تھا۔ اور اس طرح ایسے لوگ اندھیر در اندھیر کے اندر مبتلا ہوگئے اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن گئے جو کہ بہرکیف خساروں کا خسارہ اور خسران مبین ہے۔ اور یہی نتیجہ ہوتا ہے نور حق وہدایت سے منہ موڑنے کا، والعیاذ باللہ جل وعلا سبحانہ وتعالیٰ

۱۰ غفلت ولاپرواہی محرومی کی جڑ بنیادی۔ والعیاذ باللہ: --سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، سو وہ بغیر کسی سند اور دلیل کے محض اٹکل پچو اور ڈھکوسلوں سے کام لیتے ہیں۔ جیسا کہ اہل بدعت اور اہل ھویٰ کا حال ہے کہ یہ لوگ اپنی نت نئی ایجاد کردہ بدعات اور خود ساختہ خرافات کو دین کے نام پر رواج دینے کیلئے خود تراشیدہ فلسفوں اور من گھڑت ڈھکوسلوں کا سہارا لیتے، اور نصوص قرآن وسنت میں اپنی اھواء واعراض کے مطابق طرح طرح کی تحریفات کا ارتکاب کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ نور حق وہدایت سے محروم ہوکر اور آفاق والنفس کے دلائل وآیات سے منہ موڑ کر محض اٹکل پچو کے تیر تکے چلاتے ہیں، اور ظن وگمان اور قیاس واوہام پر چلتے ہیں وہ ہلاک ہوگئے، والعیاذ باللہ۔ کیونکہ انہوں نے اپنے انہی خود ساختہ اور من گھڑت سہاروں کے بل بوتے پر عقل سے کام لینا چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ان کو آفاق والنفس اور ارض وسماء کی وہ دلیلیں سمجھ نہیں آرہیں جو ہر طرف پھیلی بکھری پڑی ہیں اور جو اپنی زبان حال سے دعوت غور وفکر دے رہی ہیں، اور جن میں غور وفکر کیلئے قرآن ان کو توجہ دلا رہا ہے، مگر بصیرت سے محروم ہو جانے کے باعث اب ان کا تمام تر اعتماد ظن وگمان ہی پر رہ گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ظن وگمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کام نہیں آسکتے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا، اور ادوات تاکید کے ساتھ فرمایا گیا اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغۡنِیۡ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا۔ سو اٹکل کے تیر تکے چلانے کا نتیجہ وانجام نور حق وہدایت سے محرومی ہے، جو کہ محرومیوں کی محرومی اور خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، رَبِّ اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ، وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین، رب انت ربی وانا عبدک وابن عبدک وابن امتک، وھذہ ناصیتی بین یدیک فخذنی بھا الی ماتحب وترضی من القول والعمل بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فِی الۡحَیٰوۃِ، ولک الحمد حتی ترضی، ولک الحمد بعد الرضاء، انت الحنان وَالمنان، وانت اکرم الاکرمین، سبحانہ وتعالیٰ،

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ﴿١٣﴾ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ ۖ هَٰذَا

اس (انتہائی ہولناک) آگ میں، (۱۳) (اور ان سے کہا جائے گا کہ) لو اب چکھو تم مزہ اپنے فتنے کا، یہی ہے وہ چیز جس کی

الَّذِي كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي

تم لوگ جلدی مچایا کرتے تھے وا۱ (۱۴) (اس کے برعکس) پرہیزگار لوگ (عیش کر رہے) ہوں گے عظیم الشان جنتوں اور طرح

جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٥﴾ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۚ إِنَّهُمْ

طرح کے چشموں میں، (۱۵) (وہ بڑھ بڑھ کر) لے رہے ہوں گے ان نعمتوں کو جو انکو بخشی ہونگی ان کے رب نے، کیونکہ وہ

كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ ﴿١٦﴾ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ

اس دن سے پہلے (دنیا میں) نیکوکار تھے وا۲ (۱۶) وہ راتوں کو بھی کم ہی سویا کرتے تھے، اور

مَا يَهْجَعُونَ ﴿١٧﴾ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿١٨﴾ وَفِي

(اس سب عبادت گزاری کے باوجود) وہ رات کے پچھلے پہروں میں (اپنے رب سے) معافی مانگا کرتے تھے، وا۳ (۱۸) اور ان کے

أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿١٩﴾ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ

مالوں میں حق ہوتا تھا مانگنے والے کا بھی اور نہ مانگنے والے محتاج کا بھی، وا۴ (۱۹) اور یقین لانے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں،

۱۱ منکرین کے استہزاء و مذاق کے جواب کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا منکرین کے استہزاو مذاق کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ قیامت کے جس ہولناک دن کے بارے میں کہ لوگ استہزاء و مذاق کی طور پر کہتے ہیں کہ آخر کب آئے گا بدلے کا وہ دن؟ تو ان کیلئے یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ وہ اس دن آئے گا جس دن کہ ان کو دوزخ کی اس ہولناک آگ پر جلایا اور تپایا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ اب چکھو تم لوگ مزہ اپنے فتنے کا۔ یہ ہے وہ چیز جس کیلئے تم لوگ جلدی مچایا کرتے تھے۔ یعنی اپنی دنیاوی زندگی میں۔ سو اس طرح دوزخیوں کو ظاہری آگ کے اس ہولناک عذاب کے ساتھ ساتھ باطن کو جلا دینے والی ان باتوں سے بھی سابقہ و واسطہ پڑے گا۔ والعیاذ باللہ ۔ بہرکیف ان سے کہا جائے گا کہ اب مزہ چکھو تم لوگ اس چیز کا جس کیلئے تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ یعنی اپنی دنیاوی زندگی میں سو اس طرح دوزخیوں کو ظاہری آگ کے اس ہولناک عذاب کے ساتھ ساتھ باطن کو جلا دینے والی اس معنوی عذاب، اور طنز و توبیخ کی ان باتوں سے بھی سابقہ و واسطہ پڑے گا۔ والعیاذ باللہ ۔ بہرکیف ان سے کہا جائے گا کہ اب مزہ چکھو تم لوگ ان چیزوں کا جنہوں نے تم کو دنیاوی زندگی میں فتنے میں ڈال رکھا تھا، اور جن کے عشق میں مبتلا ہو کر تم لوگ حق بات سننے اور ماننے کو تیار نہیں ہو رہے تھے اور تم لوگ اپنی دنیا اور اس کی فانی لذتوں پر لٹو ہو رہے تھے، اب وہ اپنی اصل شکل میں تمہارے سامنے آگئی ہیں سو اب تم لوگ ان کا مزہ چکھو اور چکھتے رہو۔ سو اس طرح ان بدبختوں کو وہاں پر تذلیل پر تذلیل اور توبیخ پر توبیخ

سے سابقہ پیش آئے گا جو کہ عذاب پر عذاب کا ایک نمونہ و مظہر ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف،

۱۲ صفتِ احسان باعثِ سرفرازی ءِ دو جہان: ۔ سو اہل جنت کے نعیم جنت سے سرفرازی کی علت اور اس کے سبب کو بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک وہ اس سے پہلے نیکوکار تھے۔ یعنی اپنی دیناوی زندگی میں، کہ ان کی نیتیں بھی نیک تھیں۔ عقائد بھی صحیح تھے، اور ان کے عمل بھی درست تھے۔ اللہ سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اس عظیم الشان صلہ اور بدلہ سے اسلئے نوازا گیا کہ یہ محسن اور نیکوکار تھے، اور یہ ہر کام اس طرح کرنے کی کوشش کرتے تھے جس طرح کہ اسکے کرنے کا حق تھا۔ اور یہ صفت انہی لوگوں کے اندر پائی جاسکتی ہے جن کے اندر سزا و جزا کا عقیدہ راسخ ہو۔ کیونکہ یہ عقیدہ جن لوگوں کے اندر راسخ ہوتا ہے وہی لوگ وہ ہر کام اس طرح کرتے ہیں کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ وہ اس ایمان و یقین سے سرشار ہوتے ہیں کہ اگر وہ خدا کو نہیں دیکھ رہے تو خدا تو یقیناً اور بہرحال ان کو دیکھ رہا ہے۔ یہاں پر متقین کیلئے محسنین کی صفت کا ذکر فرما کر ان متقی لوگوں کے باطن پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ یہ لوگ چونکہ سزا و جزا پر ایمان و یقین رکھنے والے تھے اس لئے ان کا تقویٰ صرف ظاہر دارانہ تقویٰ نہیں تھا بلکہ اسکے اندر احسان کی روح بھی موجود تھی۔ وباللہ التوفیق لمایحب ویرید،

۱۳ متقین کی سحر خیزی اور ان کے استغفار کا ذکر و بیان: ۔ سو ان متقی اور محسن لوگوں کی مزید صفات کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ اپنی راتوں میں کم سوتے اور سحری کے وقتوں میں معافی مانگا کرتے تھے اپنے رب سے۔ یعنی اپنے اعمال پر اترانے کا کیا سوال وہ تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے رب کے حضور اپنی تقصیرات کی معافیاں مانگا کرتے تھے۔ اللھم اجعلنا منھم۔ سحر کا وقت پو پھٹنے سے کچھ دیر پہلے تک کا وقت ہوتا ہے، سو یہ حضرات اس وقت اٹھ اٹھ کر اپنے رب سے معافی مانگا کرتے تھے، کہ ربّ کریم سزا و جزا کے اس یوم مہیب میں ان گناہوں اور تقصیرات سے درگزر فرمائے اور اپنے دامن عفو و کرم میں جگہ نصیب فرمائے اور اس پر ثبات و استقامت بخشے۔ کہ سب کچھ اسی کے قبضہءِ قدرت و اختیار میں ہے۔ سو اس سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ ان بندگان صدق وصفا کا معاملہ دوسرے دنیاداروں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ یہ ان دنیاداروں کی طرح غفلت اور لاپرواہی کی نیند نہیں سویا کرتے تھے۔ بلکہ اپنی آخرت کی فکر کی بناء پر ان کو ہمیشہ اس بات کا خطرہ لاحق رہتا تھا کہ شاید یہ ان کی زندگی کی آخری رات ہو، اس لئے ان کی نیند غفلت اور لاپرواہی کی نہیں ہوتی تھی، بلکہ کھٹکے اور خطرے کی نیند ہوا کرتی تھی۔ اسلئے وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے رب کو یاد کرتے۔ اسکی عبادت میں مشغول ہوتے، اور اس سے اپنے گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگتے رہتے تھے۔ ان کی اس صفت کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ o (سورۃ السجدۃ۔۱۶ پ۲۱) یعنی ان کے پہلوان کے بستروں سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو یاد کرتے ہیں خوف اور امید کے ساتھ، اور یہ خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے اس کو دیا بخشا ہوتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیٰوۃ، وفی کل حینٍ من الاحیان، وھو العزیز الوھاب، جل جلالُہٗ وعم نوالہ، الذی بکرمہ وعنایتہ شرَّفنی بھذا العمل الجلیل من التفسیر لکتابہ العزیز الکریم، سبحانہ وتعالیٰ جل وعلا

۱۲ **محسنین کی صفتِ انفاق کا ذکر و بیان:** ۔سو اس ارشاد سے ان کی عطاء و بخشش کی شان کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کے مالوں میں سائل کا بھی حق ہوتا ہے، اور محروم کا بھی۔ یعنی ان کی عطاء و بخشش صرف مانگنے والوں پر موقوف نہ تھی، بلکہ جو لوگ محتاج ہونے کے باوجود اپنی عزت نفس کی بناء پر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے ان کے لئے بھی ان کے مالوں میں حصہ ہوتا تھا، سو محسنین جس طرح اپنے خالق و مالک کے حقوق پہچانتے اور ان کو ادا کرتے ہیں، اسی طرح وہ اس کے بندوں کے حقوق بھی پہچانتے ہیں، اور وہ اس غلط فہمی میں کبھی مبتلا نہیں ہوتے کہ ان کے مالوں میں صرف انہی کا حق ہے، بلکہ وہ دوسروں کے حقوق بھی اپنے حقوق کی طرح ادا کرتے ہیں، کیونکہ وہ اس حقیقت کا احساس و ادراک رکھتے ہیں کہ خداوند قدوس نے اگر ان کو ان کی ضرویات سے زیادہ دیا ہے تو یہ دراصل دوسروں کا حق ہے جو انکی امانت اور تحویل میں دیا گیا ہے اور اس امانت کو انہوں نے ادا کرنا ہے ورنہ یہ خیانت ہوگی اور ہر خیانت کی اللہ تعالیٰ کی یہاں پوچھ ہوگی۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

اَللّٰھُمَّ !

نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْاِیْمَانِ، وَاجْعَلْنَا ھُدَاۃً مُّھْتَدِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ، الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ
وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ، وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا، وَلِجَمِیْعِ اَصْحَابِ الْحُقُوْقِ
عَلَیْنَا، وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِدُعَاءِ الْخَیْرِ، وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ
وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ
لِلدَّعْوَاتِ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ یَاذَاالْجَلَالِ
وَالْاِکْرَامِ وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنْ وَّالَاہُ،
وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَتِہٖ وَبِھُدَاہُ اھْتَدٰی،
اِلٰی یَوْمِ الْعَرْضِ
عَلَی اللّٰہِ
وَاللِّقَاء
اٰمِیْن

لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي

اس زمین میں بھی وف۱۵ ﴿۲۰﴾ اور خود تمہاری اپنی جانوں میں بھی وف۱۶ (اے لوگو) تو کیا تمہیں دکھلائی نہیں دیتا؟ وف۱۷ ﴿۲۱﴾ اور آسمان (یعنی عالم بالا)

السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ

ہی میں تمہاری روزی بھی ہے وف۱۸ اور وہ سب کچھ بھی جس کا تم لوگوں سے وعدہ کیا جاتا ہے وف۱۹ ﴿۲۲﴾ پس قسم ہے آسمان اور زمین کے

وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ هَلْ

رب کی، یہ قطعی طور پر حق ہے (ایسے ہی) جیسے تم لوگ آپس میں باتیں کرتے ہو، وف۲۰ ﴿۲۳﴾ کیا آپ کو

اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا

ابراہیم کے ان معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟ وف۲۱ ﴿۲۴﴾ جب کہ وہ آپ کے پاس آئے، پھر انہوں نے آپ کو سلام کیا، ابراہیم نے بھی

عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾

سلام کا جواب دیا، (اور کہا کہ) کچھ اوپرے سے لوگ ہیں، وف۲۲ پھر آپ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے وف۲۳ ﴿۲۵﴾ اور کچھ زیادہ

ع ۱۸ وقف لازم

۱۵ **دلائلِ ارضی میں غور وفکر کی دعوت کا ذکر وبیان:** — سو ارشاد فرمایا گیا کہ زمین کے اندر بھاری نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے یعنی ایسی عظیم الشان نشانیاں جو حضرت خالق۔ جَلَّ وَ عَلَا مَجْدُهٗ۔ وجود باجود اس کی عظمتِ شان، اور اس کی وحدانیتِ مطلقہ پر دلالت کرتی ہیں، مگر ان سے فائدہ انہی لوگوں کو ہوسکتا ہے جو نگاہ عبرت وبصیرت سے کام لینا اور ایمان ویقین کی دولت سے سرشار ہونا چاہتے ہوں۔ کیونکہ ان ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کے لئے کوئی بھی نشانی موثر اور کارگر نہیں ہوسکتی جو ایمان لانا چاہتے ہی نہ ہوں جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (یونس:۱۰۱) یعنی ان لوگوں سے کہو کہ تم لوگ دیکھو کہ کیا کچھ سامان عبرت وبصیرت ہے آسمانوں اور زمین کی اس حکمتوں بھری کائنات میں، لیکن ایسی نشانیاں اور تنبیہات ان لوگوں کے کچھ کام نہیں آسکتیں جو ایمان لانا چاہتے ہی نہ ہوں۔ سو نشانیوں کی کمی نہیں لوگوں کے پاؤں تلے بچھی ہوئی یہ زمین بھی نشانیوں سے بھری پڑی ہے مگر ان سے مستفید وفیض یاب ہونے کے لئے دیکھنے والی آنکھوں، غور کرنے والی عقلوں، اور نتائج اخذ کرنے والے دلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ و باللہ التوفیق، لما یحب و یرید،

۱۶ **دلائلِ انفسی میں دعوتِ غور وفکر کا ذکر وبیان:** — سو ارشاد فرمایا گیا اور خود تمہاری جانوں میں بھی اے لوگو! سو تم دیکھو اور غور کرو کہ ان کے ظاہر میں اور باطن میں بھی کہ عجائب ہیں جو قدرت نے ان میں رکھے ہیں، سو تم ذرہ اپنے اس ظاہر و باطن اور اپنے آغاز آفرینش پر غور تو کرو، کہ کس طرح خدائے قدیر وحکیم نے ایک حقیری سی بوند سے تمہاری تخلیق وپیدائش کا آغاز فرمایا، اور پھر تمہیں مختلف اطوار ومراحل سے گزار کر کہاں پہنچایا، اور تمہیں ایک بھلا چنگا انسان بنا کھڑا کیا، اور تمہیں گوناگوں ظاہری اور باطنی

نعمتوں اور صلاحیتوں سے آراستہ و پیراستہ کیا، تو پھر اس کیلئے تمہیں دوبارہ پیدا کر دینا آخر کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اپنی ذات کے اس عظیم الشان مدرسہ علم و حکمت اور کارگہ فکر و بصیرت میں جھانک کر دیکھنا اور اس سے درس عبرت و بصیرت لینا تو تمہارے لئے کچھ مشکل نہیں اور نہ ہی اس کیلئے تم لوگوں کو کوئی سفر کرنا یا مشقت اٹھانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ سو اگر تم لوگ خود اپنے نفسوں میں اور اپنے باطن کی دنیا میں جھانک کر دیکھو گے تو تم کو ہر روز اپنے اندر زندگی موت برزخ اور بعث بعد موت کے نمونے نظر آئیں گے مگر ضرورت صحیح طور پر غور و فکر کی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید. بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال،

۱۷ انسانوں کے دل و دماغ پر ایک دستک کا ذکر و بیان: - سو اس سے دعوتِ غور و فکر کے لئے انسان کے دل و دماغ پر ایک دستک دی گئی۔ چنانچہ دلائل نفسی میں غور و فکر سے کام لینے اور درس عبرت حاصل کرنے کے لئے انسان کے دل و دماغ پر دستک دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں کو کچھ دکھتا نہیں؟ کہ تم ہر سُو پھیلے ہوئے ان دلائل کے علاوہ خود اپنی جانوں میں غور و فکر سے کام نہیں لیتے، اور اس واہبِ مطلق - جَلَّ جَلَالُهٗ وَ عَمَّ نَوَالُهٗ - کی یاد دلشاد سے غافل رہتے ہو؟ اور اس کی اطاعت و بندگی کی پرواہ نہیں کرتے، والعیاذُ باللہ، تو کیا تم لوگ کائنات کی اس حکمتوں بھری کھلی کتاب کے علاوہ خود اپنی جانوں میں غور و فکر سے کام نہیں لیتے کہ تمہاری آنکھیں کھل سکیں، اور تم غفلت کی نیند سے چونک کر راہِ حق و صواب کو اپنا سکو، اور اس طرح ہلاکت و تباہی کی راہ سے بچ کر خود اپنی بھلائی کا سامان کر سکو، انسان کا نفس چونکہ انسان کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے ضمیروں پر دستک دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ کیا تم لوگوں کو اتنا بھی نہیں سوجھتا؟ اور کیا اتنی قریب کی نشانیاں بھی تم کو نظر نہیں آتیں؟ یعنی زمین کے اطراف و اکناف اگر تم لوگوں کے حیطہ علم و ادراک سے باہر ہیں، آسمان کی بلندیاں اگر تمہاری دسترس سے باہر ہیں، تو کیا تمہارے نفس بھی تمہارے دائرہ غور و فکر سے باہر ہیں؟ اور کیا تم انکے اندر بھی جھانک کر ان نشانیوں کو نہیں دیکھ سکتے؟ جو تمہارے خالق و مالک نے انکے اندر ودیعت فرمائی ہیں؟۔ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ

۱۸ آسمان کی نشانیوں میں دعوت غور و فکر: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ آسمان ہی میں ہے تمہاری روزی اور وہ سب کچھ جس کا تم لوگوں سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ یعنی بارش جس سے مردہ زمین کو زندگی ملتی ہے، اور اس میں طرح طرح کی فصلیں اور دوسری بے حد و حساب چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ نیز چاند اور سورج کے وہ عظیم الشان کُرے اور دوسرے کواکب وغیرہ، جو اس ضمن میں اہم اور بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ نیز ان ظاہری اسباب کے پردے میں جو اصل حقیقت کارفرما ہے یعنی امر ربی وہ بھی عالم بالا ہی سے آتا ہے، اور اسی کے مطابق اسباب و مسباب کا یہ سارا نظام چلتا ہے، فجلّتْ قُدْرَتُهٗ و عزّ شَانُهٗ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اگر تم لوگ غور و فکر سے کام لو تمہیں نظر آئے گا کہ یہ آسمان جو آئے دن تمہارے سامنے زندگی و موت، بعث بعد الموت اور جزا و سزا کی شہادت دیتا رہتا ہے، اسی آسمان کے اندر سے تمہاری روزی آتی ہے، اسی کے اندر سے تمہارے طرح طرح کے سامان ہائے زیست پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی کے اندر سے جب وہ چاہے، نافرمانی اور سرکشی کرنے والوں پر عذاب برسا دیتا ہے، نہ رحمت کے لئے اسے کوئی الگ اہتمام کرنا پڑتا ہے، اور نہ نقمت کیلئے کوئی الگ، بلکہ رحمت کے سامان بھی یہیں سے کئے جاتے ہیں، اور وقت پہنچنے پر عذاب کے کوڑے بھی اسی سے برسا دئے جاتے ہیں، والعیاذُ باللہ العظیم، تو جس کے جمال اور جلال کی یہ شانیں تم لوگ خود دیکھتے ہو اور ہمیشہ

دیکھتے ہو تو پھر اس کی قدرت سے تم لوگ آخر اس بات کو کیوں بعید سمجھتے ہو کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور زندہ کرے گا؟ سبحانہ و تعالیٰ، بکل حال من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب، جل وعلا

۱۹ تمہارے وعدوں کا سامان بھی آسمان ہی میں: سو ارشاد فرمایا گیا اور وہ سب کچھ بھی جس کا تم لوگوں سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ یعنی جنت بھی اور ثواب و عقاب بھی کہ یہ سب کچھ عالم بالا ہی میں مقدر ہے، پس تم لوگ دنیا داروں کے ظاہری اسباب میں ہی الجھ کر نہ رہ جایا کرو، بلکہ اصل نظر اس مسبب الاسباب پر رکھا کرو جس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی وحدہ لاشریک کے امر اور حکم و ارشاد سے ہوتا ہے، سو جس خدائے پاک کی رحمت اور نقمت کی یہ دونوں شانیں تم لوگ اس آسمان میں دیکھتے ہو کہ اس سے تمہارے لئے رزق کا سامان بھی ہوتا ہے، اور اسی سے طرح طرح کے عذاب بھی آتے ہیں، تو پھر تم لوگ آخر یہ یقین کیوں نہیں کرتے کہ وہ خیر اور شر کے معاملے میں بے تعلق یا غیر جانبدار نہیں، بلکہ وقت آنے پر وہ بروں کو لازماً سزا دے گا اور نیکوں کو جزا، اور اسی کا فیصلہ قیامت کے روز ہوگا لہٰذا قیامت کا آنا لازمی ہے، تا کہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں، اور علی وجہ التمام والکمال پورے ہو سکیں اور اس طرح آسمانوں اور زمین کی اس حکمتوں بھری کائنات کی ایجاد و تخلیق اور اس کے مقصد وجود کی تکمیل ہو سکے۔ ورنہ سارا کارخانۂ قدرت عبث اور بے مقصد قرار پاتا ہے۔ جو اس کی صفتِ عدل و حکمت کے خلاف ہے۔

۲۰ خلاصۂ بحث کا ذکر و بیان: سو اوپر کے جملہ دلائل اور طویل بحث کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ قطعی طور پر حق ہے جس طرح کہ تم لوگ آپس میں باتیں کرتے ہو۔ پس جس طرح تمہیں اپنی باتوں کے بارے میں کوئی شک نہیں ہوتا، اسی طرح تمہیں قرآن حکیم کے بیان کردہ ان حقائق میں بھی کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ نیز جس طرح انسان کا نطق اور اس کی قوتِ گویائی اس کے ساتھ ساتھ رہتی ہے، کبھی اس سے الگ نہیں ہوتی، اسی طرح اس کا رزق مقسوم بھی بہر حال اسے پہنچ کر رہے گا، کبھی اس سے جدا نہ ہو، جس طرح کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ تمہارا رزق ایسے ہی تمہارا پیچھا کرتا ہے جس طرح تمہاری موت، پس جس طرح کوئی انسان بھاگ کر بھی موت سے نہیں بچ سکتا اسی طرح اس کا رزق بھی بہر حال اسے پہنچ کر رہے گا (ابن کثیر، قرطبی، بیضاوی، مراغی، محاسن، اور صفوۃ، وغیرہ)۔ سبحان اللہ۔ کیسی عظیم الشان جلیل القدر اور پاکیزہ تعلیم ہے، جو یہ کتابِ حکیم دنیا کو دے رہی ہے۔ اور یہ ایمان و یقین جب کسی کو نصیب ہو جائے تو پھر اس کے لئے کسی پریشانی کا کیا سوال؟ اللہ ایسا ہی ایمان کامل اور یقینِ محکم نصیب فرمائے۔ آمین۔ سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایمان و یقین کی دولت انسان کو کس قدر امن و سکون اور عظمتِ شان سے سرفرازی کرنے والی دولت ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے خلاصۂ بحث پیش کرتے ہوئے آسمان اور زمین کے رب کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا گیا کہ جس روزِ جزاء و سزا کی تم لوگوں کو خبر دی جا رہی ہے اور تکذیبِ حق کے جس نتیجے سے تم لوگوں کو خبردار کیا جا رہا ہے یہ سب کچھ ایسے ہی حق اور سچ ہے جس طرح کہ تم لوگ بولتے ہو۔ سو جس طرح زبان سے کوئی لفظ بول دینا تمہارے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔ اسی طرح خداوند قدوس کے لئے ان میں سے کوئی بھی کام مشکل نہیں کہ اس کے یہاں تو سارے کام اس کے کلمۂ کن سے ہوتے ہیں، اور اس کیلئے کسی چیز کے مشکل ہونے کا کیا سوال؟ سبحانہ و تعالیٰ۔ فایاہ ندعوو بہ نستعین سبحانہ و تعالیٰ، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھّاب، جل وعلا

۲۱ تاریخ سے درسِ عبرت وبصیرت لینے کی تعلیم وتلقین: -سو اب سے تاریخ سے درس عبرت وبصیرت لینے کی تعلیم وتلقین کے طور پر گزشتہ قوموں اور حضرات انبیاء ورسل میں سے کچھ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے سو ان قصوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نقمت کے دونوں پہلوؤں کا ذکر وثبوت تاریخی حوالوں سے پیش فرمایا دیا گیا ہے۔ جس میں سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، جو معزز مہمان تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں بھی، کہ وہ فرشتے تھے، جو معزز انسانوں کی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تھے، اور جن کی شرافت ووجاہت ان کی شکل وصورت سے ظاہر ہو رہی تھی، ضیف کا لفظ مفرد اور جمع دونوں کیلئے آتا ہے۔ یہاں چونکہ اس کی صفت مکرمین آئی ہے اس لئے یہ جمع کے معنیٰ میں ہے۔ چونکہ وہ لوگ بڑے معزز لوگ تھے اسلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی آؤ بھگت، خاطر تواضع، اور اکرام وضیافت کا خاص اہتمام فرمایا۔ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیک وصفیک، وخلیلک وحبیبک سیدنا محمد وعلی الہ الطیبین واصحابہ الطاہرین ومن اہتدی بہدیہ ودعا بدعوتہ واستن بسنتہ وسار علی دربہ الی یوم الدین یا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۲۲ پیغمبر علیہ السلام عالمِ غیب نہیں ہوتے: -سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کچھ کچھ اوپرے سے لوگ ہیں۔ ممکن ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل میں کہی ہو یا اپنے گھر والوں سے کہی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں ہی سے کہی ہو، کہ صاحب ہم نے پہچانا نہیں، کچھ اوپرے سے حضرات لگتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے؟ جیسا کہ آج کل بھی تعارف کی غرض سے اس طرح کے الفاظ کہہ دینے کا رواج موجود ہے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر عالم غیب نہیں ہوتے، ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہیں پہچاننے میں کوئی دقت ودشواری پیش نہ آتی، اور جب پیغمبر علم غیب نہیں ہوتا اور پیغمبر بھی حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا وعلیہ لصلوۃ والسلام جیسے عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبر کو جو کہ ابوالانبیاء اور جد الانبیاء ہونے کی عظیم امتیازی صفت اور شان رکھتے ہیں، تو پھر اور کسی کے عالم غیب ہونے کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ پس اہل بدعت کا یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء و اولیاء عالمِ غیب ہوتے ہیں، سراسر غلط، بے بنیاد، اور شرکیہ عقیدہ ہے، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم، علم غیب خاصہ خداوندی ہے وہی اپنی مشیئت اور مرضی کے مطابق جس کو اور جو اور جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ عالم غیب بہر حال اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے اسکی اس صفت میں کوئی بھی دوسری ہستی نہ شریک ہے، نہ ہو سکتی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ. والحمدللہ جَلَّ وَعَلاَ بکل حال من الاحوال وفی کل حین من الاحیان، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ، وھو العزیز الوھاب، مُلْهِمُ الصِّدْقِ وَالصَّواب، والهادی الی الحق الرشاد،

۲۳ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے آدابِ مہمان نوازی کا ایک نمونہ ومظہر: -کہ آپ علیہ السلام اپنے مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور اس طور پر کہ اپنے ان مہمانوں کو خبر بھی نہ ہونے دی تاکہ وہ کہیں انکار نہ کرلیں۔ بہر کف اس کے بعد حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام چپکے سے گھر کے اندر تشریف لے گئے، کیونکہ آیت کریمہ میں ''رَاغ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی آتے ہیں اس طرح آہستہ اور چپکے سے جانا کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے،

چنانچہ عربی محاورہ میں کہا جاتا ہے راغ الشغلب روغا و روغانا یعنی لومڑی آہستہ اور چپکے سے اس طرح نکل گئی کہ کسی کو پتہ ہی نہ چلنے دیا۔ (الفتوحات الالھیہ، وغیرہ)۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا اس لئے کیا کہ کہیں مہمانوں کو پتہ نہ چل جائے کہ یہ ہمارے لئے کسی کھانے وغیرہ کا انتظام کرنے جا رہے ہیں، اور اس طرح وہ انکار کرنے نہ لگیں، جیسا کہ عام طور پر ایسے موقع پر ہوتا ہے، سو اس سے آنجناب کی شان مہمان نوازی کا پتہ بھی چلتا ہے، اور آداب مہمان نوازی کا بھی، کہ اول تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سلام وکلام سے ان کی آؤ بھگت کی، اور پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام فوراً ہی اور چپکے سے ان سے نظر بچا کر اندرون خانہ کی طرف تشریف لے گئے، تاکہ ان کیلئے ضیافت کا سامان کریں، اور نظر بچا کر اسلئے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ آپ علیہ السلام کا یہ اہتمام ضیافت ان معزز مہمانوں کی طبعیت پر بار ہو، کیونکہ کریم النفس اور شریف وفیاض میزبان کی میزبانی اور اسکی مہمان نوازی کا طریقہ اور اس کی شان یہی ہوتی ہے کہ ضیافت کا اہتمام اس طور پر کیا جائے کہ مہمان کو اس کے تکلف کا احساس نہ ہو، کہ یہ چیز بھی اس کیلئے بارِ خاطر ہوسکتی ہے۔ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام ماتمّر اللیالی والایام، وارزقنا اتباعھم علی سبیل التابید والدوام،

---------------------❀❀❀---------------------

اَللّٰھُمَّ !

اَعِذْنَا مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسْلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَغَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ

وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ، وَاغْفِرِ اللّٰهُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِيْنَا وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ،

وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّكَ سَمِيْعٌ

قَرِيْبٌ مُجِيْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَيَا اَكْرَمَ

الْاَكْرَمِيْنَ، وَيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، وَصَلِّ اللّٰهُمَّ

وَسَلِّمْ عَلٰى حَبِيْبِكَ الْمُصْطَفٰى وَنَبِيِّكَ

الْمُجْتَبٰى، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهِ

الْاَتْقِيَاءِ وَاَصْحَابِهِ الْاَوْفِيَاءِ

وَارْضَ عَنْهُمْ وَعَنَّا

مَعَهُمْ يَا اَرْحَمَ

الرَّاحِمِيْنَ

❀❀❀

---------------------❀❀❀---------------------

فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ

دیر نہیں ہوئی تھی کہ آپ ایک موٹا تازہ (بھنا ہوا) پورا بچھڑا لے آئے ۲۴ (۲۶) اور اسے ان کے سامنے رکھ کر کہا' کیا آپ حضرات

قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا

کھاتے نہیں؟' (۲۷) پھر (بھی ان کے نہ کھانے پر) آپ نے اپنے دل میں ایک خوف سا محسوس کیا ۲۵ تب انہوں نے کہا ڈرو نہیں'

تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ

اور (مزید یہ کہ) انہوں نے آپ کو خوشخبری بھی دی ایک بڑے (ہونہار اور) عالم فرزند کی' ۲۶ (۲۸) اس پر آپ کی اہلیہ بولتی پکارتی

صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا

نکل آئیں' ۲۷ چنانچہ انہوں نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا' ۲۸ اور کہا میں تو ایک بڑھیا ہوں بانجھ' ۲۹ (۲۹) انہوں نے کہا کہ

كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۰﴾

یوں ہی فرمایا ہے آپ کے رب نے' بلاشبہ وہی ہے حکمت والا' سب کچھ جانتا' ۳۰ (۳۰)

۲۴ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی فیاضی اور مہمان نوازی کا ایک نمونہ ومظہر:۔ سو اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فیاضی اور بے مثال مہمان نوازی کا ایک نمونہ ومظہر سامنے آتا ہے جو کہ ایک منفرد اور امتیازی نمونہ ومظہر ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اپنے ان مہمانوں سے کھانے کے بارے میں کچھ پوچھا نہیں جیسا کہ عام طور پر لوگ اس طرح کے موقع پر مہمان سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ نے کھانا کھایا ہوا ہے؟ یا آپ کھانا کھائیں گے؟ یا آپ کیلئے کھانا تیار کیا جائے؟ وغیرہ وغیرہ۔ سو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس طرح کا کوئی سوال کئے بغیر ان کیلئے کھانا تیار کرنے میں لگ گئے، اور کھانا بھی عمدہ اور اعلیٰ درجے کا کہ ایک موٹا تازہ عمدہ بچھڑا بھون کر لے آئے، اور مہمان ایسے کہ بالکل اجنبی اوپرے چوپرے، جن سے نہ کوئی جان نہ پہچان، تو کیا اس طرح کی مہمان نوازی کا کوئی نمونہ کہیں پیش کیا جاسکتا ہے؟ سو حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کی عظمت شان ملاحظہ ہو کہ اول تو آپ علیہ السلام گھر گئے ایسے چپکے سے کہ مہمانوں کو اس کی خبر بھی نہ ہونے پائے، کہ آپ علیہ السلام ہمارے لئے کچھ لانے اور تیار کرنے کیلئے جا رہے ہیں، پھر لائے بھی آپ علیہ السلام کوئی معمولی اور چھوٹی موٹی چیز نہیں، بلکہ پورا بچھڑا بھنا ہوا، اور وہ بھی کوئی مریل اور کمزور قسم کا نہیں بلکہ موٹا تازہ، اور عمدہ قسم کا (سمین) پھر بچھڑا لائے بھی فوری ہی کچھ زیادہ دیر نہ لگائی، نیز اس کو لا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا یعنی ایسا نہیں کیا کہ اس کو کہیں دور رکھ کر مہمانوں سے کہیں کہ آپ اس کے پاس اس کے تناول کیلئے چلیے، بلکہ اس کو ان کے قریب اور ان کے سامنے، عرض والتجاء کے انداز میں تحریض وترغیب کے طور پر ان حضرات کی خدمت میں عرض کیا "الا تاکلون" کیا آپ حضرات کھاتے نہیں؟ یعنی آپ کو کھانا کھانا چاہیے کہ یہ مہمانی آپ ہی حضرات کے لئے تیار کی گئی ہے۔ علی نبینا و علیه الصلوٰۃ والسلام ماتمّر اللیالی والایام، وارزقنا اتباعهم علی سبیل التابید والدوام، یاذاالجلال والاکرام، سبحانه وتعالیٰ، جل وعلا

۲۵ **حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نہ عالمِ غیب ہوتے ہیں اور نہ مختارِ کل:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بناء پر اپنے دل میں کچھ سا خوف محسوس کیا۔ کہ یہ لوگ جو کھانا نہیں کھا رہے اور وہ بھی اس طرح عرض کرنے کے باوجود، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عزائم کچھ اور ہیں۔ اور شاید یہ کسی بُرے ارادے سے آئے ہیں۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر عالمِ غیب نہیں ہوتے، ورنہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شروع ہی سے معلوم ہو جاتا کہ یہ انسان نہیں فرشتے ہیں، تو وہ فوری طور پر ان کے لئے کھانے کا بندوبست نہ کرتے، پس اہل بدعت مخلوق کیلئے علم غیب کا جو عقیدہ رکھتے ہیں، وہ سراسر قرآن وسنت کی تعلیماتِ مقدسہ کے خلاف اور عقل ونقل کے تقاضوں کے منافی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ بہر کیف جب ان حضرات نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے تو اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل میں ایک خوف سا محسوس کیا، جیسا کہ سورہ ھود میں فرمایا گیا۔ فَلَمَّا رَاٰۤ اَیۡدِیَهُمۡ لَا تَصِلُ اِلَیۡهِ نَكِرَهُمۡ وَ اَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِیۡفَةً ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰی قَوۡمِ لُوۡطٍ ؕ (ھود: ۷۰ پ ۱۲) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا ان حضرات کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ علیہ السلام نے ان کی وجہ سے اپنے اندر ایک خوف محسوس کیا۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام نہ عالم غیب ہوتے ہیں اور نہ ہی مختار کل ۔ ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے اس طرح خوف نہ کھاتے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس حقیقت سے واقف و آگاہ ہوگئے ہوتے کہ یہ حضرات انسان نہیں بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، جن سے کسی طرح کا کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوسکتا

۲۶ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ایک عظیم الشان بیٹے کی خوشخبری:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ انہوں نے آپ کو خوشخبری دی ایک بڑے علم والے بچے کی۔ سو یہ ایک ایسی خوشخبری تھی کہ اس ایک خوشخبری میں آگے کئی خوشخبریاں پوشیدہ تھیں، ایک یہ کہ اس عمر میں بچہ ہوگا اور وہ بھی بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود ہوگا۔ دوسرے یہ کہ وہ بچہ بڑا بھی ہوگا، کہ اس نے عالم بننا ہے اور تیسرے یہ کہ وہ صرف عالم نہیں بلکہ بہت بڑا عالم ہوگا کیونکہ یہاں پر اسکی صفت میں عالم نہیں علیم فرمایا گیا ہے، جو کہ مبالغے کا صیغہ ہے، اور جمہور علماء کے نزدیک اس فرزند سے مراد حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، جیسا کہ سورہ ھود میں اس سے متعلق صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَامۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَ مِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ یَعۡقُوۡبَ (ھود: ۷۱ پ ۱۲) یعنی ہم نے ان کی بیوی کو اسحٰق کی خوشخبری سنائی اور اسحاق کے بعد اسماعیل کی۔ یعنی اسحاق بڑے ہونگے اور ان کے ذریعے آگے ان کو یعقوب جیسا عظیم الشان پوتا بھی نصیب ہوگا۔ اور اس طرح یہ خوشخبری در خوشخبری ہوگئی ۔ بہر کیف جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندر خوف واندیشہ کو محسوس کیا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ آپ ہماری وجہ سے کسی خوف واندیشہ میں مبتلا نہ ہوں، کہ ہم انسان نہیں فرشتے ہیں، اور اس پر مزید یہ کہ انہوں نے آنجناب علیہ السلام کو ایک عظیم الشان بچے کی خوشخبری سے بھی نوازا۔ تاکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس عظیم الشان خوشخبری سے مسرور اور خوش ہو جائیں، والحمد للہ جل و علا

۲۷ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے اظہارِ حیرت ومسرت کا ذکر و بیان:** ۔سو اس ارشاد سے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کا اس خوشخبری پر اظہار حیرت ومسرت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی نے کہا کہ کیا میں بچہ جنوں گی جب کہ میں بوڑھی بانجھ ہوں اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو واقعی بڑی ہی عجیب بات ہے۔ یعنی حضرت سارہ سلام اللہ علیہا جو کہ قریب ہی ایک کونے میں کھڑی تھیں، سو انہوں نے خوشی اور تعجب کے ملے جلے جذبات کے اظہار کے طور پر کہا کہ کیا میں بچہ جنوں گی؟ جب کہ میں بوڑھی بانجھ ہوں؟ اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہو چکے ہیں؟ یہ تو ایک بڑی ہی عجیب بات ہے۔ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ ھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ط اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ o (ھود:۷۲ پ۱۲) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی نے کہا کہ کیا میں بچہ جنوں گی جب کہ میں بوڑھی بانجھ ہوں اور میرے شوہر بھی اس قدر بوڑھے ہیں۔ یہ تو یقیناً ایک بڑی ہی عجیب بات ہے۔ یعنی ظاہری حالات تو اولاد کے بالکل برعکس ہیں کہ شوہر انتہائی بڑھاپے کو پہنچ چکے ہیں، اور بیوی بوڑھی ہونے کے علاوہ بانجھ بھی ہیں، تو پھر ان کے یہاں کسی اولاد کا کیا سوال؟ سو اس بناء پر انہوں نے تعجب کا اظہار کیا، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَجَلَّ وَعَلَا

۲۸ حضرتِ سارہ سلام اللہ علیہا کے تعجب سے ایک استدلالِ باطل کی تردید کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ حیران ہو کر آگے بڑھیں اور اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ یعنی اظہار تعجب وخوشی کے طور پر۔ جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے اور خاص کر خواتین میں ایسے عموماً پایا جاتا ہے، روافض نے اس سے اپنے ماتم وسینہ کوبی کی رسم بد پر دلیل کشید کرنے کی سعی مذموم کی۔ لیکن ان سے کوئی پوچھے کہ آخر یہاں پر ماتم اور افسوس کا کون سا مقام تھا؟ یہاں تو ایک عظیم الشان خوشی اور خوشخبری کا موقع تھا۔ لیکن جب انسان خوفِ خدا سے عاری اور نور ایمان ویقین سے محروم اور خالی ہو جاتا ہے، تو اس کی مت اسی طرح مار کر رکھ دی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں اس کو سیدھی بات بھی الٹی نظر آنے لگتی ہے، جس کو قرآن حکیم میں جابجا "یُؤْفَکُوْن" اور "تُؤْفَکُوْن" کے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ بہرکیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ جو اس موقع پر قریب ہی کہیں کھڑی سن رہی تھیں یہ خوشخبری سنتے ہی اظہار تعجب ومسرت کے طور پر اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر بولیں کہ یہ کیسے ہوگا؟ سو حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کے اس فقرے کے اندر حیرت، مسرت، اور اس بشارت کی تصدیق مزید کی خواہش سب کچھ جھلکتا ہے، جیسا کہ اصحاب ذوق سلیم سے مخفی نہیں، واضح رہے کہ "فی صَرَّۃٍ" اس عربی محاورے سے ماخوذ ہے جس میں کہا جاتا ہے۔ "صَرَ الفرس اُذُنَیْہِ" یعنی گھوڑے نے اپنے کنوتیاں کھڑی کیں۔ سو اسی بنا پر "فی صرۃٍ" کا یہ محاورۂ تعجب اور حیرانی کی حالت کے اظہار کے لئے آتا ہے۔

۲۹ حضرتِ سارہ سلام اللہ علیہا کے تعجب کے سبب کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ حضرت سارہ سلام اللہ علیہا نے کہا کہ میں تو ایک بڑھیا اور بانجھ ہوں۔ یعنی ایک نہیں دو عذر اور موانع موجود ہیں کہ ایک تو یہ کہ میں بوڑھی ہوں، بچے جننے کی عمر کبھی کی گزر چکی ہے، چنانچہ روایات کے مطابق اس وقت ان کی عمر ننانوے (۹۹) برس تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو بیس (۱۲۰) برس۔ اور دوسرے یہ کہ میں بانجھ ہوں۔ بچے جننے کی صلاحیت سے پہلے ہی سے عاری اور محروم ہوں، تو پھر ایسے میں اس عمر کو پہنچ کر میرے یہاں کوئی بچہ کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ اور یہ ایک طبعی بات تھی جس کو انہوں نے اس موقع پر پیش کیا، کیونکہ عام طبعی قوانین کے مطابق ایسے حالات میں کسی کے یہاں بچے پیدا ہونے کا کوئی امکان نہیں رہتا۔ اس لئے حضرت سارہ سلام اللہ علیہا نے

فرشتوں کی طرف سے ملنے والی اس خوشخبری کے جواب میں اپنی اس کیفیت اور معذوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں بچہ کیسے جنوں گی جب کہ میں بوڑھی بانجھ ہوں؟ اور اس طرح انہوں نے شاید اس بات کو بھی پیش نظر رکھا ہوگا کیا اس ولادت کیلئے میری حالت اور کیفیت کو تبدیل کیا جائے گا، یا میرے یہاں بچہ اسی حالت میں جنم لے گا۔ سو اس موقع پر ان کا یہ اظہار تعجب ایک فطری امر تھا

۳۰ خرقِ عادت نوازش کے ظہور کا ذکر و بیان: ۔ سو اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خرقِ عادت نوازش کے ایک عظیم الشان نمونے اور مظہر کا ذکر فرمایا گیا چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو جواب دیا اور کہا کہ تمہارے رب نے یونہی فرمایا ہے اور وہ بڑا ہی حکیم و علیم ہے۔ پس آپ کی حالت اس سے کوئی مخفی اور پوشیدہ نہیں، مگر اس کے باوجود اس نے یوں ہی فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے آپ کو بتایا ہے اس لئے یہ لازماً اسی طرح ہو کر رہے گا اور اس کی حکمتیں اسی کے علم اور احاطہ میں ہیں، جل جلالہ، لہٰذا آپ مطمئن رہیں کہ جب اس ربِّ حکیم و علیم نے ایسے فرمایا ہے تو یہ اسی طرح ہو کر رہے گا، نہ آپ کا بڑھیا اور بانجھ ہونا اس میں رکاوٹ بن سکتا ہے، اور نہ آپ کے شوہر کا بڑھاپا اس میں حارج ہو سکتا ہے۔ اس کا کوئی حکم و ارشاد اسباب کے تابع اور ان کا محتاج نہیں ہوتا، وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے۔ سبحانہ و تعالیٰ سو اس واقعہ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی خرق عادت عنایت و نوازش کے ایک عظیم الشان اور بے مثال نمونے اور مظہر کو پیش فرمایا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمال صدق و صفا کا معاملہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو آخرت کے بے مثال مراتب و درجات سے بہرہ ور و سرفراز فرمانے سے پہلے اس دنیا میں بھی خرق عادت کے طور پر اپنی عنایات سے نوازتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کو بڑھاپے کی اس عمر میں جب کہ بظاہر اولاد سے نوازنے کی کوئی مثال بھی کہیں نہیں مل سکتی آپ کو اولاد سے نوازا گیا، اور۔ آپ علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور یوسف علیہم الصلاۃ والسلام۔ جیسے عظیم الشان اور جلیل القدر انبیائے کرام پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم الصلوۃ والسلام پوری دنیائے انسانیت میں وہ واحد ہستی ہیں جن کی لگا تار تین پشتوں میں نبوت رہی۔ سو حضرت ابرہیم نے اپنی بے مثال قربانیوں اور صدق شعاریوں سے جب کمال وفا کا ثبوت پیش کر دیا اور آپ علیہ السلام کو حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے ''وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِیْ وَفّٰى'' کے عظیم الشان اور بے مثال سرٹیفکیٹ سے نوازا گیا یعنی یہ کہ ''اور اس ابراہیم علیہ السلام کو بھی یاد کرو جس نے وفا کا حق ادا کر دیا'' آنجناب کو ایسی عظیم الشان عنایات سے نوازا جو آپ ہی کا حصہ تھیں۔ ان سے نہ آپ سے پہلے کسی کو نوازا گیا اور نہ آئندہ قیامت تک اور کسی کے لئے اس کا کوئی امکان ہے، سبحان اللہ! کیا شان ہے اس عظمتِ وفا کی، اور کیا کہنے اس شان بخشش و عطا کے؟ فالحمد للّٰہ جَلَّ وَعَلاَ۔ اللہ ہمیں بھی اس کا کوئی شمہ نصیب فرمادے۔ آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، اللھم فھذہ نواصینا بین یدیک، فخذنا بھا الیک، و کن لنا ولا تکن علینا، و خذنا بھا الیٰ ما فیہ حبک والرضا، بکل حالٍ مِّنَ الاحوال، و فی کل موطنٍ من المواطنِ فی الحیاۃ، یا من بیدہ ملکوت کل شیء وَھُوَ یُجِیرُ وَ لَا یُجارُ علیہ، سبحانہ وتعالیٰ،

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ

تب ابراہیم نے ان سے پوچھا کہ اچھا تو آپ حضرات کی اصل مہم کیا ہے اے فرستادو؟ ف۳۱ ﴿۳۱﴾ تو انہوں نے بتایا

اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

کہ ہم کو تو دراصل بھیجا گیا ہے ایک ایسی قوم کی طرف جو کہ سخت مجرم ہے ﴿۳۲﴾ تا کہ ہم برسا دیں ان پر پکی ہوئی مٹی کے

مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾

ایسے پتھر ﴿۳۳﴾ جن پر نشان لگے ہوئے ہوں گے آپ کے رب کے یہاں سے، حد سے بڑھنے والوں کے لئے، ف۳۲ ﴿۳۴﴾

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا

پھر نکال دیا ہم نے اس بستی سے جو بھی کوئی ایماندار وہاں موجود تھا، (اپنی خاص رحمت سے) ﴿۳۵﴾ مگر

وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا

ہم نے اس میں ایک کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر پایا ہی نہیں، ف۳۳ ﴿۳۶﴾ اور چھوڑ دی ہم نے

۳۱ فرشتوں کی اصل مہم کے بارے میں سوال کا ذکر و بیان: ۔سو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنے مہمانوں کے بارے میں اطمینان ہو گیا اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ یہ معزز مہمان انسان نہیں فرشتے ہیں تو آپ علیہ السلام کے سامنے یہ بات آئی کہ فرشتے جب اس طرح آتے ہیں تو کسی خاص مہم ہی کے لئے آتے ہیں۔ پس اب حضرات ملائکہ کا اس طرح آنا صرف اس کام کے لئے نہیں ہو سکتا اور محض بچے کی خوشخبری دینا ان کا اصل مقصد نہیں ہو سکتا۔ جس کیلئے اتنا بڑا اہتمام کیا جاتا تو اس بنا پر آپ نے ان سے پوچھا کہ آپ حضرات کی اصل مہم کیا ہے اے اللہ کے فرستادو؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہمیں تو دراصل ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے، یعنی قوم لوط کی طرف۔ جس کے جرائم اس انتہا کو پہنچ چکے ہیں کہ اب یہ قوم زندہ رہنے کے لائق نہیں ہے، بلکہ اب یہ لوگ ایک ایسے گندے ناسور کی شکل اختیار کر چکے ہیں، جس کو مٹانا اور زمین کو ان کے بوجھ اور ان کے ناپاک وجود سے ہمیشہ کے لئے پاک اور صاف کرنا ضروری ہو گیا ہے، یہاں پر قومِ لوط کا ذکر اور اس کا تعارف ایک مجرم قوم کی حیثیت سے کیا گیا ہے، تا کہ اس قصے اور معاملے کا یہ پہلو واضح ہو سکے کہ اس بدبخت قوم کو جس نتیجہ و انجام سے دوچار ہونا پڑا، وہ ان کے اپنے کیے کرائے کا نتیجہ اور پاداشِ عمل کا تقاضا تھا، اور یہ کہ یہ لوگ اپنے اس مذموم قومی جرم میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ یہ جرم گویا ان کا تعارف اور عنوان بن گیا تھا، اور اس کا لازمی اور آخری نتیجہ ہلاکت و تباہی ہے، والعیاذ باللہ۔ بہرکیف اس سے ان فرشتوں کی اصل مہم کو واضح فرما دیا گیا یعنی لوط کی مجرم قوم کو ان کے آخری انجام سے دوچار کرنا کہ "خطب" کا لفظ عربی زبان میں کسی بڑی مہم اور اہم کام ہی کیلئے آتا ہے۔

۳۲ قوم لوط کے ہولناک عذاب کا ذکر و بیان: ۔سو اس سے قوم لوط کے عذاب کے لئے خاص پتھروں کا ذکر فرمایا گیا ہے جن پر خاص نشان لگے ہوئے تھے اور جن کو اس بدبخت قوم کے لئے بطور خاص تیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ

فرشتوں نے کہا کہ ہمیں ایک مجرم قوم ہی کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ ہم اس پر بارش برسائیں نشان زدہ خاص پتھروں کی۔ مسومہ سُوم سے ماخوذ و مشتق ہے، جس کے معنی علامت اور نشانی کے آتے ہیں، روایات کے مطابق ان میں سے ہر پتھر پر قدرت کی طرف سے اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس نے اس سے ہلاک ہونا تھا (ابن کثیر، قرطبی، مراغی، مظہری، اور مدارک، وغیرہ) سو قدرت کی طرف سے اس بدبخت قوم کے اشرار کیلئے مخصوص کردہ پتھروں پر خاص نشان لگا دیئے گئے تھے، جن کی ان پر بارش برسائی گئی، والعیاذ باللہ العظیم، حجارۃ مِّنْ طین یعنی مٹی کے پتھر سے مراد وہ خاص قسم کے پتھر ہیں جو مٹی سے پتھر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جن کو کھنگر وغیرہ کے الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر اس کو "سجیل" کے الفاظ سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍo (ہود:۸۲پ۱۲) اور "سِجِّیْلٍ" دراصل فارسی کے لفظ "سنگ گل" کا معرب ہے۔ سو "حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ" کے ان کلمات کریمہ سے اس کی وضاحت فرما دی گئی ہے۔ والحمدللہ جل و علا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے، ہمیشہ اور ہر اعتبار سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۱۴ اہل ایمان کی حفاظت اور نجات کا ذکر و بیان:۔ سو اس سے اہل ایمان کی حفاظت و نجات اور معذب قوموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ایک سنت اور قانون کا ذکر فرمایا گیا چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے اس بستی سے تمام اہل ایمان کو نکال لیا مگر ہم نے اس میں ایک کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔ اور وہ حضرت لوط علیہ السلام ہی کا گھر تھا، اس میں بھی ان کی بیوی شامل نہیں تھی، بلکہ وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں تھی، اس لئے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے بیٹے ہیں، سو اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر مختار کل نہیں ہوتے، جیسا کہ اہل بدعت کا شرکیہ عقیدہ ہے، ورنہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی اس طرح کافر کیوں رہتی؟ اور وہ بھی اس بدبخت قوم کے ساتھ اس طرح مبتلا عذاب کیوں ہوتی؟ اور دوسری بات یہاں سے یہ معلوم ہوئی کہ ہدایت اللہ پاک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے، نہ کہ نبی کے اختیار میں ورنہ حضرت لوط علیہ السلام جیسے پیغمبر کی خود اپنی اس طرح فی النّار و السَّقَر نہ ہوتی۔ اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جو خود ایمان کی دولت سے محروم ہو اس کو بڑی سے بڑی رشتہ داری بھی کام نہیں آسکتی، خواہ وہ کسی پیغمبر کی زوجیت اور قرابت ہی کی رشتہ داری کیوں نہ ہو۔ سو کامیابی و نجات کی راہ یہ ہے کہ اپنا ایمان و عقیدہ صحیح ہو، اور اپنا عمل و کردار درست۔ پس نجات و ہلاکت اور خوبی و خرابی کا اصل دار و مدار اور مناط و انحصار انسان کے باطن اور اس کے اپنے عمل و کردار پر ہے، نہ کہ محض ظاہر داری اور تصنع و بناوٹ پر، اس طرح کے تمام تصورات شیطانی دھوکے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اس طرح اس سے سنت الٰہیہ کو واضح فرما دیا گیا جو تمام انبیاء و رسل کی سرگزشتوں میں ہمیشہ پائی گئی ہے، یعنی یہ کہ رسول کے ذریعے اتمام حجت کے بعد جب کسی قوم پر فیصلہ کن عذاب آیا ہے، تو اس سے ان لوگوں کو بچا لے گا جو ظہور عذاب سے پہلے اللہ کے رسول پر ایمان لا چکے تھے، پس ایمان و یقین کی راہ ہی سلامتی اور نجات کی راہ ہے، جب کہ کفر و تکذیب کا لازمی نتیجہ اور آخری انجام بہرحال ہلاکت و تباہی ہے ایسے منکرین وہ مکذبین کو مہلت اور ڈھیل جتنی بھی ملے آخرکار انہوں نے دائمی ہلاکت و تباہی کے انتہائی ہولناک گڑھے میں گر کر ہی رہنا ہوتا ہے والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا اکرم الاکرمین

فِيهَآ ءَايَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾

اس (واقعے) میں ایک بھاری نشانی ہے، ۳۴ ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں دردناک عذاب سے ۳۵ (۳۷)

وَفِى مُوسَىٰٓ إِذْ أَرْسَلْنَٰهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَٰنٍ

اور موسیٰ (کے قصے) میں بھی، جب کہ ہم نے ان کو بھیجا (رسول بنا کر) فرعون کی طرف ایک کھلی سند (اور دلیل)

مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِۦ وَقَالَ سَٰحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾

کے ساتھ، ۳۶ (۳۸) مگر اس نے سرتابی ہی کی اپنے ارکان سلطنت کے ساتھ، ۳۷ اور اس نے (پوری رعونت کے ساتھ) کہا کہ یہ شخص یا تو کوئی جادوگر

فَأَخَذْنَٰهُ وَجُنُودَهُۥ فَنَبَذْنَٰهُمْ فِى ٱلْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾

ہے، یا دیوانہ، ۳۸ (۳۹) آخر کار ہم نے پکڑا اس کو بھی، اور اس کے لشکروں کو بھی، پھر ان سب کو ہم نے (کچرے کی طرح) پھینک دیا سمندر میں

۳۴ قوم لوط کی بستی میں ایک عظیم الشان عبرت کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے اس میں چھوڑ دی ایک بڑی بھاری نشانی ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں عذاب الیم سے۔ سو وہ نشانی تھی اس بات کی کہ حق و ہدایت کے منکروں اور حضرات انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی دعوت و پیغام کے جھٹلانے والوں کا آخری انجام کیا اور کس قدر ہولناک ہوتا ہے۔ قوم لوط کی ان ہری بھری گنجان بستیوں کو اور ان کے باشندوں کو کس طرح نیست و نابود کر کے ہمیشہ کے لئے نشان عبرت اور قصہ پارینہ بنا دیا گیا اور ان کی جگہ بحیرہ طبریہ کا وہ سمندر اپنی زبان حال سے ان بدبختوں کی داستان عبرت سنا رہا ہے، جس کو بحر میت (Dead Sea) بحیرہ مردار، اور لوط بھی کہا جاتا ہے اور اس طرح یہ مجرم اس ہولناک انجام سے دوچار ہو کر ہمیشہ ہمیش کے لئے مٹ گئی۔ والعیاذ باللہ۔ (روح، قرطبی، مراغی، ابن کثیر، اور مدارک وغیرہ) بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ قوم لوط کی اس بستی اور ان بدبختوں کی داستان عبرت میں ہم نے ایک بھاری اور واضح نشانی لوگوں کی عبرت پذیری کے لئے چھوڑ دی، تا کہ یہ اس سے سبق لیں اور کفر و انکار کی بجائے ایمان و یقین اور تمرد و سرکشی کی بجائے اطاعت و فرمانبرداری کی راہ کو اپنا کر اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کریں اور اس برے اور ہولناک انجام سے بچ جائیں جس سے ماضی کی یہ قومیں دوچار ہو چکی ہیں، مگر ایسے نشانہائے عبرت سے سبق وہی لوگ لیتے ہیں جو ایسے ہولناک انجام اور اس طرح کے دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں، رہ گئے وہ لوگ جو اس طرح کے ہر سامان عبرت و بصیرت سے آنکھیں بند کر کے محض حیوانوں کی زندگی گزارتے ہیں اور وہ حیوان محض بن کر بطن و فرج کی شہوات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ تو ان کے لئے ایسی باتوں میں کوئی سامان عبرت و بصیرت نہیں ہوتا تا آنکہ عذاب کا کوڑا ان کے سروں پر اسی طرح برسے جس طرح کسی حیوان کے سر پر برستا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ فکر و نظر کی ہر کجی سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا رب العالمین۔

۳۵ خوفِ خداوندی اصلاح احوال کی اصل اساس:- اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ایسی نشانیاں انہی لوگوں کیلئے

کارگر ہوسکتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس قصے میں عظیم الشان نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں دردناک عذاب سے۔ یعنی یہ عظیم الشان نشانی ہے تو سب کے لئے اور ایک کھلی کتاب کی طرح، اور یہ درس عبرت بھی موجود تو سب کے لئے ہے، مگر اس سے سبق وہی لے گا جو اللہ کی پکڑ اور اس کی طرف سے آنے والے دردناک عذاب سے ڈرتا ہو، اور اس سے بچنے کی فکر کرتا ہو۔ اور ایسے واقعات سے درس عبرت لینا چاہتا ہو کہ کس طرح اور کس بناء پر یہ قوم اس قدر ہولناک انجام سے دوچار ہوئی، اور ہمیشہ کے لئے مٹ کر قصہ پارینہ بن گئی اور کس طرح اور کس بناء پر ان کی ان گنجان آباد بستیوں کو تلپٹ اور تہ وبالا کرکے ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا گیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ○ (الحجر: ۷۴ پ۱۴) (پس آخر کار ہم نے تہ وبالا کر کے رکھ دیا ان کی بستیوں کو، اور ان پر برسادی سنگ گل کی قسم کے پتھروں کی ایک ہولناک بارش) سو یہ انجام ہوتا ہے ان لوگوں کا جو حق کو جھٹلاتے، اور اس کا انکار کرتے ہیں، جو اپنی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور ان کی تعلیمات مقدسہ کا مذاق اڑاتے ہیں، اور ان سے روگردانی کرتے ہیں، جو خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں، اور وہ ان پر ہی کے لئے جیتے اور ان ہی کیلئے مرتے ہیں اور خالص حیوان بن کر بلکہ اس سے بھی گر کر اور " اَسْفَلَ السَّافِلِيْنَ " بن کر رہنا چاہتے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔ سو امن وسلامتی کی راہ صرف یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے توسط سے ملنے والے پیغام حق وہدایت کو صدق دل سے قبول کرکے اس کے مطابق زندگی گزاری جائے، کہ یہی اور صرف یہی راستہ ہے دارین کی سعادت وسرخروئی اور حقیقی فوز وفلاح کا۔ مگر یہ سب کچھ تب نصیب ہوتا ہے جب کہ انسان سچے دل سے حق وہدایت کا طالب ہو، اور اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرتا ہو۔ ورنہ محض حیوانی آنکھوں سے دیکھنے سے حق وہدایت کی روشنی نصیب نہیں ہوسکتی۔ یہی بات جب تھی اور یہی اب ہے۔ یہی قانون وضابطہ کل تھا اور یہی آج بھی کتنے ہی عبرتناک حوادث وواقعات اس کرۂ ارضی پر یہاں اور وہاں، جگہ جگہ، اور طرح طرح، سے رونما ہوتے رہتے ہیں، مگر کتنے لوگ ایسے ہوں گے جو اس سے درس عبرت وبصیرت لیتے اور سامان اصلاح حاصل کرتے ہوں گے؟ سو بیماریوں کی بیماری اور فساد وخرابی کی اصل جڑ بنیاد انسان کی غفلت ولاپرواہی، اور نور حق سے اعراض وبے اعتنائی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب کرے آمین ثم آمین۔ یارب العالمین

۳۶ **قصہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تذکیر و یاددہانی:-** سو ارشاد فرمایا گیا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بھی بڑا سامان عبرت وبصیرت ہے۔ سو یاد کرو تم لوگ اس وقت کو کہ جب ہم نے ان کو بھیجا فرعون کی طرف کھلی سند کے ساتھ، سو عصا اور ید بیضاء وغیرہ کے کھلے معجزات کے علاوہ آنجناب کی پاکیزہ شخصیت اور پر وقار ہستی، جس نے فرعون اور اس کے اعیان وانصار کے دل ودماغ پر ایسا رعب اور دبدبہ قائم کر دیا تھا کہ وہ لوگ آنجناب کے خلاف انتہائی غیظ وغضب اور جوش انتقام رکھنے کے باوجود آخر وقت تک آپ علیہ السلام پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرسکے، مگر وہ لوگ آپ کی نشانیوں اور معجزات کو دیکھنے اور جاننے کے باوجود ان کا انکار ہی کرتے گئے، اور اس طرح وہ اپنی محرومی اور روسیاہی میں اضافے ہی کا سامان کرتے گئے، یہاں تک کہ وہ اپنے آخری اور انتہائی ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ

عُلُوًّا ط فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (النمل:۱۴ پ۱۹) یعنی ان لوگوں نے حق وہدایت کی راہنمائی کرنے والی ان نشانیوں کا انکار ہی کیا جب کہ ان کے دلوں میں ان کی صداقت وحقانیت کا یقین موجود تھا۔ محض ظلم وسرکشی کی بنا پر۔ والعیاذ باللہ سبحان اللہ کیسی بڑی طاقت ہے، یہ حق وصداقت کی طاقت اور کس قدر بڑی قوت ہے یہ ایمان ویقین کی قوت، کہ اس کے بعد پھر مغلوبیت اور ناکامی ہے ہی نہیں، اللہ اپنے کرم واحسان سے نصیب فرمائے، اور اس قدر کہ ہم سراپا صدق ویقین بن جائیں، اور ایسے ہو جائیں کہ پھر کوئی خوف وخطر اور ضعیف واندیشہ باقی نہ رہے۔ آمین ثم آمین، یاارحم الرحمین و یا اکرام الاکرمین۔ بہرکیف سلطان کا یہ لفظ جو یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے یہ قرآن حکیم میں واضح سند کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، اور رعب ودبدبہ کے معنی میں بھی اور یہاں ان دونوں ہی معنوں پر پر حاوی اور ان پر مشتمل ہے، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی طرف سے ان دونوں ہی عنایتوں سے نوازا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے اور اولوالعزم رسول تھے اور اسی تائید غیبی کا نتیجہ تھا کہ فرعون ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکا۔ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام،

۳۷ فرعون کی سرکشی وسرتابی کا ذکر وبیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس کے باوجود فرعون نے سرتابی ہی کی اپنے ارکان سلطنت کے ساتھ۔ یعنی اپنی سرکشی کی بنا پر اس نے خود بھی ہلاکت وتباہی کے راستے کو اختیار کیا اور اپنے لاؤلشکر کو بھی اپنے ساتھ تباہی کے گھاٹ اتار دیا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ط وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ (ھود نمبر:۹۸ پ۱۲) اس صورت میں یہ باء تعدیہ کی ہوگی۔ جیسا کہ بِجَانِبِهٖ میں ہے اور دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے لاؤلشکر کے بل بوتے پر، اور ان کے گھمنڈ میں راہ حق سے پھر گیا۔ اس صورت میں یہ باسببیہ ہوگی (جامع البیان، مراغی وغیرہ) سو تکبر اور کفر وانکار پر اڑنا بہرحال باعث ہلاکت وتباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ ایسے لوگوں کو جتنی بھی ڈھیل ملے اس سے کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے کہ وہ بہرحال ایک ڈھیل ہی ہوتی ہے جس نے اپنے وقت مقرر پر ختم ہو جانا ہوتا ہے اور ایسے لوگوں نے اپنے انجام کو بہرحال پہنچ کر رہنا ہوتا ہے اور فرعون اور اس کی مثال اس بارے بڑی صاف اور واضح مثال ہے۔ سو سلامتی ونجات کی راہ بہرحال یقین کی راہ ہے۔ کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے اور کوئی مانے یا نہ مانے حق اور حقیقت بہرحال یہی اور صرف یہی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، و هو الهادی الی سواء السبیل، فعلیه نتوکل وبه نستعین فی کل آنٍ وّحین، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

۳۸ فرعون کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سحر اور جنون کے الزام کا ذکر وبیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس نے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے یا دیوانہ" والعیاذ باللہ"، یعنی کبھی یہ بات کہتا اور کبھی وہ۔ یا آپ کے معجزات کی بناء پر وہ آپ کو جادوگر کہتا اور دعوائے توحید ورسالت اور عقیدہ آخرت کی بنا پر مجنون۔ اور اس طرح وہ اپنی قوم کو آنجناب سے بدظن اور متنفر کرنے کی کوشش کرتا، مگر اس سے خود اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت شعار شخصیت کے سامنے وہ ملعون خود ذاتی اور ذہنی طور پر ایک سخت قسم کے تذبذب اور انتشار کا شکار ہو گیا تھا اور اپنے اندر سے وہ چکنا چور ہو گیا تھا۔ اور یہی حال اور نتیجہ ہوتا ہے دعوت حق کی تاثیر

اور اس کی کارگزاری کا کہ اس سے کافر اور منکر شخص اندر سے کھوکھلا ہو کر مخبوط الحواس ہو جاتا ہے، اور وہ خطی بن کر حق اور اہل حق کے خلاف کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ۔ یہاں تک کہ آخر کار وہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتا ہے، والعیاذ باللہ جس طرح کہ دور حاضر کی شیطانی اور فرعونی سپر پاور امریکہ کا حال ہے کہ وہ اپنی مخبوط الحواسی میں اندھا ہو کر افغانستان کے مظلوم مسلمانوں اور وہاں پر طالبان کی سربراہی میں قائم اسلامی حکومت پر وہ وہ مظالم ڈھا رہا ہے کہ ایک دنیا ورطہ حیرت میں ڈوبی ہوئی اور انگشت بدنداں ہے، اور اس کے بعد ایسا ہی ظلم اس نے عراق پر کیا اور جنگل کے قانون کو اپنا کر اس نے انتہائی ظلم اور سفا کی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک اور مسلمان اور عرب ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس کی تمام دولت وثروت اور بہتے سونے یعنی تیل کی دولت پر قبضہ کرلیا اور اب وہ اس کی بندر بانٹ میں مصروف ہے اور ظلم بالائے ظلم یہ کہ وہاں کی حکومت کو نیست کرنے کے بعد اس نے وہاں کے تمام سرکاری محکموں اور حکومتی اداروں کو بیک جنبش قلم ختم کر دیا، جس سے کم وبیش پانچ لاکھ انسان روزگار سے محروم ہوگئے۔ فالی اللہ المشتکی و ھو المستعان ،اللھم انا نجعلک فی نحورھم ،ونعوذبک من شرورھم ،اللھم فخذھم اخذ عزیز مقتدر، و انزل بھم باسک الذی لا تردہ عن القوم المشرکین المجرمین ۔

اَللّٰھُمَّ !

بِکَ نَسْتَعِیْنُ وَبِکَ نَتَوَکَّل ،فَخُذْنَابِاَیْدِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُ دُنْیَانَا

وَفَوْزُنَافِی الْاٰخِرَۃِ ،بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَااَرْحَمَ

الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ ،یَامَنْ بِیَدِہٖ

مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ ،وَلَا یُعْجِزُہٗ

شَیْءٌ عَمَّا یُرِیْدُ، وَھُوَ

فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْدُ،

وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا

اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا ۴۱ اور عاد (کے قصہ) میں بھی (ہم نے بڑی بھاری نشانی رکھ دی) جب کہ ہم نے ان پر وہ

تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ ط

انتہائی سخت آندھی بھیجی ۴۲ جو (ایسی ہولناک ہوا تھی کہ) جس چیز پر سے بھی وہ گزرتی، اس کو بوسیدہ کر کے رکھ دیتی اور ثمود میں بھی

۳۹ فرعون اور فرعونیوں کے ہولناک انجام کا ذکر و بیان: سو اس سے فرعون اور اسکے اعوان و انصار کے ہولناک انجام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار ہم نے ان سب کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ ان کے اپنے کفر و طغیان کی بناء پر۔ سو اس میں اللہ پاک کی قدرت مطلقہ اور ''بَطْشٍ شَدِيْد'' کی ایک جھلکی موجود ہے، کہ جس قوت و لشکر پر فرعون کو بڑا ناز تھا اس سب کو قدرت کی طرف سے کس طرح کچرے کی طرح اٹھا کر گہرے سمندر میں پھینک دیا گیا، والعیاذ باللہ سو جن فوجوں اور لشکروں پر فرعون کو اس قدر غرور تھا اور جن کی وجہ سے اور ان کے غرور میں وہ حق سے منہ موڑے ہوئے تھا، ان سب کو اسکے ساتھ غرقاب کر دیا گیا، اور اس وقت کوئی بھی چیز اسکے کچھ بھی کام نہ آسکی اور اس کی وہ فوجیں جو اس کے سرمایہ غرور کی حیثیت رکھتی تھیں اور جن کی بناء پر وہ اشکبار اور کبر و غرور میں مبتلا تھا ان کی حیثیت خاک اور راکھ کی ایک مٹھی سے زیادہ نہ نکلی اور ان سب کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا گیا اور وہ سب ''فِی النَّارِ وَالسَّقَرِ'' ہو گئے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اور اپنی جس ترقی اور کرسی و اقتدار کا اس کو بڑا زعم اور گھمنڈ تھا اور جس کی بناء پر وہ اس استکبار اور کفر و انکار اور تکذیب حق کے جرم میں مبتلا ہوا تھا وہ اسکے کچھ کام نہ آسکی۔ سو کفر و کفار اور تکذیب حق کا نتیجہ و انجام بہر حال ہلاکت و تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہ حق پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

۴۰ قوم عاد میں پائے جانے والے درس عبرت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور عاد میں بھی جبکہ ہم نے ان پر بھیجی وہ انتہائی سخت آندھی۔ عقیم دراصل بانجھ عورت کو کہا جاتا ہے۔ سو اس میں اس ہوا کو بانجھ عورت سے تشبیہ دی گئی ہے، کہ جس طرح وہ نہ حاملہ ہوتی ہے نہ بچہ جنتی ہے، اسی طرح اس ہوا میں بھی کوئی خیر نہ تھی۔ بلکہ یہ سراسر تباہی کے لئے چھوڑ دی گئی تھی، جس نے اس بدبخت قوم کا ہمیشہ ہمیش کے لئے خاتمہ کر دیا گیا، والعیاذ باللہ، سو عاد کی اس بدبخت قوم پر عذاب لانے والی وہ ہولناک ہوا ایسی بے فیض ہوا تھی جو نہ بارش لائے، اور نہ کسی طرح کا کوئی اور نفع پہنچائے، واضح رہے کہ عربی زبان میں بارش لانے والی ہواؤں کو ﴿لَوَاقِح﴾ (بارآور) کہا جاتا ہے اور مضر ہواؤں کو عقیم (بانجھ)۔ سو وہ بڑی ہی ہولناک ہوا تھی جو اس بدبخت قوم کیلئے دائم نحوست کا پیغام لے کر آئی تھی جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ٥ (حٰم السجدۃ: ۱۶ پ ۲۴) سو ہم نے ان پر مسلط کر دیا ہوائے تند کو نحوست کے چند دنوں میں تاکہ ہم ان کو چکھائیں رسوائی کا عذاب دنیاوی زندگی میں اور آخرت کا عذاب تو یقیناً اس سے کہیں بڑھ کر رسواکن ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا،

وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا

جب کہ ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم لوگ مزے کرلو ایک خاص وقت تک ﴿۴۳﴾ مگر (اس تنبیہ وانذار کے باوجود) وہ لوگ سرتابی (وسرکشی) ہی

عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾

کرتے چلے گئے اپنے رب کے حکم سے سو آخرکار آ پکڑا ان کو اس ہولناک کڑک نے (جو ان کے لئے مقدر ہوچکی تھی) ان کے دیکھتے

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾

ہی دیکھتے، سو اس کے بعد نہ تو ان میں کھڑے ہونے کی کوئی سکت تھی، اور نہ ہی اپنے بچاؤ کی کوئی طاقت (وقوت) ﴿۴۵﴾

ع ۲
وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾

اور قوم نوح کو بھی (ہم نے ہلاک کیا) اس سے پہلے بے شک وہ بھی بڑے بدکار لوگ تھے، ﴿۴۶﴾

۴۱ قوم ثمود کے انجام کا ذکر وبیان: -- سو ارشاد فرمایا گیا اور ثمود میں بھی بڑا درس عبرت ہے جب کہ ان سے کہا گیا کہ تم لوگ مزے کرلو ایک خاص وقت تک ۔ یعنی تین دن تک، جب کہ ان کے نبی نے ان کی سرکشی کی بناء پر ان سے کہا تھا کہ تم لوگ تین دن تک مزے کرلو کہ اس کے بعد تم پر عذاب آ کر رہے گا، جس میں کسی طرح کا جھوٹ نہیں ہوسکتا جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارہ میں ارشاد فرمایا گیا ۔ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ ۝ (ھود ۶۵ پ ۱۲) یعنی ان کے پیغمبر نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ تین روز تک اپنے گھروں میں رہ بس لو، (اس کے بعد اگر تم لوگوں نے اپنی روش تبدیل نہ کی اور توبہ تائب نہ ہوئے تو تم نے اپنے آخری انجام کو بہرحال پہنچ کر رہنا ہے) یہ ایک ایسا وعدہ ہے جس میں جھوٹ کا کوئی شائبہ نہیں، اور "حَتّٰى حِیْنٍ" (ایک خاص وقت تک) کی تفسیر کے بارے میں یہ قول قتادہ وغیرہ کا ہے ۔ اور اسی کو بہت سے حضرات مفسرین کرام نے اختیار فرمایا ہے ۔ (ابن کثیر، خازن، صفوۃ اور مراغی وغیرہ) ۔ جبکہ دوسرا قول اس میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے کہ اس مدت سے مراد مدت عمر ہے، اور بعض نے اسی کو ترجیح دی ہے، (ابن جریر وغیرہ) بہرحال مشہور قول کے مطابق ان لوگوں نے جب حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، اور اس کو ہلاک کردیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اب تم لوگ تین دن تک اپنے گھروں میں رہ بس لو اب وہ عذاب تم لوگوں پر بہرحال آ کر رہے گا جس کا مستحق تم لوگوں نے اپنے آپ کو بنا دیا ہے اور جس میں کسی طرح کا کوئی جھوٹ نہیں ہوسکتا، سو اس سے معلوم ہوا کہ اونٹنی کے واقعے کے بعد آخری دھمکی کے ساتھ ان لوگوں کو تین دن کی مہلت اور ملی کہ اب بھی اگر وہ چاہیں تو توبہ کر کے اپنے آپ کو اس آخری اور ہولناک عذاب سے بچا سکتے ہیں ۔ سبحان اللہ ! کیا کہنے حضرت حق جَلَّ مَجْدُہٗ کی شان رحمت وعنایت کے کہ اپنے بندوں کو وہ ڈھیل اور مہلت پر مہلت دیے جاتا ہے تاکہ وہ اس کی گرفت وپکڑ سے بچ جائیں مگر غفلت ولاپرواہی کے مارے بندے ہیں کہ پھر بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ۔ الا ماشاء اللہ، والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا اَللّٰهُمَّ فَكُنْ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَیْنَا، وَخُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰى مَافِیْهِ حُبُّكَ وَالرِّضَا،

بِکُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَال، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃ، فَاَنْتَ الْاَعَزُّ والاکرم، یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَھُوَیُجِیر وَلَایُجَارُ عَلَیْہِ، وھو العزیز الوھاب، وھو الھادی الی سواء الصراط،

۴۲ عذاب یافتہ قوم کی بے بسی کی تصویر کا ذکر و بیان: ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ عذاب آنے پر ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ نہ ان میں کھڑے ہونے کی کوئی سکت تھی اور نہ ہی اپنے بچاؤ کی کوئی طاقت و وقت، سو اس سے اس عذاب یافتہ قوم کی بے بسی کی تصویر پیش فرمادی گئی جس کو اپنی قوت پر بڑا ناز اور گھمنڈ تھا، کہ اب وہ لوگ کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے، کہ اٹھ کر کہیں بھاگ جاتے ،اور عذاب سے بچ جاتے ۔یعنی وہ بالکل عاجز اور بے بس ہو کر رہ گئے تھے، (منقول عن الحسن رحمہ اللہ وھو تفسیر حسن، جامع البیان) سو اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے بھاگ نکلنا کسی کے لئے ممکن نہیں، ''والعیاذ باللہ العظیم'' روایات کے مطابق جب انہوں نے وہ کڑک سنی تو ان پر ایسی ہولناک دہشت اور کپکپی طاری ہوگئی کہ وہ کھڑے بھی نہ رہ سکے، بلکہ اوندھے منہ زمین پر گر پڑے، جیسا کہ سورہء اعراف میں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ فَاَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ (الاعراف: ۷۸ پ ۸) ''یعنی آخرکار آ پکڑا ان کو اس ہولناک زلزلے اور کپکپی طاری کر دینے والے عذاب نے جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے''، اور جس قوت اور ترقی پر ان کو ناز تھا وہ ان کے کچھ کام نہ آسکی، اور نہ وہ خود کوئی بدلہ لے سکے، اور یہ چیز کوئی انہی لوگوں کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ عذاب یافتہ قوموں کا ہمیشہ یہی حال رہا جو آج تک باقی اور برقرار ہے چنانچہ آج بھی جب کہیں زلزلہ وغیرہ کا کوئی عذاب آتا ہے تو مادی ترقی اور مادی وسائل کی فراوانی کے بلند بانگ دعووں کے باوجود ایسے لوگوں کا حال یہی ہوتا ہے کہ وہ نہ کھڑے ہونے کی کوئی سکت رکھتے ہیں اور نہ کسی بدلے اور مقابلے کا کوئی سوال ہوتا ہے، والعیاذُ باللہ العظیم بِکُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَال وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃ، سو کفر و تکذیب کا آخری انجام بہرحال ہلاکت اور تباہی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ یہاں پر یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ کوئی یہ نہ سمجھے اور شیطان کسی کو اس دھوکے میں مبتلا نہ کرنے پائے کہ صاحب! یہ تو پرانے وقتوں کی باتیں ہیں اب تو دنیا نے بہت ترقی کر لی ہے اور اب سائنس بہت آگے نکل گئی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ سو اس طرح کا کوئی مغالطہ کسی کو دھوکے میں نہ ڈالنے پائے کہ انسان بہرحال اللہ تعالیٰ کی گرفت و پکڑ۔ والعیاذُ باللہ۔ کے سامنے آج بھی ویسے ہی عاجز و بے بس ہے جس طرح کہ صدیوں پہلے تھا چنانچہ آج بھی زلزلوں، سیلابوں اور طوفانوں، وغیرہ کی صورت میں آنے والے مختلف عذابوں کے سامنے یہ عاجزی اور بے بسی کی اس طرح تصویر بنا رہتا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔

۴۳ قوم نوح کے انجام کی تذکیر و یاددہانی: ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ قوم نوح کو بھی ہم نے اس سے پہلے ہلاک کیا کہ وہ بھی بڑے سرکش و بدکار لوگ تھے۔ سو اس سے قوم نوح کے آخری اور ہولناک انجام کی تذکیر و یاددہانی فرمائی گئی کہ قوم نوح بھی آخرکار اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہی کہ وہ بھی بڑے فاسق لوگ تھے اور وہ اپنے کفر و عصیان کی وجہ سے اپنے خالق و مالک کی اطاعت و فرمانبرداری سے نکلے ہوئے لوگ تھے، اور حضرت نوح علیہ السلام کی صدیوں بھر کی تبلیغ و نصیحت کے باوجود لوگ اپنی روش سے باز نہ آئے، تو آخرکار ہمیشہ کی تباہی کے اس ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہے، جو کہ ان کے لئے مقدر ہو چکا تھا، ''والعیاذُ باللہ''

سو یہ واقعہ بھی اس بات کی صاف وصریح نشانی اور قطعی ثبوت ہے، کہ راہ حق و ہدایت سے انحراف اور حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اوران کی دعوت کی تکذیب اوراس کے انکار کا آخری انجام بہرحال ہلاکت وتباہی ہے۔''والعیاذ باللہ العظیم ''قوم نوح کا قصہ اگر چہ مذکورہ بالاسب قوموں سے پہلے کا ہےلیکن یہاں اس کا ذکر سب کے آخر میں فرمایا گیا جس سے یہ اہم درس ملتا ہے کہ قرآن حکیم کوئی تاریخ یا جغرافیہ کی کتاب نہیں کہ واقعات کو ان کے وقوع کی ترتیب کے مطابق سلسلہ وار بیان کرے بلکہ یہ کتاب ہدایت ہے جس میں واقعات کو ہدایت کے اعتبار سے اوراسی کے مطابق اخذ وانتخاب کے ساتھ بیان کیا جاتا ہےاور پھر قوم نوح کا ذکر بھی انداز بدل کر فرمایا گیا ہے۔گزشتہ قوموں کا ذکر'' وَفِیْ عَادٍ ''اور'' وَفِیْ ثَمُوْدَ ''کے الفاظ سے فرمایا گیا ہےمگر قوم نوح کا ذکر انداز بدل کر اس طرح فرمایا گیا کہ''وَقَوْمَ نُوْحٍ مِنْ قَبْلُ ''تاکہ اس سے واضح ہوجائے کہ اس بدبخت قوم کا قصہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔اس لئے یہ دوسری قوموں کے حال اوران کے مآل سے مختلف ہے۔

اَللّٰھُمَّ !

اِنَّانَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ،اَوْاَنْزَلْتَه' فِیْ کِتَابِکَ،
اَوْعَلَّمْتَه' اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ،اَوِاسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ،اَنْ
تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا،وَنُوْرَصُدُوْرِنَا وَجَلَاءَ ھُمُوْمِنَا
وَغُمُوْمِنَا،وَاَنْ تَجْعَلَ آخِرَتَنَاخَیْرًا مِنْ اُوْلٰنَا،وَاَنْ تَجْعَلَنَا مِنَ
الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه'،اِنَّکَ
اَنْتَ مَوْلَانَا،وَلَامَوْلٰی لَنَاسِوَاکَ تَبَارَکْتَ
وَتَعَالَیْتَ وَاَنْتَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ
الْمَغْفِرَةِ،فَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَاوَذُنُوْبَا
بَائِنَاوَاُمَّھَاتِنَا،وَاَزْوَاجِنَا
وَذُرِّیّٰتِنَامِنَ النَّارِ،
اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ،

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ

اور آسمان (کے اس عظیم الشان گنبد) کو بھی ہم ہی نے بنایا (اپنی قوت د) زور سے اور بے شک ہم بڑی ہی قدرت والے ہیں، ف۴۴ ﴿۴۷﴾ اور

فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ

زمین (کے اس عظیم الشان کرے) کو بھی ہم ہی نے بچھایا ف۴۵ سو ہم کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں ف۴۶ ﴿۴۸﴾ اور ہر چیز کے

خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى

ہم نے جوڑے بنائے ف۴۷ تاکہ تم لوگ (اس سے) سبق لو، ف۴۸ ﴿۴۹﴾ پس تم سب

اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ

دوڑو اللہ کی طرف (اے لوگو!) ف۴۹ بے شک میں تم سب کے لئے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں، ف۵۰ ﴿۵۰﴾ اور مت بناؤ

۴۴ آسمان کی چھت میں دعوتِ غور وفکر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ہی نے بنایا آسمان کی اس عظیم الشان چھت کو اپنی قدرت وقوت کے ساتھ، اور یقیناً ہم بڑے ہی وسعت (اور قدرت) والے ہیں، سو تم لوگ اگر ہماری قدرت کے اسی ایک نشان یعنی اس آسمان ہی میں غور کر لو، تو تمہارے لئے عبرت وبصیرت کے کتنے ہی دروازے کھل جائیں، کہ کس طرح ہم نے اس عظیم الشان نیلگونی چھت کو بنایا کہ تم جہاں بھی جاؤ اس کو ایک عظیم الشان خیمے کے طور پر اپنے اوپر تنا ہوا پاؤ گے، اور ہم ہی نے اس کو مزین کیا، اور اس میں طرح طرح کے اور کتنے کتنے نشانہائے عبرت وبصیرت رکھ دیئے، پھر اس میں نہ کوئی ٹوٹ ہے نہ پھوٹ، نہ کوئی رخنہ نہ شگاف، وغیرہ وغیرہ، اور اسی پر بس نہیں بلکہ ہماری قدرت کا دائرہ اس سے بہت وسیع ہے، ہم جو چاہیں اور جب چاہیں کر سکتے ہیں، کوئی بھی چیز ہمارے حیطۂ قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی، سو جب ہم آسمان جیسے اس بے مثال گنبد کو پیدا کر سکتے ہیں، اور اس عظیم الشان اور عجوبۂ خلق مخلوق کے خالق کیلئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا، آخر کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا (النّٰزعٰت: ۲۷ پ ۳۰) یعنی "کیا تم لوگوں کا پیدا کیا جانا زیادہ مشکل ہے یا اس آسمان کا؟" بہر کیف تاریخی دلائل وشواہد کے بیان کے بعد اب یہاں سے آفاقی دلائل کا ذکر کیا جا رہا ہے جو کہ کائنات میں ہر طرف پھیلے بکھرے موجود ہیں

۴۵ فرشِ زمین میں غور وفکر کی دعوت:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور زمین کو بھی ہم ہی نے بچھایا سو ہم کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں، اور اس عظیم الشان فرش کو بچھایا اس لئے گیا تاکہ اس میں انسان اور حیوان وغیرہ سب ہی رہ بس سکیں، اور نہایت حیرت انگیز طریقے سے ہم نے زمین کے اندر ان تمام مخلوقات کی روزی اور دوسری جملہ ضروریات کا بھی بھرپور طریقے سے انتظام کر دیا، اور اس پُرحکمت طریقے سے کہ خود انسان کی اور دوسری ان تمام مختلف الانواع مخلوق کی جو کہ طرح طرح سے انسان کے کام آتی ہے، سب کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، اور یہ سب کچھ انسان کی طرف سے کسی طرح کے سوال اور مطالبے کے بغیر ہم نے از خود کیا، سو اس سب کے باوجود جو انسان اپنے خالق ومالک

سے منہ موڑ کر معصیت و بغاوت کی زندگی بسر کرے، اس سے بڑھ کر ظالم، بے انصاف اور ناشکرا اور کون ہو سکتا ہے؟ والعیاذ باللہ، بہر کیف اس ارشاد سے تمام دنیا اور خاص کر ارباب فکر و دانش کو اس طرح توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہارے پاؤں تلے بچھا ہوا زمین کا یہ عظیم الشان فرش بھی اپنے اندر عظیم الشان دلائل رکھتا ہے، حضرت خالق حکیم جل جلالہ کی قدرت بے پایاں اس کی حکمتِ لازوال، اس کی رحمت و عنایت بے مثال اور اس کی وحدانیت مطلقہ کا، سبحانہ و تعالیٰ۔ سو جس قادر مطلق اور حکیم مطلق خداوند قدوس کی حکمتوں بھرے اور نعمتوں سے پُر اس کرۂ ارض کو پیدا کر کے انسان کے تصرف میں دے دیا، اور وہ اس سے دن رات لگاتار اور طرح طرح سے مستفید و فیضیاب ہو رہا ہے تو کیا اس سے اس بارہ باز پرس نہیں ہوگی اور نہیں ہونی چاہیے؟ ضرور ہوگی اور ضرور ہونی چاہیے، تاکہ اس طرح اس حکمتوں بھری کائنات کی تخلیق کے مقصد کی تخلیق ہو سکے، ورنہ یہ سارا کارخانۂ قدرت عبث اور بیکار قرار پائے گا جو کہ حضرت خالق حکیم کی حکمت مطلقہ کے تقاضوں کے خلاف ہے، پس قیامت کا قائم ہونا ضروری اور عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے۔ تاکہ اس طرح ہر کسی کو اس کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا بدلہ مل سکے، اور بدرجہ تمام و کمال مل سکے، اور اس طرح تخلیق کائنات کے اصل مقصد کی تکمیل ہو سکے، پس اس یوم عظیم اور اس کے تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہی اصل مقصود اور تقاضا ہے عقل سلیم اور طبع مستقیم کا، کہ اس کے لئے تیاری کا موقع اسی دنیاوی زندگی میں ہے اور بس، وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ لِمَا یُحِبُّ وَ یُرِیْدُ، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَیُرِیْدُ، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیٰوۃِ، وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سواء السبیل، وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْوَھَّابُ،

۴۶ زمین کے عجائبِ حکمت و ربوبیت کی طرف اشارہ: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہم کیا ہی خوب بچھانے والے ہیں؟ کہ اپنی گوناگوں مخلوق کے لئے حکمتوں اور عبرتوں بھرا اور طرح طرح کی بے حد و حساب نعمتوں سے بھرپور اور آراستہ و پیراستہ ایسا عظیم الشان بچھونا اپنی مخلوق کیلئے اس طرح بچھا دیا۔ جس کی دوسری کوئی نظیر و مثال ممکن نہیں۔ فَسُبْحَانَ اللّٰہِ مِنْ خَالِقٍ عَظِیْمٍ جَلَّتْ قُدْرَتُہٗ، تو کیا یہ سب کچھ عبث اور بے مقصد ہو سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس لئے ایک ایسے یوم حساب کا قائم ہونا ضروری ہے جس میں انسان سے اسکے زندگی بھر کے کیے کرائے کے بارہ میں پوچھ اور اس کا حساب ہو اور وہ اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا صلہ اور بدلہ پا سکے، تاکہ جن لوگوں نے حضرتِ خالق - جل مجدہ - کی ان عظیم الشان نعمتوں کا حق شکر ادا کیا ہوگا۔ ان کو اس کے بھرپور اجر و ثواب سے نوازا جائے، اور جنہوں نے ناشکری کی ہوگی وہ اس کی سزا پا سکیں تاکہ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں، اور بتمام و کمال پورے ہو سکیں، سو اس کیلئے قیامت کے یومِ حساب کا قائم ہونا ضروری ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے ان عجائبِ حکمت ربوبیت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو قدرت نے اپنے بے پایاں رحمت و عنایت کے اس بچھونا ارضی میں ودیعت فرما رکھے ہیں۔ سو جس طرح اس قادرِ مطلق کی قدرت بے نہایت ہے اسی طرح اس کی رحمت و عنایت اور ربوبیت و پروردگاری کی بھی کوئی حد و انتہا نہیں، پس اس کیلئے قیامت کو بپا کرنا نہ کچھ مشکل ہے اور نہ ہو سکتا ہے، بلکہ اس کیلئے محض اسکے ایک حکم و اشارہ کی دیر ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ

۴۷ قانونِ تزویج کا حوالہ و ذکر: - سو کائنات کی ہر چیز کے جوڑے بنانا قدرت کی عظمتِ شان کا ایک اور عظیم الشان نمونہ و مظہر ہے۔ اس لئے یہاں پر قانونِ تزویج کا حوالہ و ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا "اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے"

یعنی ہم نے اپنی مخلوق میں سے ہر چیز کا ایک ایسا مخالف اور جوڑا بنا دیا جو اپنی طبعیت و غایت اور مقصد و مراد کے اعتبار سے دوسرے کے مقابل، اور اس کے برعکس ہوتا ہے، جیسے زمین و آسمان، سردی و گرمی، دن و رات، سیاہ و سفید، بحر و بر، سعادت و شقاوت، نیک و بد، پاک و ناپاک اور نر و مادہ، وغیرہ وغیرہ (ابن جریر، ابن کثیر، مدارک، محاسن، خازن، قرطبی اور مراغی وغیرہ) مگر اس طور پر کہ اس کے ساتھ ہی ساتھ ایسی ہر متقابل چیز اپنے دوسرے متقابل اور ضد کے وجود اور اسکے مفہوم کو واضح بھی کرتی ہے، اور اس کے ساتھ مل کر اپنے مقصدِ وجود کو بھی پورا کرتی ہے، اور اس حد تک کہ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود بے مقصد اور بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔ جیسے زمین و آسمان کے بغیر، یا رات دن کے بغیر، یا سردی گرمی کے بغیر، یا بحر بر کے بغیر، وغیرہ وغیرہ۔ سو اس سے جہاں اس کائنات کے خالق و مالک کی قدرتِ مطلقہ حکمتِ بالغہ اور وحدانیتِ مقدسہ کا ثبوت ملتا ہے، وہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آخرت کے اس جہان اور وہاں کی زندگی کا ہونا بھی ایک لازمی امر ہے، کیونکہ دنیا کا مقابل آخرت ہی تو ہے، تو جس طرح زوجین میں سے ہر چیز اپنے مقاصد وجود کی تکمیل کے لئے دوسری کی محتاج ہوتی ہے، اس کے بغیر اس کی تکمیل نہیں ہو سکتی، اسی طرح آخرت کو ماننے اور تسلیم کیے بغیر اس دنیا کے مقصدِ وجود کی تکمیل نہیں ہو سکتی، لہٰذا آخرت کا وجود اور اس کا عقیدہ رکھنا عقل و نقل اور فطرتِ سلیمہ سب کا بدیہی تقاضا ہے۔ پس آخرت کے اسی یومِ حساب کے تقاضوں کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھنا ضروری اور مقتضائے عقل و نقل ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب و یرید، بکلِ حال من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب۔

۲۸ کارخانۂ قدرت سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ تاکہ تم لوگ سبق لو اور راہِ راست کو اپناؤ۔ کہ اس عظیم و بے مثال صنعت و کاریگری میں اس کے خالق کا کوئی شریک نہیں، تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں خواہ وہ رکوع و سجود کی شکل میں ہو یا قیام و طواف کی شکل میں، یا نذر و نیاز اور غائبانہ ندا و پکار کی صورت میں، کوئی اس کا شریک و سہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس معبودِ برحق وہی وحدہٗ لاشریک ہے اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل بہر حال اسی کا اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے، کیونکہ یہ سب عبادت و بندگی کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں، اور عبادت و بندگی کی ہر شکل اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے اس میں کسی اور کو شریک ماننا کھلا ظلم ہوگا، والعیاذ باللہ العظیم نیز کائنات کی ان تمام اشیاء میں تضاد کے باوجود ان کے وجود اور ان کی غرض و غایت کی تکمیل اپنی ضد اور اپنے جوڑے سے مل کر ہی ہوتی ہے، ورنہ اس کا وجود ہی عبث اور بیکار ہو کر رہ جاتا ہے، اسی طرح اس دنیا کا جوڑا بھی ضروری ہے تاکہ اس کے ساتھ مل کر اس کا خلا پر ہو سکے اور وہ آخرت ہی ہے، سو آخرت کے وجود اور اس کے اعتقاد کے بغیر اس دنیا کا وجود عبث اور بیکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ جل و علا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے۔

۲۹ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنے کا حکم و ارشاد: — سو ارشاد فرمایا گیا "پس دوڑو تم سب اللہ کی طرف اے لوگو!" ایمان و اطاعت کے ذریعے۔ پس کفر و شرک اور بغاوت و معصیت سے بھاگ کر ایمان و اطاعت کے دامن کی پناہ میں آجاؤ، تاکہ اس طرح تم اس کے عذاب و عقاب سے بچ سکو، کہ اس قادرِ مطلق رحمٰن و رحیم کی گرفت و پکڑ سے بچنے کا طریقہ یہی اور صرف یہی ہے، سبحان اللہ! ہلاکت و تباہی سے بچ کر سعادت و نجات سے ہمکنار ہونے کے لئے کس قدر صاف ستھرا اور کتنا واضح و پاکیزہ درس دیا گیا ہے، مگر دنیا ہے کہ اس

سے غافل ولاپرواہ ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ یہاں پر یہ امر واضح رہے کہ عذاب سے بچنے اور اپنی آخرت کو بنانے کیلئے تو بھاگنے اور دوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿فَفِرُّوْآ اِلَى اللّٰهِ﴾ ۔ مگر دنیاوی کمائی کے لئے صرف چلنے پھرنے کا۔ ﴿فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا﴾ سو اس سے یہ اہم اور بنیادی درس ملتا ہے کہ دنیاوی زندگی کے لئے سعی وکوشش وبقدرِ ضرورت وکفایت ہو کہ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز بہرحال فانی اور عارضی ہے جب کہ اصل محنت آخرت اور وہاں کی سدابہار نعمتوں کے لئے ہو کہ وہاں کی زندگی اور اس کی سب نعمتیں اَبدی اور دائمی ہیں۔ مگر افسوس کہ آج کے مسلمان کا حال اس کے بالکل برعکس ہے، اس کی ساری تگ ودو اور دوڑ دھوپ اور سعی وکوشش صرف دنیا اور اسکے متاعِ فانی اور حطامِ زائل ہی کیلئے گویا بالکل وقف ہو کر رہ گئی ہے، الا ما شاء اللہ۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو یہاں پر ﴿فَفِرُّوْآ﴾ کی فاءِ تفریعیہ سے واضح فرمادیا گیا کہ جب آخرت ایک قطعی حقیقت ہے اور اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، دنیا کا وجود بذاتِ خود اس کے وجود ووقوع کا متقاضی ہے، اور اس نے اس دنیاوی زندگی کے خاتمے کے متصل بعد بہرحال واقع ہو کر رہنا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج کے دن کے خاتمے کے متصل بعد آنے والے کل کا وقوع پذیر ہوجانا لازمی اور قطعی ہے اور جب دنیا کی فانی زندگی کے مقابلے میں آخرت کی وہ زندگی دائمی اور ابدی ہے اور جب دنیاوی زندگی کا اصل اور حقیقی مصرف ہی آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی کو اپنا اصل مقصد اور حقیقی نصب العین بنا کر اس کیلئے کوشش کرنا ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اپنی آخرت کو بنانے سنوارنے کے لئے دوڑا جائے کہ اصل اور حقیقی کامیابی وہی کی کامیابی ہے جو کہ ابدی اور سدابہار کامیابی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلیٰ ما یحب ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل، فعلیہ نتوکل وبہٖ نستعین، فِیْ كُلِّ اٰنٍ وَّحِيْنٍ

۵۰ پیغمبر کا کام انذار وتبلیغ اور بس: — سو ارشاد فرمایا گیا اور پیغمبر کی زبان سے ارشاد فرمایا گیا کہ میں تم سب کو اس کی طرف سے خبردار کرنے والا ہوں کھول کر حق اور حقیقت کو۔ یعنی توحید خداوندی کے ان عقلی دلائل کے علاوہ جو کہ اس کی اس وسیع کائنات میں چارسو پھیلے بکھرے پڑے ہیں، میں بھی اس کے نمائندہ ورسول کی حیثیت سے تم لوگوں کو صاف طور پر اور کھول کر خبردار کرنے کے لئے موجود ہوں، تاکہ تمہارے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ سو میں اس وحدہ لاشریک کی طرف سے تم سب کے لئے "نذیر مبین" بن کر آیا ہوں، تاکہ میں قیامِ قیامت سے پہلے دنیا کو اس کے خطرات واحوال سے پوری طرح خبردار کروں، تاکہ اس کے بعد تمہارے لئے کسی عذر اور معذوری کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے کہ تمہارے پاس کوئی بشیر ونذیر نہیں آیا تھا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (المائدۃ: ۱۹ پ ۶) یعنی کہیں تم لوگ یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشیر آیا نہ کوئی نذیر۔ سو اب تمہارے پاس ایک عظیم الشان بشیر بھی آگیا اور نذیر بھی۔ جس نے حق کو تمہارے لئے پوری طرح واضح کردیا، لہٰذا اب تمہارے لئے کسی عذر کی کوئی گنجائش نہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وضلال، وسُوءٍ وانحراف، یاذاالجلال والاکرام،

اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ

تم اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود، ف۵۱ بلاشبہ میں تمہارے لئے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں، ف۵۲ ﴿۵۱﴾

مَاۤ اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ

اسی طرح ان لوگوں سے پہلوں کے پاس بھی جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ یہ ایک جادوگر ہے

اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾

یا دیوانہ، ف۵۳ ﴿۵۲﴾ کیا ان لوگوں نے آپس میں اس بات پر کوئی سمجھوتہ کر لیا تھا؟ ف۵۴ (نہیں) بلکہ یہ سب ہی سرکش لوگ ہیں، ف۵۵ ﴿۵۳﴾

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰی

پس آپ رخ پھیر لیں ان (کی ان بے ہودگیوں اور سرکشیوں) سے اس میں آپ پر کوئی الزام نہیں، ف۵۶ ﴿۵۴﴾ اور (یوں عام) نصیحت کرتے

تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا

رہو کہ بے شک نصیحت بہرحال فائدہ دیتی ہے ایمان والوں کو، ف۵۷ ﴿۵۵﴾ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا اور کسی

۵۱ **اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی ممانعت کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف اور صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا مت بناؤ تم لوگ اللہ کے ساتھ کوئی معبود۔ اور یہ ارشاد ماقبل کی تاکید و تکرار کے طور پر فرمایا گیا کہ کسی کو بھی اسکا شریک و سہیم نہ بناؤ خواہ وہ لکڑی پتھر کا کوئی بت ہو، یا کوئی زندہ و مردہ انسان، یا کوئی جن یا فرشتہ، وغیرہ کہ ''الھا'' کا عموم ان سب ہی کو عام اور شامل ہے، اور معبود اس وحدہ لاشریک کے سوا کوئی بھی نہیں، سو کوئی اس طرح کی کسی غلط فہمی میں نہ رہے کہ اسکے مزعومہ شرکاء و شفعاء اسکی مدد کر کے اس کو وہاں کے عذاب سے چھڑا دیں گے، پس ایسی کوئی صورت وہاں ممکن نہیں ہوگی، لہٰذا اس طرح کے خیالی سہاروں اور خود ساختہ ڈھکوسلوں کی بناء پر اپنی عاقبت برباد نہیں کرنا، والعیاذ باللہ، کیونکہ معبود برحق اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی بھی نہیں اس لئے سب کا واسطہ اسی سے پڑنا ہے اور سب نے بالآخر لوٹ کر اسی وحدہ لاشریک کے یہاں حاضر ہونا اور اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہے۔ وہاں پر نہ کوئی کسی کے کچھ کام آسکے گا اور نہ کسی کو اس کی گرفت و پکڑ سے چھڑا سکے گا سوائے اسکی رحمت و عنایت کے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کہ وہاں پر ''لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی'' کا اصول کارفرما ہوگا کہ کوئی بھی وہاں پر کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ بلکہ ہر کسی کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان خود ہی بھگتنا ہوگا اور یہی تقاضا ہے اس یوم عدل و انصاف کا

۵۲ **پیغمبر علیہ السلام کا انذار اللہ تعالیٰ کی طرف سے:** سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ میں تم سب لوگوں کے لئے نذیر مبین ہوں اللہ کی طرف سے۔ پس میں تمہیں غیر اللہ کی عبادت پر اس وحدہٗ لاشریک کی گرفت اور پکڑ سے خبردار کرتا ہوں، اور یہ تکرار تاکید کے لئے فرمایا گیا ہے۔ تاکہ اس طرح کی جو بھی غلط فہمی اس طرح کے لوگوں کے دماغوں کے

اندر موجود ہو، اس کو دور کر دیا جائے اور یہ حقیقت ان کے سامنے پوری واضح ہو جائے کہ مزعومہ شرکاء اور شفعاء میں سے کوئی بھی وہاں پر ان کے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا، کام آ سکتا ہے اور انکو وہاں کے اس ہولناک عذاب سے کوئی بھی چھڑا نہیں سکتا، جیسا کہ مشرکوں کا ایسا کہنا اور ماننا ہے۔ پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو یہ ارشاد صرف ماقبل کا تکرار نہیں بلکہ اس میں ماقبل کے مضمون کی تاکید و تکرار کے ساتھ ساتھ مشرکوں کے اس مفروضے پر بھی ضرب لگانا بھی مقصود ہے کہ اس خود ساختہ اور من گھڑت عقیدے کے ساتھ آخرت کو ماننا نہ ماننا دونوں ایک برابر ہو جاتے ہیں، اور ایسے میں آخرت کا عقیدہ بے کار اور بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔ سو مشرکین کی اسی غلط فہمی پر ضرب لگانے کے لئے قرآنِ حکیم میں قیامت کے ساتھ توحید کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔ پھر یہاں پر مِنۡہُ کی تصریح سے یہ امر بھی واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر کا یہ انذار اللہ کی طرف سے ہے، پس اس کا ماننا اللہ کے حکم کو ماننا اور اس کا انکار اس کے حکم و ارشاد کا انکار ہوگا جو کہ سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۵۳ پیغمبر علیہ السلام کیلئے تسکین و تسلی کا سامان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسی طرح پہلے لوگوں کے پاس بھی جو کوئی رسول آیا ان کے بارے میں بھی ان لوگوں نے یہی کہا کہ یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ۔ یعنی جس طرح آج آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ سے یہ سلوک کر رہی ہے، اسی طرح آپ ﷺ سے پہلے کے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا آیا ہے، پس نہ تو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کوئی نئی اور انوکھی چیز ہے، اور نہ ہی ان لوگوں کا یہ سلوک اور برتاؤ کوئی نئی چیز ہے، پس آپ ﷺ بھی اسی طرح صبر و برداشت سے کام لیں جس طرح کہ آپ ﷺ سے پہلے کے اولوالعزم رسولوں نے کیا، اور ان لوگوں کے بارے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس مضمون کی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے۔ فَاصۡبِرۡ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسۡتَعۡجِلۡ لَّهُمۡ ؕ کَاَنَّهُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَ مَا یُوۡعَدُوۡنَ لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنۡ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلۡ یُهۡلَکُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۰﴾ (الاحقاف: ۳۵ پ ۲۶) پس آج کے یہ منکر بھی اپنے لئے اسی انجام کی انتظار میں رہیں جو کل کے ان منکروں کو پیش آ چکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کیلئے یکساں ہے، پس ان کو بھی وہی بھگتان بھگتنا پڑے گا جو کل کے وہ منکر بھگت چکے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس ارشاد میں حضور ﷺ کیلئے اور آپ ﷺ کے توسط سے ہر داعیِ حق کیلئے تسکین و تسلی کا سامان ہے کہ راہ حق میں جو مشکلات آج آپ کو پیش آ رہی ہیں اور منکرین و مکذبین کی طرف سے جو کچھ آج آپ کو سننا اور برداشت کرنا پڑ رہا ہے ان میں سے کوئی بھی چیز نئی اور انوکھی نہیں، بلکہ یہ سب کچھ پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے، لہٰذا آپ بھی اسی طرح صبر و ضبط سے کام لیں جس طرح کہ آپ سے پہلے کے ان حضرات نے لیا۔ سو راہ حق و ہدایت پر صبر و استقامت ایک اہم اور بنیادی مطلب ہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحبُّ و یرید، و علی ما یحِبُّ و یرید، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الۡاَحۡوَال، وَفِیۡ کُلِّ مَوۡطِنٍ مِّنَ الۡمَوَاطِنِ فی الحیاۃ، سبحانہ وتعالیٰ

۵۴ منکرین کے حال پر اظہارِ تعجب:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور اسلوب استفہام و استعجاب میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا

ان لوگوں نے اس بات پر آپس میں کوئی سمجھوتہ کر لیا تھا۔ یہ استفہام تعجب و انکار کے لئے ہے، کہ ایسے نہیں ہوا، اور نہ ایسے ہو سکتا ہے، کہ ان سب لوگوں نے باہم کوئی سمجھوتہ کر کے ایک ہی بات آپس میں طے کر لی ہو، کہ ان سب کے درمیان تو ہزاروں سال کا فاصلہ اور وقفہ ہے، سو اس کا اصل سبب یہ نہیں، بلکہ وہ ہے جو اس کے بعد ارشاد فرمایا جا رہا ہے، یعنی ان کی طغیانی اور سرکشی، جس کی بناء پر کل کے وہ منکر بھی نور حق و ہدایت سے محروم رہے اور آج کے یہ منکر و سرکش بھی اس سے محروم ہیں، والعیاذ باللہ العظیم، سو سرکشی کی اس بُری خصلت کی بناء پر جو کہ آگے کئی برائیوں کا منبع اور ان کی جڑ ہے، سرکش لوگوں نے ہمیشہ حق اور اہلِ حق کی تکذیب کی اور انہوں نے راہِ حق و صواب سے انحراف کیا، کل کے اور آج کے سرکش سب اس میں شریک ہیں، اور اسی بناء پر انہوں نے دعوتِ حق کا انکار کیا اور اس سے رُوگردانی کی اور تکذیب و انکارِ حق کے جرم کا ارتکاب کیا، جو کہ جرموں کا جرم، اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۵۵ بغاوت و سرکشی، شر و فساد کی جڑ بنیاد، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ نہیں بلکہ یہ سب لوگ باغی اور سرکش لوگ تھے۔ یعنی ایسے لوگ جو پھلانگ جاتے ہیں عبدیت و بندگی کی ان حدود کو جو ان کے خالق و مالک نے ان کے لئے مقرر فرما رکھی ہیں۔ اور جو انسان کی طبعیت و فطرت کے عین مطابق، عقل و نقل کا تقاضا، اور اس کے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کی ضامن اور کفیل ہیں مگر انہوں نے اپنی سرکشی اور بدبختی کی بناء پر ان کا انکار کیا۔ سو بغاوت و سرکشی خرابیوں کی خرابی اور ہلاکت و تباہی کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اپنی اسی سرکشی کی بناء پر یہ لوگ حق کے آگے جھکنے کیلئے تیار نہ ہوئے اور انہوں نے حق کو جھٹلا کر اپنے آپ کو دارین کے خسارے میں مبتلا کیا، اور حضرات انبیاء و رسل کی دعوت کو قبول کر کے اپنے لئے سعادت دارین سے سرفرازی کا سامان کرنے کی بجائے انہوں نے الثان قدسی صفت ہستیوں کو ساحر اور مجنون کہا اور اس طرح انہوں نے اپنی شقاوت بدبختی کی سیاہی کو اور گہرا اور گاڑھا کر دیا۔ اور اس حد تک کہ ان کو اس کا کوئی شعور واحساس ہی نہیں جو کہ محرومیوں کی محرومی ہے سو اللہ پاک کے رسول پر ایمان اور ان کی اطاعت و اتباع ہی سلامتی کی راہ ہے۔ جب کہ اس سے اعراض و انحراف باعث ہلاکت و تباہی۔ والعیاذ باللہ العظیم بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاةِ، سبحانہ وتعالیٰ،

۵۶ سرکشوں سے اِعراض و رُوگردانی کی ہدایت کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان سے رخ پھیر لیں۔ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا فریضۂ تبلیغ پورا کر دیا اور بتمام و کمال پورا کر دیا اب اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو یہ ان کا قصور ہے آپ کا اس میں کوئی قصور نہیں اور اب اس کے ذمہ دار یہ خود ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اور جب حق کی تبلیغ اور پوری طرح توضیح و تشریح کے باوجود یہ لوگ حق کو ماننے اور قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی ہی پر اڑے رہے ہیں، تو ان کے پیچھے لگ کر وقت ضائع کرنا اور خود تکلیف اٹھانا درست نہیں، لہٰذا ان سے اعراض و روگردانی ہی بہتر ہے، کہ ایسے لوگ اپنے شر اور خبثِ باطن کی بنا پر اور اپنے عناد اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں پیغام حق و ہدایت کو قبول کرنے والے نہیں کہ عناد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ آپ کے ذمے تبلیغ حق کا جو فریضہ عائد ہوتا تھا وہ آپ نے پورا کر دیا اب آپ پر اس بارے میں کوئی الزام نہیں۔ اب یہی لوگ اپنے عناد و انکار کی بنا پر وہی لائق سزا اور مستحق عذاب ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو معاند اور ہٹ دھرم لوگوں کے منہ لگنے

کی بجائے ان سے اعراض اور کنارہ کشی ہی بہتر ہے۔ الّا یہ کہ انہیں قبول حق کی کوئی رمق اور امید موجود ہو، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ لِمَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد ،وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد،وَ هُوَالْهَادِىْ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْل ، فَعَلَيْهِ نَتَوَكَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْن،فِىْ كُلِّ اٰنٍ وَّحِيْنٍ

۵۷ تذکیر وتبلیغ کے ایک لازمی اور اہم فائدے کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ آپ تذکیر اور یاددہانی کرتے رہیں۔ بے شک نصیحت سے فائدہ پہنچتا ہے ایمان والوں کو۔ کہ جن کے نصیب میں ایمان و یقین کی دولت مقدر ہوگی وہ ایمان لے آئیں گے، اور جو بالفعل ایمان لا چکے ہوں گے ان کے ایمان کو اس سے مزید جلا ملے گی، اور ان کو راہ حق و ہدایت پر استحکام اور پختگی نصیب ہوگی، بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ تم تذکیر اور یاددہانی کرتے رہو کہ اس سے اہل ایمان کو بہرحال فائدہ پہنچتا ہے، سرکشوں کے پیچھے پڑنے اور ان سے توقع رکھنے کی ضرورت نہیں کہ یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے قبول حق کی توفیق سے محروم ہو گئے، سو ہٹ دھرم اگر نہیں مانتے تو نہ مانیں کہ ایسے محروم اور بدبخت لوگوں کے دلوں تک حق روشنی پہنچانا کسی کے بس میں نہیں، لیکن جن کے دلوں میں قبول حق کی صلاحیت موجود ہوگی وہ بہرحال دعوت حق سے مستفید و فیضیاب ہونگے۔ لہٰذا ایسوں کی خاطر آپ حق و ہدایت کی دعوت دیتے اور اسکی تعلیم و تذکیر فرماتے رہیں کہ ان کو اس تعلیم و تلقین سے بہرحال فائدہ پہنچتا ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ لِمَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد ،وَ عَلٰى مَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد،بكل حالٍ من الاحوال،وَ هُوَالْهَادِىْ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْل ، فَعَلَيْهِ نَتَوَكَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْن ،فِىْ كُلِّ اٰنٍ وَّحِيْنٍ ،وَهُوَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر ،جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ ،سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى،

اَللّٰهُمَّ !

اَقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْيَتِكَ مَاتَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَاوَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ،وَمِنْ طَاعَتِكَ مَاتُبَلِّغُنَابِهٖ جَنَّتَكَ،

وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ لِدُّنْيَا،وَمَتِّعْنَابِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَا،وَقُوَّاتِنَامَااَحْيَيْتَنَا،

وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا،وَاجْعَلْ ثَأْرَنَاعَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا،وَانْصُرْنَاعَلٰى مَنْ عَادَانَا،

وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْيَااَكْبَرَهَمِّنَا،وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا،وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا

بِذُنُوْبِنَا،مَنْ لَّايَخَافُكَ وَلَايَرْحَمُنَا،اِنَّكَ

اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ، وَاَنْتَ وَلِيُّنَا

وَمَوْلَانَاوَاَنْتَ عَلٰى

كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ

لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ

کام کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں ۵۸ ﴿۵۶﴾ نہ تو میں ان سے کوئی روزی چاہتا ہوں اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ

يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾

یہ مجھے کھلائیں ۵۹ ﴿۵۷﴾ بلاشبہ اللہ ہی ہے سب کو روزی دینے والا بڑی قوت والا انتہائی زور والا ۶۰ ﴿۵۸﴾

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ

پس ان لوگوں کے لئے جو اڑے ہوئے ہیں اپنے ظلم (وباطل) پر یقیناً ایک حصہ ہے جیسا کہ انہی جیسے دوسرے لوگوں کو اپنا

فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

حصہ مل چکا ہے لہٰذا یہ لوگ مجھ سے جلدی نہ مچائیں ۶۱ ﴿۵۹﴾ سو انجام کار بڑی (ہی خرابی اور) ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو

يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۳ ۲

اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (وباطل) پر ان کے اس دن سے جس سے ان کو ڈرایا (اور خبردار) کیا جا رہا ہے ۶۲ ﴿۶۰﴾

۵۸ **جنوں اور انسانوں کے مقصد تخلیق کا ذکر و بیان:** سو اس رشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ جنوں اور انسانوں کی تخلیق صرف رب کی معرفت اور اس کی عبادت و بندگی کیلئے ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور اسلوب حصر و قصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ میں نے ان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ یہ میری معرفت حاصل کر کے میری توحید کے قائل ہوں، میری عبادت و بندگی کریں، اور زندگی میرے اوامر و احکام کے مطابق گزاریں، تاکہ دنیا کی اس محدود و مختصر زندگی میں بھی وہ کامیاب و سرخرو ہو کر حقیقی فوز و فلاح سے ہمکنار و سرشار ہو سکیں، وذالک ہو الفوز العظیم۔ سو جنوں اور انسانوں کی تخلیق اور انکے وجود کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کریں، اور اس کی عبادت و بندگی سے سرشار ہوں یہی راستہ ان کیلئے نجات و فلاح کا راستہ ہے، پس جو لوگ اپنے اس مقصد وجود سے غافل اور اس راہ سے ہٹے ہوئے ہیں انہوں نے دراصل اپنے حق وجود کو ختم کر دیا، اور اس طرح ان کا جینا اور نہ جینا دونوں برابر ہو گئے بلکہ ان کا جینا ان کے مرنے سے بھی بدتر ہے، کہ کفر و انکار اور بغاوت و سرکشی کے ایسے مجرم دوزخ کا ایندھن ہیں، والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ و ضلال، و سوء و انحراف. بکل حال من الاحوال

۵۹ **بندوں کی اصل ذمہ داری عبادت و بندگیٔ خداوندی:** سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ بندوں کی اصل ذمہ داری عبادت و بندگیٔ خدوندی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ نہ میں ان سے کوئی روزی چاہتا ہوں اور نہ ان سے یہ چاہتا ہوں کہ یہ مجھے کھلائیں۔ کہ مجھے ان میں سے کسی بھی چیز کی نہ کوئی ضرورت ہے، نہ حاجت۔ پس بندوں کے ذمے میری عبادت ہے اور میرے ذمے ان کی روزی۔ سبحان اللہ! کیسی صاف و صریح اور واضح تقسیم ہے کہ بندے کے ذمے اصل فریضہ اپنے خالق و مالک کی معرفت

حاصل کرنا اور اس کی عبادت و بندگی بجالانا ہے، اور اس کی روزی کا انتظام اللہ پاک خود فرمائے گا سبحانہ و تعالیٰ۔ لیکن افسوس کہ بندوں کی اکثریت نے آج اپنے اصل فریضہ اور حقیقی ذمہ داری یعنی بندگی و معرفت خداوندی کے فریضہ کو چھوڑ کر روزی کی فکر و تلاش کو اپنا اصل مقصود بنا لیا ہے۔ یعنی معاملہ بالکل الٹا کر دیا۔ کہ لوگوں نے رب کی معرفت اور اسکی عبادت بندگی اور اس کے تقاضوں کو بھلا کر اور پسِ پشت ڈال کر رزق و روزی کی فکر و کوشش کو ہی اپنا مقصد اور نصب العین بنا دیا، جس کا نتیجہ ہے کہ آج سب ہی پریشانیوں در پریشانیوں کا شکار ہیں، اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰه، سنن ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو غنیٰ (دولت مندی) سے بھر دوں گا، اور تیری محتاجی کو رفع کر دوں گا، اور اگر تو نے ایسے نہ کیا تو میں تیرے سینے کو مشغولیت سے بھر دوں گا۔ اور تیری حاجت کو رفع نہیں کروں گا (ابن کثیر، قرطبی، مراغی، وغیرہ)۔ والعیاذ باللّٰه العظیم من کُلّ زیغٍ وَّ ضلال ، وَ سُوْءٍ وَّ انحِرَاف.

۶۰ روزی رساں سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے، سبحانہ و تعالیٰ: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلا شبہ اللہ ہی ہے سب کا روزی رساں۔ یعنی متبداء اور خبر چونکہ دونوں معرفہ ہیں۔ اس لئے اس میں حصر کا معنیٰ پیدا ہو گیا کہ روزی رساں صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔ پس اللہ کے سوا کسی اور کو روزی رساں سمجھنا جائز نہیں۔ مگر کلمہ گو مشرکوں نے اس سب کے باوجود کسی کو داتا بنا رکھا ہے، کسی کو غریب نواز، اور کسی کو سخی سرکار، اور کسی کو کچھ اور، وغیرہ وغیرہ، جبکہ قرآن و سنت کی نصوص کریمہ تصریح کرتی ہیں کہ داتا اور روزی رساں سب کا اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہے، کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں، تو کیا ایسے شرکیہ عقیدے صریح طور پر اس طرح کی نصوص کریمہ سے متصادم اور ان کے معارض ہیں؟ والعیاذ باللّٰه العظیم، بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ روزی رساں سب کا بہر حال اللہ تعالیٰ ہی ہے، سو حالات کی ظاہری نامساعدت وغیرہ سے کسی کو بددل نہیں ہونا چاہیے، اور کسی طرح کے شک اور شبے میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے، وہی رزاق حقیقی اور بڑی ہی محکم قوت والا ہے، حالات کی نامساعد اور مخالفوں کی مزاحمت و مخالفت اسکی تدبیروں کو کسی طرح شکست نہیں دے سکتی، وہ ایسے تمام تصورات سے اعلیٰ و بالا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو حق اور حقیقت بہر حال یہی ہے کہ رزق حقیقی اور سب کا روزی رساں وہی وحدہ لاشریک ہے بندے کا کام ہے اپنے اس خالق و مالک کی عبادت و بندگی کا فریضہ بجالانا ہے اور روزی کا ذمہ اس نے خود اپنے ذمے لیا ہے، اور وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے میں کسی بھی اعتبار سے عاجز نہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا التَّوْفِيْقَ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَ الْعَمَلِ ، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاةِ ،يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۔

۶۱ ظالموں کیلئے تنبیہ و تذکیر: - سو اس سے ظالموں کیلئے ان کے انجام کے بارے میں تنبیہ و تذکیر فرمائی گئی ہے سو ارشاد فرمایا گیا کہ ظالموں کیلئے یقیناً حصہ ہے ان کے ساتھیوں کی طرح یعنی حصہ ہے عذاب کا ذَنُوْب ذال کے فتحہ کے ساتھ اصل میں اس بڑے ڈول کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے کنوئیں سے پانی نکالا جاتا ہے اور بستی کے عام کنوؤں سے پانی لینے کے دوران چونکہ ہر ایک کی باری مقرر ہوتی ہے۔ جس کے مطابق وہ اپنی باری اور اپنے مقررہ وقت پر ہی پانی لیتا ہے۔ اسلئے ''ذنوب'' کے لفظ کو باری اور

حصہ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے مطلب یہ کہ جس طرح پہلی قوموں کو عمل کرنے کا موقع اور باری دی گئی، اور ان میں سے جس جس قوم نے اپنی باری اور موقع پر کام نہیں کیا، بالآخر وہ لوگ مبتلا عذاب ہو کر ہلاک و برباد ہوئے، اسی طرح موجودہ منکرین اور کفار و مشرکین کی بھی باری مقرر ہے، سو ان میں سے بھی جس جس نے اپنی باری اور موقع پر کام نہیں کیا، انہوں نے بھی بالآخر اسی نتیجہ وانجام سے دوچار ہونا ہے جس سے کل کے وہ کفار و مشرکین دوچار ہو چکے ہیں کہ اللہ پاک کا دستور و قانون سب کے لئے ایک اور یکساں و بےلاگ ہے، پس ہر ایک نے اپنے وقت پر اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہرحال بھگتنا ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ سو جس طرح کل کی منکر قومیں جیسے قوم عاد و ثمود وغیرہ اپنا حصہ پا چکیں، اور اپنے انجام کو پہنچ چکیں، اسی طرح دور حاضر کے منکر بھی اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون و ضابطہ سب کیلئے ایک اور یکساں ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ، اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے راہِ حق و صواب پر مستقیم و ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین،

۶۱ کافروں کیلئے بڑی ہولناک خرابی، والعیاذُ باللہ: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ کافروں کے لئے ایک بڑی سخت خرابی اور انتہائی ہولناک تباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ مجھ سے جلدی نہ مچائیں۔ بلکہ اس عذاب سے بچنے کی فکر و سعی کریں قبل اس سے کہ وہ ان کو آ دبوچے اور ان کے لئے سنبھلنے اور بچنے کا کوئی موقع باقی نہ رہے۔ والعیاذ باللہ۔ پس یہ لوگ اس حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ کافروں کے لئے بڑی سخت خرابی اور انتہائی ہولناک تباہی ہے اور اتنی بڑی اور اس قدر ہولناک کہ کسی کے لئے اپنے طور پر اس کا تصور کرنا بھی ممکن نہیں۔ سو اس سے ہر دور کے منکروں کو تنبیہہ فرما دی گئی کہ ان کو جو مہلت ملی ہوئی ہے اس نے بہرحال بالآخر ختم ہو کر رہنا ہے اور وہ انجام ان کے سامنے آ کر رہے گا، جس سے ان کو آگاہ اور خبردار کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اٹل قانون کا تقاضا ہے، سو اس مہلت کو یہ لوگ غیر محدود سمجھ کر اس عذاب کے لئے جلدی نہ کریں جس سے ان کو آگاہ کیا جا رہا ہے، بلکہ اسکی نزاکت کو پیش رکھتے ہوئے اس سے بچنے کی فکر کریں، کہ اس سے بچنے کیلئے فکر و کوشش کا موقع اسی دنیاوی زندگی میں ہے، اور بس، پس حیاتِ دنیا کی اس فرصتِ محدود کو بس غنیمت سمجھ کر آخرت کیلئے فکر و کوشش کرنی چاہیے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ لِمَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃ. وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی السبیل، فعلیہ نتوکل وبہٖ نستعین، فی کل اٰنٍ وّحین، وھو نعم المولیٰ ونعم النصیر، جل جلالہ وعم نوالہ، سبحانہ وتعالیٰ،

واخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین الذی بیدہ ازمۃ کل خیر وسعادہ،

❁❁❁

☆—— تکمیل نظر ثالث ۷ صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱ جون ۱۹۹۸ء بروز بدھ وقت سوا بارہ بجے دن، سطوۃ، دبی۔ والحمدلله رب العالمین، فِی کُلِّ زمانٍ وَّ مکان، وبِکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃ

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۱۵ صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ وقت گیارہ بجے شب، سطوۃ، دبی۔ والحمدلله رب العالمین. فی کل زمان و مکان. فانه هوالذی لا تَتِمُّ الصّالحات اِلّا بتوفیقٍ منه سبحانهٗ وتعالٰی.

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۸ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعرات وقت گیارہ بجے شب، سطوۃ، دبی والحمدلله رب العالمین. و بِکُل حالٍ من الاحوال، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَواطِنِ فِی الْحَیَاۃ.

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۹ شعبان ۱۴۲۲ھ مطابق ۵، نومبر ۲۰۰۱ء بروز پیر وقت سوا بارہ بجے شب، سطوہ، دبی۔ والحمدلله رب العالمین. فی کل زمان و مکان. و بِکُلِّ حالٍ مِّن الاحوال، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَواطِنِ فِی الْحَیَاۃ

☆—— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲ جون ۲۰۰۳ء بروز پیر بوقت سوا بارہ بجے شب مدنی منزل، معمورہءِ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمدلله رب العالمین بکل حال من الاحوال

☆—— اللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final Touches) ۱۲۔ محرم الحرام ۱۴۲۵ء مطابق ۵ مارچ ۲۰۰۴ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے سات بجے صبح مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل،) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمدلله رب العالمین، قبل کل شیءٍ وّ بعد کل شئی، فعلیه نتوکل وبه نستعین فی کل اٰن وحین، سبحانه وتعالیٰ

❀ ❀ ❀

اَللّٰھُمَّ !

اَعِذْنَا مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجزِ وَالْکَسلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخلِ، وَغَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ، وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَاوَلِوَالِدِیْنَاوَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، وَیَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام، وَصَلِّ اَللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی حَبِیْبِکَ الْمُصْطَفٰی وَنَبِیِّکَ الْمُجْتَبٰی، نَبِیِّنَامُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهِ الْاَتْقِیَاءِ وَاَصْحَابِهِ الْاَوْفِیَاءِ وَارْضَ عَنْھُمْ وَعَنَّامَعَھُمْ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

❀ ❀ ❀

آیاتہا ۴۹ | ۵۲ سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ ۷۶ | رکوعاتہا ۲

سورۂ طور مکی ہے اس کی انچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ○

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾

قسم ہے طور کی، و۱ (۱) اور اس کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے، و۲ (۲) ایک کھلے ہوئے دفتر میں، و۳ (۳)

وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ

اور اس آباد گھر کی، و۴ (۴) اور اس اونچی چھت کی، و۵ (۵) اور اس جوش مارتے ہوئے

الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ

سمندر کی، و۶ (۶) بے شک تمہارے رب کے عذاب نے بہر حال ہو کر رہنا ہے، و۷ (۷) اسے کوئی

مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَّتَسِيْرُ

ٹالنے والا نہیں، و۸ (۸) جس دن کہ لرز اٹھے گا آسمان کپکپا کر، (۹) اور چل پڑیں گے

الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

پہاڑ اپنی جگہوں کو چھوڑ کر، و۹ (۱۰) سو اس دن بڑی ہی خرابی (اور ہلاکت) ہوگی ان جھٹلانے والوں کے لئے، و۱۰ (۱۱)

۱ کوہ طور کی قسم اور اس سے مقصود و مراد؟: سو ارشاد فرمایا گیا کہ قسم ہے طور کی۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف نصیب ہوا، اور نبوت عطا ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے قانون مکافات و مجازات کا ایک عظیم الشان اور تاریخی نشان ہے۔ اور جہاں بنی اسرائیل جیسی ظلم و ستم میں دبی اور پسی ہوئی اور صدیوں کی غلامی میں جکڑی ہوئی قوم کو اٹھائے جانے، اور فرعون جیسے ظالم اور اس کی بگڑی ہوئی قوم کی غرقابی کے فیصلے کا گویا اعلان کر دیا گیا تھا، سو یہ ایک تاریخی ثبوت ہے قانونِ مکافات کا، یعنی اس بات کا کہ اللہ پاک کی اس دنیا میں صرف قانونِ طبیعی ہی لاگو نہیں کہ یہ کائنات کچھ لگے بندھے طبیعی قواعد و ضوابط کے مطابق یونہی چلتی رہے، اور پھر بغیر کسی نتیجہ و ثمرہ کے یونہی ختم ہو جائے اور بس۔ نہیں ایسے نہیں، بلکہ اس میں ایک قانونِ اخلاق (MORAL LAW) بھی کارفرما ہے، جس کے مطابق انسان جیسی عظیم الشان اور ذی اختیار مخلوق کے حق میں فیصلہ کیا جاتا ہے، تاکہ ہر کوئی اپنے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ پا سکے، اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں، اس لئے قیام قیامت ضروری ہے تاکہ جزاء و سزا کا یہ عظیم الشان مقصد اپنی آخری اور کامل شکل میں پورا ہو سکے، ورنہ دنیا کی اس عظیم الشان تخلیق کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے

بہر کیف تاریخ کے اس عظیم الشان حوالے سے یہ عظیم الشان اہم اور بنیادی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ پاک کی اس دنیا میں صرف قانون طبعی ہی نہیں۔ بلکہ قانونِ مکافات (LAW OF RETRIBUTION) بھی لاگو ہے۔ جس کے کچھ مظاہر اس دنیا میں بھی کبھی کبھی یہاں اور وہاں جگہ جگہ پیش آتے رہتے ہیں، مگر جزا و سزا کے تقاضے پوری طرح اس دنیا میں پورے نہیں ہو سکتے۔ کہ نہ دنیا کے اس ظرف ناقص محدود میں اس کی گنجائش ہے، اور نہ ہی یہ اس کا موقع و محل ہے، کہ یہ دنیا دار العمل ہے نہ کہ دار الجزاء سو جزاء و سزا کے تقاضے اپنی کامل اور آخری شکل میں آخرت کے اس جہانِ حقیقی ہی میں پورے ہونگے اور وہیں پورے ہو سکیں گے، کہ وہی اس کا موقع و محل بھی ہوگا کہ وہ دار الجزاء ہے، اور اس کا ظرف بھی لامحدود ہوگا جس میں ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کئے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ پا سکے گا، سو اس نے اس دنیا کے خاتمے کے بعد بہر حال آ کر رہنا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے حق اور حقیقت بہر حال یہی اور صرف یہی ہے۔ پس اس جہان کے تقاضوں کو ہی اپنا اصل مقصد اور حقیقی نصب العین بنانا عقل اور نقل دونوں کا تقاضا ہے، وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، وھو الھادی الی سواء السبیل، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، فی کل اٰن وحین،

۲ کتابِ مسطور کی قسم اور اس سے مقصود و مراد؟: سو ارشاد فرمایا گیا اور قسم ہے اس لکھی ہوئی کتاب کی:۔ یعنی لوح محفوظ کی، یا اس سے مراد جملہ آسمانی کتب یا وہ اعمال نامے ہیں جو فرشتے لکھتے ہیں۔ (ابن کثیر، مراغی، قرطبی، مدارک وغیرہ) کہ ان سب سے جزاو سزا کا ثبوت ملتا ہے اور سب ہی آسمانی کتابوں نے اس کی خبر دی ہے۔ سو خداوند قدوس کی طرف سے جو بھی کتابیں اس کے بندوں کی ہدایت و راہنمائی کیلئے اتاری گئی ہیں، ان سب ہی نے مکافاتِ عمل اور جزا و سزاء سے متعلق وہی خبر دی ہے، جواب یہ کتاب حکیم یعنی قرآن مجید دے رہا ہے، البتہ اس کتاب حکیم نے اس بارہ جو خبر دی ہے وہ ہر اعتبار سے کامل اور محیط ہے، اور اسی نے بتایا اور بدرجہءِ تمام و کمال بتایا ہے کہ انسان کے کیے کرائے اور اس کے ہر قول و فعل کا پورا ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے، جو قیامت کے روز اس کے نامہءِ اعمال کی صورت میں اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور انسان نے ذرہ برابر جو نیکی یا برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه‘ ٥ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه‘ ٥ (الزلزال: ۷۔۸ پ ۳۰) جس کے مطابق ہر انسان اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کے اعمال کا صلہ اور بدلہ پائے گا، اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پائے گا۔ اور یہ سب کچھ لوح محفوظ میں ثبت و مندرج ہے، اور کتاب کی تنوین تفخیم شان کے لیے ہے۔ سو وہ ایک بڑی ہی عظیم الشان کتاب ہے۔ اس کے تقاضوں سے غفلت و لاپرواہی بڑے ہی خسارے کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا. سبحانہ و تعالیٰ۔

۳ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ کا مفہوم اور اس سے مقصود و مراد؟: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو لکھی ہے ایک کھلے ہوئے دفتر میں۔ رق اور رق یعنی فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ دراصل اس باریک جلد کو کہا جاتا ہے جس پر لکھا جاتا ہے اور اسی جلد کے حکم میں ہے وہ کاغذ وغیرہ بھی جس پر لکھا جاتا ہے، اسی لئے ابوعبیدہ لغوی نے رق کے معنی ورق ہی کے کئے ہیں (روح، قرطبی، محاسن اور صفوہ، وغیرہ) در منشور (کھلے ہوئے دفتر) سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر کسی کے پڑھنے کے لئے موجود ہے، جیسا کہ جملہ آسمانی کتب کی یہی شان رہی ہے، اور خاص کر قرآنِ حکیم کی جو کہ سب کی جامع، سب سے آخری، اور سب کے لئے ناسخ کتاب ہے، اس میں دوسرے اوصاف اور

خصائص کی طرح یہ وصف بھی بدرجہءِ اتم موجود ہے' اور لوح محفوظ سے فرشتے پڑھتے ہیں' اور نامہءِ اعمال کل قیامت کو لوگوں کے پڑھنے کے لئے پھیلا دیئے جائیں گے اور ہر ایک انسان سے کہا جائے گا لو تم اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لو۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ (اپنی کتاب کو تم خود پڑھ لو) اور خود ہی دیکھ لو کہ تم کس سزاو جزا کے مستحق ہو۔ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۵ پ ۱۴) سو یہ ساری ہی آسمانی کتابیں جو حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے اس کے بندوں کی ہدایت و راہنمائی کیلئے نازل فرمائی گئیں' مکافاتِ عمل اور جزا و سزا کے بارے میں دنیا کو بتا رہی ہیں' جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں بھی گزرا ہے' اور اس ضمن میں قرآن حکیم کا معاملہ سب سے اعلیٰ و بالا اور کامل و مکمل ہے' سو اس کے باوجود جزا و سزا اور مکافات عمل کی اس حقیقت کا انکار اور قیامِ قیامت کو جھٹلانا کھلا مکابرہ اور انتہائی سخافت اور ظلم ہے۔ اور اس طرح ایسے لوگ اپنے لئے ہولناک خسارے کا سامان کرتے ہیں' مگر ان کو اس کا احساس و شعور ہی نہیں' اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

۴ بیتِ معمور کی قسم اور اس سے مقصود و مراد؟: سو ارشاد فرمایا گیا اور قسم ہے اس آباد گھر کی۔ یعنی کعبۃ اللہ کی' جو کہ حج' عمرہ' طواف' نماز' اعتکاف' ذکر و فکر اور تعلیم و تذکیر وغیرہ عبادات سے معمور و آباد ہے۔ کیونکہ یہ بیتِ عظیم اپنی اس شان و شوکت اور ہیئت کذائیہ کے ساتھ ساتھ پیغمبروں کی صداقت و حقانیت کی دلیل' اور اس بات پر ایک کھلی نشانی اور اس کا واضح ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی تصدیق و تائید ان حضرات کی پشت پر ہوتی ہے' جو ایمان و یقین کی دولت سے سرفراز و سرشار ہوتے ہیں اور جو کچھ ان حضرات نے کہا اور جزا و سزا کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہی حق و صدق ہے' کہ کس طرح صدیوں پہلے اللہ کے ایک بندے نے اس بے آب و گیاہ وادی میں اللہ پاک کی عبادت و بندگی کیلئے اس گھر کی بنیاد رکھی' پھر اس کو مکمل کرنے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ اے لوگو! تم پر اس گھر کا حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا تم اس کا حج کرو' یہ آواز کس حیرت انگیز طریقے سے لوگوں تک پہنچی' اور اس نے ان کے دل و دماغ کو اپیل کیا' ان کے دل اس بیتِ عتیق کے ایسے گرویدہ ہو گئے کہ یہ چار دانگ عالم سے اس کی طرف کھچ کھچ کر چلے آ رہے ہیں' اور اس کے گرد اگرد دیوانہ وار چکر لگا رہے ہیں' اور یہ سلسلہ جب سے اب تک' اور دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں لگاتار جاری و ساری ہے' اور اس گھر اور اس کی برکتوں نے اس بقعہءِ طاہرہ کو امن و امان اور سکون و اطمینان کا ایسا گہوارہ بنا دیا کہ پوری روئے زمین پر اس کی دوسری کوئی نظیر و مثال ممکن نہیں' نہ آج تک کبھی اور کہیں ہوئی ہے' اور نہ قیامت تک کبھی ممکن ہے' سو حق وہی ہے جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمایا۔ بیتِ معمور سے مراد کے بارے میں یہ ایک قول ہے' یعنی یہ کہ اس سے مراد بیت اللہ ہے جب کہ دوسرا قول اس بارہ میں مفسرین کرام کا یہ ہے کہ اس بیتِ معمور سے مراد وہ گھر ہے جو کہ ساتویں آسمان میں واقع ہے' جو بیت اللہ کے بالکل محاذاۃ میں واقع ہے' اور جو فرشتوں کی عبادت و بندگی کیلئے اسی طرح ایک عظیم الشان مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جس طرح زمین والوں کیلئے کعبہ مشرفہ' اور جس کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا تھا' اور ان دونوں قولوں میں کوئی تضاد نہیں' بلکہ دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں' (ابن کثیر' خازن' وغیرہ) اور بعض لوگوں نے اس بارہ کچھ اور احتمال بھی پیش کیے ہیں' لیکن وہ الفاظ و کلمات کے ظاہر اور ان کے تبادر کے خلاف ہیں'

والعلم عنداللہ سبحانہ وتعالیٰ جل وعلا۔ بہر کیف اس میں جزا وسزا کے اثبات کیلئے بیت المعمور کی قسم کھائی گئی ہے۔ اور یہ بھی بڑی اہم قسم ہے۔ اور اس میں بھی بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں، غور وفکر کرنے والوں کیلئے۔ وباللہ التوفیق لمایحب و یرید

۵ سقفِ مرفوع کی قسم اور اس سے مقصود ومراد:۔ سو ارشاد فرمایا گیا "سو قسم ہے اس اونچی اٹھائی گئی چھت کی" یعنی آسمان کی جو کہ اس دنیا کے لئے بمنزلہ چھت کے ہے اور جو کہ قادر مطلق رب ذوالجلال کی قدرتِ مطلقہ اور حکمتِ بالغہ کا ایک عظیم الشان مظہر اور کھلی ہوئی علامت ہے، سبحانہ وتعالیٰ، سو اس ارشاد سے زمین کے بعد آسمان کی شہادت پیش فرمائی گئی ہے، اور یہ قرآن حکیم کا ایک عام معروف اسلوب ہے کہ یہ اپنے دعاوی کی تائید وتصدیق میں بالعموم زمین کی نشانیوں کے ساتھ ساتھ آسمان کی نشانیوں کا بھی حوالہ دیتا ہے، جیسا کہ پ ۲۶ سورۃ الذّٰریٰت کی آیت نمبر ۲۰ تا ۲۲ میں اس بارہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۝ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ یعنی زمین کے اندر بڑی بھاری نشانیاں ہیں یقین والوں کیلئے۔ اور اسکے ساتھ ہی تیسری آیت میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ "اور آسمان میں تمہاری روزی بھی ہے اور وہ کچھ بھی جس سے تمہیں ڈرایا جاتا ہے" اور یہاں آسمان کی صفت مرفوع بیان فرمائی گئی جو کہ اللہ پاک کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کے علاوہ اس کی رحمت وعنایت اور ربوبیت پر بھی ایک کھلی اور واضح دلیل ہے کہ یہ اس رب رحمٰن ورحیم کی عنایت بالغہ اور بے پایاں کرم گستری ہی کا ایک عظیم الشان مظہر ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے سروں پر یہ ایک عظیم الشان اور بے مثال خیمہ اس پر حکمت طریقے سے تان دیا، جو اس میں غور وفکر کی نگاہ ڈالنے والوں کیلئے اپنے اندر عظیم الشان نشانہائے عبرت وبصیرت رکھتا ہے، تو پھر ایسے قادر مطلق کی قدرتِ مطلقہ سے آخر کون سا کام باہر ہو سکتا ہے؟ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو وہ ہر چیز پر قادر اور ہر اعتبار سے اور ہر حال میں قادر ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ جَلَّ وَعَلاَ، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ، وھو العزیز الوھاب

۶ بحر مسجور کی قسم اور اس سے مقصود ومراد؟: سو ارشاد فرمایا گیا "اور قسم ہے اس جوش مارتے سمندر کی"۔ جو آج پانی کی موجوں کی شکل میں جوش مار رہا ہے۔ اور کل قیامت کے روز بھڑکتی ہوئی آگ کی صورت میں جوش مار رہا ہوگا۔ سو سمندر کا یہ عظیم الشان ذخیرۂ آب حضرت حق۔ جل مجدہ۔ کی قدرتِ کاملہ اور حکمت بالغہ کا ایک عظیم الشان مظہر ہے کہ اسی کی طرف سے اس کو اس طرح روک کر اور بند کر کے رکھا گیا ہے، کہ پانی کا اس قدر ذخیرہ ہونے کے باوجود یہ زمین اور اہل زمین کو غرق نہیں کرتا، جیسا مسندِ امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سمندر روزانہ تین مرتبہ حق تعالیٰ سے اجازت مانگتا ہے کہ اپنی حدوں کو پھلانگ کر باہر نکل جائے، مگر خدائے پاک اس کو اس سے روک دیتے ہیں، (ابن کثیر، ابن جریر، مراغی، وغیرہ) تو "بحر" کے تین معنی ہوئے الامتلاء (بھرا ہوا ہونا اور جوش مارنا) "الایقاد" (بھڑک اٹھنا) الکف و المنع (رکا ہوا اور بند ہونا) اور یہ تینوں معانی یہاں مراد لینا درست ہے اور ہر صورت میں معنی بھی صحیح ہے، اور اس کا ایک عمدہ اور وقیع مطلب بھی بنتا ہے، جیسا کہ ابھی گزرا، رہ گئی یہ بات کہ پانی کا یہ ذخیرہ کس طرح بھڑک سکتا ہے، تو موجودہ سائنسی تحقیقات کی روشنی میں بھی اگر دیکھا جائے تو اس پانی کا اس طرح ہونا برائے خود ایک معجزہ اور قدرت کا ایک عجوبہ ہے، کہ سائنس کا کہنا ہے کہ پانی کی ترکیب آکسیجن اور

ہائیڈروجن ان دو مختلف گیسوں سے ہے' جن میں سے ایک بھڑکا دینے والی اور دوسری بھڑک اٹھنے والی ہے' مگر ان دونوں کی ترکیب سے وجود میں آنے والا پانی آگ کو بجھا دینے والا ہے۔ فَسُبْحَانَ اللّٰـهِ الْقَادِرِ الْحَكِيْمِ جَلَّ وَعَلَا شَانُهٗ سو جس دن حضرت حق جَلَّ مَجْدُهٗ کو اس عالم رنگ و بو کو نیست و نابود کر کے عالم آخرت کو قائم کرنا اور قیامت کو بپا کرنا منظور ہوگا' اس دن اس کے محض ارادہ و اشارہ ہی سے پانی کی صورت میں موجود ان دونوں گیسوں کا یہ نہایت باریک اور پرحکمت تناسب ختم ہو جائے گا اور اس کی مشیت سے سمندری پانی کے یہ عظیم الشان ذخائر آگ بن جائیں گے' جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ (وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ) (التکویر ۶ پ ۳۰) سو یہ سب کچھ اس یوم عظیم کے آثار و اثرات میں سے ہے۔ والامر للّٰهِ جَلَّ وَعَلَا سبحانہ و تعالیٰ

۷ جوابِ قسم کا ذکر و بیان: سو ان چھ قسموں کے بعد جوابِ قسم کے ذکر و بیان کے طور پر ارشاد فرمایا گیا بے شک تمہارے ربّ کے عذاب نے بہرحال واقع ہو کر رہنا ہے۔ سو یہ جواب ہے ان سب قسموں کا جن کا ذکر اوپر ہوا کہ یہ سب قسمیں اللہ پاک کی عظیم الشان اور بے پایاں قدرت کا پتہ دیتی ہیں اس لئے نہ تو یہ عجیب و غریب عالم بے مقصد ہو سکتا ہے' اور نہ ہی اس عالم کی ان سب چیزوں سے فائدہ اٹھانے والا حضرت انسان جواب دہی اور باز پرسی سے بچ سکتا ہے' پس بدلے اور انصاف کے اس دن کا آنا عقل سلیم اور فطرت مستقیم کے تقاضوں کے عین مطابق ہے' تا کہ اس طرح ہر کسی کو اسکے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا بدلہ و صلہ مل سکے' نیکوں کو ان کی نیکی کا' اور بروں کو ان کی برائی کا' اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہو سکیں' اور اس طرح اس دنیا اور اس کے گل سرسبد یعنی حضرت انسان کی تخلیق اور اسکے مقصدِ وجود کی تکمیل ہو سکے' کیونکہ سزا و جزا کے تصور کے بغیر یہ سارا کارخانہ ہست و بود ہی عبث اور بیکار ہو کر رہ جاتا ہے' کیونکہ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خیر و شر اور نیک و بد سب برابر ہیں' والعیاذ باللہ' پس عقل و نقل کا تقاضا ہے کہ ایک ایسا یوم فصل و جزا آئے جس میں نیک و بد ہر ایک کو اس کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ ملے' سو وہی یوم قیامت ہے' جس نے اس دنیا کے بعد آنا ہے' اور بہرحال آ کر رہنا ہے۔ سو عقل و دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس یوم حساب کو اور اسکے تقاضوں کو اور اسکے تیاری کے مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے کہ وہاں کی کامیابی ہی اصل کامیابی ہے وباللہ التوفیق۔ اور وہاں کی ناکامی ہی سب سے بڑی اور انتہائی ہولناک ناکامی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے۔ اور نفس شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین' ویا ارحم الراحمین' ویا اکرم الاکرمین' سبحانہ و تعالیٰ' جَلَّ وَعَلَا'

۸ ربّ کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا: سو ارشاد فرمایا گیا اور ادواتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک تمہارے ربّ کے عذاب نے بہرحال آ کر اور واقع ہو کر رہنا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں ہوگا۔ اپنے اس وقت سے جو اس کے لئے تمہارے ربّ نے مقرر فرما رکھا ہے اور جس کا علم اسی وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ کو ہے' یہاں كَائِنٌ (ہونے والا) نہیں بلکہ ''وَاقِعٌ'' فرمایا گیا ہے جسکے معنی بلندی سے نیچے گرنے والی' اور زور سے لگنے والی چیز کے ہیں' سو وہ عذاب بڑا ہی ہولناک ہوگا' اور وہ بہرحال ہو کر رہنے والا ہے' یہ منکر لوگ نہ تو خود اس کو ٹال سکیں گے اور نہ ہی ان کے مزعومہ شرکاء و شفعاء میں سے کسی کے اندر اس کو ٹالنے کی کوئی

ہمت وسکت ہوگی، پس کوئی مانے یا نہ مانے، ایمان لائے یا نہ لائے، تسلیم کرے یا نہ کرے۔ یہ امر بہر حال قطعی اور یقینی ہے کہ اس عذاب نے اپنے وقت پر بہر حال آ کر اور واقع ہو کر رہنا ہے، سو بڑے بدنصیب، محروم اور خسارے والے ہیں وہ لوگ جو اس یوم عظیم اور اس کے تقاضوں سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اور وہ اس کو بھول کر عمرِ رواں کی فرصتِ محدود ومختصر کو یونہی ضائع کر رہے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم، بہر کیف طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو خبر دی گئی آسمانی اور الہامی کتابوں میں جو ریکارڈ مرقوم ومسطور ہے اور یہ زمین جن شواہد ودلائل سے مملو ومعمور ہے، اور اس نیلگوں آسمان کا یہ سقفِ مرفوع جن عجائب قدرت سے مزین ہے اور یہ ٹھاٹھیں مارتے سمندر جن آیات الٰہی اور دلائل قدرت کے امین و پاسدار ہیں، یہ سب اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ تمہارے ربّ کے عذاب نے بہر حال واقع ہو کر رہنا ہے، اور اس حد تک کہ اس میں کسی شک وشبے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، اس کے باوجود جو لوگ اس حقیقتِ کبریٰ کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے، تو ان کا کوئی علاج نہیں سوائے اسکے کہ وہ اس عذاب میں مبتلا ہو کر رہیں جس سے انکو خبر دار کیا جا رہا ہے، لیکن اسکے بعد ان کیلئے اس سے بچنے کی کوئی صورت کسی بھی طرح ممکن نہ ہوگی، اور جرم تکذیب وانکار کے نتیجے میں ان کو ہمیشہ ہمیش کے عذاب میں رہنا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال، وسوء ونحراف، بکل حالٍ من الاحوال

۹ وقوعِ قیامت کے ہولناک حوادث کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جس روز لرز اٹھے گا یہ آسمان تھرتھرا کر، اور جب پہاڑ چل پڑیں گے اپنی جگہیں چھوڑ کر۔ اور اپنی اس معتاد ومعروف چال کے خلاف، جو کہ وہ آج زمین کی حرکت کے تابع ہو کر چل رہے ہیں، کہ اس روز یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا، کیونکہ اس روز ایک نئے جہاں نے نئے نوامیس وقوانین کے مطابق وجود میں آنا ہے، سو اس روز اول تو یہ پہاڑ اپنی اپنی جگہوں سے اکھڑ کر بادلوں کی شکل میں ہوا میں اڑیں گے۔ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ○ (النمل: ۸۸ پ ۲۰) پھر یہ روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ)۔ (القارعۃ: ۵) پھر یہ زمین پر گر کر ریگ رواں کے ٹیلوں کی طرح ہو جائیں گے۔ (كَثِيبًا مَّهِيلًا)۔ (المزمل: ۱۴) اور پھر ہوا ان کو ریت کے ذروں کی طرح اڑا کر (هَبَاءً مَّنْثُورًا) کر دے گی۔ (المراغی، وغیرہ) سو یہ تصویر ہے اس حادثۂ کبریٰ کی جو قیامت کے اس ہولناک موقع پر، اس ساری کائنات پر چھا جائے گا، اور یہ سب کچھ جو آج بڑا مستحکم نظر آ رہا ہے سب ڈانواں ڈول ہو جائے گا، اور یہ سب نظام درہم برہم ہو جائے گا، یہ آسمان جو آج بڑا مستحکم اور اپنی جگہ ٹکا ہوا نظر آ رہا ہے اس روز لرز اٹھے گا کپکپا کر، اور یہ پہاڑ جو آج اپنی صلابت میں ضرب المثل ہیں، اڑنے لگیں گے روئی کے گالوں کی طرح، بہر کیف اس سے اس عذاب کی تصویر پیش فرما دی گئی ہے۔ سو جب آسمان وزمین کی اس مخلوق اور ان دیوہیکل پہاڑوں کا یہ حال ہوگا تو پھر اس انسان ضعیف البنیان پر اس روز کیا گزرے گی؟ اور اس کا اس روز کیا حال ہوگا؟ سو اس روز اس کی قوت وجمعیت اس کے لاؤ لشکر اور اسکے مضبوط قلعوں اور مورچوں میں سے کوئی بھی چیز اسکے کچھ کام نہ آسکے گی جن پر آج اس کو بڑا ناز ہے۔ اور جن کی بناء پر یہ نچنت اور بے فکر بیٹھے ہیں، پس حفاظت اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت ہے، سبحانہ وتعالیٰ، فسبحان اللہ القادر الحکیم جل وعلا شانہ وعم نوالہ والحمد للہ رب العالمین، فی کل زمان ومکان، وبکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ،

۱۰ جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی۔ والعیاذُ باللہ: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اس روز جھٹلانے والوں کیلئے بڑی ہی ہولناک خرابی اور ہلاکت وتباہی ہوگی۔ والعیاذُ باللہ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز بڑی خرابی ہوگی جھٹلانے والوں کیلئے جنہوں نے پیغامِ حق و ہدایت کو جھٹلا کر اپنے آپ کو ہلاکت وتباہی کی راہ پر ڈال دیا تھا کہ زندگی کی پُونجی کو انہوں نے حق وصدق کی تکذیب وانکار میں ضائع کر دیا ہوگا' اور آخرت کے لئے کمائی سے وہ محروم رہے ہوں گے' جو اس یومِ عظیم میں ان کو کام آتی' اور اب کمائی اور تلافیءِ مافات کی کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی' اس لئے اس روز ان کو اپنی تکذیب اور انکارِ حق کی پاداش میں ہمیشہ کیلئے عذاب الیم بھگتنا ہوگا۔ سو اس سے بڑھ کر ہلاکت وخرابی اور تباہی ونقصان اور کیا ہوسکتا ہے؟ والعیاذ باللہ العزیز الرحمن، پس تکذیبِ حق خرابیوں کی خرابی اور محرومیوں کی محرومی ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا اور صاف صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جھٹلانے والوں کے اس روز بڑی ہی ہولناک خرابی ہلاکت وتباہی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ہر قسم کے زیغ وضلال سے ہمیشہ محفوظ ومامون رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

اَللّٰھُمَّ !

اِنَّانَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ، اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ،

اَوْعَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ، اَنْ

تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا، وَنُوْرَصُدُوْرِنَا وَجَلَاءَ ھُمُوْمِنَا

وَغُمُوْمِنَا، وَاَنْ تَجْعَلَ آخِرَتَنَاخَیْرًا مِنْ اُوْلٰنَا، وَاَنْ تَجْعَلَنَا مِنَ

الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ، اِنَّکَ

اَنْتَ مَوْلَانَا، وَلَامَوْلٰی لَنَاسِوَاکَ تَبَارَکْتَ

وَتَعَالَیْتَ وَاَنْتَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ

الْمَغْفِرَۃِ، فَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَاوَ ذُنُوْبَ

آبَائِنَاوَاُمَّھَاتِنَا، وَاَزْوَاجِنَا

وَذُرِّیّٰتِنَامِنَ النَّارِ،

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ،

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ

جو اپنی حجت بازیوں (کی دلدل) میں پڑے کھیل رہے ہیں ﴿١٢﴾ جس دن کہ ان کو دھکے مار مار کر لے جایا جائے گا

اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿١٣﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ

دوزخ کی اس آتش (سوزاں) کی طرف ﴿١٣﴾ (اور تحقیر و تذلیل مزید کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ لو) یہ ہے وہ آگ

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٤﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿١٥﴾

جس کو تم لوگ جھٹلایا کرتے تھے ﴿١٤﴾ اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے یا تمہیں کچھ سوجھتا نہیں؟ ﴿١٥﴾

١١ مکذبین کی غفلت شعاری اور سخن سازی کا حوالہ و ذکر:۔ سو اس سے مکذبین یعنی جھٹلانے والوں کی ایک خاص صفت یعنی ان کی غفلت اور سخن سازی کا حوالہ و ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ بڑی ہی ہولناک خرابی اور ہلاکت ہے ان جھٹلانے والوں کے لئے جو اپنی سخن سازیوں میں پڑے کھیل رہے ہیں۔ خوض کے اصل معنی گھسنے اور پانی میں چلنے کے ہیں، پھر یہ مطلقاً شروع کرنے اور اپنانے کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ اور پھر باطل میں گھسنے اور مشغول ہونے کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا، اور باطل پرست انسان چونکہ اپنے باطل کو درست ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی منطق طرازی، سخن سازی، اور حجت بازی، سے کام لیتا ہے، اور حق بات کو سمجھنے سیکھنے میں نہ تو وہ مخلص ہوتا ہے، اور نہ اس کا شوقین اور خواہش مند، اس لئے وہ محض حجت بازی، دل لگی، اور مذاق واستہزاء کے طور پر بات کرتا ہے، جس کی بناء پر وہ نور حق وہدایت سے اور دور اور محروم ہوتا چلا جاتا ہے، اور اس طور پر کہ اس کو اس کا کوئی خیال و احساس بھی نہیں ہوتا، کہ اس طرح وہ کتنے بڑے خسارے میں مبتلا ہو رہا ہے، اور کس قدر ہولناک انجام کی طرف بڑھ رہا ہے، والعیاذ باللہ العظیم، سو ایسے لوگ حق اور اہل حق کے خلاف طرح طرح کی باتیں بناتے، حق کا راستہ روکنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپناتے، اور قسما قسم کے پروپیگنڈے کرتے ہیں، اور اس طرح ایسے لوگ اپنی شقاوت و بدبختی اور ہلاکت و محرومی میں اور پکے ہوتے چلے جاتے ہیں مگر ان کو اس کا کوئی شعور و احساس ہی نہیں ہوتا اور یہ چیز خسارے پر خسارہ اور ہلاکت پر ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ہمیشہ راہِ حق پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

١٢ منکرین و مکذبین کی تذلیل کے ایک منظر کا ذکر و بیان:۔ سو اس سے منکرین و مکذبین کی تحقیر و تذلیل اور ان کی تانیب و توبیخ کا ایک نہایت ہی ہولناک منظر پیش فرمایا گیا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس دن ان کو دھکے مار مار کر لے جایا جائے گا دوزخ کی طرف اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ چیز جس کو تم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ یعنی اپنی دنیاوی زندگی میں۔ اور ایسا کہنا ان کی تحقیر و تذلیل اور تقبیح و تفضیح کیلئے ہوگا۔ ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں سے اور ان کی پیشانیوں کو ان کے قدموں سے باندھ کر۔ (ابن جریر، ابن کثیر، بحر، مدارک، بیضاوی وغیرہ) "دَعّ" کے معنی نہایت شدت اور نفرت کے ساتھ دھکے دینے کے ہیں۔ اور پھر "دعّا" سے اسکی مزید تاکید فرمادی گئی۔ سو اس طرح ان کی تذلیل در تذلیل ہوگی، جو اصل میں بدلہ ہوگا ان کے

اس کبر وغرور اور عناد واستکبار کا جس کی بناء پر یہ لوگ دنیا میں حق وہدایت کے مکذب ومنکر اور اس سے منحرف رہے تھے' والعیاذ باللہ العظیم۔ سو آج تو یہ منکر لوگ اپنی دل لگیوں اور سخن سازیوں میں مست ومگن اور حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں، لیکن اس روز ان کو اس ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، والعیاذُ باللہ۔ یہاں پر ﴿ یُدَعُّون ﴾ کے فعل مضارع کی تاکید کے لئے ﴿دَعًّا﴾ کے مصدر کو ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ آج تو یہ لوگ اس طرح لاپرواہی اور غفلت کے ساتھ نچنت اور بے فکر ہو کر اس طرح کی دل لگیوں اور خود فریبیوں میں لگے ہوئے ہیں لیکن اس روز ان کو ایسی ہولناک ذلت ورسوائی سے سابقہ پیش آنے والا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویا اکرم الاکرمین۔

۱۳ منکرین ومکذبین کی تذلیل وتفضیح قول وفعل دونوں سے۔ والعیاذُ باللہ:- ان آیات کریمات سے واضح فرمادیا گیا کہ اس روز منکرین ومکذبین کی تحقیر وتذلیل قول اور فعل دونوں سے ہوگی، چنانچہ اوپر ان کی فعلی تذلیل وتحقیر کا ذکر اور بیان فرمایا گیا کہ ان کو اس روز دھکے مار مار کر دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔ اور ان کی قولی تحقیر وتذلیل کا ذکر وبیان فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ جس کو تم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ پس اب تم بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ جیسا کہ تم لوگ دنیا میں حق وہدایت کی دعوت کے جواب میں کہا کرتے تھے اور اس کو جادو کہہ کر اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے' اور حق کو اپنانے کی بجائے تم اس سے اور زیادہ بدکتے اور دور ہوا کرتے تھے، اور اللہ کے رسول ﷺ جن تم کو اس انجام سے ڈراتے اور خبردار کرتے تھے تو تم لوگ خود اپنے آپ کو اور اپنے عوام کو نچنت اور بے فکر رکھنے کیلئے قرآن کے انذار کو الفاظ کی جادوگری قرار دیا کرتے تھے، اور تم مست اور مگن ہو کر کہا کرتے تھے کہ زندگی تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے اور بس، جس نے اس میں عیش کر لی اس نے عیش کر لی، وغیرہ وغیرہ، سو اب تم بتاؤ کہ یہ جادوگری ہے یا حقیقت؟ اب تمہیں یہ حقیقت نظر آ رہی ہے یا کہ نہیں؟ یا تم اب بھی ویسے ہی اندھے ہو، جیسے دنیا میں تھے اور جیسا کہ تم کو دنیا میں کچھ دکھتا اور سوجھتا نہیں تھا؟۔ سو اس سے ان بدبختوں کے دل ودماغ پر جو گزرے گی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

۱۴ منکرین ومکذبین کی تحقیر وتذلیلِ مزید کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم لوگوں کو اب بھی کچھ دکھتا اور سوجھتا ہے کہ نہیں؟ جیسے دنیا میں نہیں سوجھتا تھا۔ اب بتاؤ کہ یہ جادوگری ہے یا قطعی حقیقت؟ سو اس طرح وہ بخت مارے افسوس اور صدمے کے اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائیں گے، مگر اس کا کوئی فائدہ انکو بہر حال نہیں ہوگا' سوائے یاس وحسرت اور غم واندوہ میں اضافے کے، والعیاذ باللہ العظیم، سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کتاب حکیم قرآنِ مجید کا دنیا پر کس قدر احسان عظیم ہے کہ اس نے ان کو غیب کے ان عظیم الشان اور جلیل القدر حقائق سے اس قدر صراحت ووضاحت کے ساتھ اس دنیا میں ہی آگاہ کر دیا ہے، تاکہ جس نے بچنا ہو بچ جائے، سو کتنے بدنصیب اور کس قدر محروم ہیں وہ لوگ جو اس سب کے باوجود اس کتاب حکیم سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور اسکی تکذیب کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو تکذیب وانکار حق کا بڑا جرم ہی سنگین اور انتہائی ہولناک جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہر شائبے سے محفوظ اور ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے اور ہمیشہ اپنی مرضیات پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یاربَّ العالمین۔

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ ؕ

اب داخل ہو جاؤ تم لوگ اس میں، پس اب تم صبر کرو یا نہ کروف۱۵ تم پر برابر ہے، تمہیں تو بس ان ہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ

لوگ خود کرتے رہے تھے (اپنی دنیاوی زندگی میں) ف۱۶ (۱۶) اس کے برعکس متقی (و پرہیزگار) لوگ طرح طرح کے عظیم الشان

فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِیْمٍ ۝۱۷ فٰكِهِیْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ

باغوں ف۱۷ اور قسما قسم کی نعمتوں میں (رہ بس رہے) ہوں گے ف۱۸ (۱۷) لطف اندوز ہو رہے ہوں گے وہ ان طرح طرح کی چیزوں سے جو ان کو

رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۝۱۸ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓــًٔۢا بِمَا

وہاں عطا فرمائی ہوں گی ان کے رب نے ف۱۹ اور بچا لیا ہو گا ان کو ان کے رب نے دوزخ کے عذاب سے ف۲۰ (۱۸) (اور ان کے لطف و سرور کو

۱۵ منکرین کو دوزخ میں داخلے کا حکم۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلاَ: سو منکرین و مکذبین کی اس طرح تذلیل و توبیخ کے بعد ان کو صاف اور صریح طور پر حکم ہو گا کہ اب تم داخل ہو جاؤ اس دوزخ میں برابر ہیں تمہارے حق میں کہ تم لوگ صبر کرو یا نہ کرو اب تم نے بہر حال اسی میں رہنا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ کہ تمہارے چھٹکارے کی کوئی صورت اب بہر حال ممکن نہیں، کہ تم لوگوں کا دائمی ٹھکانہ دوزخ کی یہ دہکتی بھڑکتی آگ ہی ہے جس میں تم لوگوں کو ہمیشہ ہمیش کیلئے جلتے رہنا ہے کہ یہ طبعی تقاضا اور لازمی نتیجہ ہے تمہارے اس کفر و انکار کا جس کو تم لوگوں نے زندگی بھر گلے لگائے رکھا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس سے دنیا کی زندگی اور اس کے عمل کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آج یہاں کے تھوڑے سے صبر و برداشت کی بھی بڑی قدر و قیمت ہے جب کہ وہاں کے ہمیشہ ہمیش کے صبر سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا' والعیاذ باللہ، اور ان سے صاف اور صریح طور پر کہہ دیا جائیگا کہ اب تم صبر کرو یا چیخو چلاؤ، دونوں صورتیں تمہارے لئے ایک برابر ہیں، نہ تمہیں صبر کی کوئی داد مل سکتی ہے، اور نہ تمہاری آہ و بکا اور چیخ و پکار کی کوئی شنوائی ہو سکتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں راہ حق پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

۱۶ عذاب دوزخ انسان کے اپنے ہی عمل کا نتیجہ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہا جائے گا اور صاف و صریح طور پر اور حصر و قصر کے اسلوب میں کہا جائے گا کہ تم لوگوں کو تو بس اپنے کیے کرائے ہی کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔ پس تم سے کسی زیادتی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کہ یہ سب کچھ نتیجہ و ثمرہ ہے تمہارے اپنے ہی زندگی بھر کے کیے کرائے کا' اور نور حق و ہدایت سے انحراف و روگرانی کا' والعیاذ باللہ العظیم پس یہ تمہاری اپنی ہی بوئی فصل ہے اس کا پھل تم خود کاٹو، اور اپنے کیے کرائے کا بھگتان خود بھگتو اور خود اپنے آپ ہی کو کوسو۔ ﴿وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾۔ کہ یہ جو کچھ بھی آج تمہارے سامنے آیا ہے تمہارے اپنے ہی اعمال کا طبعی نتیجہ ہے۔ سو جس کفر و انکار، بغاوت سرکشی اور تکذیب و روگردانی کو تم لوگوں نے دنیا میں اپنا رکھا تھا اور شیطان نے

اپنی ملمع سازی سے اس کو تمہارے لئے مزین وخوشنما بنا رکھا تھا۔ وہ سب اب اپنی اصلی شکل میں تمہارے سامنے آ گیا ہے۔ پس اب تم لوگ اپنے کئے کرائے کا نتیجہ وانجام بھگتو اور بھگتتے ہی رہو کہ اب تمہارے لئے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔

۱۷ متقین کے انجام وانعام کا ذکر وبیان: -- سو مکذبین کے انجام اور اس کی ہولناکی کے ذکر وبیان کے بعد اب متقی اور پرہیزگار لوگوں کے بہترین انجام کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جنہوں نے زندگی اپنے رب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے احکام واوامر کے مطابق گزاری ہوگی' اور زندگی بھر انہوں نے اس کی کوشش کی ہوگی کہ ہمارا رب ہم سے ناراض نہ ہو جائے' اور اسی وجہ سے انہوں نے حق بات کو غور سے سنا اور صدقِ دل سے مانا اور قبول کیا اور اپنے بس اور مقدور کی حد تک اس پر عمل کیا' سو مکذبین اور منکرین کے انجام کی سنگینی کو واضح کرنے کے بعد اب اس کے بالمقابل متقی اور پرہیزگار لوگوں کا انعام وصلہ بیان فرمایا گیا ہے، کہ یہ کیسی کیسی عظیم الشان نعمتوں میں ہونگے، نیز اس سے یہ بھی واضح فرمایا گیا کہ جنت اور اس کی نعمتیں ایمان وتقویٰ اور انسان کے اپنے عمل وکردار کا نتیجہ وثمرہ ہوگا۔ نہ کہ کسی قوم قبیلے سے تعلق رکھنے کا۔ پس غلط کہا اور سمجھا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا۔ ﴿لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى﴾ کہ جنت میں نہیں داخل ہوگا مگر وہی جو یہودی ہوگا یا نصرانی۔ سو ایسی ہر بات نفس وشیطان کا دھوکہ ہے۔ جس سے ایسے لوگ خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اور ایسا نقصان کہ اس سے ان کی زندگی کا دھارا بدل جاتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین،

۱۸ اہلِ جنت کی بعض اہم نعمتوں کا ذکر وبیان: -- سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ عظیم الشان باغوں اور طرح طرح کی نعمتوں میں ہونگے۔ ایسے بے مثال باغوں اور ایسی عظیم الشان نعمتوں میں جن کو اس دنیاوی زندگی میں کوئی سوچ بھی نہیں ہوسکتا' اور انسان کی فکر نارسا اور فہم قاصر وناقص' ان کے احاطہ وادراک سے عاجز ودرماندہ ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (السجدۃ:۱۷پ۲۱) فشرفنا اللھم بھذا بمعض منک و کرمک یا ارحم الراحمین۔ سو یہی ہے وہ اصل اور حقیقی کامیابی جس کیلئے کام کرنے کی ضرورت ہے، اور جس کو اپنا اصل مقصد اور نصب العین بنانا چاہیے نہ کہ دنیائے دُوں کے متاع فانی اور حطامِ زائل کو۔ وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ۔ یعنی اسی میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے مقابلہ کرنے والوں کو۔ کہ یہی ہے مسابقے اور مقابلے کا اصل میدان جس میں سبقت لے جانا دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے، وباللہ التوفیق لما یحب و یرید و علی مایحب و یرید، و ھو الھادی الیٰ سواء السبیل. اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

۱۹ اہلِ جنت کی لطف اندوزیوں کا ذکر وبیان: -- سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں پر وہ لطف اندوز ہو رہے ہونگے وہاں کی ان عظیم الشان نعمتوں سے جو ان کو اللہ نے بخشی ہونگی محض اپنے کرم واحسان سے۔ اور ان کے ایمان ویقین اور صدق واخلاص کی بناء پر' سو وہ ہر طرح کے رنج وغم سے محفوظ اور ہر اعتبار سے شاداں وفرحاں ہوں گے' جو مقتضیٰ ہے " فٰكِهِيْنَ " کے لفظ کا' اللہ نصیب فرمائے آمین،

اور "بما اتھم ربھم" میں جو ابہام ہے وہ تفخیم شان کی دلیل ہے، سو کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ ان کے رب نے ان کو وہاں پر کیا کچھ بخشا ہوگا، ان نعمتوں کی حقیقت اسی دن کھلے گی جس دن یہ عطاء ہونگی اور انہی خوش نصیبوں پر کھلے گی جن کو یہ عطا ہوں گی، اللہ نصیب فرمائے، اور محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے، آمین ثم آمین، کہ وہ اکرم لا کرمین بھی ہے اور ارحم الراحمین بھی۔ سبحانہ و تعالیٰ

۲۰ دوزخ سے بچاؤ کے عظیم الشان انعام کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ خاص طور پر اس نعمت سے خوش ہوں گے کہ ان کے رب نے ان کو بچا لیا ہوگا دوزخ کے عذاب سے۔ سو دوزخ سے بچ جانا بذات خود ایک مستقل اور عظیم اور حقیقی کامیابی ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ o (آل عمران: ۱۸۵ پ۴) اللہ نصیب فرمائے آمین۔ سو جنت کے وہ باسی وہاں کی دوسری عظیم الشان اور بے مثال نعمتوں کے علاوہ خاص طور پر اس نعمت سے خوش ہو رہے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا ہوگا، اور ظاہر ہے کہ دوزخ سے بچاؤ کی اس عظیم الشان اور بے مثال نعمت سے سرفرازی اللہ پاک کے خاص فضل و کرم ہی سے نصیب ہو سکے گی۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے آمین اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین،

اَللّٰهُمَّ !

اغْفِرْلِيْ،

ذَنْبِيْ، كُلَّهٗ، دِقَّهٗ

وَجِلَّهٗ، اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ، سِرَّهٗ

وَعَلَانِيَتَهٗ، مَاعَلِمْتُ مِنْهُ، وَمَالَمْ اَعْلَمْ،

رَبِّ اغْفِرْلِيْ مَاقَدَّمْتُ، وَمَااَخَّرْتُ، وَمَااَسْرَرْتُ،

وَمَااَعْلَنْتُ، وَمَااَسْرَفْتُ، وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، اِنَّكَ

اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ

اِلَيْكَ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ هَزْلِيْ وَجِدِّيْ، وَخَطَائِيْ وَعَمَدِيْ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ،

رَبِّ اغْفِرْوَارْحَمْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ، وَاِنَّكَ اَنْتَ غَفَّارٌ لِّلذُّنُوْبِ، وَسَتَّارٌ لِّلْعُيُوْبِ،

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ

مزید دوبالا کرنے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ) کھاؤ پیو تم لوگ ۲۱ خوشگوار اپنے ان اعمال کے صلہ (وبدلہ) میں جو تم کرتے رہے تھے ۲۲

زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿٢٠﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ

(اپنی فرصت حیات میں)، ۲۳ (۱۹) وہ (نہایت آرام وسکون سے) ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے آمنے سامنے بچھے عظیم الشان تختوں پر، ۲۴ اور ہم نے

۲۱ جنتیوں کے لئے عمدہ اور خوشگوار کھانے پینے کا ذکر وبیان: -سوارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہا جائے گا اب کھاؤ پیو تم لوگ نہایت عمدہ اور خوشگوار کھانا پینا۔ اور ایسا کہ نہ اس کے لئے کمانے اور محنت کرنے کی ضرورت، اور نہ ختم ہونے اور چھن جانے کا کوئی خطرہ، اور نہ ہی کسی خرابی اور بدہضمی وغیرہ کا کوئی خوف واندیشہ وخوف۔ سبحان اللّٰہ! کیا کہنے جنت کی ان نعمتوں کے اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ سوان کو رب کریم کی طرف سے یہ بشارت دی جائے گی کہ اب تم عیش وآرام اور سکون وراحت سے کھاؤ پیو جنت کی ان نعمتوں میں سے، بغیر کسی تکدر و پریشانی اور بدون کسی تعب اور مشقت کے۔ نہ اس سے کوئی ضرر ونقصان لاحق ہوگا اور نہ ہی اس میں کسی نقص وکمی کا کوئی خدشہ واندیشہ ہوگا۔ ''ھنیئی'' فعیل کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے اور اس کے معنی اصل میں راس آنیوالی چیز کے ہیں، اور یہاں پر یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ جملہ دراصل اس طرح ہے ''کلوا واشربوا اکلاو شربا ھنیئا'' یعنی ایسا کھانا پینا جو ہر لحاظ سے عمدہ اور خوشگوار ہوگا، اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین،

۲۲ جنت کے اپنے اعمال کا صلہ وثمرہ ہونے کا مطلب؟: -سواس سے اہل جنت کیلئے ایک خوشکن اعلان کا ذکر فرمایا گیا کہ جنت تمہارے اپنے اعمال کا صلہ وبدلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگ کھاؤ پیو خوشگوار کھانا اور پینا اپنے ان اعمال کے صلہ وبدلہ میں جو تم اپنی دنیاوی زندگی میں کرتے رہے تھے۔ سو یہ اعلان ان کی خوشی کو دوبالا کرنے کیلئے فرمایا جائے گا۔ جس طرح دوزخیوں کو ایسی باتیں سنائی جائیں گی جن سے انکے دکھ اور عذاب میں اضافہ ہوگا۔ اسی طرح اہل جنت کو ایسی باتوں سے نوازا جائے گا جن سے ان کا سرور دوبالا ہوتا جائے گا، اور جنت کو اہل جنت کے اعمال کا بدلہ قرار دینا بھی از راہ کرم ہوگا، ورنہ انسان کے سارے اعمال ملا کر ان نعمتوں کا بھی بدلہ نہیں بن سکتے، جن سے وہ اس دنیا میں فائدہ اٹھاتا ہے، چہ جائیکہ وہ جنت کا عوض بن سکیں، وہ تو محض اس اکرم الاکرمین کا کرم اور اسکا احسان ہوگا، سبحانہ و تعالیٰ، سو جنت اور اس کی نعمتوں کو اہل ایمان کے اعمال کا بدلہ قرار دینا اس مالک الملک کا ایک اور کرم اور احسان ہوگا، جس سے وہ اپنی شانِ کریمی کی بناء پر اہل جنت کو نوازے گا، سبحانہ و تعالیٰ۔ سو جس طرح وہ خالق کل اور مالک مطلق خود بے مثل اور بے مثال ہے اسی طرح اس کا ہر کرم اور ہر انعام بھی بے مثل اور بے مثال ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اَللّٰهُمَّ فَعَامِلْنَا بِمَا اَنْتَ اَهْلُه، وَلَا تُعَامِلْنَا بِمَا نَحْنُ اَهْلُه، یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَیْتَ، نَسْتَغْفِرُكَ وَ نَتُوْبُ اِلَیْكَ۔ سو ایمان صحیح اور عمل صالح دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے پس ہمیشہ ایمان ویقین اور عمل وکردار کے اسی سرمائے کے حصول اور اسی کی حفاظت کی دھن میں لگے رہنا چاہیے

و بـالـلـه التوفيق لما يحب و يريد، و على مايحب و يريد، و هو الهادى الىٰ سواء السبيل بكل حال من الاحوال

۲۳ دنیاوی زندگی آخرت کی کمائی کی فرصت:۔ سو حضرت حق جلّ مجدہٗ کی طرف سے اس خوش کن اعلان میں فرمایا جائے گا کہ یہ بدلہ ہے تمہارے ان اعمال کا جو تم لوگ اپنی دنیاوی زندگی میں کرتے رہے تھے۔ اپنی آخرت کو بنانے، سنوارنے اور اپنے رب کی رضا کو حاصل کرنے کیلئے۔ سو اہل ایمان آج دنیا میں جو نیک عمل کرتے ہیں، وہ اپنے ہی دائمی آرام اور حقیقی سعادت سے سرفرازی کے لئے کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ربیع بن خثیم کے بارہ میں مروی ہے کہ انہوں نے جب ایک مرتبہ پوری رات عبادت و بندگی میں گزاری، تو ان سے کسی نے کہا "اتعبت نفسک" یعنی آپ نے تو اپنے آپ کو تکلیف دے دی، تو انہوں نے جواب میں کہا "راحتها اطلب" یعنی میں نے اپنی جان کے آرام و راحت ہی کے لئے ایسے کیا، (تفسیر المراغی، وغیرہ) سو انسان اس دنیا میں جو بھی کوئی کام کرتا ہے وہ اپنے ہی بھلے یا برے کے لئے کرتا ہے، کہ اس کا نفع و نقصان خود اسی کو پہنچے گا، نیک اعمال کا بدلہ جنت کی عظیم الشان اور سدا بہار نعمتوں کی شکل میں ملے گا، اور برائی کا دوزخ کی صورت میں، والعیاذ باللہ، بہر کیف جنتیوں کو ربِّ کریم کی طرف سے اس بشارت سے نوازا جائے گا کہ اب لوگ تم غل و غش کھاؤ پیو اپنے اعمال کے بدلے میں، نہ تمہیں اس سے کوئی ضرر لاحق ہوگا، اور نہ اس میں کوئی کمی واقع ہوگی، اور نہ ہی تمہیں اس سے کوئی دکھ جھیلنا پڑے گا، اللہ نصیب فرمائے آمین۔ سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ دنیاوی زندگی دراصل آخرت کی کمائی اور نعیمِ جنت سے سرفرازی کا موقع اور اس کی فرصت ہے۔ اللہ حیاتِ دنیا کی اس فرصت اور اس کا ایک ایک لمحہ اپنی رضا کے لئے صرف کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین،

۲۴ اہلِ جنت کے آرام و راحت کی تصویر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے صف در صف بچھے ہوئے عظیم الشان تختوں پر۔ جو علامت ہے انتہائی سکون و راحت اور دلی آرام و اطمینان کی، ورنہ جو کوئی تکلیف اور پریشانی وغیرہ میں مبتلا ہو، وہ ایسے کیونکر بیٹھ سکتا ہے؟ سو وہ خوش نصیب جنت کی ان پُر کیف فضاؤں میں صف در صف بچھی نشست گاؤں پر ٹیک لگائے نہایت آرام و سکون سے بیٹھے ہونگے۔ سو یہ ان کے کمال درجہ سکون و اطمینان کی بھی تعبیر ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان کے درمیان کامل درجے کی محبت بھی ہوگی، اور بے تکلفی بھی، اسی لئے وہ وہاں پر رو در رو ہو کر بیٹھے ہونگے اسی لئے دوسرے مقام پر ان کے لئے "متقابلین" بھی فرمایا گیا ہے، کیونکہ جن لوگوں کے دلوں میں کدورت ہوتی ہے وہ اس طرح آمنے سامنے اور پُر سکون طور پر نہیں بیٹھ سکتے۔ اس لئے اہل جنت کے دلوں کو ہر طرح کی کدورت سے پاک و صاف کر دیا گیا ہوگا جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے۔ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (الحجر: ۴۷ پ۱۴) یعنی ہم نکال دیں گے ان کو دلوں سے جو بھی کوئی کھوٹ کھپٹ رہا ہوگا ان کے اندر۔ جس کے نتیجے میں وہ بھائیوں کی طرح عظیم الشان تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین، بکل حال من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ، وفی کل زمان ومکان، وانت العزیز الوھاب، والھادی الی سواء السبیل، فعلیک نتوکل وبک نستعین فی کل ان وحین، وانت نعم المولیٰ ونعم النصیر، تبارکت وتعالیت،

ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنٰهُمْ

ان کو بیاہ دیا ہو گا خوبصورت آنکھوں والی حوروں سے ۲۵ (۲۰) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ان کے نقش قدم پر چلی (دولت)

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (۲۱)

ایمان کے ساتھ، تو ہم ان کی ایسی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیں گے (جنت میں، ۲۶) اور ہم ان (متبوع اہل جنت) کے عمل

۲۵ اہلِ جنت کیلئے رشتۂ ازدواج کا ذکر و بیان: —رشتۂ ازدوج چونکہ ایک ایسا عظیم الشان رشتہ اور قدرت کی ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے کہ انسان کا کوئی بھی لطف و سرور بیوی بچوں کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہاں پر ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ان کی شادی کر دی ہوگی آہو چشم حوروں سے۔ کہ کھانے پینے آرام و راحت اور امن و عافیت کے بعد انسان کے لئے سب سے بڑی نعمت یہی ہے۔ اور ایسی بڑی نعمت کہ اس کے بغیر زندگی ہی ناقص اور ادھوری ہوتی ہے، اور حوروں کی یہ جنس ایک خاص جنس ہوگی جو اہل جنت کے لئے قدرت کی طرف سے بطور خاص وہاں پیدا فرمائی جائے گی، اور ان کے علاوہ ان اہل جنت کو اپنی وہ دنیاوی بیویاں بھی وہاں ملیں گی جو دخولِ جنت کی نعمت سے سرفراز ہوں گی، اور ان کو ایسی نئی اٹھان اور نئی زندگی سے نواز دیا گیا ہوگا کہ ان کے اندر ان عیبوں اور کمزوریوں میں سے بھی کوئی عیب اور کمزوری وہاں ان کے اندر باقی نہیں رہے گی جو دنیا میں ان کے اندر پائی جاتی تھیں۔ سو اہل جنت کو ملنے والی اس نعمت کے لئے جو الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں ان سے ہم ان کا فی الجملہ تصور ہی کر سکتے ہیں، ورنہ اس کی اصل حقیقت کو اس دنیا میں سمجھنا کسی کے لئے ممکن نہیں۔ اس کا پورا اور صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور یہ صرف آخرت ہی میں واضح ہو سکے گی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۲۶ اہلِ جنت کے لئے ایک اور بشارت کا ذکر و بیان: —سو اس سے اہل جنت کی تکمیلِ مسرت کے لئے ایک اور بشارت کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کی ایماندار اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل و شریک کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہم اہل جنت کیلئے ان کی ایماندار اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے، تاکہ وہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کے سکون و سرور میں اضافے کا باعث بنیں۔ طبرانی رحمہ اللہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنتی جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کے بارے میں پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ تو اس کو جواب ملے گا کہ ان کے اعمال چونکہ تمہارے برابر نہیں تھے۔ اس لئے وہ تمہارے درجے کو نہیں پہنچ سکے۔ تو اس پر وہ جنتی شخص عرض کرے گا کہ الٰہی میں نے جو عمل کیے تھے وہ میں نے صرف اپنے ہی لئے نہیں کیے تھے بلکہ ان کے لئے بھی کیے تھے، تو اس پر ان کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔ (ابن کثیر، ابن جریر، مراغی وغیرہ)۔ سو اسی سے متعلق یہاں ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ ایمان و یقین کی برکت سے اور اس رشتہ و تعلق کی بناء پر ہم چھوٹے درجے والے جنتیوں کو بھی ان کے ان آباء و اجداد کے ساتھ ان کے بلند درجات میں شامل کر دیں گے، اور ایسا نہیں کریں گے کہ اوپر کے درجات والوں کو نیچے لا کر ان نچلے درجوں والوں میں رکھ دیا جائے کہ یہ ہماری شانِ کرم و عنایت کے تقاضوں کے مطابق نہیں۔ فالحمد لله الذی لا حد لجوده و کرمه و احسانه سبحانه و تعالیٰ۔ بہر کیف جنت میں اہل ایمان کی مسرت کی تکمیل کے لئے جو اہتمام فرمایا جائے گا یہ بشارت اسی کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُوْنَ

میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے ع۲ ہر کوئی اپنے (زندگی بھر کے) کئے (کرائے) کے بدلے میں رہن (اور گروی) ہوگا ف۲۸ (21) اور ہم خوب

فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوْفُ

دئے چلے جائیں گے ان کو ہر طرح کے عمدہ پھل' اور گوشت' جیسا وہ چاہیں گے (اور جس کی وہ خواہش کریں گے) ف۲۹ (22) اور وہاں پر

عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٢٤﴾ وَاَقْبَلَ

وہ ایک دوسرے سے لپک لپک کر لے رہے ہوں گے ایسی جام شراب جس میں نہ کوئی بے ہودگی ہوگی' اور نہ کوئی گنہگاری ف۳۰ (23) اور ان کی

۲۷ متبوعین کے درجے میں کسی قسم کی کمی نہ کرنے کے انعام کا ذکر و بیان: ـــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ان کے عمل میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنے کرم سے ان کم درجہ والوں کو بلند درجہ عطاء فرمادیں گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے اپنے ان دو بچوں کے بارے میں پوچھا جو کہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہوں گے۔ پھر پوچھا تو آپ ﷺ سے میری جو اولاد فوت ہوگئی ہے' اس کا کیا بنے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں ہوگی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہلِ ایمان اور ان کی اولاد جنت میں ہوگی' اور اہل شرک اور ان کی اولاد دوزخ میں' پھر آپ ﷺ نے یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی، (ابن کثیر' ابن جریر' جامع البیان، وغیرہ) بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اس ضمن میں والدیت کے عمل میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی، بلکہ وہ اپنے اسی مرتبے پر فائز رہیں گے جس کے وہ اپنے ایمان و عمل کے اعتبار سے مستحق قرار پائیں گے، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی اولاد کے درجے بلند کر کے ان کو ان کے درجات میں پہنچادے گا، اگرچہ وہ اپنے ایمان و عمل کے اعتبار سے ان درجات کے مستحق نہ ہوں۔ والحمدُ للہ جَلَّ وَ عَلاَ۔

۲۸ ہر کوئی اپنی کمائی کے بدلے میں رہن ہوگا: ـــ پس جس کا عمل نیک ہوگا تو اس کو رہائی نصیب ہو جائے گی اور جس کا عمل برا ہوگا تو وہ اس کو ہلاک کر دے گا۔ سابقہ و واسطہ بہر حال اپنے ہی عمل سے ہوگا۔ کوئی کسی دوسرے کے عمل کی پاداش میں نہیں پکڑا جائے گا۔ سو ہر کسی کو اس کا عمل ہی چھڑائے گا اور عمل ہی ہلاک کرے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ کوئی اپنے ایمان و عمل کے بغیر محض نیکیوں سے نسبت رکھنے کے سبب جنت میں ان کے پاس پہنچ جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم انہی پر فرمائے گا جو اپنے ایمان و عمل سے اس کا استحقاق اپنے اندر پیدا کریں گے۔ بس اس میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین وغیرہ پر رد ہے جو ایمان و عمل کے بغیر محض بڑوں سے نسبت اور تعلق ہی کو کافی سمجھتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ " نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُهٗ "۔ یعنی ہم لوگ اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ ہم جو چاہیں کریں کوئی پرواہ نہیں، جس طرح کہ بہت سے جاہل مسلمان بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور ان کا صاف کہنا ہے کہ ہم نے فلاں کا لڑ پکڑ رکھا ہے، پس یہی بات ہمارے لئے کافی ہے، ہمیں کسی عمل وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں، وغیرہ وغیرہ۔

۲۹ اہلِ جنت کے لئے نعمتوں میں اضافے کی خوش خبری: - سو اس ارشاد سے اہل جنت کے لئے جنت کی نعمتوں میں اضافے اور ان سے ان کو برابر نوازے جانے کی خوشخبری دے دی گئی۔ یعنی وقت بوقت ہم انکو ان نعمتوں سے نوازتے رہیں گے جن کی وہ خواہش کریں گے، (مدارک، وغیرہ) اور پھل اور گوشت کو بطور خاص اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ دنیا میں کھانے کی چیزوں میں سب سے بڑھ کر اور اصل یہی دو چیزیں ہیں۔ سو تعداد میں اضافے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے رزق و فضل میں بھی اضافہ کیا جاتا رہے گا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ بہر کیف اس موقع پر اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ جس طرح ہم ان کی اولاد کو ان سے ملا دیں گے اور ان کے کیف و سرور کو دوبالا کرنے کے لئے ان سب کو یکجا کر دیں گے، اسی طرح ہم ان کیلئے مطلوب فواکہ اور ان کے مرغوب گوشت میں بھی اضافہ کر دیں گے اور ﴿اَمْدَدْنَا﴾ کے لفظ سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ ان میں کم کے اضافے کے ساتھ کیف کا اضافہ بھی کر دیا جائے گا اور ''فَوَكِهَة'' اور ''لَحْمٍ'' کے ان لفظوں کے اندر تمام غذائی نعمتوں کو جمع کر دیا گیا ہے خواہ وہ تفکہات کی نوعیت کی ہوں خواہ غذا کی نوعیت کی۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یا رب العالمین، ویا ارحم الراحمین

۳۰ اہلِ جنت کے لطف و سرور کے ایک اور منظر کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں پر ان کے درمیان تبادلے ہو رہے ہوں گے ایسے جامہائے شراب کے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہو گی، اور نہ کوئی گنہگاری۔ جیسا کہ دنیاوی شراب میں ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ اُمّ الخبائث کہلاتی ہے، جبکہ وہاں کی وہ شراب ہر قسم کے غل و غش اور عیب اور خرابی سے پاک ایسی عمدہ اور بے مثال شراب ہو گی کہ اس میں نہ کسی طرح کی کوئی بیہودگی ہو گی، اور نہ کسی قسم کی کوئی گنہگاری، یعنی اہل جنت کو پیش کی جانے والی وہ شراب ان تمام مفاسد اور برے اثرات سے خالی اور ان سے بالکل پاک ہو گی، جو دنیاوی شراب کے لوازم میں سے ہیں، اس کے پینے سے آدمی نہ کسی طرح کی لغو اور بیہودہ گوئی میں مبتلا ہو گا اور نہ ہی کسی پر گناہ کی تہمت لگائے گا، جیسا کہ دنیا کی شراب خبیث کے پینے سے ہوتا ہے، بلکہ جنت کی وہ پاکیزہ شراب سراسر لذت و انبساط اور سرور و نشاط ہو گی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ تاثیم کے معنی گناہ کی تہمت لگانے کے ہیں۔ سو دنیاوی شراب سے بدمستی میں مبتلا ہو کر انسان دوسروں پر اور خاص کر اپنے حریفوں کی بہو بیٹیوں پر طرح طرح کی تہمتیں جڑنے اور آوازے کسنے لگتا ہے۔ جس سے آگے طرح طرح کے معاشرتی اور خاندانی فتنے اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ مگر وہاں کی اس پاکیزہ شراب میں اس طرح کی کسی بیہودگی کا کوئی شمہ اور شائبہ نہیں ہو گا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ بہر کیف اس ارشاد سے اہل جنت کے لطف و سرور کے ایک اور منظر کو پیش فرمایا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ایسی بے مثال شراب کے لبالب بھرے پیالے پیش کر رہے ہونگے جس میں نہ کسی طرح کی کوئی بیہودگی ہو گی اور نہ کسی طرح کی کوئی گنہگاری کی کیفیت ہو گی، سو وہ ایک عظیم الشان اور بے مثال شراب ہو گی جو اہل جنت کو وہاں پر نصیب ہو گی۔ تنازعو الکاس۔ کے معنی اہل لغت اس طرح کرتے ہیں۔ تعاطوھا۔ یعنی باہم ایک دوسرے کو دینا لینا سو چھینا جھپٹی اس لفظ کے لوازم میں سے نہیں، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ سو وہ ایک بڑا ہی پر لطف نظارہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، ویا من بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ویجار علیہ،

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا

خدمت گزاری کے لئے چل پھر رہے ہوں گے ایسے (خوب صورت) لڑکے جیسے کہ وہ ایسے موتی ہوں جن کو چھپا کر رکھا گیا ہو، ۳۱ ﴿۲۴﴾

قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا

اور جنت والے آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے، ۳۲ ﴿۲۵﴾ کہیں گے کہ ہم تو اس سے پہلے (دنیا میں) اپنے گھر والوں

وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ

میں ڈرتے رہا کرتے تھے (اپنے رب کی ناراضگی و پکڑ سے)، ۳۳ ﴿۲۶﴾ پس اللہ نے ہم پر احسان فرمالیا اور بچالیا ہمیں اس جھلسا دینے والی

اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ

ع ۲/۴ ۲

(ہولناک) آگ کے عذاب سے، ۳۴ ﴿۲۷﴾ ہم اس سے پہلے صرف اسی کو پکارا کرتے تھے، ۳۵ بلاشبہ وہی ہے بڑا احسان کرنے والا، انتہائی

رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ؕ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ

مہربان ۳۶ ﴿۲۸﴾ پس آپ نصیحت کرتے رہئے، کہ آپ اپنے رب کی مہربانی سے نہ تو کاہن ہیں نہ مجنون، ۳۷ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ ایک

نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ

شاعر ہے جس کے بارے میں ہم انتظار کرتے ہیں گردش ایام (کے چکر) کی ۳۸ (سوان سے) ﴿۳۰﴾ کہو کہ اچھا تو تم لوگ انتظار کرتے رہو،

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ؕ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ

میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں، ۳۹ ﴿۳۰﴾ کیا ان لوگوں کی عقلیں ان کو ایسی باتیں

۳۱ جنتیوں کے خادموں کی صفت وشان کا ذکر وبیان: ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کی خدمت کے لئے وہاں پر ایسے عمدہ اور بے مثال لڑکے چل پھر رہے ہونگے جیسے کہ وہ موتی ہوں جن کو چھپا کر رکھا گیا ہو۔ یعنی اپنی صفائی چمک سفیدی عمدگی اور خوش منظری وغیرہ میں، سو وہ ان موتیوں کی طرح ہونگے جن کو چھپا کر رکھا گیا ہو۔ سو اہل جنت کو ملنے والی دوسری نعمتوں کی طرح ان کے خادم بھی ایک خاص عظمتِ شان کے مالک اور ایسے بے مثال ہونگے کہ اس دنیا میں ان کی کوئی نظیر ومثال ممکن نہیں۔ آمین۔ سو اہل جنت کے یہ بے مثال اور حاضر باش خادم جوان کی ہر فرمائش کی تعمیل کے لئے ہر وقت وہاں موجود ہونگے اپنی عمدگی اور نفاست میں ایسے ہونگے جیسے موتی ہوں جو صدف میں محفوظ رہے ہوں۔ سو وہاں کی دوسری نعمتوں کی طرح وہاں کے خدام بھی بے مثال ہونگے۔

۳۲ اہل جنت کے لطف وسرور کے ایک اور منظر کا ذکر وبیان: ــ یعنی یہ کہ اہل جنت وہاں پر آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر اس کے احوال پوچھیں گے۔ یعنی اپنے دنیاوی حال واحوال کے بارے میں۔ تا کہ وہاں کی تنگی و تکلیف

کے مقابلے میں جنت کی ان نعمتوں کو دیکھ کر ان کی لذت و سرور میں اضافہ ہوتا جائے، اور کافروں کو بھی دنیاوی عیش و عشرت یاد ہو گی ، تاکہ اس طرح ان کو دوزخ کے عذاب کی اذیت و تکلیف اور زیادہ محسوس ہو، (کبیر، مراغی اور صفوہ، وغیرہ)۔ والعیاذُ باللہ العظیم سو جس طرح کٹھن اور لمبا سفر طے کرنے کے بعد منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد مسافر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، اور حال دریافت کرتے ہیں اسی طرح اہل جنت بھی وہاں پر ترپ کر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے، اور ان سے حال پوچھیں گے، کہ کہیے کیسی گزری۔ راستے میں کن کن اور کیسی کیسی گھاٹیوں سے گزرنا پڑا، اور آخر کار منزل مقصود تک کس طرح پہنچنا نصیب ہوا؟ اور اہل و عیال سے یکجائی کس طرح نصیب ہوئی؟ وغیرہ وغیرہ۔ سو اس طرح وہ خوش نصیب اپنے اس انجام اور اپنی بے مثال کامیابی پر ایسے خوش ہونگے کہ ان کے جسم و جان کا ایک ایک رواں خوشی و مسرت میں ڈوب جائے گا، اور وہ بے ساختہ اور دل و جان سے پکار اٹھیں گے کہ سب شکر اس اللہ کا ہے جس نے ہم سے ہر قسم کے رنج و غم کو دور کر دیا۔ بلاشبہ ہمارا رب بڑا ہی بخشنے والا انتہائی قدر دان ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ رہنے کے اس گھر میں اتار دیا جس میں ہمیں نہ کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ کسی طرح کی کوئی تھکان۔ جیسا کہ پ ۲۲ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۳۴ تا ۳۶ میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے، اَلَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ج لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ o وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ج لَا یُقْضٰى عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ط كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ o سو آتشِ دوزخ سے بچا کر جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفراز کر دینے کی یہ نعمت ایسی عظیم الشان اور بے مثال نعمت ہو گی کہ اسکی دوسری کوئی نظیر و مثال ممکن ہی نہیں، اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر خوشی و مسرت کی شکل اور کیا ہو سکتی ہے؟۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، سبحانہ وتعالیٰ

۳۲ فکر و خوفِ آخرت سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ: - سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ فکرِ آخرت اور خوفِ خداوندی سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس موقع پر وہ لوگ کہیں گے کہ ہم دنیا میں ہمیشہ ڈرتے رہا کرتے تھے اپنے اہل و عیال کے بارے میں۔ اور یہ خوف و ڈر اساس و بنیاد ہے تمام نیکیوں اور اصلاحِ احوال کی، اور "فی اھلنا" (اپنے گھر والوں میں) کی تصریح سے یہ واضح ہو گیا کہ ہم ہر حال میں اپنے خالق و مالک سے ڈرتے رہا کرتے تھے حتیٰ کہ ایسے وقتوں میں بھی جب کہ انسان اپنے اہل و عیال کے مشاغل میں کھو کر اپنے خالق و مالک کو، اور اپنی آخرت و انجام کو بھول جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور زیادہ تر غفلت انسان کو اپنے اہل و عیال میں مشغولیت کی بناء پر ہی ہوتی ہے۔ سو جب ایسے وقتوں میں بھی غفلت نہ ہو گی تو پھر دوسرے وقتوں میں بطریق اولیٰ نہیں ہو گی، سو اہل جنت اپنے اس جواب سے واضح کریں گے کہ ہم ہر حال ڈرتے رہتے تھے، اور ہمیں اپنے اہل و عیال کی فکر بھی ہمیشہ دامن گیر رہتی تھی، اور ہم نے اپنی آخرت کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا اور کسی غرور میں مبتلا نہ ہوئے، سو فکرِ آخرت اور خوف خداوندی ایسی عظیم الشان دولت ہے جو انسان کو ہر حال میں اور ہر موقع پر سیدھا رکھتی ہے، اور اس سے انسان صراط مستقیم پر قائم رہتا ہے۔ جس کے نتیجے میں بالآخر وہ دارین کی سعادت و سرخروئی سے بہرہ مند و سرفراز ہو جاتا ہے۔ اور "فی اھلنا" کی تصریح سے محرومی اور بے راہ روی کے ایک اہم اور بنیادی سبب کی طرف بھی

اشارہ فرما دیا گیا کہ عموماً انسان اپنے اہل و عیال اور ان کی دنیا بنانے کی فکر و کوشش اپنی آخرت اور اسکے تقاضوں سے غافل ہو جاتا ہے، اور اس طرح وہ بڑے ہولناک خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ پس عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی آخرت اور اسکے تقاضوں کو ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے پیش نظر رکھے، کہ آخرت کی جوابدہی اس نے تنہا خود ہی کرنی ہے، کوئی بھی دوسرا وہاں کام نہیں آئے گا کہ وہاں ''اَنْ لَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی'' کا اصول کارفرما ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیئ ء وھویجیر ولایجار علیہ

۳۴ خوفِ خداوندی ذریعۂ نجات وسرفرازی: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ خوف خداوندی اور اندیشۂ آخرت ذریعۂ نجات اور باعثِ سرفرازی و فائز المرامی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اہل جنت دوزخ سے بچاؤ اور جنت سے سرفرازی کے بارے میں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں بچا دیا دوزخ کے اس عذاب سے ۔ یعنی احسان در احسان سے نوازا کہ اول تو ایمان اور عمل صالح کی توفیق بخشی، پھر اس پر استقامت نصیب فرمائی، اور پھر اسے شرفِ قبولیت سے سرفراز فرما کر ہمیں اس ہولناک آگ کے سخت عذاب سے بچا لیا، جو کہ مسام جان کے اندر گھس جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ اگر اس آگ کا انگلی کے ایک پور کے برابر بھی اس دنیا میں ظہور ہو جائے تو تمام روئے زمین اور جو کچھ اس کے اوپر ہے سب بھسم ہو جائے (مراغی، وغیرہ) مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی تو اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس طرح دعا مانگی ''اَللّٰھُمَّ مُنَّ عَلَیْنَا وَقِنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اِنَّکَ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ'' اس پر مسروق سے پوچھا گیا کہ کیا آپ رحمہ اللہ نے ایسا نماز کے اندر کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا ہاں، (ابن کثیر وغیرہ) اَللّٰھُمَّ مُنَّ علینا و قنا عذاب السموم انک انت البَرّ الرَّحیم یا ارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین ۔ سو اس سے ظاہر فرما دیا گیا کہ خوف خداوندی اور اندیشۂ آخرت باعث سرفرازی و فائز المرامی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، و ھو الھادی الیٰ سواء السبیل. فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، فِیْ کُلِّ اٰنٍ وَّحِیْنٍ، سبحانہ و تعالیٰ،

۳۵ عقیدۂ توحید صلاح وفلاحِ دارین کی اصلِ اصیل: ۔ سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کی نجات میں اصل عامل کی حیثیت عقیدہ توحید ہی کی ہے۔ چنانچہ اہل جنت اپنی فائز المرامی کے بارے میں اور اس سے سرفرازی کے اسباب کے ذکر کے سلسلے میں کہیں گے کہ بلاشبہ اس سے پہلے یعنی دنیا میں ہم لوگ اسی وحدہ لاشریک کو پکارا کرتے تھے، اور امید و بیم اور خوف و رجاء کی ہر حالت میں ہم اسی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور اس کے سوا اور کسی کو نہ ہم نے کبھی اس کا شریک و سہیم جانا اور نہ اس کے سوا اور کسی کو ہم نے کبھی پوجا پکارا۔ یعنی ہم عقیدۂ توحید اور اس کی حقیقت سے آگاہ، سرفراز، اور اس کی لذت و حلاوت سے سرشار تھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اسی وحدہ لاشریک کو پکارا کرتے تھے۔ سو اللہ پاک کو پکارنا اور ہر حال اور ہر مقام میں پکارنا اور اسی وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی بجا لانا وہ شاہ کلید ہے جو دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کی کفیل و ضامن ہے پس اس میں بڑا درسِ عبرت وبصیرت ہے ان کلمہ گو مشرکوں کے لئے جو اللہ پاک کو چھوڑ کر اس کی عاجز مخلوق کو پکارتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ''یا علی مدد''

کوئی ''یا پیر دستگیر'' کا نعرہ لگاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے ''یا بہاؤالحق میرا بیڑا دھک'' اور کوئی کہتا ہے ''یا معین الدین چشتی اجمیری پار لگا دے کشتی میری'' وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ سب پاکیزہ ہستیاں جو موت کی گہری نیند سو چکی ہیں خود زندگی بھر اللہ وحدہ لاشریک ہی کو پکارتی اور اسی کو پکارنے کا درس دیتی رہی تھیں۔ مگر اس سب کے باوجود ایسے لوگ انہی ہستیوں کے نام سے شرک کرنے لگ گئے اور حاجت روائی ومشکل کشائی کے لئے انہی کو بلانا پکارنا شروع کر دیا حالانکہ قرآن حکیم ان کے بارہ میں صاف وصریح طور پر کہتا ہے۔ ﴿وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ﴾۔ ''کہ وہ ان کی دعا و پکار سے بالکل غافل و بے خبر ہیں''۔ مگر اس کے باوجود ایسے لوگوں کو یا اللہ مدد کہنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی، بہرکیف اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح اور آشکارا فرما دیا گیا کہ انسان کی نجات میں اصل عامل کی حیثیت عقیدۂ توحید ہی کو حاصل ہے، اس لئے اہل جنت اپنے اس کلام کے آخر میں اس کا بطور خاص ذکر کریں گے کہ ہم نے ہمیشہ اللہ ہی کو پکارا اور امید وبیم کے ہر حال میں اسی پر بھروسہ کیا، اور اپنے اس عقیدے پر ہم لوگ زندگی بھر مستحکم و مستقیم رہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان فرمایا۔ **سبحانہ و تعالیٰ و باللہ التوفیق لمایحب ویرید، وعلی مایحب ویرید،**

۳۶ اہل جنت کا انتہاء درجے کا اظہار ممنونیت: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ کہیں گے بلاشبہ وہی ہے سب سے بڑا احسان فرمانے والا، انتہائی مہربان۔ کہ اسی نے محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں یہ راہ حق وصواب نصیب فرمائی، اور اس پر استقامت بخشی، ورنہ ہم از خود اس شرف سے مشرف ہونے والے نہ تھے۔ ﴿وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ﴾۔ **سبحانہ و تعالیٰ**۔ اس لئے ہم زندگی میں صرف اسی کی عبادت کرتے، اور اسی وحدہ لاشریک کو پکارا کرتے تھے، سو اس طرح وہاں پر احوال دنیا کو یاد کر کے جنت والوں کا سرور دوبالا ہوگا اور ان کی لذت میں اضافہ ہوگا، اور کافر کے افسوس اور یاس وحسرت میں، (المراغی وغیرہ) **والعیاذ باللہ العزیز** سو اہل جنت اللہ پاک کے عظیم الشان اور بے پایاں احسان کو یاد کر کے یہ جملہ حد درجہ ممنونیت اور احسان مندی کے اظہار کے طور پر کہیں گے کہ وہ بڑا ہی کرم واحسان فرمانے والا انتہائی مہربان ہے۔ اس نے نہ صرف یہ کہ ہم سے اپنے وہ تمام وعدے پورے فرمائے جو اس نے اپنے بندوں سے فرمائے تھے بلکہ اس نے ان کو اپنے کرم مزید سے بھی نوازا ہے۔ **سبحانہ و تعالیٰ**۔ حضرات اہل علم کا کہنا ہے کہ لفظ ''بر'' جب اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر آتا ہے تو اس وقت اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے اپنے بندوں کے ساتھ جو وعدے فرمائے ہیں وہ ان کو پورا کرنے والا ہے سو صدق ووفا اس لفظ کی اصل روح ہے اور اس کے ساتھ صفت رحیم کا اضافہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ صرف وعدے ہی پورے کرنے والا نہیں، بلکہ وہ اپنے بندوں کی کوتاہیوں سے درگزر کر کے ان کو اپنے مزید افضال وانعامات سے نوازنے والا بھی ہے۔ **سبحانہ و تعالیٰ**۔ کیونکہ وہ رحیم یعنی انتہائی مہربان بھی ہے۔ اللہ ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں رکھے۔ **آمین ثم آمین، یارب العالمین، یاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین،**

۳۷ نبی اکرم ﷺ کیلئے سامان تسکین وتسلی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ''آپ ﷺ نصیحت کرتے رہیں کہ آپ ﷺ رب کے احسان اور اس کے فضل وکرم سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے دشمنوں کا کہنا ہے۔ بلکہ اپنے رب کے فضل وکرم سے آپ ﷺ کو جس کمال عقل وحکمت، صدق وعلو وبلندی مرتبت، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال سے نوازا گیا ہے۔

وہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت وصداقت کے ثبوت کے لئے کافی ووافی ہے۔ اور ایسے الزامات لگانے والے اس قابل ہی نہیں کہ ان کو منہ لگایا جائے' اس لئے ان سے خطاب بھی نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ان کو بالواسطہ اس حقیقت صادقہ سے آگاہ فرمایا گیا' اور آگاہی بھی دلیل کے ساتھ مدلل کر کے ارشاد فرمائی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے، جس کے نتیجے میں آپ کی زبان فیض ترجمان سے علم وحکمت اور مکارم ومعارف کے وہ چشمے جاری ہوتے ہیں، جن کی کوئی نظیر ومثال ممکن نہیں بھلا ان کاہنوں کی خرافات سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس اعلیٰ کردار کے مالک ہیں کاہنوں کے اندر اس کا کوئی ادنیٰ پرتو بھی نہیں پایا جاسکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو حق گوئی اور راست بازی کے مظہر کامل ہیں، جب کہ کاہن دروغ گو اور چکر باز ہوتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو روح القدس سے فیض پاتے ہیں جب کہ کاہن شیاطین سے الہام حاصل کرنے کے لئے کان لگائے رکھتے ہیں، سو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہنے والے خود پرلے درجے کے دیوانے ہیں، اور ان کی ایسی باتیں ان کی مت ماری اور خرد باختگی کا کھلا مظہر وثبوت اور واضح دلیل ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۳۸ منکرین ومکذبین کی محرومی اور مت ماری کا ایک نمونہ ومظہر: —سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ان کے بارہ میں منتظر ہیں حادثہ موت کے۔ ''مَنُوْن'' کے معنی دہر یعنی زمانہ کے آتے ہیں۔ اور ''ریب'' کے معنی حوادث وآفات کے' اسی طرح ''منون'' کے معنی موت کے بھی آتے ہیں، کیونکہ یہ لفظ دراصل من سے مشتق ہے جس کے اصل معنی زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں سو پیغمبر کے بارے میں ان بدبختوں کا کہنا تھا کہ یہ چونکہ ایک شاعر ہیں جو ختم ہوجائیں گے، جس طرح کہ زہیر اعشیٰ اور نابغہ وغیرہ دوسرے بڑے بڑے شعراء ختم ہو کر مٹ مٹا گئے ہیں۔ پس تم لوگ ان کے بارے میں تھوڑا صبر سے کام لو ان کا معاملہ بھی یونہی تمام ہو جائے گا' بعض روایات میں وارد ہے کہ کفار قریش ایک مرتبہ اپنے پارلیمنٹ ہاؤس (دار الندوۃ) میں جمع ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت حق کا مقابلہ کس طرح کیا جائے جو پھیلتی ہی جارہی ہے' اور اس کا حلقہ اثر بڑھتا ہی جارہا ہے' تو بنی عبدالدار میں سے ایک شخص نے یہی بات کہی جس پر ان سب نے اتفاق کیا تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی، (تفسیر المراغی، وغیرہ) بہرکیف ان لوگوں کا اپنے پیروؤں سے ان کو ان کے کفر و باطل پر پکا رکھنے کے لئے کہنا یہ تھا کہ قرآن کے سننے سے دلوں پر جو اثر ہوتا ہے وہ اس لئے نہیں ہوتا کہ یہ کوئی خدائی کلام ہے، نہیں بلکہ یہ تو لفظوں کی جادوگری اور شاعروں کی شاعری کی طرح تاثیر ہے، جوان صاحب کی موت کے بعد آپ سے آپ ختم ہوجائے گی، جس طرح ماضی کے دوسرے بہت سے شعراء کا حال ہوچکا ہے، لہٰذا نہ تو اس سے اندیشہ عذاب میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے اور نہ اپنے آبائی دین سے مایوس ہونے اور اس میں شک کرنے کی، پس تم لوگ ان کے حادثہ موت تک انتظار کرلو اور بس۔ اس کے بعد اس دعوت کا خود خاتمہ ہوجائے گا۔ والعیاذُ باللہ العظیم، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیٰوۃ، وھو الھادی الی سواء السبیل، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، فی کل اٰنٍ وحین، وھو نعم المولیٰ ونعم النصیر، الذی بیدہ ازمۃ کل خیر وسعادہ، فانہ ھوالذی لاتتم الصالحات الابتوفیق منہ،

۳۹ منکرین ومکذبین کے الزام واعتراض کا جواب: ۔سو پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے کہو کہ اچھا تم لوگ انتظار کرلو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ وقت آنے پر تمہیں خود معلوم ہو جائے گا اور یہ حقیقت سب کے سامنے آشکارا اور واضح ہو جائے گی کہ حق پر کون تھا' اور باطل پر کون؟ انجام کس کا صحیح تھا اور کس کا خراب؟ یہ سب کچھ پوری طرح واضح ہو جائے گا اور انجام سب کے سامنے آجائے گا مگر افسوس کہ اس وقت کا تمہارا پچھتانا تمہیں کچھ کام نہ دے گا کہ اس وقت گزر چکا ہوگا کہ جو ایمان مطلوب ومحمود اور مفید ہے' وہ ایمان بالغیب ہے جس کا موقع دنیاوی زندگی میں تھا جو کہ اب ہاتھ سے نکل گئی ہے' بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ اگر نہیں مانتے اور تم اگر موت اور انجام ہی کے منتظر ہو تو انتظار کرلو، وقت آنے پر تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری یہ طمع خام پوری ہوتی ہے یا میرے رب کا وعدہ وارشاد، سو یہ منکرین ومکذبین کے لئے آخری جواب یہی ہوتا ہے ، کیونکہ جو ہٹ دھرم حق بات قبول کرنے اور ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہوں ان کے لئے آخری جواب یہی ہوتا ہے اور یہی ہو سکتا ہے کہ تم لوگ اگر کسی قیمت پر بھی ماننے کو تیار نہیں ہوتے تو جو مرضی کرو اور جس کھڈ میں چاہو گرو تمہارا راستہ الگ، ہمارا الگ ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾ سو اس کے بعد ہٹ دھرموں کو ان کے ہولناک انجام کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

اِلٰهِي! اِنَّ لَكَ عَلَيَّ حُقُوْقًا كَثِيْرَةً، فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ، وَحُقُوْقًا

كَثِيْرَةً فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَلْقِكَ، اَللّٰهُمَّ مَا كَانَ لَكَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِيْ،

وَمَا كَانَ لِخَلْقِكَ مِنْهَا فَتَحَمَّلْهُ عَنِّيْ، بِمَحْضِ مَنِّكَ

وَكَرَمِكَ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، وَيَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ،

يَا مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ، وَّهُوَ يُجِيْرُ

وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ، وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ

النَّصِيْرُ، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ،

وَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ ﴿٣٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ

سکھاتی ہیں یا یہ حد سے گزرنے والے لوگ ہیں؟ ف۴۰ ﴿٣٢﴾ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس شخص نے خود ہی گھڑ لیا ہے اس (کتاب حکیم) کو؟

بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا

(نہیں) بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان لانا چاہتے ہی نہیں، ف۴۱ ﴿٣٣﴾ سو یہ لا دکھائیں اس (کلام محکم نظام) جیسا کوئی کلام اگر

صٰدِقِيْنَ ﴿٣٤﴾ؕ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ؕ

یہ سچے ہیں (اپنے اس قول و قرار میں،) ف۴۲ ﴿٣٤﴾ کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق کے یونہی از خود پیدا ہو گئے؟ یا یہ خود ہی خالق ہیں؟ ف۴۳ ﴿٣٥﴾

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾ؕ

کیا انہوں نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین (کی اس حکمتوں بھری کائنات) کو؟ ف۴۴ نہیں، بلکہ یہ لوگ یقین نہیں رکھتے ف۴۵ ﴿٣٦﴾

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ؕ

کیا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟ یا یہ ان کے داروغے ہیں؟ ف۴۶ ﴿٣٧﴾

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ

کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر یہ لوگ (عالم بالا کی باتیں) سن لیتے ہیں؟ ف۴۷ تو لے آئے ان کا سننے والا

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ؕ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾ؕ

کوئی کھلی سند، ف۴۸ ﴿٣٨﴾ کیا اللہ کے لئے تو ہوں بیٹیاں، اور خود تمہارے لئے ہوں بیٹے؟ ف۴۹ ﴿٣٩﴾

۴۰ **ہٹ دھرموں کے قلوب وضمائر پر ایک دستک:** ــــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ان کی عقلیں ان کو ایسا سکھاتی ہیں یا یہ حد سے گزرنے والے سرکش اور ہٹ دھرم لوگ ہیں؟ یعنی معاملہ ان دو صورتوں سے خالی نہیں کہ یا تو ان لوگوں کی عقلیں ان کو یہی کچھ سکھا اور بتا رہی ہیں کہ آپ ﷺ! اللہ کے رسول نہیں بلکہ ایک کاہن، مجنون اور شاعر ہیں، اور یا پھر یہ لوگ سرکش ہیں جو حق بات سننے اور ماننے کو تیار نہیں۔ اور خواہ مخواہ کے بہانے ڈھونڈ رہے ہیں۔ سو اگر پہلی بات ہے تو یہ ان لوگوں کی عقلوں کیلئے ماتم کا مقام ہے۔ پس اب دوسرا امکان ہی باقی رہ جاتا ہے کہ یہ لوگ سرکش ہیں جو حق بات ماننا چاہتے ہی نہیں۔ سو عقل بشرطیکہ وہ عقل ہو ایسی متعارض ومتصادم باتوں کی تعلیم نہیں دے سکتی پس اس کا اصل سبب ان لوگوں کی اپنی ہٹ دھرمی اور سرکشی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جو ان کو ایسی باتوں کی انگیخت کرتی ہے، اور ان کو حق اور حقیقت کی روشنی سوجھنے نہیں دیتی۔ والعیاذ باللہ۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ ان کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو ان کی عقلیں یہی کچھ ان کو سکھاتی ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول نہیں ایک کاہن، مجنون اور شاعر ہیں، یا پھر یہ بات ہے کہ سرکش لوگ ہیں اور اس بناء پر یہ آپ کی تکذیب کے لئے اس طرح کے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی کی عقل سلیم اس کو پہلی بات پر آمادہ نہیں کر سکتی،

اس لئے اصل راستہ باف ہے کہ یہ لوگ سرکش ہیں، اس لئے یہ حق بات کو ماننے اور اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوتے، کہ اس سے ان کی شتر بے مہار والی وہ آزادی متاثر ہوتی ہے جس کو انہوں نے اپنا رکھا ہے اور جس کو یہ آگے کیلئے بھی اپنائے رکھنا چاہتے ہیں، تا کہ یہ شتر بے مہار اور بے نتھے بیل کی طرح اپنی خواہشاتِ نفس کو جیسا چاہیں پورا کریں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، یامن بیدہ ملکوت کل شیئٍ وھو یجیر ولا یجار علیہ،

۴۱ عناد وہٹ دھرمی باعثِ ہلاکت ومحرومی۔ والعیاذُ باللہ: — سو منکرین ومکذبین کی محرومی کے اصل باعث کی نشاندہی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان لانا چاہتے ہی نہیں۔ اس لئے یہ اپنے کفر اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی وطغیانی کی بناء پر حق کے مقابلے میں ایسی باتیں کہتے اور کرتے ہیں جو ان کی عقلوں کا بھی ماتم کر رہی ہیں، اور ان کو راہ حق وصواب سے محروم اور مزید دور بھی کرتی جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں یہ لوگ ایسی بے تکی اور بے سروپا باتیں کرتے ہیں' معلوم ہوا کہ کفر وبے ایمانی اور بدنیتی وبد باطنی جڑ بنیاد ہے تمام شر وفساد کی' والعیاذُ باللہ، بہر کیف اس ارشاد میں ان لوگوں کے خبث باطن سے پردہ اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ چونکہ ایمان لانا چاہتے ہی نہیں اس لئے یہ اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے اس طرح کی سخن سازیاں کرتے ہیں، اور خوئے بدرا بہانہ بسیار، کے مطابق ایسے لوگ اپنے انکار وتکذیب کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں، اور میں نہ مانوں (I neve agree) کا تو کوئی جواب نہیں۔ سو ہٹ دھرمی باعثِ ہلاکت ومحرومی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم، جب کہ حق کے آگے جھکنا اور سر تسلیم خم کر دینا تقاضائے عندیت اور وسیلۂ سرفرازی وفائز المرامی ہے۔ وباللہ التوفیق۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

۴۲ منکرین ومکذبین کو قرآن کا صاف وصریح چیلنج: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ لادکھائیں یہ لوگ اس جیسا کوئی کلام اگر یہ سچے ہیں اپنے الزام واتہام میں، کہ ان کے پاس اسکے باعث ودواعی پورے موجود ہیں، کہ یہ شاعر اور ادیب وبلیغ بھی ہیں' بلکہ اپنی فصاحت وبلاغت پر ان کو بڑا فخر وناز ہے' اور یہ حق کے مقابلے میں پوری طرح سینہ سپر اور اس کے خلاف کمر بستہ بھی ہیں' جب کہ محمد عربی (صلواتُ اللہ و سلامہ علیہ) نے نہ دنیا میں کبھی کسی سے پڑھنا سیکھا، اور نہ ہی کبھی آپ ﷺ نے شعر گوئی فرمائی' نہ شعر گوئی سے آپ ﷺ کو کوئی مناسبت ہی تھی' اور نہ ہی کبھی آپ ﷺ نے اپنی فصاحت وبلاغت کا کوئی دعویٰ ہی کیا' تو اس سب کے باوجود یہ لوگ قرآنِ حکیم کے معارضے اور اس کے مقابلے سے عاجز اور سراسر بھی عاجز وقاصر ہیں، اور قرآن حکیم جیسا کوئی کلام تو کیا اس کیا ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت کی کوئی نظیر ومثال لانے سے عاجز وقاصر ہیں' اور قرآن حکیم کے صاف وصریح اور واضح چیلنج واعلان کے باوجود عاجز ہیں' تو پھر اس سے بڑھ کر اس کلامِ صدق نظام کی صداقت وحقانیت کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے؟ سو اس سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ کلام کسی بشر کا کلام نہیں' بلکہ خالق بشر حضرتِ حق۔ جلَّ شانہ و عزبرھانہ۔ کا کلامِ محکم نظام ہے۔ جس کا مقابلہ ومعاوضہ کسی بھی انسان سے بلکہ تمام انسانوں سے بھی ممکن نہیں۔ سو جس طرح حضرت خالق۔ جلَّ مجدہٗ۔ کی تخلیق فرمودہ کسی چھوٹی

سے چھوٹی چیز کی نظیر لانا بھی ان کے اور کسی بھی انسان کے بس میں نہیں۔ قطعاً نہیں اسی طرح اس کلام حکیم کی کوئی نظیر و مثال پیش کرنا بھی ان کے یا ان کے سوا کسی اور کیلئے بھی ممکن نہیں۔ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ یعنی اگرچہ یہ اس کیلئے ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں۔ سو یہ کتنی واضح دلیل اور کس قدر کھلا ثبوت ہے اس امر کا کہ یہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ خالق بشر کا کلام صدق نظام ہے۔ پس ان لوگوں کا اور پوری نوع انسانی کا بھلا اور دنیا و آخرت کے دونوں جہانوں کا بھلا اور حقیقی فائدہ اور فوز و فلاح کا سامان صرف اس امر میں منحصر ہے کہ یہ سب اس کلام صدق نظام پر دل و جان سے ایمان لا کر اس کی تعلیمات مقدسہ کے مطابق اپنی زندگی کی راہیں استوار کریں اور اس طرح خود ان کا اپنا بھلا ہو دنیا اور آخرت دونوں میں۔ پس جو اس کے باوجود اعراض و استکبار سے کام لے گا اور اس کلام حق و صدق سے منہ موڑے گا وہ اپنے لئے دارین کی ہلاکت و تباہی کا سامان کرے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم

۴۳ منکرین سے عقل و ضمیر کو جھنجھوڑنے والا ایک سوال: ۔سو منکرین و مکذبین آخرت کے عقل و ضمیر کو جھنجھوڑنے کیلئے ان کیلئے ان سے آنکھیں کھولنے والا یہ سوال کیا کہ یہ لوگ بغیر کسی خالق کے یونہی پیدا ہو گئے یا یہ خود ہی خالق ہیں؟۔ اور جب ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت ممکن نہیں ہو سکتی کہ نہ تو یہ لوگ بغیر کسی خالق کے از خود پیدا ہو سکتے ہیں، اور نہ ہی یہ اپنے خالق خود ہو سکتے ہیں، تو ثابت ہوا کہ ان سب کا خالق و مالک اللہ ہی ہے، اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے۔ اَللّٰھُمَّ زدنا ایماناً بک و بکتابک الذی انزلت، و برسولک الذی ارسلتَ وَزِدنا حُبًّا فیک و خضوعا لا مرک، یا ربَّ العالمین، و یا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، ۔سو اس میں ان کیلئے دعوت غور و فکر ہے کہ یہ سوچیں کہ جب یہ کسی خالق کے بغیر از خود یونہی پیدا نہیں ہو گئے اور نہ ہی یہ اپنے خالق ہیں تو پھر اس خالق و مالک حقیقی کا ان پر کیا حق ہے؟ جس نے ان کو وجود بخشا ان کو نیست سے ہست کیا، عدم محض سے نکال کر شرف وجود سے سرفراز کیا، اور کیا وہ ان سے ان طرح طرح کی اور ان گنت و بے حساب نعمتوں کے بارہ میں کچھ پوچھے گا نہیں؟ اور کیا اس کو ان سے اس بارہ میں پوچھنا نہیں چاہیے؟ تاکہ شکر گزاری اور اطاعت و فرمانبرداری کی زندگی گزارنے والوں کو انکے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ مل سکے، اور ناشکروں کو ان کے زندگی بھر کے کیے کرائے کی سزا مل سکے اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں، اور بدرجہ تمام و کمال پورے ہوں، سو قیام قیامت اور روز جزا و سزا کا بپا ہونا حکمتوں بھری کائنات کے وجود کا لازمی تقاضا ہے، پس اس مقصد کی تکمیل اور اسی غرض کی تعمیل کیلئے روز قیامت کا قائم ہونا ضروری ہے تاکہ ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا صلہ و بدلہ پا سکے اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں اور علی وجہ الکمال والتمام پورے ہو سکیں اور اس طرح اس حکمتوں بھری کائنات کے مقصد وجود کی تکمیل ہو سکے۔ ورنہ یہ سارا کارخانۂ قدرت و حکمت بے مقصد ہو کر رہ جائیگا۔ اور یہ چیز حضرت خالق حکیم جل جلالہ کی حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ

۴۴ منکرین کے عقول و ضمائر سے دوسرا سوال: ۔سو ایسوں کے قلوب و ضمائر کو جھنجھوڑنے کے لئے ان سے دوسرا بڑا اور واضح سوال یہ کیا گیا کہ کیا انہوں نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ جب نہیں اور یقیناً نہیں، تو اس سب کا خالق اللہ وحدہ لاشریک کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ اور عبادت و بندگی کا حق اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کو کیونکر ہو سکتا ہے؟ جس نے خود ان کو بھی پیدا کیا اور

ان کے فائدے کیلئے آسمانوں اور زمین کی اس حکمتوں سے پر اور طرح طرح کے فوائد اور عجائب وغرائب سے بھری اس ساری کائنات کو بھی پیدا فرمایا؟ فللہ الحمد و المنۃ۔ سو اس قادر مطلق کیلئے اس انسان کو اور اس پوری کائنات کو دوبارہ پیدا کر دینا آخر کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس اس میں یہ درس اور دعوت ہے کہ ان کے پاؤں کے نیچے بچھا ہوا زمین کا یہ حکمتوں بھرا اور عظیم الشان فرش و بچھونا اور ان کے سروں کے اوپر تنی ہوئی آسمان کی یہ عظیم الشان اور بے مثال چھت، اور ان دونوں کے درمیان نہایت حکمت اور انتہائی قرینے سے چنی ہوئی یہ گوناگوں اور عظیم الشان نعمتیں، آخر کس کی قدرت و حکمت اور عنایت و رحمت کا نتیجہ ہیں؟ اور اسکا ان پر کیا حق واجب ہوتا ہے؟ اور اس کے اس عظیم الشان حق کی ادائیگی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اور کیا ان لوگوں سے ان نعمتوں کے بارے میں کبھی پوچھ کچھ نہیں ہوگی؟ اور پوچھ کچھ نہیں ہونی چاہیے؟ سو کائنات کی اس عظیم الشان اور کھلی کتاب میں غور کرنے والوں کے لئے بڑے عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت ہیں۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید. سبحانہ و تعالیٰ۔

۴۵ منکرین کے اصل مرض کی تشخیص: سو ارشاد فرمایا گیا ایسے بدبختوں کے اصل مرض کی تشخیص کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان لانا چاہتے ہی نہیں، تو پھر یہ لوگ غور کریں، کہ آخر ان کو ہدایت ملے تو کس طرح؟ اور کیونکر؟ سو اپنے اس خبثِ باطن اور سوءِ اختیار کے نتیجے میں یہ لوگ حضرت حق جل مجدہ۔ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر ایمان و یقین کی دولت سے محرومی کے باعث طرح طرح کے غلط راستوں پر چل رہے ہیں؛ والعیاذ باللہ' سو اس مختصر سے جملے سے اصل حقیقت کا اظہار فرما دیا گیا اور ان کے اصل مرض کی تشخیص فرما دی گئی کہ جہاں تک حق اور حقیقت کا تعلق ہے وہ تو پوری طرح واضح ہے، اور عقل و نقل دونوں اس پر متفق ہیں کہ قیامت قائم ہونی چاہیے اور وہ ضرور قائم ہوگی، تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں، اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوں، مگر جو لوگ ایک بے نتھے بیل کی طرح اپنی خواہشات کے پیچھے چلنا اور شتر بے مہار کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہیں، وہ اس بات کو ماننا اور اس پر ایمان لانا نہیں چاہتے، تاکہ اس طرح ان کی خواہشات پر کوئی قدغن نہ لگنے پائے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ''بَلْ يُرِيدُ الْإِنسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ'' (القیامۃ: ۵ پ ۲۹) یعنی اصل وجہ یہ ہے کہ ایسا منکر انسان تو یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق و فجور کی راہ پر چلتا رہے تو پھر خواہشاتِ نفس کے ایسے پجاریوں کو حق و ہدایت کی دولت اور نور ایمان و یقین ملے تو کیسے اور کیونکر؟ جب کہ اس سے سرفرازی کے لئے اولین شرط اور بنیادی تقاضا طلب صادق ہے؟ سو خواہش پرستی اور ہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی اور فساد و بگاڑ کی بنیاد ہے کہ اسکی بناء پر انسان اندھا اور اوندھا ہو کر ہلاکت و تباہی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ من کل زیغٍ وَّضلال، وَسُوْءٍ وَّانحراف، وهو الهادی الی سواء السبیل،

۴۶ منکرین کے ضمیروں سے ایک اور سوال: سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں؟ یا یہ ان پر مسلط اور ان کے داروغے ہیں؟ کہ جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ یعنی یہ خالق تو نہیں' مگر ان کو اتنا غلبہ اور تسلط حاصل ہے کہ اللہ پاک کے خزانوں اور ان کی تقسیم پر ان کا حکم چلتا ہو؟ ظاہر ہے کہ یہ بات بھی نہیں' کہ جس طرح خالق و مالک وہ وحدہ لاشریک ہے، اسی طرح اس میں حاکم و متصرف و کارساز بھی تنہا وہی ہے، پس نہ تو اس کے سوا کسی کی بندگی جائز ہے اور نہ ہی اسکے

کسی کام پر کسی کو انگلی اٹھانے اور اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے اور نہ اس کا حق' جیسا کہ کفار کا کہنا تھا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے لوگوں میں سے کسی بڑے دنیادار شخص پر کیوں نہیں اتارا گیا؟ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ o (الزخرف:۳۱ پ۲۵) سو جب ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تو پھر آخر ان کو یہ غرہ کیوں ہے کہ یہ خدا کی پکڑ میں نہیں آسکتے؟ یا جس عیش میں یہ لوگ ہیں اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے؟ نہ یہ اس سے محروم ہو سکتے ہیں، اور نہ کوئی اس کو ان سے چھین سکتا ہے۔ سو آخر اس طرح کی غلط فہمی میں یہ لوگ کیوں پڑے ہیں؟ اس کیلئے انکے پاس کیا دلیل و جواز ہے؟ سو یہی نتیجہ ہوتا ہے اس مت ماری کا جو کفر و شرک کی نحوست کی بنا پر کسی شخص یا قوم پر طاری ہو جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، جل وعلا من کل زیغ وضلال،

۲۷ منکرین ومشرکین کے زعمِ باطل پر ایک ضربِ کاری: ــ سو ان کے اس زعمِ باطل کی تردید کے لئے کہ آخرت ہوئی بھی تو یہ وہاں پر بھی عیش کریں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس ذہنیت کے لوگوں کا یہ قول نقل فرمایا گیا ہے۔ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ م بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ لا وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً لا وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ج فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ز وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ o (حم السجدۃ:۵۰ پ۲۵) یعنی اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً اس کے یہاں بھی میرے لئے اچھائی ہی ہوگی۔ سو ایسے لوگوں کے ایسے زعمِ باطل کی تردید کے لئے ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے' جس کے ذریعے یہ سنتے ہوں؟ جس کی وجہ سے ان کو قرآنی ہدایات کی ضرورت؟ اور ظاہر ہے کہ ایسی کوئی سیڑھی بھی نہیں جس کے ذریعے یہ سنتے ہوں؟ جس کی وجہ سے ان کو قرآنی آیات کی ضرورت نہیں؟ اور ظاہر ہے کہ ایسی بھی کوئی صورت نہیں' تو پھر یہ لوگ ہدایتِ قرآنی سے مستغنی اور بے نیاز ہو کس طرح سکتے ہیں؟ اور یہ کس طرح اس سے اس قدر بے فکر اور نچنت ہو کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی آخرت وغیرہ ہوئی بھی تو وہاں بھی بالاتری انہی کی ہوگی، اور ان کی خود ساختہ سرکاریں ان کو وہاں چھڑا لیں گی، وغیرہ وغیرہ۔ سو یہ سب اوہام وظنون اور من گھڑت و بے بنیاد خیالات ہیں جن کو ان لوگوں نے اپنا رکھا ہے اور اس کے نتیجے میں یہ لوگ اپنے اس خود ساختہ جال میں خود پھنسے ہوئے ہیں۔ والعیاذ باللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّ ضَلَالٍ۔

۲۸ منکرین کی تعجیز و بے بسی کا اظہار و بیان: ــ سو منکرین کے مذکورہ بالا زعمِ باطل کی تردید اور ان کی تعجیز کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ لے آئے ان کا سننے والا کوئی کھلی سند۔ جس سے ان کے اس دعوے کی تصدیق ہو سکے۔ جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ پر قطعی دلائل پیش فرما چکے ہیں۔ اور جب ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں اور نہیں ہو سکتی' تو پھر آخر یہ انکارِ حق پر کیوں اڑے ہوئے ہیں؟ بہر کیف ان کی تعجیز و تحقیر کے لئے ان سے فرمایا گیا کہ اگر ان کے پاس ایسی کوئی کتاب ہے تو یہ اسکو پیش کریں، منکرین کے ضمیروں پر دستک دینے کے لئے یہی بات سورۃ القلم میں پوری وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمائی گئی ہے۔ سو وہاں پر ارشاد فرمایا گیا۔ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ o اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ o اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ o سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ o اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ج فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ o (القلم: ۳۷-۴۱) یعنی "کیا تم لوگوں کے لئے کوئی ایسی کتاب ہے جس میں تم لوگ پڑھتے ہو کہ تم کو وہی کچھ ملے گا جو تم خود پسند کرو؟

یا تم لوگوں کیلئے ہمارے ذمے قیامت تک پہنچنے والی کوئی ایسی قسمتیں ہیں کہ تم لوگوں کو یقیناً وہی کچھ ملے گا جس کا فیصلہ تم خود کرتے ہو؟ ان سے پوچھو کہ کون ہے ان باتوں کا ذمہ دار؟ یا ان کے لئے کوئی ایسے شریک ہیں؟ جو ان کو یہ کچھ دلوا سکیں۔ سو یہ لے آئیں اپنے ان شریکوں کو اگر یہ سچے ہیں اپنے اس دعوے میں" مگر کہاں اور کیسے؟ والعیاذ باللہ العظیم ۔جَلَّ وَعَلاَ مِنْ کُلِّ سُوْ ءٍ وَّ زَیْغ

۶۹ منکرین کی حماقت اور مت ماری کا ایک اور نمونہ و مظہر: - کہ یہ لوگ اللہ کے لئے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور خود اپنے لئے بیٹے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ کیا اللہ کے لئے تو ہوں بیٹیاں اور خود تمہارے لئے ہوں بیٹے؟ ۔تو کیا تم لوگوں کو شرم بھی نہیں آتی کہ اپنے خالق و مالک کی طرف تم وہ چیز منسوب کرتے ہو جسے تم خود اپنے لئے گوارا نہیں کرتے' افسوس کہ اس مرض کے جراثیم آج بہت سے جاہل مسلمانوں کے اندر بھی موجود ہیں' چنانچہ ایسے کسی شخص کے گھر میں اگر لڑکا پیدا ہوگا تو کہتا ہے کہ یہ پیروں نے دیا ہے، اور اس کا نام بھی وہ "پیراں دتہ"، "علی داد"، "علی بخش"، "حضور بخش" اور حسین بخش" وغیرہ رکھتا ہے، اور اگر لڑکی ہوگی تو کہتا ہے کہ یہ اللہ نے دی ہے، اور اس کا نام وہ کبھی "پیراں دتی" یا "علی بخش" اور "حسین بخش" وغیرہ نہیں رکھے گا۔ سو یہ اسی مرض شرک کے جراثیم ہیں جس میں مشرکین عرب گرفتار تھے ۔والعیاذ باللہ العظیم ۔ بہرکیف اس سے ایسے لوگوں کے دلوں پر دستک دی گئی ہے کہ تم کیسے لوگ ہو؟ اور تمہاری مت کیسی ماری گئی؟ کہ تم جس چیز کو خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے اس کو اللہ کے لئے پسند کرتے ہو؟ آخر تمہاری مت کہاں اور کیسے ماری گئی؟ والعیاذُ باللہ العظیم مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلاَلٍ وسوء وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ، وھو الھادی الی سواء السبیل، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، سبحانہ وتعالیٰ،

---------------------- ❁❁❁ ----------------------

اَللّٰھُمَّ !

لَاتَجعَلِ الدُّنیا اَکبَرھَمِّنَا وَلَا مَبلَغ عِلمِنا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَینا
بِذُنُوبِنا مَنْ لَّایَخافُکَ وَلَایَرحَمُنا، اِنَّکَ اَنتَ مَوْلَانا
وَنِعْمَ الْمولٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر، وَبِالْاِجابَۃِ جَدِیْر،
وَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر، یَاذَاالْقُوَّۃِ
الْمَتِیْن، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام،

---------------------- ❁❁❁ ----------------------

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ؕ اَمْ

کیا آپ ان سے کوئی اجر مانگتے ہیں؟ ف۵۰ کہ یہ چٹی کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں؟ ف۵۱ ﴿۴۰﴾ کیا

عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ؕ اَمْ یُرِیْدُوْنَ

ان کے پاس غیب (کے حقائق) کا علم ہے، جس کی بناء پر یہ لکھ لیتے ہیں؟ ف۵۲ ﴿۴۱﴾ کیا یہ لوگ کوئی داؤ

كَیْدًا ؕ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ؕ اَمْ لَهُمْ

چلنا چاہتے ہیں؟ تو (سن لیں کہ) جو لوگ اڑے ہوئے ہیں اپنے کفر (و باطل) پر وہ خود ہی شکار ہو رہے ہیں اپنی چال بازیوں کے، ف۵۳ ﴿۴۲﴾

اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ اِنْ

کیا ان کے لئے کوئی اور معبود ہے اللہ کے سوا؟ ف۵۴ (سو واضح رہے کہ) اللہ پاک ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں، ف۵۵ ﴿۴۳﴾ اور

یَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ

(ان کی ہٹ دھرمی کا عالم یہ ہے کہ) اگر یہ آسمان کا کوئی ٹکڑا بھی گرتا ہوا دیکھ لیں، تو کہیں گے کہ یہ تو ایک بادل ہے تہ بہ تہ

۵۰ پیغمبر علیہ السلام کی دعوتِ حق قطعی طور پر بے لوث:- سو اس سے اس اہم حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبر علیہ السلام کی دعوت قطعی طور پر بے لوث ہے اور محض نصح و خیر خواہی کے جذبے پر مبنی ہوتی ہے، چنانچہ منکرین کی بے قدری اور ناشکری پر اظہار تعجب کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا آپ ان سے کوئی مانگتے ہیں؟ یعنی اجراً عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی کسی بھی قسم کا کوئی اجر و معاوضہ خواہ وہ نوٹ اور ووٹ کی شکل میں ہو یا کسی اور صلہ و ستائش کی صورت میں، اور ظاہر ہے کہ ایسا بھی نہیں کہ آپ ﷺ ان سے اس طرح کا کوئی اجر و صلہ بھی نہیں مانگتے، تو پھر ان لوگوں کے نہ ماننے کی آخر وجہ کیا ہے؟ سوائے عناد اور ہٹ دھرمی کے، والعیاذ باللہ العظیم، سو یہاں سے پیغمبر کی دعوت و تبلیغ کی عظمتِ شان کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کا ہر کام خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہے، وہ کسی سے کوئی اجر و صلہ کبھی نہیں مانگتے، بلکہ ان کا سارا کام للّٰہیت پر مبنی اور رضائے الٰہی کے حصول اور اس سے سرفرازی کیلئے ہوتا ہے۔ علی نبینا و علی سائرھم الصلوۃ والسلام۔ سو ایسے میں انکی دعوت سے منہ موڑنا خود ایسے منکرین و مکذبین ہی کا خسارہ ہے۔ دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی، اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں بھی جو اس دنیا کے بعد آنے والا ہے، سو اس طرح انکارِ حق کے نتیجے میں انسان ''خسر الدنیا والاخرۃ'' کا مصداق بن جاتا ہے اور یہی ہے سب سے بڑا خسارہ۔ وذالک ھو الخسران المبین، والعیاذ باللہ العظیم۔

۵۱ منکرین کی مت ماری کا ایک اور نمونہ و مظہر:- کہ یہ لوگ حق کی اس دولت سے منہ موڑ رہے ہیں جو ان کو بالکل مفت مل رہی ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی اجر مانگتے ہیں کہ یہ اسکی چٹی کے بوجھ تلے دبے چلے جا رہے ہوں؟ اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے ایسا کوئی مطالبہ بھی نہیں، پھر کسی بوجھ کے محسوس کرنے کا کیا سوال؟

یہاں پر خطاب اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے لیکن سنانا دراصل ان منکرین اور مخالفین کو ہے' جو حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں کہ ان کے اس انکار و اعراض اور کفر و تکذیب کا وبال اور نقصان ہر لحاظ سے خود انہی لوگوں کو پہنچے گا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کفار و منکرین کو سنانے کے اس اسلوب میں بلاغت کا یہ نکتہ کارفرما ہے' کہ منکرین حق اس قابل ہی نہیں کہ ان کو مخاطب کر کے ان سے یہ بات کہی جائے' کہ حق کے انکار اور اس سے منہ موڑنے کے بعد انسان شرف انسانیت شرفِ عظیم سے گر کر حضیض مذلت میں جا پہنچتا ہے اور اس قدر رذیل ہو جاتا ہے کہ شَرُّ الْبَرِيَّة (بدترین مخلوق) بن جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس سے منکرین کی اس بے قدری اور مت ماری کا ایک اور نمونہ پیش فرمایا گیا ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول علم و حکمت کی دولت بے مثال و لازوال لے کر آگئے مگر یہ ہیں کہ اس دولتِ بے مثال سے منہ موڑ رہے ہیں جو کہ سعادتِ دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ اور واحد ذریعہ وسیلہ ہے، بغیر کسی اجر و عوض کے ان لوگوں کے درمیان بانٹنا اور تقسیم کرنا چاہتے ہیں، مگر یہ لوگ ہیں کہ اس کے سننے کے بھی روادار نہیں حالانکہ عقل سلیم اور فطرتِ مستقیم کا تقاضا یہ تھا اور یہ ہے کہ یہ لوگ اس انعام عظیم کے آگے جھک جھک جائے اور دل و جان سے ان کو قبول کرتے اور اس طرح اپنے لئے سعادت دارین سے سرفرازی کا سامان کرتے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، بکل حال من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ،

۵۲ منکرینِ حق کے حال پر اظہارِ تعجب و افسوس: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ان لوگوں کے پاس غیب کا کوئی علم ہے جس سے یہ لکھ لیتے ہیں؟ اور اس طرح یہ لوگ قرآنی ہدایت سے بے نیاز ہو گئے ہیں؟ اور ظاہر ہے کہ یہ بات بھی نہیں کہ غیب کا علم تو صرف اللہ پاک ہی کے پاس ہے، تو پھر یہ لوگ آخر کس بنا پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حوادثِ زمانہ کی انتظار کرتے ہیں، اور اس وحیِ خداوندی سے خود بھی محروم ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی محروم کرتے ہیں جو اللہ پاک نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کے لئے بھیجی ہے، اور خود ان ہی لوگوں کے بھلے اور فائدے کے لئے نازل فرمائی ہے۔ بہر کیف ان کے قلوب و ضمائر کو جھنجھوڑتے اور ان کے دل و دماغ پر دستک دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ان لوگوں کے پاس غیب کا علم ہے، اور غیب کو خود جان لینے کے لئے ان کے پاس کوئی ذریعہ موجود ہے، جس سے یہ لوگ غیب کی تمام باتوں کو خود معلوم کر کے لکھ لیتے ہوں، جو راہ حق و ہدایت کے راہرو کے لئے ضروری ہیں؟ اور ظاہر ہے کہ ایسی کوئی بھی صورت موجود نہیں، نہ ان کے پاس غیب کا علم ہے اور نہ غیبی حقائق کو جاننے کا کوئی ذریعہ ان کو میسر ہے، سو ایسی صورت میں عقل و نقل دونوں کا تقاضا یہ تھا اور یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی وحی کے ذریعے ملنے والے ان حقائق کو اپنانے اور ان کے ذریعے اپنے ظاہر و باطن کو سنوارنے بنانے کے لئے فوراً آپ ﷺ کی طرف لپکتے اور آپ کے ذریعے ملنے والے ان علوم و معارف کی طرف، جن سے آپ ﷺ ان کو آگہی بخش رہے ہیں، مگر یہ ہیں کہ پھر بھی آپ ﷺ سے بے رغبتی اور اعراض برتتے اور آپ ﷺ سے دور ہوتے ہیں، سو اس سے ان منکروں کے اظہار و انکار پر اظہار تعجب و افسوس فرمایا گیا ہے۔ یہ لوگ کس طرح حق سے منہ موڑتے، اور اندھے اور اوندھے ہوتے جارہے ہیں اور نور ہدایت سے منہ موڑ کر کس طرح دارین کے خزانے کو اپنا رہے ہیں والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویا ارحم الراحمین،

۵۳ حق کے خلاف سازشیں کرنے والوں کی سازشوں کا وبال خود انہی پر: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ حق کے خلاف سازشیں کرنے والے اپنی سازشوں کے جال میں خود ہی پھنستے ہیں اور ان کی ان چالبازیوں کا وبال خود انہی پر پڑتا ہے، اور پڑے گا، اور اس کا نقصان خود انہی کو پہنچتا ہے اور پہنچے گا، کہ اس سے ایسے لوگ دنیا میں حق سے دور اور محروم ہوتے جاتے ہیں اور اس طرح یہ آخرت کی ابدی زندگی میں دائمی عذاب کا لقمہ بنیں گے، جو کہ سب سے بڑا نقصان اور حقیقی معنوں میں خسارہ ہے، کہ اس کی تلافی اور تدارک کی بھی پھر کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ ہوگی، کہ اس کا موقع اس دنیا اور دنیاوی زندگی ہی میں تھا جس کو انہوں نے اپنے کفر و انکار میں ضائع کر دیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف کیداً کے لفظ سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ لوگ حق کے خلاف جن حجت بازیوں اور سخن سازیوں سے کام لیتے ہیں، وہ محض ظاہر کا پردہ ہیں، ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ حق کو قبول کرنا جانتے ہی نہیں، کیونکہ پیغمبر کی دعوت کو قبول کرنے اور نور حق و ہدایت کو اپنانے میں ان کو اپنی کھڑ پینچی اور سرداری اور اپنے دینوی مفادات خطرے میں نظر آتے ہیں۔ اسلئے یہ اس کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے، اور اسی بناء پر یہ لوگ حق کے خلاف طرح طرح کی چالیں چلتے ہیں، لیکن اس طرح کی چالوں کے ذریعے یہ لوگ حق اور اہل حق کا کچھ نہیں بگاڑیں گے، البتہ خود اپنے آپ کو ضرور ہلاکت اور تباہی کے ہولناک کھڈے میں ڈالیں گے، والعیاذ باللہ سو حق کے خلاف چالیں چلنے والے اپنی سازشوں کے جال میں خود پھنستے ہیں،۔ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ط وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ط فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ج فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ج وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ٥ (فاطر: ۴۳ پ ۲۲) یعنی برائی کا حال سننے والوں کا حال خود انہی کو گھیر کر رہتا ہے، والعیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین،

۵۴ عقیدۂ توحید فوز و فلاح کی اساس و بنیاد: سو ارشاد فرمایا گیا، اور عقیدہ توحید کی تذکیر و یاد دہانی کراتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟۔ جو ان کا خالق و مالک، روزی رساں اور حاجت روا و مشکل کشا ہو، کہ یہ اپنی حاجتوں اور پریشانیوں میں اس کی طرف رجوع کریں؟ اور اسی کو پکاریں؟ اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی بھی نہیں، کہ معبود برحق تو بہر حال ایک اور صرف ایک ہے، یعنی اللہ وحدہ لا شریک سبحانہ و تعالیٰ تو پھر یہ لوگ حق سے آخر منہ موڑتے اور اعراض کرتے کیوں اور کس بنیاد پر ہیں؟ سو سب کو بالآخر اسی معبود برحق کے حضور حاضر ہونا اور اپنی زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہے، تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں، سو جو لوگ حق کے خلاف چالیں چلتے ہیں، ان کا اس یوم حساب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جس نے بہر حال آکر اور بپا ہو کر رہنا ہے، اسکو اپنے وقت سے کوئی ٹال نہیں سکے گا، سو اس دن ان لوگوں کو کون بچائے گا؟ کیا انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ اللہ کے سوا ان کے کچھ اور معبود ہیں جو ان کی مدد کریں گے؟ تو ان کی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ایسے تمام تصورات سے پاک اور اعلیٰ و بالا ہے اس کا نہ کوئی شریک ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس عقیدۂ توحید وسیلہ نجات ہے اور شرک موجب ہلاکت و تباہی۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَالٍ، وَسُوْءٍ وَّانحراف، بكل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیوٰۃ، وھو الھادی الی سواء السبیل،

۵۵ اللہ تعالیٰ شرک کے ہر شائبے سے پاک: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک اور ہر شائبہ شرک سے پاک ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ پاک ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ اور دوسرا ترجمہ اس طرح بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ پاک ہے ان تمام شریکوں سے جو یہ لوگ اس کے لئے ٹھہرا رہے ہیں' مآل دونوں کا بہر حال ایک ہی ہے' کہ اللہ پاک ہے ہر قسم کے شرک اور ہر طرح کے شریکوں سے، اور وہ پاک اور بالا و برتر ہے ایسے تمام تصورات سے' ام استفہامیہ ان تمام پندرہ مقامات پر انکار اور تقریع و توبیخ کے لئے ہے، (قرطبی، ابوالسعود، اور جلالین، وغیرہ) سو ان سے منکرین کی تفریع و توبیخ کی گئی ہے تاکہ یہ لوگ اپنی غلط روش سے باز آجائیں، اور حق کی طرف رجوع کریں، بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ مشرک لوگوں نے جن طرح طرح کے مشرکانہ تصورات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رکھا ہے وہ ان سے قطعی طور پر پاک اور بالا ہے، لوگوں نے جو اپنے طور پر اسکے لئے ایسے تصورات قائم کر رکھے ہیں وہ سب ان کی اختراعات اور بے بنیاد خرافات ہیں، اور حق اور حقیقت بہر حال یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک اور اسکے ہر شائبہ شرک سے پاک اور ایسے ہر تصور سے اعلیٰ و بالا ہے۔ پس معبود برحق وہی ہے اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور ہر اس کی ہر شکل اسی کا اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ سبحانہ و اللہ تعالیٰ۔ اللھم انا نعوذ بک من ان نشرک بک شیئا نعلمه و نستغفرک لما لا نعلمه تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ۔

اَللّٰهُمَّ !

بِکَ نَسْتَعِیْنُ وَبِکَ نَتَوَکَّل، فَخُذْنَابِاَیْدِیْنَا اِلٰی مَافِیْهِ صَلَاحُ دُنْیَانَا

وَفَوْزُنَافِی الْاٰخِرَةِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَااَرْحَمَ

الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِهٖ

مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ، وَلَا یَعْجِزُهٗ

شَیْءٌ عَمَّا یُرِیْدُ، وَهُوَ

فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْدُ،

مَّرۡكُوۡمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرۡهُمۡ حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ فِيۡهِ

جما ہوا، ف۵۶ ﴿۴۴﴾ پس چھوڑ دو ان کو (ان کے حال پر) ف۵۷ یہاں تک کہ یہ پہنچ جائیں اپنے اس (ہولناک) دن کو جس میں

يُصۡعَقُوۡنَ ﴿٤٥﴾ يَوۡمَ لَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا

ان کے ہوش اڑ جائیں گے، ف۵۸ ﴿۴۵﴾ جس دن نہ تو ان کو اپنا داؤ کچھ کام آسکے گا،

وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا عَذَابًا

اور نہ ہی ان کو (اور کہیں سے) کوئی مدد مل سکے گی، ف۵۹ ﴿۴۶﴾ اور ان لوگوں کے لئے جو اڑے ہوئے ہیں اپنے ظلم پر یقیناً اس سے پہلے بھی

دُوۡنَ ذٰلِكَ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿٤٧﴾ وَاصۡبِرۡ

ایک عذاب ہے، ف۶۰ مگر ان میں سے اکثر جانتے نہیں، ف۶۱ ﴿۴۷﴾ اور آپ صبر (وبرداشت)

لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ حِيۡنَ

ہی سے کام لیتے رہیں اپنے رب کے حکم (وفیصلہ) تک، ف۶۲ کہ یقیناً آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، ف۶۳ اور تسبیح کرتے

تَقُوۡمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَاِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ﴿٤٩﴾

رہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ، ف۶۴ جب آپ اٹھیں، ﴿۴۸﴾ اور رات کو بھی اور ستاروں کے پیٹھ پھیرنے (اور ڈوبنے) کے بعد بھی، ف۶۵ ﴿۴۹﴾

۵۶ منکرین کی ہٹ دھرمی کا عالم: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر یہ لوگ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو بھی نہیں مانیں گے۔ بلکہ کہیں گے کہ یہ تو ایک بادل ہے تہ بہ تہ جما ہوا۔ جیسا کہ ان کا مطالبہ تھا۔ ﴿اَوۡ تُسۡقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمۡتَ عَلَيۡنَا كِسَفًا﴾ (بنی اسرائیل: ۹۲)۔ سو اگر ایسا ہو جائے تو انہوں نے پھر بھی ماننا نہیں۔ کیونکہ یہ ضد اور ہٹ دھرمی پر آئے ہوئے ہیں، اور ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں، اور ان کی تمام تر حجت بازیاں اور سخن سازیاں محض چالبازی اور فریب کاری کی نوعیت کی ہیں، سو ایسوں کو مطمئن کرنا کسی کے بس میں نہیں، کیونکہ انکی ضد اور انکے عناد کا عالم یہ ہے کہ یہ کھلی حقیقت اور امر واقع کا اس طرح انکار کرتے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم پس یہ ایسے ہٹ دھرم لوگوں اور ضدی عناصر کی ہٹ دھرمی اور ان کی ضد و عناد کا ایک نمونہ و مظہر ہے کہ اگر یہ لوگ آسمان سے اترتے ہوئے عذاب کو اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں بھی تو یہ اس کو ماننے کی بجائے کہیں گے کہ یہ ایک بادل ہے تہ بہ تہ، تو پھر ایسے لوگوں سے قبول حق کی کوئی امید اور توقع آخر کیسے کی جاسکتی ہے؟ سو ہٹ دھرمی محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ،

۵۷ ہٹ دھرموں سے اعراض و رُوگردانی کا حکم وارشاد: — سو ارشاد فرمایا گیا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو چھوڑ دو ان کے حال پر، اور نہ ان کی پرواہ کریں، اور نہ ہی ان کی وجہ سے غم کھائیں۔ اَفَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَيۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

عَلِيْمٌ م بِـمَـا يَصْنَعُوْنَ (فاطر:۸پ۲۲)۔ کہ منوالینا اور حق بات کو دل میں اتار دینا نہ آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے اور نہ ہی یہ آپ ﷺ کے بس میں ہے یعنی جب ان کی ہٹ دھرمی واضح ہوگئی اور یہ حق بات کو ماننے اور قبول کرنے کے لئے کسی بھی طرح تیار نہیں ہو رہے، تو ایسوں کے پیچھے لگنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ لہٰذا ان سے منہ موڑ کر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، تا کہ یہ اپنے انجام کو خود پہنچ جائیں، اور اپنے کیے کرائے کا بھگتان خود بھگت لیں۔ کیونکہ پتھر پر جونک نہ لگ سکتی ہے اور نہ اس بارے کوشش کرنے کا کوئی فائدہ ہی ہوسکتا ہے۔ پس ان کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ ان کے پیچھے لگ کر نہ اپنا وقت ضائع کرو اور نہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالو کیونکہ لا علاج مریض کو اسکے انجام کے حوالے کر دینا ہی تقاضائے عقل و نقل ہے۔ تا کہ وہ اپنے منطقی انجام کو خود پہنچ جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۵۸ منکرین کا معاملہ ان کے آخری انجام کے حوالے: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ پہنچ جائیں اپنے اس انتہائی ہولناک دن کو جس دن ان کے ہوش اڑ جائیں گے۔ یعنی قیامت کا دن جس دن کہ یہ اپنے کیے کرائے کا پورا پورا بدلہ پا کر رہیں گے، جس دن ان کی وہ سب حجت بازیاں اور فلسفہ طرازیاں ختم ہو جائیں گی، جو آج یہ لوگ حق اور اہل حق کے خلاف بگھار رہے ہیں، اور اس روز ان کے ہوش اڑ جائیں گے، اور صور اسرافیل سے ان سب پر غشی طاری ہو جائے گی، جیسا کہ سورۂ حج میں ان کے اس حال کی تصویر اس طرح پیش فرمائی گئی ہے۔ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌo (الحج:۲پ۱۷) اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہونگے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسے ہٹ دھرم منکروں کا معاملہ اسی دن پر چھوڑ دو۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَ عَلَا، مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّ ضَلَالٍ، وَسُوْءٍ وَّانْحِرَافٍ، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ،

۵۹ قیامت کے روز منکرین کی بے بسی کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جس دن نہ ان کو اپنا داؤ کچھ کام آسکے گا اور نہ ہی ان کی کہیں سے کوئی مدد کی جائے گی۔ سو جس مکر و فریب اور داؤ بازی کی آج یہ لوگ اس دنیا میں حق کے خلاف استعمال کرتے ہیں اور اس کو اپنی بڑی دانش مندی اور قابلیت سمجھ رہے ہیں، اس ہوشربا دن میں نہ تو ان کا ایسا کوئی داؤ چل سکے گا اور نہ ان کی ایسی کوئی چالبازی ان کے کچھ کام آسکے گی۔ اور نہ ہی ان کے لئے باہر سے ایسی کوئی مدد آسکے گی جو ان کے کچھ کام آسکے سو اس دن ان کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہوگا اور بھرپور طریق سے بھگتنا ہوگا۔ اور نہ ہی ان کو اپنے ان مزعومہ شرکاء و شفعاء میں سے کوئی کام آسکے گا۔ جن کا یہ آج دم بھرتے اور ان پر تکیہ کیے ہوئے ہیں، سو اس سے منکرین کی قیامت کے روز کی بے بسی کی تصویر پیش فرما دی گئی اور صاف و صریح طور پر ان کو بتایا گیا اور ان کے سامنے واضح فرما دیا گیا کہ اس روز ان کو اپنے خالق و مالک حقیقی اللہ وحدہ لاشریک ہی سے سابقہ پیش آئے گا۔ ان کا زندگی بھر کا سب کیا دھرا اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور ان کے خود ساختہ اور من گھڑت سہاروں میں سے کوئی بھی ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا سوائے ان کی آتش یاس و حسرت میں اضافے کے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

۶۰ ظالموں کے لئے آخرت سے پہلے دنیا کے عذاب کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ظالموں کے لئے

اس سے پہلے بھی عذاب ہے۔ یعنی آخرت کے اس حقیقی اور دائمی عذاب سے پہلے اس دنیا میں بھی ان کو مختلف قسم کے عذابوں سے واسطہ پڑتا رہے گا تاکہ شاید یہ ہوش کے ناخن لے سکیں اور اس آخری اور ہولناک انجام سے بچ سکیں۔ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ o (سورۃ السجدہ ۲۱ پ ۲۱) مگر یہ لوگ اس حقیقت کو سمجھ نہیں رہے، کہ تنبیہات سے ان کو کیا سبق مل رہے ہیں، اور یہ کہ مآل کار ان کو کس انجام بد سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللهِ الْعَظِيم۔ سو یہ اسی سنت الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جس کے مطابق رسول کی تکذیب پر اڑے رہنے والوں کیلئے آخرت کے اس ہولناک عذاب سے پہلے اس دنیا میں بھی عذاب آتا ہے، اور یہ عذاب اللہ تعالیٰ کی اسی سنت کے مطابق قریش کے مکذبین پر بھی اسی دنیا میں آیا۔ چنانچہ وہ سب کے سب آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے دوران اور اسی دنیا میں ذلیل وخوار ہوئے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللهِ الْعَظِيمِ مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَالٍ۔

۶۱ اکثریت بے علم اور جاہل لوگوں کی: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ اکثر لوگ جانتے نہیں۔ یعنی وہ جانتے نہیں حق اور حقیقت کو، اسلئے وہ طرح طرح کے اندھیروں میں ہی ڈوبے رہتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللهِ۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی اکثریت حق اور حقیقت کے علم وادراک سے عاری اور دور محروم ہی ہوتی ہے۔ پس عوام کی اکثریت کا کسی طرف ہو جانا اس کی صداقت و حقانیت کی دلیل نہیں بن سکتا جس طرح کہ دور حاضر میں مغربی جمہوریت کے نوساختہ بت کے پجاریوں کا کہنا ماننا ہے، جس کے مطابق لوگوں کو تولا نہیں جاتا گنا جاتا ہے، اور جس کے مطابق ایک بڑے علم وفضل کے مالک شخص کا بھی ایک ہی ووٹ ہوتا ہے اور ایک ان پڑھ، جاہل گنوار ا ربھنگی چرسی شخص کا بھی ایک ووٹ ہے، نیز جیسا کہ ہمارے دور کے اہل بدعت کا کہنا ہے کہ فلاں فلاں رسومات کو چونکہ عوام کالانعام کی اکثریت کی تائید حاصل ہے اس لئے وہ درست ہیں۔ سو مدار عوام کی قلت وکثرت پر نہیں، بلکہ قوتِ حق وصدق پر ہے، اور حق عبادت ہے "مَا قَالَ اللهُ وَقَالَ الرَّسُوْل" سے۔ پس جو اللہ فرمائے اور اس کا رسول فرمائے وہ بہر حال حق اور صدق ہے اگرچہ اس کا ساتھ کوئی بھی نہ دے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللهِ۔ اور جو بات اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد کے خلاف ہوگی وہ بہر حال باطل اور مردہ ہوگی ہے خواہ دنیا ساری بھی اس کی تائید میں کیوں نہ ہو۔ سو عوام کی اکثریت حجت اور سند نہیں ہوسکتی۔ حجت وسند اللہ اور اس کے رسول کا فرمان وارشاد ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں کسی کی بھی کوئی حیثیت ووقعت نہیں ہوسکتی، خواہ وہ کوئی فرد ہو یا جماعت،

۶۲ صبر وسیلۂ ظفر۔ و باللہ التوفیق: -سو ارشاد فرمایا گیا اور پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ صبر ہی سے کام لیتے رہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے لیتے رہے ہیں، کہ راہ حق بہر حال وہی ہے جس پر آپ گامزن ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا اور تاکید مزید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ o عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ o (یٰسین: ۳-۴) یعنی "آپ یقینی طور پر رسولوں میں سے ہیں اور سیدھی راہ پر ہیں" نیز ایک اور مقام پر اسی طرح تاکید در تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا۔ اِنَّكَ لَعَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ۔ یعنی یقینی طور پر آپ کھلے اور واضح حق پر ہیں۔ اور حق میں صبر واستقامت ذریعۂ فوز وفلاح اور وسیلۂ ظفر ونجاح ہے۔ لہٰذا آپ ان منکرین ومکذبین کی ایذاء رسانیوں کی پرواہ کیے بغیر اپنے فرائض رسالت کی ادائیگی میں لگے رہیں واضح رہے کہ صبر کے بعد جب لام کا صلہ آجاتا ہے جیسا کہ یہاں پر ہے (لِحُكْمِ رَبِّكَ) تو یہ اس بات کا قرینہ ہوتا ہے کہ یہاں پر لفظ صبر انتظار

کے معنی کو متضمن ہے۔ سواب اس ارشاد کا معنی یہ ہوگا کہ آپ اپنے رب کے حکم وارشاد کے انتظار میں ان لوگوں کے بارے میں صبر ہی سے کام لینا کے بارے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا، سوراہِ حق میں صبر واستقامت ایک اہم مطلب، اور اولو العزم رسولوں کا شیوہ وطریقہ ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لا لَمْ يَلْبَثُوآ إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ط بَلٰغٌ ج فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ o (الاحقاف: ۳۵ پ ۲۶) یعنی جب حقیقت امر یہ ہے تو آپ صبر ہی سے کام لیتے رہیں جیسا کہ دوسرے اولو العزم رسولوں نے کام لیا ن، اور ان لوگوں کے بارے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوفِيق لما يحب و يريد، وعلى ما يحب و يريد، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وهو العزيزُ الوهاب

۹۱۳ پیغمبرؑ براہ راست اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونگہبانی میں: ۔ سوارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ یقیناً ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور جب ایسا ہے اور ہماری حفاظت ونگرانی آپ کو حاصل ہے تو پھر آپ کو کسی کی پرواہ ہی کیا ہوسکتی ہے؟ پس ان لوگوں کے داؤ پیچ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ سبحان اللہ! کیسی عظیم اور کس قدر منفرد و بے مثال شان ہے ہمارے پیغمبر کی کہ حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے آپ ﷺ کو اس صدائے دلنواز سے نوازا جا رہا ہے، اور آپ ﷺ کو ایسے تاکیدی الفاظ کے ساتھ اس بڑی اور اتنی عظیم الشان بشارت وخوشخبری سے نوازا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں اور ہماری نگرانی میں ہیں، سو ایسے میں آپ ﷺ کسی اور کو کیا پرواہ ہوسکتی ہے؟ صَلٰوَاتُ اللهِ و سلامهٗ عليه وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن،

۹۱۴ حصولِ صبر کی تدبیر، تسبیح وتحمیدِ ربّ: سوارشاد فرمایا گیا اور حصولِ صبر کی تدبیر کی تعلیم کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ آپ تسبیح کرتے رہیں اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ جب آپ ﷺ اٹھیں۔ عام ہے کہ آپ ﷺ جب بھی اور جس حال سے بھی اٹھیں۔ مجلس سے، یا نیند سے، اور نماز کے لئے، یا جہاد کے لئے، یا کسی بھی غرض کے لئے، کہ لفظ کا عموم ان سب ہی احوال کو شامل ہے۔ اور مجاہد وغیرہ کا یہی کہنا ہے۔ اور ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی شخص مجلس سے اٹھتے وقت یہ دعا پڑھ لیا کرے۔ اس کی اس مجلس کی سب خطائیں معاف ہو جائیں گی اور دوسری روایت کے مطابق اگر وہ مجلس نیکی والی ہوگی تو اس دعاء کی برکت سے اس نیکی پر مہر لگ جائے گی جس پر وہ نیکی ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جائیگی، دعا یہ ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ، اور مسند امام احمد رحمہ اللہ میں حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی رات کو بیدار ہونے پر یہ دُعا پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اور کہے رَبِّ اغْفِرْ لِيْ یا کوئی اور دعاء مانگے تو وہ قبول ہوگی، پھر اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو وہ قبول ہوگی اور اس کو بخاری اور دوسرے اصحاب سنن نے بھی روایت کیا ہے' (بخاری کتاب التہجد) (ابن کثیر، ابن جریر، قرطبی، مراغی، محاسن، وغیرہ) بہرکیف اس سے حصول صبر کی تدبیر کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے اور وہ ہے اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح کرنا' فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ '' عَدَدَ خَلْقِهٖ، وَرِضَا نَفْسِهٖ ، وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ، مَا تَبْقٰى هٰذِهِ الْاَسْطُرُ والكلمات. سبحانه وتعالىٰ جل شانه

۶۵ خاص وقتوں کی تسبیح کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا اور رات کو بھی اور ستاروں کے پیٹھ پھیرنے کے بعد بھی:۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں۔ جو سنتوں میں سب سے اہم سنتیں ہیں' اور جن کی آنحضرت ﷺ کو بطورِ خاص زیادہ پابندی فرمایا کرتے تھے' اور صحیح مسلم وغیرہ کی روایت کے مطابق یہ دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ رات میں بھی اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کرو' اور ستاروں کے پیٹھ پھیر جانے یعنی ان کے ڈوب جانے کے بعد بھی' سو اس ارشادِ عالی میں رات کی نمازوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے' سورات کے پہلے حصے میں مغرب عشاء کی نماز ہے اور اس کے آخر میں تہجد کی' اور تہجد اگرچہ فرائض میں داخل نہیں' لیکن تحصیلِ صبر اور تسکینِ قلب کیلئے اس نماز کی اہمیت سب سے زیادہ ہے' سو وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ سے مغرب عشاء اور تہجد کی ان تینوں نمازوں کی طرف اشارہ ہو گیا' جو رات کی نمازوں میں خاص اہمیت کی حامل ہیں' کہ یہ دونوں رات کے دو پہروں میں واقع ہیں' جس طرح کہ دن کی نمازوں میں فجر اور عصر کی نمازوں کو خاص عظمت و اہمیت حاصل ہے کہ یہ دن کے دو کناروں پر واقع ہیں پس ان سب کی پابندی اور ان کا التزام صبر و استقامت اور حصولِ خیر و برکت کیلئے بہت کارگر ہے' وباللہ التوفیق لما یحب ویرید ، وعلی ما یحب و یرید ، وھو الھادی الی سواء السبیل. فعلیہ نتوکل وبہ نستعین' فی کل اٰنٍ وّحین، و اٰخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین، وبھذا القدر نکتفی من التفسیر لسورۃ الطور، والحمدُ للہ الّذی تَشرّفْنَا بِتوْفِیْقٍ مِنْہُ سبحانہ وتعالیٰ لھذا العمل الجلیل من التفسیر لکتابہ العزیز الکریم،

☆—— نظر ثانی ۲۴ صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۹۸ء بروز جمعہ' بوقت پونے گیارہ بجے دن سطوہ دبلی، والحمد للہ ربّ العالمین

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۷ اصفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۹۹ء بروز پیر بوقت ساڑھے پانچ بجے شام سطوہ دبلی والحمد للہ ربّ العالمین. الذی لا تتم الصالحات الا بتوفیقٍ منہ ، سبحانہٗ وتعالیٰ وھو الاھل للحمد فی الاُولیٰ والاخرۃ

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۹ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۷ ادسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ' بوقت سوا چھ بجے شام (بعد الافطار بقلیل) والحمد للہ ربّ العالمین بکل حالٍ من الاحوال، وَفِیْ کُلِّ مَوطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فی الحیاۃ سبحانہ وتعالیٰ

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۲۲ شعبان ۱۴۲۲ھ مطابق ۸ نومبر ۲۰۰۱ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے پانچ بجے شام، (قُبَیْلَ اذان المغرب) سطوہ دبلی، والحمد للہ ربّ العالمین' فی کل حین من الاحیان. و بکل حالٍ من الاحوال

☆—— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۶ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ مطابق ۶ جون ۲۰۰۳ء بروز جمعہ بوقت بارہ بجے شب (منتصف اللیل) مدنی منزل معمورۃ المدنی (گہل) منگ ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر۔ والحمد للہ ربّ العالمین' فی کل زمانٍ وّمکان

☆—— اللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final touches) ۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۵ مارچ ۲۰۰۴ء بروز جمعرات بوقت سوا آٹھ بجے شب (بعد از اذانِ عشاء) مدنی منزل' معمورۃ المدنی، (گہل) منگ' ضلع سدھنوتی' آزاد کشمیر' پاکستان والحمد للہ ربّ العالمین ۔قبل کلِ شیءٍ وَ بعد کل شیءٍ ، فھو الا ھل للحمد فی الاولیٰ والأخرۃ ، ومنہ التوفیق لکل خیر وسعادۃ، وبِہٖ ثقتنا علیہ الاعتماد، و ایاہ نَسْأل القبول والسداد، جل جلالہ وعم نوالہ

رکوعاتہا ۳	۵۳ سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ ۲۳	آیاتہا ۶۲

سورہ نجم مکی ہے اس کی باسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ○

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ②

قسم ہے تارے کی ف۱ جب کہ وہ ڈوبنے لگے، ف۲ ① تمہارا ساتھی ف۳ نہ تو بھٹکا ہے نہ بہکا ہے، ف۴ ②

ف۱ پیغمبر کی صداقت وحقانیت کے لئے ستاروں کی قسم کا ذکر وبیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ قسم ہے نجم کی یعنی ثریا کی، یا مطلق ستارے کی قسم، یعنی النجم سے مراد ثریا ہے، جیسا کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، جب کہ دوسرا قول اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد ستاروں کی جنس ہے، جیسا کہ سدی اور ابوعبیدہ وغیرہ حضرات کا کہنا ہے (روح، ابن کثیر، ابن جریر، قرطبی، کشاف، خازن، وغیرہ) پس بعض لوگوں کا اس آیت کریمہ کے ترجمہ میں یہ کہنا کہ اس پیارے چمکتے تارے محمد ﷺ کی قسم محض انکی اپنی ذہنی اپچ اور ذاتی اختراع ہے، جو جمہور امت کے خلاف ایجاد بندہ کے قبیل سے ہے، جو عقل ونقل کے بھی خلاف ہے، اور تبادر وظاہر کے بھی خلاف ومعارض، کیونکہ یہاں پر قسم دراصل کھائی ہی آنحضرت ﷺ کی صداقت وحقانیت کے اثبات وترسیخ کے لئے گئی ہے، تو آپ ﷺ مقسم بہ، جیسا کہ ہوئے نہ کہ مقسم مذکور نے کہا اور سمجھا ہے، کہ آپ ﷺ کو مقسم بہ بنا دیا ہے جو کہ خلاف وضع بھی ہے، اور اصل مقصود کے بھی خلاف ہے، اس لئے چودہ سو سالہ طویل تاریخ اسلامی میں جمہور مفسرین کرام اور ثقہ اہل علم میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی، سو اس طرح یہ بات جمہور امت کے خلاف، خرق اجماع اور تحریف کے زمرے میں آتی ہے والعیاذ باللہ العظیم، بہرکیف صحیح اور متبادر وراجح قول یہی ہے کہ اس سے مراد ستاروں کی جنس ہے جیسا کہ جمہور مفسرین کا کہنا ہے، اور اس قسم سے پیغمبر کی صداقت وحقانیت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ جس طرح مختلف قسم کے ستارے اپنے اپنے مداروں میں چلتے ہیں۔ اور کبھی اپنے اپنے راستوں سے ہٹتے اور بھٹکتے نہیں اسی طرح حضرت محمد ﷺ بھی سراسر حق وہدایت کی صراط مستقیم پر قائم اور مستقیم ہیں، اور جس طرح لوگ بحر وبر اور جنگلوں اور میدانوں میں ستاروں کے ذریعے اپنے حسی اور ظاہری راستے معلوم کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ حضرت محمد ﷺ کے ذریعے ملنے والے نور حق وہدایت سے سعادت دارین سے سرفراز وبہرہ ور کرنے والے معنوی راستے معلوم کرسکیں گے۔ (تفسیر المراغی، وغیرہ)۔

ف۲ ستاروں کی قسم ان کے خاص اوقات وحالات کے اعتبار سے:۔ سو ارشاد فرمایا گیا قسم ہے ستارے کی جب کہ وہ ڈوبنے لگے۔ یہ معنی اس وقت ہوتے ہیں جب کہ اس کا مصدر ''ھویا'' ہو یعنی ہاء کے فتحہ کے ساتھ، اور جب اس کا مصدر ''ھـــویـــا'' ہو یعنی ہاء کے ضمہ کے ساتھ، تو اس وقت اس کے معنی چڑھنے اور طلوع ہونے کے آتے ہیں، (المراغی وغیرہ)

یہاں پر دونوں معنیٰ صحیح ہو سکتے ہیں، پس جس طرح ستارے افلاک میں اپنی مقررہ راہوں پر چلتے ہیں، نہ ادھر ہوتے ہیں نہ ادھر ،اور تمہاری راہنمائی کا کام دیتے ہیں، کہ تم جنگلوں، صحراؤں، ریگستانوں اور سمندروں بیابانوں میں ان سے اپنی راہیں معلوم کرتے ہو، اسی طرح حضرت محمد ﷺ بھی ٹھیک ٹھیک اسی راہ حق اور صراط مستقیم پر چل رہے ہیں، جو حضرت خالق جلّ جلالہ کی طرف سے اس کے بندوں کے لئے مقرر فرمائی گئی ہے، اور آپ ﷺ دنیا کو بھی اسی کی دعوت دیتے اور اسی کی رہنمائی فرماتے ہیں، کہ یہی وہ راہ ہے جس پر چلنے سے دارین کی سعادت وسرخروئی نصیب ہوتی ہے، اور جس سے انحراف پر تباہی و بربادی ہے، اس دنیا میں بھی، اور اس کے بعد آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں بھی والعیاذ باللہ العظیم ، نیز ستاروں کا اس طرح ڈوبنا اور ان کا طلوع کرنا اس بات کی کھلی علامت اور قطعی ثبوت ہے کہ یہ خالق کائنات کے حکم کے تابع ہیں، پس بڑے احمق اور محروم القسمت ہیں وہ لوگ جو دین حق کی تعلیمات مقدسہ سے منہ موڑ کر ان ڈوبتے چڑھتے ستاروں کو پوجتے اور ان سے الہام حاصل کرنے یا لوگوں کی قسمت معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، والعیاذ باللہ ۔ سوتاروں کے طلوع وغروب کو کسی کی قسمت یا اس کی نحوست سے کوئی تعلق یا عمل دخل نہیں ۔ پس جو لوگ قرآن کا رشتہ کہانت سے جوڑتے اور پیغمبر کو کاہن کہتے ہیں وہ بڑے ہی بدبخت لوگ ہیں ۔ کہانت تو اوہام وظنون کا پلندہ اور جھوٹ وخرافات کا مجموعہ ہوتا ہے، جب کہ یہ قرآن سراسر حق وصداقت ہے ۔ تو ایسے میں ان دونوں کی آپس میں کسی نسبت یا تعلق کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ پس راہ حق وہدایت وہی ہے جس کو پیغمبر نے واضح فرمایا ہے ۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام،

۳ صَاحِبُکُمْ کے لفظ کی بلاغت وتاثیر کا ذکر وبیان :— سو اس لفظ اور اس کی ترکیب سے واضح فرمادیا گیا کہ جس کی پوری زندگی ،اور زندگی کی ہر حالت، تمہارے سامنے ہے، اور ایک کھلی کتاب کی طرح تمہارے سامنے ہے، بچپن سے لڑکپن ،اور لڑکپن سے جوانی، اور جوانی کے بعد کی پوری حیات طیبہ تمہارے سامنے ہے، اور اس طور پر کہ اس کا کوئی مرحلہ بھی تم سے مخفی اور تمہاری نگاہوں سے اوجھل اور پوشیدہ نہیں، اور تم خود ان کی صداقت ، اور ان کی امانت ودیانت داری کے قائل اور معترف ہو، اور ان کو تم لوگ خود صادق وامین مانتے ہو، اور ان کی نزاہت و پاکیزگی کے تم لوگ خود عینی شاہد اور کھلے گواہ ہو، تو جب چالیس سال کی طویل زندگی میں، تم ان پر کسی بھی طرح کی کوئی حرف گیری نہیں کر سکے، بلکہ ان کو صادق وامین تسلیم کرنے پر تم لوگ خود مجبور رہے ہو، تو پھر یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اس قدر عمر گزارنے کے بعد وہ یکا یک ایسی بات کہہ دیں جو حق اور حقیقت کے خلاف ہو؟ سو ''صَاحِبُکُمْ'' کے ارشاد سے یہ سب ہی امور معلوم ومستفاد ہوتے ہیں، سبحان اللہ! اس کتاب حکیم کا لفظ لفظ ایک دفتر کی حیثیت رکھتا ہے، پس '' صَاحِبُکُمْ '' کے لفظ کے یہاں پر استعمال میں بڑی بلاغت اور خاص تاثیر پائی جاتی ہے، اور ایسی اور اس حد تک کہ اگر صحیح طور پر غور و فکر سے کام لیا جائے تو سارا معاملہ ہی صاف ہو جاتا ہے ۔ کسی حیل وحجت اور قیل وقال کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، سوائے ان لوگوں کے جو عناد اور ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہوں، کہ ایسوں کا کوئی علاج نہیں ہے، کہ عناد اور ہٹ دھرمی کا مرض ایک لاعلاج مرض ہے ۔ والعیاذ باللہ ۔ بہر کیف اس لفظ کے استعمال سے واضح فرمادیا گیا کہ تمہارے دن رات کے یہ ساتھی تمہارے لئے کوئی اجنبی نہیں، پس کہ ان کی زندگی کے احوال وکوائف تم لوگوں سے مخفی اور مستور ہوں اور ان کے اخلاق وکردار کی کوئی حالت اور کیفیت تم لوگوں سے مخفی نہیں ۔

۴ پیغمبرؐ سے ضلالت وغوایت دونوں کی نفی کا ذکر وبیان:۔ سوارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے یہ ساتھی نہ بہکے نہ بھٹکے ۔یعنی نہ تو انہوں نے راہِ حق سے قدم باہر رکھا، اور نہ ہی کبھی کسی باطل کا کوئی عقیدہ رکھا، نہ علم کے اعتبار سے کوئی غلطی کی اور نہ عمل کے لحاظ سے، بلکہ ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے جادہ حق اور صراطِ مستقیم ہی پر گامزن رہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ پس گمراہی میں داخل وہی بدنصیب لوگ ہیں، جو اس نبی برحق کے پیش کردہ دینِ حق کی تکذیب کرتے اور اس سے منہ موڑتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ ''ضـــل'' کا استعمال عام طور پر انسان کی اس گمراہی کے لئے ہوتا ہے جس کا تعلق انسان کی بھول چوک یا فکر واجتہاد کی غلطی سے ہو، جب کہ غوی کا تعلق بالعموم انسان کی اس گمراہی سے ہوتا ہے جس میں نفس کی اکساہٹ اور انسان کے قصد وتعمد کا بھی دخل ہوتا ہے، سو اس ارشاد کے ذریعے حضورﷺ سے ان دونوں چیزوں کی نفی فرما دی گئی، نہ تو آپ ﷺ نے کبھی فکر واجتہاد کی غلطی کی بناء پر راہ حق وصواب سے باہر قدم رکھا، اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی کسی باطنی اکساہٹ یا کسی طرح کے قصد وتعمد کی بنا پر کبھی ایسی کوئی لغزش کھائی، کہ آپ ﷺ قدرت کی حفاظت وعنایت اور فضل وکرم سے ایسی کسی طرح کی ضلالت وغوایت کا کوئی شائبہ تک نہیں، آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ، اور آپ کا فرمودہ کلامِ صدق نظام دونوں اس بات کے شاہد صدق ہیں، کہ آپ ﷺ کے اندر کسی طرح کی ضلالت وغوایت کا کوئی شائبہ تک نہیں اور آپ ﷺ جو کچھ کہتے اور فرماتے ہیں وہ سراسر حق وصدق اور عقل وفکر کے تقاضوں کے عین مطابق ہے بشرطیکہ کسی کی عقل مسخ اور اس کی فطرت اوندھی نہ ہو چکی ہو۔ والعیاذ بـالـلـه العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے راہ حق ہی پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے ۔ آمین ثم آمین ۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین، سبحانه وتعالیٰ

اَللّٰھُمَّ !

اجْعَلْنِیْ کَمَایَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّایَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِیْ لِمَالَایَعْلَمُوْنَ، وَاجْعَلْ عَمَلِیْ

هٰذَاخَالِصًالِوَجْهِکَ الْکَرِیْم، وَاجْعَلْه اخْلَصَ مَایَکُوْنَ، وَانْفَعَ مَایَکُوْنَ،

وَاَحَبَّ مَایَکُوْنَ، وَاَوْسَعَ وَاَبْقٰی مَایَکُوْنُ، یَامَنْ لَاحَدَّ لِجُوْدِهٖ

وَکَرَمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ الْمُجِیْبُ

یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَة وَالْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْاِحْسَان

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴

وہ اپنی خواہش نفس سے بولتا بھی نہیں ف۵ (۳) وہ تو نری وحی ہوتی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے ف۶ (۴)

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ

آپ کو سکھایا اس سخت قوتوں والے نے ف۷ (۵) جو بڑا زور آور ہے ف۸ چنانچہ وہ (اپنی اصل شکل میں) سامنے آ کھڑا ہوا ف۹ (۶) جب

بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ قَابَ

کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارے پر تھا ف۱۰ (۷) پھر وہ نزدیک ہوا، پھر اور نزدیک ہوا، (۸) یہاں تک کہ دو کمانوں

۵ **پیغمبرؑ کا ہر قول حق اور صدق ہوتا ہے:-** کیونکہ انکا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس میں نفسانی خواہش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اپنی خواہش سے بولتے بھی نہیں۔ تو پھر کسی گمراہی کا کیا سوال؟ کہ اصل بنیاد تو اتباع ہوتی ہے، جیسا کہ فرمایا گیا، وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی تم خواہش کی پیروی نہیں کرنا کہ وہ تمہیں بھٹکا دے اللہ کی راہ سے، اور اتباع ہویٰ کا یہاں سرے سے کوئی وجود ہی نہیں، جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا فانی لا اقول فیهما الا حقا۔ یعنی میں رضا و غضب اور خوشی و غصہ کی ہر حالت میں حق ہی کہتا ہوں، اور میرے منہ سے کسی بھی حال میں ناحق و ناروا بات کبھی بھی نہیں نکلتی، سبحان اللہ! کیسی پاکیزہ شان ہوتی ہے، پیغمبر کی شان، اور کس قدر مقدس و معصوم ہستی ہوتی ہے پیغمبر کی ہستی، اور خاص کر حضرت امام الانبیاء کی ہستی، صلوات الله و سلامه عليه و على اله و صحبه و من اهتدى بهدية الى يوم الدين بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ پیغمبر کے پیش فرمودہ کلام کا نفس اور اسکی خواہشوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ وہ نری وحی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی طرف کی جاتی ہے، پس وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حق اور صدق ہی ہوتا ہے، اس میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوسکتی اسلئے وہ بہر صورت حجت اور سند ہے، اور یہ امتیازی شان صرف آپ ﷺ کی ہے، علیه الصلوۃ والسلام

۶ **پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد نری وحی ہوتا ہے:-** سو ارشاد فرمایا گیا اور پوری صراحت کے ساتھ اور حصر و قصر کے اسلوب و انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ تو نری وحی ہوتا ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔ آگے اس وحی کی دو قسمیں ہیں، وحی جلی اور وحی خفی، اول قرآن حکیم ہے، جسے وحی متلو بھی کہا جاتا ہے، اور دوسری ہے حدیث رسول ﷺ جسے وحی غیر متلو بھی کہا جاتا ہے، بہر کیف آپ کا ارشاد فرمانا وحی ہی ہوتا ہے، علیه الصلوۃ والسلام، اور پیغمبر پر وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، تاکہ اس سے اسکے بندوں کو حق و ہدایت کی وہ راہ نصیب ہو جس پر چل کر وہ اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی کا سامان کرسکیں، بھلا پیغمبر کے اس کلامِ حق ترجمان کا کاہنوں اور نجومیوں کے اس کلام سے کیا تعلق ہوسکتا ہے جو تمام تر نفس کی تحریک سے پیدا ہوتا ہے؟ اور وہ خواہشاتِ نفس ہی کا پلندہ ہوتا ہے؟ سو کتنے ظالم اور کس قدر بہکے بھٹکے اور بگڑے ہوئے ہیں وہ لوگ جو آپ ﷺ کے اس کلام کو کہانت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ سو جو لوگ عناد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں اور اس بنا پر وہ حق سے منہ موڑ لیتے ہیں تو انکی مت اسی طرح ماردی جاتی ہے جس

سے وہ اندھے اور اوندھے ہوکر رہ جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ان کو واضح اور جلی حقائق بھی الٹے نظر آنے لگتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویا ارحم الراحمین

۷ پیغمبرؐ کے معلم کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ "ان کو سکھایا سخت قوتوں والے نے" پس جس طرح پیغمبر خود بے مثال عظمتِ شان کے مالک ہوتے ہیں اسی طرح ان کے استاد بھی بے مثال عظمت و شان کے مالک ہوتے ہیں، کہ وہ دنیا میں کسی سے پڑھتے سیکھتے نہیں، بلکہ ان کا علم براہِ راست حضرتِ حق جلّ مجدہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ البتہ اس کا ذریعہ و واسطہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ہوتے ہیں۔ سو یہاں پر انکے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کو سکھایا سخت قوتوں والے نے۔ یعنی جبرائیل امین علیہ السلام نے، جیسا کہ پ ۳۰ سورۂ تکویر آیت ۱۹ تا ۲۰ میں ارشاد فرمایا گیا "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ" سو جبرائیل بھی دراصل واسطہ ہیں، اس تعلیم میں جو پیغمبر کو دی جاتی ہے ورنہ اصل تو پیغمبر کے معلم حضرتِ حق جل مجدہ خود ہی ہوتے ہیں، سبحانہ و تعالیٰ جیسا کہ آپ ﷺ کا اپنا ارشاد ہے۔ ادبنی ربی فاحسن تادیبی (مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور کیا ہی خوب ادب سکھایا) علیہ الصلوۃ والسلام، سو جب حق تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی تعلیم و تادیب اس فرشتے کے ذریعے ہوئی جو ایسی عظیم الشان صفتوں اور قوتوں والا ہے تو پھر اس سلسلہ میں کسی اور کی طرف سے کسی طرح کی مداخلت اور اثر اندازی کا کوئی سوال ہی کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ سو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو اور انکے ذریعے سے ملنے والی آپ ﷺ کی تعلیم و تادیب کو اس طرح کے ہر خلل اور فساد اور ایسی جملہ فروگزاشتوں اور وسوسہ اندازیوں سے پاک اور محفوظ رکھا۔ سو "شَدِيْدُ الْقُوٰى" کے وصف سے واضح فرمادیا گیا کہ وہ فرشتہ (جبرائیل امین) تمام اعلیٰ صفات اور صلاحیتوں سے بھرپور ہے، اور اسکی ہر صفت و صلاحیت نہایت محکم و مضبوط ہے۔ لہٰذا اس بات کا وہاں پر کوئی خدشہ و امکان نہیں کہ کوئی دوسری روح اس کو متاثر یا مرغوب کرسکے، اور اسطرح اس سے کسی خیانت یا تبدیلی یا خلطِ مبحث کا ارتکاب کراسکے یا اس سے کسی طرح کی کوئی فروگزاشت ہوجائے یا کوئی وسوسہ لاحق ہوسکے۔ سو ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی تمام کمزوریوں اور اس طرح کے جملہ شوائب سے پاک اور محفوظ رکھا۔ پس ان کا ہر ارشاد حق اور ان کی ہر بات سچ ہے، علیہ السلام

۸ وہ نہایت مضبوط و محکم عقل و کردار والا ہے: -سو ارشاد فرمایا گیا جو بڑا زور آور ہے۔ "مِرَّه" کا اطلاق دراصل عقل و فکر کی قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے، جب کہ پہلی صفت یعنی "شديد القوىٰ" کا تعلق جسمانی اور عملی قوت سے ہے، (روح، مدارک، بحر، بیضاوی، مراغی، اور صفوۃ، وغیرہ) چنانچہ حضرت جبرائیل کی جسمانی قوت کا عالم یہ تھا اور ہے کہ قومِ لوط کی بستیوں کو ایک پر کے اوپر اٹھا کر آسمان تک لے گئے اور پھر وہاں سے ان کو اوندھا کرکے زمین پر دے مارا، اور قومِ ثمود کو ایک ہی آواز سے ڈھیر کردیا، اور آپ ملاء اعلیٰ یعنی عالم بالا سے زمین تک کا سفر پل بھر میں طے کرلیتے ہیں (قرطبی، جواہر، خازن، ابن کثیر، روح، اور مدارک، وغیرہ) سو آپ کی عقل و فکر کی قوت بھی کامل تھی کیونکہ مرّہ کے معنی فکری قوت کے ہی آتے ہیں، اور عرب ہر مضبوط رائے اور پختہ فکر شخص کو "ذُو مِرَّه" کہتے تھے (ابن کثیر، مدارک، بیضاوی، وغیرہ) اور یہ لفظ دراصل عرب کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ "امررت الحبل" اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ رسی کو اچھی طرح اور خوب مضبوطی سے بانٹا جاتا ہے (محاسن التاویل، لعلامۃ الشام جمال القاسمی)

بہر کیف وہ اپنی عقل وفکر اور اپنے کردار میں نہایت محکم اور مضبوط تھے، اس لئے وہاں کسی خلل وفساد وغیرہ کا کوئی خدشہ وامکان نہیں، اور حضرت جبرائیلِ امین کی ان صفات کے ذکر و بیان سے جہاں کاہنوں اور نجومیوں کے اوہام وافکار پر ضرب کاری لگائی گئی وہیں اس سے یہود اور ان کے ہم مشرب اور ہم نوا روفض کے مزاعمِ باطلہ کی بھی بیخ کنی فرما دی گئی جنہوں نے آنجناب پر خیانت بد دیانتی اور بے بصیرتی کے الزام لگائے۔ علیھم العائن اللہ۔ اور اسی بنا پر انہوں نے حضرت جبرائیل امین سے عداوت اور دشمنی بھی رکھی۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کے شروع میں اس کی تصریح نقل فرمائی گئی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۹ پیغمبر علیہ السلام کی تعلیم کیلئے خاص اہتمام کا ذکر و بیان: ۔ سو جس طرح پیغمبر کے معلّم خاص صفات کے حامل ہیں اسی طرح آپ ﷺ کی تعلیم کے لئے بھی خاص اور بے مثال قسم کا اہتمام فرمایا گیا۔ سو ''فَاسْتَوٰی'' کے لفظ سے واضح فرما دیا گیا کہ اس مقرب فرشتے نے پیغمبر کو نہایت اہتمام، توجہ اور شفقت سے اس وحی کی تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کرنا چاہی۔ ''فَاسْتَوٰی'' میں ''ف'' تفصیل کیلئے ہے۔ سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ پہلے تو وہ فرشتہ مستوی القامت ہو کر نمودار ہوا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ نمودار ہوا اپنی شکل میں۔ جس پر ان کو اللہ پاک نے پیدا فرمایا ہے، اور اس اصلی صورت میں آپ کو آنحضرت ﷺ ہی نے دیکھا، کیونکہ جبرائیل امین آنحضرت ﷺ کے پاس اور آپ ﷺ سے پہلے دیگر انبیاء کرام کے پاس بالعموم انسانی شکل ہی میں آیا کرتے تھے، تو آنحضرت ﷺ نے آپ سے اپنی اصلی صورت دکھانے کی درخواست کی تو حضرتِ جبرائیل نے آپ ﷺ کو تین مرتبہ اپنی اصل شکل میں دیدار کرایا، دو مرتبہ زمین پر اور ایک مرتبہ آسمان میں، جب کہ دوسرا قول اس بارہ حضرات اہل علم کا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جبرائیل امین کو اپنی اصلی شکل وصورت میں دو ہی مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ زمین پر اور ایک مرتبہ آسمان میں، والعلم عند اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ (ابن کثیر، جامع البیان، المراغی، اور بیضاوی، وغیرہ)۔ بہر کیف اس سے پیغمبرؑ کی تعلیم کیلئے خاص اہتمام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ علیہ الصلوۃ والسلام

۱۰ حضرت جبرائیل امینؑ افقِ اعلیٰ پر: ۔ سو جبرائیل امین کے نمودار ہونے کی جگہ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ افق اعلیٰ میں تھی چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جبکہ وہ افق اعلیٰ یعنی آسمان کے بلند کنارے پر تھا: مشرقی جانب میں، جب کہ آپ غار حرا میں تھے، چنانچہ جبرائیل امین نے جب اپنے دونوں پر کھولے تو مشرق ومغرب کے درمیان کو بھر دیا، اور حضور ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے، تو جبرائیل امین نے انسان کی شکل میں اتر کر آنحضرت ﷺ کو اپنے سینے سے لگایا، اور آپ کے چہرہ انور سے غبار جھاڑنے لگے (روح، قرطبی، ابن کثیر، مراغی، اور محاسن، وغیرہ) بہر کیف حضرت جبرائیل اپنی اصلی ہیئت میں افق اعلیٰ پر نمودار ہوئے، پھر وہ آپ ﷺ کے قریب ہوئے اور مزید قریب ہو گئے ''تدلّی'' کے معنی جھک پڑنے یا لٹک آنے کے ہیں، سو اس سے یہ بیان فرمایا گیا کہ اس کے بعد حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور ﷺ کو تعلیم دینے کے قصد سے آپ ﷺ کے قریب آ گئے، اور جس طرح ایک شفیق اور بزرگ استاذ اپنے عزیز ومحبوب شاگرد پر غایت شفقت کی بناء پر جھک پڑتا ہے، اسی طرح وہ آپ ﷺ کے اوپر جھک پڑے، یعنی اس طرح نہیں ہوا کہ دُور سے بات بنا دی اور اس کی پرواہ نہ کی ہو کہ آپ ﷺ نے بات اچھی طرح سنی یا نہیں سنی، جیسا کہ عام لیکچروں وغیرہ میں ہوتا ہے لیکچرار صاحب خود ہی لیکچر دے کر اپنی ڈیوٹی پوری کر لیتے ہیں اور بس۔ اسی سے آگے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا، الا ما شاء اللہ۔ سو حضرتِ جبریلِ امین علیہ السلام نے اس طرح نہیں کیا بلکہ خاص توجہ سے آپ ﷺ کو تعلیم دی، علیہ الصلوۃ والسلام۔

قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝٩ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝١٠ مَا

کے برابر یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ گیا ‘ ۱۱ ۝٩ تب اللہ نے وحی بھیجی اپنے بندے کی طرف ‘ جو کچھ وحی آپ کو فرمانا تھی ‘ ۱۲ ۝١٠

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝١١ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝١٢

دل نے جھوٹ نہیں کہا ‘ جو کچھ کہ اس نے دیکھا ‘ ۱۳ ۝١١ تو کیا تم لوگ اس سے اس چیز پر جھگڑتے ہو جس کو اس نے خود دیکھا ؟ ۝١٢

۱۱ حضرت جبرائیل امین کے آنحضرت سے غایت قرب کا ذکر و بیان :۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر وہ دو کمانوں کے فاصلے پر رہ گیا یا اس سے بھی کچھ کم۔ سو یہ تعبیر یہ انتہائی قرب سے کنایۃ ہے جیسا کہ یہ عربوں کے یہاں رائج تھا کہ وہ اپنے محاورات میں غایتِ قرب کو ظاہر کرنے کیلئے قاب القوس کے اس استعارے کو استعمال کیا کرتے تھے ، یعنی جبرائیل آنحضرت ﷺ سے نہایت قریب ہوگئے (روح المعانی ، خازن اور صفوہ ، وغیرہ) سو یہ ایسے ہی ہے جیسے ہمارے یہاں محاور میں گز یا دو گز اف یا دو فٹ وغیرہ کے الفاظ بولے جاتے ہیں ، اور او کا کلمہ یہاں پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ تشبیہ محض قرب کے بیان کیلئے ہے ، یہ فاصلہ اس سے بھی کم ہوسکتا ہے بہرکیف جبرائیل امین آپ ﷺ کے نہایت قریب پہنچ گئے ، اور غایت اہتمام کے ساتھ آپ کو تعلیم دی۔ یہ نہیں کہ دور سے اپنی بات پھینک ماری ہو۔ اور اس بات کی فکر و پروانہ ہو کہ آپس ﷺ نے بات اچھی طرح سنی یا نہیں۔ اور اگر سنی تو سمجھی بھی ہے یا نہیں۔ سو ایسے نہیں تھا بلکہ آنجناب نے پورے اہتمام اور التفات کیساتھ آپ کے کان میں بات اس طرح ڈالی کہ آپ ﷺ اس کو اچھی طرح سن بھی لیں اور سمجھ بھی لیں یہاں پر یہ بات بھی واضح رہے کہ کاہنوں کے شیاطین کا جو علم ہوتا ہے اس کو قرآن حکیم میں آچکی ہوئی بات سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد ہوتا ہے ، اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (الصّٰفّٰت: ۱۰ پ ۲۳) جس طرح چور اور اچکے لیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب استاذ اچکے ہونگے تو وہ شاگردوں کو تعلیم بھی اچکوں ہی کی دیں گے۔ سو قرآن حکیم نے یہاں پر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے طریقۂ تعلیم کو اسلئے نمایاں فرمایا ہے کہ تا کہ اس سے ان دونوں کے درمیان فرق اچھی طرح واضح ہو جائے کہ آپ ﷺ کی تعلیم اس خاص اہتمام و شان کی تھی جس کی دوسری کوئی نظیر و مثال نہ کبھی دنیا میں پائی گئی اور نہ قیامت تک کبھی پائی جانی ممکن ہے

۱۲ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے کی طرف وحی کا ذکر و بیان :۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ تب اللہ نے وحی بھیجی اپنے بندے کی طرف جو وحی بھیجنا تھی۔ دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہوسکتا ہے ، کہ تب جبرائیل نے اللہ کے بندے پر وحی فرمائی ، مآل دونوں کا بہرحال ایک ہی ہے کہ بندے تو آپ ﷺ بھی بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کے تھے ، جس طرح کہ دوسرے تمام بندے اسی کے بندے ہیں ، اور وحی اللہ پاک ہی کی طرف سے آتی تھی ، اور حضرت جبریل امین کے واسطے سے ہی آتی تھی ، سو اللہ پاک نے اپنے بندۂ خاص امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر سید الملائکہ حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے وحی فرمائی جو وحی آپ کو فرمانا تھی اور ما اوحی کا ابہام تعظیم و تفخیم کیلئے ہے ، سو جب جبریل امین حضور ﷺ کے اس قدر قریب پہنچ گئے تب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی۔ سو یہ وحی بھی بے مثال کہ یہ کلام ہے رب العالمین کا اور جس فرشتے کے ذریعے فرمائی گئی وہ بھی بے مثال یعنی جبریل امین علیہ السلام جو کہ نوریوں کے سردار اور ان کے امام و پیشواء ہیں اور اس کیلئے جو اہتمام فرمایا گیا وہ بھی بے مثال۔ اور جس ہستی پر اس وحی کو نازل فرمایا گیا وہ بھی بے مثال۔ یعنی حضرت محمد ﷺ جو کہ افضل

الخلائق سید البشر اور حضرات انبیاء ورسل کے امام وپیشواء ہیں علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام۔ سو ایسا عظیم الشان کلام نہ کوئی ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے
فالحمدللہ الذی شرفنا بھذا الکتاب المبارک المجید و بالا یمان بہ والا شتغال، اللھم فثبتنا علیہ و بَارِک لَنَا فیہ بہر کیف
اس سے اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے کی طرف وحی بھیجنے کا بھی ذکر فرمادیا گیا اور وحی خداوندی کی شان کا اظہار واعلان بھی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس
نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو کچھ وحی آپ کو فرمانا تھی۔ سو یہ ابہام تعظیم وتفخیم کے لئے ہے جیسا کہ سب مفسرین کرام لکھتے ہیں پس اہل بدعت
کا یہ کہنا کہ یہ خدا اور رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں، اور یہ کہ اللہ نے اس راز کو مخفی رکھا وغیرہ تو یہ سب من گھڑت باتیں
اور خود ساختہ مفروضے ہیں، جن کا قرآن وسنت میں کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ قرآن تو صاف کہتا ہے۔ ﴿بَلِّغۡ مَا اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ﴾
(المائدۃ:۶۷)۔ (پیغمبر! جو بھی کچھ آپ کی طرف اتارا گیا ہے آپ اس سب کو جوں کا توں آگے پہنچادیں) سو یہاں کلمہء ما استعمال ہوا ہے جو کہ
عموم ہی کے لئے آتا ہے اور اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے، الّا یہ کہ کوئی ایسا قرینہء صارفہ پایا جائے جو اس کے خلاف ہو، مگر یہاں ایسا کوئی قرینہ
موجود نہیں ہے، سو پیغمبر پر جو بھی کچھ وحی ان کے رب کی جانب سے فرمائی گئی آپ ﷺ نے اس سب کو بلا کم وکاست آگے پہنچادیا، کیونکہ آپ
ﷺ اپنے رب کی طرف سے اسی کے پابند اور مامور تھے، چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جو کوئی تم سے
یہ کہے کہ حضور ﷺ نے وحی کا کچھ چھپالیا تھا یا مخفی رکھا تھا تو اس نے یقیناً بڑا جھوٹ بولا، پھر آپ ﷺ نے ''یا ایھا الرسول بَلِّغۡ ما اُنۡزِلَ
اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ'' (الآیۃ) کی یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی (ابن کثیر وغیرہ) بہر کیف ''ما اوحی'' کا یہ ابہام تعظیم وتفخیم کے لئے
ہے، کہ وہ وحی بڑی ہی عظمت شان والی تھی (روح، مدارک، محاسن، اور جامع، وغیرہ) یعنی وہ وحی اس قدر عظیم الشان تھی کہ اسکی عظمت
بیان سے باہر تھی۔ بس اس کی عظمت کا اندازہ کرنا کسی بندے کے بس میں نہیں اس عظمت کو اللہ پاک ہی جان سکتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ،

۱۳ پیغمبرؑ کے مشاہدے کی تصویب وتصدیق کا ذکر وبیان: —سو اس سے پیغمبر کے مشاہدے کی حضرت حق جل مجدہ
کی طرف سے تصویب وتصدیق کا ذکر فرمایا گیا کہ دل نے اس کو جھٹلایا نہیں جو کہ آنکھ نے جو کچھ دیکھا، بلکہ دل نے اس کی تصدیق وتائید،
کی تو آپ ﷺ کا فرمان ہر طرح سے حق اور سچ ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت
جبریل امین کو اپنی اصل شکل میں دیکھا، تو ان کے چھ سو پر تھے، (بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النجم) اور ہر پر اتنا کہ افق کو بھر دے اور آپ کے
پیروں سے یاقوت اور موتیوں جیسی ایسی عظیم الشان چیزیں جھڑ رہی تھیں جن کی اصل اور حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا سبحانہ
و تعالیٰ (ابن جریر، ابن کثیر، مراغی، قرطبی، جامع، اور صفوہ وغیرہ) نبیء کریم ﷺ نے جب شب معراج پر ہونے والے عالم غیب
کے مشاہدات کا ذکر فرمایا تو مخالفین نے اس کا مذاق اڑایا اور طرح طرح کی باتیں بنائیں، اور کہا کہ اس شخص کے دل میں جس طرح
کے ارمان بسے ہوئے ہیں اس کو اسی طرح کے خواب نظر آتے ہیں، اور یہ اپنے خوابوں کو حقیقت گمان کر کے لوگوں کو مرعوب کرنے کیلئے
سناتا ہے، قرآنِ حکیم نے اس الزام کی تردید مختلف اسلوبوں سے جگہ جگہ فرمائی ہے، اور یہاں بھی ان احمقوں کی تردید فرمائی گئی ہے کہ انہوں نے
جو کچھ دیکھا وہ کوئی خواب نہیں تھا، بلکہ وہ سب کچھ حق اور حقیقت تھا۔ اور آپ کی آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی آپ ﷺ نے
اپنی آنکھ سے جو جبریل کو دیکھا تو وہ واقعی جبریل ہی کو دیکھا تھا۔ جیسا کہ ابن مسعود کی روایت میں گزرا۔ فما کذب قلب محمد لما راہ
ببصرہ من صورۃ جبریل الحقیقیۃ (صفوۃ التفاسیر، وغیرہ) سو آپ کا دیکھا سراسر حق وصداقت تھا۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ،

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾

(اپنی کھلی آنکھوں سے؟) وا۱۴ (۱۳) اور بلاشبہ آپ نے اس (فرشتہ) کو ایک اور مرتبہ بھی (اپنی اصلی شکل میں) اترتے دیکھا وا۱۵ (۱۴) یعنی

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿١٥﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿١٦﴾

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس وا۱۶ جس کے پاس جنت الماویٰ ہے وا۱۷ (۱۵) جب کہ اس سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا وا۱۸ (۱۶)

۱۴ منکرین کے حال پر اظہارِ تعجب وافسوس: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور منکرین کے قلوب وضمائر کو جھنجھوڑتے ہوئے ان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگ ان سے ان باتوں پر جھگڑتے ہو جن کو انہوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا؟۔ یعنی یہ کیسی عجیب اور کتنی نامعقول بات ہے، کہ تم لوگ پیغمبر سے ان امور اور حقائق کے بارہ میں جھگڑتے اور ان میں شک کرتے ہو جو آپ ﷺ نے کھلی آنکھوں سے دیکھے ہیں، سو یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی اندھا کسی آنکھوں والے سے جھگڑے، اور وہ اس کی ان باتوں کا انکار اور ان میں شک کرے جن کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، مگر اس کے باوجود وہ اندھا اس آنکھوں والے سے کہے کہ نہیں صحیح وہ نہیں جو تم دیکھ رہے ہو، بلکہ صحیح وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں، سو اس سے بڑھ کر سفاہت وجہالت اور مکابرہ وسینہ زوری اور کیا ہو سکتی ہے؟۔ والعیاذ باللہ العظیم، بہرکیف اس ارشاد میں ان لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ کیا تم لوگ پیغمبر سے ان باتوں پر جھگڑتے ہو جن کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے؟ اگر ایک چیز تم کو نظر نہیں آتی تو اس سے نفسِ حقیقت تو باطل نہیں ہوتی، یہاں پر یہ بات ملحوظ رہے کہ مخالفین اپنے کاہنوں کی ساری خرافات کو تو بے چون وچرا اور بے دریغ تسلیم کر لیتے تھے، لیکن پیغمبر کے پیش کردہ ٹھوس حقائق کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، کیونکہ کاہنوں کی باتیں ان کی خواہشات کے مطابق ہوتی تھیں، جبکہ پیغمبر کی دعوت ان کی خواہشات کے خلاف تھی، اس لئے وہ آپ ﷺ کی مخالفت کے لئے طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے تھے، اور یہی حال دنیا کل تھا، اور یہی آج ہے، سو اتباع ہوی یعنی خواہش پرستی محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین

۱۵ پیغمبر علیہ السلام کے جبریل امین کو دوسری مرتبہ دیکھنے کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ یقیناً پیغمبر نے ان کو ایک مرتبہ اترتے دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ کیونکہ یہاں "مرۃً اخریٰ" نہیں "نزلۃ اخریٰ" فرمایا گیا ہے جو کہ نزول سے مشتق وماخوذ ہے، اس لئے ہم نے اپنے ترجمہ کے الفاظ میں اسی فرق کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، والحمد للہ جمہور امت کے نزدیک ان دونوں مرتبوں میں آنحضرت ﷺ نے جس ہستی کو دیکھا، اس سے مراد جبریل امین ہی ہیں (روح، مدارک، المراغی، المحاسن، صفوۃ اور ابن کثیر، وغیرہ) رہ گئی یہ بات کہ شبِ معراج میں آنحضرت ﷺ کو روایت باری جلَّ وعلا نصیب ہوئی یا نہیں؟ تو اس بارہ میں اگرچہ حضرات اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، مگر جمہور کے نزدیک وہاں بھی رویتِ بصری نہیں ہوئی جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے جس کسی بات کی

کبھی نسبت کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی اس نے یقیناً جھوٹ کا ارتکاب کیا، پھر آپ نے ان تین باتوں میں سے پہلی بات یہی بیان فرمائی کہ جس نے آنحضرت ﷺ کے بارہ میں کہا کہ آپ ﷺ نے شبِ معراج میں حضرت باری عزاسمہ کو دیکھا (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، کتاب التوحید، مسلم کتاب الایمان، وغیرہ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے اجلہ صحابہءِ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے، جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اس کے مقابلے میں جو روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اس میں بڑا اضطراب ہے اس لئے ثقہ علماءِ کرام نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، سند و روایت کے اعتبار سے بھی، اور عقل و درایت کے اعتبار سے بھی، بہر کیف جمہور کا موقف روایۃً بھی قوی ہے اور درایۃً بھی، اور سورہءِ نجم کی ان مذکورہ بالا آیات قرآنیہ کے سیاق و سباق کے بھی مطابق یہی ہے، کہ نبیءِ اکرم ﷺ نے جبریلِ امین کو ہی دیکھا تھا، چنانچہ مسند امام احمد رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق حضرت مسروق رحمہ اللہ نے جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارہ میں پوچھا اور عرض کیا ''ھَلْ رَاٰیْ مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّہٗ جَلَّ وَ عَلَاءَ '' (کیا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟) تو اس کے جواب میں حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہ نے برہم ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم نے ایسی بات کہی کہ اس سے میرے جسم کی رونگٹے کھڑے ہو گئے' جو کوئی تم سے یہ کہے کہ پیغمبر نے اپنے رب کو دیکھا ہے' تو اس نے یقیناً جھوٹ بولا ہے' پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کی تائید و تصدیق میں قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ''لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَ ھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ج وَ ھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ'' (انعام۔۱۰۴پ۷) نیز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سورہ شوریٰ کی یہ آیت کریمہ بھی تلاوت فرمائی ''وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ ط اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ'' الآیۃ (شوریٰ ۵۱) (ابن جریر' ابن کثیر' محاسن التاویل' جامع البیان' قرطبی' خازن' اور روح المعانی وغیرہ) یہاں پر ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں' اس سے زیادہ اور پوری تفصیل ہم اپنی مفصل تفسیر میں پیش کریں گے۔ انشاء اللہ و باللہ التوفیق۔ بہر کیف جمہور علماء و مفسرین کرام کے نزدیک ان تمام آیات کریمات کا تعلق حضرت جبریل امین کی رؤیت ہی سے ہے اور ان کے نزدیک ان دونوں موقعوں پر پیغمبر نے جس ہستی کو دیکھا وہ حضرتِ جبریل امین ہی کی ہستی تھی۔ مفسر ابو حیان نے جمہور کے قول کی تصویب کرتے ہوئے اسی کو صحیح قرار دیا اور اس کے لئے وہ اسی آیتِ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں یعنی۔ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی سے ''اور یقیناً آپ نے ان کو ایک اور مرتبہ دیکھا''۔ اور دوسرے ثقہ مفسرین کرام، اور حضرات اہلِ علم نے مفسر ابن حیان کے اس استدلال کو صحیح قرار دیا۔ (البحر المحیط اور حاشیہ صفوۃ التفاسیر وغیرہ)۔ پس اس رویت کا تعلق رؤیتِ جبریل ہی سے ہے،

۱۶ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس کی رؤیت کا ذکر و بیان: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ حضور ﷺ نے جبریل امین کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ انہوں نے ان کو یقیناً ایک اور مرتبہ دیکھا سدرۃ المنتہی کے پاس۔ کہ مخلوقات کا علم اس پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے اور اس کو منتہی اسی لئے کہتے ہیں کہ مخلوق اور ملائکہ کا علم یہاں تک ختم ہو جاتا ہے (خازن، ابن کثیر، ابن جریر، صفوہ وغیرہ) باقی اس سدرہ (بیری) کی اصل حقیقت کیا ہے؟ سو وہ اللہ پاک ہی کے علم میں ہے کہ یہ چیز ان امور غیبیہ میں سے ہے جن کی حقیقت تک رسائی انسانی حیطہءِ

قدرت اور اس کے ادراک سے باہر ہے، اور امور غیبیہ کے بارہ میں صحیح اور سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو اسی طرح مانا اور تسلیم کیا جائے جیسا کہ ان کا ذکر و ثبوت نصوص قرآن و سنت میں پایا جاتا ہے، کہ ان سے ان کا وہی معنی و مفہوم مراد ہے، جو اللہ کے علم میں ہے، اور جو اس کی مراد ہے، سبحانہ و تعالیٰ، یا جیسا کہ اس کے بارے میں اللہ کے رسول نے اللہ کی وحی کی بناء پر سمجھایا اور بتایا ہو، اور بس، بہر کیف سدرۃ المنتہی وہ مقام ہے جہاں عالم ناسوت کی سرحدیں ختم ہو جاتی ہیں، اور اس کے بعد عالم لاہوت کی سرحدیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور سدرہ یعنی بیری کا یہ درخت عالم ناسوت اور عالم لاہوت کے درمیان ایک حد فاصل ہے، یہ سب باتیں عالم غیب اور اس جہاں نادیدہ سے تعلق رکھتی ہیں، جن کی اصل حقیقت کا علم و ادراک ہمارے بس میں نہیں، یہ سب چیزیں متشابہات میں سے ہیں ان کی حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے، اور وہی جان سکتا ہے، ہم نہ عالم ناسوت اور نہ عالم لاہوت کی ان حدود کو جان سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے درمیان کے اس نشان وصل کو، پس ان پر ویسے ہی ایمان لاتے ہیں جیسے قرآن نے ہمیں تعلیم و تلقین فرمایا ہے، اور جیسا کہ اللہ کے رسول نے ہمیں بتایا ہے اور بس، بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبریل امین کو دو مرتبہ دیکھا اور یہی بات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبریل امین کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں جیاد کے مقام پر، اور دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہی کے پاس (ترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ النجم) علیہما الصلوۃ والسلام

۱۷ سدرۃ المنتہیٰ کے مقام کی نشاندہی کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا اور سدرۃ المنتہیٰ کے مقام کی نشاندہی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جس کے پاس جنت ماویٰ ماویٰ کے معنی ٹھکانا اور جائے قیام کے آتے ہیں اور یہ چونکہ مقام و ٹھکانا ہے فرشتوں اور ارواحِ شہدا کا، اسلئے اس کو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے، (روح، خازن، صفوہ، مراغی، وغیرہ) پھر اس جنت کے بارہ میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ حضرات کا کہنا ہے کہ یہ وہی جنت ہے جو کہ اہل ایمان و تقویٰ کو آخرت میں عطا فرمائی جائے گی، اور اسی سے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اس جنت کا محل وقوع بیان فرما دیا گیا کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے، یعنی ساتویں آسمان کے اوپر اور عرش کے نیچے، سو اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح سدرۃ المنتہیٰ عالم ناسوت کی آخری حد پر ہے، اسی طرح جنت الماویٰ عالم لاہوت کے نقطہ آغاز پر ہے، پس اس نشاندہی سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور ﷺ کو حضرت جبریل امین علیہ السلام کا دوبارہ مشاہدہ دونوں عالموں کے نقطہ اتصال پر ہوا۔ علیہما الصلوۃ والسلام ما تبقی ہذہ الاحرف والکلمات

۱۸ سدرۃ المنتہیٰ کی عظمتِ شان کا بیان و ذکر: — سو اس سے سدرۃ المنتہیٰ کی عظمتِ شان اور مشاہدۂ پیغمبر کی کیفیت کو بیان فرمایا گیا ہے، چنانچہ پیغمبر کے مشاہدہ کے وقت کی کیفیت کے اظہار و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ جب اس سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا۔ یعنی انورت و تجلیاتِ خداوندی، اور دیگر وہ احوال و کیفیات اور مظاہر تزئین و تحسین جن کی تصویر و تعبیر سے الفاظ و کلمات عاجز و قاصر ہیں، ما یغشی کا ابہام اسی عظمت کو ظاہر کرتا ہے، اسلئے محض ظن و تخمین اور گمان و قیاس کی بناء پر اسکے درپے ہونے کی ضرورت نہیں، بہر کیف یہ اسلوب بیان اس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس وقت اس سدرہ پر انوارات و تجلیات کا ایسا ہجوم تھا کہ ان کی تعبیر الفاظ و کلمات کی گرفت میں نہیں آسکتی۔ بہر کیف اس سے سدرۃ المنتہیٰ کی عظمت شان اور پیغمبر کے مشاہدے کی کیفیت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس کی عظمت شان کے اظہار کیلئے کلمات ابہام و عموم کو استعمال فرمایا گیا ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ

نگاہ نہ تو چوندھیائی' نہ حد سے بڑھی' ف۱۹ ﴿۱۷﴾ بلاشبہ آپ نے دیکھا اپنے رب کی بڑی

الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ

نشانیوں کو' ف۲۰ ﴿۱۸﴾ تو کیا تم لوگوں نے کبھی لات، ف۲۱ اور عزی کی حقیقت پر بھی کچھ غور کیا؟ ف۲۲ ﴿۱۹﴾ اور اس پچھلے تیسرے مناۃ

الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ

کے بارے میں بھی کبھی سوچا' ف۲۳ ﴿۲۰﴾ کیا تمہارے لئے تو ہوں بیٹے اور اس کے لئے ہوں بیٹیاں؟ ﴿۲۱﴾ تب تو یہ ایک بڑی ہی ٹیڑھی (اور

۱۹ پیغمبرؑ کے سکون وقرار اور دل جمعی کا ذکر وبیان: سو اس سے مشاہدے کے وقت پیغمبرؑ کے سکون وقرار اور پوری دلجمعی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ نگاہ نہ چوندیائی نہ حد سے آگے بڑھی۔ یعنی نہ تو اصل مقصود سے ہٹی، نہ آگے بڑھی، سو اس سے آنحضرت ﷺ کے کمالِ تحمل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ اس قدر چکا چوند کر دینے والے منظر کو دیکھنے پر بھی جس کی تعبیر وتصویر سے بھی انسانی زبان وبیان عاجز وقاصر ہے، آپ ﷺ کی نگاہِ مبارک نہ اپنے مقصود سے ہٹی، نہ کسی اور طرف متوجہ ہوئی، بلکہ اپنی نگاہ کو آپ ﷺ نے اسی مقصودِ اصلی پر مرکوز رکھا، جس کیلئے آپ ﷺ کو بلایا گیا تھا، صلوات الله و سلامه عليه و علىٰ اله و صحبه و من والاه الىٰ يوم العرض علىٰ الله واللقاء۔ بہرکیف آپ ﷺ کی نگاہ کسی جلوہ کے مشاہدے میں اس کے صحیح زاویے سے کج نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ ﷺ نے اس موقع پر ہر چیز کا مشاہدہ اس کے بالکل صحیح زاویے سے کیا اور پوری دلجمعی سے کیا تاکہ اصل مقصد میں کوئی تقصیر واقع نہ ہونے پائے۔ بہرکیف اس ارشاد سے مشاہدے کے وقت آنحضرت ﷺ کے سکون وقرار اور پوری دلجمعی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو اس کی مثال اس طرح سمجھی جائے کہ اگر کسی شخص کو کسی عظیم الشان اور جلیل القدر بادشاہ کے دربار میں حاضری کا موقع ملے اور وہاں اس کے سامنے شان وشوکت کے ایسے عظیم الشان مظاہر آئیں جو کبھی اس کی چشم تصور نے بھی نہ دیکھے تھے تو ایک تنگ ظرف انسان اس سے بھونچا کر رہ جائے گا اور اگر آدابِ حضوری سے ناآشنا ہوگا تو وہ مقامِ شاہی سے غافل ہو کر دربار کی بناوٹ و سجاوٹ کے دیکھنے میں محو ومنہمک ہو جائے گا اور مڑ مڑ کر ادھر ادھر دیکھنے میں لگ جائے گا جبکہ اس کے برعکس ایک عالی ظرف، ادب آشنا اور فرض شناس انسان نہ تو ایسے موقع پر مبہوت ہوگا اور نہ ہی دربار کے مشاہدے میں مشغول ہو کر رہ جائے گا بلکہ وہ پورے ثبات وقرار اور سکون واطمینان کے ساتھ اپنی ساری توجہ اسی اصل مقصود پر مرکوز رکھے گا جس کے لئے اس کو دربار شاہی میں بلایا گیا ہے۔ سو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اپنی نگاہ کو اصل مقصود پر مرکوز رکھا، اور اس کو اِدھر یا اُدھر نہیں ہونے دیا۔ جو کہ آپ ﷺ کی عظمتِ شان کا ایک ثبوت اور مظہر ہے۔ عليه افضل الصلوات، و اتم التسليمات مَاتَمرُّ اللَّيَالِىُ وَالْاَيَّامُ

۲۰ اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کا ذکر وبیان: سو اس سے آنحضرت ﷺ کے اس موقع پر اپنے رب کی

رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کا ذکر فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔ جیسے سدرۃ المنتھٰی، بیت المعمور، جنت و دوزخ، اور حضرت جبریل امین علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دیکھنا، وغیرہ وغیرہ، سو یہیں سے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کو نہیں دیکھا، بلکہ آپ ﷺ کی کچھ آیات کبریٰ ہی کو دیکھا، کیونکہ اگر رؤیتِ باری ہوئی ہوتی، تو اس کا ضرور ذکر فرمایا جاتا کہ سب سے بڑی نشانی وہی ہوتی، مگر سفر اسراء ومعراج کے بیان میں اس کا ذکر نہ یہاں فرمایا گیا، اور نہ ہی سورۂ بنی اسرائیل میں، بلکہ دونوں جگہ ان نشانیوں ہی کا ذکر فرمایا گیا، اور وہ بھی مِنْ تَبْعِیْضِیَّۃ کے ساتھ، یعنی مِنْ اٰیٰتِنَا اور مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہٖ فرمایا گیا، یعنی آپ ﷺ نے اپنے رب کی کچھ بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے رب کی کچھ نشانیوں ہی کا مشاہدہ کروایا گیا۔ خود رب تعالیٰ کی رویت اور مشاہدے کے لئے کوئی ذکر واشارہ نہیں۔ سو اس سے بھی ہماری اوپر والی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ

۲۱ مشرکین کی تحقیر وملامت ان کے شرک پر: سو ارشاد فرمایا گیا اور مشرکین سے تحقیر آمیز خطاب میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی لات کو بھی دیکھا؟ یعنی اس کی حقیقت کے بارے میں بھی کبھی غور کیا؟ کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے گھڑ کر اپنا معبود اور حاجت روا ومشکل کشا بنا رکھا ہے، آخر تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا؟ اور تمہاری مت کہاں اور کیسے مار دی گئی؟ اور تم کیوں اور کیسے مرتد ہو گئے ہو؟ و جل و علا العیاذ باللہ۔ یہ بت طائف میں تھا جس کی بنو ثقیف پوجا کیا کرتے تھے یہ دراصل ایک نیک شخص تھا، جو حاجی صاحبان کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا، پھر جب یہ مر گیا تو کچھ لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے، پھر انہوں نے اس کی مورتی بنا کر اس کو پوجنا شروع کر دیا، جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ (ابن کثیر، روح، خازن، اور مراغی، وغیرہ) اسکے مادہ اشتقاق میں کئی اقوال ہیں، رو التفصیل فی المفصل اِنْ شاء اللہ بہر کیف مشرکین کے یہاں اس بت کا ایک خاص اور ممتاز مقام تھا، اور یہاں پر مشرکین سے یہ سوال واستفہام تعجب اور تحقیر واستخفاف کے لئے ہے، یعنی کہاں وحی لانے والے فرشتے جبریل امین کی وہ صفات جو اوپر ذکر ہوئیں، جو کہ سب سے اعلیٰ درجے کی مردانہ صفات ہیں، جیسے "شَدِیْدُ الْقُوٰی"۔ "ذُوْ مِرَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ" (التکویر: ۲۰) اور "مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ" (التکویر: ۲۱)۔ اور کہاں تمہاری یہ بے حقیقت اور بے جان مورتیاں جن کو تم نے خود گھڑا ہے، خود ان کے زنانہ نام رکھے ہیں، اور از خود ان کو خدائے وحدہ لاشریک کا شریک اور سہیم قرار دے رکھا ہے، اور ان کے آگے جھک کر اور سجدہ ریز ہو کر تم اپنی تذلیل وتحقیر کا سامان خود اپنے ہاتھوں کرتے ہو۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ سو شرک ایک ایسا ہولناک جرم ہے جو انسان کو انسانیت کے منصبِ شرف سے گر کر حیوانیت کے قعر مذلت میں پہنچا دیتا ہے، بلکہ اس سے بھی نیچے گر کر وہ اس کو "اَسْفَلُ السّٰفِلِیْنَ" بنا دیتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ انسانوں بلکہ حیوانوں بلکہ اس سے بھی نیچے گر کر وہ جمادات اور پتھروں کی پوجا کرنے لگتا ہے اور اس طرح وہ ذلتوں پر ذلتیں اٹھاتا، اور محرومی در محرومی کا شکار بنتا چلا جاتا ہے، اور وہ بھی اس طور پر کہ اس کو اپنی اس حرمانِ نصیبی اور خسرانِ مبین کا کوئی شعور واحساس تک نہیں، تو پھر اس سے بڑھ کر ہلاکت وتباہی اور کیا ہو سکتی ہے؟۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ راہ حق وصواب پر مستقیم وثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔

۲۲ عُزّیٰ دیوی کی حقیقت میں غور وفکر کی دعوت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی عزی کو بھی دیکھا، یعنی اس کی حقیقت میں بھی کبھی غور کیا؟ یعنی تم لوگ اس کے بارے میں سوچو اور غور کرو کہ آخر یہ بے حقیقت اور بے جان مورتیاں تمہاری معبود اور تمہاری حاجت روا و مشکل کشا کس طرح ہو سکتی ہیں؟۔ یہ بت مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں تھا جو اصل میں ایک درخت تھا جس پر تعمیر بھی تھی اور اس پر جھنڈیاں بھی باندھ کر رکھی گئی تھیں، حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کے کاٹنے کیلئے بھیجا، اور جب انہوں نے اس کو کاٹا تو اس سے چڑیل قسم کی ایک شیطان عورت نکلی، جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر واویلا کرنے لگی، تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تلوار جو ہردار سے اس کا کام بھی تمام کر دیا، جب واپس آ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قصہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہی عزی دیوی تھی جس کی آئندہ کبھی پوجا نہیں ہو سکے گی (فقال تلک العزی ولن تعبد ابدا) جیسا کہ سنن نسائی وغیرہ نے حضرت ابوالفضل سے روایت کیا ہے (روح، قرطبی، خازن، محاسن، جامع، اور وجیز وغیرہ) بہر کیف عزی کے اس بت کا مشرکین کے یہاں بڑا خاص درجہ اور مقام تھا، اور اس کی پوجا پر وہ لوگ فخر کیا کرتے تھے چنانچہ غزوہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے اسی کے نام کا فخریہ نعرہ لگاتے ہوئے کہا تھا۔ لنا العزی و لا عزی لکم۔ (یعنی ہمارے لئے عزی دیوی ہے اور تمہارے لئے کوئی عزی نہیں،) تو اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس طرح کہنے کی ہدایت فرمائی تھی "اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلیٰ لَکُمْ" (یعنی اللہ ہمارا حامی و ناصر اور مولی و کارساز ہے اور تمہارا مولی و کارساز کوئی نہیں،) والعیاذ باللہ جل و علا بکل حالٍ من الاحوال.

۲۳ مشرکین کو غور وفکر کی دعوت: سو ارشاد فرمایا گیا اور مشرکین کو دعوتِ غور وفکر دینے کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی ان کے بارہ میں کبھی سوچا نہیں؟۔ یعنی کبھی تم لوگوں نے اس بارے سوچا اور غور نہیں کیا کہ ایک طرف تو حضرتِ حق جل مجدہ کی عظمتِ بے پایاں کے یہ آثار و مظاہر تمہارے سامنے موجود اور ہر طرف پھیلے بکھرے ہیں، اور دوسری طرف تمہارے یہ بے جان اور بے حقیقت بت اور خود ساختہ اور من گھڑت مورتیاں ہیں۔ جن کو تم لوگ از خود اس کا شریک قرار دیتے ہو، کیا اس پر تمہیں شرم بھی نہیں آتی، تمہاری عقلوں کو آخر کیا ہو گیا ہے؟ آخر تم لوگ سوچتے کیوں نہیں؟ کہ تم کس سے توڑ کر کس سے جوڑ رہے ہو؟ از کہ بریدی وبا کہ پیوستی؟ لیکن جب کفر وشرک، اور بت پرستی کی نحوست سے کسی کی مت ماردی جاتی ہے، تو پھر اس کی عقل ماؤف و معطل ہو کر رہ جاتی ہے، اور وہ ماتم کرنے کے لائق ہو جاتی ہے، والعیاذ باللہ العظیم، اور اگر آپ دیکھیں اور کچھ غور وفکر سے کام لیں تو آپ کو بہت سے کلمہ گو اور جاہل مسلمانوں کے اندر بھی شرک کے اسی مرض کے جراثیم اور اسی طرح کے مظاہر جگہ جگہ نظر آئیں گے اور طرح طرح سے نظر آئیں گے، جہاں انہوں نے فرضی معبودوں اور خود ساختہ حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں کے اڈے بنا رکھے ہیں، اور ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ ان کے نام بھی عورتوں کے رکھے ہوئے ہیں جیسے سہیلی سرکار اور نویلی سرکار وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور زیغ وضلال کی ہر قسم اسکی ہر شکل اور اس کے ہر شائبہ سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین۔ سبحانہ وتعالیٰ ،

ضِيۡزٰى ﴿۲۲﴾ اِنۡ هِىَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ

بے ڈھنگی) تقسیم ہے ف۲۴ ﴿۲۲﴾ یہ تو محض کچھ نام ہیں جو گھڑ لئے ہیں تم لوگوں نے خود اور تمہارے باپ دادا نے ف۲۶

اٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ

(ورنہ) اللہ نے تو ان کے بارے میں کوئی سند نہیں اتاری حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ تو محض وہم و گمان کے پیچھے چلتے ہیں

اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ

اور ان خواہشات کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے نفسوں میں آتی ہیں ف۲۷ حالانکہ آچکی ہے ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے

رَّبِّهِمُ الۡهُدٰى ؕ ﴿۲۳﴾ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ

(کھلی اور واضح) ہدایت ف۲۸ ﴿۲۳﴾ کیا انسان کو وہ سب کچھ مل جاتا ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے؟ ف۲۹ ﴿۲۴﴾ تو (یاد رکھو کہ) اللہ ہی کے لئے

الۡاٰخِرَةُ وَالۡاُوۡلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا ع ۲۵ ۵

ہے آخرت بھی اور (اس سے پہلے یہ) دنیا بھی ف۳۰ ﴿۲۵﴾ اور (یہ معبودان باطل تو درکنار یہاں تو حال یہ ہے کہ) کتنے ہی فرشتے

۲۴ "منات" کے بارے میں غور وفکر کی دعوت کا ذکر و بیان: ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اور اس تیسرے "مناۃ" کے بارے میں بھی سوچا؟ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان خزاعہ کا بت تھا جس کی پوجا اہل مکہ بھی کیا کرتے تھے، اور اس کے پاس سے مشرکین احرام بھی باندھا کرتے تھے، اور اس کو اخری (پچھلا) اس لئے فرمایا گیا کہ یہ مرتبے کے اعتبار سے تیسرے درجے پر تھا (مراغی، محاسن، اور ابن کثیر، وغیرہ) ویسے تو جزیرۂ عرب میں اور بھی بہت سے بت تھے، مگر یہ تینوں چونکہ زیادہ مشہور و معروف تھے، اس لئے ان کا یہاں پر بطور خاص ذکر فرمایا گیا ہے، اور انہی کے بارہ میں سوچنے اور غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے، عربوں میں ان تین بتوں کے پجاریوں کی تعداد بھی سب سے زیادہ تھی، اور ان کا درجہ اور مقام بھی ان کے یہاں سب سے بڑا تھا، اور اس اہمیت وعظمت میں ان تینوں کے شریک ہونے کے باوجود "مناۃ" کا درجہ ان دوسروں سے کم تھا، قرآنِ حکیم نے اسی حقیقت کو ظاہر کرنے کیلئے یہاں مناۃ کے ساتھ دو صفتوں کا ذکر فرمایا ہے، ایک ثالثہ اور ایک اخری سو پہلی صفت یعنی ثالثہ سے واضح فرما دیا گیا کہ زمرے کے اعتبار سے یہ بت بھی انہی تین میں شامل اور ان میں کا تیسرا تھا، لیکن اسکے ساتھ اخری کی صفت سے یہ واضح فرما دیا گیا کہ ان لوگوں کے نزدیک ان تینوں کے زمرے میں شامل ہونے کے باوجود اس کا درجہ پہلے دو سے بعد کا تھا۔ نہ کہ ان کے برابر کا۔

۲۵ مشرکوں کی مت ماری کے ایک اور نمونے اور مظہر کا ذکر و بیان: ــ کہ یہ لوگ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں لیکن اللہ کے لئے بیٹیاں، سو ان کی اس مت ماری پر ان کی ملامت اور سرزنش کرتے ہوئے اور ان کے ضمیروں پر دستک دیتے ہوئے ان سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا خود تمہارے لئے تو ہوں لڑکے، اور اس (وحدہ لاشریک) کیلئے ہوں لڑکیاں؟

جن کو تم لوگ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ سو ایسے میں تو یہ بڑی ہی ٹیڑھی تقسیم ہے۔ کہ جو چیز تم خود اپنے لئے پسند نہ کرو، وہ اپنے خالق و مالک کے لئے تجویز کرو، جیسا کہ آج کے بعض جاہل مسلمانوں کا حل ہے کے مسلمان ایسے ہیں جو کسی چیز کو جب خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے، تو اللہ کے نام پر دے دیتے ہیں مثلاً عشر میں گھٹیا غلہ دیں گے، اور زکوۃ وصدقات میں کھوٹا اور خراب مال پیش کریں گے، وغیرہ، والعیاذ باللہ۔ نیز جیسا کہ اس کا مظاہرہ آج کا جاہل مسلمان اپنی اولاد کے بارے میں کرتا ہے کہ لڑکا پیدا ہو تو کہتا ہے پیروں نے دیا ہے اور اس کا نام بھی وہ پیراں دتہ یعنی پیروں کا دیا رکھتا ہے، مگر جب لڑکی پیدا ہو گی تو کہے گا اللہ نے دی ہے اور اس کا نام پیراں دتی یعنی پیر کی دی ہوئی نہیں رکھتا۔ سو یہ کل کے اسی قدیم مشرکانہ مرض کے جراثیم ہیں جو آج تک موجود ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ شرک کے ہر شائبہ سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین، بہرکیف طنزیہ انداز اسلوب کے ان فقروں سے مشرکین کے ضمیروں کو جھنجھوڑتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ اپنے لئے تو لڑکے پسند کرتے ہو اور اللہ کے لئے لڑکیاں جن کے بارے میں تمہارا اپنا حال یہ ہے کہ اگر تم سے کسی کے گھر پیدا ہو جائے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، اور وہ لوگوں سے چھپنے لگ جاتا ہے، اور پھر اس فکر میں پڑ جاتا ہے کہ اس کو زندہ در گور کر دے یا اس کو ذلت کے ساتھ زندہ رکھے۔ (النحل ۵۸، ۵۹) جس مخلوق کو تم لوگ اپنے لئے اس قدر برا اور معیوب سمجھتے ہو اسی کو تم اپنے خالق و مالک کی طرف منسوب کرتے ہو۔ تمہاری مت آخر کہاں ماری گئی؟ اور تم اس قدر اوندھے کیوں ہو گئے؟ والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وَّضلال، وسوءٍ وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، جل وعلا

۲۶ معبودانِ باطلہ کی بے حقیقتی کا ذکر و بیان: — سو مشرکوں کے خود ساختہ معبودوں اور من گھڑت حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں کی بے حقیقتی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ تو محض کچھ نام ہیں جو تم لوگوں نے خود رکھے ہیں اور بس۔ اور ان کو تم لوگوں نے از خود اپنا حاجت روا اور مشکل کشا قرار دے کر پوجنا شروع کر دیا، بغیر کسی سند اور دلیل کے، افسوس کہ کل کے اس مرضِ شرک کے جراثیم بدقسمتی سے آج کے بہت سے مسلمانوں کے اندر بھی کسی نہ کسی شکل میں، یہاں اور وہاں، جگہ جگہ، اور طرح طرح، سے پائے جاتے ہیں، چنانچہ آج بھی کتنے ہی جاہل مسلمان ایسے ہیں جو ایسے بزرگوں کو جو اس دنیا سے چلے گئے ہیں، طرح طرح کے ایسے من گھڑت اور خود ساختہ اسماء والقاب سے پکارتے اور یاد کرتے ہیں، جس کے لئے ان کے پاس نہ کوئی سند ہے، نہ ثبوت، نہ قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں ان کا کہیں کوئی ذکر، اور نہ ہی کبھی خود ان بزرگوں میں سے کسی نے ایسی کوئی بات ارشاد فرمائی ہے، مگر یار لوگوں نے خود اپنی طرف سے اور اپنی خواہش و مرضی کے مطابق ایسے نام گھڑ لئے ہیں، کہ فلاں حاجت روا اور مشکل کشا اور فلاں یہ کرتا ہے اور فلاں وہ کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ، اور اس طرح شرک کو رواج دینے کے لئے ایسے لوگ طرح طرح کے جھوٹے قصے اور من گھڑت قصے اور افسانے گھڑ گھڑ کر پھیلاتے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف، جل وعلا

۲۷ اتباعِ ظن وہویٰ باعثِ ہلاکت وتباہی۔ والعیاذُ باللہ: — سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ظن وگمان اور خواہشات نفس کی پیروی باعث ہلاکت وتباہی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ چنانچہ سو ارشاد فرمایا گیا اور کلمات حصر وتاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ صرف ظن وگمان اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ اور یہی دو باتیں بیماری اور فساد کی جڑ بنیاد ہیں جن کی نشاندہی اس ارشاد

ربانی میں فرمائی گئی ہے، کل بھی سب خرابیوں کی جڑ بنیاد یہی دو چیزیں تھیں، اور آج بھی یہی ہیں یعنی اتباع ظن اور اتباع ہویٰ، یعنی خیال وگمان کی پیروی، اور خواہشات نفس کی پیروی، چنانچہ آج آپ دیکھ لیں کہ جو لوگ کفر وشرک، بت پرستی وتعزیہ پرستی، قبر پرستی، آستانہ پرستی وغیرہ مخلوق پرستی کے طرح طرح کے مہالک میں مبتلا ہیں، اس کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ اس سے ان کی کئی قسم کی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے اور اس سے ان کی طرح طرح کی اغراض اور مختلف قسم کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں، ان کو نذرانے ملتے ہیں، نیازیں پیش کی جاتی ہیں، گدیاں چلتی ہیں، اور طرح طرح کے دوسرے دنیاوی فوائد و منافع حاصل ہوتے ہیں، اس لئے ان لوگوں نے ان سے متعلق طرح طرح کے قصے گھڑے ہوتے ہیں اور افسانے بنائے ہوتے ہیں، مگر ایسے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اس طرح یہ خود حق وہدایت کی دولت سے محروم ہو کر اپنے لئے کتنے بڑے ہولناک خسارے کا سامان کرتے ہیں، تاکہ اس طرح ان کا کاروبارِ شرک وبدعت پھیلتا اور بڑھتا جائے، مگر ان کو اس کا کوئی شعور واحساس تک نہیں ہوتا کہ اس طرح یہ لوگ خود اپنے لئے اور دوسروں کیلئے کس قدر ہلاکت وتباہی کا سامان کرتے ہیں، والعیاذُ باللہ جل وعلا۔ بہرکیف اس سے ظاہر اور واضح فرما دیا گیا کہ ظن وگمان اور نفسانی اہواء واغراض کی اتباع وپیروی باعث ہلاکت ومحرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور سلامتی ونجات اور فوز وفلاح کی راہ ایک اور صرف ایک ہے۔ یعنی یہ کہ اس حق وہدایت کی تعلیمات مقدسہ کی پیروی کی جائے جو حضرت حق جلَّ مجدہ کی طرف سے اس کے بندوں کی ہدایت وراہنمائی کیلئے نازل فرمائی گئی ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، و ھو الھادی الی سواء السبیل۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ فعلیہ نتوکل وبہٖ نستعین، بکل حالٍ من الاحوال، جل وعلا

۲۸ نورِ ہدایت سے محرومی، ہر خیر سے محرومی۔ والعیاذُ باللہ العظیم: — سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ نور ہدایت سے محرومی ہر خیر سے محرومی، اور ہدایت کی روشنی سے اعراض ودور گردانی ہلاکتوں کی ہلاکت ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ تو صرف ظن وگمان اور خواہشات کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس پہنچ چکی ہدایت ان کے رب کی جانب سے، جو کہ اصل اور کامل ہدایت ہے اور جو کہ دارین کی سعادت وسرخروئی کی راہیں کھولتی ہے، جو کہ زندگی کے ایک ایک گوشے کو روشن ومنور کرتی، اور انسان کی راہنمائی فرماتی ہے، جو کہ اب قرآن مجید جیسی کتاب کامل ومقدس کی صورت، میں پہنچ گئی، جو کہ آخری اور ہر لحاظ سے کامل ومکمل ہدایت ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس سب کے باوجود اس ہدایتِ کاملہ سے منہ موڑ کر ظن وگمان اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتی ہے، حق و ہدایت سے منہ موڑ کر ظن و گمان کی اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنا کتنے بڑے خسارے کا سودا ہے؟ والعیاذُ باللہ العظیم، سو ایسے لوگ اگر نور حق وہدایت کے پہنچنے سے پہلے ایسی کسی گمراہی میں مبتلا ہوتے تو ان کے لئے پھر بھی کسی عذر اور معذوری کی کوئی گنجائش ہو سکتی تھی، لیکن اب جب کہ ہدایت ان کے پاس پہنچ چکی اور حق ان کے سامنے پوری طرح واضح ہو گیا تو اب ان کیلئے کسی عذر اور معذوری کی کوئی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے؟ والعیاذ باللہ جل وعلا، وھو الھادی الی سواء السبیل

۲۹ انسان کی ہر خواہش پوری نہیں ہو سکتی: — سو ارشاد فرمایا گیا اور استفہام انکاری کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا انسان کی ہر خواہش پوری ہو سکتی ہے؟ اور ظاہر ہے کہ نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر تمہاری وہ تمنائیں اور آرزوئیں کس طرح اور کیونکر

پوری ہو سکتی ہیں جو تم نے خداوند جَلَّ وَ عَلاَ کو چھوڑ کر لکڑی پتھر وغیرہ کی ان بے جان مورتیوں، طرح طرح کے آستانوں، اور زندہ و مردہ انسانوں سے وابستہ کر رکھی ہے؟ سو آج تم لوگوں نے جو اپنے خود ساختہ معبودوں سے طرح طرح کی امیدیں اور آرزوئیں وابستہ کر رکھی ہیں، تو ان کے لئے آج تم اپنے آپ کو خوش کرنے کی غرض سے جو چاہو فلسفہ طرازیاں کرتے رہو، لیکن جب اصل حقیقت سامنے آئے گی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جو خیالی محل تم لوگ تعمیر کرتے رہے تھے، ان سب کی بنیاد ریت پر تھی محض دھوکے اور دل کے بہلاوے کا سامان ہے اور طرح طرح کے مفروضوں کی بنا پر جو لوگ جگہ جگہ جھکتے اور طرح طرح کی آسیں اور امیدیں لگائے ہوئے ہیں وہ محض اپنی محرومی اور تذلیل و تحقیر کا سامان کرتے ہیں۔ کل قیامت کے روز جب حقائق اپنی اصلی صورت میں سامنے آئیں گے تو ان کو کھرا کھوٹا سب معلوم ہو جائیگا اور ان کی آنکھیں پوری طرح کھل جائیں گی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم، جَلَّ وَعَلاَ،

۳۰ دنیا و آخرت دونوں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے: ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ معاملہ سب کا اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ پس اگر کوئی اس خام خیالی میں مبتلا ہے کہ کسی کی خواہشات کی تعمیل و تکمیل کیلئے اللہ تعالیٰ کی کسی سنت یا قانون میں تبدیلی آ جائے گی تو وہ اچھی طرح اور کان کھول کر سن لے کہ اللہ ہی کے لئے ہے دنیا بھی اور آخرت بھی، کہ اس سب کا خالق بھی وہی ہے، اور مالک بھی وہی۔ پس یہ سب کچھ اسی کا ہے، جس میں اور کسی کا نہ کوئی حصہ ہے نہ عمل دخل۔ پس تم اسی وحدہ لاشریک کو راضی کرنے کی فکر و کوشش کرو، اور جو کچھ مانگنا ہے اسی سے مانگو کہ سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ۔ اپنی جن جن خود ساختہ ہستیوں اور ''سرکاروں'' کو تم لوگوں نے اپنا حاجت روا و مشکل کشا قرار دے رکھا ہے، وہ سب کچھ خیالی، فرضی اور بے حقیقت ہے ان میں سے کچھ بھی تمہیں کام آنے والا نہیں، حق اور حقیقت بہر حال یہی ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کلیۃً اللہ وحدہ لاشریک ہی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہیں، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ۔ اور کسی کا بھی یہ درجہ اور مرتبہ نہیں کہ وہ اس کے اذن کے بغیر اس کے یہاں کسی کے لئے کوئی سفارش کر سکے یا اسکے قانون یا فیصلے کو تبدیل کرا سکے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق، لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيٰوة، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّابُ، مُلْهِمُ الصِّدْقِ وَالصَّوَاب،

اَللّٰهُمَّ!

اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ،

وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِيْنِ

مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا،

تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ

ہیں آسمانوں (کی بلندیوں) میں، کہ ان کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی، ۳۱ مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے،

لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

جس کے لئے وہ چاہے اور پسند فرمائے، ۳۲ (۲۶) بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ۳۳

لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَ مَا لَهُمْ بِهٖ

وہ فرشتوں کو موسوم کرتے ہیں عورتوں کے ناموں سے، ۳۴ (۲۷) حالانکہ ان کو اس بارہ

مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا

کچھ بھی علم نہیں، ۳۵ ایسے لوگ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں، ۳۶ اور بلاشبہ گمان

۳۱ فرشتوں کی شفاعت بھی اذنِ خداوندی کے بغیر کام نہیں آسکتی: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ فرشتوں اور آسمان کے فرشتوں کے اختیار میں بھی کچھ نہیں مگر اللہ ہی کے اذن سے۔ چنانچہ اس بارہ میں واضح فرمادیا گیا اور حصر و تاکید کے ساتھ واضح فرمادیا گیا کہ اللہ کے اذن کے بغیر آسمانوں کے فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں آسکتی۔ حالانکہ وہ پاکیزہ اور نوری مخلوق ہیں، اور ان کو اللہ پاک سے خاص قرب اور حضور بھی نصیب ہے، تو پھر اور کسی کا کہنا ہی کیا اور ان کے حاجت روا و مشکل کشا ہونے کا سوال ہی کیا؟ سو مشرکین کی دیویوں، دیوتاؤں، آستانوں اور سرکاروں وغیرہ خود ساختہ سہاروں کی حیثیت ہی کیا؟ یہاں تو حال یہ ہے کہ آسمانوں میں رہنے بسنے والے نوری فرشتوں کی سفارش بھی کسی کے کچھ کام نہیں آسکے گی، مگر یہ کہ اللہ ان کو کسی کے بارہ میں شفاعت کی اجازت دے، سو اول تو کوئی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی کے لئے شفاعت و سفارش کرنے کے لئے زبان بھی نہیں کھول سکے گا، اور جو اذن کے بعد زبان کھولے گا بھی تو صرف اس کیلئے کھولے گا جس کیلئے خداوند قدوس پسند فرمائے گا کہ اسکے لئے سفارش کی جائے جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ○ (طٰهٰ:۱۰۹پ۱۶)۔ یعنی اس دن کوئی سفارش کسی کے کچھ کام نہیں آئے گی مگر اسی کی جس کو خدائے رحمان اس کیلئے اجازت دے اور وہ اس کی بات کو پسند بھی کرے۔ پس جن لوگوں نے ایمان و عمل کی راہ کو چھوڑ کر دوسرے مختلف خود ساختہ سہاروں پر اعتماد کر رکھا ہے وہ سراسر دھوکے اور خسارے میں اور بڑے ہی ہولناک خسارے میں مبتلا ہیں۔ والعیاذ باللہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ و سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین،

۳۲ اصل چیز اللہ تعالیٰ کا اذن اور اس کی مرضی ہے: سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اصل چیز جس پر شفاعت و سفارش کا انحصار اور دار و مدار ہے، وہ ہے اللہ پاک کا اذن اور اسکی مرضی، جس کے بغیر کوئی کسی طرح کی سفارش کیلئے بھی دم نہیں مار سکتا،

اور اس کی شفاعت وسفارش کی وہاں پر کوئی گنجائش نہیں، جس کا عقیدہ مشرک اور جاہل لوگ رکھتے ہیں کہ ہمارے سفارشی بہرحال ہمیں بخشوادیں گے، وہ اڑ کر بیٹھیں گے اور منوا کر چھوڑیں گے، ہم نے ان کا سہارا لے رکھا ہے، ان کا لڑ پکڑ رکھا ہے، پس ہمیں یہی کافی ہے، سو اس مشرکانہ تصورِ شفاعت کی وہاں پر کوئی گنجائش نہیں، سو اس ارشاد سے ان تمام مشرکانہ تصورات کی جڑ کاٹ دی گئی جو مشرک لوگوں نے از خود اور فرضی بنیادوں پر قائم کر رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ آخرت کی جواب دہی اور اس کے لئے تیاری سے نچنت اور بےفکر ہیں اور ان کو اس کا احساس ہی نہیں اس طرح وہ کس قدر ہولناک خسارے میں گرتے اور بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال اور اسکے ہر شمہ وشائبہ سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۳۳ آخرت پر ایمان سے محرومی ہر خیر سے محرومی۔ والعیاذُ باللہ: — سو ایمان بالآخرت سے محروم انسان سب سے بڑا محروم ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ کہ آخرت پر ایمان ویقین کی دولت سے محروم انسان راہِ حق وہدایت سے محروم ہوتا ہے، اور وہی فرشتوں کے بارے میں اس طرح کی بات کر سکتا ہے، کہ وہ اللہ کی بیٹیاں اور ہمارے نجات دہندہ ہیں۔ ورنہ یہ ایسی بے بنیاد اور گستاخانہ بات ہے کہ آخرت پر ایمان ویقین رکھنے والے کسی انسان سے یہ صادر ہو ہی نہیں سکتی، اس جرم کا ارتکاب وہی لوگ کر سکتے ہیں جو آخرت پر ایمان ویقین کی دولت سے محروم ہوں سو اس سے معلوم ہوا کہ آخرت کا انکار تمام خرابیوں کی جڑ بنیاد ہے، جس سے آگے طرح طرح کے مفاسد جنم لیتے اور خرابیاں سر نکالتی ہیں، اور اس سے انسان ایک بے مقصد اور بےکیف بلکہ مردہ زندگی گزارتا ہے، اور وہ لایعنی ولا ابالی اور لاپرواہ ہو کر محض ایک حیوان بلکہ اس سے بھی کہیں بدتر اور شر البریۃ بن جاتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اور ایمان ویقین کی دولت سے محروم ہو جانے کے بعد ایسے لوگ من گھڑت افسانوں اور خود ساختہ ڈھکوسلوں کے سہاروں پر اپنی متاعِ عمر ضائع کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۳۴ منکرینِ آخرت کی ایک اور حماقت کا ذکر وبیان: — کہ ایسے لوگ فرشتوں کو عورتوں کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اس طرح یہ بدبخت حماقت در حماقت کا ارتکاب کرتے ہیں، کہ اول تو ان فرشتوں کو جو اللہ کے نہایت فرمانبردار بندے ہیں، جو اس کے یہاں اس کے اذن کے بغیر سفارش کرنے کا یارا بھی نہیں رکھتے، ان کو انہوں نے خدائے پاک کا شریک اور اس کی خدائی میں حصے دار بنا دیا، اور پھر اس سے بڑھ کر دوسری حماقت انہوں نے یہ کی کہ انہوں نے ان کو مونث اور اس وحدہ لاشریک کی بیٹیاں بنا دیا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ط اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ط سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ o (الزخرف: ۱۹ پ ۲۵) سو یہ نتیجہ ہوتا ہے ایمان ویقین کی دولت سے عاری اور محروم ہونے کا، اور آخرت پر ایمان نہ رکھ کر حیوان بلکہ اس سے بدترین مخلوق بن جانے کا۔ والعیاذُ باللہ۔ سو آخرت کا آنا اور اس کے عدل وانصاف کا قائم ہونا عقل ونقل کا تقاضا اور اشد ضروری ہے، تاکہ ایسے منکر اور گمراہ لوگ اپنے کیے کرائے کا پھل پاسکیں، اور اپنی حماقتوں کا بھگتان بھگت سکیں، اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں، اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہو سکیں، اسی لئے سورۃ الزخرف کی

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ان کے اس جرم کے ذکر کے ساتھ فرمایا گیا۔ اَشَہِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْئَلُوْنَ ۔یعنی کیا یہ لوگ فرشتوں کی تخلیق کے وقت وہاں موجود تھے اور انہوں نے اس بات کا مشاہدہ کر لیا تھا کہ فرشتے مونث تھے؟ سو ان کی یہ گواہی لکھی جا رہی ہے اور عنقریب ہی ان سے اس بارے میں پوچھ ہونی ہے۔ اور جب یہ لوگ وہاں موجود نہیں تھے اور نہیں ہو سکتے تو پھر یہ لوگ اتنی بڑی اور اس قدر ہولناک و بے بنیاد بات کس طرح کہتے ہیں؟ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ آخرت کے ایمان و یقین سے محرومی کے باعث اس کے نتیجے میں ایسے لوگوں نے فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں پر رکھ دیے اور اس بناء پر انہوں نے از خود اور اپنے طور پر ایک مالا تصنیف کر لی کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ اور ایسی چہیتی اور پیاری بیٹیاں کہ انہی کی سفارش سے دنیا کی نعمتیں بھی حاصل ہوتی اور اگر آخرت ہوئی تو وہاں بھی ہمارا کام یہی بنادیں گی اور ہم جو کچھ وہاں پر چاہیں گے وہ ہمیں دلوادیں گی وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، جل وعلا

۳۵ علمِ حق سے محرومی، محرومیوں کی محرومی۔ والعیاذ باللہ العظیم :-

سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو اس بارے کچھ بھی علم نہیں، سوائے ظن وتخمین اور اٹکل پچو باتوں کے۔ یہاں پر اس ارشاد کی تعمیم ملاحظہ ہو کہ اول تو یہاں نکرہ تحت النفی وارد ہوا ہے جو کہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ پھر من استغراقیہ سے اس کی مزید تاکید و استغراق کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، یعنی ان لوگوں کے پاس اپنی اس بات کیلئے کسی بھی طرح کا علم نہیں اور کوئی علم ہو بھی کیسے سکتا ہے، جب کہ واقع میں اللہ پاک کیلئے بیٹیاں یا اولاد ہونے کا سرے سے کوئی سوال و امکان ہی نہیں، وہ اس سے لحاظ و اعتبار سے پاک ہے۔ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ (سورۃ النساء:۱۷۱پ۶) یعنی وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو اور ولد کا لفظ بیٹا اور بیٹی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس لفظ کے معنی ہوتے ہیں کُلُّ مَايُوْلَدُ یعنی جو بھی اولاد ہو خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ سو ان کے پاس علم کی کوئی اساس و بنیاد نہیں، یہ لوگ تو اپنی خواہشات کی پیروی کے لئے محض اٹکل پچو باتوں کا سہارا لیتے اور ظن و گمان کے تیر تکے چلاتے ہیں، اور یہ نہیں جانتے کہ اس طرح یہ اپنا کتنا نقصان کرتے ہیں، اور اتنا نقصان کہ اس کی پھر تلافی و تدارک کی کوئی صورت بھی ان کیلئے ممکن نہ ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو اللہ تعالیٰ اولاد کے ہر تصور سے پاک اور اس سے کہیں اعلیٰ و بالا ہے۔ اور جو لوگ اسکے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں وہ سراسر جھوٹ بولتے اور اللہ پر افترا باندھتے ہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے تصریح فرمائی گئی ہے اور حرفِ تنبیہ کے ساتھ تصریح فرمائی گئی۔ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت:۱۵۱-۱۵۲) یعنی خبردار یہ لوگ اپنے جھوٹ اور افترا کی بناء پر کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور یہ لوگ قطعی طور پر جھوٹے ہیں سو علم حق کی روشنی سے محرومی، محرومیوں کی محرومی ہے۔ کیونکہ ایسا شخص اندھیروں میں ڈوب کر رہ جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔من کل زیغٍ وَّضلال، وسوءٍ وَّانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیٰوۃ، وھو العزیز الوھاب،

۳۶ منکرین کی ظن وتخمین کی پیروی کا ذکر وبیان: ــ سو ارشاد فرمایا گیا اور انداز ہ حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں کے پاس ظن وتخمین اور محض وہم وگمان کے سوا اور کوئی اصل واساس اپنے اس طرح کے عقائد ونظریات کیلئے سرے سے موجود ہی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح کے من گھڑت اور خودساختہ خیالات کی کوئی اساس وبنیاد ہو ہی کیسے سکتی ہے؟ اور یہی حال دورِ حاضر کے اہل بدعت اور دوسرے باطل پرستوں کا ہے کہ ان کی گاڑی بھی ظن وتخمین اور انکل پچو کے پہیوں ہی پر چلتی ہے، کہ دیکھو نا جی یہ ہستیاں جن کو ہم پوجتے پکارتے ہیں، یہ کوئی معمولی ہستیاں نہیں ہیں، بلکہ یہ اللہ کی محبوب اور پیاری ہستیاں اور بڑی پہنچی ہوئی سرکاریں ہیں، ان کو خاص اختیارات ملے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہماری ان کے آگے اور ان کی اس کے آگے، کیونکہ وہ ہماری سنتا نہیں اور ان کی رد نہیں کرتا، وغیرہ وغیرہ، اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ظن وگمان کو سب سے بڑا جھوٹ (اکذب الحدیث) قرار دے کر اس سے بچنے کی تعلیم وتلقین فرمائی، جیسا کہ مشہور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا گیا۔ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (خبردار ظن وگمان سے بچ کر رہنا کہ ظن وگمان سب سے بڑا جھوٹ ہے) اس کے علاوہ اور بھی کئی ارشادات موجود ہیں، مگر آج کا جاہل مسلمان اس سب کے باوجود اسی مرض میں مبتلا ہے، والعیاذُ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ ان لوگوں کے اس شرکیہ افسانے اور ان دیومالائی خرافات کی بنیاد کسی علم وآگہی پر نہیں بلکہ محض ظن وتخمین پر ہے، اور انہی بے بنیاد سہاروں کے آسرے پر یہ لوگ نچنت اور بے فکر ہو کر اپنی ہلاکت وتباہی کے ہولناک گڑھے کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وّضلال، وسُوءٍ وّانحراف، بکل حالٍ من الاحوال،

اَللّٰهُمَّ !

لَاتَجعَلِ الدُّنیَا اَکبَرَهَمِّنَا وَلَا مَبلَغَ عِلمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَینَا
بِذُنُوبِنَا مَنْ لَّایَخَافُکَ وَلَایَرحَمُنَا، اِنَّکَ اَنتَ مَوْلَانَا
وَنِعْمَ الْمَولٰی وَنِعْمَ النَّصِیر، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِیر،
وَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیر، یَاذَاالْقُوَّةِ
الْمَتِیْن، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام،

يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿۲۸﴾ فَأَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۵

حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا، ف ۳۷ (۲۸) پس اپنے حال پر چھوڑ دو ف ۳۸ ایسے (نا ہنجار شخص) کو جو پھر گیا

عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ

ہماری یاد (دلشاد) سے، ف ۳۹ اور اس کا مقصد دنیاوی زندگی (اور اس کی فانی لذتوں) کے سوا کچھ نہیں، ف ۴۰ (۲۹) یہ ہے

مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

رسائی (اور پہنچ) ایسے لوگوں کے علم (وہنر) کی، بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے

عَنْ سَبِيلِهٖ ۙ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا

بھٹک گیا، اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون سیدھی راہ پر ہے، ف ۴۱ (۳۰) اور اللہ ہی کا ہے وہ سب کچھ جو کہ ف ۴۲

۳۷ ظن وتخمین کی بے حقیقتی کا اظہار وبیان: ۔سوارشاد فرمایا گیا اور حرف تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ظن وگمان یقیناً حق کی جگہ کچھ کام نہیں دے سکتا۔ کہ گمان اور ظن وتخمین کی کوئی حقیقی اور ٹھوس بنیاد ہوتی ہی نہیں، اور نہ ہو ہی سکتی ہے، کہ وہ تو محض اندازوں اور تخمینوں کی بیساکھیوں کے سہاروں پر قائم ہوتا ہے، تو وہ حق کے لئے سند اور دلیل کس طرح بن سکتا ہے؟ اور ان نادانوں کو اس کی خبر نہیں کہ اٹکل بہر حال اٹکل ہے، یہ کسی بھی طرح اور کسی بھی درجے میں حق اور حقیقت کا بدل نہیں ہوسکتی، اٹکل پچو کے تیر تکے چلانے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا، کل جب حقائق منکشف ہونگے تو ان کو پتہ چلے گا کہ یہ عمر بھر محض خواب دیکھتے رہے، تب ان کو پچھتانے کی کوئی انتہا نہیں ہوگی، مگر بے وقت کے اس پچھتاوے سے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوگا، سوائے یاس وحسرت میں اضافے کے۔ والعیاذ باللہ یہاں پر یہ حقیقت بھی واضح رہنی چاہیے کہ ظن کا لفظ یہاں پر علم کے مقابل کی حیثیت سے بھی استعمال ہوا ہے اور حق کے مقابل کی حیثیت سے بھی اور انسان کو علم اس کی عقل وفطرت کی راہ سے بھی ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے ذریعے بھی اور جو علم وحی کے ذریعے ملتا ہے اور الہدی کا مصداق اور ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں پر اس کو حق سے تعبیر فرمایا گیا۔ سو ظن وتخمین سراسر باطل اور بنیادی چیز ہے۔ نہ اس کی تائید میں عقل وفطرت کی کوئی گواہی موجود ہوتی ہے اور وحی ودین کی کوئی شہادت۔ قرآن حکیم نے یہاں پر ''وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ'' کی تصریح سے واضح فرمادیا کہ مشرکین کی یہ سب دیومالا بالکل من گھڑت اور بے بنیاد افسانہ ہے، اسکی نہ کوئی اصل ہے نہ اساس، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ راہ حق وصواب پر مستقیم وثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، جل شانہ وعم نوالہ

۳۸ ہٹ دھرم منکرین سے اعراض وروگردانی کی تعلیم وتلقین: ۔سوارشاد فرمایا گیا ''پس چھوڑ دو ایسے شخص کو اس کے اپنے حال پر، یعنی نہ تو آپ اس کے درپے ہوں اور نہ اس کے حال پر افسوس کریں، کہ ایسوں کو ہدایت پر لے آنا نہ تو آپ ﷺ

کے بس میں ہے اور نہ ہی آپ کی ذمہ داری، آپ ﷺ کا کام تو پیغام حق پہنچا دینا ہے، اور صاف و صریح طور پر پہنچا دینا ہے اور بس، اس کے بعد حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔ ﴿اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلَاغ وَ عَلَیْنَا الْحِسَاب﴾۔ اور ایسے نانجاروں کو ہدایت کی نعمت مل ہی کیسے سکتی ہے، جو اس سے منہ موڑے ہوئے ہوں؟ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ ایسے نانجاروں اور بدبختوں سے جو اللہ کی ہدایت کے مقابلے میں ہوائے نفس کی اور علم کے مقابلے میں ظن و گمان کی پیروی کریں ان سے منہ موڑلو اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ ایسے بدبختوں کے پیچھے لگنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا۔ مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلَالٍ، وَسُوْءٍ وَّانْحِرَافٍ، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیٰوۃِ، وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْوَھَّاب،

۳۹ قرآن سے اعراض ورُوگردانی باعث ہلاکت وتباہی۔ والعیاذ باللہ: — سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ ذکر یعنی قرآن سے اعراض وروگردانی باعث ہلاکت ومحرومی اور موجب تباہی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ منہ موڑلو ہر ایسے شخص سے جو پھر گیا ہماری یاد سے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ کہ ایسا شخص جب ہدایت چاہتا ہی نہیں، اور اس نے اس سے منہ موڑ کر دنیا کی زندگی ہی کو اپنا منتہاءِ مقصود بنالیا ہے، تو اسے ہدایت ملے تو کس طرح؟ اور کیونکر؟ کہ نور حق وہدایت سے سرفرازی کے لئے طلبِ صادق اولین شرط اور بنیادی تقاضا ہے، اور طلبِ صادق کے بغیر جب دنیاءِ دُوں کی متاعِ قلیل وحقیر بھی کسی کو نہیں مل سکتی، تو پھر حق اور ہدایت کی دولت لازوال اور متاع بے مثال کیسے میسر آسکتی ہے؟ بہر کیف ہدایت فرمائی گئی کہ ایسے سر پھروں سے روگردانی کر کے ان کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دو، جو حق بات کو سننے اور ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے، کہ ایسوں کو منہ لگانے اور ان سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ذکر سے یہاں پر مراد قرآن حکیم ہے، اور یہ لفظ قرآن حکیم کے لئے مختلف مقامات پر استعمال فرمایا گیا مثلاً سورۂ حجر میں ارشاد فرمایا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ o (الحجر: ۹ پ ۱۴) یعنی "اس ذکر کو یقیناً ہم ہی نے اتارا ہے اور اس کے محافظ ہم خود ہی ہیں"۔ اور اسکے ذکر ہونے کی کئی وجوہ ہیں مثلاً یہ کہ یہ انسان کو اس کے مقصد حیات اور اس کے انجام وآخرت کی تذکیر ویاد دہانی کراتا ہے۔ نیز یہ اس کو اپنے خالق ومالک کی عظمت شان اور اس کے حق اطاعت وبندگی کی یاد دہانی کراتا ہے، نیز یہ انسان کو اس کی فطرت کے بھولے ہوئے درس کو یاد کراتا ہے۔ وغیرہ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ جَلَّ وَعَلَا، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃِ، وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ،

۴۰ اعراض عن القرآن کی اصل علّت کی نشاندہی: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے کا مقصد دنیاوی زندگی کے سوا کچھ نہ ہو، اس لئے ایسے لوگ دنیا کے متاع فانی اور حطام زائل کے سوا اور کسی چیز کے بارے میں سوچتے ہی نہیں۔ اور اس کے نتیجے میں ایسے لوگ یادِ الٰہی کی اس حیات آفرین اور روح پرور نعمت سے محروم ہو کر دنیا کے لئے جیتے اور اسی کے لئے مرتے ہیں اور ان کی تمام تر کدو کاوش کا محور، اور حاصل ومقصود اسی دنیا کے گرد گھومنا ہوتا ہے، اور بس۔ اور ایسے لوگ آخرت کی حقیقی اور دائمی زندگی کو بھول چکے ہیں، اور یہی چیز ان۔ کے اعراض عن القرآن کی علت اور اس کا سبب اور باعث ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ سو آخرت کو بھلا کر دنیا ہی کو اپنا مطمعِ نظر اور مقصودِ حیات بنالینا خرابیوں کی خرابی، اور محرومیوں کی جڑ بنیاد ہے، اسی لئے نبیءِ اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس سے

طرح طرح سے منع کیا اور خبردار فرمایا ہے، چنانچہ مسند امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اس آدمی کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں، اور یہ اس شخص کا مال ہے، جس کا کوئی مال نہیں، اور اس کیلئے جمع کرنا اور جوڑ جوڑ کر رکھنا اسی کا کام ہوسکتا ہے، جس کو عقل نہیں، (الدنیا دار من لا دار له، و مال من لا مال له، ولها یجمع من لا عقل له) (ابن کثیر، مراغی وغیرہ) سو عقل ونقل کا تقاضا یہی ہے کہ آخرت ہی کو اپنا اصل مقصد اور حقیقی نصب العین بنایا جائے اور اصل محنت اور کوشش اسی کیلئے کی جائے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید،

۴۱ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ و ذکر: ۔ سو اس ارشاد سے اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ دے کر دراصل اس حقیقت کی وضاحت فرمادی گئی کہ معاملہ اصل میں اللہ وحدہٗ لاشریک کے ساتھ صحیح رکھنے کی ضرورت ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے گمراہوں کو اور وہی خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو۔ سو وہ اسی کے مطابق ان سے معاملہ فرمائے گا، اور ان کو سزا و جزاء سے نوازے گا، پس تم لوگ اپنی پاکیزگی اور پاک دامنی کے دعوے کرنے کی بجائے اسکے ساتھ اپنا معاملہ صحیح اور صاف رکھنے کی فکر و کوشش میں رہا کرو۔ وہ سب کچھ جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے۔ لہٰذا نہ تو برائی کرنے والوں کو کبھی اس غلط فہمی میں رہنا چاہیے کہ ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں، اور نہ نیکی کرنے والوں کو اسکا کوئی خطرہ ہونا چاہیے کہ ہمارے اعمال کا ہمیں صلہ و بدلہ نہیں ملے گا، اور نہ ہی داعی حق کو اس فکر میں پڑنے کی ضرورت ہے کہ وہ سب ہی لوگوں کو راہ راست پر لے آئے، کیونکہ ضلالت و گمراہی جن بدبختوں کا مقدر بن چکی ہے، ان کو راہ راست پر لانا کسی کے بس کا روگ نہیں، کہ جو لوگ نور حق و ہدایت کے طالب ہی نہیں، ان کو اس دولت سے نوازنا تقاضائے عقل ونقل کے خلاف ہے۔

۴۲ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ: ۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ کائنات میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا، اور اس اہم اور بنیادی حقیقت کی توضیح و تشریح کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہی کا ہے وہ سب جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ تخلیق و تکوین کے اعتبار سے بھی کہ اس سب کا خالق اور پیدا کرنے والا تنہا وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور ملک و ملکیت کے اعتبار سے بھی، کہ اس سب کا بادشاہ اور مالک حقیقی بھی بہرحال وہی ہے، اور اس میں حکومت و بادشاہی بھی صرف وحدہ لاشریک کی ہے، اور قبضہ و تصرف بھی اسی کا ہے، کہ اس میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اسی کی مشیت اور اسی کے حکم و ارشاد کے مطابق ہو رہا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو ان میں سے کسی بھی بات میں کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں، تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک و سہیم کس طرح ہوسکتا ہے؟ پس وہ ہر لحاظ و اعتبار سے وحدہ لاشریک ہے، اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور اسکی ہر شکل اسی وحدہ لاشریک کا حق اور اسی کے ساتھ مختص ہے، سبحانہ تعالیٰ۔ سو جب کائنات میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے، اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی بھی اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ اس میں کسی اور کی کسی بھی طرح اور کسی بھی درجے میں کوئی حصہ داری یا کوئی عمل دخل نہیں۔ تو پھر یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ کوئی اس کی مشیت میں مداخلت کرسکے یا اس کے ارادوں اور فیصلوں پر کسی بھی اعتبار سے اور کسی بھی درجے میں اثر انداز ہوسکے؟ سو اس سے مشرکین کے شرکیہ عقیدۂ شفاعت کی جڑ نکال دی گئی۔ والحمدللہ جل و علا۔ اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

آسمانوں میں ہے اور وہ سب پکھ بھی جو کہ زمین میں ہے ۴۳ تا کہ اللہ (پورا پورا) بدلہ دے ان لوگوں کو جو برائی کی راہ پر چلتے رہے ان

اَسَاۤءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ ۝۳۱

کے (زندگی بھر کے) کیے کرائے کا اور وہ بہترین جزاء سے نوازے ان (خوش نصیبوں) کو جو (زندگی بھر) چلتے رہے اچھائی

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۤئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ

(اور نیکی) کی راہ پر، ۳۱ جو بچتے رہے بڑے بڑے گناہوں، اور کھلی بے حیائیوں سے، بجز اس کے کہ کچھ قصور ان سے سرزد ہو جائیں ۴۴

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ

بلاشبہ تمہارا رب بڑا ہی بخشنے والا ہے ۴۵ وہ تمہیں خوب جانتا ہے اس وقت بھی کہ جب اس نے پیدا کیا تم

مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ

لوگوں کو زمین سے، اور اس وقت بھی کہ جب تم لوگ اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲ ع اَفَرَءَيْتَ

پس تم لوگ اپنی پاکی کے دعوے نہ کیا کرو، اسے خوب معلوم ہے کہ کون ہے پرہیزگار ۴۶ ۳۲ پھر کیا تم نے اس

۴۳ اللہ تعالیٰ کی حکومت و بادشاہی کے ایک لازمی تقاضے کا ذکر و بیان :۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ تا کہ اللہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنہوں نے برے کام کیے ان کے ان برے اعمال کے نتیجے اور بدلے میں جو انہوں نے دنیا میں کیے ہونگے۔ تا کہ ہر کسی کو اس کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ مل سکے، اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے بھرپور طریق سے پورے ہو سکیں، سو راہ حق و ہدایت پر چلنے والوں کو وہ اس جنت سے نوازے گا، جس کی نعمتوں کا احاطہ و ادراک اس دنیا میں کسی بشر کیلئے ممکن ہی نہیں، کہ اس کی صفت میں فرمایا گیا ہے مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر کہ اس میں وہ وہ کچھ ہو گا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا گزر ہی ہوا۔ اللہ پاک نصیب فرمائے اور محض اپنے کرم سے نصیب فرمائے، آمین اور تا کہ برائی کرنے والے اسکے بالمقابل دوزخ کے اس ہولناک عذاب سے دوچار ہوں، جس کا تصور کرنا بھی کسی انسان کے بس میں نہیں، والعیاذ باللہ العظیم، اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں، اور بھرپور طریقے سے پورے ہوں، اور ہر کوئی اپنی زندگی بھر کے کیے کرائے کا صلہ اور پھل پا سکے، سو قیامت کی اس حقیقت کبری کے وجود اور اس کے قیام کے بغیر اس حکمت کے تقاضے پورے ہو ہی نہیں سکتے، جس کیلئے حضرت حق مجدہ نے اس کائنات کی تخلیق کی، اور اس کو قائم فرمایا سبحانہ و تعالیٰ۔ پس جزا و سزا کا قیام اللہ تعالیٰ کی حکومت و بادشاہی اور اس کی صفت عدل و حکمت کا لازمی تقاضا ہے ورنہ یہ سارا کارخانہ قدرت اور پورا ہنگامہ ہست نہ بود عبث اور بیکار قرار پائے گا جس سے وہ پاک ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس قیام قیامت تقاضا ہے عقل و نقل دونوں کا۔ والحمد للہ جلّ و علا بکلّ حالٍ مِّنَ الْاَحْوَال،

۴۴ نیکوکاروں کیلئے خصوصی معاملے کا ذکر وبیان: -- سو جزاءِ بالحسنیٰ کے حقداروں کی صفت کاشفہ کے ذکر وبیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو بچتے رہے بڑے گناہوں اور کھلی بے حیائیوں سے، بجز کچھ قصوروں کے۔ "لمم" یا تو "لمه" سے ماخوذ ہے جس کے معنی تھوڑی اور معمولی چیز کے آتے ہیں، اسی سے "لمة الشعر" آتا ہے اور یا یہ ماخوذ ہے "الممام" سے جس کے معنی کسی چیز کے قریب ہونے اور ذرا ٹھہرنے اور رہنے کے آتے ہیں، سو پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے کچھ چھوٹے گناہ، اور معمولی قصور جو بشری تقاضوں کی بناء پر ایسے نیک اور پاکیزہ لوگوں سے سرزد ہو جاتے ہیں، اور دوسرے احتمال پر معنی ہوں گے کہ انہوں نے کسی گناہ کا صرف ارادہ کیا، اور اس کے قریب ہو گئے مگر گناہ کیا نہیں، اور بعید نہیں کہ یہ دونوں ہی معنی مراد ہوں، پس یہ بھی خدائے پاک کے کرم لامتناہی اور عنایت لامحدود کا ایک عظیم نمونہ ہے، کہ ایسی لغزشوں کی معافی اور ان سے درگزر کا مژدہ اس نے اپنے کلام صدق نظام میں اس طرح صاف اور صریح طور پر سنا دیا، تاکہ گناہ گار لوگ اپنے گناہوں اور لغزشوں وخطاؤں کی بناء پر ہمت نہ ہاریں، اور حوصلہ نہ چھوڑ دیں، ورنہ کون ہے جو ایسی کمزوریوں اور نفس کی شرارتوں سے بالکل مصون ومحفوظ ہو، الا من عصمه الله، اللهم احفظنا من شرور انفسنا، و من سيأت اعمالنا، وعاملنا بلطفک العظیم، و کرمک الجسیم، وعاملنا بفضلک، ولاتعاملنا بعدلک، یا ارحم الراحمین، و یا اکرم الاکرمین۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "لمم" کے مفہوم کے بارے میں نقل فرمایا گیا ہے کہ آدمی کسی گناہ میں آلودہ تو ہو جائے لیکن پھر اس سے کنارہ کش ہو جائے یعنی ربِّ رحمٰن سبحانہ و تعالیٰ انسان سے یہ مطالبہ نہیں فرماتا کہ وہ معصوم بن کر زندگی گزارے، کہ جذبات وخواہشات سے مغلوب ہو کر گناہ کا مرتکب ہو جانا اس سے بعید نہیں اسلئے حضرت حق جل و مجده اس سے مطالبہ یہ کرتا ہے کہ اس کی ایمانی حس اتنی بیدار رہے کہ کوئی گناہ اسکی زندگی کا اس طرح احاطہ نہ کرلے کہ اس سے اس کا پیچھا چھڑانا ہی ممکن نہ رہے، بلکہ جب کبھی اس سے اس طرح کی کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو وہ فوراً توبہ واستغفار کے ذریعے اپنی اصلاح کرلے۔ سو ایسے لوگوں کیلئے یہ بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ کہ وہ ربِ رحمٰن ورحیم اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ،

۴۵ رب تعالیٰ کی وسعتِ مغفرت کا مژدۂ جانفزاء: -- سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک تمہارے رب کی بخشش بہت وسیع ہے۔ پس جب اس کی مغفرت وبخشش اتنی وسیع ہے، کہ اس کا کنارہ نہیں، تو پھر اس کی طرف سے "لمم" کی بخشش کے مژدے پر کوئی تعجب کیونکر ہو سکتا ہے؟ فله الحمد و له الشکر جل و علا شانه۔ اور یہ اس کی وسعتِ مغفرت ہی کا ایک مظہر اور نمونہ ہے کہ وہ انسان سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ معصوم اور بے گناہ بن کر رہے، کہ ایسا کرنا اور اس طرح معصوم اور بے گناہ بن کر رہنا بعید نہیں، اسلئے اس غفور ورحیم رب کریم کا مطالبہ جیسا کہ اوپر گزرا انسان سے یہ ہے کہ اس کی حس ایمانی اتنی بیدار رہے کہ کوئی گناہ اس کی زندگی کا اس طرح احاطہ نہ کرلے، کہ اس سے اس کا پیچھا چھڑانا ہی اس کیلئے ممکن نہ رہے بلکہ جب وہ اس طرح کی کوئی ٹھوکر کھائے تو متنبہ ہوتے ہی وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلے، سو جو لوگ اس طرح کی زندگی گزارتے ہیں،

اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی بخشش فرما دیتا ہے کہ وہ بڑا ہی وسیع رحمت والا ہے، سبحانہ و تعالیٰ، والحمد للہ جلّ و علاء،

۲۶ اپنی پاکیزگی کے دعویداروں کو تنبیہ: - سو اپنی پاکیزگی کے دم بھرنے والوں اور اس کے دعویٰ کرنے والوں کو خطاب کر کے تنبیہ فرمائی گئی کہ اللہ تم کو اول سے آخر تک پوری طرح جانتا ہے۔ اسلئے تم اپنی پاک دامنی کے دعوے مت کرو بلکہ اپنے اس خالق و مالک کے ساتھ اپنا معاملہ ظاہر اور باطن ہر اعتبار سے درست اور صحیح رکھنے کی فکر و کوشش کرو، کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہے پرہیزگار۔ کیونکہ جب اول سے آخر تک تمہاری کوئی بھی حالت و کیفیت، اور کوئی بھی حرکت، اس سے پوشیدہ نہیں، تو پھر اس کے سامنے اپنی پاکیزگی جتانے کا کیا مقام؟ لہٰذا پاکیزگی جتلانے کی بجائے تم اپنی اصلاح کی فکر و کوشش کیے جاؤ، اس سے اپنے ظاہر و باطن کا معاملہ ہمیشہ صحیح اور صاف رکھو، اور ہمیشہ اپنا محاسبہ خود کرتے رہا کرو، اللہ توفیق نصیب فرمائے آمین، اور اس سے توفیق و استقامت کی دعا مانگتے رہا کرو، اس کی عطاؤ بخشش کی ہمیشہ امید رکھو، اور اس کی گرفت و پکڑ سے ہمیشہ ڈرتے اور بچتے رہا کرو۔ و هو الموفق لكل صواب، سبحانه و تعالىٰ۔ سو کسی کو محض اپنے وجود کی بناء پر کسی خاص شرف و مقام سے نہیں نوازا جاتا، بلکہ اس کے یہاں عزت و عظمت اور شرف و کرامت سے سرفرازی کا ذریعہ دین و ایمان اور تقویٰ و طہارت ہے، اس میں جو جتنا آگے بڑھے گا اتنا ہی مقام پائے گا، و بالله التوفيق ۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس وقت بھی پوری طرح جانتا ہے جب کہ اس نے تم لوگوں کو مٹی سے پیدا کیا اور وہ تم کو اس وقت بھی پوری طرح جانتا ہے جب تم لوگ اپنی ماؤں کے پیٹوں میں جنین کی صورت میں ہوتے ہو۔ تو پھر مٹی پانی سے وجود میں آنے والی مخلوق اور حقیر و ذلیل پانی بوند کی شکل میں رحمِ مادر کے اندر پرورش پانے والی ہستی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اکڑ کر چلے اور تکبر کرے اور محض اپنے وجود کی بناء پر اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھنے لگے؟ و العياذ بالله العظيم،

اَللّٰهُمَّ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ،

يَامَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَئٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

وَاِيَّاهُ اَسْأَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِيْداً مِنَ التَّوْفِيْقِ

لِتَكْمِيْلِ مَا بَقِيَ مِنَ التَّفْسِيْرِ

الَّذِیْ تَوَلّٰی ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَکْدٰی ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ

شخص کو بھی دیکھا جس نے منہ پھیر لیا؟ ؎۴۷ ﴿۳۳﴾ اور وہ تھوڑا سا دے کر رک گیا؟ ؎۴۸ ﴿۳۴﴾ کیا اس کے پاس

عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ

غیب کا علم ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے؟ ؎۴۹ ﴿۳۵﴾ کیا اس کو خبر نہیں پہنچی ان (عمدہ) باتوں کی جو کہ موجود (و مذکور) تھیں موسیٰ کے

مُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

صحیفوں میں ؎۵۰ ﴿۳۶﴾ اور (جن کا ذکر و بیان اس سے بھی پہلے) اس ابراہیم کے صحیفوں میں بھی ہو چکا، جس نے وفا کا حق ادا کر دیا ؎۵۱ ﴿۳۷﴾ یہ کہ نہیں

وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾

اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کا ؎۵۲ ﴿۳۸﴾ اور یہ کہ (ایمان و یقین کے بارے میں) انسان کو کچھ نہیں ملے گا مگر وہی

وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾

جو اس نے خود کمایا ؎۵۳ اور یہ کہ اس کی کوشش کی عنقریب پوری پوری جانچ پڑتال کی جائے گی ؎۵۴ ﴿۴۰﴾ پھر (اس کے مطابق) اس کو پوری

۴۷ منکر و محروم انسان کے حال پر اظہارِ تعجب: — سو منکر و محروم انسان کی روش اور اس کے حال پر اظہار تعجب کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جو پھر گیا؟ یعنی اس کا حال بھی بڑا عجیب اور قابل غور و فکر ہے، کہ دولتِ ایمان اور اتباعِ حق کے شرف سے مشرف ہونے کے بعد وہ ایک شیطٰن الانس کے کہنے میں آ کر دین حق سے مرتد اور محروم ہو گیا۔ روایات کے مطابق اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے جو کہ قریش کے بڑے سرداروں میں سے تھا، وہ آنحضرت ﷺ کے وعظ سے متاثر ہو کر اسلام لانے پر آمادہ ہو گیا، لیکن جب مشرکین میں سے ایک شخص نے اس کو عار دلائی کہ کیا تم اپنے باپ دادا کے دین سے پھر کر گمراہی میں جانا چاہتے ہو؟ اور صابی بنتے ہو؟ کیونکہ اس دور میں جو کوئی اسلام میں داخل ہوتا اس کو وہ لوگ صابی یعنی بے دین کہہ کر مطعون کیا کرتے تھے، جیسا کہ آج کے اہل بدعت اہل حق کے بارے میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص وہابی ہو گیا، بزرگوں کو نہیں مانتا، گستاخ ہو گیا، وغیرہ وغیرہ اور اسطرح کی باتوں اور جھوٹے پروپیگنڈوں کے ذریعے یہ لوگ سادہ لوح عوام کو حق اور اہل حق سے روکنے اور دور رکھنے میں اور متنفر کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، خَذَلَهُمُ اللّٰهُ وَ قَاتَلَهُمُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ حالانکہ وہابی کا معنی ہے اللہ والا، جو کہ ایک بڑا شرف و اعزاز ہے، اور ایسا بڑا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی شرف و اعزاز ہو ہی نہیں سکتا، کہ اگر کوئی شخص واقعتاً اللہ والا بن جائے تو پھر اس کو اور کیا چاہیے، مگر اہل بدعت ہیں کہ اس لفظ کو اہل حق کے خلاف نفرت پھیلانے اور ان کو بدنام کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں، والعیاذ باللہ، بہر کیف مشرکین مکہ نے جب ولید بن مغیرہ کو اس طرح عار دلائی اور اس کو راہ حق سے روکنے اور پھیرنے کے لئے صابی کہہ کر مطعون کرنے کی کوشش کی، تو آخر کار اس شخص نے کہا کہ میں اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں، اس پر اس شخص نے کہا تم مجھے

اتنا اور اتنا مال دے دو تمہارے حصے کا مال میں خود اپنے ذمے لے لونگا، اس پر ان دونوں کا اتفاق ہو گیا اور اس طرح ولید بن مغیرہ کفرو شرک کے اندھیروں کی طرف پھر واپس لوٹ گیا، اور پھر جب طے شدہ مال دینے کی نوبت آئی تو وہ کچھ مال دے کر باقی کی ادائیگی سے رک گیا، اور اپنے قول سے منحرف ہو گیا، تو اس کے بارہ میں حکمتوں بھری اور عبرتوں سے لبریز یہ آیات کریمہ نازل فرمائی گئیں، سوان کے ذریعے ہر شخص کو دعوت غور و فکر دی گئی کہ نور حق و ہدایت سے محروم ہونے کے بعد ایسے لوگ کس کس طرح کے اندھیروں میں جا گرتے ہیں، والعیاذُ باللہ العظیم جَلّ وَعَلاَ، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ

۴۸ منکر شخص کے بخل اور کنجوسی کا ذکر و بیان: — سو ایسے شخص کے بخل اور اس کی کنجوسی کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ تھوڑا سا دے کر رک گیا "اکدیٰ" دراصل "کدیہ" سے ماخوذ و مشتق ہے جو اس پتھر اور چٹان کو کہا جاتا ہے جو کھدائی کے دوران سامنے آجاتی ہے، اور اس سے کھدائی کا کام رک جاتا ہے، سو اسی مناسبت سے یہ لفظ ہر ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جب کہ کام کرنے کے دوران کوئی ایسی رکاوٹ پیش آجائے جس کا توڑنا اس کے لئے بہت مشکل، اور اس وجہ سے کھدائی کا کام رک جائے۔ اور یہ بخیل دنیاداروں کا عام رویہ ہے کہ وہ مارے باندھے کبھی خرچ کرتے بھی ہیں تو تھوڑا سا خرچ کر کے رک جاتے ہیں، اور طرح طرح کی باتیں بنانے لگتے ہیں۔ سو ولید نے بھی اس موقع پر ایسے ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۴۹ منکر انسان کے دل و دماغ پر ایک دستک کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا اور بطور استفہام ارشاد فرمایا گیا کہ کیا اس شخص کے پاس غیب کا علم ہے جس سے وہ دیکھتا ہے؟ کہ اس کا ساتھی قیامت کے روز اس کا بوجھ اٹھا کر اسے فارغ کرا دے گا؟ اور جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس شخص نے اس پر کیسے اعتماد کر لیا؟ سو یہ انجام ہوتا ہے ایمان و یقین کے نور سے محرومی کا کہ اس سے انسان غیر ذمہ دار، لاپرواہ، اور لاابالی بن جاتا ہے، والعیاذُ باللہ العظیم۔ اور اس ارشاد کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ کیا اس شخص کے پاس غیب کا علم ہے جس سے یہ جانتا ہے کہ اگر اس نے راہ حق میں خرچ کر دیا تو اس کے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا، اس لئے یہ خرچ کرنے سے رک گیا؟ سو ایسی بھی کوئی بات نہیں بلکہ اس نے محض بخل اور لالچ کی بناء پر اپنا ہاتھ روکا، اللہ کی راہ میں دینے سے کم نہیں ہوتا بڑھتا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا بلال خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا خوف نہ رکھو، (ابن کثیر وغیرہ) سو اس سے ایسے منکر شخص کی تحمیق و تجہیل کو بیان فرمایا گیا ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نور حق و ہدایت سے محروم انسان ایسی ہی حماقتوں اور جہالتوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۵۰ "صُحُفِ مُوْسٰی وَ اِبْرٰهِیْمَ" کا حوالہ و ذکر: — سو اس سے ایسے منکر و غافل انسان کو صحف سیدنا موسیٰ علیہ السلام و سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کے حوالے سے تنبیہ و تذکیر فرمائی گئی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ کیا اس شخص کے پاس سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کی خبر نہیں پہنچی؟ یعنی جو تورات میں ہے، (روح، خازن، مدارک، مراغی وغیرہ) اور گزشتہ صحف کی ان تعلیماتِ مقدسہ کا خلاصہ آگے بیان ہو رہا ہے، اور ان میں صاف اور صریح طور پر بتایا جا رہا ہے کہ آخرت

میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ انسان کو وہی کچھ کام آئے گا جو اس نے خود کیا کمایا ہو گا، تو پھر اس شخص نے اس دوسرے آدمی کے کہنے پر، اور اس کی ایسی بات پر کیسے اعتبار کر لیا؟ اور یہ حق سے منہ موڑ کر کیسے اس طرح مطمئن ہو گیا؟ بہر کیف اس سے ایسے منکروں کو صحف موسیٰ علیہ السلام اور صحفِ ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات مقدسہ کے حوالے سے تنبیہ وتذکیر فرمائی گئی کہ ان کے اندر صاف وصریح طور پر بتایا گیا تھا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر کسی کو اپنے کیے کرائے سے سابقہ پیش آئے گا۔ اور اس کا بھگتان بھگتنا ہو گا تو پھر ایسے میں یہ لوگ اس قدر نچنت وبے فکر اور لا ابالی کیوں ہیں؟ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۵۱ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی شانِ وفا کا ذکر و بیان: ۔۔سو ارشاد فرمایا گیا اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کی جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔ کہ وہ اللہ پاک کے احکام وارشادات کو بتمام وکمال بجالائے، اور راہِ حق میں ہر قربانی کیلئے لبیک کہا، اور اس راہ میں صدق وصفا اور تحمل ووفا کے وہ نمونے پیش کیے جو بحیثیت مجموعی اور کسی کے حصے میں نہیں آئے، اور ان دونوں حضرات یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام وابراہیم علیہ السلام کی تصریح بطور خاص اس لئے فرمائی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے دعویدار یہود بھی موجود تھے، اور حضرت ابراہیم کی امامت اور جلالت پر تو سب ہی کا اتفاق تھا اور ہے، بلکہ مشرکین عرب کا دعویٰ یہ تھا کہ ان کے حقیقی پیروکار اور جانشین ہم ہی ہیں، اور بعض نے اس تخصیص کی ایک اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیانی عرصے میں ایک بے گناہ انسان کو دوسرے کے گناہ میں پکڑ لیا جاتا تھا، چنانچہ انسان کو اس کے باپ، بیٹے، بھائی، چچا اور خالو کے بدلے میں اور خاوند کو اس کی بیوی کے بدلے میں، اور غلام کو اس کے آقا کے عوض پکڑ لینے کا عام رواج اور دستور تھا، اور اس ظلم کے خلاف سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے آواز اٹھائی اس لئے ان کا یہاں پر بطور خاص ذکر فرمایا گیا، (الوجیز، حاشیہ جامع البیان، وغیرہ)۔ بہر کیف اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس امتیازی اور انفرادی شان کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ آنجناب کو حضرتِ حق جل مجدہٗ کی طرف سے اس قدر صراحت ووضاحت کے ساتھ وفا شعاری کی سند مل گئی اور یہ امتیازی صفت وشان آنجناب کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکی۔ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام ۔ سو آپ نے اپنے رب کے ہر حکم کی تعمیل کا حق ادا کیا۔ ہر عہد کو پورا کیا اور ہر ابتلاء وآزمائش میں صادق الوعد اور کامل العیار ثابت ہوئے۔ اللہ ہمیں بھی اس کا کوئی حصہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویاارحم الراحمین، یامن بیدہ ملکوت کل شیٔ وھو یجیر ولا یجار علیہ

۵۲ روزِ جزاء میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: ۔۔سو اس سے قانون عدل وانصاف کی اس اہم اور بنیادی دفعہ کو واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کی تعلیمات کے بعض اہم اور اصولی ضابطوں کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ یعنی اس طور پر کہ اس کا ذمہ فارغ کر دیا جائے اور اسکی پکڑ نہ ہو، سو ایسا نہیں ہو سکے گا، ورنہ گمراہ کرنے والوں کو ضلال کے ساتھ ساتھ اضلال (گمراہ کرنے) کا بوجھ تو بہر حال اٹھانا ہو گا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ o (العنکبوت:۱۳پ۲۰) نیز ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ o (النحل: ۲۵پ۱۴) سو اس روز ایسا کسی صورت نہیں ہو سکے گا کہ کوئی کسی دوسرے کے گناہوں کے بوجھ اپنے ذمے لے کر اور اس کا بوجھ خود اٹھا کر اس کو بری کر دے، بلکہ ہر کسی کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان خود ہی بھگتنا ہوگا۔ سو اس سے شفاعت کے مشرکانہ تصور او رشفاعت باطل کی جڑ نکال دی گئی، جو کہ اس سورہء کریمہ کا اصل موضوع ہے، اور یہ تعلیم تورات اور انجیل دونوں میں بھی اتنی کثرت سے پائی گئی ہے کہ انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے، کہ اس کے باوجود ان کے حاملین ہلاکت وتباہی کے گہرے کھڈے میں کس طرح گر گئے، نیز اس اصولی اور بنیادی تعلیم سے عیسائیوں کے عقیدہء کفارہ کے گمراہ کن عقیدے کی جڑ نکل جاتی ہے کہ وہ خود ساختہ اس بنیادی اصول اور اہم بنیادی تعلیم سے متصادم اور اسکے معارض ومخالفت ہے، والعیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے اپنی خاص حفاظت اور پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین یامن بیدہ ملکوت کل شیءٍ وھو یجیر ولا یجار علیہ،

۵۳ انسان کو خود اپنی ہی کمائی کا صلہ وبدلہ ملے گا:۔ سو صحفِ ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کی دوسری اہم اور بنیادی دفعہ کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا اور یہ کہ انسان کو کچھ نہیں ملے گا مگر وہی جو کہ اس نے خود کمایا ہوگا۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ کے ظاہری مفہوم کا تو کوئی بھی قائل نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس دنیا میں ایک انسان کو دوسرے انسان کے اعمال کا فائدہ بہر حال پہنچتا ہے، جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا، کیونکہ دنیا میں ایک انسان دوسرے کو کما کر کھلاتا پلاتا ہے، بیمار ہونے پر اس کا علاج معالجہ کرتا ہے، بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے، ننگے کو کپڑا پہناتا ہے، ضرورت پڑنے پر وہ نوٹ اور ووٹ سے اس کی مدد کرتا ہے، ایک کو دوسرے کی میراث ملتی ہے، ایک دوسرے سے قرض ادھار کا لین دین کرتے ہیں، اور کئی طرح سے ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے انتفاع بعمل الغیر کی اکیس وجوہ علی الترتیب ذکر و بیان فرمائی ہیں، اور آخر میں لکھا کہ اس کی بے شمار صورتیں ہیں جو کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہیں (ملاحظہ ہو حاشیہ جامع البیان ج ۲ص ۳۲۰) اس لئے آیت کریمہ کا ظاہری مفہوم تو کسی کے یہاں بھی معتبر نہیں ہوسکتا، پس یہاں پر نفی دراصل اس چیز کی کی جارہی ہے کہ اگر انسان کا اپنا ایمان نہ ہو تو اسکو دوسرے کی کوئی نیکی آخرت میں کام نہیں آسکتی، جیسا کہ سیاق وسباق کے قرینے سے ظاہر ہے، اور ہم نے اپنے ترجمہ کے اندر بھی اس کی طرف اشارہ کردیا ہے، والحمد للہ جل و علا۔ اور ایمان دار ہونے کی صورت میں اس کو دوسرے کا جو عمل کام آئے گا، وہ بھی دراصل من وجہ اس کا اپنا ہی عمل ہوتا ہے، کہ اس کا سبب اور باعث تو وہ وصف ایمان ہی ہوتا ہے جو کہ یہ خود لایا ہوتا ہے، بہر کیف اس ارشاد سے یہ اہم اور بنیادی درس دیا گیا ہے کہ انسان کو فائدہ اسکے اپنے ہی عمل سے پہنچے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ خود کچھ کرے نہ اور محض دوسرے کے کیے کرائے سے اس کا کام بن جائے۔ سو اس سے ان لوگوں کی گمراہی اور غلط فہمی کو آشکارا فرما دیا گیا جو اپنے فرضی اور من گھڑت وخود ساختہ معبودوں اور بے بنیاد مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کے آسرے اور سہارے پر مطمئن اور بے فکر رہیں،

اور کسی عمل کی ضرورت نہیں سمجھتے ۔ والعیاذُ باللہ العظیم ۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے ۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ۔

۵۴ انسانی اعمال کی جانچ پڑتال کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور یہ کہ اس کی محنت کی عنقریب ہی جانچ پڑتال کی جائے گی ۔ تاکہ کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جائے اور حقیقت امر پوری طرح واضح ہو جائے کہ اس میں صدق واخلاص کس قدر تھا ، اس کے اثرات اور نتائج کیا کچھ تھے ، کھرا کتنا تھا اور کھوٹا کتنا ، اور وہ احوال وظروف کیسے تھے جن میں وہ کام کیا گیا ، وغیرہ وغیرہ کہ ان سب چیزوں کا عمل کی قدر ومنزلت اور اس کے اجر و وزن میں بڑا عمل دخل ہے ، جیسا کہ پ ۳۰ سورۃ طارق آیت نمبر ۹ ۔ ۱۰ میں فرمایا گیا ۔ یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ o فَمَا لَہٗ مِنۡ قُوَّۃٍ وَّلَا نَاصِرٍ o اور یہاں پر یہ معنی اس وقت بنیں گے جن کے فعل یریٰ کو مجرد یعنی رویۃ سے ماخوذ مانا جائے اور اگر یریٰ مزید فیہ (باب افعال سے مضارع مجہول کا صیغہ) قرار دیا جائے تو اس وقت اس کا ترجمہ ومطلب یہ ہوگا کہ ہر ایک کو اس کے اعمال دکھائے جائیں گے ، تاکہ اس طرح محسن کو اپنی نیکیوں سے مسرت ہو ، اور مُسِی (بدکار) کو اپنی بدیوں اور بدکاریوں کا صدمہ ، اور اس طرح وہ ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی آگ سے جلنے کی سزا بھگتے والعیاذُ باللہ ، سو اس صورت میں یہ وہی مضمون ہو جائے گا جس کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا ہے ، فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ o وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ o (الزلزال: ۷، ۸) سو انسان کو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا اور اسی فکر وکوشش میں لگے رہنا چاہیے کہ اس کا ہر عمل محض اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کیلئے اور ہر قسم کے شوائب ریا ونمود سے پاک اور دین حنیف کی تعلیمات مقدسہ کے مطابق ہو ۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید ، و علی ما یحب و یرید ، وھو الھادی الیٰ سواء السبیل . سبحانہٗ وتعالیٰ .

اَللّٰھُمَّ !

لَاتَجۡعَلِ الدُّنۡیَا اَکۡبَرَھَمِّنَا وَلَا مَبۡلَغَ عِلۡمِنَا ، وَلَاتُسَلِّطۡ عَلَیۡنَا

بِذُنُوۡبِنَا مَنۡ لَّایَخَافُکَ وَلَایَرۡحَمُنَا ، اِنَّکَ اَنۡتَ مَوۡلَانَا

وَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَنِعۡمَ النَّصِیۡر ، وَبِالۡاِجَابَۃِ جَدِیۡر ،

وَعَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر ، یَاذَاالۡقُوَّۃِ

الۡمَتِیۡن ، یَاذَاالۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَام ،

وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿٤٢﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿٤٣﴾

پوری جزا دی جائے گی ؓ۵۵ ﴿۴۱﴾ اور یہ کہ آخر کار تمہارے رب ہی کے پاس پہنچنا ہے (سب کو) ؓ۵۶ ﴿۴۲﴾ اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے ؓ۵۷ ﴿۴۳﴾

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ

اور یہ کہ وہی موت دیتا ہے اور اسی کا کام ہے زندگی بخشنا ؓ۵۸ ﴿۴۴﴾ اور یہ کہ وہی ہے جس نے پیدا فرمایا (کمال حکمت کے ساتھ) جوڑے کے

۵۵ اعمال کی پوری جزاء آخرت ہی میں مل سکے گی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر اس کو پوری جزا دے دی جائے گی۔ اوفی اسم تفصیل کا صیغہ ہے اور اس کا تعلق اصل میں نیکی کے ساتھ ہے، کہ نیکی کا بدلہ اس کو پورا پورا بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھا کر دیا جائے گا، کہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا، سو گنا، سات سو گنا، اور اس سے بھی کہیں زیادہ بڑھا کر دیا جائے گا، جس کی حد و نہایت کا علم بھی صرف اسی وحدہ لا شریک کو ہو سکتا ہے، رہ گئی بدی اور برائی کے بدلے کی بات تو اس سلسلے میں قانون و ضابطہ اسکے برعکس یہ ہے، کہ ایک بدی اور برائی پر ایک ہی بدی کی پکڑ ہوگی، بلکہ اس سے بھی کم، اور ممکن ہے بالکل معاف فرما دیا جائے، جیسا کہ مختلف روایات میں وارد و منقول ہے، بشرطیکہ ایمان کی دولت موجود ہو، کہ یہ اس کے لئے اولیں اور بنیادی شرط ہے، کہ وہاں معاملہ صرف عدل و مساوات کا نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر فضل و احسان کا معاملہ ہوگا، ورنہ ایک بندۂ حقیر کے پاس جنت کے بدلہ اور اسکی مساوات کیلئے ہو ہی کیا سکتا ہے؟ اللھم فعاملنا بلطفک و کرمک و فضلک و احسانک، یا ارحم الراحمین۔ پس کافروں اور منکروں کو ان کے اعمال کا بدلہ اگرچہ برابر سرابر کے اصول کے مطابق ملے گا لیکن ملے گا ضرور تا کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں۔ سو اس ارشاد میں اہل ایمان کیلئے تسلیہ و تسکین کا بڑا سامان ہے کہ ان کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا ان کو کئی گنا بڑھا کر اجر و صلہ دیا جائے گا، اور اسکے برعکس اس میں منکروں کیلئے سخت تنبیہ و تذکیر ہے کہ ان کو اپنے کیے کرائے کا بھگتنا ہوگا، والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین۔

۵۶ سب کا رجوع بہرحال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف: سو ارشاد فرمایا گیا کہ بالآخر سب نے اپنے رب ہی کے پاس پہنچنا ہے،، ہر حال اور ہر صورت میں، انجام کار کے اعتبار سے، مومن تو خوشی خوشی جائے گا، اور کافر مجبور و لاچار ہو کر، والعیاذ باللہ اور وہاں ہر کوئی اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ پا کر رہے گا، نیکوکار اپنی نیکی کا اور بدکار اپنی بدی کا، سو اس میں ایک طرف تو نیکوکاروں کیلئے ترغیب و تشویق ہے، کہ وہ نیکی میں اور آگے بڑھیں، اور دوسری طرف اس میں بدکاروں کیلئے زجر و تنبیہ ہے، کہ وہ اپنے رویے سے باز آ جائیں، اور تیسری طرف اس میں آنحضرت ﷺ کیلئے تسکین و تسلی کا سامان ہے، کہ آپ ﷺ ان لوگوں کے بارے میں زیادہ فکرمند اور غمگین نہ ہوں کہ یہ لوگ اپنے کئے کرائے کا بھگتان بہرحال بھگت کر رہیں گے، آپ ﷺ کے ذمے انذار و تبلیغ کا جو کام تھا وہ آپ ﷺ باحسن وجوہ انجام دے چکے، صلوات اللہ و سلامہ علیہ، اور آپ ﷺ کے توسط سے یہی سبق آپ ﷺ کی امت کے ہر داعیٔ حق کے لئے ہے، کہ وہ بھی آپ حق کی تعلیم و تبلیغ کا کام پوری صحت و سلامتی اور صدق اخلاص کے ساتھ انجام دیں، آگے نتائج کا معاملہ اپنے خالق و مالک پر چھوڑ دیں، کہ یہ چیز آپ کے نہ بس میں ہے اور نہ ہی آپ کے ذمے، بہرکیف اس ارشاد سے اہم اور بنیادی

حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ بالآخر سب کا رجوع تمہارے رب ہی کی طرف ہے اور بہر حال اور ہر صورت کوئی چاہے یا نہ چاہے، اور مانے یا مانے کہ ایسا بہر حال ہو کر رہے گا، اور وہاں پہنچ کر ہر کسی نے اپنے کیے کرائے کا پھل پانا اور اس کا بھگتان بھگتنا ہے۔ سب کی پیشی بہر حال اپنے خالق و مالک کے حضور ہی ہوگی۔ اس وحدہ لاشریک کے فیصلے آخری اور حتمی ہونگے۔ نہ کوئی ان کے خلاف کوئی آواز اٹھا سکے گا، اور نہ کوئی ان سے بچ اور بھاگ سکے گا۔ پس جو لوگ اس طرح کے کسی خیال میں مبتلا ہیں ہم یوں ہی مر کھپ کر ختم ہو جائیں گے، یا کسی اور جیون میں آجائیں گے، یا ان کو ان کے خود ساختہ معبود، من گھڑت دیویاں دیوتے فرضی سرکاریں اور وہمی حاجت روا و مشکل کشا اس کی گرفت سے چھڑوا دیں گے وہ سب سخت دھوکے میں مبتلا ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا بلکہ وہاں پہنچ کر ہر کسی کو سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہوگا۔ مرجع و منتہیٰ بہر حال وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

۵۷ خوشی و غمی کے اسباب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہنساتا بھی ہے اور وہی رلاتا بھی ہے۔ یعنی خوشی بھی اسی کی طرف سے ہوتی ہے اور غمی بھی اسی کی طرف سے، پس تم لوگ ہمیشہ اسی کو راضی کرنے کی فکر اور کوشش کرو، تاکہ تمہیں فرحت و سرور نصیب ہو سکے، اور اس کی ناراضگی و عتاب سے بچتے رہا کرو، تاکہ تم غموں اور صدموں سے بچ سکو، اللہ توفیق عطاء فرمائے، آمین، پس اس ارشاد سے اس بات کی دلیل بیان فرمادی گئی کہ سب کا مولیٰ اور مرجع اللہ تعالیٰ ہی کیوں ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہے جس کے اختیار میں ہنسانا بھی ہے، اور رلانا بھی، وہی خوشی کے اسباب پیدا کرتا ہے اور وہی غم کے اسباب سے دوچار کرتا ہے، اسی کے اختیار میں سکھ بھی ہے، اور دکھ بھی، رنج و غم بھی ہے اور نفع و نقصان بھی، سو جب یہ سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے، تو پھر اس کے سوا مرجع اور کون ہو سکتا ہے؟ سو اس دنیا میں بھی مالک و مرجع اور معبود حقیقی وہی وحدہ لاشریک ہے، اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں سب کا مالک و مرجع وہی وحدہ لاشریک ہوگا اور سب کچھ بلا واسطہ اسی وحدہ لاشریک کی طرف سے ملے گا بیچ کے سب واسطے اس روز یکسر ختم ہو جائیں گے اس لئے وہاں پر سب کچھ براہ راست اور ہر طرح سے اسی کا ہوگا۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

۵۸ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں، سبحانہ و تعالیٰ:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے۔ پس زندگی و موت کو اس کے سوا کسی اور کے قبضۂ قدرت و اختیار میں سمجھنا شرک ہے، جیسا کہ بعض جاہل لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں بزرگ یا فلاں قبر کی توہین کی تو اس نے اسے مار دیا، یا اس کے فلاں جانور کو مار دیا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ بے اصل اور بے حقیقت ہے سو اللہ پاک کے سوا نہ کوئی کسی کو مار سکتا ہے، اور کسی مرجانے والے کو جلا سکتا ہے، کہ مارنا اور جلانا اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے، سبحانہ و تعالیٰ، اور جب زندگی اور موت بھی اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے تو پھر اس کے سوا مرجع اور کون ہو سکتا ہے؟ پس سب کا خالق و مالک معبود و مرجع وہی وحدہ لاشریک ہے۔ اس دنیا میں بھی، اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ پس نہ اس کے سوا کسی اور کے لئے کسی بھی طرح اور کسی بھی حال اور کسی بھی شکل میں عبادت و بندگی کی کوئی قسم بجالانا جائز ہے، اور نہ ہی کسی سے ڈرنا اور اس کو اپنا مرجع و منتہیٰ بنانا جائز ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وّضلال، وسُوءٍ وّانحراف، وھو الھادی الی سواء السبیل، العزیز الوھاب، سبحانہ و تعالیٰ۔

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ

دونوں فردوں نر اور مادہ کو ﴿۴۵﴾ ایک (حقیری) بوند سے جب کہ اس کو ٹپکا دیا جاتا ہے (رحم کے اندر) ف۵۹ ﴿۴۶﴾ اور یہ کہ اسی کے ذمے ہے

النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ

دوسری بار زندہ کر کے اٹھانا ف۶۰ ﴿۴۷﴾ اور یہ کہ وہی دولت بخشتا ہے اور اسی کا کام ہے خزانہ عطا کرنا ف۶۱ ﴿۴۸﴾ اور یہ کہ وہی ہے

۵۹ **نر اور مادہ دونوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے:** — سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ زوجین کے دونوں فردوں یعنی نر و مادہ اور مرد اور عورت دونوں کا خالق بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اسی پیدا فرمایا جوڑے کے دونوں فردوں یعنی مرد اور عورت کو۔ اولاد آدم میں سے بھی اور اس کے علاوہ دوسری ہر ذی روح بلکہ ہر قسم کی مخلوق سے بھی، اور اس قدر کمال حکمت کے ساتھ کہ زوجین میں سے ہر ایک کی تکمیل وتسکین کا سامان دوسرے کے وجود سے وابستہ ہے، پس ان مختلف ومتضاد اشیاء کی تخلیق و تکوین جہاں اس کی قدرت بے پایاں دوسرے کے وجود سے وابستہ ہے، پس ان مختلف ومتضاد اشیاء کی تخلیق وتکوین جہاں اس کی قدرتِ بے پایاں اور عنایت بے نہایت کا ایک عظیم الشان ثبوت اور کھلی نشانی ہے، وہاں اس سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آخرت بھی ضرور بالضرور ہو کر رہنے والی چیز ہے، کہ وہ دنیا کی ضد اور اس کی متقابل ہے، اور ان دونوں میں سے ایک یعنی دنیا کا وجود جب معلوم ومشاہد ہے، تو لازماً دوسرے نے بھی ہو کر رہنا ہے، ورنہ اس دنیا کا مقصد تخلیق ہی فوت ہو کر رہ جائے گا' اور پھر عورت اور مرد کی یہ تخلیق وتکوین پانی کی ایک بوند سے ہوتی ہے، جسکو ایک خاص عمل کے ذریعے رحم مادر کے اندر ٹپکا دیا جاتا ہے اور اس طور پر کہ اس کے ٹپکا دینے کے بعد خود مرد اور عورت میں سے کسی کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ رحمِ مادر کے اندر استقرارِ حمل ہو گیا، اور یہ کہ اس کی نشوونما کس شکل میں ہوگی؟ اس سے لڑکی پیدا ہوگی یا لڑکا؟ اس کی تکمیل ہوگی یا یہ کہ وہ ناقص رہ جائے گا، اس کی شکل وصورت کیسی ہوگی؟ وغیرہ وغیرہ، سو یہ ساری باتیں وہ اخلاقِ عظیم ہی جانتا ہے جو گونا گوں پردوں کے اندر اس نئی مخلوق کی پرورش کرنا اور اس کو طور در طور بڑھاتا اور ترقی دیتا چلا جاتا ہے، اور پھر وہی لاشریک ایک معین مدت کے بعد اس کو ظہور میں لاتا ہے۔ اور جب ان میں سے کسی بات میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں، تو پھر اس وحدہ لاشریک کی عبادت وبندگی میں کوئی اس کا شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟ بہر کیف اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ جوڑنے کے دونوں فردوں یعنی نر اور مادہ اور مرد اور عورت کو اسی وحدہٗ لاشریک نے پیدا فرمایا اور وجود بخشا ہے۔ سو ایسے نہیں کہ مرد کو کسی نے پیدا کیا ہو، اور عورت کو کسی اور نے۔ بیٹے کوئی بخشتا ہو، اور بیٹیاں کہیں اور سے آ جاتی ہوں سو ایسی کوئی بات نہ ہے نہ ہو سکتی ہے، بلکہ خالق سب کا اللہ وحدہٗ لاشریک ہی ہے ہر مخلوق اسی کی صفت خلق وایجاد کا نتیجہ ہے اور جب یہ سب کچھ اللہ وحدہ لاشریک ہی کے قبضہءِ قدرت واختیار میں ہے کسی اور کا اس میں کسی بھی طرح کا کوئی عمل دخل نہیں تو پھر معبود ومرجع بھی وحدہ لاشریک ہے، اس کے سوا اور کون ایسا ہو سکتا ہے؟ اور کس طرح ہو سکتا ہے؟ سبحانہ و تعالیٰ

۶۰ **بعث بعد الموت کی تذکیر و یاددہانی:** — سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسی کے ذمے ہے دوبارہ زندہ کرنا۔ یعنی جب تم سب کو

پیدا اسی نے کیا اور اس قدر پُر حکمت طریقے سے پیدا کیا ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ تم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے۔ تا کہ اس طرح ہر کوئی اپنے کیے کرائے کا حساب دے، اور اسکے مطابق اس کا بدلہ پا سکے، نیکوکار اپنی نیکی کا' اور بدکار اپنی بدی کا' چونکہ کفار اس کا انکار کرتے تھے اس لئے اس کو اس طرح مؤکد طریقے سے بیان فرمایا کہ ان تاکید یہ بھی لایا گیا' اور علی کا کلمہ ءِ استعلاء بھی جو کہ وجوب والزام کیلئے آتا ہے' یعنی اس نے اپنے وعدہ ءِ کرم سے اس دوبارہ زندہ کرنے کو خود اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ ورنہ اس پر کسی کا کوئی ذمہ کیسے اور کیا ہوسکتا ہے' کہ اس کی شان تو '' لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ '' کی شان ہے، سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی۔ اور جب اس نے پانی کی ایک بوند سے انسان کو پیدا کر دیا، اور پیدا کرتا ہے، تو پھر اس کیلئے دوبارہ پیدا کرنا آخر کیوں اور کیا مشکل ہوسکتا ہے؟ سو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا ممکن بھی ہے اور اس خالق و مالکِ مطلق کے عدل وانصاف اور اس کی رحمت وحکمت کا تقاضا بھی، سو اس کی صفاتِ عالیہ اس امر کے وجوب ولزوم کا تقاضا کرتی ہیں کہ وہ ایک ایسا دن لائے اور ضرور لائے جس میں سب لوگوں کو زندہ کر کے اٹھائے اور ان کے زندگی بھر کے کیے کرائے کی جانچ پھٹک کر کے اس کے مطابق ان کو جزا وسزا دے، ورنہ یہ سارا کارخانہ ءِ ہست وبود عبث وبیکار قرار پاتا ہے جو اس خالق حکیم جل جلالہ کی حکمتِ بے پایاں کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی۔ پس وہ ضرور بالضرور سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا

۶۱ غنٰی ومالداری بھی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ ءِ قدرت واختیار میں: ۔۔سو ارشاد فرمایا گیا اور اسی کا کام ہے غنی بنانا اور خزانہ بخشنا۔ یعنی '' اَقْنٰی '' دراصل 'قنیه' سے ماخوذ ہے جس کے معنی اس اصل اور عمدہ مال کے آتے ہیں جو انسان اپنے لئے ذخیرہ اور خزانہ کے طور پر رکھتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اَقْنٰی بمعنی اَفْقَرَ کے ہے کیونکہ جو شخص مال جوڑ جوڑ کر رکھتا ہے وہ گویا کہ فقیر محتاج ہے' کہ اپنے مال کو اپنے پاس جانے نہیں دیتا' بلکہ سینت سینت کر رکھتا ہے' جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا '' لَيْسَ الْغِنٰی عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَ لٰكِنَّ الْغِنٰی غِنَى النَّفْس ۔ یعنی غنی اور مالداری زیادہ مال ودولت کا نام نہیں' بلکہ مالداری تو اصل میں دل کی مالداری ہوتی ہے' سُبْحَانَ اللّٰه! کتنی جامع اور کیسی باریکیوں اور لطافتوں والی زبان ہے یہ عربی زبان کہ اس کے ایک ایک لفظ میں حکمت ودانشمندی کے ایسے عظیم الشان موتی مخفی ومستور ہیں، اور کس قدر عظیم ہے یہ دین' دینِ اسلام، جو دنیا کو ایسی عظیم الشان اور جلیل القدر تعلیمات سے نوازتا اور سرفراز فرماتا ہے' بہر حال دولت مندی اور حاجت مندی سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ ءِ قدرت واختیار میں ہے، وہ جس کو چاہے دولت مند اور صاحب ثروت بنادے اور جس کو چاہے فقیر محتاج کر دے۔ کہ وہ ہر کسی کے حال سے پوری طرح آگاہ وواقف ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون کس لائق ہے، اور کس کیلئے کیا مناسب ہے، سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی ، اور وہی جانتا ہے کہ کس کیلئے کیا بہتر ہے' پس بندے کا کام یہ ہے کہ وہ اس کی رضا پر راضی اور اس کی ہدایت کا تابع رہے، سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی اور وہی جانتا ہے کہ کس کیلئے کیا بہتر ہے' پس بندے کا کام یہ ہے کہ وہ اس کی رضا پر راضی اور اس کی ہدایت کا تابع رہے' اور ہر حال میں اسی کی طرف دل وجان سے رجوع رہے، سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی ، سو جب غنی ومالداری بھی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ ءِ قدرت واختیار میں ہے، تو پھر معبود برحق اور مرجع خلائق اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کون ہوسکتا ہے؟ اور کیونکر ہوسکتا ہے؟ پس ہر قسم کی عبادت وبندگی کا حقدار بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور مرجع ومقصود بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی، اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں اور کسی بھی درجے میں شریک نہیں وہ ایسے ہر تصور سے پاک اور اعلیٰ وبالا ہے۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی ۔

هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾

رب شعریٰ ستارے کا ۶۲ ﴿۴۹﴾ اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہلاک کر (کے ہمیشہ کے لئے مٹا) دیا عاد اولیٰ کو ۶۳ ﴿۵۰﴾

وَثَمُوْدَا۟ فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ

اور ثمود کو بھی سو (ان سب کو ایسا مٹایا کہ ان میں سے) کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا ﴿۵۱﴾ اور قوم نوح کو بھی اس سے پہلے (اس نے تباہ کر دیا)

كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾

کہ بے شک یہ سب ہی بڑے ظالم اور سخت سرکش لوگ تھے ۶۴ ﴿۵۲﴾ اور اسی نے دے مارا الٹ دی جانے والی ان (بدبخت) بستیوں کو

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

(ان کے کرتوتوں کی پاداش میں) ۶۵ ﴿۵۳﴾ پھر ان پر چھا دیا جو کچھ کہ اسے چھانا تھا ۶۶ ﴿۵۴﴾ پھر تو (اے مخاطب!) اپنے رب کی کون سی

۶۲ "شِعریٰ" ستارے کے پجاریوں پر ضرب کاری: —سو ارشاد فرمایا گیا اور وہی رب ہے شعری ستارے کا۔ جس کو مرزم، الجوزا، الشعری، العبور، اور الکلب الاکبر وغیرہ ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور جس کی عرب کا قبیلہ خزاعہ زمانۂ جاہلیت میں پوجا کیا کرتا تھا، اور اس کا آغاز ابن ابی کبشہ نامی ایک عرب نے کیا تھا، جو کہ ان کا ایک سردار تھا اور جو آنحضرت ﷺ کے ننھیالی سلسلے سے تعلق رکھتا تھا۔ (ابوالسعود، خازن، مدارک، اور مراغی، وغیرہ) اور اسی بناء پر قریش آنحضرت ﷺ کو اس شخص کی بنا پر طنزیہ طور پر اور طعنہ دیتے ہوئے ابن ابی کبشہ کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے ان کے دین کی مخالفت کی، جیسا کہ اس نے کی تھی، (مراغی، خازن، وغیرہ) اس ستارے کے بارہ میں کہتے ہیں کہ یہ موسم بہار میں طلوع کرتا ہے، مشرکین عرب اس ستارے کو بہت مبارک سمجھتے تھے اور بہار کی تمام شادابیوں اور تمام سرگرمیوں کو وہ لوگ اس کی طرف منسوب کرتے تھے، اور اسی طرح اہل مصر بھی اس کی پوجا کرتے تھے، کیونکہ اس کے طلوع کے زمانے میں دریائے نیل اپنے جوبن پر ہوا کرتا تھا جس سے مصر کے وہ مشرک سمجھتے تھے کہ یہ اسی کا فیضان ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ شعری کا رب بھی وہی وحدہ لاشریک ہے، پس عبادت و بندگی اس ستارے کی نہیں، بلکہ اسکو پیدا کرنے والے اس رب کی کرو جو کہ معبود برحق ہے۔ اور وہی کہ شعری کا بھی خالق و مالک ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس عبادت و بندگی کی ہر شکل اور اسکی ہر قسم اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ

۶۳ قوم عاد کی ہلاکت و تباہی کی تذکیر و یاد دہانی: —سو ارشاد فرمایا گیا "اور یہ کہ اسی نے ہلاک کیا عاد اولیٰ کو"۔ جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا تھا۔ اور علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ ان کو عاد اولیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ قوم نوح کے بعد سب سے پہلے تباہ ہونے والی قوم یہی تھی، اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو عاد اخری یعنی قوم ثمود کے مقابلے میں عاد اولیٰ کہا جاتا ہے (المراغی، وغیرہ) اور یوں ان دونوں وجہوں میں کوئی تضاد اور منافات بھی نہیں، اس لئے دونوں ہی مراد ہو سکتی ہیں، سو اس میں قریش کے لئے تنبیہ ہے کہ جس طرح آج تم لوگوں کو انذار کیا جا رہا ہے اسی طرح تم سے پہلے عاد و ثمود وغیرہ کو بھی انذار کیا گیا تھا مگر انہوں

نے اس کی پرواہ نہ کی بلکہ طغیان اور سرکشی سے کام لیا، اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا اور جھٹلاتے ہی گئے، یہاں تک کہ اپنے آخری انجام کو پہنچ کر رہے، اور ایسے اور اس طور پر کہ ان کا وجود بھی باقی نہ رہا اور وہ قصے کہانیاں (احادیث) بن کر رہ گئے جن کا ذکر صرف کتابوں کے اوراق و صفحات میں ہے اور بس، سوان کو اس نے اس طرح ہلاک کیا کہ ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا، پس اگر تم لوگوں نے (اے منکرینِ قریش) انہی کی روش اختیار کی تو تم بھی اسی انجام سے دوچار ہو ؤ گے جس سے وہ لوگ ہو چکے ہیں کہ اللہ کا قانون سب کے لئے ایک اور یکساں ہے، بہرکیف اس سے ان منکر قوموں کے مآل اور انجام کا حوالہ دیا گیا کہ انکار اور تکذیبِ حق کے نتیجے میں آخر کار ان کو اس طرح ہلاک کیا گیا کہ ان کا کہیں کوئی وجود باقی نہیں رہا سوائے ان کے قصوں کہانیوں کے۔ ﴿فجعلنا هم احاديث﴾۔ سو یہ نتیجہ اور انجام ہوتا ہے حق کے انکار اور تکذیب کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۶۴ ظلم اور سرکشی کا نتیجہ و انجام ہلاکت و تباہی۔ والعیاذُ باللہ: - چنانچہ ماضی کی ان مختلف قوموں کی ہلاکت و تباہی کے ذکر و بیان کے بعد ان کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ سب ہی لوگ بڑے ظالم اور سرکش تھے، سو اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ ظلم اور سرکشی کا نتیجہ و انجام تباہی و ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کی توضیح کے طور پر ارشاد فرمایا گیا اور قوم نوح کو بھی اس سے پہلے۔ یعنی ان کو بھی قوم عاد و ثمود سے پہلے ہلاک کیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے بھی اسی جرم ظلم و سرکشی کا ارتکاب کیا تھا بلکہ اس ظلم و انکار کی بنیاد دراصل انہوں نے ہی ڈالی تھی اسلئے ان کا صفایا بھی بڑے ہی ہولناک طریقے سے کیا گیا، اور دوسرے اس لئے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی ساڑھے نو سو برس کی شبانہ روز تبلیغ کے باوجود حق کو مان کر نہ دیا تھا' بلکہ روایات کے مطابق ان میں سے ایک شخص مرتے وقت اپنی اولاد کو یہ وصیت کر کے مرتا تھا کہ نوح کی باتوں میں نہیں آنا' اس طرح وہ لوگ نسل درنسل کفر و طغیان ہی پر چلتے گئے' یہاں تک کہ جب ان سے اصلاح و خیر کی کوئی توقع باقی نہ رہی' تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے رب ان میں سے اب کسی کو بھی روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑ' رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا۔ (نوح:۲۶) سو ان پر جو تباہی آئی تو اللہ نے ان لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا، بلکہ یہ سب لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے تھے، کیونکہ یہ بڑے ظالم اور سرکش لوگ تھے، والعیاذ باللہ جل و علا بکل حالٍ من الاحوال۔

۶۵ قوم لوط علیہ السلام کے انجام کی طرف اشارہ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسی نے دے مارا ان الٹ دی جانے والی بستیوں کو، یعنی قوم لوط علیہ السلام کی ان بدبخت بستیوں کو جن کو ان کے اعمال خبیثہ کی پاداش میں اٹھا کر دے مارا گیا تھا، یہ لفظ افک کے مادہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی الٹنے اور اوندھا کر دینے کے آتے ہیں' اور جھوٹ اور بہتان کو بھی افک اسی لئے کہا جاتا ہے' کہ اس میں بھی حقیقت و واقعہ کو الٹ کر غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے' والعیاذ باللہ، سو جن جن قوموں نے بھی حضرات انبیاءِ کرام کی دعوت کی تکذیب کی اور حق کو جھٹلایا، تو ان کو ایک عرصے تک ڈھیل تو ملی لیکن آخر کار ان کو تباہی کے گھاٹ اتار دیا گیا، اور ان کو ہمیشہ کیلئے مٹا دیا گیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۶۶ قوم لوط علیہ السلام کے عذاب کی انتہائی ہولناکی کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر ان پر چھا دیا جو کچھ کہ اسے چھانا تھا۔ یعنی پتھروں کی بارش وغیرہ کا وہ عذاب جو ان بستیوں پر ان کے اوندھا کر دیئے جانے کے بعد برسایا گیا، جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ج فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ o (سورۃ النمل: ۵۸ پ ۱۹) یعنی ہم نے ان پر ایک بڑی ہولناک بارش برسائی۔ سو بڑی ہی بری بارش تھی ان لوگوں کی جن کو خبردار کر دیا گیا تھا۔ والعیاذ باللہ العظیم اور اس ابہام میں اس کی تہویل اور ہولناکی کا اظہار ہے کہ وہ عذاب اس قدر ہولناک اور اتنا سخت تھا کہ الفاظ و کلمات اس کی ہولناکی کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ والعیاذ باللہ۔ سو یہ ہوتا ہے نتیجہ اور انجام حق کے انکار اور تکذیب کا۔ والعیاذ باللہ۔ بہرکیف ابہام کا یہ اسلوب بلاغتِ کلام کا ایک خاص اسلوب ہے۔ اور کسی ایسی صورت حال کی تعبیر کے لئے آتا ہے جس کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہوں، سو یہاں پر ان کلمات کا مطلب یہ ہو گا کہ ان کو ایسی ہولناک چیز سے ڈھانک دیا گیا تھا جو الفاظ کی گرفت سے باہر ہے، اور اللہ کا عذاب ایسے ہی ہوتا ہے، والعیاذ باللہ اور آخرت کا عذاب جو ایسے منکروں کیلئے اصل اور حقیقی عذاب ہوتا ہے وہ دنیا کے اس عذاب سے کہیں بڑھ کر اور سخت ہو گا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ كَذٰلِكَ الۡعَذَابُ ط وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ o (القلم: ۳۳ پ ۲۹) یعنی اسی طرح ہوتا ہے عذاب، اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کاش کہ یہ لوگ جان لیتے'' اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یَارَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ، وَیَااَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ وَاَکۡرَمَ الۡاَکۡرَمِیۡنَ، یَامَنۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّھُوَ یُجِیۡرُ وَلَایُجَارُ عَلَیۡہِ، وَھُوَ الۡھَادِیۡ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیۡلِ، سبحانہ وتعالیٰ، جل شانہ وعم نوالہ

❀❀❀

اَللّٰھُمَّ !

اجۡعَلۡنِیۡ کَمَایَقُوۡلُوۡنَ وَاجۡعَلۡنِیۡ مِمَّایَظُنُّوۡنَ وَاغۡفِرۡلِیۡ لِمَالَایَعۡلَمُوۡنَ، وَاجۡعَلۡ عَمَلِیۡ

ھٰذَاخَالِصًالِوَجۡھِکَ الۡکَرِیۡمِ، وَاجۡعَلۡہُ اَخۡلَصَ مَایَکُوۡنَ، وَاَنۡفَعَ مَایَکُوۡنَ،

وَاَحَبَّ مَایَکُوۡنَ، وَاَوۡسَعَ وَاَبۡقٰی مَایَکُوۡنُ، یَامَنۡ لَاحَدَّ لِجُوۡدِہٖ

وَکَرَمِہٖ وَاِحۡسَانِہٖ، اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡقَرِیۡبُ الۡمُجِیۡبُ

یَاوَاسِعَ الۡمَغۡفِرَۃِ وَالۡجُوۡدِ وَالۡکَرَمِ وَالۡاِحۡسَانِ

❀❀❀

هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ ج

نعمت کے بارے میں شک کرے گا؟ف۶۷ ﴿۵۵﴾ یہ بھی ایک خبردار کرنے والا ہے پہلے خبردار کرنے والوں کی طرح، ف۶۸ ﴿۵۶﴾ قریب آ لگی ہے

لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ ط اَفَمِنْ هٰذَا

وہ قریب آنے والی (اے لوگو!) ف۶۹ ﴿۵۷﴾ جس کو اللہ کے سوا کوئی ہٹانے والا نہیں ہو سکتا، ف۷۰ ﴿۵۸﴾ کیا پھر بھی تم لوگ تعجب کرتے ہو اس کلام

الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ لا وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ لا وَ

(حکمت نظام) پر؟ف۷۱ ﴿۵۹﴾ اور تم لوگ (غفلت میں پڑے) ہنستے ہو، اور روتے نہیں ہو؟ف۷۲ ﴿۶۰﴾ اور لوگو تم (غفلت میں ڈوبے) تکبر کرتے ہو؟ف۷۳ ﴿۶۱﴾ سو

اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ع السجدۃ

(باز آ جاؤ تم لوگ اس کبر و غرور سے، اور دل و جان سے) سجدہ ریز ہو جاؤ اللہ کے آگے، ف۷۴ اور بندگی بجا لاؤ (اسی وحدہ لاشریک کے لئے) ف۷۵ ﴿۶۲﴾

ع ۳ (السجدۃ ۱۳) ۷

۶۷ منکر اور غافل انسان کے دل و دماغ پر ایک دستک کا ذکر و بیان: ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر تو (اے منکر انسان) ۔ اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں اور کرشموں کے بارے میں شک کرے گا؟ یعنی جن جن نعمتوں کا ابھی ذکر ہوا اور ان کے علاوہ دوسری بے شمار نعمتوں میں سے تو کس کس کے بارے میں شک کرے گا کہ یہ سب جلیل القدر اور عظیم الشان نعمتیں اس وحدہ لاشریک ہی کی طرف سے ہیں، اور جن قوموں کی ہلاکت کا ذکر ہوا ان کی ہلاکت میں بھی درحقیقت اس کی بہت سی نعمتیں مضمر ہیں کہ ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا ملی، اور دھرتی ان کے ظلم و عدوان اور ان کے وجود سے پاک ہوگئی، نیز ان کی اس داستان کو تمہارے لئے سامان عبرت و بصیرت کے طور پر تمہارے سامنے رکھ دیا، پھر تم ان میں سے کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ اور شک کا مرض تم سے کب ختم ہوگا، کہ شک کی اب گنجائش ہی باقی نہیں رہ جاتی۔ ﴿فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ﴾ کہ اس کے بعد تو اور کوئی ایسا قول فیصل نازل ہونے کا ہے ہی نہیں جس سے تم روشنی حاصل کر سکو تو پھر تمہارا یہ حال آخر کیوں؟ بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ جزا و سزا کے بارے میں عقل و نقل کے ان عظیم الشان دلائل اور صحف موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام و ابراہیم علیہ السلام کی ان جلیل القدر تعلیمات اور گزشتہ قوموں کے ان عبرت انگیز واقعات کو تمہارے سامنے پیش کر دیا گیا تو اس کے بعد تم لوگ اپنے رب کی کن کن نعمتوں اور نشانیوں کو جھٹلاؤ گے اور کن کن کے بارے میں جھگڑا کرو گے؟ ۔ اور تمہارے سر اس وحدہ لاشریک کے آگے نہیں جھکیں گے؟

۶۸ منکرین کیلئے ایک تنبیہ و تحذیر کا ذکر و بیان: ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "یہ بھی ایک خبردار کرنے والا ہے پہلے خبردار کرنے والوں کی طرح"۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کوئی نئی اور اچنبھے کی چیز نہیں،

بلکہ آپ ﷺ بھی پہلے رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ o (آل عمران:۱۴۴ پ۴) یعنی محمد تو صرف اللہ کے رسول ہین جن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں، سو آپ ﷺ بھی حق وہدایت کا وہی پیغام لے کر تشریف لائے ہیں، جسکے ساتھ وہ حضرات تشریف لائے تھے اور آپ ﷺ بھی حق وہدایت کی اسی دعوت کے علمبردار ہیں جس کے وہ علمبردار تھے تو پھر تم لوگوں کو ان کی بعثت وتشریف آوری سے آخر اس قدر (اچنبھا) کیوں ہو رہا ہے؟ اور یاد رکھو کہ اس پیغمبر کے پیش کردہ اس کلام معجز نظام کو ہنسی مسخری کی چیز نہ سمجھو، ورنہ تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو پہلی قوموں کا ہو چکا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا دستور وقانون سب کیلئے ایک اور بے لاگ ہے۔ سو اس میں منکرین کیلئے بڑی تنبیہ وتحذیر ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۶۹ قیامت کے بارے میں تنبیہ وتذکیر کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ "قریب آ لگی ہے وہ قریب آنے والی" یعنی قیامت۔ پس تم لوگ اس کے لئے تیاری کرو اور زندگی کی اس فرصت کو غنیمت سمجھو ورنہ پچھتانا پڑے گا والعیاذ باللہ العظیم، یہاں پر "آزفتہ" سے مراد عذاب کی وہ گھڑی ہے جس سے قرآن لوگوں کو خبردار کر رہا ہے۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ اس عذاب کو دور نہ سمجھو وہ تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے، وہ کبھی بھی اور کسی بھی وقت آ سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دستور اور اس کا قانون یہی ہے کہ جب رسول کی بعثت کے ذریعے کسی قوم پر اتمام حجت کر دیا جاتا ہے تو اس کے بعد اگر وہ قوم اپنے کفر وانکار ہی پر اڑی رہتی ہے تو مدتِ مہلت ختم ہوتے ہی اس کو عذاب میں دھر لیا جاتا ہے۔ اور یہ عذاب اس قوم کے لئے قیامت کے عذاب کا دیباچہ ہوتا ہے، اور اس طرح قوم ہمیشہ کے عذاب اور اپنے انتہائی ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہتی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس بنا پر یہ اسلوبِ بیان رسول کی زبان سے ایک حقیقت نفس الامری کا اظہار واعلان ہوتا ہے جس میں ذرہ برابر بھی کسی مبالغے کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ فکر وعمل ہر اعتبار سے ہمیشہ اور ہر حال میں رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین

۷۰ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس کو کوئی ہٹا نہیں سکے گا اللہ کے سوا۔ یعنی جب وہ آفت اپنے اہوال وشدائد کے ساتھ اہل دنیا پر چھا جائے گی تو اس وقت اللہ پاک کے سوا کوئی اس کو ہٹا اور ٹال نہیں سکے گا، پس کسی کو اس گھمنڈ میں نہیں رہنا چاہیے کہ جب وہ گھڑی آ گئی تو اس کی کوئی دیوی یا سرکار اس کو ٹال دے گی، اور اس کو اس کی گرفت وپکڑ سے بچا لیگی۔ سو اس کا یارا کسی میں نہیں ہوگا۔ اور اللہ کے اس عذاب کو اپنے وقت سے ٹالنا اور ہٹانا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔ اور ان کے مصنوعی دیویوں اور دیوتاؤں اور خود ساختہ "سرکاروں" اور ہستیوں میں سے کوئی ان کو چھڑا نہیں سکے گا اور نہ ان کی وہ جمعیت اور دولت ان کے کچھ کام آ سکے گی جس کا ان کو بڑا زعم وگھمنڈ ہے، اور اس گھمنڈ کی بنا پر یہ لوگ حق کو اپنانے اور قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ وضلال اور اسکے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ، وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَاَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ، يَامَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ، وَهُوَ الْهَادِىْ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ، والعزیز الوھاب، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، جل جلالہ وعم نوالہ،

٧١ منکرین کے حال پر اظہارِ افسوس وتعجب: ـ سوارشاد فرمایا گیا کہ کیا پھر بھی تم لوگ اس کلام حکمت نظام کے بارے میں تعجب کرتے ہو؟ ـ اے منکرو اور مشرکو، کہ عقل وفطرت کے عین مطابق اور سراسر تمہاری فائدے کی خبر دینے والے اس عظیم الشان وبے مثال کلام کے آگے جھکنے اور اسکو اپنانے کی بجائے اس کا انکار کرنے سے بڑھ کر حماقت اور محرومی اور کیا ہوسکتی ہے، والعیاذ باللہ اور تم لوگ اس انذار پر تعجب کرتے ہو کہ تم پر عذاب کدھر سے اور کیونکر آجائے گا، وغیرہ وغیرہ، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے کوئی بھی صورت خارج نہیں ہوسکتی، وہ جیسا چاہے اور جو چاہے کرے، وہ جو تم لوگوں کو تمہارے کفر وانکار اور عناد وہٹ دھرمی کے باوجود ڈھیل دے رہا ہے تو یہ اسکی رحمتِ بے نہایت کا تقاضا اور اس کا ایک نمونہ اور مظہر ہے، تاکہ تم لوگ ہوش کے ناخن لو، اور اپنی اصلاح کرلو قبل اس سکے کہ تم اسکے عذاب کے شکنجے میں جکڑ لئے جاؤ، مگر تم لوگوں کی غفلت وبے حسی کی حد ہوگئی کہ تمہیں اسکی کوئی پرواہ ہی نہیں اور تم ٹس سے مس نہیں ہو رہے اور تم اپنے انجام سے بالکل بے فکر ہو، بلکہ الٹا عذاب کیلئے جلدی مچا رہے ہو، جیسا کہ دوسرے مقام پر انکا یہ مطالبہ اس طرح نقل فرمایا گیا ہے۔ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ o (ص۔١٦ پ٢٣) تم لوگوں کو روٹی دی جارہی ہے مگر تم پتھر مانگتے ہو، تم کو نعمتوں سے نوازا گیا ہے مگر تم عذاب کے لئے جلدی مچاتے ہو، اس ارشاد میں منکرین کے حال پر اظہار تعجب وافسوس فرمایا گیا ہے۔ کہ یہ لوگ ایسے حقائق وشواہد کے باوجود حق کا انکار کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ جل وعلا،

٧٢ ہنسنے کی بجائے رونے کا مقام: ـ سوارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ ہنستے ہو روتے نہیں۔ یعنی تمہیں ہنسنا نہیں رونا اور خون کے آنسوؤں سے رونا چاہیے، کہ تم نے کس قدر کوتاہی سے کام لیا اور تم کتنی بڑی سعادت سے محروم ہو رہے ہو، والعیاذ باللہ العظیم ـ سو تم آگاہ ہو جاؤ کہ یہ چیز ہنسنے اور مذاق اڑانے کی نہیں بلکہ رونے اور سر پیٹنے کی ہے، لیکن تم ہو کہ رونے کی بجائے ہنستے ہو، (صفوہ وغیرہ) سو تم لوگوں کو اس کلام حق وصدق پر ہنسنے اور اس کا مذاق اڑانے کی بجائے ان ایمان ویقین رکھنے والوں کی طرح دل وجان سے اس کے آگے جھک جھک جانا چاہیے۔ جن کی صفت میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا o (الاسرء: ١٠٩ پ ١٥) یعنی یہ لوگ اللہ کا کلام سننے پر روتے ہوئے اپنی ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور ان کے خشوع میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سو اصل فکر آخرت کے اس ہولناک عذاب سے بچنے کی کرنی چاہیے، کہ اس کیلئے کمائی اور محنت وکوشش کا موقع یہی دنیاوی زندگی ہے اور بس۔ اسکے بعد آخرت کیلئے کسب وکمائی کا نہ کوئی موقع ہوگا، نہ امکان، پس عمرِ رواں کی اس فرصت محدود کے ایک ایک لمحے کو غنیمت سمجھا جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، و ھو الھادی الی سواء السبیل۔

٧٣ تکبر باعثِ محرومی۔ والعیاذُ باللہ: ـ سوارشاد فرمایا گیا اور ان کے محرومی کے سبب اور اس کے باعث کی نشاندہی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا "اور تم لوگ تکبر کرتے ہو۔ اور تمہیں اس سے استفادہ کرنے اور اس کی طرف توجہ دینے کا دھیان ہی نہیں۔ یہ لفظ ماخوذ ہے۔ سمد البعیر فی سیرہ کے محاورہ سے۔ اور یہ اس وقت بولتے ہیں جن کا اونٹ اپنی گردن اٹھا کر اس طرح چل دیتا ہے کہ وہ کسی کی پرواہ ہی نہیں کرتا۔ سو اسی سے اس لفظ کو تکبر اور غفلت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما اس کا

معنی کرتے ہیں۔ ﴿تستکبرون﴾۔ اور مجاہد کہتے ہیں۔ ﴿غضابا مبر طمین﴾۔ یعنی غصے سے بھرے ہوئے اور سر اٹھائے (ابن کثیر و محاسن التاویل، خازن، اور مراغی وغیرہ) یعنی یہ کتاب تو تم لوگوں کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگاتی اور تمہیں تمہارے انجام سے خبردار کرتی ہے، لیکن تم ہو کہ چونکنے اور بیدار ہونے کی بجائے اپنے کان آنکھ بند کر کے خواب غفلت میں محو و مگن، ہو اور اس کی آواز حق و صدق کو سن کے ہی نہیں دے رہے، اور تکبر سے سر اٹھائے گزر جاتے ہو۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، اور نفس شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے، آمین ثم آمین

۷۴ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریزی کا حکم وارشاد: — سو ارشاد فرمایا گیا پس تم لوگ سجدہ ریز ہو جاؤ اللہ کے لئے۔ یعنی اس کی رضا و خوشنودی کے حصول اور اس سے سرفرازی کے لئے، کہ اس کی عظمت بے پایاں اور اس کے کرم لامتناہی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان دل و جان سے اس کے آگے جھکے اور ہمیشہ جھکا ہی لیا اور صدق دل سے اس کے حضور سجدہ ریز ہو جائے، سبحانہ و تعالیٰ، یہ بندوں پر اس وحدہٗ لاشریک کا حق بھی ہے اور اسی میں ان کی بہتری اور بھلائی بھی ہے، اور یہ اس وحدہٗ لاشریک کا ایسا حق ہے کہ اس میں اور کسی کا بھی اشتراک جائز نہیں، سو اپنی دیویوں، دیوتاؤں اور سرکاروں کو چھوڑ کر تم سب کے سب اے لوگو! اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرو اور اسی کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤ، اور اسی کے آگے جھکو کہ یہ اس خالق و مالک کا تم پر حق بھی ہے اور اسی میں تمہارا بھلا بھی ہے، دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی جو اس دنیا کے بعد آنے والا ہے، اور باز آ جاؤ تم لوگ اپنے کفر و شرک اور غیر اللہ کے آگے جھکنے سے کہ یہ سب کچھ سراسر دھوکہ اور ذلت و رسوائی کا سودا ہے اور تمہاری ان دیویوں، دیوتاؤں اور سرکاروں و آستانوں وغیرہ کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ حقیقت، بلکہ یہ سب کچھ اوہام و خرافات کا پلندہ ہے جن پر بھروسہ تمہاری ہلاکت و تباہی کا سامان ہے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا، من کل زیغٍ وّضلال، وَسُوْءٍ وّانحراف،

۷۵ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کا حکم وارشاد: — سو ارشاد فرمایا گیا اور تم لوگ اسی کی بندگی کرو کہ معبود برحق وہی وحدہ لاشریک ہے کہ اس کے سوا کسی کو بندگی کا کوئی حق پہنچتا ہی نہیں، صحیحین وغیرہ کی روایت میں ہے کہ یہ پہلی سورۃ ہے جس کی آنحضرت ﷺ نے حرم شریف کے اندر اعلانیہ طور پر تلاوت فرمائی، اور حاضرین میں مومن و مشرک جو بھی موجود تھے وہ سب کے سب اس موقع پر سجدہ میں گر گئے سوائے ابولہب کے، کہ اس نے سجدہ کرنے کی بجائے مٹھی بھر مٹی لے کر اپنی پیشانی سے لگا دی، اور کہا ھذا یکفینا (ہمیں اتنا ہی کافی ہے) نیز روایات میں ہے کہ اس کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ ہنستے نہیں دیکھے گئے، صلی اللہ علیہ وسلم، امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب ایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آیت کریمہ افمن ھذا الحدیث الخ نازل ہوئی تو اصحاب صفہ نے رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے آنسوان کے رخساروں پر بہنے لگے آنحضرت ﷺ نے جب ان صفہ کے رونے کی آواز سنی تو آپ ﷺ نے بھی رونا شروع کر دیا تو آپ ﷺ کے رونے پر یہ حضرات اور بھی رونے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ کے خوف سے رویا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، اور جو اپنے گناہوں پر اڑا رہا وہ جنت میں نہیں جائے گا اور فرمایا کہ اگر تم لوگ گناہ نہیں کرو گے تو اللہ پاک ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کر کے اس سے معافی مانگیں گے،

تو وہ ان کو معاف فرمائے گا" (المراغی وغیرہ) سبحان اللہ! کیا کہنے اس رحمت وعنایت کے، فَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَارَبِّیْ رَحْمَةً تُغْنِیْنِیْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاکَ، وَخُذْنِیْ بِنَاصِیَتِیْ اِلٰی مَا فِیْهِ حُبُّکَ وَالرِّضَا، بِکُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ، وَ فِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاةِ، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔ یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ وَهُوَیُجِیْرُوَلَایُجَارُعَلَیْهِ،

☆—— نظر ثانی ۲۸ صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء بروز پیر، بوقت ساڑھے نو بجے شب (بعد العشاء وقبل العشاء) سطوہ دبی، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، الذی بیدہ اَزِمَّةُ التوفیق والعنایة، والذی منہ البدایة والیہ النھایة جَلَّ وَعَلاَ،

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۱۸ صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۲ جون ۱۹۹۹ء بروز بدھ، بوقت پونے پانچ بجے شب شام سطوہ دبی، والحمد للہ رب العالمین، الذی لا تتم الصالحات اِلاّ بتوفیقٍ منہ سبحانہ وتعالیٰ فعلیہ نتوکل و بہ نستعین، جَلَّ جَلالُهٗ وَعَمَّ نَوالُهٗ،

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ، بوقت سوا چھ بجے شام سطوہ دبی، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، الذی لہ الحمد فی الاولیٰ والأخرة، وھوالا ھل للحمد و الثناء

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۳ نومبر ۲۰۰۱ء بروز جمعہ، بوقت دس بجے شب (بعد از نماز تراویح) سطوہ دبی، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین، الذی ھدانا لھذا وما کنا لِنَهْتَدِیَ لولا ان ھدانا اللہ،

☆—— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۳ جون ۲۰۰۳ء بروز جمعہ، بوقت سوا پانچ بجے شام۔ مدنی منزل، معمورہ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمد اللہ رب العالمین۔ اَلَّذِیْ شَرَّفَنِیْ بِھٰذَا الْعَمَلِ الْجَلِیْلِ مِنْ تَفْسِیْرِ کِتَابِهِ العزیز الکریم، وَهُوَالْمُوَفِّقُ لِکُلِّ خَیْرٍوَّسَعَادَةٍ، سبحانہ وتعالیٰ،

☆—— اللَّمَسَاتُ الاخیرة (Finaltouches) ۱۳ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۶ مارچ ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ۔ بوقت پونے تین بجے شام مدنی منزل، معمورہ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمد للہ رب العالمین الذی منہ البدایة والیہ النھایة، وایاہ نسأل التوفیق لما یحب و یرضی. ھوارحم الراحمین واکرم الاکرمین،

اَللّٰهُمَّ !

اِنَّانَسْأَلُکَ الْهُدٰی وَالتُّقٰی، وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی، وَمِنَ الْعَمَلِ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی، وَاَنْ تَجْعَلَنَا مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ، اِنَّکَ جَوَادٌ کَرِیْمٌ قَدِیْمٌ مَلِکٌ بَرٌّرَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ

آیاتہا ۵۵ ۵۴ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ رکوعاتہا ۳

سورۂ قمر مکی ہے اس کی پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ○

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً

قریب آ گئی (قیامت کی) وہ ہولناک گھڑی ف۱ اور پھٹ گیا چاند ف۲ ① مگر لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر یہ کوئی بڑی نشانی بھی دیکھ لیں

يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ② وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا

تو یہ اس سے (غفلت ولاپرواہی کے ساتھ) منہ موڑ لیتے ہیں ف۳ اور کہتے ہیں کہ یہ تو ایک جادو ہے چلتا ہوا، ف۴ ② انہوں نے جھٹلایا (حق

اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ

اور حقیقت کو) اور پیچھے چل پڑے اپنی خواہشات کے ف۵ اور ہر کام کا بہر حال ایک وقت مقرر ہے، ف۶ ③ اور بلاشبہ ان لوگوں کے پاس

۱ قربِ قیامت کے بارے میں تنبیہ وتحذیر: سوارشاد فرمایا گیا کہ قریب آ گئی فیصلے کی وہ ہولناک گھڑی، کہ اس نے بہر حال آ کر رہنا ہے اور ہر ایسی چیز جس نے آ کر ہی رہنا ہو وہ بہر حال قریب ہی ہوتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ''كُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ فَهُوَ قَرِيْبٌ ''، یعنی جس خیر نے آنا ہے وہ بہر حال قریب ہی ہوتی ہے، اور اس کی سب سے بڑی نشانی کا ظہور بھی ہو گیا، یعنی خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی بعثت وتشریف آوری جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مروی ومنقول ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں، یعنی جس طرح ان دونوں کے درمیان کسی اور چیز کا فاصلہ نہیں، اسی طرح اب میرے اور قیامت کے درمیان کسی اور پیغمبر وغیرہ کا کوئی فاصلہ نہیں، سو یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا۔ اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ الاٰية (النحل:۱ پ۱۴) یعنی اللہ کا حکم آ گیا پس تم اسکے لئے جلدی مت مچاؤ نیز فرمایا گیا۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (الانبیاء:۱ پ۱۷) یعنی لوگوں کا حساب ان کے قریب آ پہنچا ہے مگر یہ ہی کہ منہ موڑے غفلت میں پڑے ہیں، سو اس طرح کے تمام ارشادات میں تخصیص وتحریض ہے لوگوں کے لئے کہ تم چونک جاؤ، اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی آخرت کے لئے تیاری کرو، قبل اس سے کہ فرصتِ عمر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور تمہیں ہمیشہ کیلئے پچھتانا اور افسوس کرنا پڑے، والعیاذُ باللہ العظیم بہر کیف ''اَلسَّاعَةُ'' (گھڑی) سے یہاں پر مراد قیامت کی وہ ہولناک گھڑی ہے جس جیسی دوسری کوئی گھڑی نہیں ہو سکتی، یہی متبادر بھی ہے اور یہی جمہور علماء ومفسرین کا قول بھی ہے، (ابن کثیر، ابن جریر، مراغی، صفوۃ التفاسیر اور فتح القدیر وغیرہ) جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک اس سے مراد عذاب کہ وہ گھڑی ہے جس سے قریش کو خبردار کیا گیا تھا۔

مطلب بہرحال یہی ہے کہ تم لوگ آنے والی اس گھڑی کو کوئی دور کی چیز نہ سمجھو بلکہ اس کو آپہنچنے والی سمجھو اور اٹھو اور جاگو اور اس سے بچنے کی فکر وتدبیر اور سعی وکوشش کرو اور جس کی ایک ہی صورت ہے کہ اس دینِ حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ کو صدقِ دل سے اپنا کر ان کی اتباع اور پیروی کرو اور کفر وانکار کی راہ اور اعراض وروگردانی کی روش ترک کردو۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید،

۲ ظہورِ عذاب کی ایک نشانی کا ذکر وبیان: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ قیامت قریب آگئی اور پھٹ پڑا چاند۔ سو یہ وقوع قیامت کی ایک اہم علامت اور نشانی ہے کہ قیامت کے آنے پر بھی زمین وآسمان کا یہ سارا نظام اسی طرح درہم برہم ہو جائے گا' اگرچہ بعض مفسرین کے نزدیک انشقاقِ قمر کا یہ واقعہ ابھی تک رونما نہیں ہوا' بلکہ یہ قیامت کے نزدیک واقع ہوگا اور یہ اس کے متعلق پیشگوئی اور پیشگی خبر ہے، اور ماضی کا صیغہ یہاں پر مستقبل کے معنی میں ہے' جو کہ بلاغت کا ایک معروف اسلوب ہے' مگر جمہور مفسرین کرام کے نزدیک یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں پیش آچکا ہے' اور یہ حضور کے عظیم معجزات میں سے ایک اہم معجزہ ہے، دھو الصحیح اور علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ معجزۂ شق القمر سے متعلق روایات حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں' بہرکیف جمہور علماء ومفسرین کے نزدیک یہ بات اتفاقی اور اجماعی ہے کہ شق قمر کا یہ معجزہ واقع ہو چکا ہے' یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل اس وقت ظہور پذیر ہوا جب کہ اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ سے معجزہ دکھانے کی فرمائش کی' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ چاند کی طرف دیکھو' چنانچہ دیکھا تو چاند دو ٹکڑے ہو چکا تھا ایک پہاڑی کے اس طرف، اور دوسرا اس طرف اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ابن ابی کبشۃ (وہ لوگ حضور کے بارے میں طنز وتشنیع کے طور پر یہ نام استعمال کیا کرتے تھے) نے ہم پر جادو کر دیا ہے' لہٰذا صبر کرو دیکھتے ہیں کہ کل اطراف واکناف سے آنے والے مسافر کیا کہتے ہیں، کہ انہوں نے بھی ایسا دیکھا ہے یا نہیں' کہ آخر یہ سب لوگوں پر تو جادو نہیں کر سکتا' چنانچہ دوسرے روز آنے والے مسافروں نے بھی جب اس واقعہ کی تصدیق کر دی تو اس سے یہ بات تو پوری طرح ثابت اور واضح ہوگئی تھی' مگر کفار قریش جو کہ ضد اور ہٹ دھرمی پر آئے ہوئے تھے، انہوں نے پھر بھی مان کے نہیں دیا' آیتِ کریمہ میں اسی واقعہ کا ذکر فرمایا گیا ہے' رہ گیا یہ اعتراض کہ پھر اس واقعہ کو اتنی شہرت کتابوں وغیرہ میں کیوں نہ مل سکی؟ جس کا یہ اپنی عظمت کی بناء پر مستحق تھا؟ تو اس بارہ میں عرض ہے کہ اول تو یہ واقعہ رات کا ہے' جب کہ نصف کرہ ارضی پر رات کی بجائے یقینی طور پر دن ہوا ہوگا' تو ایسے تمام ممالک کے لئے اس واقعہ کو دیکھنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' جہاں اس وقت رات کی بجائے دن تھا دوسرے جن ممالک میں اس وقت رات تھی وہاں بھی کتنے ہی ممالک ایسے ہوں گے جہاں رات کا بھی نصف یا اس کا ایک بڑا حصہ بھی گزر ہو چکا ہوگا' جب کہ دنیا عموماً سو چکی ہوتی ہے' اور جہاں لوگ سوئے ہوئے نہ بھی ہوں تو وہاں بھی ضروری نہیں کہ وہ سب لوگ باہر کہیں کھلی فضا میں بیٹھے ٹکٹکی باندھے چاند کی طرف ہی دیکھ رہے ہوں' بلکہ چاند کی طرف دیکھنے کی نوبت بھی کبھی کبھار ہی آتی ہے' چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنی ہی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ چاند کو گہن لگتا ہے مگر لاکھوں کی تعداد میں لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس کو نہیں دیکھتے' حالانکہ اس وقت چاند کی چاندنی کے ختم ہو جانے یا کم از کم مدھم پڑ جانے کا ایک قوی داعیہ بھی ایسا موجود ہوتا ہے' کہ لوگ چاند کی طرف دیکھیں' جب کہ انشقاق قمر کے اس معجزہ میں یہ بات بھی نہیں تھی' کہ چاند کے دو ٹکڑوں میں بٹ جانے کے بعد بھی اسکی روشنی اور چاندنی بدستور رہی ہوگی' نیز واقعہ بھی تھوڑی سی دیر کا تھا

نہ کہ بہت لمبے چوڑے وقت کے لئے، اور بایں ہمہ تاریخ فرشتہ وغیرہ بعض تواریخ میں اس کا ذکر بھی آتا ہے' اور جیسا کہ تفسیر فوائد عثمانیہ میں لکھا ہے کہ ملیبار کے ایک ہندو راجہ کے اسلام کا سبب بھی یہی واقعہ بنا تھا' بہر کیف یہ واقعہ ظہور عذاب کی ایک نشانی اور قربِ قیامت کی ایک علامت اور نمونہ تھا۔ جس کا تقاضا ہے آخرت کیلئے تیاری کی جائے اور فرصتِ عمر کو غنیمت سمجھا جائے۔

۳ منکروں کے اعراض اور رُوگردانی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا، اور منکروں کی ہٹ دھرمی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا اور اگر ان کے پاس کوئی بھی نشانی آ جائے تو یہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ یعنی کوئی ایسی نشانی جو کہ حق و صداقت کو پوری طرح واضح کر دینے والی ہو' اور اس میں کوئی خفاء وغموض بھی نہ ہو' تو انہوں نے پھر بھی منہ موڑ دینا ہے اور ماننا نہیں، کہ یہ ضد اور ہٹ دھرمی پر آئے ہوئے ہیں' اور ضد و ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں' جب کہ نور ہدایت سے سرفراز ہونے کے لئے اولین شرط اور بنیادی تقاضا طلبِ صادق اور اخلاصِ نیت ہے' سو عناد و ہٹ دھرمی اور اعراض و روگردانی محرومیوں کی محرومی اور ہلاکت و تباہی کی اساس و بنیاد ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو اس ارشاد میں ایک طرف تو آنحضرت ﷺ کے لیے تسکین و تسلی کا سامان ہے کہ آپ کی تعلیم و تبلیغ میں کسی طرح کا کوئی فرق و قصور یا کمی و کوتاہی نہیں، بلکہ اصل فرق و قصور خود ان لوگوں میں ہے کہ یہ عناد اور ہٹ دھرمی پر آئے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کو جو بھی نشانی دکھائی جائے انہوں نے نہیں ماننا۔ اور دوسری طرف اس میں منکرین و مکذبین کی ملامت ہے کہ یہ لوگ محض ہٹ دھرمی کی بنا پر اپنے آپ کو نورِ حق و ہدایت کی دولت سے محروم کر رہے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔

۴ منکرین کی ہٹ دھرمی کے ایک نمونے کا ذکر و بیان: سو منکرین کی ہٹ دھرمی کا نمونہ پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو ایک جادو ہے چلتا ہوا۔ یعنی جو پہلے سے چلا آ رہا ہے' کہ پہلے بھی ایسے لوگ ہوئے ہیں جو اس طرح کی چیزیں دکھلاتے رہے ہیں' یا یہ مطلب ہے کہ یہ چلنے والا اور گزر جانے والا ہے' اِی مضمحل باطل (جامع البیان' مدارک التنزیل' صفوۃ التفاسیر وغیرہ) ہم بہر حال اس پر ایمان لانے والے اور اس کو ماننے والے نہیں' سو یہ حال تھا ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا' والعیاذ باللہ العظیم سو یہ لوگ ماننے اور ایمان لانے کی بجائے الٹا اس نشانیءِ حق کو جادو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اسی قسم کا جادو ہے جو پچھلے جادوگروں نے دکھایا' اور یہ بھی گزر جائے گا، جیسا کہ پہلوں کا جادو گزر گیا تو پھر ایسے ہٹ دھرموں کو حق اور ہدایت کی دولت سے سرفرازی آخر کیسے اور کیونکر نصیب ہو سکتی ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۵ تکذیب وانکارِ حق کا اصل سبب اور باعث، اتباعِ ہویٰ، والعیاذُ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا اور ان لوگوں کی تکذیب اور انکارِ حق کے اصل سبب اور باعث کی نشاندہی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ پیچھے چل پڑے اپنی خواہشات کے۔ سو یہ ہے وہ اصل وجہ اور بنیادی فساد جو ہمیشہ راہِ حق میں رکاوٹ بنتا رہا' اور آج تک بن رہا ہے' یعنی خواہشاتِ نفس کی پیروی جس کی بناء پر لوگ کل بھی حق سے محروم رہے' اور آج بھی اس سے حرمان نصیبی کا شکار اور نورِ حق و ہدایت سے محروم اور دور و نفور ہیں' کہ دین پر چلنے سے ہم اپنی ان نفسانی خواہشات پر نہیں چل سکیں گے' جن پر ہم اب شترِ بے مہار کی طرح چل رہے ہیں' سو یہ لوگ آزاد حیوانی زندگی

چاہتے ہیں اور بس' جیسا کہ سورۃ قیامہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ (القیامۃ: ۵ پ ۲۹) و العیاذُ باللہ من کل زیغ و ضلال ، سو اتباع ہوٰی یعنی خواہشاتِ نفس کی اتباع و پیروی محرومیوں کی محرومی اور منبع شر و فساد ہے، کہ یہ اتباع ہدیٰ یعنی حق و ہدایت کی پیروی کی ضد اور اسکی معارض و معاکس ہے۔ و العیاذُ باللہ جل و علا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، و اکرم الاکرمین، یَامَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَيُجَارُ عَلَيْهِ،

۶ منکرین کیلئے ایک تنبیہ و تذکیر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور منکرین کو تنبیہ و تذکیر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ہر کام کا بہر حال ایک وقت مقرر ہے۔ پس حق اور اہل حق کے اس دنیا میں غلبہ' اور آخرت میں دائمی فوز و فلاح اور باطل اور اس کے پجاریوں کی اس دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں دائمی عذاب کا بھی ایک وقت مقرر ہے' اور یہ سب کچھ اپنے مقرر وقت پر بہر حال ہو کر رہے گا' پس کسی کو اللہ پاک کی ڈھیل سے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے۔ و العیاذُ باللہ ۔ سو یہ لوگ اللہ کے نذیر اور اس کے انذار کی تکذیب کے جرم کا ارتکاب کر کے عذاب الٰہی کے مستحق ہو چکے ہیں' اس لیے اس کا ہولناک عذاب ان پر اپنے وقت مقرر پر بہر حال آ کر رہے گا' و العیاذُ باللہ العظیم ۔ سو اللہ پاک سبحانہ و تعالیٰ کے یہاں ہر کام ایک خاص اور معین پروگرام کے مطابق ہی ہوتا ہے جو کہ خاص حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے کہ وہ حکیم اور حکیم مطلق ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ ۔ اور ۔ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ ۔ کے مشہور و معروف اصول و ضابطے کے مطابق اس حکیم مطلق ۔ جل و علا شانہ ۔ کا کوئی فعل اور کوئی ضابطہ و پروگرام حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ سو جب ان کی اجل معین پوری ہو جائے گی تو ان کو ان کے انجام میں دھر لیا جائے گا۔ اسلئے ان کو اس سے بچنے کی فکر و کوشش کرنی چاہیے۔ و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، و ھو الھادی الی سواء السبیل،

اَللّٰهُمَّ !

اجْعَلْنِىْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِمَّا يَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِىْ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ، وَاجْعَلْ عَمَلِىْ
هٰذَا خَالِصًا لِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ، وَاجْعَلْهُ اخْلَصَ مَا يَكُوْنَ، وَاَنْفَعَ مَا يَكُوْنَ،
وَاَحَبَّ مَا يَكُوْنَ، وَاَوْسَعَ وَاَبْقٰى مَا يَكُوْنُ، يَامَنْ لَاحَدَّ لِجُوْدِهٖ
وَكَرَمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ
يَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ وَالْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَالْاِحْسَانِ

الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝۴ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا

(پچھلی قوموں کی) اتنی سرگزشتیں پہنچ چکی ہیں، جن میں بڑا سامان عبرت ہے، ف ۷ ④ یعنی اعلیٰ درجے کی ایک دانش مندی، مگر ف ۸

تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى

(ایسوں کے لئے مفید اور) کارگر نہیں ہو سکتیں ایسی تنبیہات، ف ۹ ⑤ پس آپ منہ موڑ لیں ان (نابکاروں) سے، ف ۱۰ (ان کو خود

شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝۶ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ

معلوم ہو جائے گا اس دن) جس دن کہ پکارے گا (حشر کا) وہ داعی ف ۱۱ ایک بڑی ہی ناگوار چیز کی طرف، ف ۱۲ ⑥ (اس دن ان کا

۷ تاریخ سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: سو اس سے دوسروں کے انجام سے درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی۔ چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا اور کلماتِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ ان کے پاس پہنچ چکیں ایسی سرگزشتیں جن میں بڑا سامان عبرت ہے۔ یعنی اس قرآن حکیم کے ذریعے جو کہ حقانیت وصداقت، اور عبرت ونصیحت کا کامل واکمل نمونہ ومرقع ہے، جس جیسا دوسرا کوئی نمونہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی ممکن ہو سکتا ہے، سو ان لوگوں کو گزشتہ قوموں کی جو سرگزشتیں سنائی گئیں ان میں بڑا سامانِ عبرت وبصیرت ہے، اور ان سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس قوم نے بھی اللہ کے رسول اور اس کے انذار کی تکذیب کی وہ بالآخر عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو کر رہی، اور عذاب کی تاخیر سے وہ قومیں بھی اسی طرح کی غلط فہمی میں مبتلا ہوئی تھیں کہ پیغمبر کی یہ تنبیہات محض خالی خولی دھمکیاں ہیں، سو اس کے نتیجے میں آخر کار وہ قومیں اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہیں، والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو ان گزشتہ قوموں کے حالات اور ان کے انجام میں بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں ان لوگوں کیلئے جو درعبرت لینا چاہتے ہوں۔ پس لوگوں کو چاہیے وہ غور وفکر سے کام لیں اور گوش ہوش نیوش سے سنیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ۔ (ق: ۳۷) وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید،

۸ اعلیٰ درجے کی حکمت ودانشمندی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ گزشتہ قوموں کی جو سرگزشتیں سنائی گئی ہیں ان میں بڑا سامان عبرت موجود ہے۔ یعنی اعلیٰ درجے کی دانشمندی۔ سو حکمۃ ما کا بیان ہے، یا یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی، مراد اس سے بہرحال قرآن حکیم ہی ہے جو کہ ان حکمت بھری خبروں اور نصیحت سے لبریز عبرتوں کا خزینہ ومجموعہ ہے، جو ہدایت وبیان حق کے ضمن میں درجۂ کمال اور اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہیں، (جامع، محاسن، صفوۃ مراغی، وغیرہ) یعنی ان سرگزشتوں میں نہایت اعلیٰ درجے کی اور دل ودماغ کی گہرائیوں تک پہنچنے والی حکمت موجود ہے لیکن ہٹ دھرموں کو یہ تنبیہات کوئی نفع کس طرح دے سکتی ہے؟ سو ہٹ دھرمی اور اعراض ورُوگردانی کے ساتھ انسان کو کسی نصیحت کا کوئی نفع اور فائدہ نہیں ہو سکتا، خواہ وہ نصیحت کتنی ہی بڑی اور کتنی ہی موثر وبلیغ کیوں نہ ہو، والعیاذ باللہ۔ اثر اور فائدہ انہیں لوگوں کو پہنچ سکتا ہے جن کے دل حق بات سننے اور ماننے کو تیار اور مستعد ہوں۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال فی الحیاة.

۹ ہٹ دھرموں کے لیے کلامِ حکمت بے سود و لاحاصل: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے لوگوں کے لیے کارگر نہیں ہو سکتیں ایسی تنبیہات، کہ ایسے لوگ معاند اور ہٹ دھرم ہیں اور انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر ان سے منہ موڑ لیا، اور ان کو ان کا سننا اور قبول کرنا منظور ہی نہیں، تو پھر ان کو فائدہ ہو تو کس طرح؟ اور کیونکر؟ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ (یونس: ۱۰۱ پ ۱۱) یعنی جو لوگ ایمان نہیں لانا چاہتے ان کو ایسی آیات اور تنبیہات سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ واضح رہے کہ یہاں پر کلمہ ''مَا'' نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ بھی یعنی کیا فائدہ منکروں کو ایسی تنبیہات کا؟ سو اس میں یہ دونوں ہی احتمال موجود ہیں اور دونوں ہی صورتوں میں معنیٰ صحیح ہیں۔ البتہ استفہامیہ میں زور بھی زیادہ ہے اور مواقعِ کلام سے مناسبت بھی زیادہ ہے۔ مآل بہر حال دونوں کا ایک ہی ہے کہ ہٹ دھرموں کے لیے کلام زجر و حکمت بے اثر و لاحاصل ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ، جَلَّ وَعَلَا،

۱۰ ہٹ دھرموں سے اِعراض و رُوگردانی کی ہدایت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان کو چھوڑ دو ان کے حال پر اور مزید ان کی فکر میں نہ پڑیں کیونکہ منوا لینا نہ آپ ﷺ کے بس میں ہے اور نہ ہی یہ آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے بلکہ آپ ﷺ کا کام تو صرف پیغام حق پہنچا دینا ہے اور بس۔ اور وہ آپ کر چکے اور بتمام و کمال کر چکے۔ (لَیْسَ عَلَیْکَ ھُدَاھُمْ)۔ (البقرۃ: ۲۷۲) سو ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے، بہرکیف اس میں پیغمبر کے لئے تسکین و تسلی آمیز خطاب ہے کہ آپ نے تبلیغ حق کا فریضہ ادا کر دیا اور یہی آپ کی اصل ذمہ داری تھی۔ آگے ایسے اندھوں کی آنکھوں سے پٹی کھولنا اور ایسے ہٹ دھرموں کی راہ حق و ہدایت پر ڈال دینا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ ہی آپ کی ذمہ داری۔ لہٰذا اب آپ ان کے لیے نہ افسوس کریں نہ غم کھائیں۔ (فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرَاتٍ)۔ بلکہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں تاکہ یہ اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں تب ان کو کھرا کھوٹا سب کچھ خود اور پوری طرح معلوم ہو جائے گا، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم، جَلَّ وَعَلَا، من کل زیغٍ وَّ ضلال، وسوءٍ وَّانحراف،

۱۱ ہٹ دھرم منکرین کا معاملہ ان کے انجام کے حوالے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اب ان کا معاملہ اس دن پر چھوڑ دو جس دن کو پکارے گا وہ پکارنے والا۔ یعنی اسرافیل (روح، خازن وغیرہ) جو کہ صور منہ میں لئے اللہ پاک کے حکم کی انتظار میں بیٹھا ہے، جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے۔ سو اس روز ان لوگوں کو خود معلوم ہو جائے گا اور ان کی ساری اینکڑی پینکڑی ختم ہو جائے گی اور ان کے سارے اینچ پینچ اس طرح نکل جائیں گے، کہ اس داعی کی آواز سنتے ہی یہ سب فوراً اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اس کی طرف دوڑ پڑیں گے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد گرامی گیا۔ یَوْمَ یَدْعُوْکُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِہٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا (بنی اسرائیل: ۵۲ پ ۱۵) مگر اس دن کا سننا اور ماننا ان کے کچھ کام نہیں آئے گا کہ اس کا وقت بہر حال گزر چکا ہوگا اور اس وقت ان کو یاس و حسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ بہرکیف اس ارشاد سے یہ ہدایت فرمائی گئی کہ ایسے ہٹ دھرموں کا معاملہ ان کے انجام کے حوالے کر دو کہ پتھر پہ جونک لگانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب ان کے کان صور اسرافیل ہی سے کھل سکیں گے۔ والعیاذ باللہ۔

اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین

۱۲ روزِ قیامت کی ہولنا کی کی طرف اشارہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے منہ موڑلو اور انتظار کرو اس ہولناک دن کا جس میں پکارنے والا پکارے گا ایک بڑی ہی ناگوار چیز کی طرف۔ یعنی روزِ قیامت کی طرف' جس کی ہولناکیاں حدِ تصور سے بڑھ کر ہوں گی' اس دن ان کو وہ سب کچھ خود نظر آجائے گا جس کی یہ زندگی بھر تکذیب کرتے رہے تھے' تب ان کی یاس وحسرت اور صدمے و افسوس کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا' اور یہ مارے افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائیں گے مگر بے وقت کے اس پچھتاوے کا ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا' سو ارشاد فرمایا گیا کہ آج اگر یہ ہٹ دھرم منکر لوگ سننے ماننے کو تیار نہیں ہوتے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو' ایسے اندھوں کو، انکی آنکھوں کی پٹی کھولنا اور ان کو راہ راست پر لے آنا آپ ﷺ کے بس میں نہیں' اور اس ہولناک دن کا انتظار کرو جس دن کہ اسرافیل صور پھونکیں گے' اور ان کو قیامت کے اس ہولناک دن اور اس کے عذاب کیلئے پکارا جائے گا' اس روز یہ نہایت عاجزی و بے بسی کے ساتھ اپنے ربّ کی حمد وثناء کرتے ہوئے اور نگاہیں جھکائے ہوئے اس کے حضور حاضر ہونگے' جہاں ان کی آنکھیں اچھی طرح کھول دی جائیں گی' اور وہ سب کچھ ان کے سامنے آجائے گا جس کی خبر آج ان کو اللہ کے پیغمبر دے رہے ہیں، اور یہ ماننے کو تیار نہیں ہورہے۔ (نُکُر) کے لفظ سے یہاں پر ہولِ قیامت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اور اس کی ہولنا کی کی شدت کی ظاہر کرنے کیلئے ابہام کا یہ اسلوب اختیار فرمایا گیا ہے۔ اسی مضمون کو قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (ق:۴۱ پ۲۶) یعنی کان لگائے رکھو اس دن کی پکار کے لیے جس دن پکارنے والا پکارے گا نہایت قریب کی جگہ سے۔ سو اس یومِ عظیم کو ہمیشہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے' وبالله التوفيق لما يحب ويريد، وعلى مايحب ويريد،

اَللّٰهُمَّ !

لَاتَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَهَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا
بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّايَخَافُكَ وَلَايَرْحَمُنَا، اِنَّكَ اَنْتَ مَوْلَانَا
وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْر،
وَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر، يَاذَاالْقُوَّةِ
الْمَتِيْن، يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام،

الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۙ۝۷ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى

حال یہ ہوگا کہ) جھکی ہوئی ہوں گی ان کی نگاہیں ف۱۳ اور یہ اپنی قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈی دل ہیں جو پھیل

الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸ كَذَّبَتْ

پڑے ہیں ف۱۴ ⑦ یہ سر اٹھائے دوڑے جا رہے ہوں گے اس بلانے والے کی طرف (اس روز) یہ کافر لوگ کہہ رہے ہوں گے کہ یہ تو بڑا ہی

۱۳ منکرین کی قیامت کے روز کی ذلت و رسوائی کا ایک منظر: سو ارشاد فرمایا گیا اور اس یوم عظیم میں منکرین کی ذلت و رسوائی کے ایک منظر کے ذکر و بیان کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز جھکی ہوئی ہونگی ان کی نگاہیں۔ اس دن کی ہولنا کیوں اور ان کے اپنے کرتوتوں کی بناء پر، جب کہ اہل ایمان اس کی ہولنا کیوں اور مخاوف سے امن و امان میں ہوں گے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه‘ خَيْرٌ مِّنْهَا ج وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ (النمل:۸۹پ۲۰) سو ایمان و یقین کی دولت ہی انسان کو امن و امان کی نعمت سے سرفراز کرنے والی دولت ہے، اس دنیا میں بھی، اور آخرت کے اس جہاں میں بھی جو کہ اس دنیا کے بعد آئیگا، اور جو ابدی جہاں ہوگا، اور جہاں کے فیصلے ابدی حقائق کے مطابق اور ابد الآباد کی طرح ہونگے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ شَرَّفَنَا بِهٖ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا مِنْهُ وَخُذْ بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَ الْعَمَلِ اور اس کے برعکس کفر و انکار اور عناد و ہٹ دھرمی دارین کی ناکامی ہلاکت و تباہی، اور ذلت و رسوائی کا باعث ہے، والعیاذ باللہ جل و علا۔ سو آج تو یہ لوگ اپنے کبر و غرور اور عناد و ہٹ دھرمی کی بنا پر اللہ کے رسول کی دعوت اور حق و ہدایت کی آواز کو سننے اور ماننے کے لیے تیار نہیں ہو رہے لیکن اس روز یہ لوگ حشر کے اس داعی کی آواز کو سنتے ہی ذلت و رسوائی کی تصویر بنے فوراً دوڑے چلے آئیں گے، مگر اس سننے اور دوڑنے کا ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا سوائے ان کی آتش یاس و حسرت میں اضافے کے۔ کاش کہ یہ لوگ آج سن اور مان لیتے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید،

۱۴ منکرین کے قبروں سے نکلنے کی تصویر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز یہ لوگ اپنی قبروں سے نکل کر ایسے پھیلے پڑ رہے ہونگے جیسے ٹڈی دل پھیلے ہوئے ہیں۔ یعنی کثرت کے اعتبار سے، اور اپنی حیرت و ہولنا کی کی بناء پر، سو اس روز یہ سب اس داعی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے میدانِ حشر کی طرف سر اٹھائے دوڑے جا رہے ہوں گے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِىْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ج وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۔ الاٰية۔ (ابراہیم:۴۳پ۱۳) اور یہ حالت ان کی بعد میں ہوگی جب کہ شروع میں یہ پراگندہ پتنگوں کی طرح ہوں گے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (القارعۃ:۴) ابن الجوزیؒ کہتے ہیں کہ ان کو پتنگوں سے جو تشبیہ دی گئی ہے یہ ان کی پراگندہ حالی اور پریشان حالی کے اعتبار سے ہے، کہ پتنگے اسی طرح ہوتے ہیں، جب کہ ٹڈی دل سے ان کی تشبیہ ان کی کثرت اور بہتات کے اعتبار سے ہے، (الکبیر، الصفوۃ، وغیرہ) والعیاذ باللہ۔ اور یہ اس لیے کہ ان کی کوئی ایک جہت نہیں ہوتی بلکہ وہ ہر طرف پھیلے ہوتے ہیں۔ سو یہی حال ان لوگوں کا اس وقت ہوگا جبکہ یہ قبروں سے نکل نکل کر مارے خوف و دہشت کے ہر طرف دوڑے چلے جا رہے ہونگے۔ (زاد المسیر، الکبیر اور الصفوۃ وغیرہ)

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ

سخت دن ہے ۸ ان سے پہلے قوم نوح نے بھی جھٹلایا (حق اور داعی حق کو) چنانچہ انہوں نے جھٹلایا ہمارے بندہ (نوح)

وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾

کو اور کہا کہ یہ تو ایک دیوانہ ہے اور اسے بری طرح جھڑ کا گیا ۹ آخر کار انہوں نے پکارا اپنے رب کو (اور عرض کیا) کہ میں

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا

بالکل بے بس ہوں پس تو ہی (اے میرے مالک، ان سے) میرا بدلہ لے ۱۰ پھر کھول دئے ہم نے کھول دئے آسمان کے

۱۵ منکروں کیلئے یوم حشر کی سختی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز کافر لوگ کہیں گے کہ یہ بڑا ہی سخت دن ہے۔ معلوم ہوا کہ اس دن کی یہ سختی صرف کافروں کیلئے ہوگی جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارہ میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا۔ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ (المدثر: ۹، ۱۰ پ ۲۹) سو ایمان امن کا ذریعہ و وسیلہ اور سلامتی کا ضامن ہے اس جہان فانی اور عالم رنگ و بو میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں بھی جو کہ اس دنیا کے بعد آنے والا اور جو ابدی اور سرمدی جہاں ہوگا، فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ شَرَّفَنَا بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ الْعُظْمٰى وَالْمِنَّةِ الْكُبْرٰى بِمَحْضِ مَنِّهٖ وَ كَرَمِهٖ وَ اِحْسَانِهٖ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ آج تو کافر لوگ اس دن کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کو یہ چیز ناممکن اور انہونی نظر آرہی ہے اور آج یہ نہایت ڈھٹائی سے اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لیکن کل جب وہ جہاں ان کے سامنے آجائے گا تو یہ نہایت یاس و حسرت اور ذلت و رسوائی کے ساتھ پکار اٹھیں گے کہ لاریب وہ کٹھن اور ہولناک دن آگیا جس کے بارے میں حضرات انبیاء و رسل ہمیں بتایا کرتے تھے اور جس کی شدت اور ہولناکی سے وہ ہمیں ڈرایا کرتے تھے، مگر اس وقت کے ان کے اس اقرار و اعتراف کا ان کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہوگا سوائے حسرت و افسوس میں اضافے کے۔ والعیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین واکرم الاکرمین۔

۱۶ قوم نوح کا حوالہ و ذکر عبرت پزیری کیلئے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے پہلے قوم نوح نے بھی جھٹلایا، یعنی انہوں نے بھی جھٹلایا دعوت حق و ہدایت کو۔ پس نہ تو حضرت محمد ﷺ کی بعثت و تشریف آوری کوئی نئی اور انوکھی چیز ہے کہ ان سے پہلے بھی بہت سے حضرت انبیاء کرام ایسی ہی دعوت اور پیغام کے ساتھ تشریف لا چکے ہیں اور نہ ہی ان کفار کی یہ تکذیب کوئی نئی چیز ہے کہ اس سے پہلے کے کفار بھی حق کو جھٹلاتے چلے آئے ہیں اور تکذیب حق کا جو خمیازہ ان کفار و منکرین کو بھگتنا پڑا اس سے دور حاضر کے ان کفار و منکرین کو بھی سابقہ پیش آسکتا ہے کہ اللہ کا قانون بے لاگ اور سب کے لئے ایک ہے پس ان قصوں میں ایک طرف تو آنحضرت ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کے توسط سے جملہ اہل حق اور دعاۃ حق کے لئے تسکین و تسلی کا سامان ہے اور دوسری طرف ان میں کفار قریش اور ان کے ہمنواؤں کیلئے تہدید و تخویف بھی کہ باز آجاؤ تم لوگ اپنے اس کفر و انکار سے ورنہ اس انجام کیلئے تیار ہو جاؤ جس سے ان دوسرے کافروں کو

دوچار ہونا پڑا۔ والعیاذُ باللہ من کل زیغ و ضلال ۔ بہرکیف گزشتہ قوموں کے ان قصوں میں منکرین کیلئے بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں۔ سوان قصوں کے ذکر و بیان سے منکرین کو اس بارے میں تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہ لوگ عذاب مانگنے کی بجائے آخر ان قصوں میں غور وفکر سے کام لے کر درسِ عبرت کیوں نہیں لیتے؟ اور عذاب سے بچنے کی فکر وکوشش کیوں نہیں کرتے؟ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید

۱۷ تکذیبِ حق محرومیوں کی محرومی۔ والعیاذُ باللہ: سوارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے جھٹلایا ہمارے بندے کو اور کہا کہ یہ تو ایک دیوانہ شخص ہے۔ کہ اس کی باتیں عقل کے خلاف ہیں' اور یہی مرض دورِ حاضر کے ان روشن خیالوں' اور عقل کے دعویداروں میں بھی پایا جاتا ہے' جو دبے لفظوں میں' یا کھلے عام دینِ حق کے بارہ میں اسی طرح کی کفریات بکتے اور اس سے استہزا کرتے ہیں' والعیاذُ باللہ سوایسوں کو بھی اسی انجام سے دوچار ہونا ہوگا جس سے وہ لوگ ہوچکے ہیں' والعیاذُ باللہ العظیم ' بہرکیف حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو دنیا وآخرت کے عذاب سے ڈرایا اور خبردار کیا' اور ایسا اور اس طور پر کہ اس کیلئے آپ نے دن اور رات کو ایک کردیا تو اس بدبخت قوم کے عیش پرستوں اور لذت وجاہ کے متوالوں نے اس بات کو مان کرنہ دیا' اور ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ ان پر عذاب کیوں اور کدھر سے آئے گا' اگر وہ سزا اور عذاب کے مستحق ہیں تو پھر انہیں یہ عزت ودولت کیوں حاصل ہوئی؟ یہ تو اس بات کی دلیل ہے کہ ہم خدا کی نظروں میں معزز ہیں' یہ شخص تو دیوانوں کی باتیں کرتا ہے' اور انہوں نے آپ علیہ السلام کو سختی سے ڈانٹا اور جھڑکا' اور کہا کہ اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں سنگسار کردیا جائے گا' جیسا کہ سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۱۶ میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے' سوانہوں نے دعوت حق کو قبول کرنے کی بجائے اس کی تکذیب ہی کی جسکے نتیجے میں آخرِ کار وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ سوتکذیب حق محرومیوں کی محرومی اور دائمی ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم ۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنا ہی بنائے رکھے' آمین

۱۸ حضرتِ نوح کا حاجت روا ومشکل کشا بھی اللہ تعالیٰ ہی: سواس سے واضح فرمادیا گیا کہ حضرتِ نوح علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیاء ورسل کا حاجت روا ومشکل کشا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ سوارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار نوح علیہ السلام نے اپنے ربّ کو مدد کیلئے پکارا اور اس کے حضور فریاد کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے میرے ربّ میں مغلوب ہوں پس تو میری مدد فرما۔ سوجب اتنے اولوالعزم رسول اور جلیل القدر پیغمبر' اور ابوالبشر ثانی بھی اپنی حاجت روائی ومشکل کشائی کے لئے اسی وحدہ لاشریک کو پکارتے ہیں اور اپنے قول و قرار سے اسی کو پکارنے کا درس دیتے ہیں تو پھر اور کون ہوسکتا ہے جو کسی کا حاجت روا ومشکل کشا ہوسکے؟ پس اس سے پوری طرح واضح ہوجاتا ہے کہ حاجت روا اور مشکل کشا سب کا وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے' اس کے سوا کسی اور کو حاجت روا ومشکل کشا ماننا عقل و نقل کے بھی خلاف ہے' اور حقیقت نفس الامری اور واقع کے بھی خلاف' اور اس طرح کا عقیدہ رکھنا شرک ہے جو کہ ظلم عظیم ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم ۔ بہرکیف جب اس بدبخت قوم کی عداوت وبدبختی انتہا کو پہنچ گئی اور انہوں نے حق کو قبول کرنے کی بجائے الٹا حضرتِ نوح علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکی بھی دے دی' تب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ربّ کے حضور اس طرح فریاد کی کہ اے میرے مالک' میرے اندر جتنا زور تھا' وہ میں نے اس قوم کے سمجھانے کیلئے صرف کردیا' مگر انہوں نے مان کر نہیں دیا' لہٰذا اب تو ان سرکشوں سے خود ہی نبٹ' انتصار کے معنی مدافعت کرنے کے بھی آتے ہیں اور بدلہ وانتقام لینے کے بھی۔ سواس اعتبار سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تو ان سے میری مدافعت بھی فرما اور ان کی سرکشی کا انتقام بھی لے۔ بہرکیف اس سے یہ امر پوری طرح واضح ہوجاتا ہے کہ حاجت روا ومشکل کشا سب کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام بھی اسی کے محتاج اور اسی کے در کے سوالی ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ

الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ ج

دروازے ایک بڑی ہی ہولناک موسلا دھار بارش کے ساتھ (۱۱) اور زمین کو ہم نے پھاڑ کر چشمے ہی چشمے کر دیا ۱۹ یہاں تک

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا ج

کہ یہ سارا پانی پہنچ گیا اس حد کو جو (اللہ تعالیٰ کے یہاں) طے کر دی گئی تھی (۱۲) اور ہم نے ان کو سوار کیا تختوں اور میخوں والی

جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ

(اس کشتی) پر ۲۰ (۱۳) جو چل رہی تھی ہماری نگرانی میں اس شخص کے بدلے (اور اس کے انتقام) کے طور پر جس کی ناقدری کی گئی

مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٥﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ

تھی ۲۱ (۱۴) اور بلاشبہ ہم نے اس کو چھوڑ دیا ایک عظیم الشان نشانی کے طور پر ۲۲ تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ (۱۵) سو (دیکھ لو

يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ كَذَّبَتْ

اے لوگو! کہ) کیسا تھا میرا عذاب اور میرا خبردار کرنا ۲۳ (۱۶) اور بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا اس قرآن کو نصیحت کے لئے تو کیا

۱۹ **حضرتِ نوح علیہ السلام کی دعاء کی قبولیت اور قومِ نوح کے عذاب کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار ہم نے آسمان سے موسلا دھار بارش کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھوڑ کر چشمے ہی چشمے کر دیا۔ جس کے نتیجے میں پانی جا پہنچا۔ اس نشان پر جس کو اس مقصد کے لیے مقرر کر لیا گیا تھا یعنی ان بدبختوں کے آخری انجام اور ان کی ہلاکت و تباہی اور ان کی غرقابی کے لئے کہ ان کی مدتِ مہلت اب ختم ہو چکی تھی، اور وہ اپنے کفر و انکار کی بناء پر ایک ایسا ناسور بن چکے تھے جس کا جڑ سے اکھاڑ پھینکنا اب ضروری ہو گیا تھا و العیاذ باللہ سو آسمان سے موسلا دھار بارش کے ساتھ اس کے تمام دروازے کھول دیئے گئے اور زمین کو پھوڑ کر چشمے ہی چشمے کر دیا گیا، اور ظاہر ہے کہ ایسی طوفانی بارش جس کیلئے آسمان کے تمام دروازے کھول دیے گئے ہوں، اور زمین کو پھوڑ کر چشمے ہی چشمے کر دیا گیا ہو، اس نے دیکھتے ہی دیکھتے زمین کو پانی میں غرق کر دیا ہو گا، جس کے نتیجے میں وہ بدبخت قوم ہمیشہ کے لئے مٹ کر رہ گئی، سو یہ نتیجہ و انجام ہوتا ہے ان لوگوں کا جو حق کے انکار و تکذیب ہی پر اڑے رہتے ہیں اور بالآخر اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں۔ ایسوں کو مہلت جتنی بھی ملے ان کا انجام بہرحال دائمی ہلاکت و تباہی ہے۔ و العیاذُ باللہ العظیم،

۲۰ **حضرتِ نوح علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے نوح کو سوار کر دیا کچھ تختوں اور میخوں کی اس کشتی پر جو چل رہی تھی ہماری حفاظت و نگرانی میں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (العنکبوت: ۱۵ پ ۲۰) مگر یہاں اس کو سفینہ کے مختصر لفظ کی بجائے ''ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ'' کے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے، جس میں یہ درس ہے کہ بچانے والی ذات دراصل اللہ پاک ہی کی ذات ہے، ورنہ وہ کشتی تو محض ایک

مجموعہ تھا لکڑی کے کچھ بے جان پھٹوں اور لوہے کی کیلوں کا' البتہ اللہ پاک اس جہاں میں جو کچھ کرتا ہے وہ اسباب کے ذریعے اور اسباب ووسائل کے پردے ہی میں کرتا ہے کہ اس جہان رنگ وبُو اور دار ابتلاء وآزمائش میں اس کا قانون ونظام یہی ہے' ورنہ جہاں تک اس کی قدرت کا تعلق ہے تو وہ کسی سبب کی محتاج نہیں' سبحانہ وتعالیٰ، بس بھروسہ اسباب پر نہیں مسبب الاسباب ہی پر کرنا چاہیے' کہ سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ سو اس کشتی کے اجزاء کے اس طرح ذکر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت اور اس کی رحمت وعنایت کا اظہار وبیان ہے کہ جس طوفان نے پوری قوم کا بیڑا غرق کر دیا اور اس طور پر کہ ان میں سے کوئی متنفس بھی نہ بچ سکا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو بچانا تھا ان کو میخوں سے جڑے ہوئے لکڑی کے کچھ تختوں کے ذریعے بچا لیا۔ سو اصل چیز اسباب ووسائل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت ہے۔ وہ اگر شامل حال ہو تو چند تختے طوفان نوح سے بھی بچا سکتے ہیں اور وہ اگر شامل نہ ہو تو بڑے سے بڑے جنگی جہاز بھی چشم زدن میں پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ جاتے ہیں اور مضبوط سے مضبوط بند بھی تنکوں کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیٔ وھو یجیر ولا یجار علیہ، جل شانہ وعم نوالہ،

۲۱ اللہ کے بندوں کا انتقام خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے: سو قوم نوح کی غرقابی کے ان اسباب وذرائع کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا کہ اپنے اس بندے کی دادرسی کیلئے جس کی ناقدری کی گئی تھی۔ یعنی حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دادرسی کیلئے جن کو اور ان کے پیغام کو جھٹلایا گیا تھا' اور ان کی ناشکری اور بے قدری کی گئی تھی' کہ پیغمبر کا وجود مینارۂ رشد وہدایت اور اللہ پاک کی ایک عظیم الشان نعمت اور باعث رحمت ہوتا ہے' اس صورت میں کفر کا لفظ یہاں پر کفران نعمت کے معنی میں ہوگا' (روح' صفوہ، وغیرہ) اور کفر بمعنی تکذیب وانکار بھی ہو سکتا ہے' کہ آنجناب کو ان کی قوم کی طرف سے جھٹلایا گیا تھا' اور ان کا انکار کیا گیا تھا۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قہر وغضب کی یہ شان اس لیے دکھائی کہ اپنے اس بندے کی دادرسی فرمائے جس کی بے قدری اور ناشکری کی گئی تھی' یہاں تک کہ اس کو مجبور ولاچار ہو کر۔ (رَبِّ اَنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ) ۔ کی فریاد کرنا پڑی تھی' سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا بدلہ وانتقام خود لیتا ہے۔ پس بندے کا کام ہے کہ وہ اپنا معاملہ اپنے اس خالق ومالک سے صحیح رکھے۔ ہمیشہ دل وجان سے اس کے حضور جھکا رہے اور اپنا بھروسہ واعتماد اسی وحدہ لاشریک پر رکھے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرضٰی، وعلی مایحب ویرضٰی، وھو الھادی الی سواء السبیل، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، سبحانہ وتعالیٰ،

۲۲ قصۂ نوح کے نشانِ عبرت ہونے کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا اور بلاشبہ ہم نے اس کو چھوڑ دیا ایک عظیم الشان نشانی کے طور پر۔ یعنی کشتی نوح علیہ السلام کو یا اس واقعہ کو ہم نے نشان عبرت بنا دیا کہ تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے' اور یہ کہ وہ بالآخر کس طرح تباہی کے گھاٹ پر اتر کر رہتے ہیں' والعیاذ باللہ العزیز اور قوم نوح علیہ السلام کی یہ سرگزشت تورات کے صحیفوں میں بھی نقل ہوئی ہے' اور ہر دور میں اس قصہ کو تواتر عام کی حیثیت حاصل رہی ہے' سو اس میں بڑے درسہائے عبرت وبصیرت ہیں' اور سب سے بڑا درس عبرت یہ ہے کہ کفر وانکار اور تکذیب حق کا نتیجہ وانجام بہر حال ہولناک تباہی ہے؛ اور ایسے لوگوں کو جو ڈھیل ملتی ہے

وہ بہر حال ایک ڈھیل اور مہلت ہوتی ہے، جس سے کسی کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے، والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف گزشتہ قوموں کے ان قصوں اور تذکروں کے اندر اور خاص کر قوم نوح کی قصے کے اندر بڑے درسہائے عبرت و بصیرت ہیں لیکن افسوس کہ دنیا کی اکثریت اس اصل مقصد سے غافل ولاپرواہ ہے۔ الا ماشاء اللہ سبحانہ و تعالیٰ ۔ اللہ ہمیشہ اپنا بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۲۳ غافل لوگوں کے دل و دماغ پر ایک دستک: سو ارشاد فرمایا گیا اور غافل لوگوں کے دل و دماغ پر ایک دستک کے طور پر اور ان کو جھنجھوڑتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا سو کیسا تھا میرا خبردار کرنا۔ استفہام یہاں تہویل و تخویف اور تنبیہ و تہدید کیلئے ہے کہ کیسا ہولناک اور عبرت انگیز انجام تھا ان لوگوں کا' جنہوں نے تکذیب کی حق کی، والعیاذ باللہ العظیم نذر اصل میں نذری ہے' ی کافیے کی رعایت کی بناء پر گر گئی اور کسرہ اسکی نشانی کے طور پر باقی رہ گیا' یہاں پر یہ لفظ انذار سے اسم ہے اور اسکے معنی تنبیہ' ڈراوے اور آگہی کے ہیں' سو مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی کے پاس سننے والے کان اور عبرت پکڑنے والا دل ہو تو وہ قوم نوح کی اس سرگزشت کے آئینے میں دیکھ سکتا ہے کہ اللہ کا عذاب کیسا بے پناہ ہوتا ہے' اور اس کی گرفت کتنی سخت ہوتی ہے' اور اسکی دھمکی کس طرح پوری ہوتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو درس عبرت و بصیرت اور نشان ہائے قدرت و حکمت سے تو اللہ تعالیٰ کی یہ پوری کائنات بھری پڑی ہے لیکن کمی اگر ہے تو وہ عبرت پذیر دل کی ہے (فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟) یعنی کیا ہے کوئی جو نصیحت قبول کرے اور درس عبرت لے؟ یعنی ضرور عبرت لینی چاہے کہ یہی اصل مقصد ہے ان قصوں کے سنانے کے، وباللہ التوفیق لما یحب ویرید ،وھو الھادی الیٰ سواء السبیل،

اَللّٰھُمَّ !

بِکَ نَسْتَعِیْنُ وَبِکَ نَتَوَکَّل، فَخُذْنَابِاَیْدِیْنَا اِلٰی مَافِیْهِ صَلَاحُ دُنْیَانَا
وَفَوْزُنَافِی الْاٰخِرَةِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَااَرْحَمَ
الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِہٖ
مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ، وَلَا یَعْجِزُہٗ
شَیْئٌ عَمَّا یُرِیْدُ، وَھُوَ
فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْدُ،

عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ ۲۴ ﴿۱۷﴾ قوم عاد نے بھی جھٹلایا پھر (دیکھ لو) کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا، ﴿۱۸﴾ ہم نے ان پر ایک ایسی

رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ

سخت قسم کی آندھی بھیجی ایک دائمی نحوست کے دن میں، ۲۵ ﴿۱۹﴾ جو ان لوگوں کو اس طرح اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ

جیسے وہ تنے ہوں اکھڑے ہوئے کھجور کے درختوں کے، ۲۶ ﴿۲۰﴾ سو (دیکھ لو!) کیسا تھا میرا عذاب اور

نُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

میرا ڈرانا، ﴿۲۱﴾ اور بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا اس قرآن (عظیم) کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے، تو کیا ہے کوئی

مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا ع ۲

نصیحت قبول کرنے والا؟ ﴿۲۲﴾ اور قوم ثمود نے بھی جھٹلایا خبردار کرنے والوں کو، ۲۷ ﴿۲۳﴾ چنانچہ انہوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے ہی میں سے

۲۴ قرآنِ حکیم کی تیسیر برائے نصیحت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا "اور بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت کیلئے"۔ نہ کہ اخذ واستنباط معانی ومسائل کیلئے۔ نیز ذکر کے معنی یاد کرنے کے بھی آتے ہیں تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اس قرآن کو یاد کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے، اور یہ تیسیر خداوندی ہی کا ثمرہ ونتیجہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس کو ازبر حفظ کر لیتے ہیں، جب کہ دنیا کی کسی بھی دوسری آسمانی یا غیر آسمانی کتاب کی یہ شان نہیں کہ وہ اس طرح کسی کو من وعن یاد ہو سکے، اور ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اگر اللہ پاک اس کتاب حق کو لوگوں کی زبان پر آسان نہ فرما دیتا تو کسی کے بس میں نہ تھا کہ وہ اس کو زبان سے ادا بھی کر سکتا (ابن کثیر، مراغی وغیرہ) سبحان اللہ! کیسی عظمت ہے اس کلام صدق نظام کی، اور کتنا بڑا کرم ہے اس اکرم الاکرمین کا، جل جلالہ و عم نوالہ کا۔ سو اس ارشاد ربانی میں اس بات کیلئے ترغیب وتحریض ہے کہ قرآن حکیم کو سیکھنے اور اس سے درسہائے عبرت وبصیرت حاصل کرنے کیلئے کوشش ومحنت کی جائے اللہ توفیق نصیب فرمائے آمین، اور ایک اور پہلو اس کتابِ حکیم کی تیسیر کا یہ ہے کہ اس میں ہر بات کو گوناگوں پہلوؤں مختلف شکلوں صورتوں مختلف سوابق ولواحق، طرح طرح کے انداز واسالیب اور نئے نئے اطراف وجوانب کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے تاکہ اگر قاری کے ذہن میں ایک جگہ بات نہ آئی ہو تو دوسری جگہ آجائے۔ اور اگر ایک مقام پر کوئی دلیل دل میں نہ اتری ہو تو دوسرے سیاق وسباق میں ذہن نشین ہو جائے۔ اسی چیز کو قرآن حکیم میں تصریفِ آیات سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ج وَالَّذِىْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ط كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝ (الاعراف: ۵۸ پ ۸) والحمد للہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال،

۲۵ قومِ عاد کیلئے دائمی نحوست کے عذاب کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ان پر سخت قسم کی آندھی بھیجی ایک دائمی نحوست کے دن میں۔ سو وہ دن قوم عاد کے لیے بڑی ہی نحوست کا دن تھا۔ یعنی ایک ایسے دن میں جو کہ ان کے حق میں منحوس تھا' کہ اس دن میں ان بدبختوں پر ایسا ہولناک اور تباہ کن عذاب آیا اور اس دنیاوی عذاب کے ساتھ برزخی اور پھر اخروی عذاب مل گیا' اور اس طرح وہ لوگ ایک دائمی اور نہ ختم ہونے والے عذاب میں مبتلا ہو گئے تو اس طرح یہ دن ان لوگوں کیلئے دائمی نحوست کا دن بن گیا' ورنہ بذات خود کوئی دن نہ منحوس ہوتا ہے نہ سعید' بلکہ سب ہی ایام برابر ہیں کہ وہ مطلقاً ظرف ہیں' ان کی سعادت و نحوست ان کاموں اور ان امور سے متعلق و وابستہ ہوتی ہے جو ان دنوں کے اندر انجام دیئے جاتے ہیں ورنہ ایام ولیالی سب کے سب ایک برابر ہوتے ہیں' کہ وہ محض ظرف ہوتے ہیں سوائے ان خاص دنوں کے جن کے فضائل صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ پس لوگوں نے جو بعض خاص خاص دنوں کے لئے نحوستوں اور سعادتوں کے قصے از خود اور اپنے طور پر گھڑ رکھے ہیں کہ فلاں دن نحس ہوتا ہے اور فلاں دن سعید وغیرہ۔ سو وہ سب بے اصل اور بے بنیاد باتیں ہیں' والعیاذ باللہ العظیم' یہاں پر یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ یہاں پر یوم نحس سے مراد کوئی خاص اور معین دن نہیں بلکہ اس سے مطلق زمانہ اور وقت مراد ہے اور عربی زبان میں بلکہ ہر زندہ زبان میں یہ اسلوب بیان مشہور و معروف ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اسی مضمون کو حٰمٓ السجدۃ:۱۶ میں ''اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ'' کے الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْٓ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ط وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَهُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ o (حٰمٓ السجدۃ:۱۶پ۲۴) اور ایک اور مقام پر اس کی تصریح فرمائی گئی کہ اس ہولناک آندھی کو ان لوگوں پر سات راتوں اور آٹھ دنوں تک مسلط رکھا گیا۔ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰی لا كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ o (الحاقۃ:۷پ۲۹) اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ۔ جل شانہ،

۲۶ قومِ عاد کے ہولناک انجام کی تصویر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور قوم عاد کے ہولناک انجام کی تصیر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ہولناک ہوا ان لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی جس کے نتیجے میں وہ ایسے پڑے تھے جیسے تنے پڑے ہوں اکھڑی ہوئی کھجوروں کے:۔ وہ لوگ چونکہ بڑے قد آور اور تنومند لوگ تھے' اس لئے ان کی لاشیں اس طرح بکھری پڑی تھیں جیسے جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجوروں کے تنے پڑے ہوں' اور اس طرح ان کے وہ بڑے بڑے ڈیل ڈول اور تنومند جسم جن پر ان لوگوں کو بڑا ناز تھا اور جن کی بناء پر وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے' وہ اب اس طرح کھلے مقامات میں پڑے اپنی زبانِ حال سے ہر دیکھنے والے کو درس عبرت دے رہے تھے کہ دیکھو ہمیں جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو۔ والعیاذ باللہ۔ سو اپنے جن جسموں پر ناز کرتے ہوئے وہ کہا کرتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر طاقت اور کس کی ہو سکتی ہے۔ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ط اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ط وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ o (حٰمٓ السجدۃ:۱۵پ۲۴) سو ان کے وہ جسم کھجوروں کے بوسیدہ درختوں کی طرح بے حس و حرکت پڑے تھے۔ نہ ان کی وہ قوت اور طاقت ان کے کچھ کام آ سکی

جس کا ان کو اس قدر ناز تھا اور نہ ہی ان کے مال و دولت ان کے کچھ کام آسکے اور نہ ہی ان کے وہ تومند و طاقتور جسم سو اللہ کی گرفت و پکڑ سے کوئی کسی کو نہیں چھڑا سکتا۔ بہر کیف اس ارشاد سے قوم عاد کے ہولناک انجام کی تصویر پیش فرما دی گئی اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین

۲۷ قوم ثمود کے جرم تکذیب کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور قوم ثمود نے بھی جھٹلایا خبردار کرنے والوں کو۔ انہوں نے تکذیب تو اگرچہ صرف حضرت صالح علیہ السلام کی تھی، جن کو ان کی طرف مبعوث فرمایا گیا تھا لیکن سب انبیاء کرام کی دعوت چونکہ ایک ہی ہوتی ہے اور اصول دین میں ان سب حضرات کا اتحاد و اتفاق ہوتا ہے اس لئے ایک کی تکذیب دراصل ان سب ہی کی تکذیب ہوتی ہے اس لئے ایسے موقع پر عموماً جمع کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے، سو حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام اصول دین کے اعتبار سے آپس میں ایک ہوتے ہیں جیسا کہ متفق علیہ حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہوتے ہیں علاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی تشریح میں خود فرمایا کہ ان کی مائیں الگ الگ ہوتی ہیں لیکن دین ایک ہی ہوتا ہے یعنی ان کی شریعتیں مختلف ہوتی ہیں مگر اصل دین ایک ہی ہوتا ہے یعنی اسلام۔ جو کہ دین فطرت ہے، اور جو اس پوری کائنات کا دین ہے، بہر کیف اس سے اس حقیقت کو بیان اور واضح فرما دیا گیا۔ ایک پیغمبر کی تکذیب و انکار سب کی تکذیب ہوتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ وضلال جل وعلا

اِلٰهِی ! اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَۃً، فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ، وَحُقُوْقًا کَثِیْرَۃً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ، اَللّٰهُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِیْ،
وَمَا کَانَ لِخَلْقِکَ مِنْهَا فَتَحَمَّلْهُ عَنِّیْ، بِمَحْضِ مَنِّکَ
وَکَرَمِکَ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،
یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ، وَّهُوَ یُجِیْرُ
وَلَایُجَارُ عَلَیْهِ، وَهُوَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ
النَّصِیْرُ، وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ،
وَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ

ایک بشر کی پیروی کرنے لگ جائیں؟ ایسی صورت میں تو ہم یقیناً بڑی گمراہی اور دیوانگی میں پڑے ہوں گے، و۲۸ ﴿۲۴﴾ کیا ہم

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾

سب میں سے بس اسی پر خدا کا ذکر اتارا جانا تھا؟ و۲۹ نہیں، بلکہ یہ تو پرلے درجے کا ایک جھوٹا اور شیخی باز شخص ہے، ﴿۲۵﴾

سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا

(ادھر صالح سے کہا گیا کہ) کل ان کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے پرلے درجے کا جھوٹا شیخی باز، و۳۰ ﴿۲۶﴾ ہم اس

۲۸ منکرین کا بشریتِ پیغمبرؑ کی بنا پر حق کا انکار، والعیاذُ باللہ: سو اس سے منکرین کے بشریتِ پیغمبر پر استعجاب واچنبھے اور اس بنا پر ان کے انکارِ حق کے جرم کا ذکر فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے ہی میں کے ایک بشر کی پیروی کرنے لگ جائیں؟۔ ایسی صورت میں تو ہم یقیناً بڑی گمراہی اور دیوانگی میں پڑے ہونگے، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا۔ کہ ہم اپنے ہی اندر کے ایک بشر کی پیروی کرنے لگیں، یہ ایک انہونی بات ہے کہ ہم ہی میں سے ایک شخص پیغمبر بن جائے، اور ہم اس کی پیروی کرنے لگیں، بالفاظ دیگر ان کے نزدیک نبوت اور بشریت میں باہم منافات تھی، کہ یہ دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی تھیں، اور یہی غلط فہمی آج بھی پائی جاتی ہے اور بہت سے کلمہ گوؤں (نام کے مسلمانوں) میں پائی جاتی ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں اس وقت کے ان لوگوں نے ان حضرات کی بشریت کو دیکھتے ہوئے ان کی نبوت ورسالت کا انکار کیا، اور دور حاضر کے جہالت کے مارے برخود غلط یہ لوگ نبوت ورسالت کو مان کر ان حضرات انبیاء ورسل کی بشریت کا انکار کرتے ہیں، جبکہ امر واقع اور اصل حقیقت وہ ہے جسے نصوص قرآن وسنت میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے نکھار کر اور کھول کر بیان فرمایا گیا ہے، کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں یہ دونوں وصف بیک وقت جمع ہوتے ہیں، اور بتمام وکمال جمع ہوتے ہیں، سو اپنی اصل اور ذات کے اعتبار سے تو یہ مقدس ہستیاں انسان اور بشر ہی ہوتی ہیں، مگر نبوت ورسالت کے شرف سے مشرف فرما کر اللہ پاک ان کو تمام مخلوق میں سب سے بڑا مرتبہ عطا فرما دیتے ہیں، اور اسی حقیقت کا اقرار واظہار ہر مسلمان اپنے کلمے میں عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کے الفاظ سے کرتا ہے، مگر جہالت اور عناد وہٹ دھرمی کا برا ہو کہ اس کی وجہ سے اہلِ زیغ وضلال کے لئے یہ سیدھی سادھی حقیقت سمجھنا مشکل ہو رہی ہے، اور وہ اس بناء پر ان صاف وصریح نصوص میں طرح طرح کی تاویلات اور تحریفات سے کام لیتے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ قومِ ثمود نے اپنے پیغمبر کی بشریت پر تعجب واچنبھے کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر ہم نے اپنے ہی اندر کے ایک بشر کی پیروی کی تو یقیناً ہم لوگ بڑی گمراہی اور سخت جنون اور دیوانگی میں گرفتار ہوگئے۔ سو اس بناء پر انہوں نے دعوت حق کو ماننے اور قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بالآخر وہ "فی النار و السقر" ہو کر اپنے آخری اور انتہائی ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکلِ حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ مِنَ المواطن فی الحیاۃ،

۲۹ منکرین کی طرف سے پیغمبرؑ کی تکذیب وتوہین۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰه : سواس سے منکرین کے بشریت پیغمبر کی بنا پر قبول حق سے انکار اور پیغمبر کی تکذیب وتوہین کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اس بارہ ارشاد فرمایا گیا کہ بشریت پیغمبر کی بنا پر قبولِ حق سے انکار کرتے ہوئے ان بدبختوں نے کہا کہ کیا ہم میں سے بس انہی پر یہ ذکر اتارا جانا تھا؟۔ جب کہ ہمارے درمیان دنیاوی جاہ وجلال اور مال ومنال کے اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ کر لوگ موجود ہیں' تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان سب کو چھوڑ کر انہی کو اسی غرض کے لئے چن لیا گیا۔ سوایسے نہیں بلکہ یہ شخص پرلے درجے کا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ۔ یہاں سے ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ دنیاداروں کے لئے دنیاوی مال ودولت نور حق سے محرومی کا باعث بن جاتا ہے۔ ''اِلَّا مَنْ عَصَمه اللّٰهِ''۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیاوی مال ودولت کا مل جانا حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا جن لوگوں کو دنیاوی مال ودولت حاصل ہے وہ ٹھیک ہیں ورنہ ان کو یہ سب کچھ کیوں ملتا؟ سو یہ دنیاوی دولت کا سب سے زیادہ خطرناک پہلو ہے' کہ اس کی بناء پر مست ہو کر انسان حق اور ہدایت کی دولت سے مزید دور اور اس سے محروم ہوتا جاتا ہے' جو کہ سب سے بڑا خسارہ ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ، بہرکیف ان لوگوں کا کہنا تھا کہ اول تو یہی بات ایک عجیب بات ہے کہ کسی بشر کو اور ہم میں سے کسی بشر کو رسول بنایا جائے اور پھر مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کے لیے چنا بھی ایسے شخص کو گیا ہے' جس کی ہمارے معاشرے میں اور ہمارے بڑے سرداروں کے سامنے دنیاوی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں، کیا اس منصب کیلئے ہمارے بڑوں اور سرداروں کو چھوڑ کر اسی شخص کو چنا جانا تھا' اور اللہ کی طرف سے وحی اور ہدایت کی دولت کو انہی پر اتارا جانا تھا؟ اور ہم لوگ جو جدی پشتی سردار اور پیشوا چلے آئے ہیں ہم میں سے کوئی بھی اس کا اہل نہیں تھا؟ سو ایسی کوئی بات نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایک جھوٹا اور شیخی باز شخص ہے جو اس طرح کا دعویٰ کر کے ہم پر اپنی دھونس جماتا اور اپنی برتری کا سکہ بٹھانا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی بات کو ماننے والے نہیں سو اس طرح وہ ہمیشہ کی محرومی میں مبتلا ہو گئے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلاَ

۳۰ منکرین کا معاملہ ان کے انجام کی حوالے : سو منکرین کی اس کافرانہ اور معاندانہ بات کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برسر موقع ارشاد فرمایا گیا کہ عنقریب ان کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے بڑا جھوٹا شیخی باز۔ یعنی کل عذاب آنے پر جب اصل حقیقت کھل کر سب کے سامنے آجائے گی تو اس وقت پھر سب دیکھ لیں گے اور خود ان کو بھی سب کچھ خود معلوم ہو جائے گا' جب کہ ان کی یاس وحسرت کی کوئی حد وانتہاء نہ رہے گی' مگر اس سے ان کو اس وقت کوئی فائدہ بہرحال نہیں ہو گا سوائے دکھ اور صدمے میں اضافے کے' وَالْعِیَاذُ بِاللّٰه ، سو اب یہ لوگ جو بکواس کرنا چاہتے ہیں کر لیں' فیصلے کی گھڑی قریب ہے تب ان کو خود اچھی طرح معلوم ہو جائے گا اور دنیا بھی کھلی آنکھوں دیکھ لے گی کہ جھوٹا اور شیخی باز کون تھا؟ سو یہ ایسے منکرین اور معاندین کو آخری جواب ہے جو حق بات سننے ماننے کو تیار نہیں ہوتے کہ ان کا معاملہ ان کے انجام کے حوالے کر دیا جائے۔ وقت آنے پر ان کو خود معلوم ہو جائے گا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰه جَلَّ وَعَلاَ، مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّ ضَلاَلٍ ،وَسُوْءٍ وَّانْحِرَافٍ، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ ،وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیٰوۃِ ،وَلَکَ الْحَمْدُ، یَارَبِّیْ حَتّٰی تَرْضٰی ،وَلَکَ الْحَمْدُ بَعْدَ الرِّضَاءِ ،اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ ،وَاَنْتَ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ ،وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ،لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ وَلَامَعْبُوْدَ بِحَقٍّ سِوَاکَ ،یَاذَاالْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامِ،

النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ
اونٹنی کو ان کے لئے آزمائش بنا کر بھیج رہے ہیں، پس آپ انتظار کریں، اور صبر ہی سے کام لیتے رہیں، ۳۱ ﴿۲۷﴾ اور انہیں بتا دیں
اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا
کہ پانی ان کے (اور اس اونٹنی کے) درمیان تقسیم کر دیا گیا ہے، ہر ایک اپنی باری پر آیا کرے، ۳۲ ﴿۲۸﴾ پھر انہوں نے پکارا
صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ
اپنے ساتھی کو، ۳۳ تو اس نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا، ۳۴ ﴿۲۹﴾ پھر (دیکھ لو) کیسا تھا میرا عذاب اور
نُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا
میرا خبردار کرنا، ﴿۳۰﴾ بیشک ہم نے ان پر ایک ایسی ہولناک آواز بھیجی کہ اس کے نتیجے میں وہ سب کے سب باڑ والے

۳۱ **قوم ثمود کے عذاب کیلئے تمہید کا ذکر و بیان:** سو اس بدبخت قوم کی عذاب کی تمہید اور اسکے آغاز کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ان کیلئے اس اونٹنی کو آزمائش کا سامان بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ تاکہ دیکھیں ہم کہ یہ لوگ ایمان و اطاعت کی راہ اختیار کرتے ہیں، یا کفر و تکذیب پر ہی اڑتے رہتے ہیں، (المراغی) سو وہ اس ابتلاء و آزمائش میں ناکام ہوئے اور بری طرح ناکام ہوئے اور بالآخر دائمی عذاب میں مبتلا ہو کر رہے، والعیاذ باللہ سو یہ اسی عذاب کی تمہید ہے جو اس بدبخت قوم کی سرکشی کی بناء پر ان کیلئے مقدر ہو گیا تھا اور جس کی طرف اوپر کی آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ایک خاص اونٹنی کو ان کیلئے سامان آزمائش بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ پس آپ ان پر نگاہ رکھو اور صبر کے ساتھ ان کے حالات دیکھتے جاؤ کہ یہ لوگ اس اونٹنی کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۳۲ **ناقہ عِصالح سے متعلق آزمائش کا ذکر و بیان:** سو پیغمبر کو حکم و ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ان کو آگاہ اور خبردار کر دو کہ ان کیلئے پانی کی باری مقرر کر دی گئی۔ پس اونٹنی اپنی باری پر پانی پیئے، اور یہ لوگ اپنی باری پر، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ o (الشعراء:۱۵۵پ۱۹) پس اس کے حصے میں دخل نہ دینا، ہر ایک کو اپنی باری پر حاضر ہونا ہو گا اور جو باری اونٹنی کیلئے مقرر کی گئی ہے، اسمیں کوئی دخل نہ دے اور اگر اونٹنی کو گزند پہنچایا گیا تو یہ عذاب کا پیش خیمہ ہو گا۔ والعیاذ باللہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کیلئے یہ امتحان اسلئے مقرر فرمایا گیا کہ تاکہ اس طرح ان کے اندر کا سارا کھوٹ باہر آ جائے اور یہ بات آشکارا ہو جائے کہ ان کی سرکشی کا پارا کتنا چڑھ چکا ہے اسکے بعد ان کا جرم و قصور اس قدر آشکار ہو جائے گا کہ اور اسکے بعد ان کیلئے کسی عذر کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ و ضلال سے ہمیشہ اور ہر طرح سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین

۳۳ **قوم ثمود کے اپنے شقی اور بدبخت سردار کو پکارنے کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان لوگوں نے حضرت

صالح علیہ السلام کی تنبیہات کی پروا کیے بغیر اپنے ساتھی کو پکارا اور اس سے فریاد کی۔ جس کا نام قدار بن سالف تھا اور جو اس قوم کا سب سے بڑا بد بخت انسان تھا' جیسا کہ دوسرے مقام فرمایا گیا۔ اِذِ انۡبَعَثَ اَشۡقٰهَا کہ اس نے اس اونٹنی کو ہلاک کیا' جس کے نتیجے میں اس بد بخت قوم پر وہ آخری عذاب آیا' جس نے ہمیشہ کیلئے اسکا نام ونشان مٹا کر رکھ دیا، والعیاذ باللہ العظیم سو ان لوگوں نے حضرت صالح کی بات کی پرواہ نہ کی' اور سمجھا کہ یہ محض انکی دھونس دھمکی ہے' چنانچہ انہوں نے اپنے سردار سے فریاد کی وہ بد بخت لپکا' اور اس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں' اور اس طرح اس شخص نے اپنی قوم کیلئے عذاب کی دعوت دے ڈالی اور وہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۳۲ عذابِ الٰہی کو دعوت۔ والعیاذُ باللہ : سو اس سے قومِ ثمود کے سردار کی طرف سے عذاب الٰہی کو دعوت دینے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ قوم کی دعوت وفریاد پر وہ شخص بڑی بہادری دکھاتے ہوئے آگے بڑھا اور اس نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا۔ تلوار مار کر اسکے پاؤں کاٹ ڈالے جس سے وہ گر گئی' اور بالآخر مر گئی' اور اس بد بخت قوم کی شامت آکر رہی' اور یہ ہمیشہ کیلئے صفحۂ ہستی سے مٹ گئی' والعیاذُ باللہ اہل لغت کہتے ہیں کہ تعاطی کے معنی پنجوں پر کھڑے ہو کر کسی کام کیلئے اقدام کرنے کے آتے ہیں' سو اس شخص نے اپنے زعم اور گھمنڈ میں بڑی بہادری دکھائی' اور اپنے خیال کے مطابق بڑا اجرات مندانہ قدم اٹھایا' مگر اس کو نہیں پتہ تھا کہ اس طرح وہ اپنی پوری قوم کیلئے دائمی ہلاکت اور تباہی کا سامان کر رہا ہے' سو اس کی یہ جسارت اس کی پوری قوم کو لے ڈوبی' اور وہ بد بخت قوم جس نے اپنے کبر وغرور میں مبتلا ہو کر اور اپنی شقاوت و بد بختی کی بناء پر پیغمبر کی دعوت کو قبول کرنے کی بجائے الٹا ان کو (کَذَّاب) اور (اَشِر) قرار دیا اور ان کی ناصحانہ تنبیہات کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے سرکش و بد بخت سردار کو بلایا اور اس کے آگے فریاد کی۔ سو وہ بد بخت قوم اپنے اس بد بخت قائد کے کرتوت کے نتیجے میں اور اس کی سربراہی میں ہمیشہ ہمیش کیلئے ''فی النار و السقر'' ہوگئی۔ اور یہی نتیجہ وانجام ہوتا ہے کبر وغرور اور انکار و تکذیب حق کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے' آمین ثم آمین۔

اَللّٰهُمَّ!

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ، وَتُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ،

یَامَنۡ بِیَدِهٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّهُوَ یُجِیۡرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیۡهِ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی

وَاِیَّاهُ اَسۡأَلُ الۡقَبُوۡلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِیۡدًا مِّنَ التَّوۡفِیۡقِ

لِتَکۡمِیۡلِ مَا بَقِیَ مِنَ التَّفۡسِیۡرِ

كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ

کی روندی ہوئی باڑ کی طرح چورا بن کر رہ گئے' ف۳۵ ﴿۳۱﴾ اور بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا اس قرآن (عظیم) کو نصیحت کے لئے'

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾

تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ ﴿۳۲﴾ قوم لوط نے بھی جھٹلایا خبردار کرنے والوں کو ف۳۶ ﴿۳۳﴾

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ

بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ایسی ہولناک ہوا بھیجی، ف۳۷ جس نے ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا بجز آل لوط کے' ف۳۸ کہ ان کو

بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ

ہم نے بچا لیا رات کے پچھلے حصے میں' ف۳۹ ﴿۳۴﴾ محض اپنی مہربانی سے' اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں ہر اس شخص کو جو شکر کرتا ہے' ف۴۰ ﴿۳۵﴾ اور

شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾

بلاشبہ لوط نے ان لوگوں کو خبردار کر دیا تھا ہماری پکڑ سے' مگر وہ لوگ جھگڑے ہی کرتے رہے ہماری تنبیہات کے بارے میں' ف۴۱ ﴿۳۶﴾

۳۵ قوم ثمود کے ہولناک انجام کی تصویر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار وہ سب لوگ روندی ہوئی باڑھ کا چورا بن کر رہ گئے اور ایسے ہو گئے گویا کہ وہ مدتوں سے مرے پڑے تھے جس طرح کہ باڑ والے کی باڑ کا پرانا اور روندھا ہوا چورا پڑا ہوتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم، (مُحتَظر) باڑھ بنانے والے کو کہتے ہیں' چرواہے عام طور پر میدانوں میں اپنے گلوں کی حفاظت کے لئے جھاڑ جھنکار کی باڑھ بنا لیتے ہیں' جن کے اندر وہ رات کے وقت اپنے گلوں کو محفوظ کر لیتے ہیں' اس قسم کی باڑھ کچھ عرصہ بعد بارش، ہوا اور جانوروں کے روندنے سے ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے' اسی کو عربی زبان میں ہشیم کہا جاتا ہے' سو یہ ان لوگوں کی تباہی اور بربادی کی تمثیل و تصویر ہے جس کو ان لفظوں سے یہاں پیش فرمایا گیا ہے کہ ان کے عذاب نے ان کو اس طرح باڑھ کے چورے کی طرح ڈھیر کر دیا تھا، سو یہ ہوتا ہے نتیجہ و انجام ان لوگوں کا جو دعوت حق کو ماننے اور قبول کرنے کی بجائے اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین۔ جل و علا

۳۶ قوم لوط کے حالِ بد کا تذکرہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ قوم لوط نے بھی جھٹلایا خبردار کرنے والوں کو۔ جس کے نتیجے میں آخر کار وہ لوگ بھی اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس معلوم ہوا کہ حق اور اہلِ حق کی تکذیب اور ان کی توہین دراصل تباہی اور فساد کی جڑ بنیاد ہے' اور اس کے بالمقابل امن و سلامتی کی راہ یہی ہے کہ ان کی دعوت پر لبیک کہا جائے اور ان کی تعلیمات کو صدق دل سے تسلیم کر کے ان کے مطابق اپنی زندگی کی راہیں استوار کی جائیں' اور اب وحی سماوی کا یہ نور صرف رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں اور قرآن و سنت کی شکل میں موجود ہے اور بس۔ سو اب نجات صرف اسی اتباع اور پیروی میں ہے پس

جولوگ اس دین حق کے منکر اور اسکے مکذب ودشمن ہیں وہ یقیناً اور بہرحال ہلاکت وتباہی کی راہ پر گامزن ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم،

۳۷ قوم لوط کے ہولناک انجام کا ذکر وبیان: سوارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار ہم نے بھیج دی ان پر کنکر پتھر برسانے والی ایک ہولناک آندھی۔ حاصب دراصل حصباء سے مشتق وماخوذ ہے، جس کے معنی کنکری کے آتے ہیں اس لئے حاصب کے معنی ہوئے کنکر اور پتھر برسانے والی ہوا، سواس ہوا کو ہم نے ان پراس وقت تک مسلط رکھا جب تک کہ یہ بالکل تباہ ہو کر ہمیشہ کے لئے مٹ نہیں گئے، اور اس طرح یہ لوگ داستان عبرت اور قصہء پارینہ بن کر رہ گئے، اور یہی نتیجہ ہوتا ہے حضرات انبیاء کرام ورسل عظام کے ذریعے ملنے والی دعوت حق وہدایت کی تکذیب اور اس سے اعراض وروگردانی کا، پس ایسوں کو جتنی بھی مہلت ملے آخر کار ان کے لئے تباہی ہی مقدر ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین۔

۳۸ آلِ لوط کی نجات کا ذکر وبیان: سوارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہولناک ہوا بھیج دی بجز لوط کے متعلقین کے۔ یعنی جو ایمان لا چکے تھے کہ وہ بچ گئے، پس بچنے کا ذریعہ صرف ایمان واطاعت ہے، اسکے بغیر تباہی ہی تباہی ہے، والعیاذ باللہ العزیز بہرکیف آل لوط اس ہولناک انجام سے محفوظ رہے اور آل کے مفہوم میں کسی کی صرف صلبی اولاد ہی شامل نہیں ہوتی، بلکہ اس میں اسکی معنوی اولاد بھی داخل ہوتی ہے، یعنی اسکے اتباع وپیروکار بھی، جیسا کہ حضرات اہل علم نے اسکی تصریح کی ہے، سو نجات کی راہ پیغمبر پر ایمان اور اسکی سچی اطاعت واتباع ہی سے وابستہ ہے۔ سو جو لوگ حضرتِ لوط علیہ السلام پر صدقِ دل سے ایمان لائے وہ اس ہولناک انجام سے محفوظ رہے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت فرمائی گئی کہ رات کے پچھلے حصے میں وہاں سے نکل جائیں۔ سو وہ نکل گئے۔ اسکے بعد باقیوں کو جن میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی تھی ان سب پر عذاب کا کوڑا برسا دیا گیا جس سے وہ سب ہمیشہ ہمیش کیلئے "فی النار و السقر" ہوگئے اور اپنے آخری اور انتہائی ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ اور اس طور پر کہ اس سے بچنے اور نکلنے کی پھر کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ رہی اور یہی ہے سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک ضلالت۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۳۹ حضرتِ لوط علیہ السلام کا حاجت روا ومشکل کشا بھی اللہ تعالیٰ ہی: سواس سے واضح فرما دیا گیا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی آل کے حاجت روا ومشکل کشا بھی اللہ ہی تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ہی نے نجات دی لوط اور ان کے پیروکاروں کو رات کے پچھلے حصے میں۔ پس مشکل کشائی، وحاجت روائی، اور انبیاء ومرسلین تک کی مشکل کشائی وحاجت روائی بھی اللہ تعالیٰ ہمارا اور صرف اللہ تعالیٰ اور صرف ہمارا ہی کام اور ہماری ہی شان ہے، تو پھر اور کون ہوسکتا ہے جو حاجت روا ومشکل کشا ہوسکے؟ سو اللہ وحدہ لاشریک کے سوا، اس کی مخلوق میں سے کسی بھی ہستی کو خرق عادت کے طور پر حاجت روا ومشکل کشا قرار دے کر اس کو پوجنا پکارنا کھلا شرک اور سراسر ظلم ہے، والعیاذُ باللہ العظیم، بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ہی نے نجات دی لوط کو اور ان سے تعلق رکھنے والوں کو، سو حضرت لوط علیہ السلام اور انکے متعلقین کا حاجت روا ومشکل کشا بھی اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس حاجت روا ومشکل کشا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کی اس صفت وشان میں دوسرا کوئی بھی

اس کا شریک و سہیم نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ پس بڑے ہی غلط کار اور انتہائی خسارے میں ہیں وہ لوگ جو اس کی مخلوق میں سے مختلف ہستیوں کو اپنا حاجت روا و مشکل کشا قرار دے کر پُوجتے پکارتے ہیں، والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال، جل و علا

۴۰ شکرِ خداوندی ذریعۂ نجات وعنایتِ خداوندی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم ہر اس شخص کو جو شکر کرتا ہے۔ یعنی جس طرح ہم نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں پر یہ انعام کیا اسی طرح ہم ہر اس شخص پر انعام کرتے ہیں جو ایمان واطاعت کے ذریعے ہمارا بن کر رہتا ہے' اور ہمارا شکر بجالاتا ہے، معلوم ہوا کہ شکرِ نعمت نجات اور بچاؤ کا ذریعہ اور سبب ہے' جبکہ کفرانِ نعمت ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ، والعیاذُ باللہ العظیم، سو اس ارشاد میں حضرت لوط علیہ السلام کی غیر معمولی صفت شکر کی داد دی گئی ہے اور اس امر کا اظہار واعلان بھی فرما دیا گیا کہ جو بھی کوئی اس کا شکر گزار ہو گا وہ اس انعام واحسان کا حقدار ہو گا' سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت حضرت لوط علیہ السلام ہی کیلئے خاص نہیں تھی بلکہ اس کے بعد اور آج بھی جو لوگ اس واہبِ مطلق جل وعلا کا شکر ادا کریں گے وہ بھی اس کی عنایت خاص سے سرفراز ہونگے کہ الفاظ وکلمات کا عموم ان سب کو شامل ہے اور اس کا دامن رحمت بھی بہت وسیع ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید وعلی مایحب ویرید

۴۱ انکار وتکذیبِ حق باعثِ ہلاکت وتباہی۔ والعیاذُ باللہ العظیم: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے انذار کی تکذیب اور اس میں جھگڑنا باعثِ ہلاکت وتباہی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو باز آنے اور سبق لینے کی بجائے وہ لوگ الٹے ہماری ان تنبیہات کے بارے ہی میں شک میں پڑ گئے اور جھگڑنے لگے' اور اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور اپنے مرض میں وہ لوگ اور پکے ہو گئے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اللہ تعالیٰ کے انذار کی تکذیب اور اس کے بارہ میں جھگڑنا' اور حجت بازی سے کام لینا باعث ہلاکت اور موجب تباہی ہے' والعیاذُ باللہ۔ بہر کیف ان لوگوں کے اوپر نزول عذاب کے سبب کے بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی اور عناد کے نتیجے میں اس عذاب کے مستحق ٹھہرے اللہ کے رسول نے ان کو ہر پہلو سے اچھی طرح آگاہ کر دیا تھا تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لیں، اور اس ہولناک انجام سے بچ جائیں اور ان کو خبردار کر دیا تھا کہ اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو وہ خدا کی پکڑ میں آجائیں گے اور اللہ کی پکڑ سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ مگر ان لوگوں نے مان کے نہ دیا الٹا وہ ہر تنبیہ میں حجتیں ہی نکالتے رہے یہاں تک کہ وہ اپنے آخری اور انتہائی ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔

اَللّٰھُمَّ !

اجْعَلْنَا كَمَا يَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ، فَاِنَّكَ اَنْتَ تُجِيْبُ عَبْدَكَ اِذَا دَعَاكَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ، اٰمِرًا عِبَادَكَ وَمُرْشِدًا اِيَّاهُمْ "اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"

وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا

اور انہوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کے بارہ میں مطالبہ شروع کر دیا ف۴۲ تو آخر کار ہم نے مونده کر رکھ دیا ان کی آنکھوں کو ف۴۳

عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ

(اور ان سے کہا گیا کہ لو اب) چکھو تم لوگ مزہ میرے عذاب کا، اور میرے ڈرانے کا ﴿۳۷﴾ اور ان کو صبح سویرے ہی آ لیا ایک ہولناک

مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا

دائمی عذاب نے ف۴۴ ﴿۳۸﴾ پس اب چکھو تم لوگ مزہ میرے عذاب کا اور میرے خبردار کرنے کا ﴿۳۹﴾ اور بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا اس قرآن

الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ ع وَلَقَدْ

(حکیم) کو نصیحت کے لئے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ ف۴۵ ﴿۴۰﴾ اور بلاشبہ فرعون والوں کے پاس بھی پہنچ گئے خبردار کرنے ع ۱۸

۴۲ قوم لوط کی بدبختی کی انتہاء، والعیاذ باللہ: سو اس ارشاد سے ان لوگوں کی بدبختی کی انتہاء کو آشکارا فرما دیا گیا جس کے بعد اللہ کا عذاب ان پر آ دھمکا۔ اور رسول کی تنبیہات پر کان دھرنا اور اپنی اس بے حیائی سے باز آنا تو الگ رہا الٹا وہ لوگ اپنی بدبختی اور دیدہ دلیری میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے حضرت لوط سے انکے مہمانوں کے بارے میں مطالبہ شروع کر دیا۔ کہ وہ ان کو انکے حوالے کر دیں تا کہ وہ ان سے اپنی غرض خبیث پوری کر سکیں، کہ وہ فرشتے جو در اصل انکے عذاب کیلئے بھیجے گئے تھے خوبصورت مرد نوجوانوں کی شکل میں ان کے پاس آئے تھے تا کہ ان لوگوں کا خبثِ باطن عین موقع پر کھل کر سامنے آ جائے اور ان کا حال ان مجرموں کا سا ہو جائے جن کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جاتا ہے، جس کے بعد ان کیلئے کسی عذر و معذرت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، والعیاذ باللہ العظیم، سو یہ اس بدبخت قوم کی بدبختی کی انتہاء تھی جس سے انہوں نے گویا اپنے آخری انجام کے وثیقے پر خود دستخط کر دیے تھے اور انہوں نے اپنے جینے کے حق کو ختم کر دیا تھا۔ والعیاذ باللہ، من کل زیغ وضلال، وسوءٍ و انحراف۔ وھو الهادی الی سواء السبیل،

۴۳ انکارِ حق کا نتیجہ و انجام اندھا پن اور ہلاکت و تباہی، والعیاذ باللہ: سو اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ انکار و تکذیب حق کا نتیجہ انجام ہولناک اندھاپا اور ہلاکت و تباہی ہے چنانچہ یہاں پر اس بدبخت قوم کے آخری اور انتہائی ہولناک انجام کے آغاز کے ذکر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے مونده کر رکھ دیا ان کی آنکھوں کو۔ یعنی جب ان لوگوں کی شرانگیزی اس انتہاء کو پہنچ گئی، اور حضرت لوط علیہ السلام کا دل بہت تنگ ہو گیا تو حضرت جبریل نے ان لوگوں پر یک پر اس طرح مارا کہ ان سب کی آنکھیں مٹ گئیں، اور اس طرح مٹ گئیں کہ ان کے نشان بھی ختم ہو گئے، اور ان کو کہیں کا راستہ نہیں مل رہا تھا، تب یہ بدبخت کہنے لگے او ہو وہ لوط نے تو ہم پر جادو کر دیا، والعیاذ باللہ (ابن کثیر، خازن، مدارک وغیرہ) سو ان بدبختوں کو اس وقت بھی بات سمجھ نہ آئی اور وہ عبرت پکڑنے کی بجائے الٹا اس کو حضرت لوط علیہ السلام کا جادو کہنے لگے، اور یہی نتیجہ ہوتا ہے مت ماری کا، والعیاذ باللہ۔

سو جو لوگ نور حق و ہدایت سے منہ موڑ کر اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کر اس طرح اندھے اور بہرے بن جاتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق اسی طرح اندھا اور بہرہ کر دیا جاتا ہے جس کے بعد وہ اپنے آخری اور ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہتے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّ ضَلَالٍ، وَمِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَّ انْحِرَاف، وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ الصِّرَاط

۴۴ **قومِ لوط کے عذاب اور اس کے وقت کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ صبح ہوتے ہی آ پکڑا ان لوگوں کو بڑے ہولناک دائمی عذاب نے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور دائمی اسلئے کہ دنیا کا یہ عذاب برزخی اور پھر اخروی عذاب کے ساتھ مل گیا' جو کہ ہمیشہ رہنے والا ہے' سو وہ ایسے عذاب میں مبتلا ہوئے کہ اب ان کیلئے اس سے نکلنے اور بچنے کی پھر کوئی صورت ہی ممکن نہیں رہی تھی' سو کتنا ہولناک انجام ہوتا ہے تکذیب حق اور کفر انکار کا' وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ عربوں کے یہاں حملہ اور غارت گری کا وقت بالعموم صبح ہی کا وقت ہوتا تھا' اسی بناء پر صبح کا لفظ اس معنی کیلئے آنے لگا' سو حضرت لوط علیہ السلام جیسا کہ اوپر گزرا اپنے متعلقین سمیت سحری کے وقت اس بستی سے نکل گئے اور ان لوگوں پر عذاب طلوع فجر کے بعد آیا' سو حضرت لوط علیہ السلام کے اس بستی سے نکلنے کے بعد ان کی قوم پر اس عذاب کے آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ حضرت لوط علیہ السلام عذاب کے علاقے سے باہر نکل گئے' اور پیچھے وہی بدبخت رہ گئے جو لقمۂ عذاب اور دوزخ کا ایندھن بننے والے تھے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَھُوَیُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ علیہ،

۴۵ **درسِ عبرت لینے کی تعلیم و ترغیب:** سو لوگوں کے دلوں کو جھنجوڑنے اور ان کو درسِ عبرت لینے کی ترغیب کے طور پر رحمتوں اور شفقتوں بھرے انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنیوالا؟ اس آیت کریمہ کو ان چاروں قصوں میں سے ہر ایک کے ساتھ دوہرایا گیا کہ ان میں سے ہر ایک میں پند و نصیحت کا ایک مستقل اور کافی و وافی سامان ہے' مگر اس کے لئے جو نصیحت قبول کرنا اور سبق لینا چاہتا ہو۔ پس تاریخ کو محض قصہ گوئی کیلئے نہیں، عبرت اور سبق آموزی کے لئے پڑھنا چاہیے، مگر افسوس کہ آج کے تاریخ دانوں سے عبرت پذیری کا یہی گوہر مقصود غائب اور نایاب ہے۔ الا مَاشَاءَ اللّٰہُ سبحانہ وتعالٰی۔ بہرکیف اس قصے میں اور اسی طرح دوسرے تمام قصوں میں یہ اہم اور بنیادی درس پایا جاتا ہے کہ کفار و منکرین کو دنیا میں مہلت جتنی بھی ملے ان کا انجام بہر حال ہولناک تباہی اور دائمی عذاب ہے کہ یہی تقاضا ہے اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل و انصاف اور اسکی رحمت و عنایت کا، سبحانہٗ و تعالیٰ فَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق لِمَا یُحِبُّ وَ یُرِیْد، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَ یُرِیْد، وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْل، فَعَلَیْہِ نَتَوَکَّلُ وَبِہٖ نَسْتَعِیْن،

اَللّٰھُمَّ! اجْعَلْنَا کَمَا یَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا یَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ، فَاِنَّکَ اَنْتَ تُجِیْبُ عَبْدَکَ اِذَا دَعَاکَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ، اٰمِرًا عِبَادَکَ وَمُرْشِدًا اِیَّاھُمْ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"

جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا

کے طرح طرح کے سامان ﴿۴۱﴾ مگر انہوں نے جھٹلا دیا (پوری ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ) ہماری سب نشانیوں کو ۴۶ سو

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ

آخر کار ہم نے ان کو پکڑا ایک بڑے ہی زبردست قدرت والے کا پکڑنا ۴۷ ﴿۴۲﴾ کیا تمہارے کفار بہتر ہیں ان لوگوں سے

اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

(اے دور حاضر کے منکرو اور ان کے ہم مشربو!) یا تمہارے لئے کوئی (معافی اور) براءت لکھی ہے آسمانی کتابوں میں؟ ۴۸ ﴿۴۳﴾ کیا

نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم لوگ ایک بھاری جتھا ہیں جو غالب ہی رہے گا؟ ۴۹ ﴿۴۴﴾ عنقریب ہی شکست کھائے گا ان کا یہ جتھا، اور ان کو

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾

بھاگنا ہوگا اپنی پیٹھیں پھیر کر ۵۰ ﴿۴۵﴾ (اور اسی پر بس نہیں) بلکہ ان کا اصل وعدہ تو قیامت ہے اور قیامت کی وہ گھڑی انتہائی ہولناک اور بڑی

۴۶ فرعونیوں کے جرم تکذیب وانکار کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ فرعونیوں کے پاس بھی تنبیہات آئیں مگر ان لوگوں نے بھی جھٹلایا ہماری سب نشانیوں کو۔ یعنی ان معجزات کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے تھے، جن کو اعراف وغیرہ میں تسع آیات سے تعبیر فرمایا گیا ہے، نہ کہ توراۃ کی آیات کہ وہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غرق فرعون کے بعد عطا فرمائی گئی تھیں، بہرکیف اس ارشاد سے فرعون اور اس کی قوم کے جرم اور ان کے انجام کی طرف بالاجمال اشارہ فرما دیا گیا کہ انہوں نے بھی جھٹلایا پیغام حق وہدایت کو، اور حضرت موسیٰ کے معجزات کو، جس کے نتیجے میں وہ بدبخت بھی ہمیشہ کیلئے مٹ مٹا کر انتہائی اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے، سو پیغام حق وہدایت کے انکار اور اس کی تکذیب کا نتیجہ وانجام بہر حال ہلاکت وتباہی ہے، والعیاذ باللہ، اور آل فرعون سے یہاں پر مراد جیسا کہ ظاہر ہے اس ملعون کی پوری قوم ہے۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ فرعونیوں کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے مختلف نشانیاں بھیجی گئیں جن کے ذریعے مصریوں کو قہر الٰہی سے خبردار کیا گیا تھا جن کی پوری تفصیل تورات میں موجود ہے اور قرآن حکیم میں بھی جابجا ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور وہ نشانیاں ایسی تھیں کہ ان میں سے ہر ایک نشانی آنکھوں کی پٹیاں کھولنے کے لیے کافی تھی لیکن فرعونیوں کے دل اتنے سخت ہو گئے تھے کہ ان پر ان کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اور تمام نشانیاں دیکھنے کے باوجود وہ لوگ اندھے اور اوندھے کے اوندھے ہی رہے۔ والعیاذ باللہ من کل زیغ و ضلال،

۴۷ فرعونیوں کی ہولناک پکڑ کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار ہم نے ان کو پکڑا ایک بڑے ہی زبردست قدرت والے کا پکڑنا۔ جس کی پکڑ سے نہ کوئی بھاگ سکے، اور نہ کوئی پکڑا ہوا کسی طرح سے چھوٹ سکے۔ جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ وَ عَمَّتْ سَلْطَنَتُهٗ،

یعنی جب انہوں نے ہماری سب آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلایا اور کسی طرح مان کر نہ دیا' ان کی آنکھوں کی پٹیاں کسی بھی طرح نہ کھلیں اور وہ برابر اندھے کے اندھے اور اوندھے کے اوندھے ہی رہے، تو آخر کار تو ہم نے ان کو ایسے پکڑا جیسے ایک زبردست اور بے پناہ قدرت والا پکڑتا ہے' جس سے پھر ان کے چھوٹنے اور بچ نکلنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو سکی، والعیاذ باللہ العظیم سو یہی نتیجہ وانجام ہوتا ہے پیغام حق وہدایت کی تکذیب وانکار کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۲۸ منکرین کے قلب وضمیر پر ایک دستک کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور دور حاضر کے منکرین کو خطاب کر کے اور ان کے قلب وضمیر پر ایک دستک کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تمہارے کفار بہتر ہیں ان لوگوں سے؟ یا تمہارے لئے کوئی براءت لکھی ہے آسمانی کتابوں میں؟ یعنی ان گزشتہ قوموں سے جو اس سے پہلے مبتلائے عذاب ہو چکی ہیں۔ استفہام انکاری توبیخ وتقریع کیلئے ہے' کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ یعنی نہ تو یہ لوگ ان لوگوں سے بہتر ہیں اور نہ ہی ان کیلئے آسمانی صحیفوں میں کوئی براءت لکھی ہوئی ہے۔ اور جب ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تم لوگ آخر کس پر تکیہ کیے ہوئے ہو؟ اور کس کے سہارے اور آسرے پر تم اس طرح مست ومگن ہو؟ اور آخر ایسے کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کفر وانکار کی بناء پر ماضی کی ان مختلف قوموں کا یہ انجام اور یہ حشر ہوا تم اسی جرم کا ارتکاب کرتے رہنے کے باوجود اس نتیجہ وانجام سے بچ سکو جس سے ان کو دوچار ہونا پڑا؟ سو باز آجاؤ تم لوگ اپنی روش سے تاکہ تم بچ سکو اس برے انجام سے' جو کہ کفر وبغاوت اور شر وفساد کا لازمی نتیجہ اور طبعی تقاضا ہے' اور درس عبرت لو تم لوگ ماضی کی ان قوموں کی تاریخ سے' قبل اس سے کہ فرصت عمل تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور تم دوچار ہو جاؤ اسی انجام بد سے' جس سے وہ دوچار ہو چکے ہیں' کہ اللہ پاک سے کسی کی کوئی رشتہ داری نہیں ہے' اس کا قانون عدل وانصاف سب کیلئے ایک اور بے لاگ ہے' جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا، اَللّٰھُمَّ خُذْنَا بنوا صینا اِلٰی ما تُحِبُّ و تَرْضٰی من القول و العمل۔ بہرکیف اس میں قریش سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تمہارے کفار ان سے بہتر ہیں' یا تمہارے لیے آسمانی صحیفوں میں کوئی براءت نامہ لکھا ہوا ہے' کہ تم جو چاہو کرو تم سے کوئی پوچھ نہیں ہو گی۔ سو جب ایسی کوئی بھی بات نہیں' اور یقیناً نہیں' تو پھر تم لوگ آخر اس طرح نچنت اور بے فکر کیوں ہو؟ سو اس میں منکرین ومکذبین اور غفلت شعار لوگوں کے لیے قدرت کے قانون مکافات کا حوالہ اور اس کی تذکیر ہے تاکہ جس نے سنبھلنا ہو وہ سنبھل جائے نہیں تو اپنے آخری اور ہولناک انجام کیلئے تیار ہو جائے۔ والعیاذ باللہ۔ من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف

۲۹ منکرین کے ایک زعم باطل کی تردید: سو منکرین کو جو اپنی جمعیت وقوت اور کثرت پر زعم اور گھمنڈ تھا جس کی بناء پر وہ کسی تہدید ووعید کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اس پر ضرب کاری لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم ایک بھاری جتھہ ہیں جو غالب ہی رہے گا؟۔ یعنی ان کو اپنی قوت وکثرت کا گھمنڈ ہے' کہ اس کی بناء پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں غالب ہم ہی رہیں گے' ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا' تو واضح فرما دیا گیا کہ ان کا یہ زعم باطل اور بے بنیاد ہے' اللہ کے عذاب کے آگے کوئی نہیں ٹک سکتا' لیکن جو لوگ اس طرح کے زعم میں مبتلا ہوتے ہیں ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ان پر عذاب کدھر سے اور کس طرح آئے گا؟ یہاں تک کہ ان کو عذاب میں دھر لیا جاتا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم. سو اپنی ظاہری قوت وکثرت اور اپنے مادی

اور اپنے مادی ذرائع و وسائل پر بے جا اعتماد ایسے لوگوں کو اندھا اور اوندھا کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں وہ حق اور ہدایت اور انصاف و معقولیت کی کوئی بات سننے اور ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے جس کے نتیجے میں وہ آخر کار اپنے ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہتے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۵۰ منکرین و مستکبرین کیلئے تنبیہ وتہدید: سو اس سے مستکبرین و منکرین کو ان کے ہولناک انجام کے بارے میں تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ایسے منکرین کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ عنقریب ہی شکست کھائے گا ان کا یہ جتھا اور ان کو بھاگنا ہوگا پیٹھ دے کر۔ چنانچہ اس کے کچھ ہی بعد غزوۂ بدر میں ایسے ہی ہو کر رہا۔ سو یہ آیت کریمہ بھی آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔ کیونکہ یہ پشینگوئی مکہ مکرمہ میں اس وقت فرمائی جا رہی ہے جب کہ دور دور تک اس کے کوئی آثار دکھائی نہ دیتے تھے، بلکہ حالات یکسر اس کے خلاف اور بالکل برعکس تھے، مگر اس کے چند ہی سال بعد اس کو دنیا نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت میں نہ سمجھ سکا کہ یہ کب اور کیسے ہوگا، مگر اس کے بعد غزوۂ بدر کے موقع پر جب آنحضرت ﷺ کو میں نے زرہ پہنے یہی آیت کریمہ پڑھتے دیکھا تو مجھے اس کی حقیقت سمجھ آ گئی، اور اس کے بعد کفر شکست ہی کھاتا گیا، (روح، ابن کثیر، محاسن التاویل، مدارک التنزیل اور مراغی، وغیرہ) سو ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی قوتِ قاہرہ اور اس کے جنودِ جبارہ کے مقابلہ میں ان کی قوت ان کے کچھ بھی کام نہیں آ سکتی اور اسکی گرفت و پکڑ سے کوئی کسی کو نہیں چھڑا سکتا۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے، اور ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

اَللّٰھُمَّ !

اجعلنی کمایقولون واجعلنی مما یظنون واغفرلی لمالایعلمون، واجعل عملی
ھٰذاخالصالوجھک الکریم، واجعلہ اخلص مایکون، وانفع مایکون،
واحب مایکون، وأوسع وابقی مایکون، یامن لااحد لجودہ
وکرمہ واحسانہ، انک انت السمیع القریب المجیب
یاواسع المغفرۃ والجود والکرم والاحسان

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَٰلٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ

ہی تلخ ہے و۵۱ ﴿۴۶﴾ بلاشبہ مجرم لوگ پڑے ہیں ایک بڑی گمراہی اور ہولناک دیوانگی میں، و۵۲ ﴿۴۷﴾ (جس کی پوری حقیقت اس دن کھلے گی) جس دن

فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا

کہ ان کو گھسیٹا جارہا ہوگا اس (ہولناک) آگ میں ان کے چہروں کے بل (اور ان سے کہا جارہا ہوگا کہ لو اب) چکھو تم لوگ

كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَٰحِدَةٌ

مزہ دوزخ کی لپٹ کا ﴿۴۸﴾ بلاشبہ ہم نے پیدا کیا ہر چیز کو (اپنی قدرت و حکمت سے،) ایک خاص انداز ے کے ساتھ و۵۳ ﴿۴۹﴾ اور ہمارا معاملہ

كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ

تو بس ایک فرماں کا ہوتا ہے جو پل جھپکنے کی طرح پورا ہو کر رہتا ہے و۵۴ ﴿۵۰﴾ اور بلاشبہ ہم (اس سے پہلے) تم جیسے بہت سوں کو ہلاک کر چکے

مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ

ہیں تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟ ﴿۵۱﴾ اور جو بھی کچھ انہوں نے کیا وہ سب درج ہے ہمارے دفتروں میں و۵۵ ﴿۵۲﴾ اور ہر

۵۱ **منکرین کیلئے اصل عذاب کا ذکر و بیان:** سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ منکرین کے لیے دنیا کے اسی عذاب پر بس نہیں بلکہ ان کو اصل عذاب قیامت کے روز ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ارشاد سے صاف و صریح طور پر اس اہم حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ اسی دنیاوی ہزیمت و پامالی اور تذلیل و رسوائی پر بس نہیں، بلکہ ان کے اصل عذاب کا وقت تو قیامت کا دن ہے اور قیامت کی وہ گھڑی انتہائی ہولناک اور بڑی ہی تلخ گھڑی ہوگی۔ اتنی تلخ اور اس قدر ہولناک کہ اس کی ہیبت و دہشت اور تلخی و مرارت کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا، والعیاذ باللہ العظیم، سو اس ہزیمت اور پامالی سے تو یہ لوگ عنقریب اس دنیا ہی میں ہی دوچار ہونگے لیکن اسی پر بس نہیں بلکہ ان کے عذاب کا اصل مقام اور وعدہ آخرت میں ہے اور وہ ان کے لئے بڑا ہی کٹھن اور نہایت ہی کڑوا ہوگا، والعیاذ باللہ العظیم۔ یہاں پر یہ امر واضح رہنا چاہیے کہ حضرات انبیاء و رسل کی تکذیب کرنے والے اس دنیا میں بھی لازماً شکست و عذاب سے دوچار ہوتے ہیں لیکن بات اسی عذاب پر ختم نہیں ہوجاتی، بلکہ ان کے لیے اصل عذاب آخرت کے اس جہاں میں ہوتا ہے اور وہ اس دنیا کے خاتمے کے فوری اور متصل بعد قائم ہوگا بالکل اسی طرح جس طرح آج کے بعد آنے والا کل، اسی حقیقت کے اظہار و بیان کیلئے دوسرے مقام پر اس کیلئے ''غد'' یعنی آنے والا کل کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے، اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ، یعنی ہر شخص جو دیکھ لے کہ اس نے آنے والے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے اور آخرت کا جو کہ جزاء و سزا کا جہاں ہے اور وہ عذاب اس دنیاوی عذاب سے کہیں بڑھ کر سخت اور ہولناک ہوگا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ (القلم: ۳۳ پ ۲۹) سو اس آیتِ کریمہ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، جل جلالہ

۵۲ مجرموں کے ہولناک انجام کا ذکر و بیان: سوارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ مجرم لوگ بڑی گمراہی اور ہولناک دیوانگی میں پڑے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ دنیا میں راہِ حق وصواب سے محروم ہیں اور آخرت میں جنت کی دائمی، سدا بہار، اور بے مثال نعمتوں سے محروم ہو کر دوزخ کے ابدی اور دردناک ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے، والعیاذُ باللہ العزیز سوآج تو یہ لوگ بڑے تکبر اور طنطنے سے کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ہی اندر کے ایک بشر کو رسول مان کر اس کی پیروی کی تو ہم بڑی گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے، لیکن کل قیامت کے اس ہولناک دن میں جو کہ فصل و تمیز اور جزاء وسزا کا دن ہوگا اس میں یہ خود دیکھ لیں گے کہ جن لوگوں نے پیغمبر کے انذار کی تکذیب کی تھی، وہ یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں پڑے تھے، جس کے نتیجے میں ان کو وہاں دوزخ کے ہولناک اور دائمی عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، یَامِنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ،

۵۳ ہر چیز کیلئے قدرت کی طرف سے ایک خاص حد اور پیمانہ مقرر ہے: سواس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کیلئے ایک خاص حد اور پیمانہ ایک مقرر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا بلاشبہ ہم نے پیدا کیا ہر چیز کو ایک خاص اندازے کے ساتھ۔ پس اس کائنات میں کوئی بھی چیز یونہی اتفاقی اور الٹ پلٹ نہیں، بلکہ اس قادر مطلق کی جانب سے حکمتِ بالغہ پر مشتمل نہایت باریک بینی سے تخلیق فرمائی گئی ہے۔ اَلَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا ۝ (الفرقان:۲ پ۱۸) یعنی اس قادرِ مطلق نے ہر چیز کو پیدا فرمایا، اور اسکو ایک خاص حد اور پیمانے پر رکھا، سو عذاب اور قیامت کا آنا تو بہر حال قطعی اور ایک یقینی کیفیت ہے، لیکن اس کا وقت مقدر اور مقرر ہے، اس کا ظہور اسی وقت مقرر پر ہوگا، اس سے پہلے نہیں ہوسکتا سو قوموں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا معاملہ اسی اصول پر مبنی ہے۔ کوئی قوم اگر سرکشی کا معاملہ کرتی ہے تو وہ اس کو فوراً نہیں پکڑ لیتا بلکہ اس کو اتنا موقع دیتا ہے کہ وہ اپنی خیر اور شر کی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو پوری طرح اجاگر کر سکے تاکہ اس پر حجت تمام ہو جائے اور اس کے لئے کسی عذر و معذرت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ سو یہی معاملہ وہ دورِ حاضر کے منکرین کے ساتھ بھی کرے گا کہ قانونِ امہال کے مطابق ان کو جتنی مہلت ملنی ہے مل جائے تاکہ جس نے اپنی اصلاح کرنی ہو وہ رسول کی ہدایت کے مطابق اصلاح کرلے۔ نہیں تو وہ اپنا پیمانہ بھر لے تاکہ اسطرح اپنے آخری انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس وشیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین

۵۴ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر معاملہ پل جھپکنے کی طرح، سبحانہ وتعالیٰ: سوارشاد فرمایا گیا اور ہمارا معاملہ تو بس ایک فرمان کا ہوتا ہے پل جھپکنے کی طرح۔ یعنی کلمۂ کُن کا معاملہ ہوتا ہے۔ یعنی ہوجا اور بس۔ سو وہاں اسباب و وسائل جمع کرنے کی

حاجت نہیں ہوتی بلکہ حکم کرنا اور امر فرمانا ہوتا ہے' جس پر وہ کام ہو چکا ہوتا ہے' پس کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ عذاب لانے اور قیامت کے برپا کرنے کیلئے ہمیں کوئی تیاری کرنی ہے، اس وجہ سے اس کے آنے میں دیر ہو رہی ہے، سو اس طرح کی کوئی رکاوٹ ہمارے سامنے نہیں ہے' ہم اس کو جب بپا کرنا چاہیں کر سکتے ہیں جب اس کو اپنے وقت مقرر پر بپا کرنا مقصود ہوگا تو اس کیلئے ہمارا ایک حکم واشارہ ہی کافی ہوگا۔ اس کو دوہرانے کی بھی ضرورت نہیں ہوگی وہ پل جھپکنے میں موجود ہو جائے گی۔ سو وہ خود بے مثل و بے مثال ہے اور اس کی ہر شان بے مثال ولا جواب ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔ اَللّٰھُمَّ فَکُنْ لَنَا وَلَاتَکُنْ عَلَیْنَا یاذاالجلال والاکرام،

۵۵ انسانی اعمال کے ریکارڈ کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو بھی کچھ انہوں نے کیا وہ سب محفوظ ہے دفتروں میں۔ پس کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ اس کے اعمال کا کسی کو پتہ نہیں۔ زبر جمع ہے زبور کی جس کے معنی ہیں کتاب' مراد ہے نامۂ اعمال جس میں انسان کا ہر عمل لکھا جاتا ہے، مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ پس کوئی اس مغالطے میں نہ رہے کہ ان کا کوئی قول ہمارے احاطۂ علم سے باہر ہے' بلکہ ان کا سب کیا کرایا ہمارے عظیم الشان دفتروں میں محفوظ و مسطور ہے' اس کے مطابق وقت آنے پر ہر کسی کو اپنا صلہ وبدلہ پانا اور اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتنا ہے' اور کل وقت حساب آنے پر وہ سب کچھ ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ ان کے رجسٹروں میں ہر چھوٹی بڑی بات کو محفوظ کر لیا گیا ہے، جس کو دیکھ کر مجرم لوگ پکار اٹھیں گے کہ یہ کیسی کتاب ہے، جس نے کسی بھی چھوٹی بڑی بات کو درج کیے بغیر نہیں چھوڑا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ان کے اس حسرت بھرے قول کو اس طرح نقل فرمایا گیا ہے۔ وَوُضِعَ الْکِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَامَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا ج وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط وَلَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا ۝ (الکہف: ۴۹ پ ۱۵)۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین،

اَللّٰھُمَّ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ،

یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

وَاِیَّاہُ اَسْاَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِیْداً مِنَ التَّوْفِیْقِ

لِتَکْمِیْلِ مَا بَقِیَ مِنَ التَّفْسِیْرِ

صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ

چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی موجود ہے، ف۵۶ ﴿۵۳﴾ بلاشبہ پرہیز گار لوگ رہ بس رہے ہوں گے عظیم الشان جنتوں اور

نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ ع

طرح طرح کی نہروں میں ف۵۷ ﴿۵۴﴾ سچی عزت کے مقام میں ف۵۸ ایک بڑے ہی اقتدار والے بادشاہ کے پاس ف۵۹ ﴿۵۵﴾

۵۶ انسان کا ہر عمل مکتوب ومحفوظ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ یعنی ان کے نامہ اعمال میں اور اس سے پہلے لوح محفوظ میں، اور اس کے مطابق ہر انسان کو اپنے کئے کرائے کا بدلہ پانا ہوگا پس ہر شخص دیکھ لے کہ وہ کیا عمل کرتا ہے (روح، خازن وغیرہ) سو ان کے اعمال واقوال میں سے ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی موجود ہے ان کے نامہ ہائے اعمال میں، سو اس کے مطابق ان کا سب کیا دھرا ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا' تب ہر مجرم پکار اٹھے گا کہ کیسا ہے یہ دفتر جس نے ہر چھوٹی بڑی چیز کو محفوظ کر رکھا ہے اور کل قیامت کے روز اس کا وہ نامہ اعمال کھلا ہوا اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ تو اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور آج تو اپنے حساب کے لیے خود کافی ہے۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی مرضیات پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۵۷ پرہیز گاروں کے انعامات کا ذکر و بیان: سو اس سے پرہیز گاروں کے عظیم الشان انعام وانجام کا ذکر و بیان فرمایا گیا کہ وہ رہ بس رہے ہونگے عظیم الشان جنتوں اور طرح طرح کی عظیم الشان نہروں میں۔ یعنی پانی، شراب طہور، شہد اور دودھ کی نہروں میں (قرطبی، محاسن، مدارک وغیرہ) پس نہر کے لفظ سے جنس مراد ہے نہ کہ ایک نہر۔ جیسا کہ پ ۲۶ سورہ محمد کی آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد فرمایا گیا۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ اور یہاں پر جمع یعنی انہار کی بجائے اسم جنس یعنی نہر کو رعایت فواصل کی بناء پر اختیار فرمایا گیا ہے، جس طرح کہ حضرات اہل علم اور تمام ثقہ مفسرین کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے، پس جن لوگوں نے اس کا ترجمہ "اور نہر میں سے کیا ہے" وہ غلط ہے۔ اب ان سے کون پوچھے کہ کیا وہاں پر ایک ہی نہر ہوگی اور بس؟ بہر کیف متقی اور پرہیز گار لوگوں کو اس عظیم الشان خوشخبری سے نوازا اور سرفراز فرمایا گیا ہے کہ وہ عظیم الشان باغوں، اور بے مثال نہروں میں ہونگے، سو یہ مجرمین ومکذبین کے انجام اور ان کے عذاب کے مقابلے میں متقی اور پرہیز گار لوگوں کا انجام بیان فرمایا گیا ہے، تاکہ دونوں نمونے سامنے ہوں اسکے بعد انسان اپنی مرضی سے جونسا راستہ چاہے اختیار کرے۔ کہ اسکا سارا امتحان اسی آزادی، ارادہ واختیار پر ہے اور اسی پر اسکی سزا وجزا کا دارومدار وانحصار ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ۔

۵۸ پرہیزگاروں کے لیے عزت کے مقام کی خوشخبری: سو اس سے پرہیزگاروں کے لیے مقعدِ صدق سے سرفرازی کا مژدۂ جانفزا سنایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ مقعدِ صدق یعنی سچی عزت کے مقام میں ہونگے۔ جس کی عزت دنیاوی عزت کی طرح نہ تو ناقص اور ظاہری عزت ہوگی' اور نہ ہی عارضی و فانی' بلکہ وہ عزت حقیقی سچی کامل اور دائمی عزت ہوگی، اور خداوند قدوس کے انعام و احسان سے ان حضرات کو نصیب ہوگی جنہوں نے اپنی دنیاوی زندگی اپنے خالق و مالک کی مرضیات کے مطابق گزاری ہوگی' اور اس کی رضا کے حصول کیلئے انہوں نے اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں سے محروم کر کے تکلیفوں اور مشقتوں میں ڈالا ہوگا' اور اپنے خالق و مالک کی ہدایات کے مطابق اپنے آپ کو حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی حدود کا پابند رکھا ہوگا' سو ان کو اس اکرم الاکرمین کی طرف سے ہمیشہ کے لئے ان عظیم الشان نعمتوں سے نوازا گیا ہوگا' سو کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو دنیا کی چند روزہ زندگی کو اپنے خالق و مالک کی مرضیات کے مطابق گزار کر ہمیشہ کے لئے ان ابدی نعمتوں سے سرشار اور فائز المرام ہوں گے اللہ تعالیٰ ہمیں انہی میں سے بنا نصیب فرمائے آمین' بہرکیف یہاں پر مقعد کی اضافت صدق کی طرف اس کی عزت' پائیداری اور ابدیت کا پتہ دے رہی ہے جس طرح کہ لسان صدق کی ترکیب میں یہ تمام معانی و مفاہیم پائے جاتے ہیں۔ سو اس عظیم الشان اور بے مثال دربار عالی کے درباری ہونے کا جو شرف عظیم ان خوش نصیبوں کو نصیب ہوگا اس کی عزت و عظمت نہ بناوٹی و نمائشی ہوگی اور نہ عارضی اور چند روزہ، بلکہ وہ حقیقی' سچی ابدی اور دائمی ہوگی۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین. یا ربَّ العالمین

۵۹ متقین کی اصل عظمت و سرفرازی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو یہ مقام عالی اور مقعد صدق ایک بڑے ہی اقتدار والے بادشاہ کے پاس نصیب ہوگا۔ یعنی اللہ ربّ العالمین کے پاس جو کہ مالکِ کل اور قادرِ مطلق ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں دنیا و آخرت کی ہر چیز ہے سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی، فَلَهُ الْحَمْدُ فِی الاولٰی وَ الْاٰخرة وهو الغنی الحمید سو وہ مقامِ صدق ان سچوں کو نصیب ہوگا جنہوں نے دنیا میں صدق و صفا کی زندگی گزاری ہوگی' اپنے ایمان و عقیدہ میں' اپنے عمل و کردار میں' اور اپنے قول و قرار میں' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے انہی میں سے بنائے آمین ثم آمین۔ اَللّٰهُمَّ یا ربَّنَا خُذْنَا بِنَوَاصِینا اِلٰی مَا فِیهِ حُبُّکَ وَ رِضَاکَ وَاِلٰی مَا یَنْفَعُنَا فِی الدُّنیَا وَ الْاٰخِرة یا ارحم الراحمین و یا اکرم الاکرمین۔ یہاں پر دو حقیقتیں اور بھی واضح رہنی چاہئیں۔ ایک یہ کہ ''ملیک'' کے لفظ میں مَلِک کے مقابلے میں زیادہ زور اور مبالغہ ہے، اور اسکے ساتھ ''مقتدر'' کی صفت کے اضافے نے اس کو مزید زوردار بنا دیا۔ سو اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ آسمانوں اور زمین کی اس کائنات کا مالک صرف نام کا بادشاہ نہیں جس طرح کہ مشرکوں اور ان دوسرے گمراہ فرقوں نے مانا ہے، جو خدا کو ہر چیز سے بالا محض ایک وجود معطل کے طور پر مانتے ہیں اور ایسا ماننا نہ ماننے کے برابر ہے، و العیاذ باللہ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ وہ ہمہ گیر اقتدار رکھنے والا بادشاہِ حقیقی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اور دوسری اہم حقیقت یہاں پر عند کے لفظ سے واضح فرمائی گئی ہے اور وہ یہ کہ انسان خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ حاصل کر لے وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا کہ وہ اس بادشاہ حقیقی کے قرب میں عزت کی جگہ پائے اور بس۔ نہ یہ کہ وہ خدا میں ضم ہو کر خود خدا بن جائے جیسا کہ بعض گمراہ صوفیوں اور حلولی عقیدہ رکھنے والے گمراہوں نے دعویٰ کیا۔ و العیاذ باللہ العظیم

سو اللہ پاک ایسے جملہ تصورات سے پاک ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے راہِ صدق وصواب پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین و یا اکرم الاکرمین،

☆——۱۹ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ء مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۹۵ء بروز اتوار بوقت چار بجے سحر بموقع نظر ثانی، بمکان خود سطوہ دبی متحدہ عرب امارات والحمد للہ ربّ العالمین فانہٗ لاتتم الصالحاتُ اِلّابتوفیقٍ منہٗ سبحانہ تعالیٰ، فلہ الحمد ولہٗ الشکر،

☆——نظر ثانی یکم ربیع الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۵ جون ۱۹۹۸ء بروز جمعرات بوقت سوا گیارہ بجے دن سطوہ دبی۔ والحمد للہ ربّ العالمین، فی البدایۃ وفی النہایۃ، جل وعلا، قبل کل شیء وبعد کل شیء، فانہ ھو الا ھل للحمد فی الاولی والاخرۃ الذی شَرَّفَنِیْ بِھٰذَا الْعَمَلِ الْجَلِیْلِ، مِنْ تَرْجَمَۃ وَتَفْسِیْرِ کِتَابِہٖ الْعَزِیْزِ الْکَرِیْم،

☆——تکمیل پروف ریڈنگ ۱۸ صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۲ جون ۱۹۹۹ء بروز بدھ بوقت بارہ بجے شب، سطوہ دبی۔ والحمد للہ ربّ العالمین

☆——تکمیل سکینڈ پروف ریڈنگ ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز اتوار بوقت سوا دو بجے شام سطوہ دبی، والحمد للہ ربّ العالمین بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب

☆——تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۵ نومبر ۲۰۰۱ء بروز اتوار بوقت گیارہ بجے دن سطوہ دبی، والحمد للہ ربّ العالمین، اَھلِ الحمد فی الاولیٰ والأخرۃ، جل و علا، وتبارک وتعالیٰ. فلہ الحمد کمایحب ویرضیٰ

☆——تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۴ ہجری مطابق ۱۶ جون ۲۰۰۳ء بروز پیر بوقت بارہ بجے شب (منتصف اللیل) مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل) ضلع سدھنوتی، منگ آزاد کشمیر پاکستان۔ والحمد للہ ربّ العالمین فی کل زمانٍ، وبکل مقام

☆——اَللَّمَسَاتُ الْاَخیرۃ (Final touches) ۱۳ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۶۔ مارچ ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ بوقت آٹھ بجے شام (عند اذان العشاء) مدنی منزل، معمورۃ المدنی (گہل)، منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر پاکستان۔ والحمد للہ ربّ العالمین فی البدایۃ وفی النہایۃ، جل وعلا، والیہ المرجع والمنتھیٰ، سبحانہ وتعالیٰ

اَللّٰھُمَّ!

اِجْعَلْنَا کَمَا یَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا یَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ،

فَاِنَّکَ اَنْتَ تُجِیْبُ عَبْدَکَ اِذَا دَعَاکَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ،

اٰمِرًا عِبَادَکَ وَمُرْشِدًا اِیَّاھُمْ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"

آیاتُها ۷۸ | ۵۵ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ ۹۷ | رُکُوعَاتُها ۳

سورۂ رحمٰن مدنی ہے اور اس کی اٹھہتر آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے،

اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ

(خدائے) رحمٰن نے ۱ (اپنی رحمتِ بے پایاں سے) سکھایا (اپنے بندوں کو) قرآن ۲ اسی نے پیدا فرمایا انسان کو ۳ اسے

الْبَيَانَ ۝٤ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝٥ وَّالنَّجْمُ وَ

بات کرنا سکھایا، ۳ سورج اور چاند چل رہے ہیں (اس کی قدرت وعنایت سے) ایک نہایت باریک حساب کے

الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝٦ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝٧

ساتھ ۴ ۵ (اسی کے حضور) سجدہ ریز ہوتے ہیں ستارے بھی اور درخت بھی ۵ ۶ اسی نے اٹھایا آسمان (کی اس عظیم الشان چھت) کو ۶

اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝٨ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا

اور رکھ دی ترازو ۷ (اس ہدایت کے ساتھ) کہ تم لوگ زیادتی (اور سرکشی) نہیں کرنا (ناپنے) تولنے میں ۸ اور تم لوگ ٹھیک ٹھیک تولو انصاف کے ساتھ اور کمی نہ کرو

تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝٩ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝١٠

(ناپ اور) تول میں ۹ اور اسی نے بچھا دیا زمین کو (اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے) سب مخلوق کے لئے ۱۰

۱ خدائے رحمٰن اور اس کی شانِ رحمت کا ذکر و بیان: سو وہ خدائے رحمان ایسی بے پایاں رحمتوں والا ہے کہ یہ پوری کائنات اس کی رحمتوں سے بھری ہوئی ہے اور اس کائنات کے مخدوم حضرت انسان کا وجود سراپا اس کی رحمتوں، اور عنایتوں میں ڈوبا ہوا ہے، اور وہ ایسا مہربان ہے۔ جس کی رحمتوں کا کوئی کنارہ نہیں، اور جس نے اپنی اسی رحمتِ بے پایاں کے تقاضوں کے مطابق قرآنِ حکیم جیسی اس نعمتِ کبریٰ سے انسانیت کو سرفراز فرمایا اور جس نے انسان کو طرح طرح کی ان دوسری عظیم الشان نعمتوں سے نوازا جن کا ذکر اس سورۂ کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے، چونکہ اس سورۂ کریمہ میں اللہ پاک نے اپنی عظیم الشان نعمتوں کو ذکر فرمایا ہے، اس لئے اس کا آغاز ہی اس نے اپنی صفتِ رحمت سے فرمایا ہے، اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ مبتدا ہے اور مابعد اس کی خبر "وھو الظاھر المتبادر"، جبکہ دوسرا قول واحتمال اس میں یہ ہے کہ یہ خبر ہو مبتداء محذوف کی یعنی اللہ الرحمٰن (فتح القدیر، وغیرہ) دونوں صورتوں میں اس میں ان مشرکین پر زد ہے جن کا کہنا تھا کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ○ (الفرقان: ۶۰) سو اس سے ان کا جواب ہو گیا کہ خدائے رحمٰن وہی ہے جس کی رحمت وعنایت کے یہ طرح طرح کے مظاہر و آثار تم لوگ چاروں طرف پھیلے اور بکھرے ہوئے دیکھ رہے ہو،

اور جن میں تم لوگ خود سرتا پاڈوبے ہوئے ہو۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ نیز اس میں تمام اصحابِ فکر و بصیرت کے دل و دماغ پر ایک دستک ہے کہ تم لوگ ذرا سوچو اور غور و فکر سے کام لو اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یہ حکمتوں' عنایتوں' اور رحمتوں بھری، کائنات آخر کس کی قدرت و حکمت اور رحمت وعنایت کا نتیجہ و ثمرہ ہے؟ جس سے تم لوگ ہر وقت اور ہر لحظہ مستفید و فیضیاب ہوتے ہو؟ اور طرح طرح سے مستفید و فیضیاب ہوتے ہو' آخر وہ کون ہے؟ جس نے تمہارے لئے اس رحمتوں بھری کائنات کو وجود بخشا؟ اور اس کا کیا حق ہے تم لوگوں پر؟ سو وہی ہے خدائے رحمان' اور اس کی بے پایاں رحمتوں کا تقاضا ہے کہ بندہ دل و جان سے اس کا بندہ بن جائے اور اس کے آگے جھک جائے اور جھکا ہی رہے۔ اور اسی کی رضا و خوشنودی کے حصول کو اپنا حقیقی مقصد اور اصل نصب العین بنائے کہ اسی میں اس کا بھلا ہے دنیا کی اس عارضی زندگی میں بھی' اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید' وعلی ما یحب ویرید' وھو الھادی الی سواء السبیل. سبحانہ و تعالیٰ.

۲ تعلیمِ قرآن کی نعمت کا ذکر و بیان: سو تعلیم قرآن کی خاص نعمت کے بطور خاص ذکر کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس نے سکھایا قرآن اپنی رحمتِ بے پایاں سے۔ اپنے پیغمبر (علیہ السلام) کو' اور پھر ان کے ذریعے سے آپ کی امت کو' (المراغی' القرطبی' الفتح وغیرہ) نیز اس کو سیکھنا اور یاد کرنا آسان فرما دیا کہ جو بھی چاہے اس سے فیضیاب ہو سکتا ہے بشرطیکہ نیت صحیح اور طریقہ درست ہو' یہاں تک کہ چھوٹے بچے بھی اس کو از بر حفظ کر لیتے ہیں۔ ورنہ کس کے بس میں تھا کہ وہ اس ربِ رحمٰن و رحیم کی رحمت وعنایت کے بغیر حضرتِ خالق جل مجدہ کے اس جلیل القدر اور عظیم الشان کلام کا از خود اور اپنے طور پر تکلم بھی کر سکتا؟ (کما رواہ الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما) یہاں سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اللہ پاک کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت قرآن حکیم ہی کی نعمت ہے' جو کہ انسان کو حیوانیت کے گڑھے سے نکال کر اشرف المخلوقات کے شرف سے ہمکنار کرتی اور اسے دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور و مشرف فرماتی ہے' کہ یہاں سب سے پہلے اسی نعمت کو ذکر فرمایا گیا ہے' اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور کے استاذ و معلم درحقیقت حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ خود ہیں اور۔ (عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی)۔ میں جو اس کی نسبت حضرتِ جبریلِ امین کی طرف فرمائی گئی ہے' تو وہ اسنادِ مجازی کے طور پر ہے' یعنی محض ذریعہ اور واسطہ کے اعتبار سے۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ خدائے رحمٰن نے قرآن سکھایا اور اسی نے پیدا فرمایا انسان کو کہ خالق سب کا بہر حال وہی وحدہ لاشریک ہے۔ پس جن لوگوں نے یہاں پر اس کا ترجمہ اپنی اَہواء و اَغراض کے مطابق اس طرح کیا ہے سو وہ جمہور اہلِ علم سے انحراف اور محض ان لوگوں کی اپنی اختراع و ایجاد ہے۔ جو جمہورِ امت کے خلاف اور تحریف کے قبیل سے ہے کیونکہ ایک تو یہ معنی اس سے پہلے کسی نے بھی نہیں کیے، بلکہ جمہور علماء و مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں انسان سے مراد جنس انسان ہے (محاسن التاویل' مراغی اور صفوۃ وغیرہ) لہٰذا ایسے لوگوں کے اختیار کردہ یہ معنی نہ تو جمہور علماء و مفسرین کے قول کے مطابق ہیں اور نہ ہی یہ معنی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں درست ہو سکتے ہیں' اور دوسرے اگر بالفرض یہاں انسانیت کی جان یعنی سید المرسلین، شفیع المذنبین، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہی مراد ہے تو پھر باقی انسانوں کو کس نے پیدا کیا؟ خالق تو بہر حال سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اسی نے سب کو پیدا فرمایا' اور سب کو قرآن پڑھنا سکھایا'

۳ نعمتِ نطق و گویائی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسی نے اس کو بات کرنا سکھایا۔ تاکہ اس طرح وہ اظہار

مافی الضمیر کر سکے اور افادہ و استفادہ کے قابل ہو سکے' یہاں پر انسانی خلقت کے بعد سب سے پہلے تعلیم بیان کی نعمت کو ذکر فرمایا گیا' اور اس سے بھی پہلے تعلیم قرآن کی نعمت کو' جس سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑی اور سب سے اہم نعمت علم کی نعمت ہے' اور علوم میں سے بھی علم قرآن کی نعمت' سب سے بڑی' اور سب سے اہم نعمت ہے' بہر کیف اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا' اور اس کو نطق و گویائی کی قوت سے نوازا' اور اس کو سننے سمجھنے کی صلاحیت بخشی' جس سے وہ خیر اور شر کے درمیان فرق و تمیز کر سکتا ہے، اور اس کو آگے پہنچا سکتا ہے۔ یہاں پر یہ امر بھی واضح رہنا چاہیے کہ انسان کے اندر نطق کی صلاحیت اس کے اندر دوسری گوناگوں اور عظیم الشان صلاحیتوں کی شاہد اور ان کی آئینہ دار ہے۔ کیونکہ یہ نطق مستلزم ہے اس بات کو کہ انسان عاقل اور مدرک ہے، اور یہ استنباط اور اجتہاد و استخراج کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور یہی چیز اس کو دوسرے تمام حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔ اسی لیے اس کو حیوان ناطق کہا جاتا ہے ورنہ اس انسان اور حیوان کے اندر کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ سو نعمت نطق ایک عظیم الشان جامع اور بے مثل نعمت ہے۔ اسی لیے یہاں پر اس کا بطور خاص ذکر فرمایا گیا ہے۔ کہ یہ اسی وحدہٗ لاشریک کی عطاء و بخشش کا نتیجہ ہے' فَلَهُ الْحَمْدُ وَلَهُ الشُّكْرُ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاةِ، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّابُ، مُلْهِمُ الصِّدْقِ وَ الصَّوَابِ، وَالْهَادِيْ اِلَى الْحَقِّ وَ الرَّشَادِ، جَلَّ جَلَالُهٗ

۴۰ نظامِ شمس و قمر میں بڑا سامانِ غور و فکر: سو اس سے شمس و قمر کے عظیم الشان نظام اور ان نشانہائے قدرت میں سامانِ غور و فکر کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ سورج اور چاند چل رہے ہیں ایک نہایت باریک حساب کے ساتھ۔ یعنی ایک نہایت ہی پُر حکمت' باریک اور مستحکم نظام کے ساتھ' جس سے حضرت انسان کے بے شمار فوائد اور لاتعداد مصلحتیں وابستہ ہیں' ورنہ کس کے بس میں تھا کہ وہ سورج اور چاند جیسے ان دو عظیم الشان کُروں کو تخلیق کر کے اس پُر حکمت نظام کے ساتھ مخلوق کی خدمت کے لئے اس طرح مسخر کر دے؟ اور وہ بھی ان کی طرف سے کسی اپیل و درخواست کے بغیر محض اپنے فضل و کرم اور عنایت و رعایت سے' اور وہ بھی اس طرح کہ نہ احسان جتلانا اور نہ کسی عوض و معاوضے کا مطالبہ کرنا' سو جو انسان ایسے خدائے رحمٰن و رحیم کے آگے دل و جان سے نہ جھکے اس سے بڑھ کر ظالم بے انصاف اور ناشکرا اور کون ہو سکتا ہے؟ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ، بہر کیف یہ اس کی قدرت و حکمت اور رحمت و عنایت کا ایک عظیم الشان مظہر ہے کہ سورج اور چاند کے یہ دو عظیم الشان کُرے اس قدر نظم و ضبط اور پابندیٔ اوقات کے ساتھ اپنے اپنے مدار میں رواں دواں ہیں' مجال نہیں کہ اس میں منٹ سیکنڈ کا بھی کبھی کوئی فرق واقع ہو جائے' تو نشانیاں مانگنے والے آخر اپنے سروں کے اوپر تنے ہوئے آسمان اور اس میں موجود اور چمکتی دمکتی ان عظیم الشان نشانیوں میں غور کیوں نہیں کرتے؟ کہ یہ کس کی قدرت و حکمت اور رحمت و عنایت کی کارستانی اور اس کا نتیجہ ہے؟ کہ شمس و قمر کے یہ دو عظیم الشان کُرے اپنے اپنے مدار میں اس پُر حکمت طریقے سے' اور اس قدر پابندی کے ساتھ چلے جا رہے ہیں؟ جس سے مخلوق کے طرح طرح کے عظیم الشان فوائد اور منافع وابستہ ہیں؟ سو وہی ہے اللہ خدائے رحمٰن جس کی رحمت و عنایت اور قدرت و حکمت کے یہ عظیم الشان نمونے ہیں۔ وہی خالق و مالک معبود برحق ہے' اور اسی کا حق ہے ہر قسم کی عبادت و بندگی، جَلَّ جَلَالُهٗ وَ عَمَّ نَوَالُهٗ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى، فَعَلَيْهِ نَتَوَكَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ، فِيْمَا يُحِبُّ وَيُرِيْدُ، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْدُ، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاةِ،

۵ نجم وشجر کی سجدہ ریزی کا ذکر وبیان: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اسی کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں ستارے بھی اور درخت بھی۔ یعنی تکوینی طور پر کہ جس کو جس غرض کے لئے پیدا فرمایا گیا ہے اور جس کو جس کام پر متعین و مامور فرمایا گیا ہے وہ ٹھیک ٹھیک بلا کسی چون وچرا کے اس کو انجام دے رہا ہے۔ سو یہ ان تمام اشیاء اور مخلوقات کا تکوینی اور فطری سجدہ ہے جس کو ان میں سے ہر چیز پوری مستعدی اور پابندی کے ساتھ ادا کر رہی ہے۔ مگر یہ چونکہ اس کا ایک طبعی عمل اور فطری وظیفہ ہے جس میں اس کا اپنا کوئی ارادہ واختیار نہیں۔ اس لیے ان میں سے کسی کیلئے بھی اس سجدہ ریزی پر کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا' رہ گیا تشریعی سجدہ تو وہ صرف انسانوں اور جنوں کے ساتھ خاص ہے جن کی تخلیق کا اصل مقصد ہی عبادت و بندگیءِ رب ہے۔ اور اسی پر اجر وثواب کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے ارادہ واختیار سے ہوتا ہے' جب کہ تکوینی سجدہ جبر وقسر سے' سو آسمان کے ستارے ہوں یا زمین کے درخت' سب ہی اپنے خالق ومالک کے آگے سرنگوں اور اس کے حضور سجدہ ریز ہیں' جیسا کہ پ ۱۷ سورۂ حج کی آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد فرمایا گیا۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ط وَكَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ ط وَمَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ط اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۝ کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ ہی کیلئے سجدہ ریز ہوتے ہیں وہ سب بھی جو کہ آسمانوں میں ہیں اور وہ سب بھی جو کہ زمین میں ہیں' اور سورج' چاند اور ستارے بھی۔ پس نجم سے یہاں پر مراد اس لفظ کے مشہور ومعروف معنی ہی ہیں۔ یعنی ستارے۔ پس جن لوگوں نے یہاں پر نجم سے مراد زمین پر پیدا ہونے والے چھوٹے پودے لیے ہیں ان کا قول درست نہیں' ابن کثیر نے نجم سے ستارہ ہی مراد لیا ہے۔ سو آسمانوں کے ستارے اور زمین کے درخت سب ہی اپنی ان سجدہ ریزیوں سے اپنی زبانِ حال کے ذریعے پکار پکار کر انسان کو یہ دعوت دے رہے ہیں کہ وہ بھی صدق دل سے اپنے ربّ کے حضور سجدہ ریز ہو جائے اور اپنی سرکشانہ روش کو ترک کر کے اس کی اطاعت وبندگی کی راہ کو اپنائے کہ یہی اس کے لیے دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کی واحد راہ ہے، اور اپنے ربّ کے حضور سرافگندگی اور سجدہ ریزی ہی اسلام واطاعت اور تقویٰ وپرہیزگاری ہے اور یہی یعنی اسلام ہی دین ہے اس پوری کائنات کا۔ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ۝ (آلِ عمران: ۸۳ پ ۳) یعنی اسی کے حضور سرافگندہ ہیں وہ سب جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں اس لئے بندوں کو بھی دل وجان سے اس کے حضور جھکنا، اور جھکے ہی رہنا چاہیے کہ یہ سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ ہے۔ وباللّٰہ التوفیق لما یحب و یرید ،وعلی مایحب ویرید' بکلِ حالِ من الاحوال،

۶ آسمانی چھت میں سامانِ غور وفکر: سو اس سے آسمان کی اس عظیم الشان چھت میں سامانِ غور وفکر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اسی نے اٹھایا آسمان کی اس عظیم الشان چھت کو۔ حسی طور پر بھی کہ آسمان یہ عظیم الشان چھت پوری دنیا پر یکساں طور پر تنا ہوا ہے، اور ہر جگہ ایک ہی شان سے نظر آتا ہے۔ اور پھر اس میں نہ کوئی ٹوٹ ہے نہ پھوٹ نہ پھٹن ہے نہ شگاف۔ نہ کسی اصلاح کی ضرورت، نہ مرمت کا کوئی سوال۔ تو کیا ہے یا ہو سکتا ہے اس شان کا کوئی اور آسمان یا چھت؟ اور جب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس کی عظمت میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ فسبحان اللّٰہ الخالق العظیم ۔ اور معنوی اعتبار سے بھی یہ ایک عظیم الشان چھت

ہے کہ وہ فرشتوں کا مسکن ہے' احکام و شرائع' اوامر و نواہی' اور بارش و ارزاق، وغیرہ سب کچھ ادھر ہی سے آتا ہے' سو تم لوگ ذرہ دیکھو تو سہی کہ کیسی قدرت' حکمت اور رحمت و عنایت ہے تمہارے اس خالق و مالک ربّ رحمٰن و رحیم کی' جس نے بغیر ظاہری ستونوں کے تمہارے اوپر اس قدر عظیم الشان اور ناپیدا کنار وسعتوں والی اس چھت کو اس طرح تن دیا ہے۔ سو وہی خالق حکیم' ربّ قدیر اور مالک مطلق معبود برحق ہے۔ اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اور اس کی ہر شکل و صورت اسی کا اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔ اس میں دوسری کوئی بھی ہستی کسی بھی درجے میں نہ اس کی شریک ہے نہ ہو سکتی ہے وہ ہر لحاظ و اعتبار سے یکتا و بے مثل اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ فایاہُ نعبد وبہ نستعین، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ مِّن المواطن فی الحیاۃ،

۷ میزانِ عدل کی نعمت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسی نے رکھ دیا ہے ترازو۔ یعنی نظامِ عدل و انصاف' جو کہ معنوی ترازو ہے جس پر سارا نظام قائم ہے۔ جمہور مفسرین کرام نے یہاں پر میزان سے عدل و انصاف ہی مراد لیا ہے کہ اسی پر زمین و آسمان کا یہ سارا نظام قائم ہے کہ آسمان و زمین اور اس پوری کائنات کے اندر پائی جانے والی یہ لاتعداد مخلوق اور بے حد و حساب اشیاء حضرتِ خالقِ حکیم کی قدرتِ مطلقہ اور حکمتِ بالغہ پر مبنی اسی عدل و توازن کی بنا پر قائم ہیں۔ اگر ان تمام چیزوں کے اندر یہ حکمتوں بھرا عدل و توازن قائم نہ ہوتا تو یہ کارگہ ہستی ایک لمحہ کے لیے بھی نہ چل سکتی۔ اسی لیے اس نے شریعت کی وہ میزان اتاری جو سب کے حقوق متعین کرتی ہے اور اسی لیے اس نے حسی ترازو کا بھی حکم دیا۔ کہ اسی سے سب کے حقوق کی پاسداری ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ۔ یعنی تم لوگ تولو سیدھے ترازو سے، اور اسی بناء پر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ط اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ہ (الحدید: ۲۵ پ ۲۷) اور یہاں پر میزان سے مراد حسی ترازو بھی مراد لیا جا سکتا ہے جیسا کہ روایات میں اس کا ذکر موجود ہے' (المراغی الجامع وغیرہ) نیز اسی نے آسمان و زمین کے اندر یہ میزان رکھ دیا جس سے اس کائنات کا توازن قائم ہے' ورنہ یہ سارا نظام درہم برہم ہو جاتا' سو عدل و توازن قدرت کی ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ بہر کیف ایک عدل و انصاف کا وہ عظیم الشان معنوی ترازو ہے جس پر اس کائنات کا وجود قائم اور اس کا نظام برقرار ہے اور جو براہِ راست حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ جس میں اور کسی کا کوئی عمل دخل نہیں۔ اور دوسرا دین و شریعت کا وہ عظیم الشان مقدس ترازو ہے جس کے ذریعے ہر کسی کے حقوق کا تعین فرمایا گیا۔ اس ترازو کو قائم کرنا بندوں کے ذمے ہے تاکہ سب کے حقوق محفوظ ہوں' اور کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔ اور معاشرے میں امن و امان کا دور دورہ ہو۔ اس لیے اس کی ذمہ داری بندوں پر ڈالی گئی' اور ان سے فرمایا گیا۔ (اَلَّا تَخْسِرُوْا الْمِيْزَانَ) ۔ "یعنی تم لوگ ترازو کے سلسلے میں کوئی کمی اور کوتاہی نہ کرنا" بلکہ برابر، برابر ناپنا تولنا۔ وباللہ التوفیق لمایحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل

۸ ناپ تول میں کمی بیشی سے ممانعت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور کائنات کی فطرتِ عدل کے لازمی تقاضے اور نتیجے کے بیان کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ کمی بیشی نہ کرو ناپنے تولنے میں۔ اور اس طرح تم لوگ کسی کا حق نہ مارو۔ اور جس

عدل وانصاف پر یہ سارا نظام قائم ہے۔ تم بھی اسی کے مطابق باہم معاملہ کرو۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ابن آدم جس طرح تو چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ انصاف ہو تو پھر تو بھی دوسروں کے ساتھ انصاف کر۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ جس طرح کہ آسمان وزمین کا یہ سارا نظامِ توازن اور میزان عدل وانصاف پر قائم ہے۔ اسی طرح تم لوگ بھی اپنے دائرہء اختیار میں عدل وانصاف اور توازن کو قائم رکھو۔ اور ہمیشہ اس بات کو ملحوظ رکھو کہ کسی کا حق نہ مارا جائے، اور میزانِ عدل وانصاف میں کوئی خلل اور خرابی نہ پیدا ہونے پائے، اور معیشت ومعاش کا نظام خلل وفساد سے محفوظ رہے۔ سو اپنے دائرہء اختیار میں عدل وانصاف کو قائم رکھنا ایک اہم مطلب اور بنیادی مقصد ہے جو تقاضا ہے اس کائنات کی فطرت کا اور جس کی تعلیم اور دعوت یہ دینِ حنیف دے رہا ہے۔ سو اگر تم لوگوں نے اپنے دائرہ اختیار میں اس کی خلاف ورزی کی اور طغیان وسرکشی سے کام لیا تو اس کا بھگتان تم کو بھگتنا پڑے گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کہ عدل وانصاف میں خلل وخرابی باعث خرابی وفساد ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف عدل وانصاف کے تقاضوں کی پاسداری ایک عظیم الشان مطلب ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوٰۃ، وھو العزیز الوھاب، مُلْھِمُ الصِّدق والصّواب، والھادی الی الحق الرشاد، جَلَّ جلالُہٗ وَعَمَّ نَوالُہٗ،

۹ ناپ تول میں عدل وانصاف سے کام لینے کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ وزن کو قائم کرو انصاف کے ساتھ، اور کمی نہ کرو تول میں۔ بلکہ ہر کسی کو اس کا حق پورا پورا ادا کرو۔ سو اوپر والی بات تو ایک کلیے کی حیثیت سے بیان ہوئی تھی۔ اب یہ اسی کلیے پر مبنی ایک دوسری حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کا تعلق ہماری روزمرہ کی زندگی سے ہے۔ سو فرمایا گیا کہ تم ٹھیک ٹھیک تولو انصاف کے ساتھ اور ناپ تول میں کمی نہیں کرنا۔ سو عدل وانصاف کے تقاضوں پر مبنی اور غایت درجہ توازن پر قائم اس کائنات کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ اپنے دائرۂ اختیار میں پوری طرح عدل وانصاف پر قائم رہو۔ نہ کسی کا حق غصب کرو اور نہ کسی طرح کی ڈنڈی مارو کہ ناپ تول میں کمی اور ڈنڈی مارنے کی یہ خصلت اس میزان کے منافی ہے جس پر حضرتِ حق۔ جل مجدہ نے اس کارخانہ قدرت کو تخلیق فرمایا اور اس پر قائم رکھا ہے۔ سو ناپ تول میں کمی کا فساد اس بنیاد کو ڈھادینے کے مترادف ہے جس پر حضرت خالق جَلَّ جَلالُہٗ نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا اور قائم رکھا ہے تو پھر ایسے مفسد لوگوں کے وجود کو وہ اپنی دھرتی پر کیسے گوارا کر سکتا ہے؟ سبحانہ وتعالیٰ۔ اسلئے دوسروں کے حقوق میں دست درازی کرنے اور اس بارے میں کمی اور کوتاہی سے کام لینے سے جگہ جگہ اور طرح طرح سے منع فرمایا گیا ہے جیسا کہ ایک اور مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ط ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o (الاعراف: ۸۵ پ ۸) کہ "تم دوسرے لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دو" وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیوٰۃ، وھو الھادی الی سواء السبیل، والداعی الی صراطہ المستقیم، فلہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ وھو الغنی الحمید، سبحانہ وتعالیٰ فایاہ نسأل القبول والسداد،

۱۰ بچھونہ ءِ ارضی میں عظیم الشان سامانِ غور وفکر: سو آسمان کے عجائبِ قدرت کی ذکر کے بعد بچھونائے ارضی کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اسی نے زمین کو بچھا دیا ساری مخلوق کیلئے۔ جو کہ مخلوق کی تمام ضروریات سے معمور و بھرپور ہے' اور جو پیش پا افتادہ تمہیں اپنی زبان حال سے دعوت غور وفکر دے رہی ہے کہ یہ عظیم الشان و بے مثال کارستانی' اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا اور کس کی ہوسکتی ہے؟ اور اس خالق و مالک کا تم پر کیا حق ہے' جس نے تم سب کو محض اپنے فضل وکرم سے زمین کے اس عظیم الشان بچھونے' اور اس میں موجود طرح طرح کی ان بے حد وحساب اور اس قدر عظیم الشان نعمتوں سے نوازا ہے؟ سو اس کا تقاضا ہے کہ تم اس کیلئے سراپا شکر بن جاؤ' سو آسمان کے لیے رفع کا لفظ استعمال فرما کر واضح فرما دیا گیا کہ اس کو ایک عظیم الشان اور بے مثال شامیانے کی طرح پوری مخلوق پر تان دیا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں زمین کے لیے وضع کے لفظ کو استعمال فرما کر اس اہم حقیقت کو واضح فرما دیا گیا ہے کہ زمین کا یہ عظیم الشان بچھونا سب مخلوق کے لیے بچھا دیا گیا ہے۔ سو اس سے اس عظیم الشان اور بے مثال فرش اور عظیم الشان اور بے مثال چھت پر مشتمل ایک عظیم الشان اور بے مثال مکان تمام مخلوق کے لیے مہیا فرما دیا اور اس میں تمام ضروریاتِ زندگی کا بھی انتظام فرما دیا۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پھر بھی اس سے غفلت ولاپرواہی کتنا بڑا ظلم اور کس قدر ناانصافی ہے یہ؟۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

اَللّٰھُمَّ !

نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْاِیْمَانِ، وَاجْعَلْنَا ھُدَاۃً مُّھْتَدِیْنَ وَ اَلْحِقْنَا بِعِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ، الَّذِیْنَ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ، وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا، وَلِجَمِیْعِ اَصْحَابِ الْحُقُوْقِ عَلَیْنَا، وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِدُعَاءِ الْخَیْرِ، وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنْ وَّالَاہُ، وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَتِہٖ وَبِھُدَاہُ اھْتَدٰی، اِلٰی یَوْمِ الْعَرْضِ عَلَی اللّٰہِ وَ اللِّقَاءِ اٰمِیْن

فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۪ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ﴿١١﴾ ۖ وَالْحَبُّ

اس میں طرح طرح کے لذیذ پھل بھی ہیں، وا۱۱ اور غلافوں والی کھجوریں بھی، وا۱۲ ﴿۱۱﴾ اور طرح طرح کے غلے بھی

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿١٢﴾ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

جو بھوسہ دار ہیں، اور خوشبودار پھول بھی، وا۱۳ ﴿۱۲﴾ پس تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو

تُكَذِّبٰنِ ﴿١٣﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ ۙ

جھٹلاؤ گے؟ وا۱۴ ﴿۱۳﴾ اسی نے پیدا فرمایا انسان کو (اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے) ٹھیکری کی طرح بجتی مٹی سے، وا۱۵ ﴿۱۴﴾

وَخَلَقَ الْجَاۗنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ

اور اسی نے پیدا فرمایا جنوں کو آگ کی لپٹ سے ﴿۱۵﴾ پس تم دونوں (اے گروہ جن وانس!)

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ ۚ

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۱۶﴾ وہی مالک ہے دونوں مشرقوں کا اور دونوں مغربوں کا، وا۱۶ ﴿۱۷﴾

۱۱ پھلوں کی نعمت کا ذکر و بیان: سو زمین کے اس عظیم الشان بچھونے کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس میں طرح طرح کے لذیذ پھل بھی ہیں۔ جن کے رنگ شکلیں مزے اور خواص وفوائد باہم مختلف ہیں، (جامع البیان، صفوۃ التفاسیر، وغیرہ) اور جن سے تمہارے طرح طرح کے اور بے حد وحساب فوائد ومنافع بھی وابستہ ہیں، اور جن سے تم لوگ طرح طرح سے مستفید وفیضیاب ہوتے ہو اور دن رات ہر وقت مستفید ہوتے ہو۔ تو پھر سوچو کہ اس واہبِ مطلق کا تم پر کیا حق ہے جس نے تم کو ان نعمتوں سے سرفراز و مالا مال فرمایا؟۔ سو ان عظیم الشان پھلوں کا وجود اور وہ بھی اس کثرت کے ساتھ زمین کے اس بچھونے کی عظمتِ شان کا ایک اہم پہلو ہے۔ سو پہلے فرشِ زمین اور سقف سماوی پر مشتمل اس عظیم الشان گھر کا ذکر فرمایا گیا جو حضرت خالق۔ جل مجدہ۔ نے کمال قدرت وحکمت کے ساتھ اپنی گوناگوں مخلوق کیلئے اس پُر حکمت طریقے سے پیدا فرمایا۔ اور پھر اس عظیم الشان گھر میں رہنے بسنے والی عظیم الشان مخلوق اور خاص کر اس کے گل سر سبد حضرتِ انسان کی غذائی ضرورتوں کی بہم رسانی کا ذکر فرمایا گیا اور نہایت پر حکمت طریقے سے انتظام فرمایا۔ سبحانہ وتعالیٰ

۱۲ کھجوروں کی نعمت کا ذکر و بیان: سو عام پھلوں کے ذکر کے بعد بطور خاص فرمایا گیا اور کھجوریں بھی غلافوں والی۔ سو اس کے فوائد کی کثرت اور اس کی اہمیت کی بناء پر اس کو تخصیص بعد التعمیم کے طور پر الگ بیان فرمایا گیا ہے، (المراغی، الصفوۃ، وغیرہ) سو جس طرح اس نے تمہارے اوپر آسمان کا یہ عظیم الشان اور بے مثال چھت تانا ہے، اسی طرح اس نے تمہارے لیے زمین کا یہ عظیم الشان اور بے مثال بچھونا بھی بچھا دیا، تاکہ اس طرح اس کی مخلوق کیلئے ایک عظیم الشان اور بے مثال آرام دہ مکان بن جائے، پھر جس طرح اس نے آسمان کی اس بے مثال چھت میں سورج، چاند اور ستاروں کے بے مثال اور عظیم الشان قمقمے اور چراغ لگا دیئے، تاکہ اس بے مثال گھر کیلئے روشنی

اور حرارت حاصل ہوتی رہے، اسی طرح اس نے اس گھر میں مختلف قسم کے غلوں، پھلوں، اور پھولوں، کے انبار بھی لگا دیئے، تاکہ اس کے مکینوں کو غذا بھی حاصل ہو، اس کے پھلوں سے وہ لطف اندوز اور شاد کام بھی ہوں اور اس کے پھول ان کی باصرہ نوازی اور خوشبو کا ذریعہ بھی بنیں، سو زمین سے لے کر آسمان تک اس کی نعمتیں ہی نعمتیں ہیں، اور انسان سر سے لے کر پاؤں تک اس کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ پھر بھی اس سے غفلت و لاپرواہی برتنا، یا اس کی واحدانیت و یکتائی کا انکار کرنا، اور اس کے ساتھ دوسروں کو اس کا شریک جاننا کتنا بڑا ظلم اور کس قدر بے انصافی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا رب العالمین ویا ارحم الراحمین

۱۳ طرح طرح کے غلوں کی نعمت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس بچھونائے ارضی میں اور طرح طرح کے غلے بھی ہیں۔ تاکہ تمہاری خوراک کا انتظام و بندوبست بھی ہو اور تمہارے کام آنے والے جانوروں کا بھی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ۔ سو یہاں پر غلوں کے ساتھ پھلوں اور خاص کر پھولوں کے ذکر سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے صرف پیٹ بھرنے کا سامان نہیں کیا، بلکہ ان کے ذوق جمال کی تسکین لذتِ کام و دہن کی تکمیل اور شوقِ آرائش و تجمیل کا سامان بھی کیا ہے، جو کہ اس کی ربوبیت ہی کی دلیل نہیں بلکہ خاص اہتمام ربوبیت کی دلیل ہے، سبحانہ و تعالیٰ اور پھر جب کے ساتھ ذُو العصف اور نحل کے ساتھ ذات الاکمام کی صفت اس خاص عنایت اور اہتمام کو بھی واضح کرتی ہے جو اللہ پاک سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کی روزی رسانی کیلئے فرمائی ہے۔ سو اس کریم مطلق نے ایسے نہیں کیا کہ بندوں کو جن غلوں اور پھلوں سے نوازا ہے۔ ان کو ان کے سامنے یونہی پھینک مارا ہو کہ لو کھالو اور اپنے پیٹوں کو بولو۔ نہیں بلکہ اس نے ایک ایک دانے اور ایک ایک پھل کی ایسی پُر حکمت اور ایسی بے مثال پیکنگ فرمائی کہ عقل و خرد دنگ رہ جاتی ہے۔ پھر بھی اس سے غفلت اور لاپرواہی، اور بے فکری اور ناشکری؟۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے ذکر و رشد سے سرفراز و سرشار رکھے، ہمیشہ اپنا ہی بنائے رکھے، اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین ویا ارحم الراحمین،

۱۴ جنوں اور انسانوں سے تنبیہی خطاب کا ذکر و بیان: سو جنوں اور انسانوں دونوں کو خطاب کر کے تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تم دونوں اے گروہِ جن و انس اپنے ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۔ یعنی اپنے رب کی ان عظیم الشان نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا اور یہ ہے کہ تم سب دل و جان سے اپنے خالق و مالک کے حضور جھک جھک جاؤ، اور ہمیشہ اسکے آگے جھکے جھکے ہی رہو، اور اس طرح یہ نعمتیں تمہارے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ بن جائیں، مگر تمہارا رویہ اس کے برعکس ہے۔ سو ان نعمتوں کی تکذیب کرنا، اور کفر و انکار سے کام لینا بہت برا اور نہایت افسوسناک امر ہے۔ کیونکہ اس طرح تکذیب و انکار کرنے والے بڑے ہولناک خسارے میں مبتلا ہوتے ہیں، مگر ان کو اس کا شعور و احساس بھی نہیں ہوتا، سو ان میں سے ایک ایک نعمت پکار پکار کر اس واہبِ مطلق جلّ جلالہٗ کے شکر کی دعوت دے رہی ہے، پھر اس کفر و انکار کی بھی کئی صورتیں ہیں مثلاً یہ کہ کوئی کسی نعمت کو نعمت ہی نہ سمجھے، جیسے تعلیم قرآن کی نعمت عظمیٰ، کہ کتنے ہی بدنصیبوں کے یہاں یہ کوئی نعمت ہی نہیں، یا نعمت تو سمجھے مگر اسے اللہ

پاک کی طرف سے نہ جانے بلکہ اپنی فکر و محنت کا نتیجہ قرار دے' یا اپنے معبودانِ باطلہ اور دوسری مخلوق کی طرف منسوب کرے۔ یہ مجھے ان کی طرف سے ملی ہیں، اور اس طرح وہ ان کو اس وحدہ لاشریک کا شریک ٹھہرانے لگے، وغیرہ' کہ یہ سب ہی صورتیں کفر اور تکذیب نعمت ہی کے زمرے میں آتی ہیں۔ پس شکرِ نعمت کا طریقہ یہ ہے کہ ہر نعمت کو انسان اسی وحدہ لاشریک کی طرف سے جانے' اور اس پر ایمان و اطاعت کے ذریعے اس کا حق شکر ادا کرے۔ یہ آیتِ کریمہ اس سورتِ کریمہ میں اکتیس مرتبہ دوہرائی گئی ہے اور مقصود اس اعادہ و تکرار سے تنبیہ و تذکیر ہے شکرِ نعمت کے لئے۔ اور صحیح حدیث کے بموجب اس آیتِ کریمہ کے سننے پر یہ جواب دینا چاہیے لَا بِشَیْءٍ مِنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ (مالک! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت کو بھی نہیں جھٹلاتے پس تیرے ہی لئے ہے ہر تعریف اور ہر شکر، اور تو ہی اس کا مستحق ہے) بہر کیف وجودِ نعمت کا اہم تقاضا شکرِ نعمت ہے، اور شکرِ نعمت سے نعمت میں برکت و بڑھوتری آتی ہے، جبکہ کفرانِ نعمت باعثِ عذاب ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ۔ یعنی اگر تم لوگ شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھا کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری سے کام لیا تو پھر یقیناً میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے، والعیاذ باللہ۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید' وعلی مایحبُ ویرید بکل حالٍ من الاحوال،

۱۵ انسان کے مادۂ تخلیق کی تذکیر و یاددھانی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اسی نے پیدا فرمایا انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتی مٹی سے۔ جو کہ اس کی تخلیق کا آخری مرحلہ تھا کہ انسان تراب پھر طینِ لازب اور پھر "حَمَاءٍ مَسْنُوْنٍ" سے گزر کر آخر میں "صلصال" کے مرحلے میں پہنچا' پھر حضرت خالق جَلَّ وعَلاَ نے اپنی طرف سے اس میں روح پھونک کر اسے جیتا جاگتا اور بے مثال خوبیوں اور صفات والا انسان بنا دیا جو کہ اس پوری کائنات کا مخدوم بن گیا، سبحان اللہ! کہاں وہ بے جان اور بے حس مٹی اور کہاں اس سے بننے والا عقل و خرد کا مالک یہ انسان' سو یہ اس خالق و مالک کی قدرتِ مطلقہ اور حکمتِ بالغہ کا ایک عظیم الشان اور چلتا پھرتا شاہکار ہے۔ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَبَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی۔ سو انسان کو اس کے مادۂ تخلیق کی تذکیر و یاددہانی میں طرح طرح کے اور عظیم الشان درسہائے عبرت و بصیرت ہیں، مثلاً یہ کہ انسان اپنے وجود اور اپنی صلاحیتوں کو بھی دیکھے اور اپنے اس مادۂ تخلیق کو بھی اور پھر دیکھے، اور غور کرے کہ یہ کہاں سے اٹھ کر کہاں پہنچا؟ اور یہ سب کچھ کس قادرِ مطلق کی قدرتِ مطلقہ اور حکمتِ بالغہ کا نتیجہ ہے؟ اور اس قادرِ مطلق ربِّ ذوالجلال کا اس پر کیا حق ہے؟ اور اس کا حق ادا کرنے کی کیا صورت اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ سو اس کے نتیجے میں وہ دل و جان سے اپنے خالق و مالک کے حضور جھک جائے اور اس کے نازل فرمودہ دینِ حق کی تعلیمات کو اپنا کر ان کی روشنی میں اور ان کی ہدایات کے مطابق اس کا حق اطاعت و بندگی ادا کرے۔ نیز اس میں یہ درسِ عظیم بھی ہے کہ جس انسان کی تخلیق زیر پا افتادہ اس مٹی سے ہوئی ہو اس کو اکڑنے اور تکبر کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ اس میں تو عبدیت و تواضع چاہیے' نیز اس میں یہ درس عظیم بھی ہے کہ جس خالق نے انسان کو اس مٹی سے پیدا کر کے اس مقام تک پہنچایا اس قادرِ مطلق کے لیے آخر اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

۱۶ گروہِ جن وانس کو تنبیہ وتذکیر: سو گروہ جن وانس کو خطاب کر کے بطور تنبیہ وتذکیر ارشاد فرمایا گیا۔ کہ تم دونوں اے گروہِ جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۔ کہ تخلیق ووجود کی یہ عظیم الشان نعمت جو دوسری تمام نعمتوں کیلئے اساس وبنیاد ہے۔ اور باقی تمام نعمتیں اس کی فرع اور اس کے تابع ہیں' اس سے اسی نے تم کو نوازا ہے اور از خود نوازا ہے، اور یہ اسی وحدہ لاشریک کی بخشی ہوئی نعمت ہے اس لئے اس کے شکر کا حق دار وہی وحدہ لاشریک ہے۔ فَلا بِشَـيْءٍ مِنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَـذِّبُ فَـلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ اور جب تم دونوں اے گروہ جن وانس اپنے ربّ کی یہ شانیں اور حکمتیں خود اپنے اندر دیکھ چکے ہو اور دیکھ رہے ہو تو پھر تم اس کی قدرت سے اس بات کو کیوں بعید سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ اٹھا کھڑا کرے' بلکہ یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ تم کو دوبارہ اٹھائے' تاکہ تم سے ان نعمتوں کے بارہ میں پوچھے اور تم سے حساب لے کہ تم نے ان کا کیا حق ادا کیا ہے' اور اس کے بعد وہ ان نعمتوں کے بارہ میں صحیح راہ اپنانے والوں کو اپنے آخری اور دائمی انعام سے نوازے اور ناشکروں کو ان کی ناشکری کی سزا دے۔ تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور بدرجہءِ تمام وکمال پورے ہوں اور تخلیق کائنات کی حکمت کا نتیجہ ظاہر ہو سکے۔ سو بعث بعد الموت عقل وفطرت دونوں کا تقاضا ہے۔ اسلئے اس نے بہر حال پورا ہو کر رہنا ہے۔ ورنہ یہ سارا کارخانۂ ہست وبود عبث وبیکار قرار پائے گا جو کہ حضرت خالق حکیم کی حکمت کے خلاف ہے۔

اَللّٰھُمَّ !

اغْفِرْلِی،

ذَنبِی، کُلَّه، دِقَّه'

وَجِلَّه'، اَوَّلَه' وَاٰخِرَه'، سِرَّه'

وَعَلاَنِیَتَه'، مَاعَلِمْتُ مِنْهُ، وَمَالَمْ اَعْلَمْ،

رَبِّ اغْفِرْلِی مَاقَدَّمْتُ، وَمَااَخَّرْتُ، وَمَااَسْرَرْتُ،

وَمَااَعْلَنْتُ، وَمَااَسْرَفْتُ، وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِه مِنِّی، اِنَّکَ

اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ

اِلَیْکَ، رَبِّ اغْفِرْلِی هَزْلِی وَجِدِّی، وَخَطَائِی وَعَمَدِی، وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِی،

رَبِّ اغْفِرْوَارْحَمْ، اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ، وَاِنَّکَ اَنْتَ غَفَّارٌلِّذُنُوْبِ، وَسَتَّارٌلِّلْعُیُوْبِ،

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ

پس تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۱۸﴾ اسی نے چلا دیا دو سمندروں کو

یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

جو (بظاہر) آپس میں ملے ہوئے ہیں ﴿۱۹﴾ (مگر) ان دونوں کے درمیان ایک ایسا پردہ ہے کہ وہ دونوں (اپنی حدوں سے) بڑھ نہیں سکتے ﴿۲۰﴾ ع ۱۸

رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾

پس تم دونوں (اے گروہِ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۱﴾ ان دونوں سے موتی بھی نکلتے ہیں، اور مونگے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ

بھی ﴿۲۲﴾ ع ۱۹ پس تم دونوں (اے گروہِ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۳﴾ اور اسی کے ہیں پہاڑوں جیسے بلند

۱۷ مشرقوں اور مغربوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ: سو اس سے حق تعالیٰ کی عظمتِ شان کا ایک اہم اور واضح پہلو پیش فرمایا گیا ہے کہ وہ اس پوری کائنات کا بلا شرکت غیرے خالق اور مالک ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جو مالک ہے دونوں مشرقوں اور مغربوں کا۔ کہ سردی وگرمی کے دو موسموں میں سورج کے طلوع وغروب کے اعتبار سے ان دو مشرقوں اور مغربوں کا مشاہدہ ہر انسان بچشم خود کرتا ہے، نیز کرۂ ارضی کے دو نصفوں کے اعتبار سے کہ ایک طرف تو سورج ڈوب رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف طلوع ہو رہا ہوتا ہے، و بالعکس، سو اس اعتبار سے بھی دو مشرقوں اور دو مغربوں کا یہ سلسلہ برابر چلتا رہتا ہے، اور اس طرح شب وروز کا یہ عظیم الشان سلسلہ ہر وقت اپنی زبان حال سے انسان کو دعوتِ غور وفکر دیتا رہتا ہے، مگر انسان کی غفلت ہے کہ وہ قدرت کے اس عظیم الشان نشان تصرف وقدرت میں صحیح طور پر غور وفکر سے کام لیتا ہی نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ ہمہ وقت اپنی خدمت میں لگے اس نشان قدرت (سورج) کی پوجا کرنے لگتا ہے، الا ماشاء اللہ، اور اس طرح وہ ''خسر الدنیا و الاخرۃ'' کا مصداق بن جاتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم، سو یہ خود بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے اور آگے کئی عظیم الشان نعمتوں پر حاوی ومشتمل بھی ہے، فلله الحمد الشکر۔ سو یہ اس وحدہ لاشریک کی عظمت شان کا ایک ایسا اہم اور واضح پہلو ہے جو ہمیشہ اور ہر موقع پر انسان کے سامنے رہتا ہے اور اپنی لگاتار اور پیہم آمد ورفت سے انسان کو یہ عظیم الشان اور چشم کشا درسِ عبرت وبصیرت دیتا رہتا ہے کہ اس سب کا خالق ومالک وہی وحدہ لاشریک ہے اور یہ سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ سو نہ کوئی اس کائنات کی تخلیق وایجاد میں اس کا شریک ہے اور نہ کوئی اس کے حکم وتصرف میں اور نہ کوئی اس کے احاطۂ قدرت واختیار سے باہر ہو سکتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ تو پھر معبود برحق اسکے سوا اور کون اور کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس معبود برحق وہی وحدہٗ لاشریک ہے اور ہر قسم کی عبادت وبندگی اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے، فَلَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ سِوَاہُ، وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ، جَلَّ وَعَلَا۔

۱۸ پانی کے دو عظیم الشان ذخیروں کی نعمت کا ذکر و بیان: سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ میٹھے اور کھاری پانی کے دونوں ذخیرے قدرت کی رحمت و عنایت اور اس کی حکمتِ بالغہ کا ایک اور عظیم الشان مظہر اور نشان ہے؟ جو تم لوگوں کو اپنی زبانِ حال سے درسِ عبرت و بصیرت اور دعوتِ غور و فکر دے رہا ہے۔ تا کہ اس طرح تم لوگ حق اور حقیقت تک رسائی حاصل کر سکو اور راہِ حق و صواب کو اپنا سکو۔ بہر کیف اس اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ قدرت کی رحمت و عنایت کا ایک اور عظیم الشان نشان میٹھے اور کھاری پانی کا یہ پُر حکمت نظام بھی ہے۔ یعنی اس قادرِ مطلق ربِّ رحمان و رحیم نے اپنی قدرت بے پایاں اور حکمت بالغہ سے میٹھے اور کھاری پانی کے دو الگ الگ اور عظیم الشان ذخیرے رکھ دیئے' جن میں سے ہر ایک کے ساتھ' مخلوق کے طرح طرح کے اور بے شمار و لاتعداد فوائد و منافع وابستہ ہیں' پھر کھاری پانی کو سمندروں کی شکل میں بند کر دیا' اور میٹھے کو دریاؤں' نہروں اور چشموں وغیرہ کی صورت میں بہا دیا' اور ان دونوں کے درمیان زمین کا ایسا پردہ حائل کر دیا کہ یہ دونوں ایک دوسرے میں مل نہیں سکتے۔ (ابن کثیر' صفوۃ التفاسیر وغیرہ) ورنہ مخلوق کا زندہ رہنا نہ صرف یہ کہ مشکل ہو جاتا بلکہ ممکن نہ رہتا' سو یہ کس قدر عظیم الشان کرم و احسان ہے اس خالق و مالک کا جس سے اس نے اپنے بندوں کو بالخصوص اور باقی طرح طرح کی دوسری مخلوق کو بالعموم نوازا ہے' اور یہ عجیب و غریب اور حکمتوں بھرا محیر العقول نظام اس قادرِ مطلق کے سوا اور کون قائم کر سکتا ہے؟ فَلَهُ الْحَمْدُ وَلَهُ الشُّكْرُ۔ سو کتنے ظالم اور کس قدر بے انصاف ہیں وہ لوگ جو اس واہبِ مطلق جل و علا شانہ سے منہ موڑ کر دوسری خود ساختہ اور من گھڑت چیزوں کی پوجا کرتے ہیں' اور خداوند قدوس کی اس عظیم الشان اور محیر العقول کارستانی کو بچشم خود دیکھنے اور اس سے طرح طرح سے مستفید و فیضیاب ہونے کے باوجود خالق و مالک سے منہ موڑے ہوئے ہیں، اور اس کے حقِ اطاعت و بندگی سے غافل و لاپرواہ ہیں' بلکہ کتنے ہی بدبخت ایسے ہیں جو اس خالق و مالک کے آگے جھکنے اور سجدہ ریز ہونے کی بجائے جل پُوجا کے نام سے اسی پانی کی پوجا کرتے ہیں اور ناشکری اور کفر و شرک کے ہولناک جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ و سلامت رکھے' آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، و اکرم الاکرمین،

۱۹ موتیوں اور مونگوں کی نعمتوں کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں سے موتی بھی نکلتے ہیں اور مونگے بھی جو تم لوگوں کے لیے عظیم الشان دولت بھی ہے اور زیب و زینت بھی اور جن سے آگے تم لوگ قسما قسم کے فائدہ اٹھاتے اور طرح طرح سے مستفید ہوتے ہو' جدید تحقیقات کے مطابق موتی اور مونگے میٹھے اور کھاری دونوں پانیوں سے نکلتے ہیں' البتہ مونگے زیادہ تر کھاری پانی سے برآمد ہوتے ہیں مگر نفس وجود ان دونوں کا دونوں جگہ پایا جاتا ہے' (تفسیر المراغی) فَسُبْحَانَ اللّٰهِ مِنْ عَظَمَةِ شَانِهٖ وَ صِدْقِ كَلَامِهِ الَّذِیْ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ سو اس ارشاد سے ایک عظیم الشان اور مشترک مجموعی فائدے کی طرف ارشارہ فرمایا گیا ہے کہ پانی کے ان دونوں ذخیروں کے درمیان باہم اس قدر تضاد پایا جاتا ہے کہ ایک نہایت میٹھا و شیریں (عذب فرات) اور دوسرا انتہائی کھاری اور کڑوا (مِلْحٌ اُجَاجٌ) مگر اسکے باوجود ان دونوں سے موتی اور مونگے حاصل ہوتے ہیں، جو انسان کیلئے ایک عظیم الشان دولت بھی ہے اور زینت بھی، اور اس سے ان کے طرح طرح کے عظیم الشان

فوائد اور منافع وابستہ ہیں، فللہ الحمد رب العالمین۔ سو جن لوگوں نے یہ کہا کہ موتی اور مونگے صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں اور اس بناء پر انہوں نے اس ارشادِ ربانی پر اعتراض کیا تو انہوں نے بالکل غلط کہا۔ کیونکہ موتی اور مونگے جس طرح کھاری پانی سے نکلتے ہیں اسی طرح میٹھے پانی سے بھی نکلتے ہیں جس طرح انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا کا مضمون PEARL اور اگر بالفرض یہ کھاری پانی ہی سے نکلتے ہوں تو بھی اس سے قرآن کے بیان پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ قدرت کا نظام یہ ہے کہ اشیاء تضادات کے ملاپ سے پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ بچہ ماں باپ کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی پرورش اگرچہ ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے لیکن حقیقت بہرحال یہی ہے کہ وہ مرد اور عورت دونوں کے ملاپ سے ہی وجود میں آتا ہے اسی طرح موتی اور مونگے میٹھے اور کھاری پانی کے ملاپ سے پیدا ہوتے ہیں اگرچہ وہ پرورش کھاری پانی کے اندر ہی پاتے ہوں۔ سو یہ قدرت کی ایک عظیم عنایت اور حکمت ہے جس کا احاطہ وادراک کسی کے بس میں نہیں، فلہ الحمد ولہ الشکر بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھّاب، جَلَّ وَعَلا،

اَللّٰهُمَّ !

اَقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْيَتِكَ مَاتَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَاوَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَاتُبَلِّغُنَابِهٖ جَنَّتَكَ،

وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَابِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَا، وَقُوَّاتِنَامَااَحْيَيْتَنَا،

وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَاْرَنَاعَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَاعَلٰى مَنْ عَادَانَا،

وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْيَااَكْبَرَهَمِّنَا، وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا

بِذُنُوْبِنَا، مَنْ لَّايَخَافُكَ وَلَايَرْحَمُنَا،

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ،

وَاَنْتَ وَلِيُّنَاوَمَوْلَانَا

وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ

شَيْئٍ قَدِيْرٌ

النصف ع ۲۵

فِی الۡبَحۡرِ کَالۡاَعۡلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

یہ جہاز جو سمندروں میں رواں دواں ہیں ف۲۰ ﴿۲۴﴾ پس تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۵﴾

کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ

جو بھی کچھ زمین پر ہے اس نے (بالآخر) فنا کے گھاٹ اتر کر رہنا ہے ﴿۲۶﴾ اور تمہارے رب کی ذات ہی باقی رہ جائے گی

ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا

جو کہ بڑی ہی عظمت والا، اور بڑا ہی احسان والا ہے، ف۲۱ ﴿۲۷﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو

تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ یَسۡـَٔلُہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

جھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۸﴾ اسی سے مانگتے ہیں وہ سب جو کہ آسمانوں اور زمین (کی اس پوری کائنات) میں ہیں، ف۲۲

کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾

ہر آن اس کی نئی شان، ف۲۳ ﴿۲۹﴾ تو پھر پس تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۳۰﴾

سَنَفۡرُغُ لَکُمۡ اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا

ہم عنقریب ہی تمہارے لئے فارغ ہوا چاہتے ہیں ف۲۴ اے دو بوجھو! ف۲۵ ﴿۳۱﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون

تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ

کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ف۲۶ ﴿۳۲﴾ اے گروہ جن وانس! اگر تم نکل کر

۲۰ دیوہیکل بحری جہازوں میں سامانِ غور وفکر: سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ پانی پر تیرنے والے دیوہیکل جہاز بھی قدرت کی ایک عظیم الشان نشانی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اسی کے لیے ہیں پہاڑوں جیسے یہ عظیم الشان جہاز جو سمندروں میں رواں دواں ہیں۔ جن سے تمہارے طرح طرح کے فوائد ومنافع وابستہ ہیں۔ پس ان جہازوں کے وہ مواد جن سے ان کی ترکیب وجود میں آتی اور ان کی تیاری مکمل ہوتی ہے، اور تمہاری وہ عقلیں جن کی بناء پر تم نے ان کی ترکیب و صنعت کاری کو عروج تک پہنچایا، کس کی پیدا کردہ اور کس کی بخشی ہوئی ہیں؟ اور پھر اس پانی کو تمہارے لئے اس طرح کس نے مسخر کر دیا کہ ہزاروں ٹن وزن کے لوہے لکڑی وغیرہ کے یہ دیوہیکل جہاز اس کے سینے کو چیرتے ہوئے اس پر رواں دواں ہیں، اور تمہاری حاجات وضروریات کو لئے مشرق ومغرب کے چکر کاٹتے ہیں، کیا یہ سب کچھ اس خدائے واحد کے سوا اور کسی کی کرم فرمائی وکارستانی ہو سکتی ہے؟ پس ہر طرح کی حمد وثناء اور شکر وسپاس اور عبادت وبندگی اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے۔

سبحانه و تعالیٰ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ یہ خداوند قدوس ہی کی قدرت' اسی کی حکمت اور اسی کی رحمت وعنایت کا نتیجہ وثمرہ ہے، کہ پہاڑوں کی طرح اونچے یہ بھاری بھرکم اور دیوہیکل جہاز سمندروں کے سینوں کو چیرتے ہوئے ان پر رواں دواں ہیں، حالانکہ پانی کی طبیعت یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا کنکر بھی اگر اس پر رکھو تو وہ فوراً ڈوب جاتا ہے مگر ہزاروں لاکھوں ٹن وزن کے یہ دیوہیکل جہاز اس پر ہرطرف رواں دواں ہیں، یہ اسی وحدہٗ لاشریک کی قدرت وحکمت اور رحمت وعنایت کا نتیجہ وثمرہ ہے''لَـهٗ'' کے کلمۂ کریمہ سے یہاں پر اسی اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ تضادات کے اندر اس قسم کی موافقت اور سازگاری پیدا کر دینا اسی وحدہ لاشریک کی قدرت وحکمت کا نتیجہ وثمرہ ہے جس کے نمونے اس کائنات میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ سبحانه و تعالیٰ مگر انسان غافل ہے۔ والعیاذُ بالله جَلَّ وَعَلَا۔ من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف، وهو الهادی الی سواء السبیل،

۲۱ دنیا کی ہر چیز فانی: سو مذکورہ بالا دلائل کے طبعی اور لازمی نتیجے کے اظہار وبیان کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ زمین پر جو بھی کچھ ہے اس سب نے بہرحال آخرکار فنا کے گھاٹ اتر کر رہنا ہے۔ اور اس انسان نے جو کہ اس دنیاءِ دُوں کے ان عارضی فائدوں اور وقتی منافع پرست ہو رہا ہے' اور انہی کو اس نے سب کچھ سمجھ رکھا ہے' اس نے بہرحال اس دار فانی کو چھوڑ کر آخرت کے اس دارِ بقا کی طرف کوچ کرنا ہے' جو کہ دائمی اور ابدی ہے تاکہ وہاں پہنچ کر ہر کوئی اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کی بھرپور جزا وسزا پاسکے' اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے بھرپور طریقے سے پورے ہوسکیں' سو بڑے غلط کار اور بہکے اور بھٹکے ہوئے ہیں وہ لوگ جو اس فانی مخلوق میں سے قسما قسم کی چیزوں اور طرح طرح کی ہستیوں کو حاجت روا ومشکل کشا قرار دے کر پوجتے پکارتے ہیں' اور اس طرح وہ شرک کا ارتکاب کرکے اپنی تباہی اور تحقیر وتذلیل اور ہلاکت وتباہی کا سامان خود کرتے ہیں، والعیاذ بالله، اور وہ نہیں سوچتے اور سمجھتے کہ جو خود فانی ہے وہ دوسروں کا حاجت روا ومشکل کشا بھلا کس طرح ہوسکتا ہے؟ سو روئے زمین پر جو بھی کچھ ہے اس سب نے بہرحال آخرکار فنا کے گھاٹ اتر کر رہنا ہے' صرف آپ کے ربّ کی ذاتِ اقدس واعلیٰ ہی باقی رہے گی' جس کیلئے نہ فنا ہے نہ زوال، جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی باقی رہے گی' جو حقیقی عظمت والی اور سزاوار تعظیم واجلال ہے' جس کے حضور ہر کسی نے حاضر ہو کر اپنے کیے کرائے کا جواب دینا اور اس کا پھل پانا ہے' کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ وہ اس کے سامنے دم مار سکے' یا اس کے اذن کے بغیر کسی کی سفارش کیلئے زبان کھول سکے' بہرکیف اس سے مذکورہ بالا دلائل کا نتیجہ اور لازمی تقاضا بیان فرمادیا گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر انسان کی تربیت وپرورش کا جو سامان کیا ہے اپنی صفتِ تخلیق وایجاد کی جو مختلف شانیں دکھلائیں۔ اس کے احاطہ قدرت وحکمت کے جن نمونوں کا ذکر وبیان ہوا۔ اَضداد کے اندر توافق ویکتائی کے جن عظیم الشان مظاہر کو پیش فرمایا گیا، ان سب باتوں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایک دن یہ سب فنا ہو جائیں گی اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس واعلیٰ ہی باقی رہے گی جو کہ بڑی ہی عظمتوں والی اور سزاوار تعظیم وتکریم ہے، اور پھر سب کی اس کے حضور پیشی ہوگی تاکہ ہر کوئی اس کے حضور پہنچ کر اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دے سکے، اور اس کا صلہ وثمرہ پاسکے۔ وبالله التوفیق لما یحب ویرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال

❁ ❁ ❁ ❁

۲۲ سب کا داتا اور سب کا رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔سبحانہ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا اور اسلوبِ حصر وقصر میں ارشاد فرمایا گیا کہ اسی سے مانگتے ہیں وہ سب جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ کہ داتا سب کا وہی اور صرف وہی ایک ہے' باقی ہر کوئی منگتا اور اسی کا محتاج ہے' اور پھر یہ مانگنا بھی عام ہے کہ زبان حال سے ہو یا زبان قال سے، اور مانگی جانے والی چیز بھی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی' اسی لیے یہاں پر یسئل فعل کا مفعول ذکر نہیں فرمایا گیا جس سے عموم وشمول کا فائدہ حاصل ہوا ہے' اور یہ ہر چیز اور ہر ضرورت کو شامل ہے' جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ط وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ (ابراہیم:۳۴ پ ۱۳) یعنی اس وحدہٗ لاشریک نے تم لوگوں کو وہ سب کچھ دیا جو تم نے اس سے مانگا، سو داتا اور مرجع سب کا وہی وحدہ لاشریک ہے۔جس کو جو بھی کچھ ملتا ہے اسی کے دیئے سے ملتا ہے، سو اسکے سوا کسی اور کو مولا اور مرجع سمجھ کر یا اس کو داتا اور حاجت روا و مشکل کشا جان کر اس سے مانگنا اور اس کے حضور اپنی دعاء والتجاء پیش کرنا محض حماقت اور سفاہت ہے' اسباب کے درجے میں ایسا کرنے کی اگرچہ شرع متین نے اجازت دی ہے' لیکن مافوق الاسباب ایسا کرنا تو نرا شرک ہے، جو کہ ظلمِ عظیم ہے، والعیاذ باللہ العظیم، سو اس وحدہ لاشریک کے سوا نہ کوئی کسی کو کچھ دے سکتا ہے اور نہ چھین سکتا ہے۔سب کچھ اسی وحدہٗ لاشریک کے قبضہء قدرت واختیار میں ہے۔فلہ الحمد ولہ الشکر بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیوۃ

۲۳ ہر آن اس کی ایک نئی شان۔سبحانہ و تعالیٰ: یعنی یوم یہاں پر اپنے معروف معنوں میں نہیں، بلکہ مطلق وقت کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جو کہ عربی زبان کا ایک معروف اسلوب ہے (صفوۃ' محاسن، وغیرہ) اور اس کو یوم سے اس لئے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ تا کہ یہود بے بہبود کے اس زعم باطل کا رد ہو سکے' کہ ہفتے کا دن اللہ تعالیٰ کے آرام کا دن ہے (روح، وغیرہ) سو ان کا یہ زعم باطل ہے، اور یہ دراصل اللہ پاک کو مخلوق پر قیاس کرنے کی بنیادی غلطی اور گمراہی کا نتیجہ ہے' جس میں یہود بے بہبود اور دوسری گمراہ قومیں ہمیشہ مبتلا رہی ہیں' اور آج بھی ہیں' والعیاذ باللہ سو اللہ تعالیٰ ایسے تمام عوارض سے پاک اور وراء الورا ہے، اور ہر لحظہ اس کی ایک نئی شان ہے' سبحانہ و تعالیٰ، اور اس کائنات میں ہر لحہ ولحظہ میں جو بے شمار انقلابات اور تغیرات رونما ہوتے ہیں وہ سب اسی کی قدرت وعنایت کا نتیجہ وثمرہ ہیں۔پس کوئی اس مغالطے میں نہ رہے کہ اس خالقِ کل نے دنیا کو پیدا کرنے کے بعد اس کا انتظام و انصرام فرضی دیویوں' دیوتاؤں، اور خودساختہ ہستیوں اور بناوٹی سرکاروں کے حوالے کر دیا ہے' اور وہ خود الگ کسی گوشہ تنہائی میں بیٹھ گیا ہے' سو ایسے ہر تصور سے وہ پاک ہے سبحانہ و تعالیٰ' بلکہ اس کی اس پوری کائنات میں ہر لحہ ولحظہ جو بھی کچھ ہو رہا ہے اسی کے حکم و ارشاد سے ہو رہا ہے۔سبحانہ و تعالیٰ۔سو اس کائنات کا خالق و مالک بھی وہی ہے اور اس میں حاکم و متصرف بھی وہی۔فعلیہ نتوکل وبہ نستعین فی کل اٰنٍ وّ حین، فلہ الحمد ولہ الشکر بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ،

۲۴ یوم جزاء وسزا کی تذکیر و یاددہانی: سو جنوں اور انسانوں کے دونوں گروہوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ عنقریب ہی ہم تمہارے لیے فارغ ہوا چاہتے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابھی ہم مشغول ہیں' فرصت نہیں' بعد میں جب فرصت ہوگی تو تمہارے لئے فارغ

ہو جائیں گے' کہ وہ ذات پاک اس طرح کے مشاغل اور ایسے تمام تصورات سے پاک اور وراء الوراء ہے، سبحانہ و تعالیٰ، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تو ہم تمہیں دنیاوی نعمتوں سے نواز رہے ہیں، تمہیں مہلت اور ڈھیل دے رکھی ہے، لیکن تمہارے حساب کتاب کیلئے ہم بعد میں متوجہ ہوں گے جبکہ تمہاری یہ مہلت اور فرصتِ حیات ختم ہو جائے گی اور تمہارے حساب کتاب کا وقت آ پہنچے گا' اور وہ قیامت کا دن ہے جسے تم لوگ اگر دور سمجھتے ہو تو سمجھتے رہو' مگر ہمارے نزدیک وہ عنقریب ہی آنے والا ہے' اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَّنَرَاهُ قَرِيْبًا نیز فرمایا گیا اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ سو یہ کلام تہدید اور تخویف پر مبنی ہے (روح' قرطبی' مراغی' صفوۃ وغیرہ) اور تہدید و تخویف کا یہ اسلوب ہر زبان میں پایا جاتا ہے' جیسا کہ ہمارے یہاں بھی کہا جاتا ہے کہ میں وقت آنے پر تمہیں دیکھ لوں گا، وغیرہ، سو اس ارشاد ربانی میں غافل لوگوں کیلئے بڑی سخت تنبیہ اور تہدید ہے کہ دنیا کے پجاریو! یاد رکھو کہ زمانہ کل دو دن کا ہے' ایک آج جو یہ دنیا ہے' جس میں موت و حیات اور امر و نہی کا یہ سلسلہ جاری ہے، اور ایک کل کا وہ دن جو کہ آخرت ہے' جس میں حساب و کتاب اور سزا و جزاء کا قیام ہوگا' (كما قال' به ابن عينية' تفسیر المراغی وغیرہ) بہر کیف فارغ ہونے کے اس ارشاد سے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا کہ ابھی تو اس دنیا کا کارخانہ چل رہا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ یہ اپنی مدت پوری کر لے اور جب اس کی یہ مدت پوری ہو جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس دنیا کے نظم و نسق سے بالکل فارغ ہو کر اپنے بندوں کے حساب کتاب کی طرف متوجہ ہوگا' سبحانہ و تعالیٰ۔ سو یہ بھی حضرت حق جل مجدہ کی رحمت و عنایت بیکراں کا ایک عظیم الشان نمونہ اور نمایاں مظہر ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو اس یوم حساب سے اس قدر پیشگی اور اس صراحت و وضاحت کے ساتھ خبردار فرما دیا تا کہ جس نے بچنا ہو بچ جائے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاة، وَهُوَ الْهَادِيْ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْل، فَعَلَيْهِ نَتَوَكَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْن، فِيْ كُلِّ اٰنٍ وَّحِيْن، ذِي الْقُوَّةِ الْمَتِيْن، وَاَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن، وَاَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْن

۲۵ فرمان جن و انس اللہ کی دھرتی پر بوجھ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم: سو ارشاد فرمایا گیا اور جنوں اور انسانوں دونوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا اے دو بوجھو۔ مراد ہیں جن و انس کے دونوں گروہ' اور ان کو ثقل اور بوجھ اس لئے فرمایا گیا کہ دھرتی کی قدر و منزلت اصل میں انہی دو گروہوں سے ہے' کہ یہی دو گروہ دراصل اس کے مخدوم و مطاع اور تکالیف اور احکام شرعیہ کے مکلف ہیں' نیز اس میں یہ درس ہے کہ اگر یہ دونوں اپنی اس عظیم الشان ذمہ داری کو نبھائیں گے نہیں تو یہ اللہ کی زمین کے لئے نرے بوجھ ہیں' پھر نہ ان کا کوئی وزن اور فائدہ ہے' اور نہ کوئی قدر و قیمت، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم، پس انسان کی اصل قدر و قیمت اپنے رب کی معرفت اور اس کے حق بندگی کی ادائیگی ہی سے بنتی ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق۔ یہاں پر لغت کا یہ باریک فرق بھی واضح رہے کہ "ثِقْل" کے معنی تو مطلق بوجھ کے آتے ہیں لیکن "ثَقَل" اس بوجھ کو کہا جاتا ہے جو سواری پر لدا ہوا ہوتا ہے۔ سو یہاں پر ثقلان کے لفظ کے استعمال سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ دونوں "ثقل" یعنی زمین پر لدے ہوئے بوجھ ہیں۔ لیکن یہاں پر اس سے مراد نافرمان اور منحرف جن اور انسان ہیں۔ کیونکہ اوپر سے ایسے ہی منحرف اور سرکش جنوں اور انسانوں سے خطاب چلا آ رہا ہے، اور آگے آیت نمبر ۴۵ تک بھی وہی اس کے مخاطب ہیں۔ سو نافرمان جن و انس اللہ کی دھرتی پر ناروا بوجھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم، اللہ تعالیٰ ہمیشہ

اور ہر حال میں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور ہمیشہ ہر حال میں اپنی رضاوخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے' آمین ثم آمین، یارب العالمین ویاارحم الراحمین،واکرم الاکرمین،ویامن بیدہ ملکوت کل شی وھویجیر ولایجار علیہ،

۲۶ گروہ جن وانس کو تنبیہ وتذکیر: سوان دونوں گروہوں کو خطاب کر کے بطور تنبیہ ارشاد فرمایا گیا کہ تم دونوں اے گروہ جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۔ کہ ہم نے تمہیں تمہارے انجام سے اس طرح پیشگی خبر دے دی تا کہ تم اس کے لئے تیاری کر سکو' اور عمر رواں کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت سمجھو اور اس سے پورا فائدہ اٹھاؤ' لیکن تم نے اگر اس کے باوجود اس سے اعراض ہی برتا' اور روگردانی ہی سے کام لیا تو پھر سوچو کہ اس وقت تمہارا کیا بنے گا' جب تم اس روز جزاء کو اپنے سامنے دیکھو گے؟ جبکہ کوئی مفر نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضاوخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویاارحم الراحمین ویااکرم الاکرمین،والحمدللہ رب العالمین،قبل کل شیئٍ وبعد کل شیئٍ وانہ ھوالاھل للحمد فی الاولیٰ والاخرۃ، وھوالذی شرفنی بھذا العمل الجلیل،من الترجمۃ والتفسیر لکتابہ العزیزالکریم، جل وعلاء،

اَللّٰھُمَّ !

اقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْیَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَاوَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ،وَمِنْ طَاعَتِکَ مَاتُبَلِّغُنَابِہٖ جَنَّتَکَ،

وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا،وَمَتِّعْنَابِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَا،وَقُوَّاتِنَامَااَحْیَیْتَنَا،

وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا،وَاجْعَلْ ثَاْرَنَاعَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا،وَانْصُرْنَاعَلٰی مَنْ عَادَانَا،

وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْیَااَکْبَرَھَمِّنَا،وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا،وَلَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَا

بِذُنُوْبِنَا،مَنْ لَّایَخَافُکَ وَلَایَرْحَمُنَا،

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ،

وَاَنْتَ وَلِیُّنَاوَمَوْلَانَا

وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ

شَیْئٍ قَدِیْرٌ

اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
بھاگ سکتے ہو آسمانوں اور زمین کی حدود سے

فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ ﴿۳۳﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
تو بھاگ دیکھو! ۲۷ تم نہیں بھاگ سکتے مگر زور (اور سند) کے ساتھ، ۲۸ ﴿۳۳﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!)

رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ
اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۲۹ ﴿۳۴﴾ تم پر خالص آگ کے شعلے اور نرے دھوئیں (کے بادل) اس طرح

نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ ﴿۳۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا
چھوڑے جائیں گے کہ تم ان سے کسی طرح بچ نہ سکو گے، ۳۰ ﴿۳۵﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو

تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً
جھٹلاؤ گے؟ ۳۱ ﴿۳۶﴾ پھر (کیا حال ہوگا اس وقت) جب کہ آسمان پھٹ کر لال چمڑے کی طرح

۲۷ **اللہ تعالیٰ کی گرفت و پکڑ سے کوئی باہر نہیں ہوسکتا:** سو اس ارشاد سے گروہ جن وانس کی تعجیز و بےبسی کو بیان کرتے ہوئے واضح فرما دیا گیا کہ کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی گرفت و پکڑ سے باہر نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ "اے گروہ جن وانس اگر تم نکل کر بھاگ سکتے ہو آسمانوں اور زمین کی حدود سے تو تم بھاگ دیکھو"۔ یعنی اس کی گرفت و پکڑ اور موت سے بچنے کے لئے، مگر یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے؟ جب کہ اس کی قدرت تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے (ابن کثیر، خازن، صفوہ، وغیرہ) سو اس کے باوجود اگر تمہارا گمان یہ ہے کہ تم غیر ذمہ دار اور مطلق العنان ہو، اور تمہاری کوئی پوچھ پکڑ نہیں ہوگی، تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی زمین اور اس کے تخلیق فرمودہ آسمانوں کی حدود سے باہر نکل کر دکھاؤ، تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ تم اس کی گرفت و پکڑ سے آزاد ہو، یا آزاد ہو سکتے ہو، مگر کیسے اور کیونکر؟ والعیاذُ باللہ جل وعلا بکل حالٍ من الاحوال، وفی کُلِ موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ،

۲۸ **خدا کی خدائی سے نکلنا کسی کیلئے ممکن نہیں:** سو گروہ جن وانس سے امر تعجیز کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم لوگ خدا کی خدائی سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھاؤ۔ سو تم لوگ ایسا نہیں کر سکتے مگر کسی زور کے ساتھ، اور ایسا کوئی خاص زور نہ تمہارے اندر ہے نہ ہوسکتا ہے تو پھر اس کی گرفت سے نکل بھاگنے کا سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا ہے؟ سلطان کے معنی زور اور اقتدار کے بھی آتے ہیں، اور سند کے بھی، یہاں دونوں ہی صورتوں میں معنی صحیح ہیں، یعنی نہ تو تمہارے پاس ایسا کوئی زور اور قوت ہے کہ تم زمین اور آسمانوں کی حدود اور خداوند قدوس کی خدائی سے باہر نکل سکو، اور نہ ہی تمہارے لیے کوئی ایسی سند اور پاسپورٹ ممکن ہوسکتا ہے کہ تم ایسا کر سکو، سو اللہ تعالیٰ کی گرفت و پکڑ سے بھاگ نکلنا اور اس کی خدائی سے باہر ہو جانا تمہارے لیے ممکن نہیں، تو پھر تم لوگ اس کی گرفت و پکڑ سے بےجنت و بےفکر

کیوں ہو؟ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۲۹ گروہ جن وانس سے خطاب تنبیہ وتذکیر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر تم دونوں اے گروہ جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۔ یعنی اس تنبیہ وتقریر میں بھی تمہاری لئے بڑی نعمت ہے کہ تا کہ اس کے نتیجے میں نیکوکار اپنی نیکی میں اضافہ کرے' اور بدکار اپنی برائی سے رک جائے، نیز اس قادر مطلق نے اپنی اس قدرتِ مطلقہ کے باوجود کمالِ حلم سے کام لیتے ہوئے تمہیں جو مہلت دے رکھی ہے، یہ اس کی ایک نعمت اور بہت بڑی نعمت ہے۔ سو تم اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنی آخرت کے لئے تیاری کرو، قبل اس سے کہ یہ فرصتِ محدود تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور پھر تمہیں ہمیشہ کے لئے کفِ افسوس ملنا پڑے' مگر بے وقت کے اس افسوس کا تمہیں کسی بھی قسم کا کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے سوائے یاس وحسرت میں اضافہ کے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو اس خطابِ تنبیہ وتذکیر سے اللہ پاک سبحانہ وتعالیٰ گروہ جن وانس کو بار بار جھنجوڑتا اور خبردار کرتا ہے تا کہ وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنے حال و مآل کے بارے میں سوچیں اور غور کریں اور فرصتِ عمل کو ضیاع سے بچائیں۔ سو یہ خود اس کی رحمت وعنایت کا ایک بڑا مظہر ہے۔ فلا لشیءٍ من نعمائک ربنا نُکذِّب فلک الحمد و لک الشکر۔ اللہ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر قائم رکھے اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب کے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۳۰ نارِ دوزخ کے شعلوں اور دھوئیں کا ذکر وبیان۔ والعیاذُ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم پر آگ کے شعلے اور دھویں کے بادل چھوڑے جائیں گے۔ جس سے نہ تم خود بچ سکو گے اور نہ ہی تمہارے وہ معبود تمہیں چھڑا اور بچا سکیں گے' جنہیں تم اللہ پاک کے سوا پوجتے پکارتے ہو' اور جن کا تمہیں بڑا زعم وگھمنڈ اور بھروسہ واعتماد ہے' اور تم ہانکے پکارتے کہتے ہو کہ ہم نے تو بس فلاں کا لڑ پکڑ رکھا ہے' فلاں کا پٹہ گلے میں ڈال دیا ہے' یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں، (ھؤلاءِ شفعاء ناعند اللہ) بس ہمیں یہی کافی ہیں' یہ ہمارا سارا کام خود ہی بنا دیں گے' ہماری ان کے آگے اور ان کی ان کے آگے' وغیرہ وغیرہ، اور اسی بناء پر تم لوگ دنیا میں حق بات سننے اور ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے۔ بہر کیف دولتِ ایمان سے محروم اور عمل کی پونجی سے بے بہرہ لوگوں کا حال وہاں پر بہت برا ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۳۱ گروہِ جن وانس سے خطاب تنبیہ وتذکیر: سو ان دونوں گروہوں کو خطاب کر کے بطور تنبیہ وتذکیر ان سے فرمایا گیا کہ پھر تم اپنے ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۔ کہ اس تہدید وتحذیر کے ذریعے اس نے تمہیں خبردار کر دیا، آگے پیش آنے والے اس ہولناک انجام سے اس نے تمہیں اس قدر پیشگی آگاہ کر دیا۔ تا کہ تم لوگ اس سے بچنے کی فکر وکوشش کر سکو' قبل اس سے کہ فرصت حیات تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور تمہیں اس سے سابقہ پیش آ جائے، اور پھر تم ہمیشہ کے خسارے میں مبتلا ہو جاؤ، والعیاذُ باللہ العظیم، سو آنے والے عذاب سے پیشگی خبردار کر دینا اور اس طرح اصل حقیقت سے آگاہ کر دینا قدرت کا ایک عظیم الشان احسان ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے۔ فَلَا لِشَیْءٍ مِنْ نِعْمَائِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ذکر وشکر سے سرشار رکھے اور اس طور پر جو اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ اور مقبول ہو' آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین،

كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٨﴾

سرخ ہو جائے گا؟ ف۳۲ ﴿۳۷﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ف۳۳ ﴿۳۸﴾

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ وَلَا جَانٌّ ﴿٣٩﴾

اس دن نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی کسی جن سے ف۳۴ ﴿۳۹﴾

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ

تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ف۳۵ ﴿۴۰﴾ مجرموں کو وہاں پر پہچان لیا جائے گا ان (کے

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ

چہروں) کی نشانیوں سے ف۳۶ پھر ان کو (دوزخ میں پھینکنے کے لئے) پکڑا جائے گا ان کی پیشانیوں (کے بالوں) اور پاؤں سے، ف۳۷ ﴿۴۱﴾ تو پھر

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٢﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا

تم دونوں (اے گروہ جن وانس) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ف۳۸ ﴿۴۲﴾ (اس وقت ان کی تذلیل اور تجریح مزید کے لئے ان سے کہا

الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٣﴾ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿٤٤﴾

جائے گا کہ) یہ ہے وہ جہنم جس کو جھٹلایا کرتے تھے مجرم لوگ، ف۳۹ ﴿۴۳﴾ (وہاں) وہ چکر لگاتے رہیں گے اسی جہنم اور انتہائی کھولتے ہوئے

۳۲ قیامت کے روز آسمان کے حال کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا حال ہوگا اس وقت جبکہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے گا لال چمڑے کی طرح۔ یعنی آگ کی تپش اور گرمی سے آسمان اس طرح سرخ ہو جائے گا، جیسا کہ سرخ چمڑا (قالہ ابن عباس، روح، خازن وغیرہ) اور بعض نے اس کے معنی تیل کی تلچھٹ کے کیے ہیں، کہ اس روز آسمان اس طرح مختلف رنگ بدلے گا کہ کبھی سرخ ہوگا، کبھی زرد اور کبھی سبز ہوگا۔ (جامع البیان، ابن کثیر، مراغی وغیرہ) بہرکیف اس سے اس روز کی ہیبت وہولنا کی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اور اسی کا ذکر و بیان اور اظہار اس آیت کریمہ کا اصل مقصد ہے۔ دوسری مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ (التکویر:۱۱) یعنی "جب آسمان کی کھال کھینچ لی جائے گی"۔ "کشط" اصل میں اس کو کہا جاتا ہے کہ کسی چیز کے اوپر سے کسی ایسی چیز کو ہٹا دیا جائے جس نے اس کو چھپا اور ڈھانک رکھا ہو۔ اس لیے کسی جانور کی کھال اتار دینے کے لیے بھی اس لفظ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کھال اتار دینے سے وہ جانور سرخ ہی نظر آئے گا اور چمڑے کے اندر کی سب کیفیت کھل کر سامنے آجائے گی۔ سو اس طرح آسمان کیلئے اس لفظ کے استعمال سے دو باتوں کو ظاہر فرما دیا گیا۔ ایک یہ کہ اسکے نتیجے میں اس روز آسمان سرخ نظر آئیگا۔ اور دوسرے یہ کہ اس سے عالم غیب کے وہ مخفی و مستور حقائق سامنے آجائیں گے جو اب پردے کے پیچھے ہیں، کہ آخرت کا وہ جہاں ہوگا ہی کشف حقائق اور ظہور نتائج کا جہاں، کہ اسمیں ہر چیز اپنی اصل اور حقیقی شکل میں نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی

راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین

۴۳ گروہِ جن وانس سے خطاب تنبیہ وتذکیر: سوان دونوں گروہوں کو خطاب کر کے بطور تنبیہ وتذکیر ارشاد فرمایا گیا کہ پھر تم اپنے ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ کہ ان ہولناک مناظر سے تمہیں اس طرح پیشگی خبر دی جا رہی ہے، تاکہ تم اپنے بچاؤ کی فکر کر سکو اور عمرِ رواں کی اس محدود مختصر فرصت سے صحیح طور پر کام لے سکو کہ اس کے بعد آخرت کے اس جہان کیلئے کمائی اور تلافی مافات کی پھر کوئی صورت ممکن نہ ہوگی، بلکہ ہر کسی کو اپنے کیے کرائے کا پھل پانا ہوگا نیکی کا بدلہ وہاں کی دائمی نعمتوں اور ابدی آرام و راحت کی صورت میں، اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے آمین، اور برائی کا نتیجہ دائمی عذاب اور ابدی نارِ جحیم کی شکل میں، والعیاذ باللہ، کہ وہ جہان دار العمل نہیں دار الجزاء ہے، جہاں پر ہر کسی کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہوگا، سو اس اہم اور بنیادی حقیقت سے تم لوگوں کو اتنا پیشگی اور اس قدر صراحت اور وضاحت کے ساتھ خبردار کر دیا گیا ہے، تاکہ تم اپنے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لو، تو پھر تم دونوں اے گروہ انس و جن اپنے ربّ کی کن کن قدرتوں شانوں اور اس کے احسانوں کو جھٹلاؤ گے؟۔ لَا بِشَیْءٍ مِنْ نِعْمَائِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ذکر و شکر سے سرفراز و سرشار رکھے آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین

۴۴ مجرموں کے جرائم کا حال اس روز بالکل واضح ہوگا: سو اس روز مجرموں سے ان کے جرائم کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز کسی سے اس کے گناہوں کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کہ سب کچھ ان کے چہروں مہروں سے خود بخود عیاں ہوگا، اور جہاں ان سے پوچھ ہوگی وہاں ان کی تذلیل و توبیخ کے لئے ہوگی، نہ کہ ضرورت کے لئے، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الحجر: ۹۲، ۹۳ پ ۱۴) نیز آخرت کے اس جہان میں مختلف ادوار و احوال ہوں گے، کہیں کسی کا بیان ہے، اور کہیں کسی کا، سو کوئی اس مغالطے میں نہ رہے کہ اس دن تمہارے جرائم کی تفتیش و تحقیق کیلئے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو کوئی محنت کرنا پڑے گی، محنت تو درکنار وہاں اس کیلئے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ سو حشر کے اس عظیم الشان اور بے مثال مجمع میں جہاں اولین و آخرین سب جمع ہونگے نہ یہ بات جاننے اور پوچھنے کی ضرورت ہوگی کہ کون کون لوگ مجرم ہیں اور نہ کسی انسان یا جن سے یہ پوچھنے کی کوئی ضرورت ہوگی کہ وہ مجرم ہے یا نہیں کہ کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کے اس عالمِ مشاہدہ میں یہ سب کچھ خود عیاں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر قسم کی رسوائی سے، اور خاص کر اس سومِ عظیم کی رسوائی سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

۴۵ گروہِ جن وانس سے خطابِ تنبیہ وتذکیر: سو ان دونوں گروہوں کو مخاطب کر کے ان سے بطور تنبیہ وتذکیر ارشاد فرمایا گیا کہ پھر تم دونوں اپنے ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۔ کہ مجرم کو ڈرانا اور اسے اس کے انجام سے خبردار کرنا کتنی بڑی نعمت ہے، تاکہ وہ اپنی غلط روش سے باز آجائے اور اپنے ربّ کی رحمت کی جانب پلٹ جائے، قبل اس سے کہ فرصتِ حیات ہمیشہ کے لئے اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔ سو انسان کی اپنے انجام سے جہالت اور بے خبری محرومیوں کی محرومی ہے، اس لئے اس

کو غیب کے ان عظیم الشان حقائق سے اس صراحت و وضاحت کے ساتھ اور اس قدر پیشگی آگاہ فرما دیا گیا جن کے جاننے کا دوسرا کوئی ذریعہ ممکن ہی نہیں۔ سو یہ اس خالق و مالک کا کتنا بڑا احسان اور کس قدر عظیم الشان کرم ہے۔ پھر بھی اس سے غفلت ولا پرواہی؟ سو یہ کتنی بڑی بے انصافی اور کس قدر کھلی ناشکری ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ فَلاَ بِشَیْءٍ مِنْ نِعْمَائِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں، اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر قائم اور سلامت رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی پناہ میں رکھے' آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، جل وعلا،

۳۶ مجرموں کی پہچان ان کے چہروں سے: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز مجرموں کو پہچان لیا جائے گا ان کے چہروں کی نشانیوں سے۔ کہ ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی' جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ ج فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ قف اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۰۶) نیز فرمایا گیا۔ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ (طٰہٰ:۱۰۲ پ۱۶) بہر کیف مجرموں کو ان کے چہرے مہروں سے پہچان لیا جائے گا اور ان سے پوچھنے اور سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی' رہا وہ سوال جو مجرموں کی توبیخ و ملامت یا ان سے طنز و استہزاء کے طور پر کیا جائے گا' تو وہ الگ چیز ہے۔ اس سے اس کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور قرآنِ حکیم میں مجرموں سے جو سوال مذکور ہیں وہ اسی دوسری نوعیت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ذلت و رسوائی کی ہر قسم اور اسکے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور خاص کر اس دن کی رسوائی سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین،

۳۷ مجرموں کے ہولناک انجام کا ایک نمونہ و مظہر۔ والعیاذ باللہ العظیم: سو اس سے مجرموں کے دوزخ میں پھینکے جانے کی تصویر اور ان کے ہولناک انجام کی ایک جھلک پیش فرمائی گئی ہے۔ سو ان کے قدموں اور پیشانیوں کو باہم جکڑ کر اور ہڈیاں توڑ کر ان کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا (قالہ الضحاک والسدی' جامع البیان) بعض کو پیشانیوں سے اور بعض کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹا اور پھینکا جائے گا، بہر کیف اس طرح کے ہولناک عذابوں میں مبتلا کیا جائے گا جن کا یہاں تصور کرنا بھی ممکن نہیں' والعیاذ باللہ العظیم سو دوزخ کے کارندے ان کو ان کی پیشانیوں اور ان کے پاؤں سے پکڑ کر اٹھائیں گے' اور لکڑی کے کندھے کی طرح ان کو دہکتی آگ میں پھینک دیں گے' یہاں پر ان کو ان کی پیشانیوں اور ان کے قدموں سے بگڑے جانے کا ذکر فرمایا گیا لیکن ان کو دوزخ میں پھینکے جانے کے مضمون کو محذوف رکھا گیا ہے کیونکہ ان کے پکڑے اور جکڑے جانے کی جو تصویر پیش فرمائی گئی ہے وہ اس کو خود واضح کر رہی ہے۔ اس لئے اس قرینے کی بنا پر اس مضمون کے اظہار کی ضرورت نہیں تھی۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل نوع من انواع العذاب

۳۸ گروہِ جن و انس سے خطاب تنبیہ و تذکیر: سو ان دونوں گروہوں کو خطاب کر کے ان سے بطور تنبیہ و تذکیر ارشاد فرمایا گیا کہ پھر تم دونوں اے گروہ جن و انس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ کہ آخرت میں پیش آنے والے ان جلیل القدر حقائق اور عظیم الشان واقعات کو اس نے تمہارے لئے اس قدر صراحت و وضاحت کے ساتھ اسی دنیا میں بیان فرما دیا ہے،

تا کہ تم لوگ ہوش میں آ جاؤ' اور ایمان واطاعت کی دولت کے ذریعے اپنے بچاؤ کا سامان کر سکو' قبل اس سے اس کا موقع ہاتھ سے نکل جائے اور فرصتِ عمل رخصت ہو جائے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اور یہ تمہارے ربّ کا وہ کرم اور اس کی وہ نعمت اور احسان ہے جس کا اور کہیں سے ملنا ممکن ہی نہیں۔ اس کے باوجود اس سے اِعراض وروگردانی اور غفلت ولاپرواہی کتنی بڑی بے انصافی اور کس قدر ناشکری ہے؟ والعیاذ باللہ۔ فَلا بِشَیْءٍ مِنْ نِعْمَائِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی۔ اللہ تعالیٰ اِعراض وانکار، اور روگردانی کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے' آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین

۳۹ مجرموں کی تحقیر وتذلیل کا ایک منظر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ دوزخ جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے۔ سو اپنی اس تکذیب کے نتیجے میں' اور اپنے اس کفر وانکار کے بدلے میں اب تم ہمیشہ اس عذاب کا مزہ چکھتے رہو' سو ایسے منکروں کیلئے آج اس کا موقع ہے کہ وہ اس کو جھٹلانے کی بجائے اس سے ڈرنے اور اس سے بچنے کی فکر وکوشش کریں' اور اس کو جھٹلانے کے اس سنگین جرم سے باز آ جائیں کہ یہ محرومیوں کی محرومی ہے' اسی لئے قیامت کے روز تجزیح وتوبیخ کے طور پر دوزخیوں سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ چیز جس کو تم لوگ جھٹلایا کرتے تھے' پس اب اس کا مزہ چکھو اور چکھتے رہو' والعیاذ باللہ، اور دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ہے اس دوزخ کی تصویر اور اس کی حقیقت' جس کو مجرم لوگ جھٹلا رہے ہیں، اور اس سے غفلت برت رہے ہیں' اور جس سے ان کو خبردار کیا جا رہا ہے۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں پر یہ بدبخت اس ہولناک آگ اور کھولتے پانی کے درمیان پھیرے لگاتے رہیں گے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ اپنی رحمت وعنایت کے سائے میں رکھے' آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین،

اَللّٰھُمَّ !

اجْعَلْنِیْ کَمَایَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّایَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِیْ لِمَالَایَعْلَمُوْنَ، وَاجْعَلْ عَمَلِیْ
ھٰذَاخَالِصًالِوَجْھِکَ الْکَرِیْم، وَاجْعَلْہ اخْلَصَ مَایَکُوْنَ، وَاَنْفَعَ مَایَکُوْنَ،
وَاَحَبَّ مَایَکُوْنَ، واَوْسَعَ وَاَبْقٰی مَایَکُوْنُ، یَامَنْ لَااحَدَّ لِجُوْدِہٖ
وَکَرَمِہٖ وَاِحْسَانِہٖ، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ الْمُجِیْبُ
یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرۃ وَالْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْاِحْسَان

رکوع ۱۲ ع

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ وَلِمَنْ خَافَ

پانی کے درمیان۔ف ۴۰ ﴿۴۴﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ف ۴۱ ﴿۴۵﴾ اور جو کوئی ڈرتا رہے گا

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾

اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے (اور اس کے حضور پیشی) سے تو اس کے لئے دو جنتیں ہیں ف ۴۲ ﴿۴۶﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾

وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۴۷﴾ وہ دونوں جنتیں (طرح طرح کے میووں والی) ڈالیوں سے بھرپور ہوں گی ف ۴۳ ﴿۴۸﴾

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

پس تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۴۹﴾ ان دونوں باغوں میں دو چشمے رواں ہوں گے ف ۴۴ ﴿۵۰﴾

تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾

پس تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۵۱﴾ ان دونوں جنتوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں

۴۰ دوزخیوں کے ہولناک عذاب کا ایک منظر، والعیاذ باللہ: سو اس سے دوزخیوں کے ہولناک عذاب کا ایک منظر اور ان کی بے بسی کی ایک تصویر پیش فرمائی گئی ہے کہ اس سے ان بدبختوں کے اس ہولناک آگ اور انتہائی کھولتے پانی کے درمیان گردش کا ذکر و بیان فرمایا گیا۔ کہ کبھی وہ اس کے عذاب سے دو چار ہوں گے، اور کبھی اس کے عذاب سے، آگ کی تپش سے تنگ آ کر پانی مانگیں گے تو یہ کھولتا پانی ملے گا۔ ''انٍ'' کے معنی آتے ہیں مُتَنَاهٍ فِي الْحَرَارَةِ یعنی انتہائی گرم (المراغی، الجامع، وغیرہ) سو جس کفر کا فر کا آخری اور ابدی انجام یہ ہونے والا ہے، اس کو اگر دنیا بھر کی سب دولت بھی مل جائے تو بھی اس کو کیا ملا؟ اور اسکے برعکس جس مومنِ صادق کو اس انجامِ بد سے بچا کر جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفراز فرمایا جائے گا، وہی حقیقی معنوں میں کامیاب و فائز المرام اور خوش نصیب انسان ہے، اگرچہ اس کو دنیا میں نان جویں بھی میسر نہ رہی ہو، سو سب سے بڑی اور اصل دولت ایمان و یقین کی دولت ہے، اور سب سے بڑی محرومی دولت ایمان و یقین سے محرومی ہے، والعیاذ باللہ العظیم، بہرکیف اس ارشاد سے دوزخیوں کے انتہائی ہولناک عذاب کی ایک جھلک اور ان کی بے بسی کی ایک تصویر پیش فرمائی گئی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل نوعٍ و من انواع العذاب۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔

۴۱ گروہِ جن وانس سے خطاب تنبیہ و تذکیر: سو ان دونوں گروہوں سے فرمایا گیا کہ پھر تم دونوں اے گروہ جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟۔ کہ وہ تم کو دوزخ کے ان احوال و اھوال سے اس دنیا میں اس طرح خبردار کرتا ہے کہ تاکہ تم اس سے بچنے کا سامان کر سکو، لیکن تم ہو کہ پھر بھی اس سے غفلت اور لاپرواہی برتتے ہو، بلکہ تم میں سے کتنے ہیں جو پوری ڈھٹائی اور بیبا کی سے

اس کا انکار کرتے ہیں، لیکن تم ذرہ سوچو اور اس بارہ غور کرو کہ کل جب قیامت کی وہ حقیقتِ کبریٰ آ پہنچے گی۔ اور یہ احوال و مناظر تمہارے سامنے ہونگے اور تمہیں اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کی جوابدہی کرنا پڑے گی، اور اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا تو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا اور تم پر کیا بیتے گی؟ سو تمہارے رب نے اپنی رحمت و عنایت سے تم لوگوں کو دوزخ کے ان ہولناک عذابوں کی خبر اتنی پیشگی اور اس قدر صراحت و وضاحت کے ساتھ دے دی جن سے علم و آگہی کا دوسرا کوئی ذریعہ ممکن نہیں تا کہ تم لوگ ان سے بچنے کی فکر و کوشش کر سکو اور اس انتہائی ہولناک انجام و عذاب سے بچ سکو کہ حیاتِ دنیا کے خاتمے کے بعد پھر اسکی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی، مگر تم لوگ پھر بھی غفلت و لاپرواہی کا شکار ہو۔ سو یہ کتنی بڑی غفلت و ناشکری اور محرومی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۴۲ اپنے ربّ سے ڈرنے والوں کیلئے دو باغوں کی خوشخبری: سو اس ارشاد سے صاف اور صریح طور پر یہ خوشخبری سنائی گئی کہ اپنے رب سے ڈرنے والوں کے لیے دو باغ ہونگے۔ ایک اپنے لئے اور ایک اپنے خدام و متعلقین کے لئے، جیسا کہ دنیاوی بادشاہوں کے لئے ہوتا ہے (صفوہ، وغیرہ) یا ایک قلبی و روحانی اور دوسرا ظاہری و مادی، کہ دنیا میں وہ دل سے بھی اللہ پاک سے محبت رکھتا اور اس کے احکام بجالاتا تھا، اور ظاہری طور پر بھی اس کی ناراضگی اور مخالفت کے کاموں سے بچتا رہتا تھا، یا ایک جنت اسکو نیک اعمال کرنے پر، اور دوسری برے اعمال چھوڑنے پر ملے گی۔ سو خوف خداوندی سے سرفرازی دارین کی سعادت اور فوز و فلاح کی اصل اساس ہے، کہ خوفِ خداوندی ہی وہ واحد چیز ہے جو انسان کو جادۂ مستقیم پر پختہ اور استوار رکھ سکتی ہے، ورنہ انسان کو بڑے سے بڑا مجرم بننے سے بھی کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ والعیاذُ باللہ۔ سو مجرموں کے انجام کو بیان کرنے کے بعد اب یہاں سے اس صلہ و بدلہ کی تفصیل بیان فرمائی جا رہی ہے جس سے اللہ سے ڈرنے والوں کو نوازا جائے گا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین،

۴۳ ان دونوں باغوں کی شادابی کا ذکر و بیان: سو ان دونوں باغوں کی سرسبزی و شادابی کے بیان کیلئے ارشاد فرمایا گیا کہ وہ دونوں باغ ڈالیوں سے بھرپور ہونگے۔ افنان یا تو جمع ہے فن کی، بمعنی نوع اور قسم، یا یہ جمع ہے فنن کی جس کے معنی شاخ کے آتے ہیں۔ سو ان دونوں باغوں میں قسما قسم کے درخت بھی ہونگے اور طرح طرح کے پھل بھی، سو اس سے ان دونوں باغوں کی زرخیزی، شادابی اور ان کے برگ و بار کی کثرت کو ظاہر فرمایا گیا ہے، کہ وہ کوئی اجاڑ اور بیاباں قسم کے باغ نہیں ہونگے، بلکہ وہاں پر ایک ایک درخت شاخوں، ٹہنیوں اور پھلوں کی کثرت سے رشکِ چمن ہوگا، اور یہ بھی صرف الفاظ کی حد تک ہے ورنہ ان کی اصل حقیقت خدا ہی جانے۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، و یا ارحم الراحمین،

۴۴ ان باغوں کے چشموں کا ذکر و بیان: سو ان دونوں باغوں کی عظمتِ شان کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں باغوں میں دو عظیم الشان چشمے جاری ہونگے۔ یعنی دونوں میں سے ہر باغ میں ایک ایک چشمہ ہوگا جو اس کو سیراب کرتا ہوگا اور اہل جنت اپنی مرضی سے اسے جہاں اور جدھر چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے، یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا، سو ان دونوں باغوں کے اندر بہنے والے یہ عظیم الشان چشمے ان کی زرخیزی اور شادابی کی ضمانت ہونگے، اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے،

آمین ثم آمین، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک کو تسنیم کہا جائے گا اور دوسرے کو سلسبیل (المراغی وغیرہ)

۴۵ ان باغوں کے پھلوں کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہونگی۔ ایک وہ جو تمہاری دیکھی بھالی ہوگی' اور دوسری وہ جو تم نے ابھی تک دیکھی بھی نہ ہوگی' یا ایک خشک اور دوسری تر، اور دونوں لذت و مزہ اور خوشبو وغیرہ فوائد و مزایا میں ایک جیسے ہوں گے' دنیاوی پھلوں کی طرح نہیں کہ جہاں تازہ پھل خشک پھل کے مقابلے میں زیادہ اچھے ہوتے ہیں' (ابن کثیر' ابن جریر' قرطبی' مراغی وغیرہ) سو ان دونوں باغوں میں ایک ہی قسم کے پھل نہیں ہونگے' بلکہ ہر پھل کی وہاں پر الگ الگ قسمیں ہونگی، اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا ربّ العالمین

۴۶ جنتیوں کے آرام و سکون کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں پر وہ ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے۔ یعنی وہ انتہائی اطمینان و سکون اور امن و چین سے ہوں گے' کیونکہ اس طرح تکیہ لگا کر امن و سکون سے رہنا اسے نصیب ہو سکتا ہے جو ہر طرح سے مطمئن اور فارغ البال اور خوش باش ہو۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ جنت تو ہوگی ہی امن و امان اور سکون و اطمینان کی جگہ' اور جس ایمان و اسلام سے یہ خوش نصیب اپنی دنیاوی زندگی میں سرفراز و سرشار رہے ہونگے' اسکے صلے اور بدلے میں ان کو وہاں پر یہ دائمی' ابدی اور بے مثال امن و سکون نصیب ہوگا' اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے آمین' بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ وہ وہاں کے ان عظیم الشان بستروں پر ٹیک لگائے نہایت آرام و سکون سے بیٹھے ہونگے جس سے ان کی خوشحالی اور فارغ البالی صاف ظاہر ہوگی۔ اللہ نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا ربّ العالمین

۴۷ جنتیوں کے بے مثال بچھونوں کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے ایسے عظیم الشان بچھونوں پر جن کے استر دبیز ریشم کے ہونگے۔ اور جب ان کا استر اتنا قیمتی اور عمدہ ہوگا جو کہ عموماً کم درجے کا ہوتا ہے، تو پھر وہ بچھونے باہر سے اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے کیا کچھ ہوں گے' اس کو اللہ ہی جان سکتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ' اللہ نصیب فرمائے، اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے آمین' بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ اہل جنت گاؤ تکیوں سے ٹیک لگائے ایسے عظیم الشان تختوں پر بیٹھے ہونگے جن کے استر استبرق کے ہونگے' چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ جب ان کے استر اس قدر قیمتی ہونگے تو پھر ان کے ظواہر کا کیا حال ہوگا؟ تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ o (السجدۃ: ۱۷پ۲۱) یعنی "کوئی نہیں جان سکتا کہ ان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کچھ سامان مخفی رکھا گیا ہے ان کے ان اعمال کے بدلے میں جو یہ کرتے رہے تھے"۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیۡهِنَّ قٰصِرٰتُ

جھکے جا رہے ہوں گے' ف۴۸ ﴿۵۴﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن و انس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۵۵﴾ ان میں (ان کے

الطَّرۡفِ ۙ لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ ۚ

لئے) نیچی نگاہوں والی ایسی (عظیم الشان) بیویاں ہوں گی' جنہیں ان جنتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہو گا نہ کسی جن نے' ف۴۹ ﴿۵۶﴾

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ ۚ کَاَنَّهُنَّ الۡیَاقُوۡتُ

تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن و انس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۵۷﴾ (صفائی اور خوش رنگی میں ان کا عالم یہ ہو گا

وَ الۡمَرۡجَانُ ﴿۵۸﴾ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾

کہ) گویا کہ وہ ہیرے اور موتی ہیں' ف۵۰ ﴿۵۸﴾ پس تم دونوں (اے گروہ جن و انس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۵۹﴾

هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ﴿۶۰﴾ ۚ فَبِاَیِّ

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ ف۵۱ ﴿۶۰﴾ تو پھر تم دونوں

۴۸ جنت کے پھلوں کی شان کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں باغوں کے پھل جھکے پڑ رہے ہونگے۔ تاکہ یہ خوش نصیب لوگ لیٹے بیٹھے کھڑے جس طرح اور جب چاہیں ان سے متمتع ہو سکیں۔ سبحان اللہ! کیا کہنے اس جنت اور اس کی ان نعمتوں کے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں باغوں کے اندر پھلوں کا یہ حال ہو گا کہ وہ سروں پر لٹک رہے ہونگے' ان کے حاصل کرنے میں کسی کو کوئی زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ فِیۡ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۝ قُطُوۡفُهَا دَانِیَةٌ ۝ (الحاقة: ۲۲۔۲۳ پ۲۹) یعنی "وہ ایسی عالی شان جنت میں ہونگے جس کے پھل جھکے ہوئے ہونگے" نیز ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَدَانِیَةً عَلَیۡهِمۡ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتۡ قُطُوۡفُهَا تَذۡلِیۡلًا ۝ (الدھر:۱۴ پ۲۹) یعنی "اسکے سائے ان پر جھکے ہوئے ہونگے اور اسکے پھلوں کو پوری طرح ان خوش نصیبوں کے اختیار میں کر دیا گیا ہو گا"۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے اور ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین، اللھم اجعلنا منھم بمحض مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ ،یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین ،و اکرم الاکرمین،

۴۹ اہل جنت کی بیویوں کی صفت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان میں ان کیلئے نیچی نگاہوں والی ایسی بیویاں بھی ہونگی جن کو ان جنتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہو گا اور نہ کسی جن نے، اور وہ (قٰصِرٰتُ الطَّرۡف) یعنی "نیچی نگاہوں والی ہونگی"۔ یعنی وہ شرمیلی اور پاکیزہ نگاہوں والی۔ نیز یہ کہ ان کی نگاہیں اپنے شوہروں سے گزر کر اور کسی کی طرف نہیں اٹھیں گی' یعنی وہ انتہاء درجہ کی وفا شعار ہوں گی۔ نیز ان کی سیرت و صورت کا کمال اس درجہ کا ہو گا کہ ان کے شوہروں کی نگاہیں بھی ان کے علاوہ اور کسی

اور کسی پر پڑنے نہ پائیں گی' اس طرح وہ پاکیزہ بیویاں اپنی نگاہوں کے ساتھ ساتھ اپنے شوہروں کی نگاہوں کو بھی نیچی پاکیزہ اور مطمئن رکھنے کا باعث ہوں گی۔ اور یہ امر حیاتِ زوجیت میں کمالِ توافق کی دلیل ہے جو کہ حقیقی سعادت اور زوجین کی خوشی ومسرت کی اصل اساس وبنیاد ہے۔ سو یہ شرف وامتیاز اہل جنت کو بدرجۂ تمام وکمال ونصیب ہوگا' اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، آمین ثم آمین، سو اس میں جنت کی عورتوں کے شرمیلے پن کا بطورِ خاص ذکر فرمایا گیا ہے' کیونکہ یہی چیز عورت کا اصل اور سب سے بڑا حسن بھی ہے' اور اس کے اخلاق وکردار کا سب سے بڑا محافظ بھی۔ کیونکہ جو عورت شرم وحیا کے جوہر سے عاری ہوتی ہے وہ ہرجائی ہوتی ہے' اور ہرجائی کسی کی وفادار نہیں ہوسکتی۔ اور جب وہ وفادار نہیں تو عورت کی حیثیت سے اس کا وجود ہی بے مقصد ہے۔ بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ عیشِ دوام کے ان باغوں اور وہاں کے عظیم الشان سامانوں کے اندر ان کیلئے ایسی پاکیزہ اور شرمیلی نگاہوں والی بے مثال نازنینیں بھی ہوں گی جن کو ان کے رشتۂ زوجیت میں دے دیا گیا ہوگا تاکہ اس طرح وہ خوش نصیب وہاں پر کمالِ سعادت سے سرفراز وبہرہ مند ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے لطف وکرم سے ہی نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ یَارَبَّ الْعَالَمِیْن، وَیَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن، وَاَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْن، یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی، جَلَّ وَعَلَا،

۵۰ اہلِ جنت کی بیویوں کے بے مثال حسن کا ذکر وبیان: سو اہلِ جنت کی ان بے مثال بیویوں کے بے مثال حسنِ سیرت کے بیان کے بعد ان کے بے مثال حسنِ صورت کے بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ایسی ہونگی کہ گویا کہ وہ ہیرے اور موتی ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ کا کہنا ہے کہ وہ صفائی میں یاقوت (ہیروں) کی طرح ہوں گی۔ اور سفیدی وچمک میں مرجان (موتیوں) کی مانند۔ (ابن کثیر' خازن مراغی، وغیرہ)۔ سو پہلے "قصرات الطرف" سے ان کے باطنی حسن کا بیان فرمایا گیا جو کہ ایک عورت کا اصل اور حقیقی حسن ہے۔ جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں ذکر کیا گیا۔ اور اب یہ ان کے ظاہری حسن کا بیان فرمایا گیا جو کہ ایک عورت کا اصل اور حقیقی حسن ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں ذکر گزر چکا گیا۔ اور اب یہ ان کے ظاہری حسن کا بیان ہے۔ سو وہ اپنی سیرت اور صورت دونوں کے اعتبار سے بے مثال ہوں گی۔ انسان کی فطرت قدرت نے ایسی بنائی ہے کہ وہ ان مختلف نعمتوں سے اس وقت تک صحیح طور پر لطف اندوز نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی بیوی اس کے ساتھ نہ ہو جس کو قدرت نے اس کا شریکِ رنج وراحت بنایا ہے۔ اسی لیے یہاں پر اہل جنت کے لیے بیویوں کی اس نعمت کو بطورِ خاص ذکر فرمایا گیا، اور واضح فرما دیا گیا کہ وہ حسنِ ظاہر اور حسنِ باطن دونوں کے اعتبار سے بے مثال ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ آمین ثم آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْن، وَیَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن، وَاَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْن، یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ، تَبَارَکَ وَتَعَالٰی،

۵۱ نیکی کا بدلہ نیکی، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْق: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے اسلوب وانداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟۔ یعنی دنیا میں انہوں نے اپنی زندگی اپنے ربّ کی رضا کے حصول کی کوشش میں اور نیکی کے ساتھ گزاری' اس لئے اس کے بدلے میں آخرت میں ان کو یہ اور یہ نعمتیں نصیب ہوں گی' بلکہ اس سے بھی کہیں بڑھ کر' کہ یہ انعام واکرام اس واہب مطلق "جل جلالہ" کی طرف سے ہوگا جس کی رحمت وعنایت کی کوئی حد وانتہاء نہیں' جیسا کہ فرمایا گیا۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ o

(حٰمٓ السجدۃ:۳۲پ۲۴) نیز فرمایا گیا۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃٌ ط وَلَا یَرْھَقُ وُجُوْھَھُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّۃٌ ط اُوْلٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ج ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ o (یونس:۲۶ پ۱۱) اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین۔ سو عقل ونقل اور انسانی فطرت سب کا تقاضا یہی ہے کہ نیکوں کو ان کی نیکی کا صلہ وبدلہ ملے اور بروں کو ان کی برائی کی سزا۔ تا کہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور کائنات کا خالق ومالک چونکہ عادل وحکیم اور رحمان ورحیم ہے اس لئے وہ ضرور ایک دن ایسا لائے گا جس میں ہر کسی کو اس کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پورا صلہ وبدلہ ملے گا تا کہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں، اور بدرجہ تمام وکمال پورے ہوسکیں۔ اور یہ بات چونکہ انسانی فطرت میں راسخ ہے اسلئے اس کو ایک طے شدہ اصول اور ایک واضح حقیقت کے طور پر پیش فرمایا گیا ہے۔ لفظ ''احسان'' نیکی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور نیکی کے صلہ وبدلہ کے معنیٰ میں بھی۔ یہاں پر اس کو نہایت خوبی کے ساتھ ان دونوں معنوں میں استعمال فرمایا گیا ہے کہ پہلے احسان کا مطلب ہے نیکی اور دوسرے کا مطلب نیکی کا صلہ وبدلہ۔ سو نیکیاں کرنے والوں کو ان کی نیکیوں کا بہترین بدلہ ملے گا' اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ، وَیَآاَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَاَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ، کُلِّ شَیْئٍ وَھُوَیُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی، جَلَّ وَعَلَا،

اَللّٰھُمَّ !

نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ الْاِیْمَانِ، وَاجْعَلْنَا ھُدَاۃً مُّھْتَدِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِعِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ، الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ

عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ، وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِاَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا، وَلِجَمِیْعِ

اَصْحَابِ الْحُقُوْقِ عَلَیْنَا، وَلِمَنْ اَوْصَانَا بِدُعَاءِ الْخَیْرِ، وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ

وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ،

اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، یَاَارْحَمَ

الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ یَاذَاالْجَلَالِ

وَالْاِکْرَامِ وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰی

عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ سَیِّدِنَا

مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ

وَمَنْ وَّالَاہُ، وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَتِہٖ وَبِھُدَاہُ اھْتَدٰی، اِلٰی یَوْمِ الْعَرْضِ عَلَی اللّٰہِ وَاللِّقَاءِ اٰمِیْن

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا

(اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٦١﴾ اور (انکے لئے) ان دونوں کے علاوہ

جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾

دو جنتیں اور ہوں گی، ۵۲ ﴿٦٢﴾ پس تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٦٣﴾

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾

وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے، ۵۳ ﴿٦٤﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٦٥﴾

فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

ان دونوں میں دو ایسے چشمے ہوں گے جو جوش مار رہے ہوں گے، ۵۴ ﴿٦٦﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٦٧﴾ ان دونوں میں طرح طرح کے اور پھل بھی ہوں گے، اور کھجوریں اور انار بھی، ۵۵ ﴿٦٨﴾

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ

تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٦٩﴾ ان میں (اہل جنت کے لئے) خوب

۵۲ اہل جنت کیلئے دو اور باغوں کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان دو کے علاوہ دو جنتیں اور بھی ہونگی۔ یہ لفظ ''دون'' کا ایک معنی ہے۔ جب کہ اس کا دوسرا معنی اس سے کم اور نیچے کا بھی آتا ہے۔ سو پہلی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ سے ڈرنے والے ان اہل جنت کے لئے مذکورہ بالا دو جنتوں کے علاوہ دو باغ اور بھی ہوں گے، اور دوسری صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے لئے اس سے کم اور نیچے درجے کے دو باغ اور بھی ہوں گے، یعنی پہلے دو باغ تو مقربین کے لئے ہوں گے، اور دوسرے دو باغ اصحاب یمین کے لئے، جیسا کہ آگے سورۂ واقعہ میں آرہا ہے اور جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ دو باغوں کے برتن اور دوسرا سامان چاندی کا ہوگا، جب کہ دوسرے دو باغوں کے برتن اور دوسرا تمام سامان سونے کا ہوگا، اور ان خوش نصیبوں اور ان کے ربّ کی زیارت کے درمیان رداءِ کبریا کے سوا کوئی آڑ نہ ہوگی اور یہ دونوں باغ جنت عدن میں ہوں گے، (روح، قرطبی، خازن، ابن کثیر، مراغی وغیرہ)۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بہر کیف اس میں مذکورہ دو باغوں کے علاوہ دوسرے دو باغوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو اپنی خصوصیات کے اعتبار سے مذکورہ دو باغوں کے ساتھ فی الجملہ اشتراک بھی رکھتے ہیں اور بعض اعتبارات سے ان سے مختلف بھی ہونگے۔ اس لیے اس بارے میں اختلاف ہوا ہے کہ ان دونوں کے حق دار ایک ہی قسم کے لوگ ہونگے یا دو الگ الگ قسموں کے لوگ۔ اور اس بارہ حضرات اہل علم سے دونوں ہی قول مروی و منقول ہیں۔ بہر کیف اس سے اہل جنت کیلئے دو اور باغوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین۔ و کرم الاکرمین،

۵۳ ان دونوں باغوں کی سرسبزی کا ذکر و بیان: سوارشاد فرمایا گیا کہ وہ دونوں سخت گہرے سبز ہونگے اور ایسے گہرے سبز کہ اپنے سبزے کی بنا پر سیاہ نظر آئیں گے۔ کیونکہ سبزہ جب زیادہ گہرا ہوتا ہے تو وہ سیاہی مائل ہو جاتا ہے (ابن کثیر، قرطبی، مراغی، وغیرہ) سو اس سے ان دونوں باغوں کی سرسبزی اور شادابی کا حال بیان فرمایا گیا ہے اور شاداب باغ کا سب سے زیادہ خوبصورت اور عمدہ رنگ یہی ہوتا ہے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے۔ (مُدْهَامَّتَان)۔ کے بارے میں پوچھا۔ یعنی اس لفظ کے معنیٰ کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "خضر اوان" یعنی "اس سے مراد دو سرسبز باغ ہیں"۔ (المراغی وغیرہ)۔ سو جنت کی ایسی عظیم الشان اور بے مثال نعمتوں سے منہ موڑ کر دنیائے دُوں کی ان عارضی اور فانی لذتوں پر قانع اور مطمئن ہو جانا کتنے بڑے خسارے کا سودا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اسی لیے اس کے بعد آیت ترجیع لا کر ارشاد فرمایا گیا کہ "پھر تم دونوں اے گروہ جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟" فَلَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمَائِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ بكل حالٍ مِن الاحوال، و فی کُلِّ مؤطنٍ من المواطن فی الحیاۃ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے ذکر و شکر سے سرشار رکھے آمین ثم آمین۔

۵۴ ان دونوں باغوں کے ابلتے چشموں کا ذکر و بیان: سوارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں میں ابلتے ہوئے دو عظیم الشان چشمے ہونگے۔ یعنی ان دونوں باغوں کے اندر دو ایسے عظیم الشان چشمے ہوں گے جن کا پانی فواروں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہوگا اور کبھی ختم نہیں ہوگا سو یہ درحقیقت پہاڑی چشموں کی ایک تصویر ہے کہ وہ اسی شان کے ہوتے ہیں۔ ای فَوَّارَتَانِ لا تنقطعَان۔ (مدارک، خازن، وغیرہ)۔ اور اصل حقیقت تو وہیں جا کر معلوم ہوگی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ (نَضَّاخَتٰنِ)۔ "نضخ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ابلنے اور جوش مارنے کے ہوتے ہیں۔ اور یہ پہاڑی چشموں کی شان ہوتی ہے جبکہ میدانی چشمے۔ (تَجْرِيٰنِ)۔ کی شان کے ہوتے ہیں۔ سو اوپر کے دو باغوں کے چشموں کی صفت تجریان بیان فرمائی گئی اور یہاں ان دونوں چشموں کے بارے میں فرمایا گیا "نَضَّاخَتٰنِ" ابلنے والے۔ یہ تو وہ صفتیں ہیں جن تک ہماری عقولِ قاصرہ کی رسائی ہو سکتی ہے۔ باقی اصل حقیقت اللہ ہی جانے یا وہ لوگ جانیں گے جو ان سے مشرف و سرفراز ہوں گے۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

۵۵ ان دونوں باغوں کے پھلوں کا ذکر و بیان: سوارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں کے اندر پھل بھی ہونگے اور ان میں کھجوریں اور انار بھی ہونگے۔ دوسرے پھلوں میں داخل ہونے کے باوجود ان کو الگ کر کے بیان فرمایا گیا، ان کی اہمیت اور خصوصیت کی بناء پر، پھر جنت کی کھجوریں اور وہاں کے انار تو ہمارے تصور سے بھی کہیں بڑھ کر ہوں گے، اللہ نصیب فرمائے (روح المعانی) بہرکیف "فَاكِهَةٌ" یعنی پھلوں کے عمومی ذکر کے بعد نخل (کھجور) اور رمان (انار) کا ذکر عام کے بعد خاص کے ذکر کے قبیل سے ہے، ان دونوں کی خصوصی اہمیت کی بناء پر فرمایا گیا، کیونکہ یہ دونوں پھل عربوں کے یہاں بطور خاص محبوب پھل تھے، نیز ان دونوں پھلوں کی خصوصیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سردی اور گرمی دونوں میں پائے جاتے ہیں اور ان کے اندر پھل کی خاصیت بھی ہے اور سالن کی بھی، (تفسیر المراغی) بہرکیف اس سے دونوں باغوں کے پھلوں کو بیان فرما دیا گیا ہے، والحمد للہ جل وعلا۔

حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ

سیرت اور خوبصورت بیویاں بھی ہوں گی، ف۵۶ ﴿۷۰﴾ پس تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۷۱﴾

مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا

ایسی عظیم الشان حوریں جو محفوظ ہوں گی خیموں کے اندر ف۵۷ ﴿۷۲﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو

تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾

جھٹلاؤ گے؟ ﴿۷۳﴾ ان جنتیوں سے پہلے نہ تو کسی انسان نے ان کو چھوا ہوگا نہ کسی جن نے، ف۵۸ ﴿۷۴﴾

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی

تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!) اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۷۵﴾ (جہاں وہ نہایت سکون واطمینان کے

رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

ساتھ) ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، ف۵۹ عظیم الشان سبز قالینوں، اور نفیس ونادر فرشوں پر ف۶۰ ﴿۷۶﴾ تو پھر تم دونوں (اے گروہ جن وانس!)

رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ

اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۷۷﴾ بڑا ہی برکت والا ہے نام تمہارے رب کا، ف۶۱ جو بڑی عظمت والا

وَالْاِکْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع ۳ ۱۴

اور احسان والا ہے ف۶۲ ﴿۷۸﴾

۵۶ اہل جنت کی خوب سیرت اور خوبصورت بیویوں کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں ان کیلئے خوبصورت اور خوب سیرت بیویاں بھی ہونگی۔ یعنی وہ اپنے باطن کے اعتبار سے عمدہ اخلاق وصفات والی ہوں گی، اور اپنے ظاہر کے اعتبار سے عمدہ و دلربا صورت اور حسن والی، یعنی خوب سیرت بھی ہوں گی، اور خوبصورت بھی، سو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سیرت کی عمدگی وخوبی صورت کی عمدگی وخوبی سے زیادہ اہم اور اصل ہے کہ اس کو یہاں پر پہلے ذکر فرمایا گیا ہے، اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے خیرات حسان کے بارہ میں پوچھا تو آپ ﷺ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا، یعنی ان کے اخلاق عمدہ ہونگے اور چہرے خوبصورت، (تفسیر المراغی، ابن کثیر، فتح القدیر، اور البحر وغیرہ) بہر کیف اس سے اہل جنت کی پاکیزہ سیرت اور پاکیزہ صورت بیویوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سو وہاں کی ہر نعمت عمدہ اور بے مثال ہوگی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین، ویامن بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَایُجَارُ عَلَیْہِ

۵۷ حُورانِ جنت کی ایک خاص صفت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسی عظیم الشان حوریں جو محفوظ ہوں گی

خیموں کے اندر۔ اور یہ خیمے بھی دنیاوی خیموں کی طرح نہیں ہونگے بلکہ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق یہ "دُرٍّ مُجَوَّفَه" ہونگے۔ اور ایک "درّ مجوّف" یعنی موتی کی لمبائی ساٹھ میل کی ہوگی۔ اور اسی طرح اس کی چوڑائی بھی ساٹھ میل کی ہوگی اس کے مختلف حصوں اور زاویوں میں جنتی شخص کے اہل وعیال رہ رہے ہوں گے۔ مگر وہ غیر متعلقہ شخص کی نظروں سے محفوظ ہوں گی سو عورت کی اصل خوبی یہی ہے کہ وہ اپنے شریک حیات ہی کیلئے ہو اور اجانب کی نظروں سے محفوظ ہو جنت کی عورتوں میں یہ خوبی بدرجۂ تمام وکمال پائی جاتی ہوگی اور یہی تقاضا ہے انسانی شرافت اور اس کی غیرت کا۔ لیکن افسوس کہ آج کی مسلمان خاتون اغیار کی تقلید میں اپنے آپ کو اس شرف سے خود محروم کر رہی ہے۔ اور وہ حجاب سے نکل کر ایک تماشہ اور نظر بازی کی آماجگاہ بن گئی ہے، جسکے باعث ہر ایری غیری اور للچائی ہوئی نظر اس پر پڑتی ہے اور شیطان نے اس کو ایسا دھوکہ دیا ہے کہ اپنی اس تذلیل وتحقیر اور بے آبروئی پر افسوس کرنیکی بجائے وہ الٹا اس کو اپنی آزادی کا تقاضا سمجھتی ہے، اور اپنے خسارے کو نفع قرار دیتی ہے۔ وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا۔ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا۔ والعیاذ باللہ من کل نوع من انواع العذاب، اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِيْمَانًا بِكَ وَيَقِيْنًا، وَ حُبًّا فِيْكَ وَخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ طَاعَتُكَ وَ مَرْضَاتُكَ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِيْ كُلِّ حِيْنٍ مِّنَ الْاَحْيَانِ، بِمَحْضِ مَنِّكَ وَ كَرَمِكَ وَ اِحْسَانِكَ ،يَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ، وَ يَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَانِ

۵۸ حُورانِ جنت کی ایک اور خاص صفت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو اہل جنت سے پہلے کسی جن یا انسان نے چھوا تک نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بالکل کنواری اور باکرہ ہوں گی، طمث کے اصل معنی خروج الدم یعنی خون نکلنے کے آتے ہیں، یہاں پر یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، کہ ان عورتوں کو کسی نے چھوا تک نہیں ہوگا اسی لئے حیض کے خون کو طمث کہا جاتا ہے اور پھر اس کو کنایہ کے طور پر باکرہ یعنی کنواری سے جماع کے لئے استعمال کیا جانے لگا اور پھر مطلق جماع کے لئے، (روح، محاسن، مراغی، وغیرہ) اور یہاں پر اس سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ وہ ہر جماع کے بعد باکرہ ہی رہیں گی جماع سے ان کی بکارت زائل نہیں ہوگی (محاسن التاویل للقاسمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، وغیرہ) سو یہ بھی اہل جنت کے ان امتیازی اوصاف اور خصوصیات میں سے ایک امر ہوگا جس کا اس دنیا میں کوئی وجود نہیں، کہ وہاں کی ہر نعمت بے مثال ولاجواب ہوگی، والحمد لله ربّ العالمین، اللہ نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔ اور دنیا کی اس کارگاہِ حیات میں ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۵۹ اہلِ جنت کے سکون واطمینان کی تصویر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں وہ ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے۔ جو کہ علامت ونشانی ہے آرام وراحت اور سکون واطمینان کی اور یہ نعمت اہل جنت کو وہاں پر بدرجۂ تمام وکمال نصیب ہوگی اللہ ہمیں بھی محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے، آمین بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں پر وہ اس قسم کی جنتوں میں سبز فرشوں اور خوبصورت ونادر قالینوں پر گاؤ تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے اور ظاہر ہے کہ جب ان کو ماضی کے غموم وہموم اور مستقبل کے مخاوف واندیشوں سے مامون کر دیا گیا ہوگا، تو ان سے بڑھ کر سکون واطمینان اور کس کو نصیب ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں انہی میں سے بنادے اور نفس و

شیطان کے ہر مکر وفریب سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وَخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْهِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ فِیْ کُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، سبحانہ وتعالیٰ

۶۰ لفظِ "عَبْقَرِیّ" کا معنیٰ ومفہوم؟: عَبْقَرِیّ منسوب ہے "عَبْقَر" کی طرف، اور "عَبْقَر" اصل میں زمانۂ جاہلیت کے عرب افسانوں میں جنوں کے دار السلطنت کا نام تھا (روح، خازن، قرطبی، وغیرہ) اسی کی طرف نسبت کر کے عرب لوگ ہر ایسی چیز کو عبقری کہا کرتے تھے، جو بہت عمدہ ونایاب اور نفیس ونادر قسم کی ہو، جس طرح اردو میں اس کے لئے پرستان یا پریوں کے دیس وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، یعنی یہ چیز ایسی خارقِ عادت قسم کی عمدہ اور نفیس ونادر چیز ہے، گویا کہ یہ پرستان یا پریوں کے دیس کی چیز ہے، اسی لئے عربی محاورات میں آج بھی ایسے شخص کو عبقری کہا جاتا ہے، جو غیر معمولی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا مالک ہو، اس طرح عبقری بالکل اسی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے جس معنیٰ میں انگریزی لفظ Genius استعمال ہوتا ہے جو کہ اصل میں Genii سے ماخوذ ہے اور وہ بھی جن ہی کے ہم معنیٰ ہے۔ اسی لئے یہاں پر اہل عرب کے اس ذوق اور محاورہ کے مطابق اس لفظ کے ذریعے اہل جنت کے سروسامان کی غیر معمولی خوبی اور نفاست کا تصور دلایا گیا ہے، اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔ بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں وہ بڑی ہی خوبصورت اور نادر ونایاب قسم کی عمدہ قالینوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جو ان کے آرام وراحت کی معراج ہوگی، اللہ نصیب فرمائے اور حیاتِ دنیا کی فرصتِ محدود ومختصر کو اپنی رضا کی راہوں میں صرف کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وَخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْهِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ، یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَانِ

۶۱ اللہ تعالیٰ کا نام بڑا ہی برکت والا ہے، سبحانہ وتعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ بڑا ہی برکت والا ہے نام تمہارے رب کا، سو جب اس کا نام اس قدر برکت والا ہے تو پھر خود وہ ذات اقدس واعلیٰ کس قدر برکت والی ہوگی، سبحانہ و تعالیٰ، اس کا اندازہ کرنا بھی کسی بشر کے لئے ممکن نہیں، اور بشر جیسی محدود الادراک مخلوق کے لئے یہ ممکن ہو بھی کس طرح سکتا ہے، پس سچ کہا کہنے والے نے "ماعرف اللّٰہ الا اللّٰہ" یعنی اللہ پاک۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کی عظمتِ شان اور جلالتِ قدر کو اس وحدہ لاشریک کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، سو برکت دینے والی ذات اسی وحدہ لاشریک کی ذات ہے، پس یہیں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جو لوگ برکت علی اور برکت حسین وغیرہ جیسے شرکیہ نام رکھتے ہیں وہ شرکیہ عمل کا ارتکاب کرتے ہیں، والعیاذ باللہ، پھر ان میں سے جو لوگ ایسے شرکیہ نام بغیر سوچے سمجھے یونہی جہالت ونادانی کی بناء پر رکھ لیتے ہیں، وہ تو پھر بھی ایک حد تک معذور ہیں، لیکن جو جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں اور ایسے نام رکھتے ہیں وہ یقیناً بڑے ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم، سو برکت سب کی سب اللہ پاک ہی کے پاس اور اسی کے ساتھ مختص ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وَخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْهِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ زَمَانٍ وَّمَکَانٍ، وَفِیْ کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ

کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَان ،تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ،

۶۲ **اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس بڑی ہی عظمت والی ہے، سبحانہ و تعالیٰ:** سو ارشاد فرمایا گیا جو بڑا ہی عظمت والا اور احسان والا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ ۔ سو اس کی برکت بھی عظیم الشان اور اس کا احسان اور کرم بھی لامحدود اور ناپید اکنار ہے، پس ہم پر ہر اس چیز کی تعظیم و تکریم لازم اور فرض ہے، جس میں اس کا نام پاک موجود ہو، بلکہ ہر ایسی چیز کی تعظیم و تکریم بھی جو کہ اس سے نسبت و تعلق رکھتی ہو، سبحانہ و تعالیٰ جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہے کہ حضرت نبیٔ معصوم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ اِجْلَالِ اللّٰہِ تعالی اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرَ الْغَالِیْ فِیْہِ و لَا الْجَافِیْ عَنْہُ ۔ یعنی ''اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم اور اس کے اِجلال و اِکرام میں سے یہ بھی ہے کہ سفید بالوں والے مسلمان کی عزت کی جائے' اور قرآنِ حکیم کے ایسے حامل کی بھی جو کہ نہ تو اس میں کسی طرح کے غلو سے کام لیتا ہو' اور نہ اس سے دور ہو' یہاں سے اس امر کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ اس ربّ ذو الجلال والاکرام پر ایمان و یقین سے محروم ہیں' وہ کس قدر بد نصیب اور محروم لوگ ہیں، والعیاذ باللّٰہ العظیم، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ فِیْ کُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَانِ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ربّ کا نام اور اس کی ذات بڑی ہی بابرکت ذات ہے، آسمان و زمین کی اس پوری کائنات میں حسی اور معنوی جتنی بھی نعمتیں موجود ہیں وہ سب اسی کی برکتوں کا مظہر ہے، اور اس کی برکتوں اور رحمتوں و عنایتوں کا اصل اور کامل ظہور آخرت کے اس جہاں میں ہوگا جو اس دنیا کے بعد ظہور پذیر ہوگا۔ اسی لیے یہاں پر سزا و جزا کی تفصیلات سنانے کے بعد اس آیت کریمہ کا اعادہ فرمایا گیا ہے کہ چونکہ تمہارے ربّ کی ذات بڑی ہی خیر و برکت والی اس لیے اسکی یہ تمام برکتیں لازماً ظاہر ہوں گی۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اور اس کا موقع و محل آخرت کا وہ جہان ہی ہوگا جو اس دنیا کے بعد آئیگا، جو کہ ابدی اور سرمدی ہوگا، اور جسکے قوانین و ضوابط بھی ابدی ہونگے اور اسکی وسعتیں ہی ہونگی جن میں اس وحدۂ لاشریک کی برکتوں کا کامل ظہور ہو سکے گا، کہ دنیاء دُوں کے ظرفِ محدود و مختصر میں اسکی گنجائش اور اس کا امکان ہی نہیں کہ اسکی برکتوں کا کامل ظہور ہو سکے۔ پس جو لوگ اس جہانِ غیب، اسکی خیرات و برکات، اور اسکے تقاضوں سے غافل و لاپرواہ ہیں' وہ بڑے ہی خسارے میں مبتلاء ہیں مگر ان کو اپنے اس انتہائی ہولناک خسارے کا احساس و ادراک اسوقت ہوگا جبکہ وہ جہانِ غیب اپنی برکتوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوگا، تب ان کی آتشِ یاس و حسرت کی کوئی حد اور انتہاء نہیں ہوگی، والعیاذُ باللہ العظیم من کل شائبۃ من شوائب الکفر و الشرک ، والخسران والنکران، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ زَمَانٍ وَّمَکَان، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَان ،وھو الھادی الی سواء السبیل، سبحانہ و تعالیٰ،

☆——تکمیل نظر ثانی بلکہ ثالث ۳۔ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۷۔جون ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ بوقت سوا دو بجے دن' سطوہ دبی، متحدہ عرب امارات، و الحمد لله ربّ العالمين مولى الذى بيده ازمة الخير والعناية، سبحانهٗ وتعالىٰ۔

☆——تکمیل پروف ریڈنگ ۲۱صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۵ جون ۱۹۹۹ء بروز جمعہ بوقت پونے دس بجے شب سطوہ' دبی و الحمد لله ربّ العالمين ، الذى لا تتم الصالحات الا بتوفيقٍ منه ، سبحانهٗ وتعالىٰ.فاياه نسأل التوفيق لمايحب ويرضىٰ

☆——تکمیل سکینڈ پروف ریڈنگ ۱۲رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰دسمبر ۱۹۹۹ء بروز پیر بوقت پونے سات بجے شام (بعد از افطار) و الحمد لله ربّ العالمين' بكل حالٍ من الاحوال، و فى كل موطنٍ من المواطن فى الحياة،جل جلاله وعم نواله

☆——تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۲رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۷نومبر ۲۰۰۱ء بروز پیر بوقت ساڑھے بارہ شب' سطوہ دبی،و الحمد لله ربّ العالمين' فى كل لحظةٍ من اللحظات فانه هوالا هل للحمد فى الاولى والاخرة وهوالذى شرفنى بهذا العمل الجليل،من ترجمة وتفسير كتابه العزيز الكريم،سبحانه وتعالىٰ،

☆——تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۲۰ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰جون ۲۰۰۳ء بروز جمعہ بوقت پونے چھ بجے شام مدنی منزل' مارگلہ ٹاؤن، اسلام آباد، پاکستان۔و الحمد لله ربّ العالمين. فى كل زمانٍ و مكان ، وفى كل حين من الاحيان.جل وّعلا

☆——اللَّمَسَاتُ الاخيرة (Final touches) ۱۳محرم الحرام ۱۴۲۵ھ مطابق ۸۔مارچ ۲۰۰۴ء بروز پیر بوقت پونے تین بجے شام،مدنی منزل،معمورۃ المدنی (گہل)،منگ،ضلع سدھنوتی،آزاد کشمیر،پاکستان۔ والحمد لله ربّ العالمين. قبل كل شيءٍ،وبعد كل شيءٍ،بكل حالٍ من الاحوال ، وفى كل موطنٍ من الموطن فى الحياة،وهوالعزيز الوهّاب

اَللّٰهُمَّ !

اجْعَلْنِیْ كَمَايَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّايَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِیْ لِمَالَايَعْلَمُوْنَ،وَاجْعَلْ عَمَلِیْ

هٰذَاخَالِصًالِوَجْهِكَ الْكَرِيْم،وَاجْعَلَه اَخْلَصَ مَايَكُوْنَ،وَاَنْفَعَ مَايَكُوْنَ،

وَاَحَبَّ مَايَكُوْنَ،وَأوسَعَ وَاَبْقٰى مَايَكُوْنُ،يَامَنْ لَاحَدَّ لِجُوْدِهٖ

وَكَرَمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ،اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ

يَاوَاسِعَ الْمَغْفِرة وَالْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَالْاِحْسَان

آیاتُہا ٩٦ | ٥٦ سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ ٤٦ | رُکُوْعَاتُہَا ٣

سورۂ واقعہ مکی ہے اور اس کی چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے،

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ﴿١﴾ لَیْسَ لِوَقْعَتِہَا کَاذِبَۃٌ ﴿٢﴾

جب واقع ہو جائے گی وہ ہو پڑنے والی، ف۱ ﴿١﴾ تو اس وقت اس کے پیش آنے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا ف۲ ﴿٢﴾

خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ﴿٣﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾

وہ پست و بلند کر دینے والی ہوگی، ف۳ ﴿٣﴾ جب کہ لرز اٹھے گی یہ (ٹھوس) زمین تھرتھرا کر، ف۴ ﴿٤﴾

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَکَانَتْ ہَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿٦﴾

اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یہ (دیوہیکل) پہاڑ ٹوٹ کر، ﴿٥﴾ پھر یہ ہو جائیں گے ایک غبارِ پراگندہ، ﴿٦﴾

وَّکُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَۃً ﴿٧﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۙ

اور تم لوگ اس وقت تقسیم ہو جاؤ گے تین مختلف گروہوں میں، ف۵ ﴿٧﴾ سو دائیں بازو والے ف٦

مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ﴿٨﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ۙ

کیا کہنے ان دائیں بازو والوں کے، ف۷ ﴿٨﴾ اور بائیں بازو والے،

۱ **قیامت قطعی طور پر ایک شدنی اور اٹل حقیقت:** سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ قیامت ایک شدنی اور ہو پڑنے والی اٹل حقیقت ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جب واقع ہو جائے گی وہ واقع ہو کر رہنے والی۔ یعنی قیامت، وقع اور وقوع کے معنی گر پڑنے اور چوٹ لگانے کے آتے ہیں، قیامت کا وہ حادثہ جسے دوسرے مقام پر "الصاحتہ" اور "الطامۃ الکبریٰ" بھی فرمایا گیا ہے، چونکہ انتہائی سخت اور نہایت شدید حادثہ ہوگا، اس لئے اس کو یہاں پر واقعہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے، نیز وہ عظیم حادثہ جب وقوع پذیر ہو جائے گا تو وہ ایک ایسی واقع چیز ہوگی جس میں تعجب و انکار کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی، اسی طرح جس طرح کہ آج ہم سورج چاند اور زمین کے ان عظیم الشان کروں کو اپنی آنکھوں سے موجود دیکھ رہے ہیں، اور ان سے متعلق کسی بھی طرح کا کوئی تعجب یا شک ہمیں لاحق نہیں ہوتا، کیونکہ یہ سب امور محسوس و مشاہد اور واقع ہیں، سو اسی طرح قیامت بھی اس وقت ایک حقیقتِ واقعہ کی صورت میں سب کے سامنے موجود ہوگی، اور سب ہی اس کو مان رہے ہونگے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکے گا، مگر اس وقت کے اس ماننے کا منکروں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بہر کیف وہ ایک قطعی حقیقت اور ہو کر رہنے والی چیز ہے، جس نے منکرین کے انکار اور ان کے شبہات کے

علی الرغم اپنے وقت پر بہر حال ہو کر رہنا ہے، اور اس موقع پر ہر کسی نے اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا صلہ و بدلہ پانا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی مایحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ

۲ قیامت کو کوئی جھٹلا نہیں سکے گا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز اس کے وقوع کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔ کہ کٹے سے کٹا کافر اور پکے سے پکا منکر بھی اس وقت اس کو ماننے پر مجبور ہوگا کیونکہ وہ ایک محسوس و مبصر واقعہ ہوگا جو آنکھوں کے سامنے موجود ہوگا، مگر اس وقت کا ماننا کسی کافر و منکر کچھ کام نہ دے گا کیونکہ اس وقت کا وہ ماننا ایمان بالمشاہدہ ہوگا جب کہ اصل مطلوب ایمان بالغیب ہے جو کہ اس دنیا میں ماننے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے، سو کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ یہ ایک خواہ مخواہ کا ہوا ہے جس سے یونہی ڈرایا جا رہا ہے نہیں بلکہ یہ ایک امر واقعہ ہے جس سے تم لوگوں کو بہر حال دوچار ہو کر رہنا ہے، سو اگر تم لوگ اپنی عاقبت اور اس کی بہبود چاہتے ہو تو اس کے لئے تیاری کر لو ورنہ ہمیشہ کا پچھتاوا ہوگا، والعیاذ باللہ العظیم، کاذبۃ کے لفظ میں یہاں پر دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ یہ اسم فاعل ہو جیسا کا ظاہر و متبادر ہے، یعنی اس وقت اس کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا، بلکہ سب ہی اس پر ایمان لے آئیں گی، اور اس کو مانیں گے کہ وہ ایک حقیقتِ واقعہ ہوگی جو سب کی آنکھوں کے سامنے اپنے تمام احوال و اہوال کے ساتھ موجود ہوگی جبکہ دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ یہ لفظ عاقبۃ اور عافیۃ وغیرہ کی طرح مصدر ہو (محاسن التاویل وغیرہ) سو اس کے وقوع میں کسی جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی کہ وہ بہر حال ایک قطعی حقیقت ہے اور اس کا وجود و وقوع عقل و نقل دونوں کا بدیہی تقاضا ہے۔ والحمد للہ۔

۳ قیامت پست و بلند کرنے والی ہوگی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ پست و بلند کر دینے والی ہوگی۔ کہ ایمان و یقین اور عمل صالح کی دولت رکھنے والوں کو وہ بلند درجات اور اعلیٰ مراتب سے سرفراز کر دے گی، اگرچہ دنیا میں ان کو ابناء دنیا حقیر و ذلیل سمجھتے رہے ہوں، اور اس کے برعکس وہ لوگ جو کفر و شرک اور جحود و انکار وغیرہ کی گندگیوں میں ملوث و آلودہ رہے ہوں گے، ان کو وہ درکاتِ جہنم کے حوالے کر دی گی۔ خواہ دنیاوی زندگی میں وہ اپنے طور پر کتنے ہی بڑے کیوں نہ بنے رہے ہوں، سو یہی جھوٹی بڑائی جس کی بناء پر وہ نور حق و ہدایت سے محروم ہوئے تھے، اس دن ان کو وہاں لے ڈوبے گی، والعیاذ باللہ العظیم، سو آج اگر کسی کو سربلندی حاصل ہے تو وہ اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ اسے ہمیشہ حاصل رہے گی۔ وہاں کا معاملہ الگ اور مختلف ہوگا کہ وہاں فیصلہ انسان کے ایمان و عقیدے اور اس کے عمل و کردار کی بنیاد پر ہوگا۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی مایحب ویرید،

۴ زلزلۂ قیامت کی تصویر کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب لرز اٹھے گی یہ زمین تھرتھرا کر، اور یہ تمام فلک بوس عمارتیں، بلڈنگیں اور پختہ و مضبوط قلعے وغیرہ جن کو اہل دنیا ترقی کی معراج سمجھتے رہے تھے سب تہس نہس ہو کر رہ جائیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ○ نیز فرمایا گیا۔ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ۔ سو یہ قیامت کے اس ہولناک منظر اور انتہائی خوفناک زلزلے کی تصویر ہے کہ جب وہ واقع ہوگا تو ہلا مارا جائے گا اس زمین کو، یقینی زلزلہ قیامت کا وہ حادثہ کبریٰ کسی ایک ملک یا شہر یا کسی خاص خطۂ زمین میں محدود نہیں ہوگا، بلکہ وہ پوری روئے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا جس سے

زمین کے سب اونچ نیچ کو برابر کردیا جائے گا اور یہ دیوہیکل اور فلک بوس پہاڑ جن کو ایسے منکر لوگ لافانی اور غیر متزلزل سمجھے بیٹھے ہیں۔ یہ سب اس روز غبار پریشان کی طرح اڑتے پھریں گے، اور یہ سب کچھ ایک چٹیل میدان بن کر رہ جائے گا اور ایسا کہ اس میں نہ کسی طرح کا کوئی اونچ ہوگا نہ نیچ۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝ (طٰہٰ ۱۰۶۔۱۰۷ پ ۱۶) کہ وہ اس کو ایک ایسا چٹیل میدان بنا کر رکھ دے گا جس میں نہ کوئی اونچ ہوگا نہ نیچ، سو اس روز سارے جہانِ رنگ و بو کو مٹا کر ایک ایسے نئے جہاں کی بنیاد ڈالی جائیگی جسکے قوانین ابدی اور سرمدی ہونگے، جہاں انسان کو ابدی اور سرمدی ٹھکانہ ملے گا۔

۵ قیامت کے روز لوگوں کی تقسیم تین گروہوں میں: —سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز تم سب لوگ بٹ کر تین گروہ ہو جاؤ گے۔ یعنی مقربین، اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال، آگے ان تینوں کی تفصیل مذکور ہے۔ سو یہ اس خفض و رفع کی تفصیل ہے جس کا ذکر اوپر والی آیتِ کریمہ میں فرمایا گیا ہے' کہ اس روز کتنے ہی خوش نصیبوں کو ان کے ایمان و یقین اور صدق و اخلاص کی بناء پر بلند درجوں سے نوازا جائے گا اور کتنے ہی بدبختوں کو ان کے کفر و انکار اور اعراض و استکبار کی بناء پر ہولناک ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ والعیاذ بالله العظیم ۔ سو اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ اس روز کی وہ تقسیم اس دنیا کی طرح قوموں' قبیلوں اور دنیاوی جاہ و جلال اور مال و منال وغیرہ کے ان غیر اختیاری اور خود ساختہ فوارق و امتیازات کی بنا پر نہیں ہوگی جن کو اہل دنیا نے شعار بنا رکھا ہے بلکہ وہاں کی وہ تقسیم و تفصیل دراصل مبنی ہوگی انسان کے ایمان و یقین، اور اسکے عمل و کردار پر جتنا کسی کا ایمان و یقین مضبوط اور اس کا صدق و اخلاص زیادہ ہوگا اور اسکا عمل و کردار سچا ہوگا اتنا ہی اس کا درجہ و مرتبہ بلند ہوگا اور جتنا کوئی اس دولت سے محروم اور بے بہرہ ہوگا، وہ اتنا ہی پست اور ذلیل ہوگا۔ والعیاذ بالله العظیم، وبالله التوفیق لما یحب ویرید و هو الهادی الی سواء السبیل ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۶ اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ سے مقصود و مراد: —یعنی وہ لوگ جن کو ان کے نامہ ہائے اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے' وہ عرش کی دائیں طرف ہوں گے اور یہ خوش نصیب وہی ہوں گے جن کو ازل میں آدم کی دائیں جانب سے نکالا گیا ہوگا' اور یہی خوش نصیب لوگ اصحاب یمن و برکت ہوں گے، جب کہ اصحاب شمال اسکے بالکل برعکس ہوں گے، والعیاذ بالله العظیم، سو داہنے ہاتھ والے کامیاب و کامران اور فائز المرام لوگ ہونگے، اور نامہ اعمال کا داہنے ہاتھ میں ملنا کامیابی کی نشانی ہوگی' اللہ نصیب فرمائے، اور ہمیں انہی خوش نصیبوں میں سے بنائے' آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ، بہرکیف ''اَصۡحٰبُ الۡمَیۡمَنَةِ'' سے مراد وہی خوش نصیب لوگ ہیں جن کو قیامت کے روز ان کے نامہ ہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے جس کی تصریح خود قرآن حکیم میں دوسرے کئی مقامات پر فرمائی گئی ہے مثلاً سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۱۹ اور ۲۰ میں ارشاد فرمایا گیا کہ جن لوگوں کو ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ خوش ہو ہو کر دوسروں سے کہیں گے کہ ذرا میرا نامہ اعمال پڑھیئے گا میں دنیا میں ہمیشہ یہ اندیشہ رکھتا تھا کہ مجھے یقیناً اپنے اعمال کے حساب سے دوچار ہونا ہے۔ سو یہ لوگ کامیاب اور فائز المرام ہونگے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنهُم بِمَحضِ مَنِّهٖ وَکَرَمِهٖ وَهُوَ ارحم الراحمین. واکرم الاکرمین، ویامن بیده ملکوت کل شیئٍ وهو یجیر ولا یجار علیه،

۷ اصحاب یمین کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان: ۔سو اصحاب یمین کی عظمتِ شان کے اظہار کے لیے بطور تفخیم و استفہام ارشاد فرمایا گیا اور کیا کہنے ان داہنے بازو والوں کے۔یعنی استفہام یہاں پر تفخیم و تعظیم کے لئے ہے، کہ وہ ایسی نعمتوں اور برکتوں میں ہوں گے جو بیان سے باہر ہیں' اور اس کے بالمقابل دوسرا استفہام بالکل اس کے برعکس تہویل و تقبیح کے لئے ہے' یعنی بائیں بازو والے ایسے برے حال میں ہوں گے کہ اس کا یہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' اور الفاظ و کلمات اس کا احاطہ نہیں کر سکتے، والعیاذ باللہ العظیم، بہرکیف ابہام استفہام و کا یہ اسلوبِ بیاں اس صورت میں اختیار کیا جاتا ہے جبکہ صورتحال اور حقیقت واقعہ الفاظ کے احاطے اور قیاس وگمان کی رسائی سے باہر اور مافوق ہو' سو داہنے بازو والوں کی شان و عظمت ان کے عیشِ جاوداں' ان کی رفاہیت و خوشحالی، اور ان کی عالی مقامی، کے کیا کہنے' بھلا اس کی تفصیل کوئی کس طرح بیان کرے اور ان کا صحیح اندازہ کوئی کس طرح کر سکتا ہے؟ اللہ نصیب فرمائے آمین ثم آمین' جبکہ اس کے برعکس اصحاب شمال کا معاملہ اس قدر ہولناک اور اتنا بھیانک ہوگا کہ الفاظ و کلمات اس کے احاطۂ ذکر و بیان سے عاجز و قاصر ہیں۔والعیاذ باللہ العظیم۔اللہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین۔یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین،

----------❀❀❀----------

اَللّٰھُمَّ ! یَامَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدِیْمَ الْاِحْسَانِ، یَامَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاہُ،
وَیَکْشِفُ عَنْہُ السُّوْءَ، یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ، یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ، یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ،
یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،
نَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَّایَرْتَدُّ، وَنَعِیْمًا لَّایَنْفَدُ، وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی دَرَجَۃِ
الْجَنَّۃِ جَنَّۃِ الْخُلْدِ، وَاَنْ تَغْفِرَلَنَاوَ ذُنُوْبَنَا
وَالْاٰثَامَ، مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَابَطَنَ، وَمَانَعْلَمُ
مِنْھَاوَمَالَا نَعْلَمُ، اَنْتَ مَوْلَانَا
فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ
الْکٰفِرِیْنَ، وَاَفِضْ
عَلَیْنَابَرْدَا الْیَقِیْنِ،
وَارْضَ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ، وَخُذْ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُنَا وَفَلَاحُنَا
فِی الدُّنْیَاوَالدِّیْنِ، بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَاذَاالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ،

----------❀❀❀----------

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝

کیسے بدنصیب (اور بدحال) ہوں گے وہ بائیں بازو والے ⑨ اور جو سبقت لے گئے تو وہ سبقت لے گئے و۸ ⑩

اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝

یہ وہ (خوش نصیب) ہیں جن کو نوازا گیا ہوگا قرب (خاص) سے ⑪ یہ رہ بس رہے ہوں گے نعمتوں بھری عظیم الشان جنتوں میں و۹ ⑫

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝

ایک بڑا گروہ ہوگا اگلوں میں سے ف۱ ⑬ اور تھوڑے پچھلوں میں سے و۱۱ ⑭

۸ **سابقین کی عظمتِ مرتبہ و مقام کا ذکر و بیان:**- سو ارشاد فرمایا گیا اور سبقت لے جانے والے سبقت لے گئے۔ یعنی جو دنیا میں ایمان واطاعت اور نیکی وخیر کی طرف سبقت لے گئے ہوں گے وہ وہاں پر جَنّٰتُ النَّعِيْمِ اور دارالکرامۃ کی طرف سبقت لے جائیں گے، مسند امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ میں ام المؤمنین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہء کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ لوگ کون ہیں؟ جو قیامت کے روز اللہ کے سائے کی طرف سبقت لے جائیں گے؟ تو حضرات صحابہء کرام رضی اللہ عنہم نے حسبِ عادت ادب سے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں (اللہ ورسولہ اعلم) تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی صفت وشان (دنیا میں) یہ رہی ہوگی کہ جب ان کو حق دیا (اور بتایا) جائے تو وہ اسے قبول کرتے ہیں، اور جب ان سے مانگا جائے تو دے دیتے ہیں، اور وہ لوگوں کیلئے ایسے ہی فیصلہ اور حکم کرتے ہیں، جیسا کہ وہ خود اپنے لئے کرتے ہیں یعنی وہ پورے عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں (ابن کثیر، قرطبی، اور مراغی، وغیرہ) سو انسان کی کامیابی اور ناکامی کا اصل دارومدار اسکے اپنے ایمان واخلاق اور اس کے قلب وباطن پر ہے، نہ کہ محض ظواہر اور شکلیات پر، بہرکیف یہاں پر سابقون کی خبر سابقون ہی ذکر فرمائی گئی یعنی سابقون کے کیا کہنے اور انکے مرتبہ ومقام کا پوچھنا ہی کیا وہ تو سابقون ہی سابقون ہوئے۔ یعنی انکے مرتبے کو کون جان یا پہچان سکتا ہے۔ وہ خوش نصیب تو وہاں پہنچیں گے جو انسانی شرف و مرتبہ کا آخری نقطہ ہوگا اور اس نقطہء کمال کا اندازہ بھلا اس عالمِ ناسوت میں کوئی کس طرح کرسکتا ہے؟ اللھم فشرفنا به بِمَحْضِ مَنِّكَ وكرمك يا ارحم الراحمين ويا اكرم الاكرمين۔ اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

۹ **سابقین کی جزا اور ان کے صلے وبدلے کا ذکر وبیان:**- سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ نعمتوں بھری جنتوں میں ہونگے۔ ان کے سبق الی الخیرات کے اس وصف کی بنا پر جس کو انہوں نے اپنی دنیاوی زندگی کے اندر اپنائے رکھا ہوگا، سو اس سے معلوم ہوا کہ سبق الی الخیر (نیکی کی طرف پہل کرنا) سب سے اہم اور بنیادی وصف ہے جو مومنِ صادق کے اندر ہونا چاہیے اور جو ذریعہ ووسیلہ ہے دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا، اللہ نصیب فرمائے آمین، بہرکیف گل سرسبد اور سرخیل قافلہ کی حیثیت

چونکہ انہی سابقون کی حاصل ہوگی اسلئے سب سے پہلے انہی کا مرتبہ ومقام اور صلہ وبدلہ بیان فرمایا گیا، سوارشاد فرمایا گیا کہ مقربین کا درجہ انہی مقربین کو حاصل ہوگا اوران کا ٹھکانہ جَنّٰتُ النَّعِیۡم یعنی نعمتوں بھری جنتوں میں ہوگا اللہ نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یا رب العالمین

۱۰ زمرۂ مقربین میں شامل خوش نصیبوں کی نشاندہی:۔ سو زمرۂ مقربین میں شامل ان خوش نصیبوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ایک بڑا گروہ ہوگا اگلوں میں سے ہوگا (ثُلَّة) کے معنی مطلق جماعت کے بھی آتے ہیں اور بڑی جماعت کے بھی، مگر یہاں سیاق وسباق کے اعتبار سے اس سے مراد بڑی جماعت ہی ہے پھر آگے اس کے مصداق کی تعیین حضرات اہلِ علم کے دوقول ہیں ایک یہ کہ یہاں پر اولین سے مراد پہلی امتوں کے لوگ ہیں اور آخرین سے مراد اس امت کے لوگ، جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اسی امت کے اولین وآخرین ہیں جس کی مزید تفصیل اگلے حاشیے میں آرہی ہے، بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ مقربین کے اس مبارک ومسعود گروہ میں شامل ہونے کی سعادت کن لوگوں کو نصیب ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان میں ایک بڑی تعداد اگلوں کی ہوگی اور قلیل تعداد پچھلوں کی بھی۔ یہاں پر ثلۃ کے مقابلے میں چونکہ قلیل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسلئے اس قرینے کی بنا پر اس لفظ کو یہاں پر گروہ کثیر اور بڑی جماعت کے معنی میں لیا جائے گا جیسا کہ ابھی کچھ ہی اوپر اسی حاشیے کے شروع میں بھی گزرا۔ یعنی ان کی ایک بڑی جماعت پہلوں میں سے ہوگی کہ وہی حضرات سبق الی الخیرات کے مشرف رہے ہونگے۔ وباللہ التوفیق

۱۱ زمرۂ مقربین میں شامل پچھلوں کا ذکر وبیان:۔ سو زمرۂ مقربین میں شامل دوسرے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تھوڑے سے پچھلوں میں سے ہوں گے۔ یہاں کثرت سے مراد پہلی امتوں کی کثرت ہے کہ ان میں ایک بڑی تعداد تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی ہوگی اور ان کے خواص کی بھی، اور قلت سے مراد اس امت مسلمہ کی قلت ہے، پس پہلی امتوں کے خواص اس امت کے خواص سے زیادہ ہوں گے، اس قول کو بہت سے ثقہ علماءِ کرام نے اختیار کیا اور ترجیح دی ہے، جیسے ابن جریر الطبری، قرطبی، بیضاوی اور آلوسی وغیرہ، جب کہ دوسرا قول بعض دوسرے حضرات اہلِ علم کا اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد اسی امت کے اولین وآخرین ہیں، اور ابن کثیر وغیرہ حضرات نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمُرَادِ کَلَامِہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ۔ البتہ دوسرے قول واحتمال کی تائید سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے اس کے بعد خرچ اور جہاد کیا باہم برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جن لوگوں نے فتح سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا درجہ ان لوگوں سے بہت بڑا ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا، اور یوں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں سے ہر گروہ کے ساتھ اچھائی اور بھلائی کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ (وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ) اور اللہ پوری طرح باخبر ہے تمہارے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو۔ پس وہ ہر کسی کو اس کے عمل کے بدلے اور اس کی جزا سے نوازے گا کسی کی کوئی حق تلفی نہیں ہونے پائے گی۔ سو اس آیت سے دوسرے قول کی تائید ہوتی ہے۔ والعلم عنداللہ سبحانہ وتعالیٰ

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾

(براجمان ہوں گے یہ) سونے کی تاروں سے بنے ہوئے عظیم الشان تختوں پر' (نہایت آرام وسکون سے) ۱۲ ﴿۱۵﴾ ان پر ٹیک لگائے ۱۳

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ

آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے' ۱۴ ﴿۱۶﴾ ان کے پاس ایسے لڑکے آمد ورفت کر رہے ہوں گے جو سدا لڑکے ہی رہیں گے ۱۵ ﴿۱۷﴾ پیالے اور

وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ

جگ اٹھائے' اور ایسے جام ہائے شراب لئے ہوئے' جن کو بھرا گیا ہوگا بہتے ہوئے چشمے سے ۱۶ ﴿۱۸﴾ نہ تو اس سے ان کے سر چکرائیں گے

۱۲ مقربین کے کیف وسرور کی ایک جھلک کا ذکر وبیان: — سو اس سے مقربین کے جنت میں کیف وسرور کی ایک جھلک پیش فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ پہلے ان کی وہاں پر نشست گاہ اور ان کے اندازِ نشست کی تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ وہ براجمان ہونگے وہاں پر سونے کی تاروں سے بنے ہوئے عظیم الشان تختوں پر "سُرُرٍ" جمع ہے سریر کی' جیسے کتب جمع ہے کتاب کی اور تنوین تعظیم وتفخیم ہے' یعنی وہ تخت نہایت ہی عظیم الشان ہوں گے' اور ان کی عظمتِ شان کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ سونے کی تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے' اور ان میں ہیروں اور موتیوں کا جڑاؤ کیا گیا ہوگا، جیسا کہ تمام ثقہ مفسرین کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے' اَیْ مَنْسُوْجَةٌ مِنَ الذَّهَبِ (خازن' مدارک' محاسن' روح' ابن کثیر وغیرہ) جبکہ دنیا میں ایسی نشست گاہیں بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہونگی مگر شاذ ونادر سو جنت کی وہ بادشاہی حقیقی بادشاہی ہوگی' اور اس کی نعمتیں ابدی وسرمدی اور عدیم النظیر وبے مثال ہونگی۔ جعلنا الله من اهلها بِمَحْضِ مَنِّهٖ وكرمه، و هو ارحم الراحمين، واكرم الاكرمين ،

۱۳ اُن کے اندازِ نشست کا ذکر وبیان: — سو اُن کے اندازِ نشست کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ان پر ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے جو کہ علامت ہے صحتِ جسم' اطمینانِ قلب' اور فارغ البالی کی' جو کہ اللہ پاک کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ہیں' اور یہ چیز وہاں پر اہل جنت کو بدرجۂ کمال نصیب ہوں گی' اللہ پاک نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے آمین ثم آمین، سو یہ خوش نصیب وہاں پر نہایت آرام وسکون اور امن واطمینان کے ساتھ ان عظیم الشان تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے، اور پھر ان کا یہ سرور وکیف عارضی اور وقتی نہیں ہوگا بلکہ ابدی ودائمی ہوگا جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر "خالدين فيها"، اور "خالدين فيهآ ابداً"، وغیرہ کلمات سے تصریح فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنی فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۱۴ وہ آمنے سامنے بیٹھے ہونگے: — سو اس سے ان کے باطن کی صفائی اور پاکیزگی کی ایک علامت کا ذکر فرما دیا گیا، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ان عظیم الشان تختوں پر ٹیک لگائے کمالِ اطمینان کے ساتھ آمنے سامنے بیٹھے ہونگے جو کہ علامت ہے دلوں کی صفائی اور کمالِ انس ومحبت کی' کہ ان کے دلوں میں کسی طرح کی رنجش اور کدورت نہیں ہوگی' کیونکہ دلوں میں اس طرح کے بوجھوں کا پایا جانا ایک تکلیف وآزار ہے' جس سے اہل جنت کو پاک صاف کر دیا جائے گا' بلکہ دنیاوی زندگی میں جو اس طرح کی رنجشیں اور

کدورتیں انکے اندر ہی ہوں گی وہاں پر ان کی بھی صفائی کر دی جائے گی اور ان کو ان کے دلوں سے نکال دیا جائے گا' جیسا کہ سورۂ حجر میں اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے۔ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ o (الحجر: ۷پ۱۴) یعنی کھینچ نکالا ہوگا ہم نے ان کے سینوں سے جو بھی کچھ کھوٹ کھپٹ ان کے اندر رہا ہوگا جس سے وہ بھائیوں کی طرح عظیم الشان تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر مستقیم و ثابت رکھے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین

۱۵ اہل جنت کے خادموں کی صفت کا ذکر و بیان: ۔ سو ان مقربین اہل جنت کے خادموں کی صفت کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے پس نہ وہ بوڑھے ہوں گے' اور نہ بگڑیں بدلیں گے' اور صحیح قول کے مطابق یہ جنت ہی کی ایک خاص مخلوق ہوگی' جن کو اہلِ جنت کی خدمت کے لئے بطور خاص پیدا فرمایا جائے گا' جیسا کہ حوریں کہ وہ بھی وہیں کی ایک خاص مخلوق ہوں گی' جسے اہل جنت کیلئے بطور خاص پیدا فرمایا جائے گا' (خازن' ابن کثیر' مدارک، وغیرہ) بہرکیف اہل جنت کے خادم ہمیشہ ایک ہی سن و سال کے رہیں گے' ان کی حیثیت دائمی خدام کی ہوگی اور مجلسی خدام کیلئے ایک خاص سن کے لڑکے ہی زیادہ موزوں' خوش آداب، اور مستعد و سرگرم خیال کیے جاتے ہیں' اسلئے ان کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایک سن کا رکھے گا' اور چونکہ مزاج شناس خادم اپنے آقا کی سب سے زیادہ بہتر طریقے سے خدمت کر سکتا ہے' اس لیے جو لڑکے انکے ساتھ لگا دیئے جائیں گے وہ برابر انہی کی خدمت میں رہیں گے۔ اللہ پاک نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین، ویا اکرم الاکرمین

۱۶ مقربین کی بے مثل شراب کا ذکر و بیان: ۔ سو اس سے ان جنتیوں کی شراب کی صفت بیان فرمائی گئی ہے۔ سو وہاں کی وہ شراب بھی خاص قسم کی ہوگی جس سے نہ ان کو کسی طرح کا کوئی درد لاحق ہوگا، اور نہ ان کی عقلوں میں کسی طرح کا کوئی قصور و فتور آئے گا۔ یعنی وہاں کی شراب جو کہ شراب طہور ہوگی' دنیاوی شراب کی طرح انگوروں وغیرہ کو نچوڑ کر' اور ان کو گلا سڑا کر نہیں بنائی جائے گی، بلکہ وہاں اس کے ایسے عمدہ و صاف اور خاص قسم کے چشمے ہونگے جن سے وہ ابل رہی ہوگی، اور ان چشموں سے وہ پاکیزہ جاموں کے اندر بھر بھر کر لائی جائے گی، اور بڑے ادب و احترام اور خاص اہتمام کے ساتھ ان کی خدمت میں پیش کی جائیگی اللہ نصیب فرمائے، ''اَکْوَاب'' جمع ہے ''کُوْب'' کی، اور کپ (Cup) ایک ہی چیز ہے۔ ''اَبَارِیْق'' جمع ہے ''اِبْرِیْق'' کی، جو کہ اصل میں فارسی کے لفظ آبریزے کا معرب ہے، اور آبریزہ کے معنی ہیں، وہ برتن جس سے پانی ڈالا جائے اسی لیے ہم نے اس کا ترجمہ جگ سے کیا ہے، اور اس لفظ کا استعمال اس ظرف اور مظروف دونوں کے لئے آتا ہے، یعنی شراب اور جامِ شراب دونوں کے لئے، اور معین بھی خاص پانی اور خالص پانی کے چشمہ دونوں کے لئے آتا ہے، اور قرآن پاک میں یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے اور شرابِ خالص کے ایک چشمے کے لئے بھی جو جنت میں ہے یہاں پر اسی مفہوم میں ہے' سو اہل جنت کی وہ شراب ایک ایسے خاص چشمے سے لائی جائے گی جو خاص شان کا مالک ہوگا اور وہ شراب بھی بڑی عمدہ اور خاص صفت و شان کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین،

عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور نہ ہی ان کی عقلوں میں کوئی فتور آئے گا، ف۱۷ ﴿۱۹﴾ نیز وہ ان کے سامنے طرح طرح کے ایسے پھل لئے پھر رہے ہوں گے

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾

جنہیں وہ پسند کریں گے، ﴿۲۰﴾ اور ایسے پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے، ف۱۸ ﴿۲۱﴾ اور ان کے لئے خوبصورت آنکھوں والی

كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

عظیم الشان حوریں ہوں گی، ﴿۲۲﴾ (صفائی اور نفاست میں) چھپا کر رکھے گئے موتیوں جیسی، ف۲۰ ﴿۲۳﴾ (یہ سب کچھ) ان کے ان اعمال کے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾

بدلے میں ہوگا جو وہ (زندگی بھر) کرتے رہے تھے، ف۲۱ ﴿۲۴﴾ وہ نہ تو وہاں کوئی بے کار بات سنیں گے، ف۲۲ اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات، ف۲۳ ﴿۲۵﴾

اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۥ مَآ

بس وہاں پر سلام ہی سلام کی آواز سنائی دے گی، ف۲۴ ﴿۲۶﴾ اور دائیں بازو والے کیا ہی خوش نصیب

اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ

ہوں گے وہ دائیں بازو والے، ف۲۵ ﴿۲۷﴾ (جو رہیں گے) بے خار بیریوں میں، ف۲۶ ﴿۲۸﴾ تہ بہ تہ چڑھے ہوئے

مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّ

کیلوں میں، ﴿۲۹﴾ لمبے لمبے سایوں میں، ف۲۷ ﴿۳۰﴾ ہر دم رواں پانی میں، ف۲۸ ﴿۳۱﴾ اور

ف۱۷ جنت کی شراب ہر عیب سے پاک:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ نہ تو اس سے ان کے سر چکرائیں گے اور نہ ہی ان کی عقلوں میں کوئی فتور آئے گا، جیسا کہ دنیاوی شراب کا خاصہ ولازمہ ہے، کہ یہ خانہ خراب جوہر عقل کی دشمن اور اس کو زائل کر دینے والی ہے، اور انسان اس کے پینے سے ایسا دیوانہ اور مجنون بن جاتا ہے کہ بچے بھی اس پر ہنسنے لگتے ہیں، والعیاذ باللہ سو جنت کی وہ شراب طہور اس طرح کے تمام لوازم واثرات سے پاک اور صاف ہوگی، اللہ نصیب فرمائے آمین، سو جنت کی اس شراب سے شراب نوشی کا اصل فائدہ تو حاصل ہوگا یعنی سرور ونشاط، لیکن ان مضر اثرات سے وہ پاک اور صاف ہوگی جو کہ دنیاوی شراب کیلئے لوازم کی حیثیت رکھتے ہیں، اور وہ اس میں بہرحال پائے جاتے ہیں، دنیاوی شراب کی بدبو پہلے تو پیتے وقت پینے والے کے منہ کی شکل بگاڑ کر رکھ دیتی ہے اور پھر پینے کے بعد اس میں اعضاء شکنی، خمار، اور دردِ سر پیدا کرتی ہے، اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ اس سے انسانی عقل چلی جاتی ہے جو کہ انسان کا اصل جوہر اور مابہ الامتیاز ہے، اور جوہرِ عقل کے ایک منٹ کا فتور بھی نہ جانے انسان کو کیسی کیسی ہلاکتوں میں ڈال دیتا ہے

یہاں تک کہ بعض اوقات اس سے خاندانوں کے خاندان اور قبیلوں کے قبیلے طرح طرح کی آفتوں اور مصیبتوں میں گھر جاتے ہیں، مگر جنت کی وہ شراب طہور ایسی ہر خرابی سے پاک ہوگی کہ وہ حضرت واہبِ مطلق جل جلالہ کی طرف سے ایک خاص انعام واکرام کے طور پر اہل جنت کو پیش کی جائے گی۔ والحمدللہ جل وعلا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر وفریب سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین،

۱۸ جنتیوں کے پھلوں اور پسندیدہ گوشت کا ذکر وبیان: — سوارشاد فرمایا گیا کہ ان کے خادم ان کے سامنے ایسے پھل لے کر پیش ہونگے جن کو وہ پسند کریں گے، اور پرندوں کا وہ گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک شخص ہوا میں اڑتے ہوئے ایک پرندے کو دیکھ کر اس کی خواہش کرے گا' تو وہ فوراً تیار اور بھنا بھنایا اس کے سامنے آموجود ہوگا' (روح ابن کثیر، وغیرہ) اور یہی تقاضا ہے۔ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ جیسی نصوصِ کریمہ کے عموم وشمول کا، اور یہی شایان شان ہے اس اکرم الاکرمین جَلَّ جَلَالُہٗ کے کرم اور اس کی اس مہمانی کا، جو اس نے اپنے بندوں کیلئے تیار فرمارکھی ہے۔ اور جس کو اس نے اپنے کلام حکیم قرآنِ مجید میں (نُزُل) سے تعبیر فرمایا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمادے۔ آمین ثم آمین، سو پھل اور وہ بھی اپنی مرضی کے مطابق اور گوشت اور وہ بھی اپنی پسند کے مطابق، کھانے کی چیزوں میں سرفہرست ہیں ان کا ذکر آ گیا تو گویا سب ہی نعمتوں کا ذکر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ آمین اور ہمیشہ راہِ حق و ہدایت پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین ویاارحم الراحمین،

۱۹ اہلِ جنت کی حوروں کا ذکر وبیان: — سوارشاد فرمایا گیا کہ ان کے لئے آہو چشم حوریں بھی ہونگی، اور حور کا یہ لفظ ماخوذ ہے حور سے جس کے معنی انتہائی سفیدی کے آتے ہیں، اور یہ حورانِ جنت کی خاص صفت ہے، خواتین بنی آدم کے لئے اگر اس لفظ کا اطلاق ہوگا بھی تو اضافت کے ساتھ ہوگا۔ جیسے حور العیون وغیرہ، اور عین جمع ہے "عَیْنَاءُ" کی، جس کے معنی آتے ہیں بڑی گول اور سیاہ آنکھ والی، جو کہ انتہائی خوبصورت ہوتی ہے، اس لئے ہم نے ترجمہ کے اندر اسی حاصل معنی کو اختیار کیا ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَھُوَ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ سو کھانے پینے کی ساری نعمتیں ادھوری ہیں اگر ان میں بیوی شریک نہ ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے مرد کے لیے سرمایۂ رحمت وسکون بنایا ہے۔ اسی لیے اہلِ جنت کو ایسی عظیم الشان حوریں بھی ملیں گی اور اسی لیے یہاں پر اکل وشرب سے تعلق رکھنے والی نعمتوں کے ذکر کے بعد ان کے لیے حورانِ جنت کی اس عظیم الشان نعمت کا ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہاں پر آہو چشم اور دُرِّ مکنون کی طرح اچھوتی حوروں سے بھی نوازے گا اور یہ دو وصف ایسے عظیم الشان وصف ہیں جن کے اندر حورانِ جنت کے حسنِ ظاہر اور حسن باطن دونوں کے تمام پہلو جمع ہوگئے۔ جعلنا اللہ من اھلھا بمحض مَنّہٖ و کرمہ، و ھوا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین۔ جل جلالہ، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین،

۲۰ حورانِ جنت کے ایک امتیازی وصف کا ذکر وبیان: — سو جنتیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان کیلئے

وہاں پر ایسی عظیم الشان حوریں ہونگی جو چھپا کر رکھے گئے موتیوں جیسی ہوں گی۔ یعنی صفائی اور عمدگی میں وہ ایسی ہوں گی جیسے چھپا کر رکھے گئے موتی ہوتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ان کی صفائی چھپا کر رکھے گئے اس موتی کی سی ہوگی جس کو کسی نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہو، جیسا کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، (صفوہ وغیرہ) سو جس طرح انسان دنیا میں اس شریکِ رنج و راحت کا محتاج ہے جس کے بغیر اس کی بزم سونی رہتی ہے، اسی طرح جنت میں بھی اس کی لذت ادھوری رہ جاتی اگر وہاں اس کو یہ شریکِ حیات میسر نہ آتی۔ اس لئے حضرت واہب مطلق جلَّ جلالہٗ نے اس کو وہاں ایسی آیسی آہو چشم درکمتوں کی طرح اچھوتی اور پاک حوریں عطا فرمائے گا۔ ان دو صفتوں کے اندر ان حوروں کے حسنِ ظاہر اور حسن باطن کے سارے پہلو جمع ہو گئے۔ جیسا کہ ابھی اوپر والے حاشیے میں بھی گزرا، بہرکیف حورانِ جنت کو (لؤلؤ مکنون) سے تشبیہ دے کر ان کی امتیازی اور انفرادی شان کو واضح فرما دیا گیا کہ وہ ایسے چھپے موتیوں کی طرح ہونگی جن کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو، اور سورۂ صافات میں ان کو چھپا کر رکھے گئے انڈوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ چنانچہ وہاں پر ارشاد فرمایا گیا۔ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ (الصّٰفّٰت:۴۹ پ۲۳) اور سورۂ رحمان میں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ (الرحمٰن:۵۶ پ۲۷) کہ اہل جنت سے پہلے ان کو نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ سو وہ بالکل اچھوتی اور نرالی شان کی ہوں گی جن سے اہلِ جنت کو نوازا اور سرفراز فرمایا جائے گا۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید،

۲۱ اہلِ جنت کیلئے ایک خوش کن اعلان کا ذکر و بیان: ــ سو اہل جنت کو اس اعلانِ خوش کن سے نوازا جائے گا کہ ان کو یہ سب کچھ ان کے ان اعمال کے بدلے میں ملے گا جو یہ کرتے رہے تھے یعنی اپنی دنیاوی زندگی کی فرصتِ محدود میں۔ سو جنت تو دراصل اللہ پاک کے خاص الخاص کرم اور محض اس کی مہربانی سے عطا ہوگی، مگر اس عطاء و بخشش اور مہربانی کا سبب ان حضرات کے وہ اعمال صالحہ ہی ہوں گے جو انہوں نے اپنی زندگیوں میں انجام دیے ہوں گے، اس لیے اس اکرم الاکرمین کی طرف سے اس کو ان کے ان اعمال کا صلہ و بدلہ قرار دیا جائے گا، تاکہ اس طرح ان کا لطف و سرور دوبالا ہو۔ فالحمد للہ رب العالمین، انسان کی چونکہ فطرت یہ ہے کہ جو چیز اس کو اپنے حق کے طور پر حاصل ہوتی ہے اس کی قدر و قیمت اس کے یہاں خاص طور پر زیادہ ہوتی ہے، بہ نسبت اس چیز کے جو اس کو اتفاقاً حاصل ہو جائے، یا مفت بطور صدقہ ملی ہو، اس لیے اہلِ جنت کو وہاں پر اس صدائے دلنواز سے نوازا جائے گا کہ یہ سب کچھ تمہارے اپنے اعمال کا صلہ و بدلہ ہے جو تم لوگ اپنی دنیاوی زندگی میں کرتے رہے تھے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے۔

۲۲ لغو اور بے کار باتوں سے حفاظت و پناہ کا ذکر و بیان: ــ سو اس سے جنتیوں کے عیش بے غل و غش کے ایک اور نمونے اور مظہر کا ذکر فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں پر وہ کوئی لغو اور بے کار بات نہیں سنیں گے، اور نہ ہی کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات، معلوم ہوا کہ بے کار باتیں کرنا معیوب شئی اور برائی ہے، اسی لئے اہل جنت کے اس سے محفوظ ہونے کا بطور خاص ذکر فرمایا گیا، سو لغو اور تاثیم دونوں چیزیں انسان کیلئے اذیت اور عذاب کا باعث بنتی ہیں اور پھر اس سے متاعِ وقت کا جو ضیاع ہوتا ہے

وہ اور بھی خسارہ ونقصان ہے، مگر افسوس کہ آج کتنی ہی دنیا ہے جو اس مرض میں مبتلا ہے، والعیاذ باللہ العظیم سو اہلِ جنت دنیا میں دشمنوں کی جو دلآزار باتیں سنا کرتے تھے، وہ انہوں نے سن لیں، اب وہاں کے اس بے غل وغش عبش اور بے مثال پُرسکون ماحول میں ان کو وہ کامل امن وامان اور سکون واطمینان نصیب ہوگا، اللہ نصیب فرمائے آمین، بہرکیف اس سے ان خوش نصیبوں کے عیش بے غل وغش کا ایک نمونہ ومظہر پیش فرمایا گیا ہے۔ پس وہ وہاں پر نہ کوئی بے ہودہ اور دل آزار بات سنیں گے اور نہ کسی بکواسی کی کوئی بکواس، بلکہ وہاں پر دلنواز باتیں اور خوشنوا صدائیں ہی ان کو سننے کو ملیں گے۔ اللہ نصیب فرمائے آمین اور محض اپنے فضل وکرم اور رحمت وعنایت سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، یاذاالجلال والاکرام جل وعلا

۲۳ "تَأْثِيمًا" سے حفاظت کا ذکر وبیان: — اس سے تصریح فرمادی گئی اور وہ وہاں پر کوئی گناہ کی بات بھی نہیں سنیں گے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اور نہ ہی وہ وہاں پر کوئی گناہ میں ملوث کرنے والی بات سنیں گے۔ یعنی کوئی ایسی بات جو گناہ میں ڈالنے والی ہو، جیسے جھوٹ، غیبت اور اتہام، وغیرہ، سو نہ وہاں پر کسی بکواس کرنے والے کی کوئی بکواس ان کو سننا پڑے گی، اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات ان کے کان میں پڑے گی، سو یہ بات جنت کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے۔ جس کو قرآن حکیم کے مختلف مقامات پر ذکر فرمایا گیا ہے مثلاً سورۂ غاشیہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍo لَا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةًo (الغاشیۃ: ۱۰۔۱۱ پ ۳۰) یعنی وہ خوش نصیب ایسی عظیم الشان جنت میں ہونگے جس میں ان کو کوئی لغو اور بے ہودہ بات انہیں نہیں سننا پڑے گی۔ سو ان کے کان وہاں پر بے ہودگی، یا وہ گوئی، جھوٹ، چغلی، گالی گلوچ، طنز وتمسخر، اور طعن وتشنیع، وغیرہ کی بات سننے سے محفوظ ہوں گے۔ وہاں کا وہ پاکیزہ معاشرہ ایسی تمام لغویات سے پاک اور محفوظ ہوگا۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جنت کا وہ معاشرہ وماحول کتنا پاکیزہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین ویاارحم الراحمین

۲۴ اہلِ جنت کیلئے سلامتی ہی سلامتی کی دُعاؤں اور صداؤں کا ذکر وبیان: — سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ وہاں پر سلامتی ہی کی صدائیں ہونگی جو سننے والوں کے کانوں میں رس گھولتی ہونگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں تو سلامتی ہی سلامتی کی آواز سنائی دے گی۔ یعنی سلامتی والی بات جو کہ ہر طرح کے نقص وعیب اور آزار وایذاء سے خالی اور پاک ہوگی۔ نیز سلامتی کی وہ دُعائیں اور صدائیں بھی جو کہ وہ خود بھی آپس میں ایک دوسرے کے لئے کریں گے اور فرشتوں کی طرف سے بھی ان کو سننے کے لئے ملیں گی اور حضرت ربِّ رحیم وغفور کی طرف سے بھی ان کو نوازا جائے گا۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍo سو صبح وشام ہر وقت وہاں پر سلامتی ہی سلامتی کی صداہائے دلنواز سننے کو ملیں گی، اللہ نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین "سلاماسلاما" کا تکرار تکثیر وتاکید کیلئے ہے یعنی ایسی سلامتی والی آوازیں ان کو بکثرت اور بار بار سننے کو ملیں گی۔ سو یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے "قرات الفقه بابابابا" (محاسن التاویل، وغیرہ) اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، جل وعلا،

۲۵ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ کی جنت کا ذکر وبیان: — سو ارشاد فرمایا گیا اور دائیں بازو والے، کیا کہنے دائیں بازو والوں

کے؟ اصحاب یمین یعنی دائیں بازو والوں کی عظمت شان کے بارے میں یعنی وہ ایسی عظیم الشان نعمتوں اور کیفیات سے سرفراز و سرشار ہونگے جو احاطۂ ذکر و بیان سے باہر ہیں بہر کیف مقربین کے ذکر کے بعد اب یہ ابرار کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، یہ وہی حضرات ہیں جن کا ذکر اوپر ''اَصۡحٰبُ المیمنه'' کے الفاظ سے کیا گیا ہے، سو ''اَصۡحٰبُ الیمین'' اور ''اَصۡحٰبُ المیمنه'' کا مفہوم ایک ہی ہے، یعنی وہ خوش نصیب حضرات جن کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، اور جو کامیاب اور فائز المرام لوگ ہوں گے اور ''مَا اَصۡحٰبُ الیمین'' کا مفہوم وہی ہے جو اوپر گزرا۔ یعنی کلمہ ''ما'' تعظیم و تفخیم کے لئے ہے۔ سبحانه و تعالیٰ، جل شانه و عم نواله

۲۶ جنت کی بیریاں بے خار: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا جو بے خار بیریوں میں ہونگے، یعنی وہاں کی وہ بیری دنیاوی بیری کی طرح نہیں ہوگی جس میں کانٹے ہوتے ہیں، اور جس کے حاصل کرنے کیلئے ہاتھوں کو زخمی کرنا پڑتا ہے۔ سو وہاں کی وہ بیری الگ اور ایک امتیازی شان کی ہوگی کہ اس میں کانٹے نہیں ہوں گے، کہ کانٹے تکلیف دہ چیز ہے اور جنت میں تکلیف دہ کوئی چیز نہیں ہوگی بلکہ صحیح حدیث کے مطابق وہاں کی بیریوں میں ہر کانٹے کی جگہ پھل ہوں گے، اخرجه الحاکم و البیهقی رحمهما الله فی قصة سوال الاعرابی، (روح، ابن کثیر، صفوہ وغیرہ) سو یہ بیری جنت کی بیری ہوگی جس کی اس دنیا میں کوئی نظیر و مثال ممکن ہی نہیں، اور اس کی اصل حقیقت کو یہاں پر جاننے کا کوئی ذریعہ ہو ہی نہیں سکتا، اس کی حقیقت سے صرف وہی لوگ واقف و آشنا ہونگے جن کو ''اَصۡحٰبُ الیَمِین'' میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوگا اور جن کو جنت کے، اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس شرف سے مشرف فرمائے، آمین۔ ہمارے علاقوں میں چونکہ عام طور پر بیری کی کوئی خاص وقعت نہیں ہوتی اس لیے ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ کیا پھل ہے کہ قرآن حکیم میں اس کا اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے؟ تو اس ضمن میں واقع رہے کہ اول تو اس دنیا میں ہی بعض علاقوں میں یہ پھل اتنا لذیذ خوشبودار اور اس قدر میٹھا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ منہ کو لگنے کے بعد اس کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے، اور پھر یہ ذکر جنت کی بیری کا ہے جس کا ذکر اس دنیا میں تمثیل کے طور پر ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی اصل حقیقت وہیں کھلے گی۔ بہر کیف محصود کی صفت سے واضح فرما دیا گیا کہ جنت کی وہ بیری بے خار اور بالکل بے آزار ہوگی۔ یعنی نام کے اشتراک کے باوجود ان کی حقیقت اور ہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین،

۲۷ جنت کے بے مثال سائے کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور جنت کی عظیم الشان نعمتوں کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ تہ بہ تہ اور ایک دوسرے سے لگے کیلوں اور لمبے پھیلے سائے کے اندر ہونگے، اور شیخین کی روایت کے مطابق وہاں کے اس سائے کا عالم یہ ہوگا کہ اگر ایک سوار سو سال تک بھی ایک درخت کے سائے میں دوڑتا رہے گا تو بھی اس کو قطع نہیں کر سکے گا، (ابن کثیر، وغیرہ) فسبحان اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا حَدَّ لِقُدۡرَتِه وَلَا نِهَایة لعظمته و جلاله، سو اس طرح اس باغ کی شادابی اور اس کی طراوت کی شان کو آشکارا فرما دیا گیا کہ اس کے درخت اپنی شادابی سے اس طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہونگے کہ ان کے اندر دھوپ کا گزر نہیں ہونے پائے گا جس سے ہر طرف سایہ ہی سایہ ہوگا جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے کہ وہاں کا موسم ایسا ہوگا جس طرح کہ طلوع فجر کے بعد سے طلوع آفتاب سے پہلے تک کا ہوتا ہے، نہ وہاں دھوپ کی تپش ہوگی اور نہ سردی کی ٹھر (ابن کثیر، وغیرہ)

اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم اور رحمت و عنایت سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، جل و علا

۲۸ جنت کا پانی ہر دم رواں:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہاں کا پانی مسکوب یعنی ہر دم رواں ہوگا۔ یعنی دنیاوی پانیوں کے برعکس وہاں کے پانی کی صفت اور شان یہ ہوگی کہ نہ وہ کبھی بند ہوگا اور نہ اس کی روانی کبھی کم ہوگی۔ اَیْ دَائِمِ الْجِرْیَانِ (محاسن التاویل) اور دنیاوی پانی کی طرح وہاں کے پانی کو حاصل کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کے لئے اہل جنت کو کسی طرح کی کوئی تکلیف و مشقت نہیں برداشت کرنا پڑے گی، بلکہ وہ ان کے ارادوں اور مرضیات کے مطابق رواں دواں ہوگا یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا جدھر اور جہاں وہ چاہیں گے اپنی انگلیوں کے اشاروں سے اسے بہا لے جائیں گے اور اس قدر عظیم الشان انعام و احسان سے ان کو اس لئے نوازا جائے گا کہ انہوں نے چونکہ اپنی دنیاوی زندگی میں اپنی خواہشات کو مٹا کر خدا چاہی زندگی گزاری ہوگی اس لئے اس کے صلے و بدلے میں وہ ربِ غفور و شکور وہاں پر ان کو من چاہی زندگی کی وہ عظیم الشان اور بے مثال سعادت نصیب فرمائے گا جو دنیا میں کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ پھر کرم بالائے کرم ملاحظہ ہو کہ جنت کی ان عظیم الشان و بے مثال، اور سدا بہار نعمتوں کو انسان کے اپنے عمل کا صلہ اور بدلہ قرار دیا جائے گا، جیسا کہ قرآنِ حکیم میں مختلف مقامات پر اسکی تصریح فرمائی گئی ہے، مثلاً سورۃ الحاقۃ کی آیت ۲۲ تا ۲۴ میں ارشاد فرمایا گیا۔ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍo قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌo كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِo یعنی یہ سب نعمتیں تمہارے ان اعمال کے بدلے میں ہیں جو تم لوگوں نے گزرے ہوئے دنوں میں یعنی اپنی دنیاوی زندگی میں کیے تھے، سو یہ کتنا بڑا اکرم و احسان ہے کہ دنیاوی زندگی کی اس چند روزہ فرصت میں کی گئی انسان کی اس معمولی اور حقیر سی محنت کے بدلے میں وہ اکرم الاکرمین اس انسان کو اس ابدی اور دائمی سعادت سے نوازے گا جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی اور پھر بندوں سے یہ بھی فرمائے گا کہ یہ سب کچھ تمہارے ان اعمال کا بدلہ ہے جو تم اپنی دنیاوی زندگی میں کرتے رہے، فلک الحمد والشکر یا ربی، اللھم فخذنا بنو اصینا الی ما فیہ حُبُّک و الرضا، بکل حالٍ من الاحوال، و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ۔

اَللّٰهُمَّ!

بِکَ نَسْتَعِیْنُ وَبِکَ نَتَوَكَّلُ، فَخُذْنَا بِاَیْدِیْنَا اِلٰی مَافِیْهِ صَلَاحُ دُنْیَانَا

وَفَوْزُنَا فِی الْاٰخِرَةِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ

الرَّاحِمِیْنَ، وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِهٖ

مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ، وَلَا یُعْجِزُهٗ

شَیْءٌ عَمَّا یُرِیْدُ، وَهُوَ

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ،

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَّلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿۳۳﴾

طرح طرح کے ایسے باافراط پھلوں میں، ﴿۳۲﴾ جو نہ کبھی ختم ہوں گے، ف۲۹ اور نہ ان میں کوئی روک ٹوک ہوگی، ف۳۰ ﴿۳۳﴾

وَّفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿۳۴﴾ إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ﴿۳۵﴾

اور بلند (مرتبہ و شان کے) بچھونوں میں، ف۳۱ ﴿۳۴﴾ بلاشبہ ہم (جنتیوں کو ملنے والی) ان عورتوں کو بالکل ایک ایسی نئی اٹھان دیں گے، ف۳۲ ﴿۳۵﴾

فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّأَصْحَٰبِ

کہ انہیں کنواری بنا دیں گے، ف۳۳ ﴿۳۶﴾ دل لبھانے والیاں، ف۳۴ ہم عمر، ف۳۵ ﴿۳۷﴾ یہ سب کچھ

ٱلْيَمِينِ ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ

دائیں بازو والوں کے لئے ہوگا، ف۳۶ ﴿۳۸﴾ بہت سے پہلوں میں سے ہوں گے، ﴿۳۹﴾ اور بہت سے

ٱلْـَٔاخِرِينَ ﴿۴۰﴾ وَأَصْحَٰبُ ٱلشِّمَالِ مَآ أَصْحَٰبُ

پچھلوں میں سے، ف۳۷ ﴿۴۰﴾ اور بائیں بازو والے، کتنے ہی بدنصیب ہوں گے بائیں

ع ۱۴

۲۹ وہاں کے پھل کبھی ختم نہیں ہونگے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ خوش نصیب طرح طرح کے ایسے پھلوں میں ہونگے جو کبھی ختم نہیں ہونگے۔ یعنی وہاں کے وہ پھل دنیاوی پھلوں کی طرح نہیں ہوں گے جو کہ خاص خاص موسموں اور محدود اوقات میں پائے جاتے ہیں اور بس، بلکہ وہاں کے وہ پھل دائمی ہونگے اور ہمیشہ ملیں گے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین، اور حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جب بھی کوئی پھل توڑا جائے گا اس کی جگہ دوسرا پھل آموجود ہوگا (روح، خازن، ابن کثیر، صفوہ، وغیرہ) سو وہاں کے درخت سدا بہار ہونگے ان کے پھل کبھی منقطع نہیں ہونگے، اسی طرح دنیا کے باغوں کو تو یہ آفت بھی پیش آتی ہے کہ ایک سال پھل آتے ہیں، دوسرے سال نہیں آتے، یا کم آتے ہیں، لیکن وہاں کے درختوں کو یہ آفت کبھی نہیں پیش آئے گی، اللہ تعالیٰ ان کو بارآوری سے کبھی محروم نہیں فرمائے گا۔ اور وہاں ایسے نہیں ہوگا کہ کسی باغ کے سارے پھل اگر توڑ لیے جائیں تو وہ ایک مدت تک بے ثمر رہ جائے، بلکہ وہاں پر ہر پھل ہر موسم میں ملے گا اور خواہ کتنا ہی کھایا جائے اور ملے گا اور لگاتار پیدا ہوتا جائے گا سو "مَقْطُوعَةٍ" کے عموم میں یہ سب ہی کچھ داخل اور شامل ہے۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

۳۰ جنت کے پھل بے روک ٹوک: ۔سو "لَا مَقْطُوعَةٍ" کے بعد جنت کے ان پھلوں کی دوسری صفت "وَلَا مَمْنُوعَةٍ" بیان فرمائی گئی۔ یعنی اور نہ ہی ان میں کوئی روک ٹوک ہوگی۔ نہ طبعی و طبی طور پر کوئی روک ٹوک ہوگی اور نہ کسی اور طرح کی اور نہ شرعی و قانونی طور پر، اور نہ کسی فرد یا جماعت کی طرف سے ایسی کوئی رکاوٹ اور بندش ہوگی اور نہ کسی اور طرف سے، بلکہ جو چاہے جب چاہے اور جیسے چاہے فائدہ اٹھائے کہ یہ ضیافت و مہمانی ہوگی اس اکرم الاکرمین کی طرف سے جس کے کرم کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہاء۔ سبحانہ و تعالیٰ،

اور حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ وہاں کے باغوں میں سے جو پھل توڑا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کی جگہ دوگنا اور پیدا فرمادے گا (روح وغیرہ) اور نہ اس وجہ سے وہاں پر کوئی رکاوٹ پیش آئے گی کہ وہاں کے درختوں میں کوئی کانٹے وغیرہ ہوں کہ وہاں کی تو بیریاں تک "مخضود" (بغیر کانٹے کے) ہونگی اور نہ ہی اس وجہ سے کوئی زحمت پیش آئے گی کہ وہ بہت اونچے یا زیادہ بلندی پر ہوں، جہاں پہنچنا اور استفادہ کرنا مشکل ہو، بلکہ ان کی شان "قُطُوفُهَا دَانِيَة" کی شان ہوگی کہ ان کے خوشے جھکے ہوئے ہونگے اور ایسے اور اس طور پر کہ ہر جنتی شخص لیٹے بیٹھے جب اور جیسے چاہے ان کو ہاتھ سے توڑ لے۔ اللہ نصیب فرمائے اور ہمیشہ اپنی رضا اور خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین،

۳۱ اہلِ جنت کی نشست گاہوں کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ بلند مرتبہ بچھونوں پر ہونگے۔ جو حسی طور پر بھی بلند و بالا ہوں گے، اور قدر و منزلت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ و ارفع ہوں گے، چنانچہ سنن ترمذی وغیرہ کی روایت کے مطابق ان کی بلندی ایسے ہوگی جیسے آسمان و زمین کے درمیان کی بلندی، (ابن کثیر، صفوۃ التفاسیر، وغیرہ) اور اس پر یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان بستروں سے استفادہ کس طرح کریں گے؟ کیونکہ وہ ایک نیا جہاں ہوگا جس کے قوانین و ضوابط الگ ہونگے، اور وہاں کے وہ بستر ہی نہیں، بلکہ وہاں کی ہر چیز اہل جنت کے ارادہ اور ان کی مرضی کے تابع ہوگی۔ (روح المعانی، وغیرہ) اور بعض حضرات اہلِ علم نے کہا ہے کہ یہاں فرش سے مراد مجازی طور پر جنت کی عورتیں ہیں، کہ وہ دنیا کی عورتوں کے مقابلے میں درجہ و مرتبہ اور مقام و شان کے اعتبار سے بہت بلند ہوں گی، کیونکہ عربی محاورہ میں عورتوں کو فرش اور لباس کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، سو جنت کی عورتیں اپنے حسن و جمال اور فضل و کمال کے اعتبار سے بہت بلند مقام پر ہوں گی، (روح، خازن، اور جامع البیان، وغیرہ) بہر کیف اس میں اہل جنت کے بچھونوں اور ان کی بیویوں کی عظمت شان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین

۳۲ اہلِ جنت کی بیویوں کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان: - سو ان کی بیویوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو ہم نے ایک ایسی نئی اٹھان دی ہوگی۔ کہ اس کے بعد وہ حسن و جمال اور فضل و کمال کے اعتبار سے درجہءِ کمال کو پہنچ جائیں گی، اور دنیاوی زندگی میں ان کے اندر جو بھی کچھ عیوب و نقائص اور خامیاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہونگی وہ بھی وہاں ختم ہو جائیں گی، چنانچہ بوڑھیاں جوان ہو جائیں گی، اور کالیاں گوری ہو جائیں گی، اور بد خلق خوش خلق بن جائیں گی، وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے اس کی تصریح منقول ہے، اور جیسا کہ مختلف روایات میں وارد ہے، (روح، ابن کثیر، جامع، صفوہ، وغیرہ) اور حوران جنت کی شان تو اور بھی اعلیٰ و بالا ہوگی اور ان کی انہی خصوصیات اور نئی اٹھان کی بناء پر ان کے حسن و جمال میں کوئی فرق نہیں رہے گا، یہاں پر اگرچہ ان کی بیویوں کیلئے لائی جانے والی ضمیر جمع کا مرجع سابق میں مذکور نہیں لیکن "الشیء بالشیءِ یذکر" کی (بات سے بات نکلتی ہے) کے معروف ضابطے کے قرینے سے اس ضمیر جمع کا مرجع خود متعین ہو جاتا ہے، کیونکہ جب فرش یعنی بچھونوں کا ذکر آ گیا تو اس کی مناسبت سے ان کا ذکر بھی ضمناً ہو گیا۔ اور اگر فرش کا لفظ بیویوں ہی سے کنایہ ہو، جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں گزرا تو پھر بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ بہر کیف اس سے انکی بیویوں کی عظمتِ شان کو بیان فرمایا گیا ہے۔ والحمدُ لله جَلَّ وَعَلاَ۔

۳۳ **اہلِ جنت کی بیویوں کی ایک منفرد صفت کا ذکر و بیان:۔** کہ وہ ہمیشہ کنواری ہی رہیں گی چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہم انہیں کنواری بنادیں گے کہ صحبت اور مقاربت کے باوجود وہ کنواری کی کنواری ہی رہیں گی، (خازن، صفوہ وغیرہ) اور یہ شان بھی وہیں کی ان عورتوں کی ایک خصوصی اور امتیازی شان ہوگی جو اس دنیا میں نہیں پائی جاسکتی، سو ان کی اس خاص اٹھان کی بناء پر ان کی شان اور صفت یہ ہوگی کہ وہ کنواری کی کنواری اور جوان کی جوان ہی رہیں گی، ان کا حال دنیا کی عورتوں سے بالکل مختلف ہوگا، ان کے مرد جب بھی ان سے ملاقات کریں گے ان کی ملاقات اس اعتبار سے گویا پہلی ہی ملاقات ہوگی، وہاں پر ان کی اس مختلف نشو و نما کے نتیجے میں ان کا معاملہ دنیاوی عورتوں کے برعکس اس طرح کا ہوگا کہ ان کے کنوارپن، ان کے حسن و جوانی، اور ان کی رعنائی و دلربائی، پر کبھی خزاں نہیں آئے گی۔ سو جس طرح اہل جنت کو ملنے والی ہر نعمت بے مثال ہوگی اسی طرح ان کی بیویوں اور حورانِ جنت کی شان بھی بے مثال ہوگی۔ والحمد للہ جل وعلا.

۳۴ **وہ حد درجہ دلربا ہونگی:۔** سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ دل لبھانے والی ہوگی۔ "عُرب" جمع ہے "عروب" کی، جیسے "صُبر" جمع ہے "صبور" کی اور "رُسل" جمع ہے "رسول" کی، اور "زبر" جمع ہے "زبور" کی، وغیرہ وغیرہ، اور عروب کے معنی ہیں بہت محبت کرنے والی، اپنے خاوند سے عشق رکھنے والی اور محبوب و دلربا بیویاں، سو وہاں پر ان کے زوجین کے درمیان کامل درجے کی محبت و انسیت ہوگی، جو کہ حیاتِ زوجیت کی اصل اساس و بنیاد ہے، اور ظاہر ہے کہ جب انکے حسن و جمال، اخلاق و کردار اور ان کی جوانی اور کنوارپن میں کسی بھی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوگا تو ان کے شوہروں کی نظر سے گرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی، بلکہ وہ گل تر کی طرح ہمیشہ ان کی محبوب و مطلوب ہی بنی رہیں گی۔ سو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے خاص کرم و احسان اور ان کے حسنِ بے مثال ہی کا ذکر و بیان ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔

۳۵ **وہ باہم ہم عمر ہونگی:۔** سو ارشاد فرمایا گیا جو ہم عمر ہونگی۔ اَتراب جمع ہے ترب کی، جس کے معنی ہم عمر کے آتے ہیں، سو وہ باہم بھی ہم عمر ہوں گی، اور اپنے شوہروں کی بھی ہم عمر ہوں گی، باہم ہم عمر ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان وہ رشک و رقابت نہیں پیدا ہوگی جو کہ دنیاوی زندگی میں سوکنوں کے درمیان بالعموم پائی جاتی ہے، اور اپنے شوہروں کی ہم عمر ہونے کی بناء پر ان میں کمال توافق پایا جائے گا، اور اہل جنت کی عمر جیسا کہ صحیح روایات میں وارد و مذکور ہے تینتیس (۳۳) سال کے لگ بھگ ہوگی، (قرطبی، مراغی، ابن کثیر، خازن وغیرہ) سو اہل جنت کو ملنے والی وہ بیویاں ہم جولیاں اور ہم سن ہونگی، جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ وَكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (النبأ:۳۳) (کنواری ہمجولیاں) سو اس سے ان کے کمالِ حسن کے ایک اور پہلو کو بیان فرمایا گیا واضح رہے کہ جنت کی نعمتوں اور حورانِ جنت سے متعلق ان اوصاف و کلمات سے اصل مقصود تقریب الی الاذھان ہے، اور بس، اصل حقیقت تو بہر حال وہیں کھلے گی،

۳۶ **اصحابِ یمین کی سرفرازیوں کا ذکر و بیان:۔** لِاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ کا تعلق "انا انشأناھن" سے بھی ہو سکتا ہے۔ سو اس صورت میں اس کا معنی و مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کو کنواری بنادیں گے اصحاب یمین کے لیے۔ یعنی ان عورتوں کو خاص طور پر اصحاب یمین کیلئے پیدا کیا گیا ہوگا یعنی "انا انشانا ھن لا صحاب الیمین" (خازن، وغیرہ) اور دوسرا احتمال اس میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو مبتدائے محذوف کی خبر قرار دیا جائے۔ یعنی ان تمام نعمتوں کو ہم نے اصحاب یمین کیلئے پیدا کیا ہوگا، (خازن وغیرہ)

اور ترجمہ کے اندر ہم نے اسی کا لحاظ کیا ہے، بہرکیف ان دونوں صورتوں میں جو بھی اختیار کی جائے معنی اور مدعا کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، اصحاب یمین کو ان سب ہی نعمتوں سے نوازا جائے گا سو اس ارشاد سے اصحاب یمین کی سرفرازیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، و یا اکرم الا کرمین

۳۷ اصحاب یمین کی نشاندہی کا ذکر وبیان: ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ بہت سے پہلوں میں سے ہونگے اور بہت سے پچھلوں میں سے۔ یعنی اصحاب الیمین کی ایک بڑی جماعت پہلی امتوں کے مومنوں میں سے ہوگی اور ایک بڑی جماعت امت محمدیہ کے مومنوں کی، (المراغی، الصفوۃ وغیرہ) جبکہ دوسرا قول بعض اہل علم کا اس بارہ یہ ہے کہ یہاں پر اگلے پچھلوں سے مراد اسی امت کے اگلے پچھلے ہیں، جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قیام قیامت تک جتنے بھی مسلمان اس دنیا میں آئیں گے، ان میں سے ایسے لوگ برابر نکلتے رہیں گے جن کا شمار اصحاب الیمین کے طبقہ میں ہوگا، اور قیامت کے دن وہ سب ایک ہی گروہ کی حیثیت حاصل کریں گے، جو اپنے ایمان ویقین، راہِ حق پر صبر واستقامت، اور نیک اعمال اور عمدہ اخلاق کی بنا پر حق تعالیٰ کی ان عظیم الشان نعمتوں کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، و یا اکرم الا کرمین
اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ

اَللّٰھُمَّ !

اَعِذْنَا مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسْلِ،وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ،وَغَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ،وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ،وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ،
اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ،اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبُ لِلدَّعْوَاتِ،یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،وَیَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ،وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ
عَلٰی حَبِیْبِکَ الْمُصْطَفٰی وَنَبِیِّکَ الْمُجْتَبٰی،نَبِیِّنَامُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِہِ الْاَتْقِیَاءِ وَاَصْحَابِہِ الْاَوْفِیَاءِ
وَارْضَ عَنْھُمْ وَعَنَّامَعَھُمْ
یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِىۡ سَمُوۡمٍ وَّحَمِيۡمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّنۡ

بازو والے وٓ۳۸ ﴿۴۱﴾ وہ لُو کی لپیٹ اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے وٓ۳۹ ﴿۴۲﴾ اور ایک نہایت ہی ہولناک

يَّحۡمُوۡمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيۡمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا

سیاہ دھوئیں کے سائے میں ﴿۴۳﴾ جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ آرام دہ وٓ۴۰ ﴿۴۴﴾ بے شک یہ لوگ

قَبۡلَ ذٰلِكَ مُتۡرَفِيۡنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوۡا يُصِرُّوۡنَ

اس سے پہلے (دنیا میں) اپنی خوشحالی میں مگن رہا کرتے تھے وٓ۴۱ ﴿۴۵﴾ اور یہ (کفر و شرک کے) اس سب سے

عَلَى الۡحِنۡثِ الۡعَظِيۡمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ ۙ اَئِذَا

بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے وٓ۴۲ ﴿۴۶﴾ اور یہ لوگ (بڑے تعجب سے اور استہزا کے طور پر) کہا کرتے تھے کہ کیا جب

مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿٤٧﴾

ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے، اور ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ جائیں گے تو کیا واقعی ایسی حالت میں ہم دوبارہ اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟ وٓ۴۳ ﴿۴۷﴾

اَوَاٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿٤٨﴾ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِيۡنَ وَ

اور کیا ہمارے وہ باپ دادا بھی جو ہم سے بھی کہیں پہلے گزر چکے ہیں؟ وٓ۴۴ ﴿۴۸﴾ (ان سے) کہو کہ ہاں بلاشبہ اگلوں اور

الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۙ اِلٰى مِيۡقَاتِ يَوۡمٍ

پچھلوں سب نے، ﴿۴۹﴾ بہر حال اکٹھے ہو کر رہنا ہے مقرر دن کے طے شدہ

مَّعۡلُوۡمٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمۡ اَيُّهَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُكَذِّبُوۡنَ ﴿٥١﴾

وقت میں وٓ۴۵ ﴿۵۰﴾ پھر تم سب کو اے گمراہو، جھٹلانے والو، وٓ۴۶ ﴿۵۱﴾

۳۸ بائیں بازو والوں اور ان کی بدبختی کا ذکر و بیان: - سو ارشاد فرمایا گیا اور تہویل کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا اور بائیں بازو والے کتنے ہی بدنصیب لوگ ہونگے وہ بائیں بازو والے۔ والعیاذ باللہ۔ استفہام تہویل اور تفظیع کے لئے ہے۔ یعنی ان بدبختوں کا حال ایسا برا اور اس قدر مہیب اور ہولناک ہوگا کہ بیان سے باہر ہے۔ اَیۡ هُمۡ فِیۡ حَالٍ لَا یُسۡتَطَاعُ وَصۡفُهَا (المراغی، الصفوہ، وغیرہ) والعیاذ باللہ العظیم۔ سو یہاں سے ان بدبختوں کا حال بد بیان فرمایا جا رہا ہے جن کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، جس کے نتیجے میں ان کو وہاں کے ہولناک عذاب میں مبتلا ہونا ہوگا، والعیاذ باللہ سو دین حق سے منہ موڑنا اور بغاوت و سرکشی کی راہ پر چلنا سب سے بڑا خسارہ اور دارین کی ہلاکت و تباہی کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ مِنۡ کُلِّ زَیۡغٍ وَّ ضَلَالٍ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین۔ جل و علا

۳۹ ان کے ہولناک انجام کا ذکر و بیان: ۔سوارشاد فرمایا گیا کہ وہ لو کی لپٹ اور کھولتے پانی میں ہونگے ۔سموم دراصل اس ہوا کو کہا جاتا ہے جو مسام جان کے اندر گھس گھس جائے ''ای ینفذ المسام'' (المراغی، المحاسن وغیرہ) سو جس کافر و باطل پرست کا مآل وانجام یہ ہونے والا ہے اس کو اگر دنیا ساری کی دولت بھی مل جائے تو بھی اس کو کیا ملا، والعیاذ باللہ جل وعلا سو اصل اور حقیقی دولت ایمان و یقین اور حق و ہدایت کی دولت ہے جس سے سرفرازی کے بعد انسان کو اس طرح کے ہولناک اخروی انجام سے بچ کر جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفرازی نصیب ہوئی ہے ۔فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ الْكُبْرٰی بِمَحْضِ مِنِّهٖ وَكَرَمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا مِنْهَا وَثَبِّتْنَا عَلَيْهَا بہر کیف اس سے ان کے ہولناک انجام کو بیان فرمایا گیا کہ وہ لو کی لپٹ اور کھولتے پانی میں ہونگے اور یہاں پر آگ کو ذکر نہیں فرمایا گیا بلکہ ادنی سے اعلیٰ کی طرف ترقی کے اصول پر گرم ہوا اور اس کی لو کو ذکر فرمایا گیا ہے کہ ہوا اور پانی دونوں ٹھنڈی چیزیں ہوتی ہیں اور صرف ٹھنڈی نہیں بلکہ سب سے ٹھنڈی اور ٹھنڈک بخش چیزیں ہوتی ہیں ۔سو جب ان کی ان ٹھنڈی چیزوں کی گرمی کا یہ حال ہوگا تو پھر اس کی آگ کا کیا حال ہوگا (تفسیر المراغی) والعیاذ باللہ العظیم ۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے ۔آمین ثم آمین ۔یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

۴۰ اہل دوزخ کے ہولناک سائے کا ذکر و بیان: ۔سوارشاد فرمایا گیا کہ وہ سیاہ دھوئیں کے ایسے ہولناک سائے میں ہوں گے، جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ آرام دہ ۔سائے میں اصل میں دو ہی فائدے ہوتے ہیں، ایک یہ کہ وہ انسان کو گرمی اور تپش سے بچاتا ہے، اور دوسرا یہ کہ اس کا منظر اچھا اور پیارا ہوتا ہے، اور اس میں بیٹھنے سے انسان آرام و سکون اور خوشی و اطمینان محسوس کرتا ہے، سو دوزخ کے اس سائے میں ان دونوں میں سے کوئی فائدہ بھی موجود نہیں ہوگا، کہ وہ سایہ دراصل دوزخ کے ایک بڑے ہی ہولناک اور سیاہ دھوئیں کا سایہ ہوگا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ۔اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ o لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ o اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ o كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ o وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ o (المرسلات: ۳۰۔۳۴) اور جہاں کے سائے کا عالم یہ ہوگا وہاں کی آگ کیا کچھ ہوگی؟ (المراغی، الخازن، الصفوہ وغیرہ) والعیاذُ باللہ العظیم، بہر کیف وہ سیاہ دھوئیں کا ایک ایسا ہولناک سایہ ہوگا جو ان تمام خوبیوں سے خالی اور محروم ہوگا جو سائے میں موجود اور مطلوب ہوتی ہیں، اور اس کی گرمی اور تپش بہر حال نہایت تیز اور جھلسا دینے والی ہوگی ۔والعیاذ باللہ العظیم ۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے ۔آمین ثم آمین

۴۱ دوزخیوں کے عذاب کے سبب اور باعث کا ذکر و بیان: ۔سو دوزخیوں کے اس ہولناک انجام کے سبب اور اس کے باعث کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ اس سے پہلے دنیا میں مست و مگن رہا کرتے تھے، اور اپنی خواہشات نفس ہی کو انہوں نے اپنا قبلہ مقصود بنا رکھا تھا، یہ اسی کے لئے جیتے اور اسی کے لئے مرتے تھے، اور کلمہ حق ان کو سننا اور قبول کرنا گوارا نہیں تھا ۔والعیاذ باللہ العظیم ۔یہ لوگ اپنے مال و دولت اور عیش و رفاہیت میں مست رہا کرتے تھے اور حق بات سننے ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے ۔سو اللہ تعالیٰ نے تو ان کو مال و دولت اور سامان عیش و عشرت سے اس لیے نوازا تھا کہ یہ لوگ اس کے

شکر گزار بن کر اپنے لیے دارین کی سعادت وسرخروئی کا سامان کریں، لیکن یہ الٹا اس کی بناء پر اعراض واستکبار میں مبتلا ہو کر سب سے بڑے گناہ پر اصرار کرتے رہے اور انہوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ مال ان کے پاس ہمیشہ رہے گا اور یہ اسی طرح عیش کرتے رہیں گے۔ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ اور یہ کہ اگر ان کا طریقہ صحیح نہ ہوتا تو ان کو یہ دنیاوی مال ودولت کیوں ملتا۔ سو دنیاوی مال ودولت کو پانے کے بعد اپنے خالق و مالک کے حضور جھکنے اور اس کے آگے سجدہ ریز ہونے کی بجائے یہ لوگ الٹا تکبر میں مبتلا ہو گئے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے اس ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے، اور "خسرَ الدنیا والآخرة" کا مصداق بن گئے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین،

۴۲ منکرین کے تمرّد اور ان کی سرکشی کا ذکر و بیان: — سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دوزخیوں کے ہولناک انجام کا دوسرا بڑا سبب ان لوگوں کا تمرد و سرکشی تھا۔ والعیاذُ باللہ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور یہ سب سے بڑے گناہ پر اصرار کرتے رہے۔ یعنی حدود بندگی سے نکل کر تمرد و سرکشی کے اس سب سے بڑے اور انتہائی ہولناک گناہ پر اصرار کرتے تھے جس کی کوکھ سے آگے کفر و شرک اور الحاد و بے دینی جیسے کئی بڑے اور ہولناک جرائم جنم لیتے ہیں اور کفر و شرک کے اس گناہ عظیم پر جو کہ تمام گناہوں کی جڑ بنیاد ہے، اور جس کے ساتھ کوئی بھی نیکی قابل قبول نہیں، کہ شرک درحقیقت بغاوت ہے جو کہ ناقابل معافی جرم ہے، والعیاذُ بالله' "حنث" کے معنی گناہ کے ہیں اس کی صفت یہاں پر عظیم آئی ہے' جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ "حنث" سے یہاں پر مراد شرک ہے' کیونکہ فلسفہ دین کے نقطہ نظر سے شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور قرآن حکیم نے اس کو ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ اللہ ہمیشہ اور ہر قسم کے زیغ وضلال سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین، واکرم الاکرمین،

۴۳ منکرین کے بعث بعد الموت پر استعجاب کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ استفہام تعجب وانکار کیلئے ہے' کہ ایسا کیسے اور کیونکر ہو سکتا ہے؟ کہ جب ہم مر مٹ کر ختم ہو جائیں گے' تو ہم کو از سر نو پھر زندہ کر کے اٹھا دیا جائے گا' سو یہی تعجب واستبعاد ہمیشہ انسان کے لئے دولت ایمان سے محرومی کا باعث بنا' کل بھی اس قاصر الفہم اور کوتاہ بین انسان کا یہی حال تھا' اور آج بھی یہی ہے' اور بنیادی غلط فہمی ایسے لوگوں کی ہمیشہ یہی رہی کہ وہ حضرت قادر مطلق سبحانہ و تعالیٰ' کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ جب ان کے اعتبار سے اور ان کی نظر میں یہ کام انہونا' اور ناممکن ہے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا' اور اس طرح یہ لوگ نور حق وہدایت سے اور دور ہوتے گئے، اور جب ان کو آخرت کے حساب کتاب سے آگاہ کیا جاتا تو یہ اس کو ماننے اور قبول کرنے کی بجائے الٹا اس کا مذاق اڑاتے تھے اور اسطرح محروم سے محروم تر ہو گئے، والعیاذُ باللہ جَلَّ وَعَلَا

۴۴ منکرین کے استعجاب مزید کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ مزید کہا کرتے تھے کہ کیا ہمارے وہ باپ دادا بھی جو ہم سے بھی پہلے گزر چکے ہیں؟ یعنی ان کا دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا تو اور بھی دور اور بعید از قیاس ہے، کہ وہ ہم سے بھی کہیں پہلے مر مٹ کر ختم ہو چکے ہیں، بھلا ایسے میں وہ دوبارہ کیسے زندہ ہو سکتے ہیں' سو جو لوگ مدتوں قبل مر کر خاک میں مل چکے ہیں،

آخر وہ از سرنو دوبارہ کس طرح زندہ ہو سکتے ہیں؟ پس یہ ایک انہونی بات ہے جس سے ہمیں خواہ مخواہ ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے، اور اس طرح ہمارا عیش مکدر کیا جا رہا ہے' اور اس سے ڈرانے والے لوگ ہمیں خواہ مخواہ بے وقوف بنا رہے ہیں' اور وہ خود بھی عقل سے کام نہیں لیتے' وغیرہ وغیرہ، اور اس طرح انہوں نے حق کی دعوت سننے اور ماننے سے انکار کر دیا اور سنی ان سنی کر کے وہ اپنے کفر و انکار اور تمرد و سرکشی کی راہ پر ہی چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اپنے آخری اور ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۴۵ منکرین کے انکار و استعجاب کا جواب: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ کہو ان اگلوں پچھلوں سب نے اپنے وقت مقرر پر بہر حال اکٹھے ہو کر رہنا ہے اور اس کے لئے ہمیں زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔ بلکہ صرف ہمارے ایک حکم کی دیر ہے۔ (فَاِنَّمَا هِیَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ بِالسَّاهِرَةِ) اور صرف یہی نہیں کہ تم سب کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا اور بس، بلکہ اگلوں پچھلوں کی بے حد و حساب تمام مخلوق کو زندہ کر کے ایک ساتھ ایک میدان میں جمع کر دیا جائے گا' اور کسی کی یہ جان نہیں ہوگی کہ وہ اس سے انکار کر سکے' یا کسی طرح کی کوئی اینکڑی پینکڑی دکھا سکے' بلکہ سب کے سب بے چون و چرا موجود ہوں گے' اور اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کی جوابدہی اور بدلہ پانے کیلئے سرافگندہ کھڑے ہوں گے' یہاں پر "لمجموعون" کے بعد "الی" کا صلہ یہ معنی و مفہوم رکھتا ہے کہ قیامت کے یوم موعود اور وقت مقرر تک مرنے والوں کو جمع کیا جاتا رہے گا اور اس وقت موعود کے آنے پر ان سب کو اکٹھا اٹھایا جائے گا۔ مطلب یہ کہ جو لوگ مر جاتے ہیں ان کے بارے میں تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ وہ جس طرح تمہارے یہاں سے ختم ہو گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بھی ختم ہو گئے۔ نہیں بلکہ ان سب کو اللہ تعالیٰ کے ذخیرے میں جمع کیا جا رہا ہے اور سزا و جزا کے یوم موعود پر ان سب کو اٹھایا جائے گا خواہ وہ اگلے ہوں یا پچھلے۔

۴۶ منکرین و مکذبین کو براہ راست خطاب ان کی تحقیر و تذلیل کیلئے۔ والعیاذ باللہ: سو مکذبین و منکرین کو براہ راست خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ پھر تم سب کو اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتنا ہوگا جو زندگی بھر جھٹلاتے رہے حق و حقیقت کی اس دعوت صادقہ کو' جو حضرات انبیاء و رسل اور ان کے اتباع اور سچے پیروکاروں کی طرف سے تمہیں دی جاتی رہی' سو حضرات انبیاء و رسل اور ان کے وارثین و جانشین علماء حقانیین کی دعوت و پکار کی تکذیب اور اس سے انقطاع و انحراف جڑ بنیاد ہے تمام فتنہ و فساد اور ہلاکت و تباہی کی' والعیاذُ باللہ العظیم، سو مکذبین و منکرین کو خطاب کر کے متنبہ فرمایا گیا اور ان کو بتایا گیا کہ تم باز آ جاؤ اپنے اس انکار اور تکذیب سے' ورنہ تیار ہو جاؤ اس ہولناک انجام کیلئے جو آگے تم لوگوں کو پیش آنے والا ہے، جو کہ بڑا ہی ہولناک ہوگا اور جس سے بچنے اور نکل بھاگنے کی پھر کوئی صورت تمہارے لیے ممکن نہ ہوگی۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، اَللّٰهُمَّ زِدۡنَا اِیۡمَانًا بِکَ وَیَقِیۡنًا، وَ حُبًّا فِیۡکَ وخُشُوۡعًا، وَ خُذۡنَا بِنَوَاصِیۡنَا اِلٰی مَا فِیۡهِ طَاعَتُکَ وَ مَرۡضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الۡاَحۡوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیۡنٍ مِّنَ الۡاَحۡیَانِ، بِمَحۡضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحۡسَانِکَ، یَا ذَالۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ، وَ یَادَائِمَ الۡفَضۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ

بہر حال کھانا ہوگا زقوم کے ایک نہایت ہی ہولناک (اور کریہ المنظر) درخت سے ﴿۵۲﴾ پھر (کھانا بھی اتنا اور اس قدر کہ) تمہیں

مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ

اسی سے بھرنا ہوگا اپنے پیٹوں کو ف ۴۷ ﴿۵۳﴾ پھر تم نے اس پر پینا ہوگا (وہاں کے) اس

الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا

کھولتے پانی سے ف ۴۸ ﴿۵۴﴾ پھر تمہارا یہ پینا بھی ایسے ہوگا جیسے تونس لگے ہوئے اونٹ پیتے ہیں ف ۴۹ ﴿۵۵﴾ یہ ہوگی

نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا

(حق و ہدایت کے نور سے محروم) ان لوگوں کی مہمانی بدلے کے اس دن ف ۵۰ ﴿۵۶﴾ ہم ہی نے پیدا کیا ہے تم سب کو (اپنی قدرتِ کاملہ،

تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ

اور حکمت بالغہ سے) پھر تم لوگ تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ ف ۵۱ ﴿۵۷﴾ اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ منی جو تم گراتے ہو، ﴿۵۸﴾ کیا تم

تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا

اس سے بچہ پیدا کرتے ہو؟ یا ہم ہی ہیں پیدا کرنے والے؟ ف ۵۲ ﴿۵۹﴾ ہم ہی نے مقدر کیا

ف ۴۷ دوزخیوں کا کھانا زَقُّوم ۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم: سو ارشاد فرمایا گیا پھر تمہیں کھانا ہوگا زقوم کے درخت سے اور وہ بھی اس طور پر کہ تم لوگوں کو اسی سے بھرنا ہوگا اپنے پیٹوں کو' اور یہ سب کچھ بھوک کی شدت اور اس کے غلبے کی بناء پر ہوگا، ورنہ اس قدر تلخ اور بدبودار درخت سے کون کھا سکتا ہے؟ لیکن تم لوگوں کو بھوک کے ہاتھوں لاچار اور مجبور ہو کر اس میں سے کھانا پڑے گا۔ سو اس سے ان کی بدبختی اور مجبوری و لاچاری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اور کھانا بھی اتنا اور ایسا کہ تمہیں اس سے اپنے پیٹوں کو بھرنا ہوگا' حالانکہ زقوم کا وہ درخت خار دار سخت کڑوے پھلوں اور پتوں والا اور نہایت کریہ المنظر اور بدبودار ہوگا، یہاں پر ان لوگوں کو ''ضَالُّوْنَ'' اور ''مُكَذِّبُوْنَ'' کی دو صفتوں سے جو خطاب فرمایا گیا ہے وہ ان کے ان دو جرموں کے اعتبار سے ہے جو اوپر ذکر فرمائے گئے ہیں۔ سو اوپر ان کے شرک اور تکذیبِ آخرت کے دو جرموں کا ذکر ہوا ہے۔ انہی کے لحاظ سے یہاں پر ان کو ان دو صفتوں سے خطاب فرمایا گیا ہے۔ سو یہ لوگ اللہ کی توحید کے بارے میں گمراہ اور راہِ راست سے بھٹکے ہوئے تھے اور آخرت کو جھٹلا کر اس سے نچنت اور بے فکر ہو کر یہ حیوانِ محض بلکہ اس سے بھی بدتر ہو گئے تھے اور اسی کے نتیجے میں یہ لوگ اس ہولناک انجام کو پہنچ کر رہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم، مِنْ كُلِّ مَرَضٍ مِّنَ الْاَمْرَاض، وَمِنْ كُلِّ نَوْعٍ مِّنْ اَنْوَاعِ الْعَذَاب، وَمِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّ ضَلَال، وَمِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّانْحِرَاف، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاة، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّاب، سبحانہ وتعالیٰ،

۴۸ دوزخیوں کا پینا کھولتے پانی سے ہوگا۔ والعیاذ باللہ العظیم: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر تمہیں پینا ہوگا کھولتے پانی سے۔ جوایسا ہولناک اوراس قدر کھولتا ہوگا کہ مونہوں کے سامنے جاتے ہی ان کو بھون کر رکھ دے گا' جیسا کہ دوسرے مقام پرارشادفرمایا گیا۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ (الکہف:۲۹پ۱۵) اور پھر پینے کے بعد وہ ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادے گا' جیسا کہ دوسرے مقام پرارشادفرمایا گیا۔ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد:۱۵پ۲۶) وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، بہرکیف یہ نتیجہ اورانجام ہوگا ان لوگوں کا جوحق کا انکار کرتے اوردعوت حق کو جھٹلاتے رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال، وسوء وانحراف،

۴۹ دوزخیوں کے پینے کی ہولناک کیفیت کا ذکروبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر تم کو پینا ہوگا وہ کھولتا ہوا پانی تونس لگے ہوئے اونٹوں کی طرح۔ ''هیم'' جمع ہے ''اهیم'' کی جومشتق وماخوذ ہے ''هیام'' سے' جونام ہے اونٹوں کی ایک ایسی بیماری کا جس کے بعد وہ پانی پیتے جاتے ہیں' مگرسیرنہیں ہوتے' (قرطبی' مدارک' محاسن' ابن کثیر' خازن' وغیرہ) وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ كُلِّ مَرَضٍ مِّنَ الْاَمْرَاضِ وَمِنْ كُلِّ نَوْعٍ مِّنْ اَنْوَاعِ الْعَذَابِ سومنکروں اورحق کی تکذیب کرنے والوں کو تونس لگے ہوئے اونٹوں کی طرح وہ کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا' جس کو وہ پیتے جائیں گے مگران کی پیاس نہیں بجھے گی۔ سو یہ ایک ہولناک عذاب ہوگا،

۵۰ دوزخیوں کی اولین مہمانی اوراس کی ہولناکی کا ذکروبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ اولین مہمانی ہوگی ان کی بدلے کے اس دن میں۔ نُزل نزول سے ماخوذ ومشتق ہے جس کے معنی اترنے اورپہنچنے کے ہیں۔ سونزل دراصل اس مہمانی کو کہا جاتا ہے جومہمان کے نزول اورقدوم کے موقع پرسب سے پہلے اس کو اولین ضیافت کے طورپرپیش کی جاتی ہے' پس اس ارشاد ربانی میں ایک طرف توان لوگوں کے لیے تہکم واستہزاء ہے' کہ تمہاری تکریم اورمہمان نوازی ان چیزوں سے کی جائے گی' جیسا کہ دوسرے مقام پرارشادفرمایا گیا۔ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ (الدخان:۴۹پ۲۵) اوردوسری طرف اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب ابتدائی مہمانی کا یہ عالم ہوگا تو پھرآگے کی اس اصل مہمانی کا کیا حال ہوگا' جوتمہارے لئے تیار کی گئی ہوگی' جب کہ دوزخ میں تمہیں ہمیشہ ہمیش کیلئے رہنا ہوگا' سوجن بدبختوں کی اولین مہمانی زقوم وتھوہر پراورکھولتے پانی سے ہوگی ان کے بارے میں کون اندازہ کرسکتا ہے کہ اس کے بعد انکے سامنے کچھ پیش آئے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۵۱ منکرین کے قلوب وضمائر پرایک دستک کا ذکروبیان: ۔سومنکرین کے قلوب وضمائر پردستک دیتے ہوئے ان سے فرمایا گیا کہ جب ہم ہی نے پیدا کیا تم سب کو تو پھر تم لوگ تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ یعنی اس حقیقت کی کہ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا وہ دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے، اوربطریق اولیٰ پیدا کرسکتا ہے، کہ اعادہ توایجاد سے بہرحال سہل اورآسان ہوتا ہے' سوجب ہم تمہیں

پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے قاصر نہیں رہے تو دوبارہ پیدا کرنے سے کیوں عاجز رہیں گے؟ جبکہ عام ضابطہ کے مطابق دوسری مرتبہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی بنسبت زیادہ آسان ہوتا ہے' سوتم لوگوں کی یہ کیسی عجیب اور ٹیڑھی منطق ہے کہ تم پہلی مرتبہ پیدا کرنے کو تو مانتے ہو جو نسبتاً اور عام ضابطہ اور قاعدہ کے مطابق زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ لیکن دوبارہ پیدا کرنے کو تم ناممکن قرار دیتے ہو' حالانکہ وہ بالبداہت آسان ہوتا ہے' آخر تمہاری عقلوں کو کیا ہوگا' اور تمہاری مت کہاں اور کیسے ماری گئی؟ **والعیاذ باللہ العظیم**۔ سوانسان کا وجود بذاتِ خود ایک عظیم الشان درسگاہ ہے ان لوگوں کے لیے جو صحیح طریقے سے غور وفکر سے کام لیتے ہیں مگر مشکل اور مشکلوں کی مشکل یہی ہے کہ انسان اور مادہ پرست اور دنیادار انسان صحیح طریقے سے سوچتا اور غور کرتا ہی نہیں، بلکہ وہ مادہ و معدہ کا غلام اور بطن وفرج کے خواہشات کا بندہ بن کر رہ جاتا ہے، اور اپنی عقل وفکر کی قوتوں اور صلاحیتوں کو اسی کے پیچھے لگا دیتا ہے جس کے نتیجے میں وہ حیوانِ محض بلکہ اس سے بھی نیچے گر کر ''شَرُّ الْبَرِیَّة'' (بدترین مخلوق) بن کر رہ جاتا ہے۔ **والعیاذ باللہ العظیم**۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ **یا رب العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، وَیَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتَ کُلِّ شَیْءٍ**

۵۲ خلقتِ انسانی میں دعوتِ غور وفکر: ۔ سوانسان کی خلقت کے بارے میں دعوتِ غور وفکر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس بارے میں بھی غور وفکر سے کام لیا کہ جو منی تم گراتے ہو کیا اس سے بچہ تم لوگ پیدا کرتے ہو یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ اور ظاہر ہے کہ اس کا جواب ایک اور یقیناً ایک ہی ہے' کہ یہ سب کچھ از اول تا آخر ہماری ہی قدرت وکارستانی کا نتیجہ ہے' ورنہ تمہیں تو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ نطفۂ منی اور قطرۂ آب کہاں پہنچا اور بطنِ مادر میں اس پر کیا کچھ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں' اور وہ قطرۂ آب کن کن مرحلوں سے گزرتا ہے اور خود اس ماں کو بھی اس کی کوئی خبر نہیں ہوتی جس کے پیٹ کے اندر اور اس کے رحم میں یہ سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے۔ سوجب ہم اس طرح تمہیں ابتداءً نعمت وجود بخش سکتے ہیں تو پھر دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتے؟ اور جب تمہیں اس بات کا اقرار واعتراف ہے کہ پہلی مرتبہ ہم پیدا کرتے اور عدم سے وجود میں ہم ہی لاتے ہیں' تو پھر ہماری طرف سے دوبارہ پیدا کیے جانے اور ''**بعث بعد الموت**'' کا آخر تم لوگ کیوں کیسے انکار کرتے ہو، سوتمہارا یہ وجود بذاتِ خود **بعث بعد الموت** پر دلیل اور اس کا ایک بیّن اور واضح ثبوت ہے (قرطبی، وغیرہ) بہرکیف اس ارشاد میں انسان کو اس کی فطرت کی طرف متوجہ کر کے دعوتِ غور وفکر دی گئی ہے کہ تم لوگ ذرہ سوچو کہ تم لوگ اتنا ہی تو کرتے ہو کہ پانی کی ایک بوند عورت کے رحم میں ٹپکا کر الگ ہو جاتے ہو' آگے اس بوند کو تاریکیوں کے اندر گوناگوں مراحل سے گزار کر ایک بھلے چنگے بچے کی صورت میں مکمل کر کے عورت کے پیٹ سے باہر لانا' اور پھر اس کو بچپن' بلوغ' جوانی' اور بڑھاپے' کی مختلف منازل سے گزار کر اس کے آخری انجام تک پہنچانا آخر کس کا کام ہے'؟ سوجس قادر مطلق کی ذات یہ سب کچھ کر سکتی ہے اور بالفعل ایسا ہی کر رہی ہے، تو آخر اس کے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا کیوں اور کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ جبکہ اس کی شان تو ''**کن فیکون**'' کی شان ہے۔ **سبحانہ و تعالیٰ**۔ **اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْهِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ، یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَام،**

بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰٓى اَنْ

تمہارے درمیان تمہاری موت کو، ۵۳ اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں، ﴿۶۰﴾ کہ تمہاری

نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾

شکلیں بدل دیں، اور تم کو کسی ایسی صورت میں بنا کھڑا کریں جس کو تم نہیں جانتے، ۵۴ ﴿۶۱﴾

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾

اور تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو اپنی پہلی پیدائش کو، تو پھر تم سبق کیوں نہیں لیتے (حق و حقیقت تک رسائی کا)؟ ۵۵ ﴿۶۲﴾

۵۳ موت اور اس کا وقت بہرحال مقدر ہے: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ہی نے تمہارے درمیان مقدر کیا موت کو۔ اپنی قدرتِ کاملہ حکمتِ بالغہ اور عنایتِ شاملہ کی بنا پر، اور اس طرح کہ تم لوگ اپنی موت کے اسی مقررہ وقت سے لمحہ بھر نہ آگے بڑھ سکتے ہو نہ پیچھے ہٹ سکتے ہو، اور اس طرح تم دیکھو کہ کس عجیب و غریب اور حیرت انگیز طریقے سے اگلی قومیں اور نسلیں مٹتی اور دوسری ان کی جگہ آتی گئیں، اور مسلسل و لگاتار آتی جا رہی ہیں، سو یہ سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے مگر تم ہو کہ اس سے کوئی سبق نہیں لیتے، سو ہم نے لوگوں کے درمیان موت کا ایسا جال بچھا رکھا ہے، جس نے ان سب کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، کوئی اس سے بچ نہیں سکتا، ہر چھوٹے بڑے، امیر و غریب، اور حاکم و محکوم، نے اپنے وقت مقرر پر بہرحال موت کے شکنجے میں آنا ہے، اور اس طرح ہم سب کو قیامت کے روز کی پیشی کے لئے جمع کر رہے ہیں، جیسا کہ آگے مزید وضاحت آ رہی ہے۔ سو اس ارشاد سے ایک تو یہ اہم اور بنیادی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ موت سے کسی کے لئے کسی مفر کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہر شخص نے بہرحال اس کی گرفت و پکڑ اور اس کے شکنجے میں آ کر رہنا ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (الآیۃ) (آل عمران: ۱۸۵ پ ۴) اور دوسری اہم بات اس سے یہ واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح انسان کی پیدائش اور اس کی تخلیق و آغاز اس کے بس میں نہیں، اسی طرح اس کی موت کے آنے یا اس کو روکنے اور ٹالنے کا یارا بھی کسی میں نہیں۔ وہ اپنے وقت پر بہرحال آ کر رہے گی، اور یہ کہ جس طرح ایک انسان کی شخصی موت کا ایک وقت مقرر ہے اسی طرح اس کائنات کی مجموعی موت کا بھی ایک وقت بہرحال مقرر ہے، جو اٹل ہے اور اس نے اپنے وقت مقرر پر بہرحال آ کر رہنا ہے۔ پس جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ بڑے ہی ہولناک خسارے میں مبتلا ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل شائبۃ من شوائب الزیغ والضلال، جل وعلا،

۵۴ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا حوالہ و ذکر: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم قادر ہیں اس پر کہ تم لوگوں کو پیدا کر دیں کسی بھی ایسی شکل میں جس کو تم لوگ نہیں جانتے۔ کہ تم کو بندر یا خنزیر وغیرہ بنا دیں، جیسا کہ پچھلی قوموں میں ایسے ہو چکا ہے، (صفوۃ، جامع، معارف، اور روح وغیرہ) اس صورت میں یہ مِثل کی جمع ہوگی، یعنی میم کے کسرہ اور ثاء کے سکون کے ساتھ، جس کے معنی صفت اور

حالت کے آتے ہیں' یا یہ مطلب ہے کہ تم جیسے لوگوں کو پیدا کر دیں جو تم سے کہیں بڑھ کر ہمارے مطیع وفرمانبردار ہوں اس صورت میں یہ مثل کی جمع ہوگی جس کے معنی مانند اور مشابہ وغیرہ کے ہوتے ہیں، اور یہ ارشاد تہدید اور وعید کے معنی میں ہوگا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ط اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ وَیَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِیۡدٍ o وَّمَا ذٰلِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیۡزٍ o (ابراہیم: ۱۹۔۲۰ پ ۱۳) اور بعینہ یہی ارشاد سورۂ فاطر میں بھی فرمایا گیا' ملاحظہ ہو سورۂ فاطر آیت نمبر ۱۶۔۱۷ پ ۲۲) نیز یہ کہ ہم تمہیں دوسری ایسی صفات وکیفیات پر پیدا کر دیں جو تمہاری موجودہ صفات وکیفیات سے مختلف ہوں' جیسا کہ آخرت کے اس حقیقی اور اَبدی جہاں میں فی الواقع ایسے ہوگا' مثلاً یہ کہ آج تمہاری صرف زبان بولتی ہے' مگر اس دن تمہارے ہاتھ پاؤں بھی بولیں گے' اور تمہاری کھالوں کا ایک ایک حصہ بھی بولے گا' اور مثلاً یہ کہ آج تم ایک محدود عمر پانے کے بعد مر جاتے ہو' مگر وہاں تم ہمیشہ کے لئے زندہ رہو گے' مثلاً یہ کہ آج تم کچھ ہی وقت جلنے کے بعد مر جاتے ہو' مگر وہاں تم دوزخ کی ہولناک آگ میں لگاتار جلتے رہنے کے باوجود نہیں مرو گے، وغیرہ وغیرہ' سو آیتِ کریمہ کے الفاظ وکلمات کا عموم ان سب ہی مفاہیم کو شامل اور عام ہے' اور حضرات مفسرین کرام نے بھی یہی کچھ بیان کیا ہے کسی نے مختصراً اور کسی نے تفصیل سے، (روح' مدارک' قرطبی' جامع' خازن وغیرہ وغیرہ) مزید تفصیل انشاء اللہ اپنی مفصل تفسیر میں، وبالله التوفيق وَهُوَ الۡمُیَسِّرُ لِكُلِّ عَسِیۡرٍ سو جب پیدا کرنا اور مارنا بھی ہمارے ہی اختیار میں ہے تو آخر ہم تمہاری جگہ تمہارے ہی مانند پیدا کرنے سے کیوں عاجز ہو جائیں گے؟ سبحانہ وتعالیٰ، جل شانه وعم نواله

۵۵ پہلی پیدائش دوسری پیدائش کا ثبوت اور اس کی دلیل:- سو ارشاد فرمایا گیا اور منکرین کے دلوں پر دستک اور ان کو دعوتِ غور وفکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب تم لوگ اپنی پہلی پیدائش کو جانتے ہو تو پھر تم سبق کیوں نہیں لیتے؟ کہ جو خدا اس حیرت انگیز طریقے سے پہلی بار پیدا کر سکتا ہے' وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے' سو اس میں قیاس کی صحت کی دلیل موجود ہے' کہ یہاں دوسری پیدائش کو پہلی پیدائش پر قیاس کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے' (حاشیہ مع البیان، وغیرہ) سو جو خالق اپنی قدرت وحکمت سے تمہیں اس دنیا میں لایا ہے وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی پوری طرح قادر ہے' اور اس کی حکمت وربوبیت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ ایسا کرے' ورنہ اس دنیا کا وجود عبث اور بیکار ہو کر رہ جائے گا' جو اس خالق حکیم کی حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہے سبحانه و تعالى بہرکیف منکرین کے قلوب وضمائر کو جھنجھوڑتے ہوئے ان سے فرمایا گیا کہ جب تم لوگ اس جہان رنگ وبو میں اپنی اس شکل وصورت میں موجود ہو تو اس سے تم یہ سبق کیوں نہیں لیتے کہ جو خالق حکیم تم لوگوں کو عدم محض سے نکال کر اس طرح حیطۂ وجود میں لا سکتا ہے اور بالفعل لا چکا ہے تو آخر وہ تم کو دوبارہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا؟ جب کہ اس کے دائرۂ قدرت سے کوئی بھی چیز باہر نہیں، اور اس کی شانِ ربوبیت وحکمت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ سب لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے، تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور اس کائنات کی تخلیق کی تکمیل ہو سکے۔ ورنہ حکمتوں بھری اس کائنات کا وجود ہی عبث اور بے کار ہو کر رہ جائیگا۔ والعياذ بالله۔ سو انسان کی موجودہ پیدائش خود اس کی دوسری پیدائش کی دلیل ہے۔ اَللّٰهُمَّ زِدۡنَا اِیۡمَانًا بِکَ وَیَقِیۡنًا، وَ حُبًّا فِیۡکَ وَخُشُوۡعًا، وَ خُذۡنَا بِنَوَاصِیۡنَا اِلٰى مَا فِیۡهِ طَاعَتُکَ وَ مَرۡضَاتُکَ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الۡاَحۡوَالِ، وَفِیۡ كُلِّ حِیۡنٍ مِّنَ الۡاَحۡیَانِ،

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ

پھر کیا تم نے اس بیج کے بارے میں بھی کبھی غور کیا جو تم لوگ زمین میں ڈالتے ہو؟ ﴿۶۳﴾ کیا تم لوگ اس کو اگاتے ہو یا

نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَٰهُ حُطَٰمًا

ہم ہی ہیں اس کے اگانے (اور پیدا کرنے) والے؟ ﴿۶۴﴾ و۵۶ اگر ہم چاہیں تو چورا چورا کر کے رکھ دیں اس (ہری بھری کھیتی) کو

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ

پھر تم لوگ طرح طرح کی باتیں بناتے رہ جاؤ ﴿۶۵﴾ کہ جی یقیناً ہم پر تو بڑی چٹی پڑ گئی ﴿۶۶﴾ ع ۵ بلکہ ہماری تو

مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾

قسمت ہی ماردی گئی ﴿۶۷﴾ پھر کیا تم نے کبھی اس پانی کے بارے میں بھی غور کیا جو تم لوگ (دن رات غٹا غٹ) پیتے ہو؟

ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ﴿٦٩﴾

﴿۶۸﴾ و۵۸ کیا اس کو بادل سے تم نے برسایا ہے، یا ہم ہی ہیں اس کے برسانے والے؟ ﴿۶۹﴾

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾

اگر ہم چاہیں تو اس کو کڑوا (اور کھاری) بنا کر رکھ دیں، پھر تم لوگ شکر کیوں نہیں ادا کرتے (اپنے واہب مطلق رب کا)؟ و۵۹ ﴿۷۰﴾

۵۶ وسائلِ رزق میں غور وفکر کی دعوت کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے اس بیج کے بارے میں بھی کبھی دیکھا اور سوچا ہے جو تم زمین میں ڈالتے ہو؟ کیا اس کو تم لوگ اگاتے ہو یا اسکے اگانے والے ہم ہی ہیں؟ اور ظاہر ہے کہ یہ کام تو ہمارا اور صرف ہمارا ہی ہے، کہ تمہارا کام تو صرف زمین کو چیر پھاڑ کر اس میں بیج ڈال دینا ہے اور بس، اس سے آگے نہ کچھ تمہارے بس میں ہے، اور نہ تمہارے علم میں۔ اور جب ہم اس حیرت انگیز طریقے سے تمہارے سامنے یہ طرح طرح کی انگوریاں نکالتے اور پیدا کرتے جاتے ہیں، تو پھر تم لوگ اس سے سبق کیوں نہیں لیتے؟ سو انسان کی خلقت کے بعد اب یہ وسائلِ رزق و ربوبیت میں غور وفکر کی دعوت دی جا رہی ہے اور اس سے درسہائے عبرت و بصیرت لینے کی تلقین فرمائی جا رہی ہے، سو بندوں کی معیشت و معاش کیلئے یہ وسائلِ رزق اس رب کریم ہی نے مہیا فرمائے ہیں، اور محض اپنے کرم سے اور اپنی شانِ رحمت و ربوبیت کی بنا پر عطا فرمائے ہیں۔ بندوں کا نہ ان میں کوئی عمل دخل ہے اور نہ کسی طرح کا کوئی استحقاق۔ سو اس کا لازمی نتیجہ اور طبعی تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا آئے جب ان سے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ان نعمتوں کے بارے میں پوچھ ہو، سو وہی روزِ قیامت ہے لیکن یہ تنگ ظرف اور ناشکرا انسان قدرت کی بخشی ہوئی انہی نعمتوں کی بنا پر عُجب و استکبار اور کبر و غرور میں مبتلا ہو کر وہ ان امور کو اپنی تدبیر و قابلیت کا نتیجہ قرار دینے لگتا ہے

اور ان کو اپنا حق سمجھ کر آخرت کی جواب دہی کا منکر ہو جاتا ہے، اور اس طرح یہ سعادتِ دارین سے منہ موڑ کر دنیا و آخرت کے خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کہ خساروں کا خسارا ہے، والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ و ضلال و سوء و انحراف، جل و علا،

۵۷ کھیتی کے انجام میں درسِ عبرت کا ذکر و بیان: -سو اس ارشاد سے کھیتی کے انجام سے درسِ عبرت و بصیرت لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے۔ مغرم یا تو غرام سے ماخوذ ہے جس کے معنی سخت عذاب کے آتے ہیں، یعنی ایسے میں تم لوگ کہنے لگو کہ ہم پر تو سخت عذاب آپڑا ہے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی معنی اختیار کیے ہیں، اور یا یہ لفظ غروم اور غرامتہ سے مشتق ہے جس کے معنی تاوان اور چٹی کے آتے ہیں، سو اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسے میں تم لوگ کہنے لگو کہ ہم پر تو چٹی پڑ گئی، کہ مال بھی گیا اور محنت بھی گئی، یہ دونوں معنے یہاں بن سکتے ہیں اور حضرات اہل علم سے دونوں ہی مروی ہیں (محاسن، مدارک، خازن، جامع، ابن کثیر، وغیرہ) سو ارشاد فرمایا کہ ہم ایسا کر سکتے ہیں مگر ہم نے اپنے فضل و کرم سے ایسا نہیں کیا، نہ تمہاری فصلوں کو چورا چورا کر کے مٹایا کہ اس طرح تمہارے رزق کی تباہی، تمہاری ہلاکت و تباہی کا باعث بن جاتی، اور نہ ہی ہم نے تمہیں فوری کسی اور عذاب میں مبتلا کیا، پھر تم لوگ شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟ اللھم لک الحمد ولک الشکر کما تحب و ترضی، و بکل حالٍ من الاحوال، و فی کل موطنٍ مِنَ المواطن فی الحیاۃ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق پر قائم، اور نفس و شیطان کے ہر شر سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

۵۸ پانی کی نعمت میں غور و فکر کی دعوت کا ذکر و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس پانی کو بھی دیکھا یعنی اس کے بارے میں بھی کبھی سوچا اور غور کیا جو تم لوگ پیتے ہو، اور دن رات پیتے ہو، اور جس پر تمہاری زندگی کا مدار و انحصار ہے، کیا اس کو بادلوں سے تم نے اتارا یا ہم ہی ہیں اس کو اتارنے اور برسانے والے؟ اور ظاہر ہے کہ یہ رب ذوالجلال ہی کا کرم اور اسی کی قدرت و عنایت ہے جس میں تمہارے یا کسی اور کے عمل دخل کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، تو پھر تم اس وحدہ لاشریک کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟ جو اس طرح بادلوں کے اس پُر حکمت نظام سے تمہیں ایسا صاف ستھرا اور عمدہ و میٹھا پانی عطا کرتا ہے، جس پر تمہاری زندگی کا مدار و انحصار ہے، وہ تم کو اس عظیم الشان نعمت سے نوازتا ہے، اور بغیر کسی عوض و معاوضہ کے نوازتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ، پھر بھی اس سے غفلت اور ناشکری، آخر کیوں؟ بہر کیف غذائی نعمتوں کے بعد اب اس ارشاد سے پانی کی نعمت کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے، کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس پانی کے بارے میں بھی غور کیا، جو تمہاری زندگی کی ایک انتہائی اہم اور بنیادی ضرورت ہے، کیا اس کو تم نے اتارا ہے یا اس کے اتارنے والے ہم ہی ہیں؟ تو پھر تم لوگ اس واہب مطلق کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جس نے تم کو ان عظیم الشان نعمتوں سے نوازا ہے اور محض اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، و علی مایحب ویرید۔

۵۹ میٹھے پانی کی نعمت محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم: -سو اس نعمت کی تذکیر و یاد دہانی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل کڑوا بنا کر رکھ دیں۔ جو نہ تمہارے پینے کے کام آسکے، اور نہ تمہاری کھیتی باڑی کے، اور صرف یہی نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ کھاری پانی تمہاری زمین کو کلر اور شور بنا دے، جس سے کچھ پیدا ہی نہ ہو سکے، سو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ میٹھے پانی

کا یہ عطیہ جو قدرت نے نہایت ہی پُر حکمت طریقے سے اپنی مخلوق کو بخشا ہے' کس قدر عظیم الشان عطیہ ہے' اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم جب پانی پیتے تو یوں دُعا فرماتے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا أُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا" (اخرجہ ابن ابی حاتم وغیرہ' روح' ابن کثیر' ابن جریر وغیرہ) سبحان اللہ ! پیاری دُعا ہے جو نبیء اکرم صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم نے اپنی امت کو بتائی ہے اور کیسی عمدہ تعلیم ہے یہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کو سرفراز فرمایا ہے، جس سے دنیا بھی دین بن جاتی ہے، اور وہ طبعی امور بھی عبادت میں تبدیل ہو جاتے ہیں' جو کہ مومن وکافر سب کرتے ہیں، فالحمد للہ رب العالمین بہر کیف میٹھے پانی کی اس عظیم الشان نعمت کی عظمتِ شان کی تذکیر ویاد دہانی کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اگر ہم چاہیں تو اس کو ایسا تلخ اور کھاری بنا دیں کہ یہ تمہارے کچھ کام نہ آسکے بلکہ الٹا تمہارے لیے عذاب اور وبال جان بن جائے اور تمہاری زندگی اجیرن ہو کر رہ جائے تو پھر تم لوگ اپنے اس ربِ رحمان ورحیم کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے ؟ جس نے تم لوگوں کو ایسی ایسی عظیم الشان نعمتوں سے نوازا ہے؟ اور تمہارے کسی استحقاق کے بغیر نوازا ہے۔ اللھم لک الحمد ولک الشکر حتی ترضٰی، ولک الحمد والشکر بعد مارضیت ۔ سو غور وفکر سے کام لینے والوں کیلئے پانی کی یہ نعمت ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ

اِلٰهِیْ ! اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَةً، فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ، وَحُقُوْقًا
کَثِیْرَةً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ، اَللّٰهُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِیْ،
وَمَا کَانَ لِخَلْقِکَ مِنْهَا فَتَحَمَّلْهُ عَنِّیْ، بِمَحْضِ مَنِّکَ
وَکَرَمِکَ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،
یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ، وَّهُوَ یُجِیْرُ
وَلَایُجَارُ عَلَیْهِ، وَهُوَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ
النَّصِیْرُ، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِیْرٌ،
وَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ

پھر کیا تم لوگوں نے کبھی اس آگ کے بارے میں بھی غور کیا جو تم سلگاتے ہو؟ (۷۱) کیا اس کے درخت کو تم نے

شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا

پیدا کیا ہے یا ہم ہی ہیں اس کے پیدا کرنے والے؟ ف۶۰ (۷۲) ہم ہی نے اس کو بنا دیا

تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ

یاد دہانی کا ایک عظیم الشان ذریعہ ف۶۱ اور سامانِ زیست ضرورت مندوں کے لئے ف۶۲ (۷۳) پس آپ تسبیح کریں اپنے رب

۶۰ آگ کی نعمت کے بارے میں دعوتِ غور وفکر: سو پانی کی نعمت کے بعد آگ کی نعمت کے بارے میں دعوت غور وفکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس آگ کے بارے میں بھی غور کیا جس کو تم لوگ اپنی طرح طرح کی ضرورتوں کیلئے جلاتے سلگاتے ہو۔ کیا اس کے درخت کو تم لوگوں نے اگایا ہے، یا ہم ہی ہیں اس کے اُگانے والے؟ جیسا کہ قدیم زمانے میں عرب مرخ اور عفار نامی دو درختوں کی سبز شاخوں کو رگڑ رگڑ کر ان سے آگ نکالا کرتے تھے، سو یہ حضرتِ حق جل مجدہ کی قدرت و عنایت کا ایک اور عظیم الشان مظہر ہے، کہ اس نے اس طرح ہرے بھرے اور سبز درختوں میں آگ کا جوہر اس حکمت سے رکھ دیا، سبحانہ و تعالیٰ نیز اس نے لکڑی اور پتھر کے وہ عظیم الشان ذخائر پیدا فرما دیئے جو آگ کیلئے ایندھن بنتے ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق کی طرح طرح کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، سو یہ آگ قدرت کا کس قدر عظیم الشان عطیہ واحسان ہے، مگر غافل اور ناشکرے انسان نے اس اصل حقیقت کی طرف متوجہ ہونیکی بجائے غفلت اور ناشکری ہی کی روش کو اپنایا، اور یہاں تک کہ ان میں سے کتنے ہی بدبخت ایسے ہوئے ہیں اور آج بھی ہیں جنہوں نے اسی آگ کی پوجا شروع کر دی، اور آج بھی کر رہے ہیں، اور اس طرح انہوں نے ظلم بالائے ظلم کا ارتکاب کیا، والعیاذ باللہ العظیم۔ اسی مضمون کو سورۂ یٰس میں اس طرح بیان فرمایا گیا کہ۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْہُ تُوْقِدُوْنَ o (یٰس: ۸۰ پ ۲۳) یعنی جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ کا انتظام فرمایا جس کو تم لوگ جلاتے ہو۔ سو ہر طرح کی حمد وثنا کی مستحق وہی ذاتِ اقدس واعلیٰ ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ جل وعلا

۶۱ آگ ایک عظیم الشان ذریعۂ تذکیر و یاد دہانی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے اس کو تذکیر و یاد دہانی کا ایک عظیم الشان ذریعہ بنا دیا یعنی ان لوگوں کیلئے جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔ سو اس میں تذکیر و یاد دہانی کے کئی پہلو ہیں، ایک یہ کہ جس خالق و مالک نے آگ کے اس عظیم الشان جوہر کو تمہارے لئے پیدا فرمایا جس سے تمہاری زندگی کی طرح طرح کی ضرورتیں وابستہ ہیں، اور اس نے اس کو تمہاری طرف سے کسی طرح کی اپیل و درخواست کے بغیر محض اپنے فضل وکرم سے از خود پیدا فرمایا ہے، وہ کتنا عظیم کتنا حکیم اور کس قدر رحیم وکریم اور کتنا مہربان ہے اپنے بندوں پر۔ سبحانہ و تعالیٰ، نیز وہ جب ناشکرے بندوں کے کفر و شرک اور الحاد وانکار کے باوجود ان کو اپنی ایسی ایسی نعمتوں سے محروم نہیں کرتا، بلکہ عمروں کی عمریں انہیں ڈھیل دیئے چلا جاتا ہے تو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے

کہ وہ کس قدر حلیم اور کتنا ستار کریم ہے' سبحانہ و تعالیٰ، نیز یہ کہ دنیا کی یہ آگ دوزخ کی اس انتہائی مہیب اور ہولناک آگ کی تذکیر و یاد دہانی ہے' جو مجرموں اور باغیوں و سرکشوں کیلئے تیار کی گئی ہے' کہ جب دنیا کی یہ معمولی اور چھوٹی سی آگ اس قدر اذیت ناک اور نقصان دہ ہے' تو پھر دوزخ کی وہ ہولناک آگ اور اس کی تپش و ہولناکی کیسی اور کیا کچھ ہوگی' جس کے بارے میں بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت مطابق حضرت نبی ءِ معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ وہ اس دنیاوی آگ سے ستر گناہ زیادہ سخت ہوگی' نیز مسند امام احمد رحمہ اللہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دنیا کی یہ آگ دوزخ کی اس ہولناک آگ سے ستر درجے کم ہے' اور اس کے بعد بھی اگر اس کو سمندر سے دو مرتبہ ٹھنڈا نہ کر دیا گیا ہوتا' تو اس سے کوئی بھی فائدہ نہ اٹھا سکتا (ابن جریر' ابن کثیر وغیرہ) والعیاذ باللہ جل وعلا۔ نیز اس میں یہ تذکیر اور یاد دہانی بھی ہے کہ یہ آگ جو ہزاروں میل پر پھیلے جنگلوں اور بڑے بڑے شہروں دیہاتوں' دوکانوں' مکانوں، اور بازاروں مارکیٹوں، وغیرہ کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے کس طرح اللہ تعالیٰ کی تعلیم و حکمت کے نتیجے میں دیا سلائی کی ایک چھوٹی سی ڈبیہ اور اسکی بھی ایک معمولی سی تیلی، اور اسکے بھی سر پر لگے ہوئے معمولی سے مسالے میں بند ہو جاتی ہے، اور ذرہ سی رگڑ کے ساتھ بھڑک اٹھتی ہے، سو اس کے اس مواد کو پیدا کرنا اور انسان کو اس عقل و فکر اور لیاقت و قابلیت سے نوازنا جو اس دہکتی بھڑکتی آگ کو اس طرح بند کر دیتی ہے وغیرہ، سو یہ سب کچھ اس وحدہٗ لاشریک کی قدرت و حکمت، اور اسکی رحمت و عنایت کا کتنا بڑا کرشمہ اور کس قدر عظیم الشان نمونہ و مظہر ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ

۶۲ آگ ایک عظیم الشان متاعِ سفر: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم ہی نے بنایا اس کو ایک عظیم الشان ساماں صحرا کے مسافروں کیلئے۔ "مقوین قواء" سے ماخوذ ہے جس کے معنی صحرا اور چٹیل میدان کے آتے ہیں' اور باب افعال کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اس میں مادہ مجرد میں دخول کے معنی پائے جاتے ہیں' جیسے "اصحر" کے معنی ہیں "دخل الصحراء" یعنی وہ صحرا میں داخل ہوا۔ اور "اسحر" کے معنی ہوں گے "دخل السحر" یعنی وہ سحری کے وقت میں داخل ہوا، اور "اضحی" کے معنی ہوں گے کہ وہ ضحیٰ یعنی چاشت کے وقت میں داخل ہو گیا' اسی طرح "اصبح" اور "امسی" وغیرہ وغیرہ، سو اس اعتبار سے "اقویٰ" کے معنی ہوں گے وہ قواء یعنی صحرا میں داخل ہو گیا اور "مقوین" کے معنی ہوں گے صحرا میں اترنے اور داخل ہونے والے لوگ' پھر صحرا میں داخل ہونے والا شخص چونکہ دوسروں کی نسبت آگ کا زیادہ محتاج ہوتا ہے' کیونکہ اس کو کھانے پکانے اور آگ تاپنے وغیرہ کی عمومی ضرورتوں کے علاوہ اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ آگ جلا کر ایک طرف تو جنگلی درندوں اور دوسرے موذی جانوروں کی ایذاء رسانیوں سے بچ سکے' اور دوسری طرف چلتے مسافروں اور راہگیروں کو بھی اپنے وجود کا پتہ دے سکے' تا کہ اس طرح وہ اپنی دوسری کئی ضرورتوں کی تکمیل کا سامان کر سکے' تو اس طرح اس "مقوی" کے معنی مطلق ضرورت مند کے ہو گئے' سبحان اللہ! کیسی باریکیاں ہیں عربی زبان کی، والحمد للہ رب العالمین۔ بہر کیف آگ کی اس نعمت کو قدرت نے تذکیر و یاد دہانی کا ایک عظیم الشان ذریعہ بنایا تا کہ اسکے ذریعے لوگ اپنے خالق و مالک کی معرفت کے شرف سے مشرف ہو سکیں، اور اس طرح یہ آگ ان کیلئے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ بن جائے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت ہے کہ جو نہ صرف اس شرف سے محروم اور غافل و بے خبر ہے بلکہ کتنے ہی بدبخت ایسے ہیں جنہوں نے اسی آگ کو اپنا معبود قرار دے کر اس کی پوجا شروع کر دی، اور اس طرح انہوں نے دائمی ہلاکت و تباہی کے ہولناک راہ کو اپنایا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾

کے نام (پاک) کی، جو کہ بڑا ہی عظمت والا ہے، ۶۳ ﴿۷۴﴾ پس نہیں، ۶۴ میں قسم کھاتا ہوں ان جگہوں کی جہاں ستارے ڈوبتے ہیں، ۶۵ ﴿۷۵﴾

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ

اور یقیناً یہ ایک بڑی ہی عظیم الشان قسم ہے اگر تم لوگ سمجھو، ۶۶ ﴿۷۶﴾ بے شک یہ قرآن ہے

۶۳ اپنے رب کے نام کی تسبیح وتحمید کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا پس تم تسبیح کرو اپنے رب کے نام کی جو کہ بڑا ہی عظمت والا ہے۔ جس نے یہ سب نعمتیں اپنے بندوں کیلئے پیدا فرمائیں، اور بلاشرکت غیرے پیدا فرمائیں، اور از خود اپنی رحمت وعنایت سے پیدا فرمائیں، اور اس طرح اپنی مخلوق کو ان نعمتوں سے نوازا ہے، سو بحث کے آخر میں اس ارشاد سے پیغمبر کو اور آپ ﷺ کے توسط سے آپ کی امت کے ہر داعیٔ حق کو اس کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے کہ آپ ﷺ اپنے موقف پر ڈٹے رہیں کہ آپ ﷺ بہر حال حق پر ہیں، جہاں تک دلائل کا تعلق ہے تو وہ سب آپس ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کی پشت پر ہیں، لیکن خواہشات کے پجاری جو اندھے بہرے بن کر اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں، وہ حق بات کو سننے ماننے کیلئے تیار نہیں ہو رہے، تو آپ ﷺ ان کی پرواہ کیے بغیر رب کی تسبیح کرتے رہیں، کہ یہ اس کا حق اور اس کی عظمتِ شان کا تقاضا بھی ہے، اور اسی سے آپ کو اس کی نصرت وامداد اور حمایت بھی حاصل ہوگی۔ فسبحان اللہ وبحمدہ و سبحان اللہ العظیم یہاں پر لفظ اسم اس حقیقت کا سراغ دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے بندے کے تعلق اور توسل کا ذریعہ اس کے اسماء حسنیٰ ہی ہیں۔ انہی کی معرفت سے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے سرفراز وسرشار ہو سکتا ہے، جو کہ اصل سرچشمہ ہے صحیح علم وعمل کا۔ وباللہ التوفیق اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی تسبیح وتقدیس کے شرف وشاد کام رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، واکرم الاکرمین

۶۴ قرآنِ حکیم کی صداقت وحقانیت کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا گیا پس نہیں یعنی معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ ان منکروں نے سمجھ رکھا ہے۔ یعنی معاملہ ویسا نہیں جیسا کہ اس قرآن حکیم کے بارے میں تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، کہ کبھی تم اس کو شعر کہتے ہو، کبھی کہانت قرار دیتے ہو، اور کبھی اسے پہلے لوگوں کی کہانیاں اور افسانے بتاتے ہو، کبھی کہتے ہو کہ اسے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) از خود گھڑ کر لاتے ہیں، اور کبھی کہتے ہو کہ کوئی اور ان کو سکھا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ، سو ایسا نہیں اور ہر گز نہیں۔ بلکہ یہ اس پُر حکمت کائنات کے خالق ومالک کا اتارا ہوا کلام ہے۔ سو یہ مطلب ہے "لا اقسم" میں موجود اس لاءِ نافیہ کا، کہ اس میں نفی اس مضمون کی ہو رہی ہے جو کہ فحوائے کلام سے مفہوم ہو رہا ہے، اور یہ بلاغت کا ایک ایسا واضح اور معروف اسلوب ہے جو دنیا کی ہر زبان اور محاورے میں پایا جاتا ہے، خود ہماری زبان میں بھی اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں، چنانچہ ہمارے یہاں لوگ کہتے ہیں نہیں۔ قسم اللہ کی بات ایسے نہیں وغیرہ۔ اس لیے اس لا کے بارے میں جو عام طور پر تفسیروں میں کہا جاتا ہے کہ لا زائدہ ہے وہ صحیح نہیں، پتہ نہیں

ایسے مفسرین کرام ایسے صاف اور واضح اسلوب کو بھول کر ایسی بات کس طرح کہہ دیتے ہیں، جو کہ امر واقع کے خلاف ہے اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر یہ کلمہ زائد اور بے معنی ہے والعیاذ باللہ۔ تو پھر اس کو کلام حکیم قرآن مجید میں لانے کا فائدہ ہی کیا؟ بہرکیف اس لاءِ نافیہ سے منکرین ومخالفین کے ان مزاعم باطلہ کی تردید فرمادی گئی جو وہ قرآن حکیم کے بارے میں رکھتے تھے۔ والعیاذ باللہ جل و علا

۶۵ مواقع نجوم کی قسم کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی جگہوں کی۔ سو ان کا اس طرح ڈوبنا زوال اثر اور وجود موثر کی واضح دلیل اور کھلی نشانی ہے' یعنی یہ سب کچھ حضرت حق جل مجدہ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ ہی کی کرشمہ سازی ہے اور یہ سب کچھ اس نے یونہی عبث اور بے کار نہیں بنایا' بلکہ اس میں نہایت اعلیٰ درجے کی حکمت' اور کامل معقولیت اور مقصدیت کارفرما ہے' اور اسی کی راہنمائی کیلئے اس نے اپنا وہ رسول مبعوث فرمایا جو تمام انبیاء ورسل کا مقتداء وپیشوا اور سب کا خاتم ہے' اور اس پر اس نے اپنا یہ کلام صدق نظام نازل فرمایا' جو کہ سراسر تنزیل اور ایک عظیم الشان و بے مثال اور زندہ جاوید معجزہ ہے' جس پر ایمان لانے اور اسکی تعلیمات کو اپنانے میں تمام بنی نوع انسان کیلئے دارین کی سعادت وسرخروئی کا سامان ہے' اور اسی پر دارین کی فوز وفلاح کا مدار وانحصار ہے' اور اس سے رُوگردانی وانحراف' دراصل دارین کی سعادت وسرخروئی سے روگردانی وانحراف ہے' جس سے بڑھ کر دوسرا کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا' والعیاذ باللہ العظیم، نیز "مواقع النجوم" کا مصداق شیاطین کے وہ ٹھکانے اور ان کی وہ کمین گاہیں بھی ہیں جن پر بیٹھ کر وہ ملاء اعلیٰ کے بھید معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے' اور ان کو شہابِ ثاقب پھینک کر وہاں سے بھگایا جاتا تھا اور نزولِ قرآن کے زمانے میں وحی الٰہی کو شیاطین کی مداخلت سے محفوظ رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہ اہتمام فرمایا تھا کہ جو شیاطین ان کمین گاہوں میں بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے ان کو شہابِ ثاقت مار کر وہاں سے بھگایا جاتا جیسا کہ سورۂ جن میں خود جنوں کی زبان سے ان کا یہ اعتراف نقل فرمایا گیا ہے۔ سو مواقع نجوم کی یہ قسم ایک بڑی عظیم الشان قسم ہے۔ والحمدللہ جَلَّ وَعَلاَ

۶۶ اس قسم کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان: — سو ارشاد فرمایا گیا کہ یقیناً یہ ایک عظیم الشان قسم ہے اگر تم لوگ سمجھو، کہ اس میں اس کے کمالِ قدرت عظیم حکمت اور بے پایاں رحمت کے کیا کچھ نمونے اور شاہکار ہیں' اور اس کی اس رحمت بے پایاں اور حکمت کاملہ ہی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو بے مقصد اور بے کار نہ چھوڑے، سبحانہ و تعالیٰ (المراغی وغیرہ) "مواقع" "موقع" کی جمع ہے جو کہ "وقع" سے ماخوذ ہے جس کے معنی کسی چیز کے گرنے اور زور سے نیچے پڑنے کے ہیں اور "مواقع" سے یہاں پر مراد جیسا کہ اوپر کے حاشیے میں گزرا وہ کمین گاہیں اور ٹھکانے ہیں جن پر ان شیاطین کے تعاقب کیلئے شہابِ ثاقب پھینکے جاتے ہیں جو ملاء اعلیٰ کے بھید معلوم کرنے کیلئے چھپ کر بیٹھے اور کان لگانے کی کوشش کرتے تھے، جیسا کہ سورۂ جن کی آیت نمبر ۸ میں ارشاد فرمایا گیا وَاَنَّا کُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ، یعنی ہم وہاں سننے کیلئے خاص ٹھکانوں پر بیٹھا کرتے تھے، بہرکیف اس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ایک عظیم الشان قسم ہے اگر تم لوگ جانو۔ کیونکہ یہ اپنے اندر اس بات کی عظیم شہادت رکھتی ہے کہ جنات وشیاطین کو عالم بالا تک کوئی رسائی حاصل نہیں ہے، جیسا کہ کاہنوں کا دعویٰ ہے۔ اگر ان میں سے کوئی وہاں پہنچنے کی کوشش کرتا ہے تو قدرت نے اس کی سرکوبی کیلئے عظیم الشان انتظام فرمارکھا ہے۔ سو تم لوگ مانو یا نہ مانو بہرحال اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے ذریعے تمہاری آگہی کیلئے کائنات کا ایک اہم راز بیان فرمادیا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

كَرِيمٌ ۝٧٧ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝٧٨ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا

بڑا ہی عزت (وعظمت) والا ۷۷ (جو ثبت و مندرج ہے) ایک (محفوظ و) پوشیدہ کتاب میں، ف ۶۷ ۷۸ اس کو کوئی چھو نہیں سکتا

الْمُطَهَّرُونَ ۝٧٩ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝٨٠

سوائے ان کے جن کو ہر طرح سے پاک بنایا گیا ہے، ف ۶۸ ۷۹ یہ سراسر اتارا ہوا کلام ہے رب العالمین کی طرف سے ۸۰

۶۷ عظمتِ قرآن کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید در تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ یہ بڑا ہی بلند پایہ قرآن ہے جو محفوظ و مندرج ہے ایک محفوظ کتاب میں۔ یعنی لوحِ محفوظ میں، جو کہ ہر طرح کے شیاطین کی رسائی سے بالا و محفوظ ہے، اسی لئے اس کی طرف کوئی تبدیلی راہ نہیں پا سکتی، سو یہ ایک بڑا ہی محفوظ و مبارک اور عظیم الشان کلام ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک ایسی عظیم الشان کتاب میں محفوظ ہے جس تک اس کے پاک فرشتوں کے سوا کسی کی اور کوئی رسائی نہیں ہو سکتی، اس کو ملائکہ مقربین کے سوا کوئی چھو بھی نہیں سکتا، جنات اور شیاطین وہاں نہیں پھٹک سکتے، اور یہی وہ کتابِ عظیم ہے جس میں انسان کیلئے دنیا و آخرت کی فوز و فلاح اور صلاح و اصلاح کا سامان ہے، اس کے فوائد و منافع کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہاء، اور اس سے محرومی سعادتِ دارین سے محرومی ہے، والعیاذ باللہ العظیم، بہر کیف اس ارشاد سے عظمتِ قرآن کو واضح فرمایا گیا ہے کہ یہ بڑی ہی باعزت اور نہایت ہی برتر و بلند پایہ کلام ہے، جس سے کاہنوں اور شیطانوں کے القاء کا کوئی تعلق ہی نہیں ہو سکتا، ملائکہ مقربین کے سوا اس کو کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔ اور یہ شان اس کتابِ حکیم کے سوا اور کسی کتاب کی نہ ہوئی نہ ہو سکتی ہے، پس اس سے اعراض و روگردانی سعادتِ دارین سے محرومی اور محرومیوں کی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۶۸ عظمتِ قرآن کے ایک اور اہم اور خاص پہلو کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس کو پاکیزہ لوگوں کے سوا کوئی چھو بھی نہیں سکتا یعنی اس قرآن حکیم کو جو کہ مصحف کی صورت میں موجود ہے اس کو وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو کہ جنابت اور حدث سے پاک ہوں اور نفی اس صورت میں نہی کے معنی میں ہوگی، پس طہارت کے بغیر قرآن کریم کو چھونا جائز نہیں اور یہی قول ہے جمہور فقہاء و مفسرین کا جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عطا رحمۃ اللہ علیہ، ہ زہری رحمۃ اللہ علیہ، نخعی رحمۃ اللہ علیہ، حماد رحمۃ اللہ علیہ، اور فقہاء اربعہ کا، اور اسی کی تائید بعض روایات سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے لَا تَمَسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَنْتَ طَاهِرٌ اجب کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کچھ دوسرے حضرات کے نزدیک یہاں ضمیر کا مرجع قرآن کریم نہیں لوحِ محفوظ ہے، اور "مطہرون" سے مراد فرشتے ہیں پس ان کے نزدیک "مُحْدِث" کے لئے مسِ قرآن ممنوع نہیں، اور اس رائے کے حامی بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اگر قرآن پاک کو ہاتھ لگانے یا اس کی کسی سورت یا آیت کی تلاوت کرنے یا حوالہ دینے کے لئے بھی اگر آدمی کا طاہر اور مطہر ہونا لازمی قرار دیا جائے تو یہ غلو پر مبنی اور تکلیف مالا یطاق کے قبیل سے ہوگا جو دینِ فطرت کے مزاج کے خلاف ہے، اور سیاق و سباق سے اسی قول و احتمال کی تائید ہوتی ہے کہ یہاں پر "مطہرون" سے مراد فرشتے ہیں، والعلم عند اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ

تو کیا تم لوگ اسی کلام (صدق نظام) سے لاپرواہی برت رہے ہو؟ ف۶۹ ﴿۸۱﴾ اور تم نے اپنی روزی ہی

رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ

یہ بنا رکھی ہے کہ تم اسے جھٹلاتے جاؤ؟ ف۷۰ ﴿۸۲﴾ سو کیوں نہیں ہوتا (اس وقت) جب کہ روح (جانکنی کے موقع پر)

۶۹ منکرینِ قرآن کے رویے پر اظہارِ تعجب وافسوس:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور منکرین کے رویے پر تعجب اور افسوس کے اظہار کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگ اس کلام کے بارے میں لاپرواہی برتتے ہو؟ کہ کوئی اس کی توہین وتکذیب کرے اور تمہیں ٹس سے مس نہ ہو، کیا ایسے لازوال وبے مثال اور عظیم الشان کلام کا مقتضاء یہی ہے؟ والعیاذ باللہ "مدھنون" ، "ادھان" سے ماخوذ ہے جس کے معنی کسی چیز کے بارے میں اغماض، لاپرواہی بے نیازی، اور سہل انگاری برتنے کے آتے ہیں، سو قرآنِ حکیم کی عظمتِ شان کو واضح کرنے کے بعد باندازِ تعجب یہ سوال کیا گیا کہ کیا تم لوگ اس کلام حق ترجمان کے بارے میں ایسی لاپرواہی برتتے ہو اور اس کو تم کاہنوں کی طرح کا کلام قرار دے کر نظر انداز کرتے ہو، تم لوگ کتنے بدذوق، بے بصیرت، اور بے انصاف اور ناشکرے لوگ ہو، اور اپنے اس طرزِ عمل سے تم لوگ اپنے لیے کس قدر سخت محرومی اور ہولناک خسارے کا سامان کرتے ہو؟ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس ارشاد سے منکرین کے رویے پر اظہار افسوس وتعجب کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جس کتاب کو تمہارے رب نے اس قدر اہتمام کے ساتھ اور تمہاری ہدایت وراہنمائی کے لیے نازل فرمایا ہے اس سے تم لوگ اس طرح منہ موڑتے اور لاپرواہی برتتے ہو۔ یہ کس قدر بے قدری اور کتنی بڑی ناشکری اور محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

۷۰ انکار وتکذیبِ حق پر منکرین کی تحمیق وتجہیل کا ذکر وبیان:۔ سو منکرین سے خطاب کرکے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگوں نے اس کی تکذیب کو اپنی روزی بنا رکھا ہے اور تم لوگ اس کے جھٹلانے پر ہی کمربستہ ہو تو کیا اپنے رب اور اپنے خالق ومالک کی بخشش وعطاء اور اپنے منعمِ حقیقی کی نعمتوں کے شکر کا تقاضا یہی ہے کہ تم اس کے کلام کی تکذیب کرو؟ یا رزق کے معنی یہاں پر "حظ" اور نصیب کے ہیں۔ یعنی کیا قرآن پاک کے بارے میں تم نے اپنا حصہ اور نصیب یہی بنا رکھا ہے کہ بجائے ماننے اور ایمان لانے کے تم اس کی تکذیب کرو؟ (محاسن، خازن، ابن کثیر، وغیرہ) نیز اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ رزق سے مراد خود وحی الٰہی یعنی قرآن حکیم ہے۔ کیونکہ یہ قلب وروح کی غذا اور روزی ہے اور قدیم صحیفوں میں وحی الٰہی کو جگہ جگہ رزق ہی سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور خود قرآن حکیم میں بھی اس کے کئی ثبوت اور شواہد موجود ہیں۔ جیسا کہ سورۂ انفال کی چوبیسویں آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ لبیک کہو' تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر جبکہ وہ تم کو بلائے اس چیز کی طرف جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔" سو اس صورت میں آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مائدہ آسمانی اتارا تاکہ اس کے ذریعے تم حیاتِ جاوداں پاسکو مگر تم ہو کہ اس کو جھٹلاتے ہو۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وّضلال، وسُوءٍ وّانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، وھو الھادی الی سواء الصّراط

الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ

حلق کو پہنچ جاتی ہے ﴿۸۳﴾ اور تم اس وقت (پاس بیٹھے) دیکھ رہے ہوتے ہو؟ ۱ ﴿۸۴﴾ اور ہم

اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ

(اس وقت) اس کے تم سے بھی کہیں زیادہ قریب ہوتے ہیں ۲ مگر تم دیکھ نہیں سکتے ۳ ﴿۸۵﴾ سو اگر

اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ

واقعی تمہارا کوئی حساب کتاب ہونے والا نہیں ﴿۸۶﴾ تو تم اس (روح) کو لوٹا کیوں نہیں دیتے اگر تم

صٰدِقِیْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۸۸﴾

سچے ہو؟ (اپنے قول و قرار میں) ۴ ﴿۸۷﴾ پھر اگر وہ مرنے والا مقربین میں سے ہوگا ۵ ﴿۸۸﴾

فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ

تو اس کے لئے ایک عظیم الشان راحت، عمدہ روزی، ۶ اور نعمتوں بھری جنت ہوگی ۷ ﴿۸۹﴾ اور اگر

۱ وقتِ نزع کی تذکیر و یاددہانی کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا اور نزع کے وقت انسان کی بے کسی اور بے بسی کی تصویر کا ذکر و بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب روح حلق کو پہنچ جاتی ہے اور اس وقت تم دیکھ رہے ہوتے ہو یعنی تم دیکھ رہے ہوتے ہو، جانکنی کے اس منظر اور موت کی اس سختی کو جس سے مرنے والا دوچار ہوتا ہے' مگر تم کچھ نہیں کر سکتے' حالانکہ وہ تمہارے سامنے ایڑیاں رگڑ رہا ہوتا ہے' وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ ۝ اور ہمارے فرشتے تمہارے سامنے اس کی جان قبض کر رہے ہوتے ہیں' اور تم لوگ اس وقت عاجزی اور بے چارگی کی تصویر بنے اس کے پاس کھڑے ہوتے ہو' تو پھر تم لوگ کس طرح کس منہ سے' اور کس اساس و بنیاد پر کہتے ہو کہ ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں' اور ہم دنیا میں جو چاہیں کریں کوئی حساب کتاب ہونے والا نہیں وغیرہ وغیرہ' والعیاذ باللہ العظیم من کل سوء و زیغ و ضلال سو تم لوگ خاتمۂ حیات اور نزع کے اس وقت کو ہمیشہ یاد رکھو، اور اس کیلئے تیاری کرو، وباللہ التوفیق لما یحب و یرید بکل حالٍ من الاحوال، سبحانہ و تعالیٰ

۲ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے سے انتہائی قرب کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت ہم اس کے تم سے بھی، کہیں زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے علم لامحدود اور قدرتِ لامتناہی کے اعتبار سے، علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے ہمارے وہ فرشتے اس کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جو اس کی جان قبض کرنے کے لئے آئے ہوتے ہیں' جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَ هُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ (ابن کثیر، خازن وغیرہ) بہر کیف ارشاد فرمایا گیا کہ نزع کے اس وقت میں جبکہ تم لوگ اس مبتلاءِ نزع شخص کے بالکل قریب جمع ہوتے ہو، ہم تم سے بھی کہیں زیادہ اس کے قریب

ہوتے ہیں، لیکن تم ہم کو دیکھ نہیں سکتے۔ تم کو اپنے ڈاکٹر کا ہاتھ تو نظر آتا ہے لیکن ہمارے فرشتے کا ہاتھ نظر نہیں آتا، اور تم نہیں دیکھ سکتے کہ ہمارا فرشتہ کس چابک دستی سے اس کی جان نکال لیتا ہے اور تم لوگ بے بسی کی تصویر بنے اس کے سامنے موجود ہوتے ہو۔

۴۲ **انسان کے عجز اور بے بسی کے ایک نمونے کا ذکر و بیان:-** چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ نزع کے اس ہولناک وقت میں ہم تم سے بھی اس شخص کے کہیں زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تم لوگ دیکھ نہیں سکتے۔ یعنی نہ تم ہمارے اس قرب کو دیکھ سکتے ہو، اور نہ ہی تم ہماری قدرت کو پہچان سکتے ہو (جامع البیان، خازن، وغیرہ) کہ یہ سب کچھ تمہارے بس سے باہر ہے اور نور ایمان سے محرومی کے نتیجے میں تم لوگ اندھے ہو، اور نہ ہی تم ہمارے ان فرشتوں کو دیکھ سکتے ہو جو اس موقع پر وہاں موجود ہوتے ہیں کہ تم اس سب سے عاجز اور بے بس ہو، کیونکہ تمہاری نگاہیں ظواہر اور مادیات ہی میں اٹکی اور الجھی رہتی ہیں جس کے نتیجے میں تمہیں ڈاکٹر کا ہاتھ تو نظر آتا ہے مگر ہمارے وہ فرشتے تمہیں نظر نہیں آتے جو اس کی جان قبض کر رہے ہوتے ہیں سو اس سے نور ایمان ویقین سے محروم انسان کی کوتاہ بینی اور اسکے اندھے پن کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین،

۴۳ **منکرین کے عجز اور ان کی بے بسی کا ذکر و بیان:-** سو ارشاد فرمایا گیا اور ان کے عجز اور بے بسی کے اظہار و بیان کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ اس جان کو لوٹا کیوں نہیں دیتے اگر تم سچے ہو؟ یعنی اپنی اس بات میں کہ نہ تم کسی کے محکوم ہو اور نہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ کوئی حساب کتاب ہونا ہے، اور جب تم اتنے عاجز اور اس قدر بے بس ہو تو یقین جان لو کہ تمہارے اوپر ایک ایسی قادرِ مطلق ہستی موجود ہے، جس کے قبضۂ قدرت واختیار میں تمہاری جان اور تمہاری ہر چیز کی باگ ڈور ہے، پس اس پر ایمان لا کر تم اس کی پکڑ سے بچنے کی فکر کرو، اسی میں تمہاری خیر اور تمہارا بھلا ہے، دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی۔ ورنہ اس حقیقت کے انکار سے تم لوگ اپنا ہی نقصان کرو گے، والعیاذ باللہ العظیم۔

۴۴ **مقربین کے لیے ابدی راحت وسرور کا مژدۂ جانفزا:-** سو ارشاد فرمایا گیا کہ مقربین کے لئے ایک عظیم الشان راحت اور ابدی سرور ہو گا یعنی تنوین تعظیم کے لئے ہے سو جو مقربین میں سے ہو گا اس کے لئے ایک ایسی عظیم الشان راحت ہو گی جس کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ وہاں کی ہر چیز اور ہر نعمت اتنی بڑی اور اس قدر عظیم الشان ہو گی کہ اس دنیا میں کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا، اللہ نصیب فرمائے، آمین، بہر کیف اس سے ان منکرین کا رد فرما دیا گیا جو کہتے ہیں کہ زندگی تو بس دنیاوی زندگی ہے اور بس اس کے بعد ختم ہو جائیں گے۔ سو اس کے رد میں فرمایا گیا کہ تم لوگ اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ جو مر گیا ختم ہو گیا اور اس کا قصہ ہمیشہ کے لئے تمام ہو گیا، سو ایسے نہیں بلکہ اس کے برعکس اصل صورتحال یہ ہے کہ زندگی کا اصل اور حقیقی مرحلہ تو اس کے بعد ہی آئے گا، پس مرنے والا اگر مقربین میں سے ہوا تو اس کیلئے ابدی راحت وسرور کا سامان اور نعمتوں بھری جنت ہو گی، ریحان کے اصل معنی تو پھول کے ہیں لیکن یہ لفظ اپنے لوازم یعنی خوشبو اور سرور کیلئے بھی استعمال ہے اور یہاں پر یہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین

۷۶ مقربین کیلئے عمدہ روزی کی بشارت کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور عمدہ روزی و سرور بھی ۔ ریحان کے معنی روزی کے بھی کیے گئے ہیں اور خوشبو و سرور کے بھی اور جیسا کہ اوپر ے حاشیے میں بھی گزرا اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں ہی اللہ پاک کی وہ عظیم الشان نعمتیں ہیں، وہ ان سے وہاں پر اپنے فضل وکرم سے اپنے نیک بندوں کو نوازے گا اور سرفراز فرمائے گا جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ انتقال کے وقت رحمت کے فرشتے اس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح جو کہ اس پاکیزہ جسم میں رہی، تو نے اسے آباد رکھا پس اب تو نکل چل ایک عظیم الشان راحت و روزی اور اپنے اس رب کی طرف جو کہ غصے میں نہیں ہے۔ فَاخْرُجِیْ اِلٰی رَوْحٍ وَّ رَیْحَانٍ وَّرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَان (ابن کثیر، مراغی وغیرہ) اور سنن ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ملک الموت جب کسی نیک بندے کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو ان کے ساتھ پانچ سو ایسے فرشتے ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں خوشبودار ڈالیوں کے گچھے ہوتے ہیں، جن میں سے ہر ڈالی پر بیس رنگ ہوتے ہیں، اور ہر رنگ کی خوشبو دوسرے سے مختلف اور جدا ہوتی ہے، سو جنت کی اس خوشبو کے جلو میں ایسے خوش نصیب حضرات کی روحیں قبض ہوتی ہیں، (جامع البیان وغیرہ) سبحان اللہ ! کیا کہنے اس اکرم الاکرمین کے انعام و اکرام اور بخشش وعطا کے، فَلَهُ الْحَمْدُ و له الشکر قبل کل شی و بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ اے اللہ! بے نہایت رحمت اور لامحدود کرم والے اللہ! محض اپنے فضل وکرم سے مجھے میرے بیوی بچوں کو اور میرے بہن بھائیوں میرے اساتذہ و مشائخ اور دوسرے تعلق داروں اور جملہ اہل ایمان کو اپنی ان عظیم الشان رحمتوں اور نعمتوں کا اہل بنا دے اور ان سے سرفراز فرما دے اور محض اپنے فضل وکرم سے ان کا اہل بنا دے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے ۔ آمین ثم آمین، یا رب العالمین ، وارحم الراحمین ، و اکرم الا کرمین ۔

۷۷ نعمتوں بھری جنتوں کی بشارت کا ذکر و بیان: ۔ سو مقربین کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان کیلئے نعمتوں بھری جنتیں ہونگی جن میں وہ سب کچھ ہوگا جو ان کے دل چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی اور مقربین سے یہاں پر مراد وہی خوش نصیب ہیں جن کو اس سورۂ کریمہ کے شروع میں "السابقون" کے وصف کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے، (القرطبی) سو ان خوش نصیبوں کو ان کے انتقال کے وقت ان تینوں نعمتوں کی خوشخبری سنا دی جائے گی (جامع البیان وغیرہ) جس سے وہ اللہ سے ملنا اور اس کے حضور حاضری و پیشی کو پسند کریں گے اور جس کو انتقال کے وقت یہ سعادت نصیب ہوگئی اس کا کام بن گیا، اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا ارحم الراحمین کیونکہ حدیث میں فرمایا گیا جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اس سے ملنا پسند کرے گا اور جو اللہ سے ملنا ناپسند کرے گا اللہ اس سے ملنا ناپسند کرے گا تو اس پر حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اللہ سے ملنا اور اس کے حضور پیشی کا ذریعہ تو موت ہے اور موت کو تو ہر کوئی طبعی طور پر ناپسند کرتا ہے، تو پھر اللہ سے ملاقات کو پسند کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ نیک آدمی کو جب وہاں پر ملنے والی نعمتیں دکھائی جاتی ہیں تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ مجھے جلد اللہ کے حضور لے چلو، جبکہ برے آدمی کو وہاں کے عذاب وغیرہ کے مناظر دکھائے جاتے ہیں تو وہ خوف کے مارے کہتا ہے مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ تو اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اسکے نتیجے میں اللہ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتا ہے ۔ سبحانہ و تعالیٰ

كَانَ مِنْ أَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩٠﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ

وہ دائیں جانب والوں میں سے ہوگا ﴿۹۰﴾ تو (اس سے کہا جائے گا کہ) سلام ہو تم کو

أَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿٩١﴾ وَأَمَّآ إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ

کہ تم دائیں جانب والوں میں سے ہو، و۷۸ ﴿۹۱﴾ اور اگر وہ جھٹلانے والے

الضَّآلِّيْنَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٩٣﴾ وَّتَصْلِيَةُ

گمراہوں میں سے ہوگا ﴿۹۲﴾ تو اس کے لئے مہمانی ہوگی ایک کھولتے ہوئے ہولناک پانی سے و۷۹ ﴿۹۳﴾ اور اس کو گھسنا (اور داخل ہونا) ہوگا

جَحِيْمٍ ﴿٩٤﴾ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحْ

(دوزخ کی دہکتی) بھڑکتی آگ میں و۸۰ ﴿۹۴﴾ بے شک یہ سب کچھ (جو کہ ذکر و بیان ہوا) قطعی طور پر حق ہے، و۸۱ ﴿۹۵﴾ پس تم تسبیح کرواپنے ع ۳ ۲۲ ۱۶

بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٩٦﴾

رب کے نام (پاک) کی و۸۲ جو کہ بڑا ہی عظمت والا ہے، و۸۳ ﴿۹۶﴾

۷۸ اصحاب یمین کیلئے سلام ہی سلام کی خوشخبری کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر وہ اصحاب یمین میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا سلام تمہارے لیے یعنی تمہارے بھائیوں کی جانب سے، نیز یہ کہ تمہارے لئے عذاب سے نجات و سلامتی ہے، اور تیسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سلام ہو آپ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب و یمین کی طرف سے کہ وہ عذاب سے بچ گئے اور نجات و سلامتی کی نعمت سے سرفراز ہو گئے، لہٰذا آپ انکی فکر نہ کریں تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی نصیب ہوگی (کبیر، محاسن، جامع، صفوه، وغیرہ) فَصَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ اور اس کا ایک اور مطلب جو بعض اہل علم نے بیان کیا ہے اور جو دل کو زیادہ لگتا ہے یہ ہے کہ یہاں پر کلمہ من کا تعلق سلام سے نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ لک کی ضمیر خطاب کے بیان کیلئے ہے سو اس اعتبار سے اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ سلامتی ہو تیرے لئے اے صاحب یمین اور اس سلام اور سلامتی کے اندر وہ سب کچھ ہے جو اوپر اصحاب یمین کے مرتبہ سے متعلق بیان ہوا ہے سو اس سے اس کو ان تمام نعمتوں سے سرفرازی کی خوشخبری سنادی جائے گی جو "اصحاب یمین" کیلئے مقرر ہونگی۔ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۷۹ اصحاب شمال کی اولین ضیافت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جھٹلانے والوں کیلئے کھولتے پانی کی ضیافت ہوگی۔ جو اس کو زقوم کے کھانے کے بعد پینا ہوگا، سو جس کافر و منکر کا انجام آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں یہ ہونے والا ہے، اس کو اگر دنیا جہان کی ساری دولت بھی مل جائے تو بھی اس کو کیا ملا؟ اور وہ کس قدر محروم اور بد نصیب ہے، والعیاذ باللہ،

سوتکذیب وانکار حق کا جرم بہت بڑا جرم ہے اور اس کا نتیجہ وانجام بڑا ہی ہولناک اور انتہائی برا ہوگا، والعیاذ باللہ العظیم ۔سواس ارشاد سے اصحاب شمال کے انجام کو بیان فرمایا گیا ہے جو کہ بڑا ہی ہولناک انجام ہوگا لیکن یہاں پر ان کا ذکر اصحاب شمال کے عنوان کی بجائے "المکذبین الضالین" کے الفاظ سے فرمایا گیا ہے، تاکہ ان کے انجام کے ساتھ ساتھ اس کے اصل سبب اور باعث کا بھی ذکر ہو جائے جس کے نتیجے میں ان کو اس ہولناک انجام سے دوچار ہونا پڑا اور یہاں پر "نُزُل" کے لفظ سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ان بدبختوں کے کھولتے پانی سے یہ تواضع ان کی اولین ضیافت کی طور پر ہوگی اس کے بعد ان کو جہنم کے اصل عذاب میں جھونک دیا جائے گا کیونکہ نُزل اس اولین ضیافت کو کہا جاتا ہے جو مہمان کے اولین قدوم اور ابتدائی آمد کے موقع پر اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے، حضرات اہل علم اس کی تعریف اس طرح کے الفاظ سے کرتے ہیں "النزل هو اول شی یقدم للضیف عند نزوله" (التسہیل لعلوم التنزیل) سوجن بدبختوں کی نزول اور ان کی اولین ضیافت کا یہ حال ہوگا ان کی شقاوت و بدبختی کا اندازہ ہی کون کرسکتا ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے۔آمین ثم آمین،یارب العالمین،واکرم الاکرمین

۸۰ اصحاب شمال کا انجام دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ۔ والعیاذ باللہ: سوارشاد فرمایا گیا اور ان کو گھسنا ہوگا دوزخ کی اس دہکتی بھڑکتی آگ میں جو کہ ان پر چاروں طرف سے چھا رہی ہوگی' اور جس میں ایسے منکروں اور کافروں کو ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا' سوکفر سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں کہ اس میں دارین کہ ہلاکت وتباہی ہے اور ایمان ویقین کی دولت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں کہ یہ دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ اور واحد ذریعہ ووسیلہ ہے' بہرکیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ ان لوگوں کی اولین ضیافت کھولتے پانی سے ہوگی، اور اس کے بعد اصل عذاب کے لئے ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا جہاں یہ ہمیشہ ہمیش جلتے بھنتے رہیں گے اپنے اس کفروانکار اور تکذیب وضلالت کے نتیجے میں جس کو انہوں نے زندگی بھر اپنائے رکھا تھا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

۸۱ یہ سب کچھ قطعی طور پر حق ہے:- جس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ وہ سراسر حق اور یقین ہے اور یہ اضافت اضافت موصوف الی الصفۃ کے قبیل سے ہے،"ای الیقین الحق" جیسے"دارالآخرۃ" اور"الدارالآخرۃ" میں پایا جاتا ہے (محاسن التاویل، وغیرہ) بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ جو باتیں اوپر بیان ہوئی ہیں یہ سب قطعی اور یقینی حقائق ہیں' ان میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں' جو ہٹ دھرم ان کو نہیں مان رہے وہ اپنی ہی ہلاکت وبربادی اور دائمی تباہی کا سامان کررہے ہیں' والعیاذ باللہ العظیم ۔سوقیامت کے اس یوم فصل وتمیز میں لوگوں کے درمیان ان کے عقائد واعمال کے اعتبار سے اس طرح تقسیم ہوگی اور لوگ اسی طرح مختلف گروہوں میں بٹ کر اپنے کیے کرائے کا صلہ وبدلہ پائیں گے تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں

۸۲ اپنے رب کے نام کی تسبیح کا حکم وارشاد:- سوارشاد فرمایا گیا کہ پس آپ تسبیح کرو اپنے رب کے نام کی جو کہ بڑا ہی عظیم ہے کہ وہ پاک ہے ہر نقص وعیب سے اور ہر شریک اور شرک کے شائبے سے، نیز وہ پاک ہے اس سے کہ اس نے اس کائنات کو یونہی بے مقصد پیدا کرلیا ہو فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ، سورب کے نام پاک کی تسبیح ایک تو اس کے حق بندگی

کا تقاضا ہے اور دوسری طرف یہ راہِ حق میں صبر واستقامت سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ بھی ہے، پس منکرین ومکذبین اگر نہیں مانتے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور اپنے رب سے لو لگائے رکھو، اور اسی کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہا کرو کہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلاً. وباللّٰه التوفيق لما يحب و يريد ، و على مايحب ويريد ، هو الهادى الى سواءِ السبيل، سبحانه و تعالىٰ، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین

۸۳ اللہ بڑا ہی عظمت والا ہے۔ سبحانه و تعالىٰ :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ تسبیح کرو تم اپنے رب کے نام کی جو بڑا ہی عظمت والا ہے سبحانه و تعالىٰ اور اتنی بڑی عظمت والا ہے کہ اس کی عظمت کا کوئی کنارہ نہیں، روایات میں ہے کہ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھ دو اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدے میں پڑھا کرو اسی لیے رکوع وسجود میں یہ دونوں تسبیحات پڑھی جاتی ہیں (اخرجہ احمد، وابوداؤد، ابن ماجہ، عن عقبۃ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ وارضا، ابن کثیر، مراغی، روح، قرطبی وغیرہ) فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ عَدَدَ مَا يُحِبُّ وَيَرْضَاهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى، وَاِلٰى اَنْ يَّرِثَ اللّٰهُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نواله ،

❁ ❁ ❁

حکایتِ عبرت وبصیرت :- مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ واقعہ کی تفسیر کے خاتمے کے اس مبارک موقع پر حکمتِ ایمانی اور انوارِ عبرت وبصیرت سے معمور ولبریز وہ حکایت بھی نقل کر دوں جو اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ومنقول ہے، روایات میں وارد ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے جب کہ آپ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا اپنے گناہوں کی، پھر انہوں نے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا اپنے رب کی رحمت، انہوں نے پوچھا کیا آپ کے لیے کسی طبیب کو بلائیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان طبیبوں نے ہی تو مجھے مرض میں مبتلا کیا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا آپ کیلئے کسی عطا کا حکم دے دیں؟ تو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے جواب دیا مجھے اس کی ضرورت نہیں، انہوں نے فرمایا کیا آپ کی بیٹیوں کو دے دیں؟ تو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ ان کو بھی اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے ان کو سورۂ واقعہ پڑھنے کی تعلیم وتلقین کر دی ہے، اور میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو کوئی سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے گا اس کو کبھی فاقہ لاحق نہیں ہوگا۔ (مدارک التنزيل للامام النسفى، و معارف القرآن وغیرہ وغیرہ) واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين الذى عليه نتوكل وبه نستعين.

❁ ❁ ❁

☆—— ۶ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۰ جون ۱۹۹۸ء بروز منگل بوقت ساڑھے پانچ بجے شام سطوہ دبی، والحمد لله رب العالمین فَاِنَّهٗ لَا تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ اِلَّا بِتَوْفِيقٍ منه جل وعلافله الحمدوله الشكر بكل حالٍ مِّنَ الاحوال

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۲۳ صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۶ جون ۱۹۹۹ء بروز اتوار وقت سوا چھ بجے شام۔ سطوہ دبی، والحمدلله رب العالمین. الذی شرَّفنی بهذا العمل الجلیل، من تفسیر کتابه العزیز الکریم فایاه نسأل القبول والسَّدَادَ

☆—— آخری پروف ریڈنگ ۶ رجب ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰ جون ۲۰۰۹ء بروز منگل، بوقت سوا دو بجے دن، مدنی منزل معمورہ ءِ المدنی، (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر پاکستان۔ والحمد لله رب العالمین فی بدایة کل شئی، ونهایته فهو الاهل للحمد فی الاولی والأخرة، فله الحمد وله الشکر بکل حالٍ من الاحوال، وعلی ماشرَّفنی بهذا العمل العظیم الجلیل، من تفسیر کتابه العزیز الکریم فایاه نسأل القبول، ومزیداً من التَّوفیق

اَللّٰهُمَّ !

اِنَّا نَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ،

اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ، اَنْ

تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا، وَنُوْرَصُدُوْرِنَا وَجَلَاءَ هُمُوْمِنَا

وَغُمُوْمِنَا، وَاَنْ تَجْعَلَ آخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنْ اُوْلٰنَا، وَاَنْ تَجْعَلَنَا مِنَ

الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ، اِنَّکَ

اَنْتَ مَوْلَانَا، وَلَا مَوْلٰی لَنَا سِوَاکَ تَبَارَکْتَ

وَتَعَالَیْتَ وَاَنْتَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ

الْمَغْفِرَةِ، فَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَذُنُوْبَا

بَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا، وَاَزْوَاجِنَا

وَذُرِّیّٰتِنَا مِنَ النَّارِ،

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ،

ایاتھا ۲۹ ۵۷ سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۴ رکوعاتھا ۴

سورۂ حدید مدنی ہے اور اس کی انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے،

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ

اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے ف۱ وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے ف۲ اور وہی ہے بڑا زبردست، ف۳

الْحَكِیْمُ ۝۱ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَ

نہایت حکمت والا ف۴ ۝۱ اسی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی، ف۵ وہی زندگی بخشتا اور

ف۱ تسبیح کا معنی و مفہوم:۔ تسبیح کا اصل مفہوم ہے تنزیہ، یعنی وہ وحدہٗ لاشریک ہر شائبہ نقص و عیب سے پاک ہے۔ اور وہ اس سے بھی پاک اور اعلیٰ و بالا ہے کہ کوئی بھی ہستی کسی بھی درجے میں اسکی شریک اور سہیم ہو۔ سو ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے ہر اس چیز سے جو اسکی شان اقدس اعلیٰ کے لائق نہ ہو، خواہ وہ کوئی قول ہو یا فعل' نیز وہ پاک ہے ہر قسم کے شرک اور شائبہ شرک سے، نیز وہ پاک ہے اس سے کہ اس نے اس کائنات کو عبث و بے کار بنایا ہو، سبحانہ و تعالیٰ، سو وہ ہر نقص و عیب اور قصور و کوتاہی سے پاک ہر خوبی کا مالک ہے، تبارک و تعالیٰ۔ سو تسبیح میں نفی اور سلب کا پہلو نمایاں ہوتا ہے یعنی وہ ہر قسم کے نقص و عیب اور ہر شائبہ شرک و ریب سے پاک ہے اور حمد میں اثبات و وجود کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، یعنی وہ ہر حمد و خوبی کا مستحق و سزاوار اور اس موصوف و متصف ہے، اسلئے سبحان اللہ و بحمدہ میں یہ دونوں ہی چیزیں یکجا موجود ہیں، اور یہ صرف اسی وحدہ لاشریک کی شان اقدس و اعلیٰ ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ پس اس میں بندوں کیلئے یہ درس عظیم ہے کہ وہ بھی ہمیشہ اس کی تسبیح و تحمید میں مشغول اور اس سے رطب اللسان رہیں۔ کہ یہ اس خالق کل اور مالک مطلق کا اسکے بندہ برحق بھی ہے اور اسی میں ضرور ان کا بھلا بھی ہے، دنیا و آخرت دونوں میں، و باللہ التوفیق و مایحب و یرید،

ف۲ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے، سبحانہ و تعالیٰ:۔ سو اسی حقیقت کی تصریح کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ زمین و آسمان کی سب مخلوق اس کی پاکی بیان کرتی ہے یعنی ساری مخلوق اور پوری کائنات اس کی تسبیح و تحمید میں محو و منہمک ہے خواہ لسان حال سے یا لسان قال سے، جل و علا شانہ، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۴۴ پ ۱۵) یعنی اسی کے لیے تسبیح کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری مخلوق جو ان کے اندر پائی جاتی ہے، اور کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے بلاشبہ وہ بڑا ہی بردبار اور

نہایت ہی درگزر کرنے والا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس اس کے جو بندے اس کی تسبیح وتحمید سے سرشار ہوتے ہیں ان کو ساری کائنات کے ساتھ ہم آہنگی نصیب ہوتی ہے جس سے ان کی زندگی مبارک ومسعود بن جاتی ہے و باللہ التوفیق لما یحب و یرید

۳ اللہ تعالیٰ بڑا ہی زبردست ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ:- سو ارشاد فرمایا گیا اور اسلوب حصر وقصر میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہے بڑا زبردست۔ ایسا زبردست کہ وہ جو چاہے کرے اسکے آگے نہ کسی کی چل سکتی ہے اور نہ کوئی اس میں رکاوٹ بن سکتا ہے سبحانہ و تعالیٰ، سو سچی اور حقیقی عزت اسی کو مل سکتی ہے جو صدق دل سے اس کا بن جائے اللہ توفیق بخشے آمین، اور جو کوئی اس کی بارگاہ اقدس واعلیٰ سے منہ موڑے گا وہ کہیں بھی عزت نہیں پا سکے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس سے مشرکین کے بہت سے مشرکانہ تصورات و خیالات کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ والحمد للہ جل وعلا۔ بہرکیف یہ ایک اٹل اور بنیادی حقیقت ہے کہ سچی اور حقیقی عزت انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور انہی کو نصیب ہو سکتی ہے جو ایمان و یقین کی دولت سے سرفراز ہوتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے سرشار ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ صحیح تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

۴ وہ نہایت ہی حکمت والا ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ:- سو ارشاد فرمایا گیا اور بطور حصر وقصر ارشاد فرمایا گیا کہ وہ نہایت ہی حکمت والا ہے۔ پس اس کا ہر کام انتہاء درجے کی حکمت پر مبنی ہوتا ہے خواہ کسی کی اس تک رسائی ہو سکے یا نہ ہو سکے اور کوئی اس کو جان سکے یا نہ جان سکے۔ جَلَّ جَلَالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ، اور جب عزیز وحکیم وہی وحدہ لاشریک ہے اس کے سوا یہ دونوں صفتیں اور کسی میں بھی نہیں پائی جا سکتیں تو پھر معبود برحق بھی وہی وحدہٗ لاشریک ہے، اس کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں ہو سکتا اور ہر تعریف کا حقدار بھی وہی ہے، اور اس کے کلام حکمت نظام کا بھی کوئی مثل اور متبادل نہیں ہو سکتا، اور وہی کلام منبع حکمت اور مصدر عزت ہے۔ پس جو لوگ اس وحدہٗ لاشریک اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکی کتاب عزیز پر سچا پکا ایمان و یقین رکھتے ہیں وہی اصل حقیقی اور سچی عزت وعظمت اور دولت حکمت سے سرفراز وسرشار ہیں اور اسکے برعکس جو اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں وہ بہر حال آپ حقیقی عزت وعظمت اور حکمت ودانش سے محروم اور طرح طرح کے اندھیروں میں مستغرق ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال

۵ اسی کی بادشاہی ہے، سبحانہ و تعالیٰ:- سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ اسی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی یعنی اس پوری کائنات کی بادشاہی۔ کہ اسکی بادشاہی حقیقی ابدی دائمی اور کامل ہے، اور یہ اسی کی اور صرف اسی وحدہ لاشریک کی صفت وشان ہے، سبحانہ و تعالیٰ، سو آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات میں دوسرا کوئی بھی نہ اسکا شریک ہے، نہ ہو سکتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ، اور مخلوق میں سے جس کو بھی اس دنیا میں کوئی عارضی اور وقتی بادشاہی ملتی ہے وہ سب اسی کی عطا وبخشش سے ملتی ہے اور وہ بھی اسباب کے درجے میں، کہ یہ دنیا ہے ہی دار الاسباب۔ پس جن لوگوں نے اسباب کے خلاف مردہ ہستیوں کے نام سے جو مختلف "سرکاریں" طرح طرح کے فرضی ناموں سے بنا رکھی ہیں وہ سب سراسر خرافات اور شرکیات کا پلندہ ہے۔ "والعیاذ باللہ العظیم" ۔ پس کائنات پوری میں بادشاہی اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ، حاکم حقیقی بھی وہی ہے، اور مالک وملک بھی وہی۔ جل جلالہ

يُمِيتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ② هُوَ الْأَوَّلُ

موت دیتا ہے ۶ اور وہی ہے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ۷ ② وہی اول ۸

وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

وہی آخر ۹ وہی ظاہر ۱۰ وہی باطن ۱۱ اور وہی ہے ہر چیز کو

عَلِيمٌ ③ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ

پوری طرح جاننے والا ۱۲ ③ وہ (اللہ) وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین (کی اس حکمتوں بھری کائنات) کو

فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا

چھ دنوں (کی مدت) میں ۱۳ پھر وہ مستوی (وجلوہ افروز) ہوا عرش پر ۱۴ وہ جانتا ہے وہ

يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

سب کچھ جو کہ داخل ہوتا ہے زمین میں ۱۵ اور وہ سب کچھ بھی جو کہ اس سے نکلتا ہے ۱۶ اور جو کچھ کہ اترتا ہے

مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ

آسمان سے ۱۷ اور جو چڑھتا ہے اس میں ۱۸ اور وہ بہر حال تمہارے ساتھ ہے (اے لوگو!) جہاں بھی

۶ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے۔ پس اس کی مخلوق میں سے کسی کے بارے میں بھی زندگی اور موت بخشنے کی یہ صفت ماننا شرک ہوگا' جیسا کہ بعض جاہل کلمہ گو کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں بزرگ یا قبر یا آستانے کی توہین کی تو اس نے اس کو مار دیا' وغیرہ وغیرہ، والعياذ بالله العظيم، سو زندگی بخشنے اور موت دینے کے تمام اختیارات اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہیں، اور یہ اختیار جب اس کے سوا اور کسی کے اختیار میں بھی قبضہ نہیں تو پھر معبود برحق بھی اسکے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور اس کے سوا کسی بھی دوسری ہستی سے زندگی بخشنے کی توقع رکھنا یا موت سے ڈرنا نری حماقت اور جہالت ہے۔ کہ زندگی اور موت کے سب اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہیں، سبحانہ و تعالیٰ

۷ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ پس وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے، اور اسکے سوا اور کسی کی بھی یہ شان نہیں ہوسکتی، بلکہ باقی سب عاجز ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہوں' اور کہیں کے بھی ہوں' کہ قادرِ مطلق وہی وحدہ لاشریک ہے، سبحانہ و تعالیٰ، وہ جو چاہے، جب چاہے، اور جیسا چاہے کرے' نہ اس کیلئے کوئی مشکل، اور نہ کوئی رکاوٹ، اور اس کی شان کن فیکون کی شان ہے، اور جب یہ شان اس کے سوا کسی کی بھی نہیں ہوسکتی،

تو پھر معبود برحق بھی اسکے سوا کوئی نہیں ہوسکتا سواس پوری کائنات کا خالق و مالک بھی وہی ہے، اور اس میں حاکم و متصرف بھی وہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ

۸ وہی اول ہے، سبحانہ و تعالیٰ: - ہر چیز سے، کہ جب کچھ نہیں تھا وہ تھا اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھا، سبحانہ و تعالیٰ، سو احاطہءِ قدرت کے ذکر و بیان کے بعد اب یہ اس کے احاطہ علم کا بیان فرمایا ہے سو اس کی قدرت بھی کامل اور اس کا علم بھی محیط اور کامل ہے، سبحانہ و تعالیٰ ہر چیز کا آغاز اسی نے فرمایا اور ہر چیز کا وجود اسی کی شان عطاء و بخشش کا رہین منت ہے۔ پس سب خالق و مالک اور حاکم و متصرف وہی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ فایاہ نعبدہ فعلیہ نتوکل وبہ نستعین جل جلالہ وعم نوالہ

۹ اور وہی آخر ہے، سبحانہ و تعالیٰ: - کہ وہ جس طرح ہمیشہ سے ہے اسی طرح ہمیشہ کیلئے رہے گا، سو سب سے آخر میں جب کچھ بھی باقی نہ رہے گا وہ موجود ہوگا کہ وہ ازلی و ابدی ہے۔ عزوجل، اسی نے ہر چیز کا آغاز کیا اور اسی کی طرف ہر چیز کو لوٹنا ہے، جب باقی نہ رہے گا وہ موجود ہوگا کہ وہ ازلی و ابدی ہے۔ عزّ و جل، اسی نے ہر چیز کا آغاز کیا اور اسی کی طرف ہر چیز کو لوٹنا ہے جب کچھ نہیں تھا وہ تھا اور جب کچھ نہیں ہوگا وہ ہوگا اور یہ شان اس وحدہ لاشریک ہی کی ہے، اور اسی کی ہوسکتی ہے، اس کے سوا کوئی اور ایسی ہستی نہ ہے نہ ہوسکتی ہے پس معبود برحق بھی اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا، یہیں سے معرفتِ خداوندی اور عقیدۂ توحید کے بارے میں دو اہم اور بنیادی حقیقتیں بھی واضح ہو جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے سرفرازی کا ذریعہ اس کے اسماء و صفات میں ہیں، اور دوسری یہ کہ قرآن حکیم کے سوا عقیدۂ توحید کی دولت اور کہیں سے ملنا ممکن نہیں، کیونکہ ایسی مقدس تعلیمات کا اور کوئی ماخذ ہے ہی نہیں۔ پس جو لوگ اس کتابِ حکیم کے نور سے محروم ہیں وہ سراسر اندھیروں میں ہیں، وہ اپنے آپ کو خواہ کچھ بھی سمجھتے ہوں اور علم و ہنر اور روشن خیالی کے کتنے ہی بلند بانگ دعوے کیوں نہ کرتے ہوں لیکن حق اور حقیقت بہر حال یہی ہے کہ وہ سراسر اندھیروں میں ڈوبے ہوئے اور نورِ حق و ہدایت سے محروم اور بے بہرہ ہیں، والعیاذ باللہ العظیم مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّ ضَلَالٍ،

۱۰ وہی ظاہر ہے، سبحانہ و تعالیٰ: - اپنی قدرت کے آثار و مظاہر کے اعتبار سے، اور اس طور پر اور اس حد تک کہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ اسکے وجود باجود اور اسکی وحدانیت مطلقہ کی پکار پکار کر گواہی دے رہا ہے، جَلَّ جَلَالُہٗ وَ عَمَّ نَوالُہٗ، سو یہ کائنات پوری اور اسکے اندر موجود اور پائی جانے والی ہر چیز اپنی زبان حال سے اسکی گواہی دے رہی ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ جیسا کہ کہا گیا۔ وفی کل شی لہ شاھد۔ یدل علی انہ واحد، یعنی ہر چیز میں ایک شاہد اور گواہ موجود ہے جو اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ وہ واحد اور یکتا ہے، نہ اسکی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک و سہیم ہوسکتا ہے اور نہ اسکے حقوق و اختیارات میں، اور جیسا کہ کہا گیا کہ ہر گیاہے کز زمین روید۔ وحدہ لاشریک می گوید۔ یعنی ہر پودا جو زمین سے اگتا ہے وہ وحدہ لاشریک کہتا ہوا اگتا ہے سبحانہٗ و تعالیٰ

۱۱ اور وہی باطن ہے، سبحانہ و تعالیٰ: - اپنی حقیقت اور کنہ ذات کے اعتبار سے، کہ وہ انسانی عقل و ادراک کے احاطہ سے وراء الوراء ہے، سبحانہ و تعالیٰ اور اسکی شان قدس ہے، لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ یعنی نگاہیں اسکا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہی احاطہ کرتا ہے نگاہوں کا، اور وہی ہے انتہائی باریک بین بڑا ہی باخبر۔

اور نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے۔ انت الاول فلیس قبلک شیء وانت الآخر فلیس بعدک شیء، وانت الظاھر فلیس فوقک شیء، و انت الباطن فلیس دونک شیء (رواہ احمد والترمذی وغیرہ) یعنی تو ہی پہلا ہے تجھ سے پہلے کوئی نہیں، اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی نہیں، اور ''تو ہی'' اے ہمارے مالک! ایسا ظاہر ہے کہ کوئی چیز تجھ سے اوپر نہیں، اور ''تو ہی'' ایسا باطن ہے کہ کوئی چیز تجھ سے اوجھل نہیں، سبحانہ و تعالیٰ، سو شان ظہور میں بھی کمال، اور شانِ خفا میں بھی کمال۔ یہ اسی وحدہ لاشریک کی شان بے مثال ہے، سبحانہ و تعالیٰ (لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ) دوسری کوئی ہستی ایسی نہ ہے نہ ہو سکتی ہے جو اس شانِ اقدس واعلیٰ کا کوئی شمہ بھی اپنے اندر رکھتی ہو، پس معبود برحق وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ،

۱۲ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور وہی ہے جو چیز کو پوری طرح جانتا ہے، اور اس کے سوا اور کوئی اگر کسی چیز کو جانے گا بھی تو اس صرف کے ظاہری اور مادی پہلو کے اعتبار ہی سے جانے گا' اور وہ بھی اس کے کچھ ہی پہلوؤں کے لحاظ سے اور بس۔ ارشاد ہوتا ہے يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ (الروم: ۷ پ ۲۱) یعنی یہ لوگ دنیاوی زندگی کے ظاہری پہلو ہی کو جانیں گے اور یہ آخرت سے غافل اور بے خبر ہیں، جبکہ وہ ہر چیز کو اس کے ظاہر و باطن اور حال و مآل ہر اعتبار سے جانتا ہے اور ایک برابر جانتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ، سو ہر چیز کو جاننا اور ہر اعتبار سے اور پوری طرح جاننا اسی وحدہ لاشریک کی شانِ امتیاز اور صفتِ انفراد ہے دوسری کوئی بھی ایسی ہستی نہ کبھی ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے جو ہر چیز کو ہر اعتبار سے جانتی ہو اور یہ اس لیے کہ وہی ہر چیز کا خالق اور موجد ہے اور خالق کا اپنی مخلوقات میں سے ہر چیز کو جاننا اور اسکے ہر پہلو سے اور پوری طرح سے جاننا تخلیق کا ایک طبعی اور لازمی تقاضا ہے۔ ارشاد ہوتا اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ یعنی ''کیا وہی نہیں جانے جس نے پیدا کیا جبکہ وہ بڑا ہی باریک بین اور پوری طرح باخبر ہے''؟ پس اس سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہو سکتی، سبحانہ و تعالیٰ

۱۳ کائنات کی تخلیق چھ دنوں میں، اور اس سے مقصود و مراد؟:۔ کائنات کا وجود اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت اور اس کی رحمت وعنایت کا ایک عظیم الشان اور بے مثال مظہر اور نمونہ ہے سو اس کی عظمت کی وضاحتِ مزید کے طور پر تخلیق کائنات کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ وہ وہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں۔ یعنی اتنی مقدار وقت میں' کیونکہ آسمان و زمین کی تخلیق سے قبل یہ معروف دن تو تھے ہی نہیں' اور ہو سکتے ہی نہیں تھے' کیونکہ ان کا وجود تو سورج کے طلوع وغروب سے وابستہ ہے' اور وہ زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل متصور ہی نہیں' اور ان چھ دنوں کی حقیقت کا پورا اور صحیح علم بھی اسی وحدہ لاشریک ہی کو ہے' اسی لئے حضرات اہل علم ان کو چھ خدائی دنوں سے تعبیر کرتے ہیں اب وہ خدائی کیسے نہیں تو اس کا احاطہ وعلم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ پھر اس مقدار وقت میں جو حکمتیں پوشیدہ ہیں ان کا ادراک واحاطہ بھی وہی وحدہ لاشریک کر سکتا ہے' ورنہ اس کی قدرت لا متناہی تو کسی وقت کی محتاج نہیں' کہ اس کی شان تو ''کن فیکون'' کی شان ہے، وہ اگر چاہے تو لمحہ بھر کے اندر ایسے لاکھوں کروڑوں آسمان وزمین بنا دے، کہ اس کا معاملہ اسباب و وسائل کا محتاج نہیں، بلکہ وہاں صرف حکم دینا ہوتا ہے اور بس جیسا کہ

دوسرے مقام پر اس بارہ ارشاد فرمایا گیا، اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ o (یٰسین:۸۲پ۲۳) یعنی وہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرمادیتا ہے تو اسے اس کیلئے صرف کُن کہنا ہوتا ہے یعنی ہو جائے تو اسکے نتیجے میں وہ کام ہو چکا ہوتا ہے بہرکیف تخلیق کائنات کے اس ذکرو بیان سے حضرت حق جل مجدہ کی مذکورہ بالا صفات کی مزید وضاحت ہوجاتی ہے۔وہ کیسی عظیم الشان قدرت وحکمت، رحمت وعنایت، اورعطاء وبخشش والا ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ فایاہ نعبدہ وبہ نستعین جل جلا لہ و عم نوالہ

۱۴ کائنات میں حاکم و متصرف بھی اللہ ہی ہے، سبحانہ و تعالیٰ:۔سوارشادفرمایا گیا کہ پھر وہ مستوی ہوا عرش پر۔جیسا کہ اس کی شانِ اقدس واعلیٰ کے لائق ہے بغیر کسی تمثیل وتکییف کے سواس سے اس کے احاطہءِ علم وقدرت کی مزید تفصیل بیان فرمادی گئی اور یہ بھی واضح فرمادیا گیا کہ اس نے آسمانوں اورزمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اوران کو پیدا کرنے کے بعد ایسا نہیں کہ ان کا انتظام وہ دوسروں کے حوالے کر کے خود الگ ہو بیٹھا ہو، سو نہیں ایسا بلکہ اس کے بعد وہ خود عرش پر جلوہ فرما ہوا اور اس سارے کارخانہءِ ہست وبود کی دیکھ بھال وہ خود ہی کرتا ہے اوراس کا سارانظام وہ اپنے حکم وارشاد سے خود چلاتا ہے سواس ساری کائنات کا خالق و مالک بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اوراس میں حاکم و متصرف بھی وہی ہے۔اس میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں بلکہ وہ ہر لحاظ سے واحد و یکتا ہے۔

۱۵ زمین میں اترنے والی ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ:۔سوارشادفرمایا گیا کہ وہ جانتا ہے وہ سب کچھ جو کہ داخل ہوتا ہے زمین میں۔ بارش کے قطرے' پانی کے سوتے' اشیاء کے بیج' اور مردے وغیرہ وغیرہ، سو یہ اس کے کمالِ علم کی مزید وضاحت ہے کہ وہ نہایت باریک بینی اور جزرسی کے ساتھ اپنی مملکت کی دیکھ بھال کرتا اور اس کا نظام چلاتا ہے' اس کی مملکت کی کوئی چیز اس سے مخفی اوراوجھل نہیں ہے' زمین میں جو کچھ داخل ہوتا ہے وہ اس کی ایک ایک چیز کو جانتا ہے' سبحانہ و تعالیٰ' اور یہ کہ زمین پراترنے والی یہ چیز کہاں اورکس حال میں ہے۔اسکو وہ پوری طرح جانتا ہے اور جب اس کی اس صفت میں کوئی شریک و سہیم نہ ہے نہ ہوسکتا ہے تو پھر اس کی عبادت و بندگی میں بھی کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں ہوسکتا۔پس معبود برحق بھی وہی اور صرف وہی ہے اور عبادت وبندگی کی ہر قسم اوراس کی ہر شکل اسی کا اورصرف اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے۔سبحانہ و تعالیٰ' جل وعلا'

۱۶ زمین سے نکلنے والی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔سبحانہ و تعالیٰ:۔سوارشادفرمایا گیا اوروصاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا یہ وہ سب کچھ بھی جو کہ اس سے نکلتا ہے۔یعنی طرح طرح کی کھیتیاں' انگوریاں' پھل پھول' ہیرے جواہر' اور کانیں' وغیرہ وغیرہ، سو یہ سب کچھ اسکے علم میں ہے ان میں سے کوئی بھی چیز اس سے مخفی نہیں۔سبحانہ و تعالیٰ۔پس وہ صرف کلیات کا عالم نہیں بلکہ کلیات کی طرح جزئیات بھی اس کے علم میں ہیں۔سو یہ اسکے کمال علم کا ایک پہلو ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے، اور پوری طرح جانتا ہے۔اور جب اس کی اس صفت میں نہ کوئی شریک وسہیم ہے نہ ہوسکتا ہے، تو پھر اس کی عبادت وبندگی میں بھی کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں ہوسکتا۔پس معبود برحق بھی وہی اورصرف وہی ہے' اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اوراسکی ہر شکل اسی کا اورصرف اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے۔سبحانہ و تعالیٰ

۱۷ آسمان سے اترنے والی ہر چیز بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔سبحانہ و تعالیٰ:۔چنانچہ ارشاد فرمایا گیا

کہ وہ جانتا ہے ہر اس چیز کو جو اترتی ہے آسمان سے اس سے واضح فرما دیا گیا کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہر اس چیز کو جانتا ہے جو آسمان سے اترتی ہے، خواہ وہ جاندار ہو تب بھی جیسے فرشتے' یا معنوی اور احکام اور بارش وغیرہ، سو وہ ان سب کو پوری طرح اور ایک ایک کو برابر جانتا ہے' سبحانه و تعالیٰ، اور جب ان میں سے ہر چیز اسکے حکم وارشاد ہی سے اترتی ہے تو پھر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ان میں کوئی بھی چیز اس کے علم سے باہر ہو؟ سو سب کچھ اسی کے قبضۂ قدرت واختیار میں اور اسی کے احاطۂ علم وخبر میں ہے، اور اس میں کوئی بھی اس کا شریک وسہیم نہیں۔ پس معبود برحق بھی وہی وحدہ لاشریک ہے، اور اس پوری کائنات پر حکم وتصرف بھی اسی کا اور صرف اسی کا ہے سبحانه و تعالیٰ۔ اس کی کسی بھی شان میں کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں۔ وہ ہر لحاظ سے یکتا اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ سبحانه و تعالیٰ. فعلیه نتوکل وبه نستعین

۱۸ آسمان کی طرف چڑھنے والی ہر چیز بھی اللہ کے علم میں ہے، سبحانه و تعالیٰ:۔ سو اس سے اس حقیقت کو بھی واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے اور پوری طرح جانتا ہے جو چڑھتی ہے آسمان کی طرف' جیسے فرشتے' اعمال خیر، اور دعوات صالحہ وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ط اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ط وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ (فاطر:۱۰پ۲۲) یعنی اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور نیک عمل اس کو اوپر اٹھاتا ہے۔ سبحان الله! جس خالق و مالک کی صفت اور شان اور اس کے کمال علم کا مرتبہ ومقام یہ ہے آج کا جاہل مسلمان اس کو دنیاوی بادشاہوں اور حکمرانوں پر قیاس کر کے اس کے لئے طرح طرح کے خود ساختہ اور من گھڑت واسطے اور وسیلے ڈھونڈتا ہے، اور اس پر وہ اپنے مشرکانہ عقائد کی دیوار کھڑی کرتا ہے۔ والعیاذُ بالله العظیم ۔ سو اس طرح کے تمام مشرکانہ تصورات اہل بدعت کی ٹیڑھی کھوپڑیوں کی ایجاد اور ان کی مت ماری کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ اس طرح کے ہر مشرکانہ تصور سے پاک اور اعلیٰ اور بالا ہے، سبحانه و تعالیٰ، پس اس کو ویسے ہی مانا جائے جیسا کہ وہ اپنے بارے میں وہ خود بتائے، سبحانهٗ وتعالیٰ یا اسکے بارے میں اسکے رسول بتائیں، علیه الصلوٰة والسلام جن کی طرف اس کی وحی آتی ہے۔ تصور سے وحی آتی ہے' پس صحت وسلامتی اور نجات وفلاح کی راہ یہی اور صرف یہی ہے۔ وبالله التوفیق لما یحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیٰوة، وبه نستعین،

--------------------❁❁❁--------------------

اَللّٰهُمَّ !

اِجْعَلْنَا كَمَا يَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ، فَاِنَّكَ اَنْتَ تُجِيْبُ عَبْدَكَ اِذَا دَعَاكَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ، اٰمِرًا عِبَادَكَ وَمُرْشِدًا اِيَّاهُمْ "اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"

--------------------❁❁❁--------------------

مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ

تم ہوؤ گے، ۱۹ اور اللہ پوری طرح دیکھ رہا ہے ان تمام کاموں کو جو تم لوگ کرتے ہو ۲۰ ﴿۴﴾ اسی کے لئے ہے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

بادشاہی آسمانوں اور زمین کی　اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں

الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ

سب امور ۲۱ ﴿۵﴾ وہی داخل کرتا ہے رات کو دن میں ۲۲ ﴿۶﴾ اور دن کو داخل کرتا ہے

۱۹ معیتِ الٰہیہ اور اس کی دو قسموں کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا وہ تمہارے ساتھ ہے اے لوگو! جہاں بھی تم ہو گے یعنی اپنے علم وقدرت کے اعتبار سے۔ پس نہ تو تمہاری کوئی چیز اور تمہاری کوئی حالت و کیفیت اس سے پوشیدہ رہ سکتی ہے اور نہ ہی تم اس کی گرفت و پکڑ سے کہیں بھاگ سکتے ہو سبحانہ و تعالیٰ سو تم لوگ جہاں بھی ہوتے ہو اس کی نگاہ میں ہوتے ہو اور تمہاری کوئی بھی حالت اور کیفیت اس سے مخفی اور مستور نہیں ہو سکتی۔ سبحانہ و تعالیٰ اور یہ معیت معیتِ عامہ جو سب کے ساتھ شامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت سے کوئی بھی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ جبکہ اس کی معیت کی دوسری قسم معیت خاصہ ہے جو کہ اس کی نصرت و امداد اور تائید و حمایت سے عبارت ہے وہ صرف اہل حق اور اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں دوسرے مختلف مقامات پر ذکر وارشاد فرمایا گیا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۰﴾ (التوبہ: ۳۶ پ ۱۰) یعنی ''یقین جانو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔'' نیز ارشاد فرمایا گیا۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج (الآیۃ) (التوبہ: ۴۰ پ ۱۰) سو ایسی آیات کریمات میں مذکورہ معیت سے وہ خاصہ مراد ہے جو عبارت ہے اللہ پاک کی نصرت و امداد اور اس کی رحمت و عنایت سے جو کہ درحقیقت یعنی تم غم نہ کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے'' بہر کیف اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ وہ تم سب کے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہوؤ گے پس اسی کا لازمی اور بدیہی تقاضا ہے کہ ہمیشہ اس کے ساتھ اپنا تعلق و معاملہ صحیح اور درست رکھو۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال، سبحانہ و تعالیٰ،

۲۰ اللہ تعالیٰ سب کاموں کو دیکھ رہا ہے، سبحانہ و تعالیٰ:- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا اور پوری طرح دیکھ رہا ہے تمہارے سب کاموں کو۔ پس تمہیں تمہارے اس کے حضور جوابدہ ہونا ہوگا' نیک اعمال کے صلے میں وہ تم کو اپنے فضل و کرم سے ایسی ایسی نعمتوں سے نوازے گا جن کا تم یہاں تصور بھی نہیں کر سکتے، اور برے اعمال پر وہاں تمہیں ایسے عذابوں سے سابقہ پڑے گا، اور اس اس طور پر کہ اس دنیا میں کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا' والعیاذ باللہ العظیم، سو تم لوگ جو بھی کچھ کرتے ہو وہ اس کو پوری

طرح دیکھ رہا ہے اس لیے ہمیشہ اس سے اپنا معاملہ صحیح رکھنے کی فکر و کوشش میں رہا کرو، وباللہ التوفیق ۔ بہرکیف اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور اپنی قدرت کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے تمام کاموں پر نگاہ رکھے ہوئے ہے کوئی شخص کسی بھی اعتبار سے اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہوسکتا۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس اپنا معاملہ ہمیشہ اسکے ساتھ صحیح رکھو کہ یہی چیز اصل اور اساس ہے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کی، وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید ، بکل حالٍ من الا حوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ. وھو العزیز الوھاب،

۲۱ سب کا مرجع و ماذی بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے: - سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سب امور۔ اس دنیا میں بھی، کہ ہوتا وہی کچھ ہے جو اس کو منظور ہوتا ہے اور آخرت میں بھی' تا کہ ہر کوئی اپنے کیے کرائے کا پورا پورا صلہ و بدلہ پا سکے' سو صرف یہی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف و آگاہ ہے اور بس' نہیں بلکہ جملہ امور کا ماذی اور مرجع بھی وہی وحدہ لاشریک ہے، سارے کام اسی کے اذن و حکم سے ہوتے ہیں، اور پھر ان سب کی رپورٹ بھی اسی کے آگے پیش ہوتی ہے اس کے کارندے جملہ ہدایات کے لئے اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنی کارگزاریاں اسی کے حضور پیش کرتے ہیں' سو سب کا مرجع و ماذی وہی وحدہ لاشریک ہے سبحانہ و تعالیٰ۔ نہ کوئی ایسا مالک اور خود مختار ہے کہ جو چاہے کرے، نہ کوئی اپنی صوابدید پر سب کچھ کرنے کا مجاز و مختار ہے اور نہ کوئی اس کے حضور مسئولیت اور جوابدہی سے بری ہوسکتا ہے۔ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ پس سارا دھیان ہمیشہ اسی پر رہے کہ اپنے اس خالق و مالک کے ساتھ ہمارا معاملہ صحیح اور درست۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلیٰ ما یحب و یرید، بِکُلِّ حالٍ مِّنَ الْاَحْوَال،

۲۲ اللہ تعالیٰ ہی داخل کرتا ہے رات کو دن میں۔ سبحانہ و تعالیٰ: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہی داخل کرتا ہے رات کو دن میں اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے۔ جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے اور رات اور دن کے ادلنے بدلنے کا یہ عمل ہے اور لگاتار جاری رہتا ہے سو ایک واضح اور بین ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ ہر وقت اپنی کائنات پر نگاہ رکھے ہوئے ہے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی مخلوق کی کارسازی فرماتا رہتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ سو رات اور دن کے ادلنے بدلنے کا یہ پرحکمت نظام جو اس قدر پابندی اور اتنی باریکی سے چل رہا ہے اور مسلسل اور لگاتار چل رہا ہے یہ نہ از خود اور اپنے آپ چل رہا اور نہ ہی اس کو اس وحدہ لاشریک کے سوا کوئی چلا رہا ہے اور نہ کبھی چلا سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کی قدرت و حکمت اور اسی کی رحمت و عنایت کا ایک عظیم الشان اور کھلا مظہر ہے۔ اور یہ دلیل ثبوت ہے اس کی وحدانیت و یکتائی کا۔ پس اس کی عبادت و بندگی میں بھی کوئی کسی بھی درجے میں اس کا شریک و سہیم نہیں ہوسکتا، سبحانہٗ وتعالیٰ۔ فایاہ نعبد وبہ نستعین، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وَخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَان

❁❁❁

فِی الَّیۡلِ ؕ وَ ہُوَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۶﴾ اٰمِنُوۡا

رات میں، ۲۳ اور وہی ہے جاننے والا دلوں کے رازوں کو، ۲۴ ﴿۶﴾ ایمان لاؤ تم لوگ

بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَکُمۡ مُّسۡتَخۡلَفِیۡنَ

اللہ پر اور اس کے رسول پر، ۲۵ اور خرچ کرو تم لوگ اس مال میں سے جس میں اللہ نے تم کو جانشین بنایا ہے (اپنے فضل و کرم سے) ۲۶

۲۳ اور اسی کی شان ہے دن کو داخل کرنا رات میں، سبحانہ و تعالیٰ: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہی داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ جس سے رات بڑی ہو جاتی ہے اور یہ سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اور مسلسل و لگاتار ہو رہا ہے، اور جب ان میں سے کسی بھی کام میں کوئی اسکا شریک و سہیم نہیں، تو پھر اسکی عبادت و بندگی میں کوئی اسکا شریک و سہیم کس طرح ہو سکتا ہے؟ سو اپنی اس کائنات کا خالق و مالک بھی تنہا وہی وحدہ لاشریک ہے، اور اس میں حاکم و متصرف بھی وہی ہے، اور ہر طرح کی عبادت و بندگی بھی اسی کا اور صرف اسی کا حق ہے، سبحانہ و تعالیٰ، بہر کیف رات اور دن کا یہ ہیر پھیر اور ادل بدل حضرت حق جل مجدہ کی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ اور رحمت و عنایتِ شاملہ کا ایک عظیم الشان مظہر و شاہکار ہے۔ اگر انسان اپنے سامنے موجود اور ہر وقت موجود اسی ایک مظہر میں صحیح طور پر غور و فکر سے کام لے تو اسکے دل و دماغ اور عقل و فکر کی دنیا ایمان و یقین کے نور سے روشن و منور ہو جائے اور اس کی دنیا بھی بن جائے اور و آخرت سنور جائے لیکن مشکل اور مشکلوں کی مشکل یہ ہے کہ انسان اور منکر و غافل انسان غور و فکر سے کام لیتا ہی نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، و یاارحم الراحمین، و یااکرم الاکرمین، و یامن بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ،

۲۴ اللہ دلوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ: - چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا وہ پوری طرح جانتا ہے دلوں کے بھیدوں کو۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سبحان اللہ، جس مالک الملک کے علم اور اس کی قدرت و حکمت کی یہ شان ہے کہ وہ انسانوں کے دلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے اس کے بارے میں دورِ حاضر کا بدعتی ملاں کہتا ہے کہ تم اس تک اپنی دُعاء و درخواست براہ راست خود نہیں پہنچا سکتے، جب تک کہ تم اس کے لئے کوئی وسیلہ نہ پکڑو، اور اپنے اس مفروضے کے لئے وہ اپنی طرف سے نت نئے فلسفے گھڑ کر کہتا ہے کہ صاف جس طرح تم کسی دنیاوی بادشاہ، گورنر بلکہ ڈی سی ایس پی تک خود نہیں پہنچ سکتے اور اگر پہنچ بھی جاؤ تو تمہاری وہاں کوئی شنوائی نہیں ہوتی اور تمہیں لازمی طور پر کوئی وسیلہ پکڑنا پڑتا ہے، اسی طرح ماوشما قسم کے لوگ بغیر کسی وسیلے اور واسطے کے از خود اور براہِ راست اللہ تک نہیں پہنچ سکتے، استغفر اللہ، بھلا دنیا کی عاجز مخلوق پر اس خدائے پاک کو قیاس کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ جو اپنے بندوں کے ساتھ بلکہ ہر ایک سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اور وہ ان کے دلوں کے چھپے رازوں اور بھیدوں سے بھی واقف و آگاہ ہے، اور جس کے نہ تو علم و قدرت کا کوئی کنارہ ہے اور نہ ہی اس کی رحمت و عنایت اور عطاء و بخشش کا کوئی ٹھکانا۔ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا کَبِیۡرًا۔ سو حضرت حق جل مجدہ کو مخلوق پر

قیاس کر کے ایسی مثالیں گھڑنا خرابیوں کی خرابی اور طرح طرح کے مفاسد و مفاتن کی جڑ بنیاد ہے، والعیاذ باللہ، اسی لئے قرآن حکیم نے اس سے صاف و صریح طور پر منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰهِ الۡاَمۡثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (النحل: ۷۴ پ ۱۴) یعنی تم لوگ اللہ کیلئے از خود مثالیں مت بیان کرو کہ بے شک اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے، سو تم جو بھی کوئی مثال بیان کرو گے وہ مخلوق کے دائرے میں اور مخلوق ہی کے مناسب حال ہوگی، کہ تمہاری کھوپڑی بہر حال مخلوق اور محدود ہے، جب کہ اللہ پاک مخلوق کے دائرہ سے وراء الوراء اور خالق و مالک ہے، سبحانہ و تعالیٰ، اس کو ویسے ہی مانو جیسا کہ وہ اپنے بارے میں خود بتائے یا اس کا رسول بتائے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، و علی مایحب ویرید،

۲۵ سچے اور صحیح ایمان کے حکم و ارشاد کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ صدق دل سے ایمان لاؤ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول، پر ''آمِنُوۡا'' کا خطاب اگر چہ بظاہر عام ہے لیکن قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ روئے سخن دراصل خام قسم کے مسلمانوں اور ان منافقوں کی طرف ہے جو زبانی کلامی طور پر ایمان تو لے آئے تھے لیکن اس ایمان کے تقاضوں سے کنی کتراتے تھے۔ سو ان سے فرمایا گیا کہ تم لوگ صدق دل سے ایمان لے آؤ اللہ اور اس کے رسول پر، کہ اللہ پاک وحدہ لاشریک ہے، اور اس کا رسول سچا ہے، ان تمام امور میں جو اس نے اللہ پاک کی طرف سے اس کے بندوں تک پہنچائے ہیں، اور یہ کہ فوز و فلاح اللہ پاک اور اس کے رسول پر سچے پکے ایمان اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری ہی پر موقوف ہے۔ سو ''اٰمِنُوۡا'' کا خطاب اگر چہ عام ہے لیکن آگے کے قرآئن سے پتہ چلتا ہے کہ روئے سخن دراصل ان خام مسلمانوں اور منافقوں کی طرف ہے، جو زبانی کلامی ایمان کا دعویٰ تو کرتے اور اس کا دم بھرتے تھے، لیکن جب ان سے انفاق اور جہاد فی سبیل اللہ کا مطالبہ کیا گیا تو وہ جھوٹے ثابت ہوئے اور وہ ان سے کترانے اور منہ چھپانے لگے، سو ایسے لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگ سچے دل سے ایمان لاؤ، اور اپنے ایمان و عقیدے کے تقاضے پورے کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو کہ ایمان و یقین کے تقاضے پورے کرنے کا فائدہ بہر حال ایمان والوں ہی کو پہنچتا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید،

۳۶ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب ایک خاص پہلو سے: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اور خرچ کرو تم لوگ اس مال میں سے جس میں تم کو اللہ نے جانشین بنایا ہے۔ یعنی اپنا، کہ اس نے تمہیں اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر اس دنیا میں بھیجا، اور تمہیں اس مال دولت میں تصرف و تملک کا حق و اختیار دیا نیز اس نے تمہیں ان لوگوں کا جانشین بنایا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، کہ یہ مال و دولت وغیرہ اس سے پہلے ان ہی لوگوں، کے پاس تھا پھر ان کے انتقال کے بعد یہ تمہیں ملا، اسی طرح تمہارے بعد یہ دوسروں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا، پس اس فرصت تملک و اختیار کو غنیمت سمجھتے ہوئے تم اس کو راہ حق و صواب میں خرچ کرو، تا کہ خود تمہارا بھلا ہو، (روح، ابن جریر، التسہیل لعلوم التنزیل، محاسن التاویل، خازن، ابوالسعود، وغیرہ) کہنے والے نے کیا خوب کہا۔ وَمَا الۡمَالُ وَالۡاَهۡلُ اِلَّا وَدَائِعٌ. وَلَا بُدَّ یَوۡمًا اَنۡ تُرَدَّ الۡوَدَائِعُ ۔ یعنی ''یہ مال و دولت تو محض امانتیں ہیں اور ان امانتوں کو ایک نہ ایک دن بہر حال واپس لوٹانا ہے۔'' اور ایک اعرابی سے جب کہ وہ اپنے اونٹوں کو چرا رہا تھا پوچھا گیا کہ یہ اونٹ کس کے ہیں؟ (لِمَنۡ هٰذِهِ الۡاِبِلُ) تو اس نے فوراً جواب دیا کہ یہ اللہ کا مال ہے جو بطور امانت عارضی طور پر میرے پاس ہے۔

''ھی للہ عندی امانۃ '' (حاشیہ مع البیان) سبحان اللہ ! فطرت صحیح وسلیم ہو تو انسان کے منہ سے حق بات کس صحت وصفائی کے ساتھ فوری طور پر نکلتی ہے اگرچہ وہ ایک عامی اور ان پڑھ شخص ہی کیوں نہ ہو، لیکن جب فطرت مسخ ہو جاتی ہے اور مت ماردی جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ، تو پھر انسان کو سیدھی بات بھی الٹی نظر آنے لگتی ہے، اور وہ الٹا اس غلط بات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے شرکیہ فلسفے بگھارنے لگتا ہے، یہاں تک کہ وہ صاف وصریح نصوص کریمہ میں بھی تاویل وتحریف سے کام لینے لگتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم، بہرکیف اس ارشاد سے ایک طرف تو اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ انفاق فی سبیل اللہ ایمان ویقین کا بدیہی اور لازمی تقاضا ہے، اور دوسری طرف اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت سے بھی آگہی بخش دی گئی کہ انسان کے پاس جو بھی کچھ مال و دولت ہے وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کا دیا بخشا اور اس کے پاس محض ایک امانت ودیعت ہے جس نے آخرکار بہرحال اس کے قبضہ وتصرف سے نکل جانا ہے۔ پس عقل وخرد کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کو اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا کے لیے خرچ کر دے قبل اس سے کہ یہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے وباللہ التوفیق لما یحب ویرید۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

اَللّٰھُمَّ !

اِنَّا نَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ، اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ،

اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ، اَنْ

تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا، وَنُوْرَ صُدُوْرِنَا وَجَلَاءَ ھُمُوْمِنَا

وَغُمُوْمِنَا، وَاَنْ تَجْعَلَ آخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنْ اُوْلٰنَا، وَاَنْ تَجْعَلَنَا مِنَ

الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ، اِنَّکَ

اَنْتَ مَوْلَانَا، وَلَا مَوْلٰی لَنَا سِوَاکَ تَبَارَکْتَ

وَتَعَالَیْتَ وَاَنْتَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ

الْمَغْفِرَۃِ، فَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَذُنُوْبَ

آبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا، وَاَزْوَاجِنَا

وَذُرِّیّٰتِنَا مِنَ النَّارِ،

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ،

فِیۡهِ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَ اَنۡفَقُوۡا لَهُمۡ اَجۡرٌ

پھر جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئے، اور انہوں نے خرچ بھی کیا تو ان کے لئے ایک بہت بڑا

كَبِیۡرٌ ﴿۷﴾ وَ مَا لَكُمۡ لَا تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ الرَّسُوۡلُ

اجر ہے، ۲۷ ﴿۷﴾ اور تمہیں کیا ہوا (اے لوگو!) کہ تم ایمان نہیں لاتے اللہ پر، ۲۸ جب کہ اس کا رسول

۲۷ انفاق فی سبیل اللہ پر اجر کبیر کا وعدہ: سو ارشاد سے راہ حق میں خرچ کرنے والوں کے لئے اجر کبیر کا وعدہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا کے لئے خرچ کیا تو ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ یعنی جنت اور اس کی بے مثال ولازوال اور لامتناہی وسدابہار نعمتیں، پس ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کا اصل فائدہ خود تم ہی لوگوں کو پہنچنے والا ہے، نہ کہ کسی اور کو، لہٰذا تم اپنے ان عارضی اور فانی اموال کو اس واہبِ مطلق جَلَّ جَلالُہٗ کی راہ میں اور اس کی رضا کے لئے خرچ کر کے خود اپنے لئے سعادتِ دارین سے سرفرازی اور دائمی آرام وراحت کا سامان کر و قبل اس سے کہ تم کو اس دنیا سے کوچ کرنا پڑے اور یہ سب کچھ دوسروں کے ہاتھوں میں چلا جائے، یہاں پر ایمان کے بعد انفاق کا ذکر تصدیق اور شہادت کے طور پر آیا ہے، یعنی یہ بشارت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان کے اقرار و اظہار کے بعد انفاق فی سبیل اللہ سے اپنے اس ایمان کی تصدیق کریں گے، سو ایسے خوش نصیب لوگ مطمئن رہیں کہ ان کا یہ سودا خسارے کا نہیں بڑے نفع کا سودا ہے، وہ ایک کے دس پائیں گے بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ اور ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے، تو پھر ان کیلئے ایسے نفع بخش کاروبار میں سرمایہ لگانے سے گھبرانے کا کیا سوال؟ پس عقل ونقل دونوں کا تقاضا یہی ہے کہ مومنِ صادق اپنے مال کو دنیاوی بینکوں کی بجائے اللہ کے بینک میں جمع کرائے جس میں کسی خسارہ ونقصان کا کوئی سوال اور کسی طرح کا کوئی خوف وخدشہ نہیں؟ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، سبحانہ و تعالیٰ

۲۸ ایمانِ صادق کے لئے تحریض وترغیب کا ذکر وبیان: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور تحریض وترغیب کے لئے اسلوب استفہام میں ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا؟ اور تمہارے لئے کیا عذر ہو سکتا ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے اللہ پر، حالانکہ اللہ پر ایمان لانا تقاضا ہے عقل سلیم، اور فطرت مستقیم دونوں کا، اور اللہ رسول تمہیں اس کی دعوت دے رہا ہے، سو اس سے کمزور مسلمانوں اور منافق لوگوں کو سچے پکے ایمان کی دعوت وتحریض فرمائی گئی ہے اور استفہام یہاں پر تخصیص وتوبیخ کے لئے ہے۔ یعنی تمہیں اس پر ایمان لانا چاہیے کہ اللہ پاک پر ایمان لانے کے دواعی اور اسباب تو تمام کے تمام موجود ہیں کہ اس نے ایک طرف تمہیں عقل وفکر کی دولت سے نوازا، دوسری طرف دلائل و براہین بھری کائنات کی یہ کھلی کتاب تمہارے سامنے رکھ دی۔ اور اس پر مزید یہ کہ اس کا رسول بھی تمہیں اس پر ایمان ویقین کی دعوت دے رہا ہے تو پھر تم لوگ اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ سو اس ارشاد میں ایسے کمزور مسلمانوں کے لئے تحریک وتحریض اور ملامت کے انداز میں نصیحت ہے کہ تم لوگ صدق دل سے ایمان لاؤ، اور اللہ اور اسکے رسول کے ہر حکم وارشاد پر صدقِ دل سے لبیک کہو، کہ اسی میں تمہارا بھلا ہے اور یہی تمہارے ایمان کا تقاضا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی مایحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال۔

یَدۡعُوۡكُمۡ لِتُؤۡمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ وَقَدۡ اَخَذَ مِيۡثَاقَكُمۡ

تمہیں بلا رہا ہے کہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر، ف۲۹ اور وہ (وحدۂ لاشریک) تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے

اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِىۡ يُنَزِّلُ عَلٰى

ف۳۰ اگر تم واقعی ماننے والے ہو، ﴿۸﴾ ف۳۱ وہ (اللہ) وہی ہے جو نازل فرماتا ہے

عَبۡدِهٖۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

اپنے بندۂ خاص پر کھلی کھلی آیتیں ف۳۲ تاکہ وہ تمہیں نکال لائے (اپنے فضل و کرم سے) طرح طرح کے اندھیروں سے

۲۹ رب پر ایمان اس کی شانِ ربوبیت کا تقاضا: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے لیے کیا عذر اور مانع ہو سکتا ہے (اے لوگو!) کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ جبکہ اس کا رسول تمہیں بلا رہا ہے کہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر۔ سو اس کی شانِ ربوبیت کا تقاضا ہے کہ تم لوگ اس پر سچے دل سے ایمان لاؤ، اور ظاہر و باطن اور جسم و جان کے رواں رواں سے اس کی حمد و ثنا اور شکر و مدح میں رَطۡبُ الۡلِّسَان ہو جاؤ، اور ہمیشہ اسی طرح رہو، اور اس طرح تم خود اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی اور فوز و فلاح کا سامان کرو، سو تم لوگ اپنے ربّ کے ہر حکم و ارشاد پر صدق دل سے لبیک کہو۔ بہرکیف اس سے سچے ایمان کے لیے تحریض اور تحریک فرمائی گئی ہے اور ایسے اور اس طور پر کہ مختصر ہونے کے باوجود اس ارشاد کے بعد منکرین و مجرمین کے لیے کسی عذر و مانع کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ ایک طرف تو اللہ کا رسول بذاتِ خود تمہارے اندر موجود ہے اور وہ تمہیں تمہارے ربّ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اور دوسرے اس لیے کہ ربّ کی ربوبیت اور اس کے ان آثار کا تقاضا یہی ہے جو کائنات کی اس کھلی اور عظیم الشان کتاب میں چہار سو پھیلے بکھرے ہیں کہ تم لوگ صدق دل سے اس پر ایمان لے آؤ۔ وباللہ التوفیق لمایحب ویرید، وعلی مایحب ویرید،

۳۰ میثاقِ ربانی کی تذکیر و یاد دہانی: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے۔ یعنی عہدِ الست جبکہ تمہاری روحوں کو آدم کی پشت سے نکال کر تم سے اس ربّ حقیقی کی ربوبیت و وحدانیت کا عہد لیا گیا تھا، پھر اس عہد و اقرار کو تمہاری فطرتوں میں اس طرح پیوست کر دیا گیا کہ اس کا بیان و اظہار زندگی کی مختلف شؤون و حالات میں برابر ہوتا رہتا ہے، پھر تمہیں عقل و فکر کی قوت بھی عطا فرمائی اور اس کائنات اور خود تمہارے اپنے جسم و جان کے اندر اس نے اپنی توحید و قدرت کے طرح طرح کے دلائل بھی رکھ دیئے، جن میں غور و فکر سے تمہیں راہ حق و ہدایت مل سکتی ہے، اور بعض حضرات مفسرین نے اس میثاق سے مراد بیعتِ رسول لی ہے، اور لفظِ میثاق کا عموم ان سب ہی کو عام اور شامل ہے (خازن، مراغی، ابوالسعود اور جامع البیان، وغیرہ) بہرکیف اس کے اس عہد و میثاق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تم لوگ صدق دل سے اس کے ہر حکم پر لبیک کہو و باللہ التوفیق اور اسی طرح اس عہد کا مصداق سمع و طاعت کا وہ عہد بھی ہے جو ہر مسلمان اپنے ایمان لانے کے موقع پر کرتا ہے جسکی تذکیر و یاد دہانی دوسرے موقع پر اس طرح فرمائی گئی ہے۔

وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَ مِيۡثَاقَهُ الَّذِىۡ وَاثَقَكُمۡ بِهٖۤ اِذۡ قُلۡتُمۡ سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۰﴾

(المائدۃ: ۷ پ ۶) یعنی "یاد کرو تم لوگ اپنے اوپر اللہ کے انعام اور اسکے اس پختہ عہد کو جو اس نے تم سے لیا اور تم نے "سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" کہہ کر اس کا اقرار کیا۔" سو اس عہد کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی، تقاضا ہے عقل اور نقل دونوں کا اللہ توفیق بخشے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین ، یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، یاذاالجلال و الاکرام،

۳۱ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا ایمان کا لازمی تقاضا: سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ تم لوگ اپنے ربّ کے ہر حکم کو بجالاؤ اگر واقعی تم ایماندار ہو۔ کہ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اب کسی شک واشتباہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی' حق وصداقت کے نشان پوری طرح واضح ہو چکے ہیں "قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" سو اگر تمہیں واقعی ایمان لانا ہے' اور تم اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہو' تو سیدھے اور صاف طریقے سے ایمان لے آؤ، کہ اب اس راہ میں کسی ہیر پھیر اور اینچ پیچ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی' سو اس ارشاد سے ایک بات تو یہ واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان محض زبانی کلامی دعوے کا نام نہیں' بلکہ اس کیلئے عملی ثبوت درکار ہے، کہ ایمان عمل ہی سے متشکل اور وجود پذیر ہوتا ہے' اور دوسری بات یہ کہ عمل میں بھی انفاق فی سبیل اللہ کو ایک خاص درجہ اور مقام حاصل ہے' اسی بناء پر یہاں انفاق کی دعوت کو ایمان کی دعوت سے مقدم ذکر فرمایا گیا ہے' سو انفاق فی سبیل اللہ کو نور ایمان ویقین کی تقویت وتغذیہ میں خاص دخل ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ ایمان کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز پر صدقِ دل سے ایمان لائے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہو، اور جس کی اسکے رسول نے دعوت دی ہو۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار سب کے انکار کے مترادف ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف، وھو الھادی الی سواء السبیل

۳۲ آیات بینات سے مقصود ومراد؟: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ وہی ہے جو اپنے بندے پر کھلی آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ وہ تم لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔ یعنی ایسے قطعی دلائل اور نشانیاں جو حق وباطل کو قطعی طور پر نکھار دینے والی ہیں' جن میں سب سے بڑی سب سے اہم اور سب سے واضح وجلی آیت ونشانی معجزہ قرآنِ کریم ہے جو اپنی زبان وبیان' معانی واحکام' قوت وتاثیر' ہر اعتبار سے معجزہ بلکہ معجزوں کا معجزہ اور معجزہ کبریٰ آیت عظمیٰ اور حق کی بُرہان خالد ہے، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ شَرَّفَنَا بِهٰذِهِ النِّعْمَةِ الْكُبْرٰى و النُّوْرِ التَّامِّ الْخَالِدِ۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ واضح دلائل اور روشن آیتیں اس لیے نازل فرمائیں کہ وہ تمہیں طرح طرح کی ان تاریکیوں سے نکالے جو خواہشاتِ نفس اور حبِ دنیا کی تنگنائیوں سے جنم لیتی ہیں' اور ان سے نکال کر وہ تم کو حق وہدایت کے اس نورِ عظیم سے مشرف وہمکنار کرے جو ایمانِ صادق اور حبِ آخرت سے پھوٹتی ہیں' تاکہ اس طرح تم لوگ دنیا وآخرت کی سعادت اور حقیقی فوز وفلاح سے سرفراز اور مالا مال ہوسکو۔ وبالله التوفيق لما يحب و يريد، وعلىٰ ما يُحب و يريد' وهو الهادى الى سواءِ السبيل ،فعليه نتوكل وبه نستعين فى كل اٰنٍ وّ حين. جَلَّ فِيْ عُلَاهُ

اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِيْمَانًا بِكَ وَيَقِيْنًا، وَ حُبًّا فِيْكَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ طَاعَتُكَ وَ مَرْضَاتُكَ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِيْ كُلِّ حِيْنٍ مِّنَ الْاَحْيَانِ، بِمَحْضِ مَنِّكَ وَ كَرَمِكَ وَ اِحْسَانِكَ ،يَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ،

إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٩﴾ وَمَا

(حق وہدایت کے) نور کی طرف ۳۳ اور بے شک اللہ تم سب پر (اے لوگو!) یقینی طور پر بڑا ہی شفیق، اور انتہائی مہربان ہے ۳۴ ﴿٩﴾

لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ

اور تمہیں کیا ہوگیا کہ تم خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں؟ حالانکہ اللہ ہی کے لئے ہے میراث

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ

آسمانوں اور زمین کی ۳۵ برابر نہیں ہوسکتے تم میں سے وہ لوگ (جو فتح کے بعد خرچ کریں گے اور جہاد کریں گے

مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً

ان لوگوں کے) جنہوں نے خرچ کیا فتح سے پہلے، اور وہ لڑے (راہ حق میں) ۳۶ ایسے لوگ درجہ (ومقام) کے اعتبار سے

۳۳ **نور وحی وہدایت رب کی سب سے بڑی رحمت وعنایت:** سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ نور وحی وہدایت کی دولت رب کی سب سے بڑی رحمت وعنایت ہے، اور یہ کہ یہ بندوں کے خود اپنے ہی بھلے کے لیے ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس وحدہ لاشریک نے اپنے بندے پر یہ آیات بینات اس لیے اتاریں کہ تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔ یعنی کفر و شرک ضلالت وگمراہی، اور جہالت ومعصیت، وغیرہ کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر ایمان وتوحید، اور اطاعت وبندگیٔ خداوندی کی اس صراط مستقیم اور راہ مبین کی طرف، جو کہ دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز کرنے والی اور حقیقی فوز وفلاح کی کفیل وضامن واحد راہ ہے اور جو اللہ پاک کا اسکے بندوں پر سب سے بڑا انعام واحسان ہے، فَلَهُ الْحَمْدُ و الْمِنَّةُ پس تم لوگ کبھی اس طرح کا کوئی گمان نہ کرنا کہ اللہ تم کو نقصانات اور مشقتوں میں ڈالنا چاہتا ہے، وہ تو رؤف ورحیم ہے، اس لئے وہ تم لوگوں کو مشقتوں اور مشکلوں میں ڈالنے کی بجائے اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں سے نوازنا چاہتا ہے، تاکہ اس طرح تم لوگ دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفراز ہوسکو، سو وہ تمہارے لیے دنیا وآخرت دونوں کی فلاح وبہبود کی راہیں کھولنا چاہتا ہے، اور وہ تمہیں کسی بھی زحمت اور مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا۔ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (الآية) (البقرۃ:۱۸۵) یعنی اللہ تم لوگوں کے ساتھ نرمی اور آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، وہ تمہارے ساتھ کسی طرح کی سختی اور تنگی کا معاملہ نہیں کرنا چاہتا، سبحانہٗ وتعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں، اور ہر اعتبار سے اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین

۳۴ **اللہ تعالیٰ کی صفت رأفت ورحمت کا حوالہ وذکر:** سو ارشاد فرمایا گیا اور "إِنَّ" کے حرف تاکید کے ساتھ مؤکد کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ "بے شک اللہ تم پر بڑا ہی شفیق، انتہائی مہربان ہے"۔ اور اتنا مہربان اور اس قدر شفیق کہ اسکی شفقت ومہربانی اور رحمت و عنایت کا کوئی کنارہ نہیں، اور اپنی اسی رحمت وشفقت کی بناء پر اس نے تمہارے لئے ایمان واطاعت اور حق وصداقت کی اس عظیم الشان

اور بے مثال روشنی کا انتظام فرمایا' ورنہ تم تو حیوانات و جمادات سے بھی گئے گزرے لوگ تھے' کہ عقل وفکر کی پونجی رکھنے کے باوجود تم راہ حق سے محروم و بے بہرہ ہوکر اپنے سے گھٹیا مخلوق کے پجاری بنے ہوئے تھے' سوتم لوگ سوچو کہ اگر وہ تمہارے لئے ہدایت وراہنمائی کا یہ عظیم الشان اور بے مثال انتظام نہ فرماتا' اور تمہیں اندھیروں میں ہی بھٹکتے ہوئے ہلاکت وتباہی کی راہ پر چھوڑ دیتا تو تمہارا حال کیا ہوتا' پس اس کے اس عظیم الشان اور بے مثال کرم واحسان کا احساس کر کے تم لوگ اس کے آگے جھک جاؤ' اور ہمیشہ جھکے جھکے ہی رہو، کہ اسی میں تمہارے لیے دارین کی صلاح وفلاح ہے' رؤف اور رحیم کی دونوں صفتیں قریب المعنی ہیں، اور جب ان میں سے کوئی ایک صفت علی سبیل الانفراد استعمال ہوتی ہے تو وہ دوسری کے معنی کو بھی متضمن ہوتی ہے لیکن جب یہ دونوں یکجا استعمال ہوں جیسا کہ یہاں پر ہے، تو اس وقت ان دونوں کے درمیان ایک باریک سا فرق ملحوظ ہوتا ہے کہ روف میں دفع شر کا پہلو غالب ہوتا ہے، اور رحیم میں اثبات خیر کا۔ سوان دونوں صفاتِ کریمہ کے حوالہ وذکر سے یہ امر واضح فرمادیا گیا کہ اللہ نے اپنی صفات رافت ورحمت کے تقاضے کی بنا پر ہی تم لوگوں کو ان تعلیمات مقدسہ سے نوازا ہے اور ان میں سراسر تمہارا ہی بھلا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، تم ان کو صدقِ دل سے اپناؤ، وبالله التوفيق، لمايحب ويريد، وعلى مايحب ويريد، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال ۔

۳۵ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب ایک اور پہلو سے: سوارشاد فرمایا گیا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم لوگ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ اللہ ہی کیلئے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی۔ کہ سب لوگ ختم ہو جائیں گے، اور یہ سب کچھ اسی وحدہٗ لاشریک کا ہوکر رہ جائے گا' پس تم لوگ غنیمت سمجھو اس فرصت کو جو آج تمہیں میسر ہے' اور فائدہ اٹھالو اس موقع سے جو آج تمہیں حاصل ہے' اور اپنے ارادہ واختیار سے اللہ کی راہ میں خرچ کرلو اپنے ان مالوں کو سب سے جو آج تمہارے ہاتھوں میں ہیں' تاکہ کل تمہیں کام آئیں اور خود تمہارا بھلا ہو' قبل اس سے کہ یہ فرصت وموقع تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے' اور پھر ہمیشہ افسوس کرتے رہ جاؤ۔ والعیاذ بالله العظيم۔ بہرکیف اس ارشاد سے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ آج تم لوگوں کو جن چیزوں پر تصرف حاصل ہے وہ بالکل عارضی ہے جو تم کو محض اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اور اس کے خلیفہ وامین ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے، بالآخر یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف لوٹ جانے والا ہے تو تم لوگوں کو چاہیئے کہ اس چندروزہ امانت پر مارگنج بن کر بیٹھ جانے کی بجائے تم اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم وارشاد کے مطابق برضاء ورغبت اس کی راہ میں خرچ کروتا کہ یہ تمہارے لیے ابدی سعادت کا ذریعہ بن جائے۔ وبالله التوفيق، لمايحب ويريد

۳۶ اعمال کی قدر وقیمت کا فرق حالات کے اعتبار سے: سوارشاد فرمایا گیا کہ جولوگ فتح مکہ سے پہلے انفاق اور جہاد کریں گے اور جو اسکے بعد کریں گے وہ باہم برابر نہیں ہو سکتے۔ فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں کا درجہ بہت بڑا ہے۔ یعنی فتح مکہ سے پہلے' اور بعض نے کہا کہ اس فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے کہ فتح مکہ کی بھی اصل بنیاد وہی تھی' لیکن ظاہر اور متبادر یہی ہے کہ اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے، کہ اس نام کا واضح اور مشہور مصداق فتح مکہ ہی ہے' بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ آج جبکہ کفر اور اہل کفر کا مکہ پر غلبہ ہے' (واضح رہے کہ یہ سورۂ کریمہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہے) اور قریش کی ہیبت بدستور عربوں پر قائم ہے' سوایسے میں جولوگ اللہ کی رضا اور اسکے دین کی سربلندی کیلئے اپنے مال خرچ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے، ان کا درجہ ومرتبہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہرحال بہت بڑا ہے ان لوگوں سے جو بعد میں انفاق اور جہاد کریں گے۔ کیونکہ فتح مکہ سے پہلے کا دور بڑا مشکل، صبر آزما، اور سخت کٹھن دور تھا، سواس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حالات کے تغیر سے اعمال کی قدر وقیمت میں بہت فرق پڑ جاتا ہے، مشکل حالات میں کیے گئے اعمالِ صالحہ کا درجہ ومرتبہ بہت بڑا ہوتا ہے، بمقابلہ آسان وقتوں کے۔

مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا

کہیں بڑھ کر ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے خرچ کیا اس کے بعد اور وہ لڑے (راہ حق میں،) ۳۷ اور یوں

وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰ ع

ع ۱۰/۱۷

اللہ نے ان سب سے وعدہ فرما رکھا ہے بھلائی (اور اچھائی) کا ۳۸ اور اللہ پوری طرح باخبر ہے ان سب کاموں سے جو تم لوگ

۳۷ فتحِ مکہ سے پہلے کے انفاق اور جہاد کی عظمت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے انفاق اور جہاد کیا ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے اس کے بعد خرچ اور جہاد کیا، کہ فتح سے پہلے کے حالات بہت سخت اور صبر آزما تھے بنسبت اس کے بعد کے حالات کے، جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں بھی گزرا، جب کہ اسکے بعد دنیا فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہی تھی، اور جبکہ کفر کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ سو فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کا درجہ و مرتبہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے اس کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، پس بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کٹھن دور میں انفاق و جہاد فی سبیل اللہ اور اسلام کی خدمت کے شرف سے مشرف ہوئے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ اس سے اگلے حاشیے میں آرہا ہے، سو جنہوں نے اسلام کی غربتِ اولیٰ کے دور میں پورے صدق و اخلاص اور استقامت و اولوالعزمی کے ساتھ خدمت خلق کی سعادت پائی اور وہ اس شرف سے مشرف ہوئے ان کا درجہ یقیناً بہت بڑا ہے، اور سابقین و مقربین میں زیادہ تعداد انہی خوش نصیبوں کی ہوگی کہ انہوں نے نہایت مشکل اور کٹھن حالات میں یہ راہِ حق عظیم الشان قربانیاں دیں،

۳۸ صحابۂ کرام سب کے سب جنتی، علیہم الرَّحمۃُ والرضوان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یوں اللہ نے ان دونوں قسم کے لوگوں میں سے ہر فریق سے بھلائی کا وعدہ فرما رکھا ہے کیونکہ ایمان و اخلاص میں یہ دونوں ہی شریک ہیں۔ یعنی جنت کا وعدہ۔ (قرطبی، صفوۃ اور جامع وغیرہ) جو کہ سب سے بڑی اور حقیقی بھلائی ہے، سو معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب جنتی ہیں پس جو ان کے ایمان و اخلاص کا انکار کریگا، وہ اس آیت کریمہ کے انکار کی وجہ سے کافر قرار پائے گا۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہنا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو بھی وہ ان میں سے کسی کے مُد یا اس کے آدھے کو بھی نہیں پہنچ سکتا، (المراغی، ابن کثیر، وغیرہ) بہر کیف اس آیتِ کریمہ میں ان سب ہی حضرات سے جنت کا وعدہ فرما دیا گیا، خواہ انہوں نے فتح سے پہلے جہاد اور خرچ کیا ہو، یا اس کے بعد، مراتب و درجات کا فرق اگرچہ ان کے درمیان موجود ہوگا، لیکن جنت کا وعدہ حضرت حق جل مجدہ کی طرف سے ان سب کے لئے ہے، ان کے ایمان و یقین اور صدق و اخلاص کی بناء پر، (قرطبی، مراغی، جامع البیان اور صفوۃ، وغیرہ)۔ سو ایمان و یقین اور صدق و اخلاص کی دولت وہ عظیم الشان دولت ہے۔ جو انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی کا واحد ذریعہ ہے، والحمد للہ جل وعلا۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ

کرتے ہو‘ ف۳۹ (۱۰) کون ہے جو قرض دے اللہ کو‘ ف۴۰ اچھا قرض‘ ف۴۱ تاکہ اللہ اسے اس کے لئے بڑھاتا چلا جائے

۳۹ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ قطعی طور پر حق ہے:- کیونکہ اس کا ہر فیصلہ قطعی علم پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ پوری طرح باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو، اور یہ صرف اسی کی شان ہے۔ اور اسی کے مطابق وہ تمہیں سزا و جزا دے گا اور اس کی اس کامل باخبری ہی کا یہ نتیجہ و ثمرہ ہے کہ اس نے سب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے‘ اور درجات و مراتب کے اعتبار سے ان میں فرق رکھا ہے‘ سو ہر کسی کو چاہیے کہ وہ اس وحدہٗ لاشریک کے ساتھ اپنے ظاہر و باطن کا معاملہ صحیح اور صاف رکھے‘ وباللہ التوفیق۔ بہر کیف وہ چونکہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے باطن اور ان کے صدق و اخلاص سے پوری طرح آگاہ اور باخبر ہے۔ اسلئے اس نے ان سب کو جنت کی اس عظیم الشان بشارت سے نوازا ہے اور ان میں سے جس کا انفاق تھوڑا اور معمولی تھا وہ بھی اس کے صدق و اخلاص کی بناء پر بہت بڑا درجہ و مقام رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرتِ ابوہریرہؓ سے مروی حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بھی بڑھ جاتا ہے (سنن النسائی‘ کتاب الزکاۃ‘ باب جہد المقل) اور اس آیت کریمہ کے اولین مصداق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں (قرطبی‘ مراغی‘ اور محاسن‘ وغیرہ)۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ اتباعهم وزادنا حُبًّامنهم وَرَضِیَ عَنَّا مَعَهُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، وَاَكْرَمُ الْاَكْرَمِیْنَ۔ جَلَّ جَلَالُهٗ

۴۰ قرضِ حسن کے لیے ترغیب و تحریض کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کون ہے جو اللہ کو قرض دے قرضِ حسن، یعنی اچھا قرض؟۔ یعنی اس کی راہ میں اور اس کی رضا کے لئے خرچ کرے‘ اور اس کو قرض سے تعبیر فرما کر دراصل یہ واضح فرما دیا گیا کہ جس طرح قرض کا واپس ملنا ضروری اور یقینی ہوتا ہے‘ اسی طرح اللہ پاک کی راہ میں خرچ کیا جانے والا مال بھی ضرور واپس ملے گا‘ اور کئی گنا زیادہ ہو کر ملے گا‘ سو اول تو انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا دیا بخشا اور اسی کا عطاء فرمودہ ہے‘ پھر یہ اس کے کرم کی انتہاء ہے کہ اپنے ہی دیئے بخشے مال سے وہ بندے سے قرض مانگتا ہے‘ ایسے میں کسی کیلئے اس میں کسی پس و پیش یا لیت و لعل کی گنجائش ہی کیا باقی رہ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ توفیق سے نوازے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

۴۱ قرضِ حسن سے مقصود و مراد؟:- سو اس سے مقصود و مراد یہ ہے کہ قرض دینے والے کی نیت بھی خالص ہو۔ مال بھی صحیح ہو‘ اور دینے کے بعد ایذاء رسانی اور احسان جتلانے کی بات بھی نہ ہو‘ پس جس قرض یعنی انفاق فی سبیل اللہ میں یہ سب باتیں پائی جائیں گی وہ قرض حسن کہلائے گا‘ سو اللہ تعالیٰ کے نام پر دینا جبکہ اجر و ثواب کی نیت سے ہو‘ اور اس سے اسی کی رضاء مقصود ہو قرض حسن کہلاتا ہے‘ اوپر یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جو اس واہب مطلق۔ جل وعلا شانہ۔ کی طرف سے اس کے سپرد کی گئی ہے۔ سو یہ حضرتِ حق۔ جل مجدہ۔ کا کتنا بڑا اور کس قدر عظیم الشان انعام و احسان ہے کہ وہ اپنے ہی دیے بخشے مال کو بندے کا مال‘ اس کی ملکیت، اور اس کی چیز قرار دیتا ہے، اور پھر اس سے خود قرض مانگتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللھم فخذنا بنواصینا الی مافیه حبک و رضاک، بکل حالٍ من الاحوال فی الحیاۃ.

لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

و۴۲ اور اس کے لئے ایک بڑا ہی عمدہ اجر ہے ﴿۱۱﴾ و۴۳ جس دن کہ تم ایماندار مردوں اور

الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

ایماندار عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور دوڑ رہا ہوگا ان کے آگے، اور ان کے دائیں و۴۴

بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

(اور ان سے کہا جائے گا کہ) خوشخبری ہو تمہیں آج کے دن ایسی عظیم الشان جنتوں کی جن کے نیچے سے بہہ رہی ہیں طرح طرح کی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ

عظیم الشان نہریں، ان میں تم لوگ ہمیشہ رہو گے و۴۵ یہی ہے وہ سب سے بڑی کامیابی و۴۶ ﴿۱۲﴾ جس روز

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

کہ منافق مرد اور منافق عورتیں و۴۷ اہل ایمان سے کہہ رہے ہوں گے

انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا

کہ ذرا ہماری طرف بھی نظر کرو تا کہ ہم بھی آپ کے نور سے کچھ فائدہ اٹھا لیں، و۴۸ جواب ملے گا کہ اپنے پیچھے

۴۲ **قرضِ حسن پر اجرِ مضاعف کا وعدہ:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے پھر اللہ اس کو کئی گنا بڑھا کر دے۔ کہ وہ ایک کے بدلے میں دس گنا، سو گنا، سات سو گنا، اور اس سے بھی زیادہ، عطاء فرمائے گا، جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ؀ (البقرۃ:۲۶۱ پ۳) سو وہ وحدہ لاشریک جو تم سے قرض مانگتا ہے، تو اسلئے نہیں کہ اس کے خزانوں میں کوئی کمی ہے، اور جب اس پوری کائنات میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اسی کا پیدا کردہ، اسی کا عطا فرمودہ، اور اسی کی ملکیت ہے، اور جب اسکے خزانے اس کا کلام ہے، کہ جو فرمایا گیا وہ ہو گیا، تو پھر اسکے خزانوں کا اندازہ اور حساب ہی کون کر سکتا؟ اور ایسی صورت میں تو پھر اس کے خزانوں میں کسی کمی کا کیا سوال؟ سو اس طرح کا وہاں پر بلکہ وہ غنی مطلق تو صرف اسلئے تم سے قرض مانگتا ہے کہ تا کہ اس طرح خود تمہارا بھلا ہو، اس کے نام پر تمہارا دیا بخشا اس کے بینک میں جمع ہو کر کئی گناہ منافع کے ساتھ آخرت کی ابدی زندگی میں نہ ختم ہونے والے سرمائے کی صورت میں تمہیں ملے۔ وباللہ التوفیق لما یُحبُّ ویرید، وعلیٰ مایُحبُّ ویرید

۴۳ **قرضِ حسن پر اجرِ کریم کے وعدے کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا اور اس کیلئے ایک بڑا ہی عمدہ اجر بھی ہے۔ یعنی جنت جس کی نعمتوں کا یہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اور اس پر کوئی احسان بھی نہیں جتلایا جائے گا، جیسا کہ دنیاوی انعام واکرام پر عموماً ہوتا ہے، کہ اس سے دلآزاری ہوتی ہے، اور وہاں دلآزاری کی کوئی بات نہیں ہوگی، بلکہ وہاں پر سلامتی ہی سلامتی کی باتیں سننا نصیب ہوں گی،

جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا إلا قِيلاً سَلامًا سَلامًا مزید یہ کہ اعلان کیا جائے گا کہ یہ نعمتیں تمہارے اپنے اعمال کا صلہ و بدلہ ہیں۔ وَ نُودُوٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ (الاعراف: ۴۳ پ ۸) یعنی ان کو پکار کر ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جنت جس کا تم لوگوں کو وارث بنا دیا گیا تمہارے اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم کرتے رہے تھے، یعنی حیاتِ دنیا کی فرصتِ مستعار میں، سو یہ اس اکرم الاکرمین کا ایک کرم و احسان ہوگا کہ وہ اپنے خالص فضل و احسان کو ان لوگوں کے اعمال کا بدلہ قرار دے گا فَيَالَهُ مِنْ كَرَمٍ وَّاحسان، کیا اس سے بڑھ کر کسی اجر کریم کا کوئی تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟ فَلَكَ الحمْدُ يَا رَبِّيْ وَ لَكَ الْمِنَّةُ وَ الشُّكْرُ وَ اِيَّاكَ نَسْاَلُ التَّوْفِيْقَ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَ الْعَمَلِ ، وَ السَّدَادَ لِذٰلِكَ وَ الثَّبَاتَ عَلَيْهِ سو جو لوگ اپنا سرمایہ دنیا کے بینکوں میں جمع کراتے ہیں وہی خسارے میں ہیں کہ اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے، اور جو لوگ آخرت کے بینک میں جمع کراتے ہیں وہی اصل میں کامیاب ہیں ان کو اس کا صلہ و بدلہ اس دن ملے گا جبکہ اس جہاں کے یہ اور یہ حقائق ظاہر ہونگے یعنی یہ اجرِ کریم یا یہ مضاعفتِ اجر و ثواب اس دن ہوگا یا یہ کہ یاد کرو اس دن کو، یعنی اس ظرف کا تعلق یا "تولہ" سے ہے، یا یُضَاعِف سے یا اس کا عامل اذکر محذوف ہے اور مضاعفتہ کا عام طور پر جو ترجمہ دوگنا کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں، بلکہ اس کے اصل معنی کئی گنا بڑھانے کے ہیں جو دوگنا، چوگنا، دس گنا، اور اس سے بھی کہیں زیادہ ہو سکتا ہے۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قرضِ حسن دینا ایک عظیم الشان سعادت اور جلیل القدر مطلب ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید ، وعلی مایحب ویرید، بکل حال من الاحوال ،وھو الھادی الیٰ سواء السبیل ، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین ، فی کل آنٍ وَّ حین،

۲۴ قیامت کے روز نورِ ایمان کی شان کا ذکر و بیان:۔ سو اس سے قیامت کے دن اہل ایمان کے نور ایمان کی کیفیت اور اس کی شان کا ذکر و بیان فرمایا گیا ہے جو آج دنیا کے اس دار الامتحان میں نظر نہیں آتا لیکن کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کے اس جہان میں وہ سامنے آ جائے گا اور اپنی پوری آن بان اور شان و شوکت کے ساتھ سب کے سامنے آ جائے گا، اور اہل ایمان کی امتیازی شان کو بڑھاتا اور ان کے لیے راہ جنت کو منور و روشن کرتا جائے گا۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑ رہا ہوگا۔ جو کہ اصل میں نور ہوگا ان کے اس ایمانِ صادق اور عملِ صالح کا جس سے وہ دنیاوی زندگی میں بہرہ مند و سرفراز رہے ہوں گے سو یہ اس اجر کریم اور باعزت صلے کے ایک خاص پہلو کا ذکر و بیان ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور جس سے ان خوش نصیبوں کو فصل و تمیز کے اس یوم عظیم میں نوازا جائے گا سو آج جو لوگ ایمان و یقین کی دولت سے سرفراز ہیں اور اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا کیلئے خرچ کرنیکی سعادت و توفیق سے بہرہ ور ہیں اس روز ان کے اس ایمان و انفاق کی روشنی سامنے آ جائے گی اور وہ ان کے آگے اور ان کے داہنے چل رہی ہوگی اور وہ اس روشنی میں جنت کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے جبکہ اس کے برعکس دوسرے لوگ تاریکی میں ڈوبے اور گھرے ہونگے والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۲۵ اہلِ جنت کیلئے سرور بالائے سرور کی خوشخبری: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ اہل جنت کے سرور کو

دو بالا کرنے کیلئے ان سے کہا جائے گا کہ آج خوشخبری ہو تمہیں اس عظیم الشان کامیابی اور سرفرازی کی۔ یعنی جواب تمہیں جنت کی سدا بہار نعمتوں کی صورت میں نصیب ہوگئی ہے اور یہ بات ان سے اللہ کے فرشتے کہیں گے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک ان کو خود ہی اس شرف سے نوازا' اور ان کو خود ہی اس خوشخبری سے سرفراز فرمادیں' کہ وہ وحدہ لاشریک بڑے ہی کرم والا ہے، سبحانہ و تعالیٰ' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ صورتحال کی تعبیر ہو' سو اس طرح ان خوش نصیبوں کو ظاہری نور کے ساتھ باطن کا یہ سرور بھی ملے گا' سو یہ نور عظیم اور اس سے سرفرازی ان کو انکے اسی نور ایمان و یقین، اعمال صالحہ، اور خاص کر انفاق فی سبیل اللہ کے نتیجے میں نصیب ہوگی جس سے وہ دنیا میں بہرہ مند و سرفراز رہے ہونگے اور ایمان کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کی سعادت ایک عظیم الشان سعادت ہے اسی سے نفاق کی جڑ کٹتی ہے اور اسی سے مومنِ صادق کو وہ نور حکمت و معرفت نصیب ہوتا ہے جو اس دنیا کی تاریکیوں میں بھی اسکی راہنمائی کرتا ہے اور وہ آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی اسکی راہنمائی کرے گا۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب ویرید،

۴۶ اصل کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے انداز تاکید و توثیق کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ یہی ہے سب سے بڑی کامیابی۔ جس جیسی دوسری کوئی کامیابی نہیں ہوسکتی کہ یہ سب سے بڑی حقیقی اور ابدی کامیابی ہوگی' اللہ نصیب فرمائے' آمین ثم آمین، سو جن کو اللہ نے مال بخشا ہے' وہ اس کو اس کامیابی کے حصول کیلئے اللہ کی راہ میں خرچ کریں' تا کہ وہ ان کیلئے قیامت کے دن کی اس عظیم الشان روشنی کے حصول کا ذریعہ بنے' اور یہ اس فوز عظیم سے سرشار ہو سکیں۔ سو اللہ کے دیے بخشے مال کا اصل فائدہ اور حقیقی مصرف یہی ہے کہ انسان اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اس کی رضا و خوشنودی کے لیے صرف کر کے اپنی آخرت کو بنانے' سنوارنے، اور آخرت کی اس حقیقی کامیابی اور فوز عظیم سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ بنائے۔ اس کے سوا باقی جتنے بھی فائدے ہیں وہ سب عارضی وقتی اور فانی ہیں اور ان کے اندر جو ضرر مخفی و مضمر ہیں وہ سب دائمی اور ابدی۔ والعیاذ باللہ۔ پس عقل و نقل سب کا تقاضا یہی ہے اور اسکے تقاضوں کو آخرت کی کامیابی ہی اصل مقصد اور زندگی کا مقصد بنایا جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید وعلی ما یحب ویرید

۴۷ منافقوں کے حالِ بد کی تصویر: سو اس سے اس روز منافقوں کے حالِ بد کی تصویر پیش فرمائی گئی ہے اور یہ سعداء کے مقابلے یہ اشقیاء کے مآل اور ان کے انجام کا ذکر فرمایا گیا ہے' اور یہاں پر کھلے کفار کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا گیا کہ وہ میدانِ حشر ہی میں الگ کردیئے جائیں گے ان کے یہاں تک پہنچنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی' بخلاف منافقین کے کہ یہ دھوکہ دہی کی جس پالیسی پر دنیا میں گامزن رہا کرتے تھے آج ان کو خود اسی سے واسطہ پڑے گا' فَاِنَّ الْجَزَآءَ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ۔ یعنی یہ اس بناء پر ہوگا کہ عمل کا بدلہ اور اسکی جزاء اسکی جنس ہی ہوتی ہے، سو یہ لوگ چونکہ صدق و اخلاص اور انفاق فی سبیل اللہ کی سعادت سے محروم رہے ہونگے' اسلئے یہ روز اس نور سے محروم ہونگے' اور وہاں کے ہولناک اندھیروں میں بھٹک رہے ہونگے۔ اس لیے وہ ایمان والوں سے اس طرح درخواست کریں گے کہ ہماری طرف دیکھو تا کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ مستفید اور فیضیاب ہو سکیں۔

۴۸ منافقوں کی اہلِ ایمان سے درخواست کا ذکر و بیان: سو منافقوں نے چونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے اندر

وہ روشنی پیدا نہیں کی ہوگی جو ان کو وہاں پر کام آتی اس لیے وہ اہل ایمان سے یہ درخواست کریں گے کہ ہمیں بھی دیکھو اور ہمارا بھی انتظار کرو تا کہ ہم بھی آپ لوگوں کی روشنی سے فائدہ اٹھا سکیں تو اس وقت ان کو یہ جواب ملے گا جس سے ان کی تذلیل و تحقیر مزید آشکارا ہو جائے گی۔ سو منافقوں کے اس سوال کے جواب میں ان سے ایسا کہا جائے گا اور یہ کہنا فرشتوں کی طرف سے ہوگا' یا اہل ایمان کی طرف سے' اور یہ اس لئے کہ ان منافق لوگوں نے دنیا میں ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے اس نور کو حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ہوگی' اس لیے اس روز یہ اس سے محروم ہی رہیں گے کہ آخرت کیلئے کا موقع بہر حال دنیا ہی میں تھا اور ہے جو ان کے ہاتھ سے نکل چکی ہوگی سو اس طرح کفار و منافقین ہمیشہ کے خسارے میں مبتلاء ہو کر رہیں گے، والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْهِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الاِکْرَامِ،

اَللّٰھُمَّ ! یَامَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدِیْمَ الْاِحْسَانِ،یَامَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاہُ،
وَیَکْشِفُ عَنْهُ السُّوْءَ،یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ،یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ، یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ،
یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ،یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،
نَسْئَالُکَ اِیْمَانًا لَّایَرْتَدُّ،وَنَعِیْمًالَّایَنْفَدُ، وَمُرَافَقَةَ نَبِیِّکَ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی دَرَجَةِ
الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ،وَاَنْ تَغْفِرَلَنَاوَذُنُوْبَنَا
وَالْاٰثَامَ،مَاظَهَرَمِنْهَا وَمَابَطَنَ،وَمَانَعْلَمُ
مِنْهَاوَمَالَا نَعْلَمُ،اَنْتَ مَوْلَانَا
فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ
الْکٰفِرِیْنَ،وَاَفِضْ
عَلَیْنَابَرْدَا الْیَقِیْنِ،
وَارْضَ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِالْمُسْلِمِیْنَ،وَخُذْ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَافِیْهِ صَلَاحُنَا وَفَلَاحُنَا
فِی الدُّنْیَاوَالدِّیْنِ،بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ،وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،یَاذَاالْقُوَّةِ الْمَتِیْنِ،

وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ

لوٹ کر جاؤ اور وہاں کوئی نور تلاش کرو، ۴۹ پھر یکایک ان کے درمیان حائل کر دی جائے گی ایک ایسی دیوار ۵۰

بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ

جس میں ایک دروازہ ہوگا، ۵۱ اس کے اندر کی طرف تو رحمت (ہی رحمت) ہوگی، ۵۲ اور اس کے باہر کی طرف عذاب

الْعَذَابُ ؕ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى

ہی عذاب ۵۳ (۱۳) وہ لوگ ایمان والوں کو پکار پکار کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ ۵۴ وہ جواب دیں گے ہاں ضرور، لیکن تم

۴۹ منافقوں کو رُسوا کن جواب کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ تم پیچھے لوٹ جاؤ اور وہاں جا کر نور تلاش کرو۔ یعنی دنیا میں، جہاں کی کمائی آج اللہ کے کرم سے ہمارے لئے نور بن رہی ہے، اور یہ ان سے تذلیل و تعجیز کے طور پر کہا جائے گا، کیونکہ اب دنیا میں واپسی کیلئے کوئی صورت ممکن نہ ہوگی، مگر یہ منافق لوگ اپنے پیچھے سے مراد وہی جگہ سمجھیں گے جہاں اہل ایمان نور سے مشرف ہوئے تھے اسلئے وہ اس امید پر جونہی پیچھے مڑیں گے تو انکے درمیان ایک ایسی دیوار حائل کر دی جائے گی، جو ان کے تصور میں بھی نہ تھی، اور اس طرح ان کو حق والوں سے ہمیشہ کیلئے الگ کر دیا جائے گا، اس دیوار کے اندر ایک دروازہ ہوگا، اسکے اندر کی طرف رحمت ہی رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہی عذاب، والعیاذ باللہ، بہر کیف اس وقت ان کی حسرت بھری درخواست کا ان کو یہ رسوا کن جواب ملے گا۔ اور اس جواب سے جو کچھ ان پر بیتے گی اس کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور ہر قسم کی ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین،

۵۰ اہلِ ایمان اور اہلِ نفاق کے درمیان دیوار: سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی۔ یعنی مومنین مخلصین اور منافقین منکرین کے درمیان، اور اس طرح ان منافقین کے کفر و نفاق کا نتیجہ و انجام ان کے سامنے آ جائے گا، اور یہ ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے، اور اس دیوار کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا گیا کہ وہ دیوار ایسی ہوگی جس میں ایک ہی دروازہ ہوگا اس کے اندر کے حصے میں رحمت ہوگی اور باہر کے حصے میں عذاب۔ سو اہلِ ایمان اس دروازے سے رحمت والے حصے میں چلے جائیں گے اور منافق عذاب کے حصے میں رہ جائیں گے، جہاں پر وہ انتہائی ہولناک تاریکیوں میں گھر کر اور انتہائی ہولناک تاریکیوں میں گھر کر اپنے انتہائی ہولناک انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔ سو یہ ہوگا انجام نفاق اور منافقین کا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ کفر و نفاق کے ہر شائبے سے ہمیشہ محفوظ اور ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رکھے، آمین ثم آمین۔ یارب العالمین

۵۱ آخرت کی تقسیم ایمان و عقیدہ کے اعتبار سے: سو اس سے یہ اہم حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آخرت کی تقسیم ایمان و عقیدہ کے اعتبار سے ہوگی، اور دنیا کے تمام فوارق و امتیازات سب کے سب مٹ جائیں گے، پس رنگ و نسل اور قوم و قبیلہ وغیرہ کے جو امتیازات اس دنیا میں لوگوں نے از خود اپنا رکھے ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس جہان میں باقی نہیں رہے گا، بلکہ ایمان و عقیدہ کی

بنیاد پر اہل ایمان اور اہل کفر کے درمیان دیوار فاصل حائل کردی جائے گی' ایمان ویقین والے اس پار رحمتوں والے جہاں میں پہنچ جائیں گے اور کفر ونفاق والے اسکے بالمقابل عذاب کے حصے میں گھر کررہ جائیں گے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ نورِ حق وہدایت سے سرفراز وسرشار اور راہِ حق وصواب پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین' و یا اکرام الاکرمین

۵۲ اہلِ ایمان کے لیے ایک مژدۂ جانفزا: سو اس سے اہلِ ایمان کیلئے رحمتِ خداوندی سے سرفرازی کا مژدۂ جانفزا سنایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی۔ یعنی جنت جو کہ اس کی رحمت کا کامل مظہر ہوگی۔ اور اس کی لازوال وبے مثال نعمتیں' سو اہل ایمان اس دروازے سے رحمت والے حصے میں چلے جائیں گے' اور منافقین عذاب کی تاریکی میں گھر جائیں گے' والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس میں اہل ایمان کیلئے جنت اور اس کی سدابہار نعمتوں سے بہرہ مندی وسرفرازی کا مژدۂ جانفزا ہے۔ اور یہ ایسی بڑی اور اس قدر عظیم الشان بشارت وخوش خبری ہے کہ اس جیسی دوسری کوئی بشارت ممکن ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے اور دنیا میں ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر مستقیم وثابت قدم رکھے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے' آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین ویا اکرم الاکرمین،

۵۳ اہلِ کفر ونفاق کیلئے ہولناک عذاب۔ والعیاذُ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اور اس کے باہر کی طرف عذاب۔ یعنی منافقوں کی طرف عذاب ہوگا' اور یہ عذاب نتیجہ وثمرہ ہوگا ان لوگوں کے اس نفاق کا جس کو انہوں نے زندگی بھر اپنائے رکھا تھا' سو وہ اس وقت اپنی اصل شکل میں سب کے سامنے آجائے گا۔ سو اہل کفر ونفاق کا انجام بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس ایمان ویقین کی دولت دارین کی سعادت وسرخروئی سے بہرہ مندی وسرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے' جبکہ اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی' اور دارین کی ہلاکت وتباہی کا باعث ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں راہِ حق وہدایت پر مستقیم رکھے' اور نفس وشیطان کے ہر شر اور ہر مکر وفریب سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین و یا ارحم الراحمین،

۵۴ نفاق کا نتیجہ دوزخ۔ والعیاذُ باللہ العظیم: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ نفاق کا نتیجہ دوزخ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ منافقون کے نفاق کا نتیجہ دوزخ اور وہاں پر ہولناک عذاب ہوگا۔ یعنی دوزخ اور اس کی آگ اور دھواں' والعیاذُ باللہ العظیم، سو اس وقت انکے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہوجائے گی کہ دنیا میں اپنے جس کفر ونفاق کو یہ لوگ اپنی بڑی چالاکی قرار دیتے اور ہوشیاری سمجھتے تھے' وہ اصل میں ان کیلئے دوزخ کی آگ اور اس کا سامان تھا' مگر یہ اس بات کو جانتے اور مانتے نہیں تھے' کہ دنیا کے دارالامتحان میں اصل حقائق پر پردہ پڑا ہوا تھا جس سے یہ لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے تھے اور حق اور اہلِ حق کی بات ماننے کو تیار نہیں ہورہے تھے' مگر کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کے اس جہاں میں جب سب پردے ہٹ جائیں گے اور حقائق اپنی اصل شکل میں سب کے سامنے آجائیں گے تو ان کو سب کچھ خود معلوم ہوجائے گا۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے' آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

لوگوں نے خود فتنے میں ڈال رکھا تھا اپنے آپ کو' ف۵۵ تم (موقع اور فرصت کی) تاک میں لگے رہتے تھے' تم شک میں مبتلا رہتے تھے'

وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ

اور تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا تھا تمہاری آرزوؤں نے یہاں تک کہ آ پہنچا اللہ کا حکم' اور تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا

بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ

اللہ کے بارہ میں اس بڑے دھوکے باز نے، ف۵۷ (۱۴) سو اب نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا'

وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ

اور نہ ان لوگوں سے جو کھلا کفر کرتے رہے تھے' اب تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی

مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ

تمہاری یار (اور تمہارا ٹھکانا) ہے، اور بڑا ہی برا ٹھکانا ہے وہ، ف۵۸ (۱۵) کیا وقت نہیں آیا ان لوگوں کے لئے

اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ

جو (زبانی کلامی) ایمان لائے' ف۵۹ اس بات کا کہ جھک جائیں ان کے دل اللہ کے ذکر کے آگے؟ ف۶۰ اور اس حق (کی عظمت)

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

کے سامنے جو نازل ہو چکا (ان کی ہدایت و راہنمائی کے لئے اللہ کی طرف سے؟ ف۶۱) اور یہ کہ وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں

مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ

جن کو اس سے پہلے (آسمانی) کتاب دی گئی' ف۶۲ پھر ان پر ایک لمبی مدت گزر گئی' ف۶۳ تو سخت ہو گئے ان کے دل'

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

اور ان میں کے زیادہ تر لوگ فاسق (و بدکار) ہیں' ف۶۴ (۱۶) یقین جانو تم (اے لوگو!) کہ اللہ

يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مر چکنے کے بعد' بے شک ہم نے کھول کر بیان کر

۵۵ منافقوں کی فریاد و پکار کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ تب یہ لوگ ایمان والوں سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ کہ تمہارے ساتھ نمازیں پڑھتے' حج کرتے' اور دوسرے اجتماعات وغیرہ میں شامل ہوتے تھے' سو جب یہ منافق لوگ

دیکھیں گے کہ روشنی کی جو جھلک نظر آئی تھی وہ بھی اوجھل ہوگئی ہے' اور اہلِ ایمان کے ساتھ انہوں نے دنیا میں اپنی منافقانہ ظاہرداری کا جو رشتہ قائم کر رکھا تھا وہ بھی ختم ہوگیا' اور ان سے ان کا رابطہ بالکل ٹوٹ گیا تو اس وقت یہ ان سے کہیں گے کہ بھائیو کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ تو آج آپ لوگوں نے ہمیں کیوں کاٹ پھینکا؟ بہر کیف اس روز منافق لوگ اہل ایمان سے اپنے دنیاوی تعلقات جتلائیں گے اور ان سے زور دے کر اور چیخ چیخ کر کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ تمہارے ساتھ نمازیں نہیں پڑھا کرتے تھے؟ روزے نہیں رکھا کرتے تھے؟ تمہارے ساتھ جمعوں اور جماعات میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے؟ حج اور زکوۃ نہیں ادا کرتے تھے؟ تمہاری مجلسوں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے؟ وغیرہ وغیرہ، یعنی یہ سب کچھ جب تھا اور یقیناً تھا تو پھر آپ لوگوں نے آج ہم سے اس طرح منہ کیوں پھیر لیا؟ اور ہمیں اندھیروں میں کیوں چھوڑ دیا؟۔ سو اس سے ان بدبختوں کی بدحالی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ **والعیاذ باللہ العظیم**

۵۶ منافقین کی فریاد و پکار کے جواب کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ منافقوں کو اپنی اس فریاد و پکار کا اہل ایمان کی طرف سے یہ جواب ملے گا کہ ہاں۔ یعنی یہ سب کچھ تو تھا اور ضرور تھا۔ لیکن تم لوگوں نے اپنے آپ کو خود فتنے میں ڈال رکھا تھا۔ منافقت' دھوکہ بازی' اور فریب کاری، کے فتنے میں' اس لئے ظاہری اور جسمانی طور پر ساتھ رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا، معلوم ہوا کہ اصل تعلق اور ساتھ وہ ہے جو دل سے اور عقیدہ و ایمان کی بنیاد پر ہو' بہر کیف اہل ایمان کی طرف سے ان منافقوں کو جواب ملے گا کہ تم لوگ ظاہری طور پر اگرچہ ہمارے ساتھ تھے' لیکن تمہارے دل ہمارے ساتھ نہیں تھے' بلکہ تم لوگ انہی فتنوں میں پڑے رہے تھے جن سے اللہ نے تم کو نکالنا چاہا تھا اور تم لوگ ایمان و اسلام کے بلند بانگ دعووں کے باوجود صدق دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ تمہاری وفاداریاں کفر اور کفار ہی کے ساتھ تھیں اور تم کفر و اسلام کے درمیان ہی مذبذب اور ڈانوڈول رہے تھے۔ ہولناک اور رسوا کن انداز میں' اور اس طور پر کہ ان کیلئے پھر نجات و گلوخلاصی کی کوئی صورت ممکن ہوگی' سو کفر و نفاق محرومیوں کی محرومی اور ہلاکتوں کی ہلاکت ہے، **والعیاذ باللہ العظیم،**

۵۷ منافقت شیطان کا دھوکہ۔ والعیاذ باللہ العظیم: سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ اہلِ ایمان منافقوں سے مزید کہیں گے کہ تم کو اللہ کے بارہ میں دھوکے میں ڈال رکھا تھا اس بڑے دھوکے باز نے:۔ یعنی شیطان نے، اور اس کا دھوکہ یہ کئی طرح سے تھا مثلاً یہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہی نہیں' بلکہ یُونہی مٹ جائیں گے' کہ زندگی تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے اور بس' اور یہ کہ اگر اٹھنا ہوا بھی تو اللہ ہمیں بخش دے گا کہ وہ بڑا غفور و رحیم ہے' اور یہ کہ ہم بڑے اونچے لوگ' سید' اور صاحبزادے وغیرہ وغیرہ ہیں، ہمیں کوئی عذاب ہوگا ہی نہیں' اور یہ کہ ہم نے فلاں فلاں ہستیوں کے دامن پکڑ رکھے ہیں، ان کے نام کی نذر و نیاز دے دیتے ہیں بس وہ ہمیں کافی ہیں' ہمیں کسی عمل وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں' ان ہستیوں کا دامن گرفتہ ہو جانا ہی ہمارے لئے کافی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ انہی خوش فہمیوں میں فرصت عمر تمام ہوگئی، اور تم وہاں خالی ہاتھ پہنچے' بہر کیف اس سے واضح فرمادیا گیا کہ اہل ایمان اس روز منافقوں کی اس فریاد و پکار کے جواب میں ان سے کہیں گے کہ تم لوگ زندگی بھر شک میں پڑے رہے، ہمیشہ موقع پرستی اور منافقت میں مبتلا رہے، اور ابلیس نے تم لوگوں کو طرح طرح کے فتنوں، فریبوں اور جھانسوں، میں محو و مگن رکھا۔ جس کی نتیجے میں تم لوگ اپنی منافقانہ پالیسی ہی کو صحیح اور درست سمجھتے رہے، یہاں تک کہ تم لوگ اپنے اس انجام کو پہنچ کر رہے۔ سو اب تم بھگتان بھگتو اپنے

کیے کرائے کا کہ اب تمہارے لیے نجات کی بہر حال کوئی صورت ممکن نہیں تب ان کی یاس وحسرت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ والعیاذ باللہ

۵۸ اہلِ کفر ونفاق دونوں کا ٹھکانا دوزخ، والعیاذُ باللہ العظیم:۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ کافروں اور منافقوں دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا، والعیاذ باللہ، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز منافقوں سے کہا جائیگا کہ اب نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائیگا اور نہ کھلے کافروں سے، اب تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہارا ساتھی ہے، اور بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے، سو وہ اس روز ان دونوں کیلئے دوزخ کا اعلان ہوجائے گا تب ان کیلئے کوئی چارہ کار نہیں رہے گا۔ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے روز اللہ پاک ایک کافر سے پوچھے گا کہ اگر تجھے دنیا بھر کی اور اس کے ساتھ کئی گنا اور بھی دولت مل جائے تو کیا تو اسے آج کے اس عذاب کے بدلے میں دینے کے لئے تیار ہے؟ تو وہ عرض کرے گا ہاں ضرور اے میرے رب' اس پر اللہ پاک ارشاد فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے بہت چھوٹی اور آسان سی بات کہی تھی، اور تجھ سے اس کا عہد بھی لیا تھا جب کہ تو اپنے باپ آدم کی پشت میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا' مگر تو نے اسے نہ مانا، (روح المعانی وغیرہ) سو اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شرک کس قدر بڑا گناہ اور کتنا بھیانک اور سنگین جرم ہے، اور اسکے مقابلے میں توحید کا عقیدہ کتنی عظیم الشان نعمت اور کیسی بے مثال دولت ہے، اے اللہ تو اپنے فضل وکرم سے ہمارے جسم وجان کے رگ وریشے میں توحید کو پیوست فرمادے اور شرک کے ہر شائبہ سے ہمیں ہمیشہ کیلئے اور ہر طرح سے بچائے رکھ' آمین ثم آمین یارب العالمین بہر کیف اس ارشاد سے اہل کفر ونفاق دونوں کی قطعی مایوسی اور ناامیدی کا اظہار واعلان فرمادیا گیا۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اب نہ تم لوگوں سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کھلے کافروں سے، تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جہاں تم سب کو ہمیشہ رہنا ہوگا، اور وہ بڑا ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔

۵۹ ایمان کے تقاضوں کی تذکیر و یاد دہانی: سو اس ارشاد سے ایمان کے تقاضوں کی تذکیر و یاد دہانی اور ایمان کے دعویداروں سے ایمان کے تقاضے پورے کرنے کے لیے تحریک وتحریض فرمائی گئی ہے "یان" "انا" سے مشتق ہے، جس کے معنی وقت کے آتے ہیں باب اس کا ضرب آتا ہے۔ اَنی یَانِی اَنْیًا وَ اِنَاءً وَ اَنَاءً اِذَا جَاءَ اَنَاہُ۔ یعنی اس کا وقت آگیا۔ (قرطبی' مراغی' صفوۃ' اور محاسن، وغیرہ) سو اس میں ان لوگوں کے قلوب وضمائر کو جھنجھوڑا جارہا ہے جو زبانی کلامی ایمان کے دعوے کرتے ہیں کہ اب تم اپنے ایمان کے تقاضے پورے کرو، کہ اسکا وقت آگیا ہے، یہاں پر قرآنِ حکیم کی صفت وشان یعنی ذکر اللہ سے مراد اسکی وہ تنبیہات ہیں جو ان مخاطر ومہالک سے آگاہ کرنے کیلئے نازل فرمائی گئی ہیں، جن سے ان لوگوں کو دنیا وآخرت دونوں میں لازماً دوچار ہونا پڑے گا، جو حق سے اعراض وروگردانی کیلئے بہانے ڈھونڈتے ہیں، اور حق سے وہ اصول اور کلیات مراد ہیں جن کو قرآن نے از سرنو باطل سے الگ کرکے اجاگر کیا ہے، والحمدُللہ جَلَّ و علا۔ بہر کیف (اَلَمْ یَاْنِ) کا استفہام تقریر وتحضیض کیلئے ہے یعنی انکے دلوں کو حق اور اس کے تقاضوں کے آگے جھک جانا چاہیے کہ یہی حق کا تقاضا ہے اور اسی میں خود ان کا بھلا ہے، دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی، اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں بھی جو کہ اس دنیا کے بعد آنے والا ہے اور جو ابدی اور دائمی ہے۔ و باللہ التوفیق لمایحب ویرید، وعلی مایحب یرید،

۶۰ دلوں کا حق کے آگے جھک جانا تقاضائے عقل ونقل: سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ جھک جائیں

انکے دل اللہ کے ذکر کے آگے۔تا کہ اس کی یاد دلشاد اور اس کے نام پاک کی عظمت وخشیت سے ان کے دلوں کی دنیا معمور و آباد ہو سکے، کہ دلوں کی زندگی اسی کی یاد دلشاد سے ہے' سبحانہ تعالیٰ' ذکر اللہ سے یہاں پر مراد قرآن حکیم ہے جو کہ اللہ پاک کے ذکر اور اسکی یاد دلشاد کا سب سے بڑا اور سب سے عمدہ اور موثر ذریعہ ہے، پس ایمان والوں کو چاہیے کہ ان کے دل اسکے آگے جھک جھک جائیں، یہی تقاضا ہے عقل اور نقل دونوں کا اور اسی میں بھلا ہے انسان کا دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھیجو اس کے بعد آنے والا ہے ورنہ محرومی ہی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۶۱ حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ جھک جائیں اس حق کے سامنے جو کہ نازل ہو چکا ان کے رب کی طرف سے۔ یعنی قرآنِ حکیم کے سامنے جو کہ اگر کسی بڑے سے بڑے پہاڑ پر بھی اتارا جاتا تو وہ بھی پھٹ پڑتا' اور اس کے آگے جھکنے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کی باگیں اس کے ہاتھ میں دے کر اس کے اوامر نواہی کے عین مطابق چلیں' اور یہ صرف ظاہری طور پر نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے ہو' عقیدہ وایمان کی پختگی ومضبوطی کے ساتھ' اور یہی راہ ہے دارین کی سعادت وسرخروئی کی' یہ استفہام انتہاء درجہ کی تحضیض وترغیب کے طور پر ہے' ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے تیرہ سال بعد اس آیتِ کریمہ سے اہل ایمان کو عتاب فرمایا گیا (جامع وخازن، وغیرہ) تو پھر اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج پندرہ صدی بعد کے مسلمان کس درجہ اس کے مورد ومصداق اور مستحق ہیں؟ (تفسیر المراغی، وغیرہ) بہر کیف اس سے یہ حقیقت پوری طرح واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور یہ اب صرف اور صرف قرآن پاک کی صورت ہی میں دنیا میں موجود ہے۔ کیونکہ وحیِ الٰہی اب صرف قرآنِ پاک کی صورت ہی میں مل سکتی ہے، اور قرآنِ حکیم کی شرح اور اسکی اولیں تفسیر حدیثِ رسول ہے، اور قرآن وحدیث کے انہی دو عظیم الشان اور بے مثال ومقدس ذخیروں کا مجموعہ اسلام کہلاتا ہے۔ پس دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی اب صرف قرآنِ پاک اور احادیثِ رسول کی تعلیماتِ مقدسہ کی اتباع وپیروی سے نصیب ہو سکتی ہے۔ و باللہ التوفیق لمایحب ویرید، و علی مایحب ویرید بکل حال من الاحوال۔ اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۶۲ گمراہوں کی پیروی باعثِ ہلاکت وتباہی۔ والعیاذُ باللہ العظیم: ارشاد فرمایا گیا اور گمراہوں کے طور طریقوں سے بچنے کی تعلیم وتلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ان لوگوں کی طرف نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ یعنی یہود ونصاریٰ۔ پس تم ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے انبیاءِ کرام کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال کر اپنی اہواء واغراض اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کو اپنا لیا، سو اس ارشاد سے گمراہوں اور خواہشاتِ نفس کے پجاریوں کے طور طریقوں سے بچنے کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے، کہ ایسے گمراہوں اور اتباعِ ہووہوس کے مریضوں کی پیروی باعث ہلاکت وتباہی ہے۔ جیسا کہ پہلوں کے ساتھ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا قانون سب کیلئے یکساں اور بےلاگ ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ۔

۶۳ قسوتِ قلب محرومیوں کی محرومی۔ والعیاذُ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر ان پر ایک لمبی مدت گزر گئی

ان کے اور ان کے انبیاء کے درمیان، جس سے یہ غفلت کا شکار ہو گئے، اور اسکے نتیجے میں وہ راہِ حق وصواب سے بھٹک گئے، اور اپنے اس مرتبہ ومقام سے محروم ہو گئے، جو حاملِ کتاب اور دین سماوی کے حامی اور علمبردار ہونے کے اعتبار سے انکو حاصل تھا، اور اس طرح یہ لوگ دنیا وآخرت کے خسارے میں مبتلا ہو گئے، والعیاذ باللہ ۔ سو تم لوگ اے مسلمانو! کہیں ان محروم اور بدبخت لوگوں کی طرح نہیں ہو جانا، ورنہ وہی انجام تمہارا بھی ہو گا جو ان لوگوں کا ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون سب کے لیے ایک اور سب پر یکساں لاگو ہوتا ہے۔ سو قسوتِ قلب محرومیوں کی محرومی ہے۔ اور یہ ایک مستقل سزا ہے جو حضرتِ حق ۔ جَلَّ مَجْدُہٗ ۔ کے قانونِ مجازات کے مطابق ماضی کے ان بدبختوں کو دی گئی جس کا ذکر دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا گیا ہے۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً (الآیۃ) (المائدۃ: ۱۳ پ ۶)۔ یعنی ''ایسوں کے دلوں کو ہم نے سخت کر دیا''۔ یعنی ہمارا قانون ودستور اور ہماری سنت اور طریقہ یہی ہے کہ ہم ایسے لوگوں کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں اور ان پر ٹھپ لگا دیتے ہیں جس سے وہ ہر خیر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے راہِ حق پر ثابت قدم، اور اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۶۴ غفلت ولا پرواہی کا نتیجہ قسوتِ قلب ۔ والعیاذُ باللہ : سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ان لوگوں پر ایک لمبا زمانہ گزر گیا اور وہ اسی غفلت ولا پرواہی میں پڑے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے دل سخت ہو گئے، اور قسوتِ قلوب کی بیماری ان کے دلوں کی دنیا پر چھا گئی، اور اس کے نتیجے میں یہ لوگ قبول حق وھدایت کی اہلیت اور صلاحیت کی محروم ہو گئے، والعیاذُ باللہ العظیم، قسوتِ قلب کا نتیجہ وانجام محرومی وہلاکت اور بڑا ہی ہولناک خسارہ ہے، چنانچہ یہ لوگ عیش وعشرت اور غفلت ولا پرواہی میں بڑے رہے، اور ان پر ایک لمبی مدت اسی طرح گزر گئی جس کے نتیجے میں ان کے دل سخت ہو گئے۔ اور یہ قبولیتِ حق کی اہلیت ہی سے محروم ہو گئے، اور اسکے نتیجے میں وہ لوگ اپنی کتابوں اور اپنے دین کی تعلیماتِ مقدسہ کو پس پشت ڈال کر دنیا کے پیچھے لگ گئے، والعیاذ باللہ ۔ انکے دل ایسے سخت ہو گئے کہ حق بات ان کے دلوں میں اترتی ہی نہیں تھی، اور وہ اسکو ماننے اور قبول کرنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتے تھے، یہاں تک کہ وہ خواہشاتِ نفس کے ایسے پیرو اور پرستار بن گئے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو بھی اپنی خواہشات کے مطابق بدل کر کچھ کا کچھ کر دیا، اور اس طرح انہوں نے نورِ حق وہدایت سے خود محروم ہونے اور دوسروں کو محروم کرنے کے دوہرے جرم کا ارتکاب کیا، اور اسکے نتیجے میں وہ ''خسر الدنیا والاخرۃ'' کا مصداق بن گئے، جو کہ سب سے بڑا اور حقیقی خسارہ ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو اس ارشاد سے یہ اہم اور بنیادی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کسی امرِ حق کے بارے میں کسی شبہ اور تردد کا پیدا ہو جانا کوئی تعجب اور اچنبھے کی بات نہیں، اور کچھ عرصے تک ایسی حالت کا باقی رہنا بھی کوئی قابلِ ملامت چیز نہیں۔ یہ چیز ایک نیک اور صحیح العقیدہ انسان کے اندر بھی پیدا ہو سکتی ہے، لیکن اصل خرابی اس میں ہے کہ کوئی شخص ایسے شبہات کو اپنے دل میں پکا کر لے اور ان ہی کی آڑ لے کر اپنے اندر حق کی آواز کو دبانا شروع کر دے اور برابر دباتا ہی جائے اور باطل سے چمٹے رہنے کیلئے بہانہ جوئی سے کام لینے لگے، تو سنتِ الٰہی کے مطابق ایسا شخص قبولِ حق کی صلاحیت ہی سے محروم اور حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مہر جباریت کا حق دار بن جاتا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نعمت حق کی ناقدری کو زیادہ عرصہ برداشت نہیں کرتا۔ والعیاذُ باللہ العظیم من کل شائبۃ من شوائب الکفران والخذلان۔

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ

(دیں تمہارے لئے اپنی آیتیں تاکہ تم لوگ عقل سے کام لو، و۶۵ ﴿۱۷﴾ بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد،

وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ

اور صدقہ دینے والی عورتیں، اور جنہوں نے قرض دیا اللہ (پاک سبحانہ وتعالیٰ) کو اچھا قرض، و۶۶ ان کو وہ کئی گنا بڑھا کر

لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دیا جائے گا، و۶۷ اور ان کے لئے ایک بڑا ہی عمدہ اجر ہے، و۶۸ ﴿۱۸﴾ اور جو لوگ (سچے دل سے) ایمان لائے

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ

اللہ پر، و۶۹ اور اس کے رسولوں پر، ف۷۰ تو یہی لوگ ہیں صدیق، اور شہید،

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ

ان کے رب کے یہاں، و۷۱ ان کے لئے ان کا اجر و۷۲ اور ان کا نور ہے، و۷۳ اور اسکے برعکس جن لوگوں نے

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

کفر کیا، اور انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، تو وہ یار ہیں دوزخ کی دہکتی بھڑکتی

الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ

آگ کے، و۷۴ ﴿۱۹﴾ یقین جانو (اے لوگو!) کہ یہ دنیاوی زندگی تو محض ایک کھیل و۷۵

۶۵ بچھونہ ءِ ارضی میں دعوتِ غور وفکر: سو ارشاد فرمایا گیا اور زوردار انداز میں ارشاد فرمایا گیا کہ یقین جانو تم اے لوگو! کہ اللہ ہی زندہ کرتا ہے زمین کو اسکی موت کے بعد جسم تو محض اس کے لیے ایک مرکب اور سواری ہے۔ سو اسی طرح وہ مردہ دلوں کو زندگی بخشنے کے لئے وحی کی مقدس بارش نازل فرماتا ہے' جو کہ اس کا بہت بڑا کرم واحسان ہے' کہ اس سے دلوں کی دنیا کی زندگی وابستہ ہے ،اور ظاہر ہے کہ جب وہ تمہاری جسمانی ضروریات کی تکمیل کے لئے اس طرح کے پُر حکمت نظام کے تحت یہ ظاہری بارش برساتا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ تمہاری روحانی ضروریات کی تکمیل کے لئے وحی کی روحانی بارش کا انتظام نہ فرمائے؟ جبکہ جسم وروح میں سے اصل چیز روح ہی ہے، سو اس نے اس کا انتظام فرمایا اور بدرجہءِ تمام وکمال فرمایا' اب جو لوگ وحی کی اس مقدس ومبارک بارش سے منہ موڑیں گے وہ اپنی ہی تباہی اور ہلاکت وبربادی کا سامان کریں گے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ نیز زمین کی اس زندگی اور موت سے تمہارے سامنے بعث بعد الموت کے امکان اور اسکے وقوع کا نمونہ بھی بار بار پیش آتا ہے تو پھر تم لوگ دوبارہ جی اٹھنے کا انکار کیوں کرتے ہو؟ اور اس کو آخر مستبعد کیوں سمجھتے ہو جبکہ اسکا نمونہ اور مظہر تم لوگ اپنے پیش پا افتادہ اس بچھونائے ارضی میں خود دیکھتے ہو

اور کھلی آنکھوں اور بار بار دیکھتے ہو؟۔ سو بچھونائے ارضی میں عظیم الشان دلائل قدرت وحکمت موجود ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے وجودِ باجود اسکی قدرتِ مطلقہ، حکمت بالغہ اور رحمت وعنایتِ شاملہ پر دلالت کرتے ہیں، مگر ان لوگوں کیلئے جو صحیح طور پر غور وفکر سے کام لیتے ہیں، اور وہ ایمان ویقین کی دولت سے سرفراز ہونا چاہتے ہیں۔ ورنہ محض حیوانی آنکھوں اور شہواتِ بطن وفرج کی تکمیل کرنے والی عینک سے دیکھنے والوں کیلئے نہ کوئی درس ہے، نہ سامانِ عبرت وبصیرت ورنہ بچھونائے ارضی میں بڑے عظیم الشان دلائل قدرت وحکمت ہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَفِی الْاَرضِ اٰیاتٌ لِّلْمُوْقِنِیْن o (الذاریات:۲۰) وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، بِکُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیٰوۃ

۶۶ انفاق فی سبیل اللہ سراسر نفع کا سودا: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ انفاق فی سبیل اللہ خسارے کا نہیں سراسر نفع کا سودا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے مرد اور عورتیں اور وہ لوگ جو قرض دیں اللہ کو اچھا قرض۔ کہ مال بھی صحیح ہو اور نیت بھی خالص ہو کہ مقصد صرف اپنے خالق ومالک کی رضا وخوشنودی ہو دوسری کسی غرض کا اس میں کوئی شائبہ نہ ہو اور نہ ہی وہ اس کے بعد اس کا کسی پر احسان جتلائے سو ایسا انفاق قرضِ حسن کہلائے گا، اس آیتِ کریمہ میں انفاق فی سبیل اللہ کے اس مضمون کو ایک دوسرے پہلو سے اجاگر فرمایا گیا ہے، جس کا ذکر اوپر آیت نمبر ۱۱ میں آچکا ہے، اور منافقین کو اس پر ابھارا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا خسارے کا سودا نہیں، بلکہ یہ ایک نہایت ہی نفع بخش کاروبار ہے، کہ اللہ تعالیٰ ایسوں کے دیئے کو محفوظ رکھتا ہے اور ان کو کئی گنا بڑھا کر اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ سو انفاق فی سبیل اللہ ایک عظیم الشان سعادت ہے جس کا فائدہ خود خرچ کرنے والے کو ملتا ہے اور کئی گنا بڑھ کر ملتا ہے۔ اور آخرت کے اس ابدی اور حقیقی جہاں میں ملتا ہے جہاں کہ انسان زیادہ محتاج ہوگا۔ اور اس سے پہلے اس دنیا میں بھی ملتا ہے اور کئی صورتوں میں ملتا ہے کہ اس سے مصیبتیں نہیں ٹلتی ہیں، اور برکتیں ملتی ہیں وغیرہ، والحمد للہ رب العالمین۔

۶۷ کئی گنا زیادہ اجر کی عنایت وبشارت کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ انکو کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا کہ ایک کا دس گنا' سو گنا' سات سو گنا' اور اس سے بھی کہیں زیادہ' اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ بدلہ اس اکرم الاکرمین کی طرف سے ہے جس کے کرم کی کوئی حد وانتہائی نہیں، سبحانہ وتعالیٰ، سو اس کے باوجود جو اس ذات اقدس واعلیٰ سبحانہ وتعالیٰ کو قرض نہ دے اور اس سے کنی کترائے اور ہچکچائے تو، اس سے بڑھ کر محروم اور بدنصیب اور کون ہوسکتا ہے؟ والعیاذ باللہ جل وعلا، یہاں پر اس انفاق کیلئے صدق اور قرض کے دو لفظ استعمال فرمائے گئے ہیں، پھر ان دونوں میں بھی آگے یہ فرق ہے کہ صدقہ کو تو صفت یا فاعل کی صورت میں استعمال فرمایا گیا ہے، اور قرض کو فعل کی شکل میں، سو اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ صدقہ تو ایسے حضرات کی مستقل اور دائمی صفت ہوتی ہے، اور قرض کا تعلق کسی ہنگامی ضرورت میں تعاون وامداد سے ہے، سو ایسے لوگ یوں بھی ہمیشہ صدقہ خیرات کرتے ہیں اور کسی ہنگامی ضرورت کیلئے بھی وہ فراخ دلی کے ساتھ تعاون امداد کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، جَلَّ وعلا

۶۸ اجر کریم کے وعدہ وانعام کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے لئے ایک بڑا ہی عمدہ اجر بھی ہے۔ یعنی جنت

(فتح القدیر، صفوۃ التفاسیر، وغیرہ) جس کی عمدگی اور عظمت شان کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا' اور جس میں اس اکرم الاکرمین نے اپنے بندوں کیلئے وہ وہ کچھ تیار کر رکھا ہوگا' جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا' اور نہ کسی دل پر اس کا گزر ہی ہوا جیسا کہ صحیح حدیث میں اسکی تصریح فرمائی گئی ہے' اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے، آمین ثم آمین، سو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا خسارے کا سودا نہیں بلکہ بڑا ہی نفع بخش کاروبار ہے، اور ایسا عظیم الشان نفع اور بے مثال انعام کہ اسی غنی مطلق وحدہ لاشریک کے نام پر اور اس کی رضا و خوشنودی کیلئے دیا بخشا ایک ایک پیسہ محفوظ ہوگا، اور وہ اکرم الاکرمین اس کو بڑھاتا جائے گا اور اتنا اور اس قدر کہ وہ اس کو ایک عظیم الشان اور لازوال خزانے کی شکل میں واپس کرے گا، اور اسکے علاوہ وہ اسکو ایک اجر کریم سے بھی نوازے گا۔ سو وہ کرم ہی کرم اور کرم بالائے کرم سے نوازے گا۔ سبحانہ وتعالیٰ، پس اسکے نام پر اور اسکی رضا کیلئے دینے اور دیتے ہی رہنے کی ضرورت ہے، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيٰوةِ وَهُوَالْعَزِيْزُ الْوَهَّاب، جَلَّ وَعَلَا

۶۹ ایمان باللہ سعادت وکامرانی کی اصل اساس: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ سچے دل سے ایمان لائے اللہ پر۔ یعنی اس کے وجودِ باجود اور اس کی وحدانیتِ مطلقہ پر' اس کی صفات وکمالات پر' اور اس کے حقوق واختیارات پر' کہ اس ساری کائنات کا خالق بھی وہی ہے' اور مالک بھی تنہا وہی' اور اس سب پر حکم اور تصرف بھی اسی وحدہ لاشریک کا چلتا ہے' ان میں سے کسی بھی چیز میں کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں، سو صلاح وفلاح کی اساس وبنیاد ایمان ویقین ہے، اور ایمان ویقین کی اولین اساس وبنیاد اللہ پر ایمان ویقین ہے، جو کہ اس ساری کائنات کا خالق ومالک ہے، سبحانہ وتعالی۔ سو اس خالقِ کل اور مالکِ مطلق پر ایمان ویقین کی دولت دارین کی سعادت وسرخروئی سے بہرہ مند وسرفراز کرنے والی دولت ہے جس کے بغیر نہ انسان کی دنیا بن سکتی ہے اور نہ اس کی آخرت سنور سکتی ہے۔ فزدنا اللھم ایمانا بک ویقینا و حبا فیک واطاعۃ لک ووفقنا لما تحبت و ترضی من القول والعمل بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطنٍ مّن المواطن فی الحیاۃ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے راہ حق پر مستقیم اور ثابت قدم رکھے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب سے اپنی حفاظت میں رکھے آمین ثم آمین یا ربّ العالمین ویاارحم الراحمین

۷۰ ایمان باللہ کا ذریعہ ایمان بالرسل: سو ارشاد فرمایا گیا اور وہ ایمان لائے اسکے رسولوں پر، کہ وہ سب کے سب سچے تھے' خود بھی اور ان کے پیغام بھی' جن کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا' اور اب فلاح ونجات کا دارومدار صرف خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی ہی میں ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت وتشریف آوری کے بعد گزشتہ تمام انبیاء کرام کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں، جس کو دین حنیف میں طرح طرح سے واضح فرمایا گیا ہے، مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ آج اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انکو بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا، سو ایمان باللہ سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ایمان بالرسل ہی ہے۔ کیونکہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں ہی کے ذریعے معلوم ہوسکتا ہے کہ اللہ کیسا ہے اسکی صفات کیا ہیں، اور اس کے حقوق واختیارات کیا ہیں، اور اس کی اطاعت وبندگی کے طور طریقے کیا ہیں، ورنہ کسی بھی دوسرے ذریعے سے معرفتِ خداوندی سے سرفرازی ممکن نہیں۔ اور اب اس کا خلاصہ اس شریعتِ مقدسہ کی صورت میں موجود ہے

جس کو امام الرسل، خاتم الانبیاء حضرت محمد ـ صلی اللہ علیہ وسلم ـ نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے، اور جو اب قرآن وسنت کی صورت میں ہمارے پاس موجود ومحفوظ ہے ـ سواب ہدایت ونور کا منبع ومصدر یہی اور صرف یہی ہے ـ اس کے سواحق وہدایت کا دوسرا کوئی ماخذ ومصدر سرے سے ہے ہی نہیں، پس جو لوگ اس سے محروم ہیں وہ نورِ حق وہدایت سے محروم، اور سراسر اندھیروں میں مستغرق ہیں ـ والعیاذ باللہ العظیم ـ من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف، وھو الھادی الی سواء السبیل، جل وعلا،

۴۱ صدیقین اور شہداء کی نشاندہی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہی لوگ ہیں صدیق اور شہید انکے رب کے یہاں ـ جیسا کہ امام تفسیر حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کل مؤمن صدیق" (ہر مومن صدیق ہے) (جامع، خازن، کبیر، وغیرہ) یعنی ایسے خوش نصیب حضرات نے صدیقیت اور شہادت فی سبیل اللہ کے مراتب عالیہ کو اپنے لئے جمع کر دیا' اور حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے مومن سب کے سب شہید ہیں، مومنو امتی شھداء، پھر آپ ﷺ نے یہی آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی (ابن کثیر، مدارک، صفوہ، وغیرہ) یہاں پر "والشھداء" کے عطف کے بارہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس کا "الصدیقون" پر ہے اور اوپر کی تفسیر اسی احتمال پر مبنی ہے' اور دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ یہ مبتداء' ھو "اور' عند ربھم "اس کی خبر اور یہ جملہ مستانفہ، ہو اور پہلا جملہ "الصدیقون" پر پورا ہو جائے' یہاں پر یہ سلسلۂ گفتگو چونکہ انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں چل رہا ہے اس لئے اس سے از خود یہ بات نکلتی ہے کہ جو لوگ فراخ دلی سے اپنے مال اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا وخوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں وہی دراصل صدیق اور شہید اور اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہیں ـ سو اس سے صدیقین اور شہدا کی نشاندہی فرمادی گئی کہ یہ وہ خوش نصیب ہیں جو ان صفات سے موصوف ومتصف ہیں بس اصل چیز جسکی اللہ تعالیٰ کے یہاں قدر وقیمت اور اس کا وزن ہے وہ ایمان و عقیدہ اور عمل وکردار، و باللہ التوفیق لما یحب ویرید، و علی مایحب و یرید وھو الھادی الی سواء السبیل فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، فی کل ان و حین ـ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر قائم اور ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے ـ آمین ثم آمین

۴۲ صدیقین اور شہداء کے اجر وثواب کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کیلئے انکا اجر ہے انکے رب کے یہاں، اور ظاہر ہے کہ یہ ایسا عظیم الشان اجر ہوگا جو انکے مرتبہ ومقام اور ان کے اخلاص وایمان کے مناسب ہوگا' اور انکے ایمان اور اخلاص کے درجات ومراتب سے ان کا رب پوری طرح آگاہ اور واقف ہے' اس لئے وہ ان کو اسی کے مطابق نوازے گا' سو اللہ تعالیٰ کے یہاں شہداء اور صدیقین کیلئے جو درجات ومراتب مقرر ہیں، وہ ہر مدعیٔ ایمان کو حاصل نہیں ہو جائیں گے، بلکہ یہ انہی نیک بختوں کو نصیب ہونگے جو اللہ اور اسکے رسولوں پر سچا پکا ایمان رکھتے ہوں گے، اور وہ اپنے عمل وکردار سے اپنے دعویٔ ایمان کا ثبوت پیش کریں گے، یہاں پر جیسا کہ ابھی اوپر ذکر ہوا چونکہ خاص طور پر زیر بحث انفاق فی سبیل اللہ کا معاملہ ہے اس لیے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو لوگ دینِ حق کی نصرت کیلئے فراخ دلی سے اپنے مال خرچ کریں گے، وہی لوگ درحقیقت اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں، اور انہی کو صدیقین اور شہداء کے زمرے میں شریک وشامل ہونے کی سعادت نصیب ہوگی، و باللہ التوفیق لمایحب ویرید وعلی مایحب ویرید و ھو الھادی الی سواء السبیل . سو بات صرف زبانی کلامی دعووں کی نہیں بلکہ اس کیلئے عمل وکردار کا ثبوت بھی چاہیے اسی سے دعویٔ ایمان کی صداقت کا پتہ چلتا ہے ـ

۴۳ صدّیقین اور شہداء کے لئے ان کے نور کی بشارت: سو ارشاد فرمایا گیا اور ان کے لئے ان کا نور ہوگا: جو ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا جیسا کہ اوپر آیت نمبر ۱۱ اور نمبر ۱۲ میں ارشاد فرمایا گیا ہے اور جو مختلف درجات و مراتب پر ہوگا' ان کے ایمان و یقین کی قوت اور اس کے درجات کے اعتبار سے' اور ان کے ان اعمالِ صالحہ کے لحاظ سے جو یہ زندگی بھر کرتے رہے تھے' جیسا کہ اوپر آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے سو یہ اجر اور نور انہی بندگانِ صدق و صفا کو نصیب ہوگا، جو اپنے دعویٔ ایمان و یقین میں سچے اور پکے ہونگے، اور جو اپنے عمل و کردار سے اپنے اس دعوے کی صداقت کا عملی ثبوت فراہم کریں گے، ہر مدعی ان کا حقدار نہیں بن جائے گا۔ سو ایسے ہی مخلص اور صداقت شعار مقصدِ حق کی شہادت دینے کے اہل ہوتے ہیں اور ایسے ہی مردانِ حق و صدق سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ابتلاء و آزمائش کے موقع پر شہادتِ حق کے لئے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کردیں گے۔ اسلام میں اس وصف کے سب سے نمایاں مصداق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جنہوں نے ہر نازک سے نازک دور میں اپنے ایمان و اقرار کی صداقت اور پختگی کا ثبوت اپنے عمل و کردار سے دیا، اور ایسا کہ وہ تاریخ کا ایک روشن باب اور انہی کا حصہ ہے، اور اسکے بعد دوسرے وہ بندگان صدق و صفا بھی جو اپنے اپنے درجات کے مطابق انہی کے نقشِ قدم پر چلے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انکی اتباع اور پیروی نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

۴۴ کفر و انکار کا نتیجہ و انجام دائمی دوزخ۔ العیاذ باللہ جل و علا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہ یار ہونگے دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ کے۔ جس میں ان کو ہمیشہ ہمیش کیلئے رہنا ہوگا کہ وہ ان کے مناسب اور یہ اس کے لائق ہیں' اس لئے کہ انہوں نے ایمان و یقین کی راہ حق و صواب اور نور حق و ہدایت سے منہ موڑا' اور کفر و تکذیب کی راہ کو اپنایا، جو کہ دوزخ کی راہ ہے، والعیاذُ باللہ العظیم، سو کفر و انکار اور تکذیبِ حق کا نتیجہ و انجام بہرحال دوزخ کی ہولناک آگ ہے، والعیاذُ باللہ العظیم اور ایسا کہ یہ اس سے کبھی چھوٹنے اور نکلنے بھی نہیں پائیں گے، اور ان کو دوزخ کی اس دہکتی بھڑکتی آگ کا صاحب اور ساتھی، یعنی یار اور دوست فرمایا گیا ہے، سو جس طرح ایک ساتھی اپنے ساتھی کے ساتھ رہتا ہے، اسی طرح یہ بدبخت دوزخ کے ساتھی اور اسکے یار ہونگے، اور وہ انکی ساتھی اور یار ہوگی، نہ وہ انکو چھوڑے گی اور نہ ہی یہ اس سے کسی طرح الگ ہوسکیں گے، والعیاذُ باللہ العظیم بہرکیف اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے کفر و انکار سے کام لیا اور انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ سب دوزخی ہیں جہاں ان کو اپنے کفر و انکار اور تکذیب حق کے نتیجے میں ہمیشہ رہنا پڑے گا۔ و العیاذ باللہ العظیم ۔ یہاں پر موقع کلام دلیل ہے کہ جن لوگوں نے اگرچہ زبان سے تکذیب نہیں کی لیکن اپنے عمل و کردار سے انہوں نے تصدیق بھی نہیں کی، بلکہ ان کا عمل و کردار اس کے برعکس رہا ہو وہ بھی اسی حکم کے عموم میں داخل ہیں جیسا کہ آج دنیا میں ہو رہا ہے کہ کتنے ہی نام نہاد مسلمان ایسے ہیں جو اسلام کا نام تو لیتے ہیں لیکن ان کا عمل ان کے اس دعوائے ایمان کے بالکل خلاف اور برعکس ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم، چنانچہ ایسے لوگ طرح طرح کی شرکیات کا ارتکاب کرتے، جگہ جگہ سجدے اور طواف کرتے، غیر اللہ کی نذریں مانتے، نیازیں دیتے، نماز روزے کا ان کے یہاں کوئی اہتمام نہیں۔ طرح طرح کی محرمات کا

وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ سو وہ دھڑلے سے کھاتے اور اس کی وکالت اور طرف داری کرتے ہیں، جواء کھیلتے اور شراب پیتے اور توبہ و استغفار سے غافل ولاپرواہ، حق اور اہل حق سے دور نفور، وغیرہ وغیرہ۔ تو پھر ایمان واسلام کیا ہوا؟ اور دینداری کس چیز کا نام ہوا؟۔ والعیاذ باللہ العظیم. من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف، وھو الھادی الی سواء السبیل، جل جلالہ وعم نوالہ

۷۵ دنیاوی زندگی محض ایک کھیل، والعیاذ باللہ جل وعلا: سو ارشاد فرمایا گیا اور "انما" کے کلمہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ دنیاوی زندگی محض، ایک کھیل اور تماشہ ہے۔ لعب (کھیل) اصل میں اس عمل کو کہتے ہیں جس میں انسان کو اپنی تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہ ہو (خازن، مدارک، صفوہ اور مراغی، وغیرہ) جیسے چھوٹے بچے مختلف قسم کے کھیل کھیلتے ہیں جن سے وقت کے ضیاع اور جسمانی تھکان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، سو اسی طرح ابناء دنیا جو دنیا ہی کے لئے جیتے ہیں وہ دنیا جوڑنے اور جمع کرنے کے لئے دن رات محنت کرتے ہیں، مگر آخر کار جب یہ یہاں سے جائیں گے تو خالی ہاتھ جائیں گے "سب کیا کرایا" اور جوڑا بنایا" یہیں رہ جائے گا، اور فرصت عمر کی جو نعمت اور پونجی ان کو درحقیقت آخرت ہی کے بنانے کے لئے دی گئی تھی اس کو ان لوگوں نے دنیا کے متاع فانی اور اسکے حطام زائل کے جوڑے بنانے میں ضائع کر دیا ہوگا" جس کی تلافی وتدارک کی پھر کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہ ہوگی سو یہی ہے خساروں کا خسارہ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ، مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلَالٍ وَّسُوْءٍ وَّانْحِرَافٍ، وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ،

اَللّٰھُمَّ!

اَعِذْنَا مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَغَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ وَشَمَاتَةِ
الْاَعْدَآءِ، وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ،
الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، وَیَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ
عَلٰی حَبِیْبِکَ الْمُصْطَفٰی وَنَبِیِّکَ الْمُجْتَبٰی، نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِهٖ الْاَتْقِیَاءِ وَاَصْحَابِهٖ الْاَوْفِیَاءِ
وَارْضَ عَنْھُمْ وَعَنَّا مَعَھُمْ
یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي

اور تماشا ہے، ۷۶ اور ایک زیبائش، ۷۷ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا، ۷۸ اور مال و اولاد میں

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ

ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا (اس کی مثال ایسے ہی ہے) جیسے بارش برستی ہے اور اس سے اگنے والی پیداوار دل

نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ

موہ لیتی ہے کافروں کے، ۷۹ پھر چندے بعد وہ خشک ہو جاتی ہے، تو تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئی ہے پھر (اس کے کچھ ہی عرصے بعد) وہ

۷۶ متاع دنیا محض ایک لہو اور تماشا، والعیاذ باللہ جل و علا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ دنیاوی زندگی محض ایک کھیل اور تماشا ہے۔ لہو دراصل ہر ایسے مشغلے کو کہتے ہیں جو کسی کو اس کے اصل مقصد سے غافل کر دے، والعیاذ باللہ جل و علا، جیسا کہ سکول جاتے ہوئے کوئی بچہ کسی مداری کا کھیل دیکھنے میں مصروف ہو کر سکول جانے کے اپنے اصل مقصد کو بھول جائے، پس اسی طرح یہ دنیا اور اس کا متاع فانی ہے جو کہ انسان کو اپنے رب کی یاد اور دار آخرت سے غافل کر دیتی ہے، جو کہ اس کا اصلی حقیقی اور دائمی گھر ہے، سبحان اللہ! ایمان اور اہل ایمان کے زاویہ نگاہ کی وسعتوں کے کیا کہنے؟ کہ وہ دنیا جو کہ ابناء دنیا کے لئے منتہاء مقصود ہے، ایک مومن صادق کے نزدیک اس پوری دنیا کی حیثیت و حقیقت ایک کھیل تماشا سے زیادہ کچھ نہیں، بلکہ اس کے سامنے اصل مقصود اور ہدف آخرت کی حقیقی اور ابدی زندگی اور اس کی کامیابی ہے، اور دنیا کی یہ زندگی اس کو دراصل آخرت کی کمائی ہی کیلئے دی گئی ہے، سو دنیاوی زندگی ایک عارضی اور فانی زندگی ہے جس کی بہار بھی عارضی اور فانی، اور اس کی خزاں بھی عارضی اور فانی، جس کو ایک تنگ ظرف انسان اپنی تنگ ظرفی کی بنا پر اپنا مطمح نظر اور منتہائے مقصود بنا لیتا ہے اور اسکے نتیجے میں وہ آخرت کی اپنی اصل منزل کو بھول کر ہولناک خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کہ سب سے بڑا اور خساروں کا خسارہ ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَالٍ،

۷۷ دنیاوی زندگی سامانِ زیب و زینت اور بس: سو ارشاد فرمایا گیا کہ دنیاوی زندگی محض زیب و زینت کا سامان ہے۔ جس سے فرزندان دنیا اپنی تسکین کا سامان کرتے، اور اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں، کہ اچھے سے اچھا لباس، عمدہ سے عمدہ مکان، اور زیادہ سے زیادہ اسباب راحت حاصل کیے جاسکیں اور بس، اور اس تگ و دو اور دوڑ دھوپ میں لگ کر وہ آخرت کی اپنی اصل حقیقی اور ابدی منزل کو بھول جاتے ہیں، والعیاذ باللہ، جبکہ پیغمبر فرماتے ہیں مجھے اس دنیا سے کیا لگے، میری مثال تو اس مسافر کی سی ہے جس نے کسی درخت کے نیچے کچھ آرام کیا اور پھر اٹھ کر چل دیا، لیکن ابنائے دنیا آج بھی دنیا کو اس کے مادی پہلو اور وقتی فوائد و منافع کے اعتبار ہی سے منتہائے مقصود بنائے ہوتے ہیں اور وہ دن رات معیار زندگی (standard of living) اپ کرنے کے نام و عنوان اور ایسے خوشنما الفاظ و کلمات سے اسی کے لیے تحریض و ترغیب کے لیے لگے رہتے ہیں اور اپنی آخرت کے تقاضوں سے غافل و لاپرواہ ہیں۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین،

۷۸ ابناءِ دنیا کی روشِ تفاخر وتکاثر کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتلانا، اور تکاثر میں مبتلا ہونا ہے، نیز اپنی بڑائی ظاہر کرنا اپنے حسب ونسب اور مال ودولت وغیرہ میں' اور اسی میں مست مگن ہو کر ابناءِ دنیا اپنی آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں' اور یہی بیماریوں کی بیماری اور خرابیوں کی جڑ بنیاد ہے، والعیاذ باللہ، سو اس سے زر پرست دنیا داروں کو یہ بتانا مقصود ہے اور ان کیلئے اس میں یہ تنبیہہ اور تذکیر ہے کہ دنیاوی زندگی ہی کو اصل مقصد بنا دینا اور اسی میں الجھ کر رہ جانا کوئی خوش انجام سرگرمی نہیں، یہ محض دھوکے کا سامان ہے اسکی مثال تو اس کھیتی کی سی ہے جو چند دن لہلہانے اور کسانوں کا دل لبھانے کے بعد چورا چورا ہو کر ختم ہو جاتی ہے، اور پھر تم لوگوں کو آخرت میں دوبارہ اٹھ کر اپنے کیے کرائے کا حساب دینا اور اسکا صلہ و بدلہ پانا ہے، سو تنگ ظرف انسان اپنی تنگ ظرفی اور کوتاہ نظری کی بنا پر ایک طرف تو متاعِ دنیا اور اس کی زیب وزینت اور ٹیپ ٹاپ کو اصل چیز سمجھ کر اپنی آخرت کو بھول جاتا ہے، جو کہ خساروں کا خسارہ ہے، اور دوسری طرف اس دنیاوی مال ومتاع کی بنا پر کبر وغرور میں مبتلا ہو کر وہ حق بات کو سننے ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا جس سے وہ نور حق وہدایت سے محروم تر اور دور سے دور تر ہوتا چلا جاتا ہے، اور ایسا اور اس طور پر کہ اس کو اپنی اس محرومی اور حرمان نصیبی کا احساس تک نہیں ہوتا، جس کے نتیجے میں وہ خسارہ در خسارہ اور ہلاکت در ہلاکت کے ہولناک گڑھے میں گر جاتا ہے اور پھر وہ مزید از مزید گرتا چلا جاتا ہے مگر اسکو اس کا شعور واحساس ہی نہیں ہوتا۔ جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم جَلَّ وَعلا،

۷۹ متاعِ دنیا کی فنا وبے ثباتی کی مثال: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے بارش سے اگنے والی پیداوار جو دل موہ لیتی ہے کافروں کے۔ کفار جمع ہے کافر کی جس کے معنی منکرِ حق کے ہوتے ہیں اور اس کا اطلاق بطور مجاز کسان (زارع) پر بھی ہوتا ہے کیونکہ کفر کے اصل معنی چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے ہوتے ہیں' اور کسان بھی چونکہ بیج کو زمین میں چھپاتا ہے اس لئے اس کو بھی کافر کہا جاتا ہے' اس لئے یہاں پر ''کفار'' کے معنی عام طور پر زُرّاع ہی کے کیے گئے ہیں' یعنی کسان' لیکن ہم نے یہاں پر لفظ ''کفار'' کو اپنے ظاہر ہی پر رکھا ہے' ایک تو اس لئے کہ یہاں پر اس لفظ کے استعمال سے ایک خاص معنی ومفہوم کا افادہ مقصود ہے' جو ''زُرّاع'' کے لفظ سے ادا نہیں ہو سکتا، اسی لئے یہاں پر ''زُرّاع'' نہیں ''کفار'' فرمایا گیا ہے' حالانکہ ''زُرّاع'' بھی عربی زبان کا لفظ ہے، اور دوسرے مقام پر اس لفظ کو ذکر بھی فرمایا گیا ہے، سو اس کے باوجود ''زُرّاع'' کی بجائے جو کفار کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے یہاں پر ایک خاص معنی اور مفہوم ادا کرنا مقصود ہے، اس لئے یہاں پر اس لفظ کو اپنے ظاہر پر رکھنا ہی بہتر ہے، اور دوسرے اس لئے کہ اس صورت میں تمثیل کے معنی مقصود کی توضیح اور زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے، کیونکہ دنیا کی چمک دمک پر یہ فریفتگی کفار ومنکرین میں ہی زیادہ پائی جاتی ہے، کیونکہ ان کی نظروں میں دنیا ہی دنیا ہوتی ہے، جبکہ ایماندار کسان کی شان یہاں بھی علیحدہ اور ممتاز ہوتی ہے، بہر کیف اس تمثیل سے دنیا کی بے ثباتی آشکارا ہو جاتی ہے، جس کیلئے یہاں پر یہ مثال بیان فرما دی گئی ہے۔ جس سے ان لوگوں کا خسارہ واضح ہو جاتا ہے جو اسی دنیا کو اپنا اصل مقصود اور معبود قرار دیتے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم،

حُطَامًا ؕ وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ

چورا چورا ہو کر رہ جاتی ہے، ف۸۰ اور (اس کے مقابلے میں) آخرت میں بڑا سخت عذاب بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک

مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ

عظیم الشان بخشش بھی، اور اس کی رضاء (وخوشنودی) بھی، ف۸۱ اور دنیاوی زندگی تو

اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾ سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ

دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں، ف۸۲ ﴿۲۰﴾ (پس) تم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو

مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ

(اے لوگو!) اپنے رب کی بخشش، ف۸۳ اور اس عظیم الشان جنت کی طرف، جس کی چوڑائی آسمان

وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ

اور زمین کے برابر ہے، ف۸۴ جسے تیار کیا گیا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اللہ پر، اور

رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

اس کے رسولوں پر، ف۸۵ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے وہ عطاء فرماتا ہے (اپنے علم و حکمت کی بناء پر) جس کو چاہتا ہے، ف۸۶

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ

اور اللہ بڑا ہی فضل والا ہے، ف۸۷ ﴿۲۱﴾ جو بھی کوئی مصیبت

۸۰ دنیا کے انجام کی مثال کھیتی کی طرح: سو ارشاد فرمایا گیا کہ بارش سے اگنے والی وہ کھیتی اول تو اپنی سرسبزی اور شادابی سے کفار کے دل موہ لیتی ہے لیکن پھر وہ زرد پڑ کر بالآخر چورا چورا ہو جاتی ہے، پس سو اسی طرح یہ دنیا، اور اس کی یہ چمک دمک، سب کچھ عارضی فانی اور چند روزہ ہے، پس اس میں لگ کر اور اس کی رنگینیوں میں کھو کر اپنی آخرت اور اس کی حقیقی اور ابدی زندگی کو بھی فراموش نہیں کرنا کہ یہ بڑے ہی ہولناک خسارے کا باعث ہے، والعیاذ باللہ العظیم، اور تنبیہ و تحذیر کے اسی مضمون کو دوسرے مقام پر اس طرح ذکر اور بیان فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ٥ (لقمٰن۔۳۳ پ۲۱) اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دنیا کی اس دھوکہ دہی سے ہمیشہ محفوظ رکھے، آمین بہر کیف اس سے واضح فرمایا گیا کہ جس دنیاوی زندگی اور اس کی چمک دمک پر ابناءِ دنیا پھولے نہیں سماتے، اور اسی کو انہوں نے قبلۂ توجہ اور منتہائے مقصود بنا رکھا ہے، اسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک اچھی بارش ہو جائے جس سے فصل لہلہا اٹھے اور اس کو دیکھ کر ناشکرے لوگ پھولے نہ سمائیں، لیکن وہ کچھ ہی دنوں کے بعد سوکھ کر زرد ہو جائے اور پھر چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو کر ختم ہو جائے، سو یہی حشر تم لوگوں کی ان سرگرمیوں

کا ہونے والا ہے اے منکرو، اور غافلو، جو تم لوگ اس دنیا کو حاصل کرنے اور اس میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کیلئے کر رہے ہو، ان میں سے کوئی بھی چیز نہ باقی رہنے والی ہے، اور نہ تمہارے ساتھ قبر میں جانے والی ہے، کہ وہاں کام آنے والی چیز اپنا ایمان و عمل و کردار ہی ہے۔ سو مومن کیلئے اصل میدانِ مسابقہ یہی ہے، یعنی اعمال تکبیر وَ فِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ بہر کیف۔ اس سے واضح فرمایا گیا کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جہاں کی کامیابی اصل کامیابی ہے، اور وہاں کا عذاب بھی بڑا سخت عذاب ہے اور انتہائی ہولناک۔ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اپنی زندگی کفر و باطل اور معاصی و ذنوب کے اندھیروں میں گزاری ہوگی، و العیاذ باللہ، یعنی تم لوگوں نے تو اپنی نادانی سے دنیا کی اس فانی زندگی اور اسکی عارضی اور وقتی لذتوں ہی کو اپنا اصل مقصود بنا دیا، تم نے اور اپنی تمام مساعی کا حاصل اور محور اسی کو قرار دے دیا، لیکن یہ سب سرمایہ غرور، اور دھوکے کا سامان ہے، جبکہ اصل چیز آخرت ہے، اور وہاں پر ان دو میں سے ایک سے ضرور سابقہ پیش آنا ہے، منکروں اور سرکشوں کیلئے عذاب شدید، اور مومنوں اور اطاعت گزاروں کیلئے مغفرت و رضوان۔ سو کامیابی اور ناکامی کے دونوں راستے اور ان کے انجام تمہارے سامنے رکھ دیے گئے۔ اس کی روشنی میں ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ لے کہ وہ کہاں کھڑا ہے اور کس راستے پر گامزن ہے۔ و باللہ التوفیق لما یحب ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل،

۸۱ اصل چیز بخشش و رضائے خداوندی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ آخرت میں بڑا سخت عذاب بھی ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور رضاء و خوشنودی بھی۔ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اپنی دنیوی زندگی اپنے خالق و مالک کی رضاء و خوشنودی کی طلب و تلاش میں گزاری ہوگی، اور انہوں نے دنیا کے مطامع اور وقتی ملذات و منافع کو قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش اور اسکی رضا و خوشنودی کے حصول کو اپنا اصل مقصد اور نصب العین قرار دیا ہوگا، سو ایسے خوش نصیب اپنے رب کی طرف سے ایسے انعامات سے سرفراز ہونگے، اور ان کو حقیقی اور دائمی کامیابی نصیب ہوگی، و باللہ التوفیق۔ بہر کیف اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے جو کہ حقیقی بھی ہے اور ابدی بھی، جہاں کے فوائد و منافع بھی عظیم اور مستقل ہیں، اور مضار و نقصانات بھی عظیم اور مستقل ہیں۔ سو جس کو وہاں پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت و بخشش اور خوشنودی نصیب ہوگئی اس کو وہ ابدی، حقیقی، اور دائمی کامیابی نصیب ہوگئی جس کے سامنے دنیا ساری کی نعمت اور حکومت بھی صفر ہے اور جو وہاں کے اس عذاب شدید میں گرفتار ہوگیا۔ و العیاذ باللہ العظیم۔ وہ سب سے بڑے خسارے والا ہے، اگرچہ وہ دنیا بھر کی دولت کا مالک کیوں نہ رہا ہو۔ و العیاذ باللہ العظیم۔ پس عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ آخرت کی کامیابی ہی کو اصل مقصد اور حقیقی نصب العین بنایا جائے۔ و باللہ التوفیق،

۸۲ دنیاوی زندگی محض دھوکے کا سامان۔ و العیاذ باللہ العظیم: سو ارشاد فرمایا گیا اور نفی و اثبات کے اسلوبِ حصر و قصر میں ارشاد فرمایا گیا کہ دنیاوی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ پس جس طرح کھوٹے مگر بظاہر چمکیلے سامان سے مشتری کو دھوکہ لگ جاتا ہے، اور وہ اپنی پونجی اس کے عوض لٹا بیٹھتا ہے اسی طرح اہلِ دنیا دنیاوی زندگی کی چمک دمک اور اس کی ریل پیل میں پھنس کر آخرت کی حقیقی اور ابدی زندگی کو بھول کر اور اس کے تقاضوں سے غافل ہو کر متاع دنیا کے حطام فانی و زائل کو ہی اپنا

مقصد حیات اور مطمح نظر بنا لیتے ہیں' اور حیاتِ مستعار کی فرصت محدود کو اسی میں گنوا کر' ابناء دنیا ہمیشہ کے اس سب سے بڑے اور ہولناک خسارے میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس جیسا دوسرا کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا، اور یہ ایسا خسارہ ہے کہ جس کی پھر تلافی و تدارک بھی ممکن نہیں، و العیاذُ باللہ العظیم، مگر واضح رہے کہ دنیا کی یہ حقارت اور ذلت اسی صورت میں ہے جبکہ یہ آخرت سے غفلت کا باعث بنے ورنہ یہ تو آخرت کی کمائی اور وہاں کی کامیابی و فائز المرامی سے سرفرازی کا وسیلہ و ذریعہ ہے چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا اگر تم کو طلب آخرت سے روکے تو یہ متاع غرور یعنی دھوکے کا سامان ہے، لیکن اگر یہ طلب آخرت اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنے تو پھر یہ بڑا عمدہ متاع اور بہترین وسیلہ ہے'' فنعم المتاع و نعم الوسیلہ '' (التفسیر الکبیر وغیرہ) اللہ ہمارے لیے اس دنیا کو ایسا ہی بنائے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رہنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین،

۸۳ اصل میدان مسابقہ کی نشاندہی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ لوگو دوڑو تم سب اپنے رب کی بخشش کی طرف، یعنی ان اعمال کی طرف جو کہ تمہارے رب کی بخشش کا ذریعہ اور اس کی جنت کا سبب ہیں' کہ باہمی مسابقے اور مقابلے کا اصل میدان اور اصل چیز دراصل یہی ہے' نہ کہ دنیا کا وہ متاعِ فانی و زائل جس کو ابناءِ دنیا نے سب کچھ سمجھ رکھا ہے و العیاذ باللہ، سو اہلِ کفر و باطل کے سامنے تو دنیا ہی دنیا اور اسکے وقتی مفادات اور عارضی منافع و ملذات ہیں، لیکن اہل ایمان کا مقصد اور نصب العین جنت اور آخرت ہی ہونا چاہیئے، و باللہ التوفیق۔ سو آخرت سے منہ موڑ کر اور اسکے تقاضوں سے آنکھیں بند کر کے صرف دنیا کے وقتی اور عارضی فائدوں کیلئے جینا اور انہی کو اپنا نصب العین اور مطمح نظر بنا لینا بڑی محرومی اور ہولناک خسارے کا سودا ہے۔ و العیاذُ باللہ العظیم۔

۸۴ جنت کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور دوڑو تم لوگ اس عظیم الشان جنت کی طرف جسکی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ اور جس کی چوڑائی اس قدر ہے کہ وہ آسمان اور زمین کی مجموعی وسعت کے برابر ہے، تو پھر اس کی لمبائی جو کہ چوڑائی سے زیادہ ہی ہوتی ہے وہ کس قدر ہوگی؟ اس کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے اور جس کا طول و عرض یہ ہوگا اس کی حقیقت و عظمت کے کہنے ہی کیا' سو اصل جد و جہد اور کوشش و محنت آخرت کی کامیابی، اور جنت کے حصول کیلئے کرنی چاہیئے' اللہ نصیب فرمائے، آمین، سو عقلِ سلیم اور فطرتِ مستقیم دونوں کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اسی جنت کے حصول کو اپنا اصل نصب العین اور حقیقی مطمح نظر بنائے، اور دنیا بقدر ضرورت و کفایت حاصل کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کامیاب ہو گیا وہ انسان جو اسلام لایا اور اس کو کفایت و ضرورت کے مطابق روزی بھی مل گئی اور اس کو اللہ کے دیے پر قناعت بھی حاصل ہوگئی (قد افلح من اسلم ورزق کفافا و قنعہ اللہ بما آتاہ) اللہ نصیب فرمائے، اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے آمین ثم آمین یاربَّ العالمین

۸۵ جنت کی تیاری اہل ایمان ہی کیلئے: چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جس کو تیار کیا گیا ہے ایمان والوں کیلئے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ جنت مخلوق اور موجود ہے' کیونکہ اس کے لئے یہاں پر ''اُعِدَّتْ'' ماضی مجہول کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے جس کا معنی اور ترجمہ ہے

کہ اسے تیار کرلیا گیا ہے، سو وہ تیار اور موجود ہے اور اس کے حصول کے لئے اولین شرط اور بنیادی تقاضا ایمان ہے جیسا کہ دوزخ بھی تیار و موجود ہے اور وہ بنیادی طور پر کفار و مشرکین کے لئے تیار کی گئی ہے، "وقد مر هذا غير مره" سو تم لوگ اس کو کوئی دور کی چیز نہ سمجھو، وہ تیار و موجود اور ایمان والوں کے لئے اتنی قریب ہے کہ جوں ہی اس دنیا کا امتحان ختم ہوا، ہر ایک کے سامنے اس کی جنت بے نقاب ہو جائے گی، پس تم لوگ اسی کو اپنا نصب العین اور مطمح نظر بناؤ، اور اس کیلئے عمل کرو، و بالله التو فيق ۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ ایمان کی دولت دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ ہے، کہ اس سے انسان کو اس دنیا میں بھی حیات طیبہ (پاکیزہ زندگی) کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں جنت کی نعیم مقیم سے سرفرازی نصیب ہوگی ۔ و بالله التو فيق لما يحب ويريد، و على ما يحب و يريد، بكل حال من الاحوال، وفى كل موطن من المواطن فى الحيوة،

۸۶ جنت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ اللہ کا فضل ہے: پس جنت کا حصول اپنے عمل سے نہیں بلکہ اللہ پاک کے فضل و کرم سے ہوگا' البتہ اس کے اس فضل و کرم سے مشرف و سرفراز ہونے کا ذریعہ و وسیلہ اپنے ایمانِ صادق اور عملِ صالح کی پونجی ہی ہوگی "اللهم زدنا منه و ثبتنا عليه" پس بندہ عمل کرتا جائے اور اپنے رب سے اسکے فضل و کرم کی امید رکھے، کہ یہی ہے سرفرازی اور فائز المرامی کی راہ، اور ایمان خوف اور جاہ دونوں کے درمیان ہے، پس اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل و کرم کی پوری امید بھی رکھی جائے اور اس کے عذاب کا ڈر اور خوف بھی، و بالله التوفيق لمايحب دير. وعلىٰ مابجب وير يد، سبحانه و تعالىٰ.

۸۷ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی عظمتِ شان کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور اللہ بڑا ہی فضل والا ہے، اتنا بڑا کہ انسان کے تصور سے بھی باہر ہے۔ پس وہ جس کو چاہے جتنا چاہے اور جو چاہے عطا فرمائے' نہ اس کے فضل و کرم کی کوئی حد و انتہا ہے' اور نہ اس سے کوئی پوچھنے والا ہے' اور وہی جانتا ہے کہ کون اس کے لائق اور اس کا حق دار ہے' اور یہ اسی کے فضل و کرم کا ایک عظیم الشان مظہر اور ثبوت ہے کہ وہ واہب مطلق جل جلالہ انسان کی زندگی کے گنتی کے دنوں کی نیکیوں کے صلے میں اسکو جنت کی ان سدابہار نعمتوں اور ابدی بادشاہی سے نوازے گا، فلله الحمد رب العالمين ۔ سو تم لوگ اس بات پر تعجب نہ کرنا کہ زندگی کی فرصتِ محدود میں کیے جانے والے محدود و مختصر اعمال کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ایسی عظیم الشان اور بے مثال و ناپیدا کنار جنتوں سے کس طرح نوازے گا؟ کیونکہ وہ بڑا ہی فضل والا ہے۔ اور اتنا بڑا کہ انسان کا تصور بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس وہ جس کو جو چاہے اور جتنا چاہے عطا فرمائے۔ سبحانه و تعالىٰ، اَللّٰهُمَّ فَكُنْ لَنَا وَ لَا تَكُنْ عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِيْمَانًا بِكَ وَيَقِيْنًا، وَ حُبًّا فِيْكَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ طَاعَتُكَ وَ مَرْضَاتُكَ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الاَحْوَالِ، وَفِى كُلِّ حِيْنٍ مِّنَ الاَحْيَانِ، بِمَحْضِ مَنِّكَ وَ كَرَمِكَ وَ اِحْسَانِكَ ،يَا ذَاالْجَلَالِ وَ الاِكْرَامِ، وَ يَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الاِحْسَانِ،

مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا

پیش آتی ہے، خواہ وہ زمین (کے کسی حصے) میں ہو ۸۸ یا خود تمہاری جانوں میں پیش آئے، ۸۹ وہ ثبت (ومندرج) ہے ایک

فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ

عظیم الشان کتاب میں، ۹۰ اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں، ۹۱ بے شک ایسا کرنا

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۚ ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا

اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں، ۹۲ ﴿۲۲﴾ (اور ہم نے یہ تمہیں اس لئے بتلا دیا کہ) تاکہ نہ تو تم لوگ کسی ایسی

فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا

چیز پر غم کھاؤ جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے، اور نہ ہی کسی ایسی چیز پر اترانے لگو جو اللہ تمہیں عطا فرمائے، ۹۳ اور اللہ تعالیٰ

يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

پسند نہیں کرتا کسی بھی ایسے خود پسند، ۹۴ شیخی باز کو، ۹۵ ﴿۲۳﴾ جو خود بھی بخل کرتے ہیں

وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

اور دوسروں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں، ۹۶ (تاکہ اس طرح انکے بخل پر پردہ پڑا رہے) اور جو کوئی (اللہ اور اسکے دین سے) منہ موڑے گا

۸۸ ہر زمینی اور مالی مصیبت تقدیر میں: ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو بھی کوئی مصیبت آتی ہے زمین میں۔ جیسے قحط، زلزلہ، فصلوں اور پھلوں کے نقصان، ظالم حاکموں کا تسلط اور دشمنوں کا غلبہ وقبضہ وغیرہ وغیرہ، والعیاذ باللہ العظیم، تو وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اور اسی کی قدرت ومشیت سے آتی ہے، اور جس مصیبت نے آنا ہوتا ہے وہ بہرحال آ کر رہتی ہے۔ تم اس سے بچنے کے جتنے بھی جتن کرو اس سے بچ نہیں سکتے، اس نے اپنے وقت پر بہرحال آ کر رہنا ہے تم اس سے بھاگ نہیں سکتے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا

۸۹ ہر جانی اور جسمانی مصیبت بھی تقدیر میں: ــ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یا وہ مصیبت خود تمہاری جانوں میں پیش آئے۔ جیسے بیماری، اور فاقہ کشی، وغیرہ، والعیاذ باللہ العظیم، پس تم لوگ اس حقیقت کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھو کہ جانی یا مالی جو بھی مصیبت تمہیں پیش آنی ہے وہ بہرحال آ کر رہے گی، تم لوگ اپنے کسی حیلہ یا تدبیر سے اس کو ٹال یا بدل نہیں سکتے، کہ نوشتہءِ تقدیر کو بدلنا یا ٹالنا کسی کے بس میں نہیں ہو سکتا، سو "فی الارض" سے ان مصیبتوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو زمین کی پیداوار کو لاحق ہوتی ہیں اور "فی انفسکم" سے وہ تکلیفیں اور مصیبتیں مراد ہیں جو انسانی جسم اور جان کو لاحق ہوتی ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم، اور انسان کو اس دنیا میں جو بھی آزمائشیں اور مصیبتیں پیش آتی ہیں وہ انہی دو راستوں سے پیش آتی ہیں۔ سو اس سے واضح فرمایا گیا کہ ان دونوں

راستوں سے جو بھی کوئی مصیبت انسان کو پیش آتی ہے۔ وہ نوشتہ ءِتقدیر میں ثبت ومندرج ہے۔لہذا ایسے میں انسان کو مصیبت سے ڈرنے اور بھاگنے کی بجائے اپنے خالق و مالک پر بھروسہ واعتماد کرتے ہوئے اسی کی طرف رجوع کرنا اور اس کے ساتھ اپنا رشتہ وتعلق صحیح رکھنا چاہیے۔وباللہ التوفیق لما یحب ویرید،وعلی مایحب ویرید،بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطن من المواطن

۹۰ سب کچھ نوشتہ ءِتقدیر میں ثبت ومندرج: – سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ سب ثبت ومندرج ہے ایک عظیم الشان کتاب میں۔یعنی لوح محفوظ میں جو کہ کنایہ ہے اس وحدہ لاشریک کے علم ازلی وابدی سے سبحانہ و تعالیٰ (محاسن،صفوۃ وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ کا علم حاضر اور مستقبل سب پر محیط ہے اس بناء پر یہ کام اس کے لئے ذرہ بھی مشکل نہیں،تم لوگ اپنے محدود اور قاصر علم پر قیاس کر کے اس کو بعید از امکان سمجھتے ہو،تو یہ تمہارے اپنے فہم وادراک کا قصور ہے،ورنہ اس خالق کیلئے یہ کچھ بھی مشکل نہیں،سو جب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یہ سب کچھ نوشتہ تقدیر میں ثبت ومندرج اور موجود ومحفوظ ہے تو پھر کسی شخص کے لیے نہ یہ جائز ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے رب سے اپنا مال چرائے اور نہ ہی یہ کہ وہ اس سے اپنی جان چرانے کی کوشش کرے کہ ان میں سے کوئی بھی چیز اس کو فیصلہ تقدیر سے بچانے پر قادر نہیں۔پس انسان فیصلہ تقدیر پر راضی اور اپنے رب کے ہر حکم وارشاد کے آگے سر تسلیم خم رہے کہ اسی میں اس کا بھلا ہے۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔کیونکہ یہ سب کچھ اس ذات اقدس واعلیٰ کی طرف سے ہے جو کہ قادرِ مطلق حکیم مطلق حاکم مطلق رب رحمٰن ورحیم ہے۔پس اس کی رضا پہ راضی رہنا چاہیے۔وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب ویرید.سبحانہ وتعالیٰ،

۹۱ تقدیر کا فیصلہ قطعی اور اٹل: – سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے ایک کتاب میں اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں۔یعنی اس مصیبت کو یا ان جانوں کو یا زمین کو یعنی اس کے پیدا کرنے سے بھی پہلے،سو اس ضمیر کے مرجع میں یہ تین احتمال ہیں اور تینوں صورتوں میں معنیٰ صحیح اور واضح ہے،پس کسی کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ جو مال ودولت اس کو حاصل ہوتا ہے وہ اس کی اپنی محنت کا نتیجہ ہے یا جو جان اس کو ملی ہوئی ہے اس کا محافظ وہ خود ہے سو واضح کر دیا گیا کہ یہ سب کچھ ایک عظیم الشان کتاب میں مسطور ومحفوظ ہے اور اس کتاب سے مراد جیسا کہ ابھی اوپر بھی گزرا وہ عظیم الشان اور بے مثال کتاب ہے جس میں ہر شخص کی تقدیر رقم فرمائی گئی اور جس کو لوح محفوظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے وہ حقیقت علم الٰہی سے کنایہ ہے جس کا لکھا اٹل ہے اور جس کے بارے میں حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا گیا رفعت الاقلام وجفت الصحف یعنی قلم اٹھا دیئے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے یعنی معاملہ طے ہوگیا۔

۹۲ اللہ تعالیٰ کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں۔سبحانہ و تعالیٰ: – سو ارشاد فرمایا گیا اور کلمہ توحید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ عالم الغیب اور "جمیع ماکان و جمیع مایکون" کا جاننے والا ہے اور اس کی شان وصفت ہے "علی کل شی قدیر" سو ایسا کرنا بندوں کے اعتبار سے اگرچہ بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے،مگر اس قادر مطلق کے لئے ایسا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں،سبحانہ و تعالیٰ،سو جس کو جان ومال کا جو بھی کچھ عطیہ ملا ہے وہ اسکی عطاو بخشش ہے اور جو چیز انسان کو اس واہب مطلق کی بخشش وعطا سے ملی ہو،اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لینا چاہیے

ورنہ اللہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ کسی بھی وقت اس سے وہ سب کچھ چھین لے۔ والعیاذ باللہ۔ بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ یہ کام اللہ کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ سب کا خالق و مالک بھی ہے اور اسکا علم بھی کامل اور اسکی قدرت بھی سب پر محیط ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ

۹۳ تقدیر کا فلسفہ اور اس کا فائدہ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگوں کو یہ حقیقت بتادی کہ تا کہ نہ تو تم لوگ کسی فوت شدہ چیز پر غم کھاؤ، اور نہ ہی اسکے ملنے پر اتراؤ، کیونکہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے نکل گیا وہ تمہارے نصیب میں تھا ہی نہیں، اور جو تمہیں ملا وہ اس نے تمہارے لئے پہلے سے ہی لکھ رکھا تھا جو اس نے اپنے فضل و کرم سے تمہیں عطا فرمایا۔ سبحانہ و تعالیٰ، سو نہ تم کو ماضی کا غم اور نہ مستقبل کا خوف، اور نہ اترانا اور نہ تکبر کرنا، سو تقدیر کے اس عقیدۂ صافیہ کی بناء پر انسان میں کبر و غرور، فتنہ و فتور، اور جزع و فزع، اور غم و الم کی بجائے صبر و شکر کی وہ پاکیزہ صفات نشو و نما پاتی ہیں، جن سے وہ خیر اور بھلائی کی طرف بڑھتا اور معالی میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے، اور اس طرح اسکی ہر حالت خیر ہی خیر بن جاتی ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں اس کی تصریح فرمائی گئی ہے، سو ایسے کسی موقع پر اترانے یا غم کھانے کی بجائے تم لوگ صبر و شکر سے کام لو، اس طرح تمہارے لئے اس میں سکون قلب اور راحتِ بال ایک عظیم الشان سامان ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو بھی کوئی مصیبت مجھ پر آتی ہے میں اس کے اندر تین نعمتیں محسوس کرتا ہوں، ایک یہ کہ یہ مصیبت میرے دین میں نہیں، والحمد للہ، دوم یہ کہ یہ اپنے سے پہلے والی مصیبت سے بڑھ کر نہیں، والحمد للہ، اور سوم یہ کہ اس پر مجھے اجر عظیم ملنے والا ہے، والحمد للہ (صفوہ، وغیرہ) سبحان اللہ! کیسی عظیم الشان اور بے مثال نعمت ہے یہ ایمان یقین کہ اس کی بناء پر مومنِ صادق کیلئے ہر حالت خیر ہی خیر بن جاتی ہے، وللہ الحمد جل و علا، وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی مایحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْوَھَّاب،

۹۴ اکڑنا اور اترانا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی بھی "مُختَال" یعنی اترانے والے کی یعنی کسی بھی ایسے شخص کو جو اپنے جی میں اپنے آپ کو کوئی بڑی چیز سمجھتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم من کل سوء و شر، سو اللہ تعالیٰ کسی ایسے مختال اور خود پسند شخص کو پسند نہیں کرتا بلکہ اس سے نفرت کرتا ہے، والعیاذ باللہ، پس نعمت ملنے پر اترانے اور شیخی بگھارنے کی بجائے اس پر اللہ تعالیٰ کا دل و جان سے شکر بجالانا چاہیے، جس نے محض اپنے کرم سے اس نعمت سے نوازا ہے، یہاں پر یہ امر بھی واضح رہے کہ "پسند نہیں کرتا" کے الفاظ اگرچہ بظاہر بڑے نرم معلوم ہوتے ہیں، لیکن معنیٰ کے اعتبار سے یہ بہت سخت ہیں، کیونکہ اس طرح کے انداز و اسلوب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو برا اور مبغوض سمجھتا ہے، لیکن اس بات کو صاف لفظوں میں کہنے کی بجائے اپنے تیوروں اور اپنے لب و لہجہ سے اسکی شدت و نفرت کا اظہار کر دیا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلَالٍ

۹۵ شیخی بازی ایک مذموم صفت۔ والعیاذُ باللہ العظیم: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ پسند نہیں کرتا کسی شیخی باز کو جو دوسروں پر فخر جتلاتا ہو۔ یعنی جو دوسروں کے مقابلے میں اپنی بڑائی اور بزرگی جتلاتا ہے اور اس طرح ایک طرف تو وہ دوسروں کی تحقیر ہے، اور دوسری طرف وہ خود کبر و غرور اور عجب و خود پسندی میں مبتلا ہوتا ہے، والعیاذُ باللہ العظیم، اور عُجب و خود پسندی کی اس

بیماری کا منشاء و مصدر یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی نعمت کو اس مالک کا فضل و کرم سمجھنے کی بجائے اس کو اپنا کمال اور اپنی محنت اور چالاکی کا نتیجہ اور ثمرہ سمجھنے لگتا ہے، جس کے لازمی نتیجے اور طبعی تقاضے کے طور پر وہ حضرت واہب مطلق جلّ جلالہٗ کے شکر کے شرف سے محروم ہو جاتا ہے جو کہ ایک بڑی محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ کیونکہ شکر نعمت سے حضرت واہب مطلق جل مجدہ کی طرف سے عنایت مزید اور نعمت میں اضافے اور برکت کی سعادت اور سرخروئی نصیب ہوتی ہے۔ جبکہ کفران نعمت باعث محرومی اور عذاب شدید کا موجب ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراہیم: ۷ پ۱۳) یعنی اگر تم لوگ شکر کرو گے تو میں تم کو نعمت بڑھا کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو پھر یقیناً میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلَالٍ وسوءٍ وانحراف، جل وعلا،

۹۶ بخیلوں کی نفسیات کے ایک خاص پہلو کا ذکر و بیان: - یعنی یہ کہ ایسے لوگ دوسروں کو بھی بخیل کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں تا کہ اس طرح خود ان کے بخل پر پردہ پڑا رہے، چنانچہ ان کی اس صفت کاشفہ کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ جو دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی دعوت دیتے ہیں۔ تا کہ اس طرح خود ان کے بخل و کنجوسی پر پردہ پڑا رہے' جیسا کہ کئی لوگ خیر خواہ اور سمجھدار بن کر کہا کرتے تھے' کہ صاحب مال جوڑ کر رکھو کہ آڑے وقت میں کام آئے گا' آئندہ اولاد آرام و راحت سے کھائے گی' کبھی بھی مشکل وقت پیش آ سکتا ہے' اس وقت یہ کام مال دے گا اگر اس کو یونہی غریبوں مسکینوں میں بانٹتے رہے تو آئندہ کیا کرو گے، وغیرہ وغیرہ، سو اس طرح کنجوس لوگ دوسروں کے حوصلے پست کرتے وران کو بھی انفاق فی سبیل اللہ سے روکتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

اِلٰهِیْ! اِنَّ لَکَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَۃً، فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ، وَحُقُوْقًا
کَثِیْرَۃً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَلْقِکَ، اَللّٰھُمَّ مَا کَانَ لَکَ مِنْھَا فَاغْفِرْہُ لِیْ،
وَمَا کَانَ لِخَلْقِکَ مِنْھَا فَتَحَمَّلْہُ عَنِّیْ، بِمَحْضِ مَنِّکَ
وَکَرَمِکَ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،
یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ، وَّھُوَ یُجِیْرُ
وَلَایُجَارُ عَلَیْہِ، وَھُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ
النَّصِیْرُ، وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ،
وَعَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ أَرْسَلْنَا

تو یقیناً اس سے اللہ (کا کچھ بھی نہیں بگڑے گا، ف۹۷ کہ وہ یقیناً) ہر کسی سے بے نیاز اور ہر (طرح کی خوبی اور) حمد کا سزاوار ہے ف۹۸ ﴿۲۴﴾ بلاشبہ

رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو کھلی نشانیوں کے ساتھ، ف۹۹ اور ان کے ساتھ کتاب بھی اتاری، ف۱۰۰

وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج وَأَنْزَلْنَا

اور میزان بھی، ف۱۰۱ تا کہ لوگ انصاف قائم کریں، ف۱۰۲ اور ہم نے لوہا

الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

اتارا، جس میں بہت زور بھی ہے، اور لوگوں کے لئے طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی، ف۱۰۳

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ط

(تا کہ لوگ اس سے طرح طرح سے مستفید ہوں) اور تا کہ اللہ دیکھ لے کہ کون مدد کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے

إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ ع وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ ع ۳ ۱۹

بے شک اللہ بڑا ہی قوت والا نہایت ہی زبردست ہے، ف۱۰۴ ﴿۲۵﴾ اور بلاشبہ ہم ہی نے بھیجا (اس سے پہلے) نوح اور

۹۷ **اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ موڑنے والے خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ:-** سو ارشاد فرمایا گیا اور بخل سے کام لینے والوں کو تہدید آمیز تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے منہ موڑے گا وہ یقیناً اپنا ہی نقصان کرے گا یعنی جو اس کی اطاعت و بندگی سے منہ موڑے گا اور اس کی راہ میں اور اس کی رضا کے لئے خرچ کرنے سے کنی کترائے گا والعیاذ باللہ العظیم۔ تو وہ یقیناً خود اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا کہ وہ ہر کسی سے اور ہر اعتبار سے غنی اور بے نیاز ہے، سو وہ جو بندوں سے انفاق کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ خود ان ہی کے بھلے اور فائدے کیلئے کرتا ہے، کہ وہ غنی اور بے نیاز ہونے کے ساتھ ساتھ رحمٰن ورحیم بھی ہے سبحانہ و تعالیٰ، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ یہ اس کے نام پر اور اس کی رضا کے لیے خرچ کر کے خود اپنی بہتری اور بھلائی کا سامان کریں، اور دنیا کے متاعِ فانی کو اس کے بینک میں جمع کرا کر "اضعافاً مضاعفة" صلہ و بدلہ پائیں، اور ابدی بادشاہی کی نعمتِ بے مثال سے بہرہ مند و سرفراز ہوں۔ اللھم فخذنا بنو اصینا الی مافیه حبک ورضاک، بکل حالٍ مِن الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاة، یاذاالجلال والاکرام،

۹۸ **اللہ تعالیٰ ہر کسی سے اور ہر لحاظ سے بے نیاز ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ:-** سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو کوئی روگردانی کرے گا یعنی اس وحدہٗ لاشریک کی طرف سے تو وہ خود اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا کہ یقیناً اللہ بڑا ہی

بے نیاز ہے ہر خوبی کا مالک۔ پس اسکے لئے کسی قسم کے نفع یا نقصان کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، سبحانہٗ و تعالیٰ، اور وہ جو بھی کچھ چاہتا اور فرماتا ہے وہ اپنے بندوں ہی کے نفع و فائدہ کے لئے فرماتا ہے، اور اس کے احکام و ارشادات کو ماننے اور اپنانے میں خود بندوں کا اپنا ہی بھلا ہے، ورنہ وہ ہر کسی سے اور ہر طرح سے غنی و بے نیاز اور ہر خوبی کا مالک ہے۔ فَاِیَّاکَ نَسْأَلُ اللّٰھُمَّ التَّوْفِیْقَ لِذَالِکَ وَالسَّدَادَ وَالثَّبَاتَ عَلَیْہِ۔ سو وہ بندوں کو انفاق کی جو دعوت دیتا ہے تو وہ اس لیے نہیں کہ اس کے خزانوں میں کوئی کمی ہے، بلکہ اس لیے یہ دعوت دیتا ہے کہ اس طرح ان کو اپنے افضال اور عنایات سے نوازے اور سرفراز فرمائے، اور اس کی راہ میں اور اس کی رضا کے لئے دیئے گئے ان خرف ریزوں کو وہ ایک لازوال خزانے میں تبدیل کر کے ان کو واپس کرے اور ایسا کرنا اس کی شان اور اس کے کرم کا تقاضا ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اللہ کی راہ میں دیے بخشے کا صلہ و بدلہ بندوں کو کہیں زیادہ بہتر اور عمدہ اجر کی شکل میں ملے گا، چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ط وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (المزمل: ۲۰ پ ۲۹) یعنی جو بھی کچھ تم لوگ خود اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اس کو تم اللہ کے یہاں کہیں بہتر شکل میں اور بہت بڑے اجر کی صورت میں موجود پاؤ گے اور وہ تمہیں موت کے بعد والی ابدی زندگی میں سدا بہار نعمتوں کی شکل میں ملے گا۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال

۹۹ بعثتِ رُسل کی اصل غرض و غایت کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو کھلے دلائل کے ساتھ۔ یعنی ایسی کھلی اور واضح نشانیوں کے ساتھ جن سے حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے، اور ایسے براہین اور معجزات کے ساتھ جو ان کی صداقت و حقانیت کو واضح کرنے والے تھے۔ سو ان کھلے دلائل سے ایک طرف تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی تھی کہ یہ حضرات واقعی سچے اور اللہ کے رسول ہیں اور دوسری طرف یہ بات بھی کہ جو دعوت یہ حضرات دے رہے ہیں وہ بھی قطعی طور پر حق اور سچ اور عقل و نقل کے تقاضوں کے عین مطابق ہے، اور عقائد و اخلاق اور عبادات و معاملات کے بارے میں صحیح راستہ اور صحیح بات وہی ہے جو یہ حضرات پیش فرما رہے ہیں اور جس کی دعوت یہ دنیا کو دے رہے ہیں۔ اور سعادتِ دارین سے بہرہ مندی اور سرفرازی کی یہی ہے۔ وباللہ التوفیق، لمایحب ویرید، وعلی مایحب ویرید،

۱۰۰ کتابیں اتارنے کے کرم و احسان کی غرض اور مقصد کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کتابیں اتاریں۔ یعنی کتاب سے یہاں پر مراد ہے جنس کتاب، یعنی ان کے ساتھ ہم نے تشریع و احکام کی کتابیں بھی نازل فرمائیں، تاکہ ان کے ذریعے لوگ عدل و قسط کو قائم کر سکیں، اور ہر صاحبِ حق کو اس کا حق مل سکے اور پورا پورا مل سکے، اور اس طرح لوگوں کو وہ دستور العمل اور نظام حیات بھی میسر آ جائے جسکے مطابق زندگی گزار کر وہ دارین کی سعادت و سرخروئی سے بہرہ ور و ہمکنار ہو سکیں، اور ان کے ذریعے ان کیلئے حق اور ہدایت کی راہ واضح ہو سکے۔ سو آسمانی کتب اور صحفِ ہدایت اتارنے کا کرم و احسان قدرت کا ایک عظیم الشان اور بے مثال کرم و احسان ہے کہ اسی سے دنیا کو راہ حق و ہدایت نصیب ہو سکتی ہے، جس سے انسان کو دنیا میں حیاتِ طیبہ (پاکیزہ زندگی) نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں جنت اور اسکی سدا بہار نعمتوں سے سرفرازی، ورنہ اندھیرے ہی اندھیرے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم

۱۰۱ میزانِ عدل کی نوازش کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا اور میزان بھی، یعنی ہم نے اپنے انبیاء و رسل کے ساتھ میزان بھی اتاری، یعنی وہ شریعت اور قانونِ عدل و انصاف، جس کے مطابق ہر صاحبِ حق کا حق متعین اور ادا کیا جاتا ہے، اور یہی قول راجح ہے (ابن کثیر، قرطبی، مراغی، مدارک، محاسن وغیرہ) جب کہ بعض حضرات نے لفظ میزان کو اپنے ظاہری مفہوم پر رکھ کر اس سے حسی ترازو مراد لیا ہے، اور کہا ہے کہ جبریل امین حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آسمان سے ترازو لائے اور ان سے فرمایا کہ اپنی قوم کو اس کے ذریعے عدل کرنے کا حکم دو (جامع، خازن، وغیرہ) وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ لیکن حضرت نوح علیہ السلام کا اس ترازو سے مقصود بھی میزانِ عدل و شریعت ہی ہو سکتا ہے کہ میزان شریعت ہی سے باہمی حقوق کی تعیین ہو سکتی ہے ورنہ دنیا جنگل کے قانون کی نذر ہو جائے گی۔ سو اللہ تعالیٰ کا قانون ہی ہے جس سے ہر صاحبِ حق کا حق متعین ہوتا ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ جَلَّ وَعَلَا بکل حالٍ من الاحوال،

۱۰۲ قیامِ عدل و قسط کی عظمت و اہمیت کا ذکر و بیان:- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا کھلے دلائل و براہین کے ساتھ ان کے ساتھ آسمانی کتابیں بھی اتاریں، اور میزان شریعت بھی، تاکہ لوگ عدل و قسط کو قائم کر سکیں۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ پیغمبروں کی بعثت و تشریف آوری کا مقصد قیامِ عدل و انصاف ہے، کہ انصاف ہی پر سارا نظام قائم ہے' سو اس سے اسلام میں عدل و انصاف کی عظمت و اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ یہ سب کچھ قیام انصاف ہی کے لئے کیا گیا ہے، تاکہ ہر کسی کو اس کا حق ملے، اور کسی پر ظلم اور بے انصافی نہ ہونے پائے، اور اس طرح لوگ حق و ہدایت کی اس راہ پر چلیں جو انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی سے بہرہ مند اور سرفراز کرنے والی راہ ہے، کہ اس طرح اس دنیا میں ان کو حیاتِ طیبہ یعنی پاکیزہ زندگی نصیب ہو، اور آخرت میں جنت کی نعیم مقیم اور وہاں کی سدا بہار نعمتیں۔ وباللہ التوفیق، بہرکیف اس ارشاد ربانی سے حضرات انبیاء و رسل کی بعثت و تشریف آوری اور آسمانی کتب اور ہدایت ناموں کے اتارنے کا مقصد واضح فرما دیا گیا کہ تاکہ اس طرح لوگ عدل و انصاف کا نظام قائم کر سکیں، جس سے ہر صاحب حق کا حق متعین اور محفوظ ہو، اور وہ اس کو مل سکے، کیونکہ حضرت خالق جَلَّ مجدہٗ نے اس کائنات کو عدل و قسط ہی پر پیدا فرمایا ہے، اور وہ اسی پر قائم ہے، اس لیے اس نے اپنے بندوں کو بھی اسی کا حکم و ارشاد فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفت بھی ''قَائِمًا بِالْقِسْطِ'' کی صفت ہے ارشاد ہوتا ہے۔ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ○ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ○ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ○ (الرحمٰن: ۷تا۹) یعنی اسی نے آسمان کو بلند کیا، اور میزان بھی اتارا، اس تاکید کے ساتھ کہ تم لوگ میزانِ عدل و قسط کے سلسلے میں سرکشی نہ کرنا، اور حدِ مطلوب سے آگے نہیں بڑھنا، اور میزانِ شریعت اب صرف امت مسلمہ کے پاس ہے، کیونکہ گزشتہ امتوں نے طرح طرح کی تحریفات کے ذریعے میزانِ شریعت اور کتابِ الٰہی کو ایسا اور اس قدر بگاڑ دیا کہ اب ان کی اصل کتاب کا کوئی نسخہ ملنا بھی ممکن نہیں رہا۔ بلکہ ان کی وہ تو زبانیں ہی ناپید ہو گئی ہیں، جس میں یہ آسمانی کتابیں نازل ہوئی تھیں' اب آسمانی وحی اور آسمانی کتاب صرف مسلمانوں کے پاس موجود ہے جو قرآن اور سنت کی صورت میں جوں کی توں محفوظ ہے، اس لئے یہ اب مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ دنیا میں نظام عدل و قسط قائم کریں تاکہ ہر صاحبِ حق کو اس کا حق مل سکے، اور اس طرح لوگوں کی بگڑی بن سکے، اور سب کا بھلا ہو سکے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے قانون اور اسکے بتائے ہوئے

نظام کی پیروی کے بغیر صحیح معنوں میں عدل وانصاف کا قیام ممکن ہی نہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ، یاذاالجلال والاکرام، جل وعلا،

۱۰۳ لوہے کی نعمت اور اس کی غرض وغایت کا ذکر وبیان:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت زور بھی ہے اور دوسرے بہت سے فوائد ومنافع بھی "یعنی اللہ تعالیٰ نے جب رسولوں کو بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب وشریعت کو بھی اتارا، اور میزان عدل وانصاف کو بھی، تا کہ لوگ عدل وانصاف قائم کریں سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرات انبیاء ورسل کی بعثت وتشریف آوری اصل مقصد عدل وتسلط کو قائم کرنا تھا، تا کہ اس طرح خلق خدا کا بھلا ہو اور ہر صاحب حق کو اس کا حق ملے، اور اس مقصد کا حصول اور حضرات انبیاء ورسل کے اس عظیم الشان مشن کی تکمیل صرف وعظ ونصیحت اور تعلیم وتذکیر سے پوری ہونے والی نہیں تھی، کیونکہ وہ باغی اور سرکش عناصر جو اپنی اہواء واغراض کی خاطر دوسروں کے حقوق غصب کرنے کے عادی ہوں وہ کھلے دل سے حق آگے جھکنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے، اس لئے تنفیذِ حق اور قیامِ عدل وانصاف کے لئے چونکہ قوت کا ہونا ضروری تھا، اس لئے ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے لوہا اتارا جس میں بڑا زور بھی ہے، اور طرح طرح کے دوسرے فوائد ومنافع بھی، اور لوہے کے لئے یہاں پر "اَنۡزَلۡنَا" (ہم نے اتارا) کے الفاظ اسی طرح استعمال فرمائے گئے جس طرح کہ دوسرے مقام پر یہ لفظ مویشیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا چنانچہ وہاں ارشاد فرمایا گیا۔ وَاَنۡزَلَ لَـکُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ (الآیۃ) (الزمر:۶) یعنی اس نے تمہارے لئے مویشیوں کی قسم کے آٹھ جوڑے اتارے، یعنی نر اور مادہ دونوں، سو یہاں پر اس لفظ کے استعمال سے دو اہم حقیقتوں سے آگہی بخشی گئی، ایک یہ کہ یہ چیزیں اس واہب مطلق جل جلالہ نے تم لوگوں کے بھلے اور فائدے کے لئے خاص اہتمام کے ساتھ پیدا فرمائیں، اور دوسری یہ کہ ہر چیز کا منبع ومصدر وہی وحدہٗ لاشریک ہے، بندوں کو جو بھی کچھ ملا ہے یا ملتا ہے یا ملے گا وہ سب اسی وحدہ لاشریک کی طرف سے ہے۔ اس لئے ہر قسم کے شکر کا حق دار وہی وحدہٗ لاشریک ہے، سبحانہ وتعالیٰ بہر کیف حضرتِ حق جل مجدہ نے قیامِ عدل وقسط کیلئے ایک طرف تو اپنے رسولوں کو بیّنات سے نوازا، یعنی ان کو ایسے کھلے دلائل عطا فرمائے جن سے ان کی صداقت وحقانیت بھی واضح ہو جائے اور وہ پیغام حق وہدایت بھی واضح ہو جائے، جس کے ساتھ ان کو مبعوث فرمایا گیا نیز ان کی کتابوں کو حق وہدایت کی میزان اور کسوٹی بنا کر بھیجا گیا تا کہ اس طرح حضرت خالق جَلّ مجدہ اور اسکی مخلوق میں سے ہر ایک کا حق پوری طرح واضح ہو جائے اور اس طرح لوگوں پر عقلی اور اخلاقی پہلو سے حجت قائم ہو جائے، اور دوسری طرف اس نے لوہا بھی اتارا تا کہ جو لوگ حق کے آگے جھکنے کیلئے تیار نہیں اور وہ حضرت خالقِ حکیم جَلَّ جَلَالُہٗ کی زمین میں فساد برپا کرنے پر تلے ہوئے ہوں ان کو قوت اور طاقت کے ذریعے زیر کیا جائے، اور لوہے کے ذکر کے سلسلے میں یہاں پر "بــاس" کے لفظ کو مقدم رکھا گیا، اور دوسرے منافع کو اس کے بعد ذکر فرمایا گیا، جس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت خالقِ حکیم جَلَّ جلالہ، کے نزدیک لوہے کی افادیت کا اصل مقصد یہی ہے کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے قوت کا ذریعہ بنے اس کے باقی فوائد ومنافع ضمنی نوعیت کے اور بالتبع ہیں، اور قرآن حکیم میں یہاں پر لوہے کا ذکر اگرچہ ابتدائی ذریعۂ جنگ کی حیثیت سے فرمایا گیا ہے، لیکن یہ قدرت کی ایک ایسی عظیم الشان عنایت ہے کہ اس کو دورِ حاضر کے بیشتر اسلحہ ءِ جنگ میں بھی کلیدی حیثیت حاصل ہے، اور زمانے کی تبدیلی کے باوجود دورِ حاضر کے بیشتر اسلحہءِ جنگ میں بھی اس کو کلیدی

حیثیت حاصل ہے، اور زمانے کی تبدیلی سے دوسری بہت سی چیزوں نے اب وہی حیثیت حاصل کرلی جو ایک زمانے میں لوہے کو حاصل تھی، تو یہ بھی اسی کے حکم میں داخل ہیں، بہرکیف اس ارشاد سے اس حقیقت کو واضح فرمادیا گیا ہے کہ لوہے کا اصل اور بڑا مقصد اعلاءِ کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے کہ یہ اس کے لئے ذریعہ اور قوت بنے، آگے اس کے علاوہ دوسرے تمام مقاصد ثانوی اور ضمنی ہیں۔ والحمد للہ جَلَّ وَعَلاَ، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیوٰۃ، وھو العزیز الوھاب

۱۰۴ جہاد فی سبیل اللہ سے اصل مقصد ابتلا و آزمائش:- چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور جہاد فی سبیل اللہ کی غرض وغایت کے ذکر و بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ تا کہ اللہ دیکھ لے اور تمیز کرلے کہ کون مدد کرتا ہے اسکی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے، یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح سچے اور مخلص ایمانداروں کو دوسروں سے عملی طور پر الگ کردے، اور اس طرح جھوٹوں اور سچوں کے درمیان تمیز ہو جائے، اور اس طور پر کہ کسی کیلئے کسی عذر اور حجت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ایسا قوی اور عزیز ہے کہ وہ کسی کی نصرت و امداد کا کسی بھی طور پر اور کسی بھی درجے میں محتاج نہیں، وہ اس طرح کے جملہ شوائب، تصورات سے پاک اور اعلیٰ و بالا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ وہ سب دشمنوں باغیوں اور سرکشوں سے خود ہی نمٹ سکتا ہے۔ سو اس سے جہاد کی حکمت کو واضح فرمادیا گیا کہ اس سے اصل مقصود ابتلا و آزمائش ہے۔ تا کہ اسکے نتیجے میں وہ اپنے سچے اور مخلص بندوں کو اپنی خاص عنایات سے نوازے، اسی حقیقت کو دوسرے مقام پر اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے۔ وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰہُ لَا نْتَصَرَ مِنْھُمْ وَلٰکِنْ لِّیَبْلُوَا بَعْضَکُمْ بِبَعْضٍ وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَھُمْ o (محمد۔۴ پ ۲۶) یعنی اگر اللہ چاہے تو دشمنانِ حق سے خود ہی نمٹ لے لیکن اس نے جہاد فرض کیا تا کہ تم لوگوں میں سے بعض کی بعض کے ذریعے آزمائش کرے، والعیاذ باللہ، من کل زیغ و ضلال، سوء و انحراف،

اَللّٰھُمَّ !

لَاتَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَا
بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّایَخَافُکَ وَلَایَرْحَمُنَا، اِنَّکَ اَنْتَ مَوْلَانَا
وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر، وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْر،
وَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر، یَاذَاالْقُوَّۃِ
الْمَتِیْن، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام،

اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ

ابراہیم کو پیغمبر بنا کر، اور ان دونوں کی نسل میں ہم نے نبوت بھی رکھ دی، اور کتاب بھی،

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ

پھر ان میں سے کچھ تو راہ راست پر رہے، مگر ان میں سے زیادہ تر پھر بھی بدکار ہی رہے، و۱۰۵ (۲۶) پھر

قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى

ان کے بعد ہم نے پے درپے اپنے رسول بھیجے، اور ان سب کے بعد (آخر میں) ہم نے عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِيْ

بیٹے مریم کو بھیجا، اور ان کو انجیل عطاء کی، و۱۰۶ اور ان لوگوں کے دلوں

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ِۨ

میں کہ جنہوں نے آپ کی پیروی کی، ہم نے ایک خاص قسم کی نرمی اور مہربانی رکھ دی، اور رہبانیت (ترک دنیا کے من گھڑت طریقے) کی بدعت کو جسے

ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ

ان لوگوں نے خود ایجاد کر لیا تھا اس کو ہم نے ان پر مقرر نہیں کیا تھا، و۱۰۷ (اور انہوں نے بھی اسے) اللہ کی رضا حاصل

اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ

کرنے کی خاطر ہی ایجاد کیا تھا، مگر وہ خود اسے نباہ نہ سکے جیسا کہ کے نباہنے کا حق تھا، و۱۰۸ پھر ان میں سے جو

اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

لوگ ایمان لے آئے ان کو تو ہم نے ان کا اجر دے دیا، مگر ان میں سے زیادہ تر بدکار ہی رہے، و۱۰۹ (۲۷)

۱۰۵ تمام انبیاء ورسل کا مشن و مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا:- سو اس ارشاد سے اس امر کو واضح فرما دیا گیا کہ تمام انبیاء ورسل کا مشن و مقصد اور ان یعنی لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو قائم کرنا کیونکہ اس کائنات کے خالق و مالک جلَّ جَلالُہٗ وعَمَّ نوالُہٗ کی شان اور صفت "قائماً بالقسط" کی شان اور صفت ہے اور اس کائنات کا تکوینی نظام پورے کا پورا غایت درجہ عدل وقسط اور توازن پر مبنی اور قائم ہے، اور اس طور پر کہ اگر اس میں ذرہ برابر بھی خلل واقع ہو جائے تو یہ سارا نظام درہم برہم ہو جائے، اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کا تشریعی نظام بھی عدل وقسط ہی پر قائم ہو۔ کا نصب العین ہمیشہ ایک ہی رہا اور شریعی نظام کی اساس و بنیاد چونکہ انسان کے ارادہ و اختیار پر ہے اس لئے اس نے اپنے بھیجے ہوئے انبیاء ورسل اور اپنی اتاری ہوئی کتب و شرائع کے ذریعے انسانوں کو

عدل وقسط کے قیام ہی کی دعوت دی کہ یہی تقاضاءِ عقل ونقل ہے اور اسی میں خود انسان کا اپنا بھی بھلا ہے، اور مجموعی طور پر اس کائنات کی بہتری بھی اسی میں ہے اور یہاں پر حضرات انبیاء ورسل میں سے صرف دو ہستیوں کے ناموں کی تصریح فرمائی گئی، یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اور وجہ اس کی ظاہر ہے، کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی حیثیت آدم ثانی کی ہے

۱۰۶ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت وتشریف آوری کا ذکر وبیان: ۔۔سو گزشتہ انبیاء ورسل کے ذکر کے بعد اب آخر میں اس ارشاد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت وتشریف آوری کا ذکر فرمایا گیا چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے انہی گزشتہ انبیاء و رسل کے نقشِ قدم پر اپنے رسولوں کو بھیجا ان سب کے آخر میں (یعنی آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے) عیسیٰ بیٹے مریم کو بھی بھیجا اور ان کو بھی حق اور ہدایت کی روشنی سے نوازانے کے لئے انجیل عطا کی، تاکہ اس کی روشنی میں آنجناب بھی حق وہدایت کی اسی راہ پر چلیں جس پر ان سے پہلے کے انبیاء ورسل چلے تھے کہ راہِ حق وہدایت تو بہر حال ایک ہی ہے، جس کو سب ہی حضرات انبیاء ورسل نے اپنایا اور اسی میں جہاد کا حکم بھی داخل ہے، کیونکہ دفع شر وفساد، اور شر پسند عناصر کی سرکوبی کے لئے اس کا ہونا ضروری اور ایک طبعی امر ہے، البتہ اتنی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چونکہ اپنی زندگی میں جہاد کا موقع نہیں ملا۔ اس وجہ سے آپ نے اس پر عمل نہیں فرمایا، ورنہ اگر آپ کو بھی اس کا موقع ملتا جس طرح کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو ملا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی بھی اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کا نمونہ پیش کرتے یعنی کفار کے مقابلے میں بہت سخت، اور آپس میں نہایت نرم، اور مہربان، مگر چونکہ آنجناب کو اپنی مختصری فرصتِ حیات میں اس کا موقع نہیں ملا، اسلئے آپ حکم جہاد پر عمل نہ کر سکے اسکے بعد کے ناخلفوں نے جہاد کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا' اور اپنے بڑوں کی رافت ورحمت کو رہبانیت کے خود ساختہ' من گھڑت اور خلافِ فطرت دین کی بنیاد اور دلیل بنا دیا' اور اس طرح وہ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا کے مصداق بن گئے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ العیاذُ باللہ جَلَّ وَعَلاَ۔

۱۰۷ رہبانیت کی بدعت کا حوالہ وذکر: ۔۔سو اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ رہبانیت کی جس بدعت کو انہوں نے اپنایا تھا اسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی، اور اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰہِ (مگر اب اللہ کی رضاجوئی) کے اس جملے کے یہاں پر دو مطلب بن سکتے ہیں' ایک یہ کہ۔۔ رہبانیت کی اس بدعت کو انہوں نے ایجاد کیا تو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہی کے لئے کیا تھا مگر تھی یہ بہر حال ایک بدعت اور بدعت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اس کی ایجاد نیکی کی نیت اور اسی کی بنیاد پر کی جاتی ہے، پہلے بھی یہی تھا، اور آج بھی یہی ہے، اور ترجمہ کے اندر بین القوسین کے الفاظ سے ہم نے اسی مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے، جبکہ دوسرا مطلب اس جملے کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہی کو فرض کیا تھا نہ کہ کسی اور چیز کو، اور بعض ثقہ اہلِ علم نے اسی قول واحتمال کو قولِ واحد کے طور پر ذکر کیا ہے، بہر کیف اس سے اس بات کی تصریح فرمادی گئی ہے کہ رہبانیت کو ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا یہ سراسر ان لوگوں کی اپنی ایجاد واختراع تھی۔ والعیاذُ باللہ العظیم من کل زیغ وضلال،

۱۰۸ رہبانیت کی حقیقت کا ذکر وبیان: ۔۔واضح رہے کہ یہ لفظ ''رَھْبَ'' کی طرف مضاف ومنسوب ہے، جس کے معنی خوف

خوف کے آتے ہیں، جیسا کہ دوسرے مقام پر بنی اسرائیل اور اہل کتاب خاص کر یہود کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا۔ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونَ (البقرۃ۔ ۴۰) یعنی تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرو، اور اس کا تلفظ "رَهْبانيت" یعنی را کی زبر سے بھی کیا جا سکتا ہے اور رُہبانیت یعنی را کے ضمے کے ساتھ بھی، سو پہلی صورت میں اس کی نسبت رہب کی طرف ہوگی، جس سے اس کا معنی ہوگا خوف کا مذہب، اور دوسری صورت میں اس کی نسبت رھبان کی طرف ہوگی جس سے اس کا معنی ہوگا راھبوں یعنی خوف زدہ لوگوں کا مذہب، سو ان لوگوں نے خوف کو اپنے اوپر اس قدر غالب اور حاوی کر دیا تھا کہ انہوں نے دنیا کی ۲ جائز اور مباح لذتوں کو بھی اپنے اوپر حرام اور ممنوع قرار دے دیا تھا، چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک ترکِ دنیا اور تجرد و تنہائی کو اخلاقی آئیڈیل کا درجہ حاصل تھا۔ شادی بیاہ اور دنیاوی امور میں مشغول ہونا اور کاروبار کرنا ان لوگوں کے نزدیک ممنوع اور محظور تھا، خاص کر تجرد کو انہوں نے تقدس کے ہم معنی قرار دے رکھا تھا، سو قدیم زمانے کی مشرک سوسائٹی میں۔ شہوانیت، بدکرداری اور دنیا پرستی جس شدت کے ساتھ پھیل چکی تھی، اس کے توڑ اور مقابلے کے لئے مسیحی علماء نے توسط و اعتدال کی راہ کو اپنانے کی بجائے غلو اور انتہاء پسندی کو اپنایا اور عفت و پاکدامنی پر ایسا انتہاء پسندانہ رویہ اختیار کیا کہ مرد اور عورت کے باہمی تعلق کو نجس قرار دے دیا گیا خواہ وہ نکاح ہی کی صورت میں کیوں نہ ہو، اور دنیا پرستی کے خلاف انہوں نے اتنی شدت اختیار کی کہ ایک دیندار شخص کیلئے کسی قسم کا مال دولت رکھنا ہی گناہ قرار دے دیا گیا، اور ان کے یہاں اخلاقی معیار اور بزرگی و ولایت کا درجہ یہ قرار دیا گیا کہ آدمی بالکل مفلس اور قلاش بن کر رہے، خواہشات کا قلع قمع کر دینا، اخلاق کا مقصود اور نشان قرار دے دیا گیا، اور اخلاقی عروج و سربلندی کے حصول کے لئے جسم کو طرح طرح کی اذیتیں دینا ضروری قرار دے دیا گیا، اور اس چیز کو روحانیت کا کمال اور اس کا ثبوت سمجھا جانے لگا، جسم کو اذیت دینے کے لئے بڑے بھاری بوجھ اپنے اوپر اٹھائے رکھنا، گلا سڑا اناج کھانا، کسی سے بات نہ کرنا، اپنے آپ کو کسی چٹان پر باندھ کر رکھنا، جنگلوں اور صحراؤں میں مارا مارا پھرنا، گھاس پھونس کھا کر گزارہ کرنا، اپنے اعضاء و جوارح کو طوق و سلاسل سے جکڑے رکھنا، جانوروں کے بھٹوں، خشک کنوؤں کے اندر رہنا، قبروں کے اندر بسیرا کرنا، وغیرہ وغیرہ، مسیحی اولیاء کے خاص کمالات میں شمار کیا جاتا تھا، اس طرح کے تذکرے مسیحی تاریخ کے اس دور میں جا بجا پھیلے بکھرے ملتے ہیں اور ان کی چلہ کشیوں کی لرزہ خیز داستانوں سے انکی تاریخ بھری پڑی ہے جو کہ رہبانیت کے ہولناک مظاہر تھے۔ والعیاذ باللّٰہ جَلَّ وَعَلاَ۔

یہاں سے یہ اہم اور بنیادی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نورِ حق سے محرومی اتنی بڑی اور اس قدر ہولناک محرومی ہے کہ یہ انسان کے فطری کمالات کو بھی باعثِ عذاب بنا دیتی ہے۔ والعیاذ باللہ، چنانچہ یہاں پر حضرت مسیح علیہ السلام کے اولیں پیروکاروں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے اندر رأفت اور رحمت رکھ دی تھی اور ظاہر ہے یہ دونوں بڑی اہم خوبیاں ہیں جو ان لوگوں کی فطرت میں پیوست کر دی گئی تھیں، کیونکہ ان دونوں خوبیوں کی بناء پر اور ان کے نتیجے میں انسان دوسروں کے لئے خیر کا وجود اور نفع انسانی کا ذریعہ بن جاتا ہے، کیونکہ رأفت اس نرمی اور رقتِ قلبی کو کہا جاتا ہے جو کسی کی تکلیف اور مصیبت کو دیکھ کر انسان کے دل کے اندر پیدا ہوتی ہے، اور رحمت اس خیر خواہی اور ہمدردی کو کہا جاتا ہے جو اس رقتِ قلبی کے نتیجے میں انسان کے اندر دوسروں کیلئے پیدا ہوتی ہے، سو حضرت مسیح علیہ السلام کے اولین پیروکاروں کے اندر یہ دونوں ہی عمدہ صفتیں موجود تھیں، مگر بعد میں جب

ان کے اخلاف اور جانشینوں کو رہبانیت کے خود ساختہ اور من گھڑت دین کی دلیل اور بنیاد بنالیا۔ اور اس کے نتیجے میں وہ دین فطرت سے محروم ہو کر ہلاکت وتباہی کے ہولناک گڑھے میں جاگرے اور سرے سے راہِ راست ہی سے محروم ہو گئے، والعیاذ باللہ، سو یہی نتیجہ ہوتا ہے دین حق وہدایت کی روشنی سے اعراض وروگردانی کا کہ اس سے انسان راہِ حق سے محروم ہو کر طرح طرح کے مہالک میں اور جا گرتا ہے، والعیاذ باللہ جل وعلا، اسی لئے دین حنیف نے بدعت کی ایجاد سے سختی کے ساتھ روکا اور منع فرمایا ہے اور ایجادِ بدعت کو ھدمِ دین یعنی دین کی عمارت کو ڈھادینے کے مترادف قرار دیا ہے، اور بدعت کو باطل ومردود قرار دیا گیا ہے، چنانچہ صحیحین کی روایت میں ارشاد فرمایا گیا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَھُوَ رَدٌّ یعنی جس نے ہمارے دین میں کسی ایسی بات کو شامل کیا جو اس میں ثابت نہیں تو وہ مردود ہے یعنی اس کو بدعتی شخص کے منہ پر مارا جائے گا والعیاذ باللہ جل وعلا، اور مسیحیت محرّفہ کے پیروکاروں نے رہبانیت کی بدعت کو ایجاد کر کے جہاد فی سبیل اللہ کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ چیز رحمت کے خلاف ہے، حالانکہ رأفت و رحمت عدل وقسط کے منافی نہیں بلکہ رحمتِ خداوندی کا اصل اور اولین تقاضا عدل وقسط کا قیام ہی ہے، اسی لئے قرآن مجید میں دوسرے مقام پر قیامِ قیامت کو جو کہ عدل کامل کے ظہور کا دن ہوگا خداوند قدوس کی صفت رحمت ہی کے ایک لازمی نتیجے اور تقاضے کے طور پر ذکر فرمایا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قُلْ لِّلّٰهِ ط کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ط لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَارَیْبَ فِیْهِ ط اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَایُؤْمِنُوْنَ o (الانعام۔۱۲پ ۷) یعنی اللہ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر رکھا ہے کہ وہ تم سب کو قیامت کے دن کیلئے ضرور جمع کرے گا، اور حضرت مسیح علیہ السلام نے جو جہاد نہیں کیا تو وہ اسلئے کہ ان کو اسکا موقع نہیں ملا، ورنہ ان کو اگر اس کا موقع ملتا تو وہ ضرور جہاد کرتے جیسا کہ ابھی کچھ ہی اوپر قدرے تفصیل سے گزرا۔ اور یہ اسلئے کہ جہاد دین فطرت کا ایک اہم تقاضا ہے، کہ دفع شر اور قمع فساد اسی پر موقوف ہے، اس لئے یہ قیامت تک ہمیشہ باقی رہے گا۔ وباللہ التوفیق لمایحب ویرید،

۱۰۹ پیروانِ مسیحیت کے اچھے اور برے دونوں گروہوں کا ذکر وبیان:۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان میں سے جو لوگ صحیح طور پر ایمان لائے تھے ان کو ہم نے ان کے اس اجر وثواب سے نوازا جس کے وہ اپنے صدق واخلاص کی بناء پر مستحق تھے، یعنی حضرت مسیح کے پیروکاروں میں سے جو لوگ آنجناب کی اصل اور حقیقی تعلیمات پر استوار وکاربند رہے، ان کو تو ہم نے ان کے حصے کا اجر وثواب دے دیا، لیکن ان کی اکثریت بدکاروں ہی کی تھی جو اپنے کیے کرائے کے نتیجے میں اپنے کیفر کردار کو صحیح کر رہے اور آنجناب علیہ السلام کے سچے پیروکاروں یعنی "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" سے مراد وہی لوگ ہیں جو حضرت مسیح کے سچے خلیفہ شمعون اور ان کے نقشِ قدم پر چلے، جو ہر قسم کی مشکلات کے باوجود اصل دین پر قائم رہے، یہاں تک کہ جب اسلام کی دعوت بلند ہوئی تو انہی خوش نصیبوں کو آگے بڑھ کر اس کو اپنانے اور قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، اور قرآنِ حکیم میں مختلف مقامات پر ان لوگوں کی حق پرستی کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے جبکہ اس کے برعکس "کثیر منھم فاسقون" سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے پال اور اسکے پیروکاروں کی پیروی میں عیسائیتِ محرفہ کو گلے لگایا اور انہوں نے ہی تثلیث کے کفر اور رہبانیت کی بدعت کو اپنا کر دین مسیحی کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا، اور انہوں نے ہی رومیوں کی تمام ضلالتوں کو دین میں گھسایا اور گھسیڑا، اور "ضالین ومضلین" کے اسی گروہ کو اکثریت حاصل ہوگئی

یہاں تک کہ اصل دین مسیحیت کو جاننے والے بہت تھوڑے رہ گئے اور اس طرح خواہشات کے ان بندوں نے جو اکثریت میں تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ دین حق کو جو کہ توحید و وحدانیت خداوندی پر مبنی دین سماوی تھا اس کو انہوں نے تثلیث جیسے کفریات اور رہبانیت جیسی بدعات کا ملغوبہ بنا دیا، اور اس طرح وہ "ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا" کے مصداق بن کر ہمیشہ کی محرومی اور انتہائی ہولناک خسارے میں مبتلا ہو گئے۔ سو اس سے اس بات کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بدعت کس طرح دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دینے والی چیز ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وَّضلال، وسُوْءٍ وانحراف، وھو الھادی الی سواء الصِّراط، جل وعلا،

اَللّٰھُمَّ !

اَقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْیَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَاوَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ، وَمِنْ طَاعَتِکَ مَاتُبَلِّغُنَابِہٖ جَنَّتَکَ،

وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا، وَمَتِّعْنَابِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَا، وَقُوَّاتِنَامَااَحْیَیْتَنَا،

وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَاعَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَاعَلٰی مَنْ عَادَانَا،

وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْیَااَکْبَرَھَمِّنَا، وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَا

بِذُنُوْبِنَا، مَنْ لَّایَخَافُکَ وَلَایَرْحَمُنَا،

اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ،

وَاَنْتَ وَلِیُّنَاوَمَوْلَانَا

وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ

شَیْئٍ قَدِیْرٌ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَءَامِنُوا بِرَسُولِهِۦ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، ڈرو تم اللہ سے اور (سچے دل سے) ایمان لاؤ اس کے رسول پر،

يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا

اللہ عطا فرمائے گا تم کو اپنی رحمت سے دوہرا حصہ اور وہ نوازے گا تم کو ایک ایسے عظیم الشان نور سے

تَمْشُونَ بِهِۦ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾

جس کے ذریعے تم لوگ چلو گے (حق و ہدایت کی سیدھی شاہراہ پر) اور (مزید یہ کہ) وہ تمہاری بخشش بھی فرمائے گا اور اللہ بڑا ہی

لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ ٱلْكِتَٰبِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَىْءٍ

بخشنے والا انتہائی مہربان ہے، ف۱۱۰ (۲۸) (اور ایمان پر یہ انعامات اور ان کی اس طرح پیشگی خبر اس لئے دی جا رہی ہے کہ) تا کہ اہل کتاب یہ

مِّن فَضْلِ ٱللَّهِ ۙ وَأَنَّ ٱلْفَضْلَ بِيَدِ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ

نہ سمجھیں کہ (اللہ کے فضل پر ان کا کوئی اجارہ ہے، اور) مسلمان اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اور یہ کہ فضل

مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾ ع ۴ ۲۰

تو بلاشبہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، ف۱۱۱ وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑا ہی فضل والا ہے ف۱۱۲ (۲۹)

۱۱۰ نصاریٰ کو ایمان کی دعوت کا ذکر و بیان: — سو ایسے لوگوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ ڈرو اللہ سے اور ایمان لاؤ اللہ کے رسول پر، اس کے نتیجے میں اللہ تم لوگوں کو اپنی رحمت سے دوہرا حصہ بھی عطاء فرمائے گا اور تمہیں وہ نور بھی عطا فرمائے گا جس کے ساتھ اور اس کی روشنی میں تم لوگ چلو گے، اور تمہاری بخشش بھی فرمائے گا۔ سو "اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا" (جو ایمان لائے) سے یہاں پر مراد وہی نصاریٰ ہیں جن کا ابھی ذکر اوپر والی آیتِ کریمہ میں "فَاٰتَیۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡھُمۡ اَجۡرَھُمۡ" کے الفاظ سے فرمایا گیا ہے سو انہی نصاریٰ سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور ایمان لاؤ اس کے رسول پر، یعنی حضرت خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر، جن کے بارے میں پیشگوئی ان کی کتابوں کے اندر موجود تھی، اور جن کے بارے میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا "وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ" یعنی مجھے اس عظیم الشان رسول کی بشارت و خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا گیا ہے جو میرے بعد آج آئے گا اور ان کا نام نامی احمد ہوگا اور اس نبیٔ آخر الزمان پر ایمان لانا اگرچہ ان لوگوں کے اپنے دین و ایمان کا تقاضا تھا لیکن اس میں ان کو وہ ڈر اور خوف آڑے آ رہا تھا جو ان کو اسلام دشمنوں سے لاحق تھا کہ اس نبی آخر الزمان پر ایمان لانے کی ضرورت پر یہ سب لوگ ان کے مخالف ہو جائینگے اور ان کے پیچھے لگ جائینگے اسی لئے ان کو دعوت ایمان سے پہلے اس بات کی یہ ہدایت فرمائی گئی کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو یعنی لوگوں کے خوف اور ڈر کی بجائے تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ

کے خوف اور اس کی گرفت و پکڑ کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اور ان کو دوہرے اجر و ثواب کی خوشخبری اس لئے سنائی گئی کہ ان کو دو بڑے امتحانوں سے گزرنا پڑا اور یہ ان دونوں ہی میں کامیاب رہے ایک اپنے رسول پر ایمان کے امتحان میں اور دوسرے نبی آخر الزمان کا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان کے سلسلے میں، اور اس ایمان و اخلاص کے نتیجے میں ان کو اس عظیم الشان نور سے سرفرازی نصیب ہوگی جس کی روشنی میں یہ لوگ اس دنیا میں راہ حق وصواب پر چلیں گے، اور اسی کی روشنی میں وہ آخرت میں جنت کی طرف جائینگے، جیسا کہ اسی سورۂ کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یعنی اس روز تم دیکھو گے کہ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کا نور اور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا اور اس موقع پر ان کو اس عظیم الشان خوشخبری اور صدائے دلنواز سے نوازا جائے گا "بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (الحدید: ۱۲ پ ۲۷) یعنی خوشخبری ہو تم سب کو (اے خوش نصیبو!) ایسی عظیم الشان جنتوں کی جن کے نیچے سے بہہ رہی ہیں طرح طرح کی عظیم الشان نہریں۔ جہاں تمہیں ہمیشہ اپنا نصیب ہوگا۔ یہی ہے بڑی کامیابی، سو نبی آخر الزمان پر ایمان کے نتیجے میں میدان قیامت میں مومنین صادقین کو اس عظیم الشان نور سے سرفراز کیا جائے گا جس کی روشنی میں وہاں پر یہ خود بھی چلیں گے اور وہ سب لوگ بھی جنہوں نے دنیا میں ان کی پیروی کی ہوگی' جبکہ کافر اور منافق لوگ وہاں پر گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہونگے والعیاذ باللہ العظیم اور نصاریٰ میں سے یہی وہ سچے ایماندار ہیں جن کا ذکر پ ۲۰ سورۃ القصص کی آیت نمبر ۵۲ تا ۵۴ میں فرمایا گیا ہے اور وہاں پر بھی ان کیلئے ارشاد فرمایا گیا۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ کہ ان کو ان کا دوسرا اجر ملے گا اس بناء پر کہ انہوں نے صبر سے کام لیا اور یہاں پر ان خوش نصیبوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ان کی بخشش بھی فرمائے گا اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا انتہائی مہربان ہے۔ اور اتنا بڑا کہ نہ اس کی مغفرت و بخشش کا کوئی کنارہ ہے، اور نہ اسکی رحمت و عنایت کا، رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَم، مغفرتک اَوْسَعُ مِنْ ذنوبنا

۱۱۱ دینِ حق پر ایمان کی ترغیب اور یہود پر تعریض کا ذکر و بیان:- یہاں پر اہل الکتاب کا لفظ اگرچہ عام ہے جو اپنے ظاہر اور عموم کے اعتبار سے یہود اور نصاریٰ دونوں کو شامل ہے، لیکن قرینہ دلیل ہے کہ یہاں پر اس سے مراد یہود من حیث الجماعت ہیں کیونکہ اصل میں یہی لوگ اس خبط میں مبتلا تھے کہ یہی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسکے انعام کے وارث و مورث اور اس کے اجارہ دار ہیں اور ان کا گمان یہ تھا کہ نبوت اور رسالت ہمارا موروثی حق ہے' ہمارے سوا اور کسی کو یہ شرف مل سکتا ہی نہیں اور اسی زعم و گھمنڈ اور پندار کی بناء پر انہوں نے آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کیا، بلکہ یہ اس کے سخت مخالف بن گئے اور جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی مخالفت کے علی الرغم حق کی یہ دعوت بڑھتی اور پھیلتی پھولتی جا رہی ہے اور یہاں تک کہ ان کی اپنی صفوں سے بھی بہت سے اختیار ٹوٹ کر اس کو قبول کرتے اور اس کے جان نثار بنتے جا رہے ہیں تو ان پر حسد کا ایسا بخار چڑھا جو ان کو ہلاکت و تباہی کے انتہائی ہولناک گڑھے میں اتار کر ہی رہا، حالانکہ نبوت و رسالت اور سیادت و امانت اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا، اور اس کا انعام و

احسان ہے، وہ جس کو چاہے اس سے نوازے اس سے متعلق کسی کے جلنے مرنے اور سوال واعتراض کا کیا موقع ہوسکتا ہے۔ '' وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ برحمتہ من یشاء '' سوایسے میں سچے نصاریٰ کو یہ دعوت دی گئی ہے کہ وہ سچے دل سے حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت ورسالت پر ایمان لے آئیں کہ اس فضل عظیم سے بہرہ مند ہوں جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے پر موقوف ومنحصر ہے، اور یہود کو ان کے حسد کی آگ میں جلتا چھوڑ دیں اور اس طرح یہ اس دوہرے اجر کے مستحق بنیں جو اس پر ان کو ملنے والا ہے اور یہود اگر اپنے حسد اور حماقت ہی میں مبتلا رہنا چاہتے ہیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں وہ اپنے کیے کرائے کا مزہ خود چکھ لینگے اور اس کا بھگتان وہ خود بھگتیں گے سو اپنے آپ کو محض خاندانی اور نسلی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی تمام سرفرازیوں کا حقدار سمجھنا خرابیوں کی خرابی اور محرومیوں کی محرومی ہے، اسی چیز نے یہود کو اس قدر ہولناک انجام سے دوچار کیا۔ اور اسکے نتیجے میں نور حق وہدایت سے محروم ہو کر اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہرے اور ''مغضوب علیھم'' قرار پائے۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال .وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ،

۱۱۲ اللہ کے فضل وکرم کی عظمتِ شان کا ذکر وبیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ بڑا ہی فضل والا ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک جل جلالہ اس قدر عظیم الشان فضل وکرم والا ہے کہ اس کی بخشش اور اس کے فضل وعطاء کی نہ کوئی حد ہے نہ کنارہ، وہ جس کو جو چاہے اور جتنا چاہے اور جیسے چاہے عطا فرمائے۔ سبحانہ و تعالیٰ، چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ یہود ونصاریٰ اور اہل ایمان کی شان اور ان کے باہمی فرق وتفاضل کو واضح کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ تمہاری (اے مسلمانو) اور یہود ونصاریٰ کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ایک شخص نے کچھ مزدوروں کو کام پر لگایا، اور ان سے کہا کہ جو میرے لئے صبح سے دوپہر تک کام کرے گا اس کو ایک ایک قیراط مزدوری دی جائے گی، تو یہود نے ایسے کیا، اور کہا کہ جو میرے لئے ظہر سے عصر تک کام کریں گے ان کو بھی ایک ایک قیراط مزدوری ملے گی تو نصاریٰ نے اس کے مطابق کام کیا، پھر اس نے کہا کہ جو عصر سے مغرب تک کام کریں گے ان کو دو دو قیراط دے جائیں گے، سو وہ تم ہو (اے مسلمانو!) اس پر یہود ونصاریٰ نے غصے ہو کر اعتراض کیا کہ ہم نے کام بھی زیادہ کیا اور مزدوری بھی کم ملی، ایسے کیوں؟ تو اس پر ان سے کہا گیا کہ کیا ہم نے تم سے کوئی زیادتی کی؟ اور تمہارا کوئی حق مارا؟ انہوں نے کہا نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی تو اس شخص نے کہا کہ پھر تمہیں کوئی اعتراض کس طرح ہوسکتا ہے یہ تو میرا فضل اور میری مہربانی ہے میں جس کو چاہوں عطا کروں، (ابن کثیر، ابن جریر، مراغی وغیرہ) یہ روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اس مضمون کو بھی اور زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے، جس کو طوالت کے خدشے کی بناء پر یہاں ذکر نہیں کیا جاسکتا، انشاء اللہ اس کو اپنی مفصل تفسیر میں ذکر کریں گے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَھُوَ الْمُوَفِّقُ لِکُلِّ خَیْرٍ، وَّ الْمُیَسِّرُ لِکُلِّ عَسِیْرٍ، فَلَہُ الْحَمْدُ وَلَہُ الشُّکْرُ، قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَّبَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ، اَللّٰھُمَّ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیا اکرم الاکرمین ،عَامِلْنَا بِلُطْفِکَ وَاِحْسَانِکَ ،بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ ،وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃِ، وَلَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طرفۃ عَیْنٍ، وَلَا اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ بِحَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، یَا ذاالجلال والاکرام، یا من بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ، وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ ،یا مَنْ رَحْمَتُہٗ وَسِعَتْ کُل شَیْءٍ، وَلَا حَدَّ لِجُوْدِہٖ وَکَرَمِہٖ وَ اِحْسَانِہٖ،

اَللّٰھُمَّ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم،

یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیٍٔ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

وَاِیَّاہُ اَسْأَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِیداً مِّنَ التَّوْفِیْقِ

لِتَکْمِیْلِ مَا بَقِیَ مِنَ التَّفْسِیْر

اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ فِیْ کُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ،

رَبِّ!

اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاہُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْن، رَبِّ اَنْتَ رَبِّی وَاَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اُمَّتِکَ وَھٰذِہٖ نَاصِیَتِیْ بَیْنَ یَدَیْکَ فَخُذْنِیْ بِھَا اِلٰی مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیٰوۃِ، وَلَکَ الْحَمْد ، حَتّٰی تَرْضٰی، وَلَکَ الْحَمْد بَعْدَ الرِّضَاء ، اَنْتَ الْحَنَّانُ وَالْمَنَّان، وَاَنْتَ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْن، وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن،لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَلَامَعْبُوْدَ بِحَقٍّ سِوَاکَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، اَلَّذِیْ بِمَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی نَبِیِّکَ وَصَفِیِّکَ وَخَلِیْلِکَ وَحَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْن، وَمَنِ اھْتَدٰی بِھَدْیِہٖ وَدَعَا بِدَعْوَتِہٖ وَاسْتَنَّ بِسُنَّتِہٖ وَسَارَ عَلٰی دَرْبِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْن وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَاَنَا عَبْدُکَ الْعَاصِیْ وَالْعُفُوکَ وَرَحْمَتِکَ الرَّاجِیْ مُحَمَّد اِسْحٰق خَان الْمَدَنِی الْکَشْمِیْرِیُ، الْبَاکِسْتَانِیُ غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ وَالِوَالِدَیْہِ وَلِاَھْلِہٖ وَلِاَوْلَادِہٖ وَاَسَاتِذَتِہٖ وَمَشَایِخِہٖ اَجْمَعِیْن، اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ،الْکَرِیْم،الرَّحْمٰن ،الرَّحِیْم، آمین،

☆——تکمیل نظر ثالث ۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۵ جولائی ۱۹۹۸ء بروز اتوار، بوقت ساڑھے بارہ بجے دن، سطوہ دبی، والحمد لله رب العالمین الّذی بکرمه وعنایته تشرفتُ بهذا العمل الجلیل من تفسیر کتابه العزیز

☆——تکمیل پروف ریڈنگ ۲۶ صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۹ جون ۱۹۹۹ء بروز بدھ، بوقت پانچ بجے شام، سطوہ دبی، والحمدلله رب العالمین بکل حالٍ من الاحوال، الذی شرفنی بهذا العمل الجلیل من تفسیر کتابه العزیز، جل وعلا

☆——تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ ۲۳ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعرات، بوقت سات بجے صبح سطوہ دبی، والحمدلله رب العالمین بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ المواطن فی الحیوة، جل وعلا

☆——تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ ۳ دسمبر ۲۰۰۱ء بروز منگل، بوقت سات بجے شام (بعد از افطار) سطوہ دبی، والحمدلله رب العالمین الّذی لَاتَتِمُّ الصَّالحاتُ اِلَّابِتَوْفِیْقٍ مِنْهُ سبحانه وتعالیٰ، جل وعلا

☆——تکمیل پانچویں پروف ریڈنگ یکم جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ مطابق یکم جولائی ۲۰۰۳ء بروز منگل، بوقت ساڑھے بارہ بجے شب (آدھی رات کے بعد) مدنی منزل معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر پاکستان، والحمدلله رب العالمین

☆——اللَّمَسَات الاخیرة (Final Touches) یکم محرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۳ مارچ ۲۰۰۵ء، مدنی منزل، مارگلہ ٹاؤن، اسلام آباد، پاکستان۔ والحمدلله رب العالمین، فی کل زمانٍ ومکان، وبکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیاة، وهو العزیز الوهاب، مُلْهِمُ الصِّدْقِ وَالصَّوَاب جَلَّ وَعَلَاَ،

❁❁❁

اَللّٰهُمَّ !

لَاتَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَهَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَا

بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّایَخَافُکَ وَلَایَرْحَمُنَا، اِنَّکَ اَنْتَ مَوْلَانَا

وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِیْر،

وَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر، یَاذَاالْقُوَّةِ

الْمَتِیْن، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام،

❁❁❁

آیاتھا ۲۲ | ۵۸ سُورَۃُ الْمُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۵ | رُکُوعَاتُھَا ۳

سورۂ مجادلہ مدنی ہے اور اس کی بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے،

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا

بے شک سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑا کر رہی ہے آپ سے (اے پیغمبر!) اپنے خاوند کے بارے میں،

وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور شکایت کر رہی ہے (اپنے معاملے کی) اللہ کے حضور، اور اللہ سن رہا ہے گفتگو تم دونوں کی، ف بے شک اللہ

سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝۱ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ

ہر کسی کی سنتا، سب کچھ دیکھنے والا ہے، ف۲ (۱) تم میں سے جو لوگ ظہار کر لیں اپنی بیویوں سے،

مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ

وہ (ان کے کہنے سے) ان کی مائیں نہیں بن جاتیں، ف۳ ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے، ف۴ اور

۱ اللہ تعالیٰ کی شانِ سمع وقبول کا ایک نمونہ ومظہر:- سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک اللہ نے بات سن لی اس عورت کی جو جھگڑا کر رہی تھی آپ سے اے پیغمبر! سو "سمع" سے یہاں پر مراد ہے سمع قبول، یعنی قبول فرما لی اس نے اس عورت کی شکایت وفریاد، جیسا کہ "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" میں ہے، سبحان اللہ! کیا کہنے اس کی سماعت اور فریاد رسی کے، کہ ساتوں آسمانوں سے بھی اوپر سے اس عورت کی شکایت اور فریاد کو فوری طور پر سن لیا گیا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ اس عورت نے میرے گھر کے ایک کونے میں آنحضرت ﷺ سے بات کی اور اس قدر آہستگی سے کی کہ میں بھی سن نہیں سکتی تھی، مگر اللہ پاک نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اس کو سن لیا (روح، قرطبی، مراغی، ابن کثیر، وغیرہ) سبحان اللہ۔ جس خداوندِ قدوس کی شانِ سمع وقبول کا یہ عالم ہے، اس کے بارے میں آج کا جاہل مسلمان کہتا ہے، کہ وہ ہماری بات براہ راست اور بلاواسطہ نہیں سنتا، لہٰذا ہماری فلاں کے آگے، اور اس کی خدا کے آگے، وغیرہ وغیرہ، اور خود غرض ملاں ایسے جاہلوں کی پیٹھ ٹھونکنے میں لگے ہیں کہ تم ٹھیک کہتے ہو، اور تمہارے یہ مفروضے صحیح اور درست ہیں، وغیرہ وغیرہ، والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسے مفروضے غلط اور جہالت پر مبنی ہیں، اور ان میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ ان میں حضرت خالق جل جلالہ کو اسکی مخلوق پر قیاس کیا گیا ہے جو کہ قیاس مع الفارق ہے، اس وحدہٗ لاشریک کی شان اسکی مخلوق کی شان سے وراء الوراء ہے، سبحانہ وتعالیٰ، پس اس کو ایسے ہی مانا جائے جیسا کہ وہ اپنے

بارے میں خود بتائے، یا اس کے بارے میں اس کے رسول بتائیں، صحت و سلامتی کی راہ یہی اور صرف یہی ہے، پس اس طرح کے تمام تصورات بے حقیقت و بے بنیاد اور دین متین کی تعلیمات مقدسہ کے خلاف ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین، یامن بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ

۲ اللہ تعالیٰ سب کی سنتا دیکھتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ: -اسی لیے اس نے اس عورت کی آواز کو سن لیا، جو شکایت کر رہی تھی اللہ پاک کے حضور۔ یعنی اپنا درد دکھ سناتی اور اپنی مشکل کو اسی وحدہ لاشریک کے حضور پیش کر رہی تھی، کہ حاجت روائی اور مشکل کشائی ہر کسی کی وہی فرماتا ہے اور فرما سکتا ہے۔ کہ باقی سب ہمیشہ اور ہر حال میں اسی کے محتاج ہیں، اور یہ شکایت کرنے والی خاتون خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا تھیں، جن سے ان کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ظِہار کر لیا تھا، جس کو اسلام سے پہلے ایسی طلاق بائن سمجھا جاتا تھا جس سے رجوع کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی، تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے میرے خاوند نے اس عمر اور اس حالت میں الگ کر دیا ہے، اب میں کیا کروں، کہاں جاؤں، بچوں کو کہاں چھوڑوں، اپنے پاس رکھوں تو کھلاؤں کیا، اور کہاں سے، اور خاوند کے حوالے کروں تو ضائع ہو جائیں گے، آپؐ نے جواب دیا کہ اس بارہ میں اب تک مجھ پر کوئی نیا حکم نازل نہیں ہوا، مگر وہ پھر اور پھر اپنی شکایت اور عرض والتجاء کو دوہراتی جا رہی تھی، یہاں تک کہ یہ آیات کریمات نازل ہو گئیں، جن میں اس کے جواب کے علاوہ ظہار کے بارہ میں ہمیشہ کیلئے امت کو ان عظیم الشان قواعد وضوابط سے نواز دیا گیا، فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ۔ سو اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو آشکارا فرما دیا گیا، اور کلمہءِ تاکید کے ساتھ اس کو واضح فرما دیا گیا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ "سمیع و بصیر" ہے، جو ہر کسی کی سنتا سب کچھ دیکھتا ہے۔ لہٰذا اس کو ایسے خود ساختہ واسطوں کی ضرورت نہیں۔ جو مشرک لوگ اپنے طور پر اور اپنی مشرکانہ ذہنیت اور مشرکانہ فکر و فلسفے کی بناء پر اس کے لئے تجویز کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمارے یہ خود ساختہ معبود اور من گھڑت حاجت روا و مشکل کشا ہمیں اسکے قریب کر دیں گے، اور اس تک رسائی دلائیں گے "ما نعبد ھم الا لیقر بونا الی اللہ زلفی" سو وہ ایسے تمام مشرکانہ تصورات سے پاک اور اعلیٰ و بالا ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ جل وعلا

۳ ظہار کی بے حقیقتی کا اظہار و بیان: -سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم میں سے جو لوگ ظہار کریں اپنی بیویوں سے۔ یعنی ان کو اپنی محرماتِ ابدیہ میں سے کسی کے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دے دیں، جس کو دیکھنا ان کے لیے حرام ہے، اور اس سے ان کا مقصود ان کو ہمیشہ کے لیے اپنے اوپر حرام کرنا ہوتا ہے، جیسے "اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ" کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، وغیرہ۔ سو یہ سب بے حقیقت ہے۔ زمانہءِ جاہلیت میں اس سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو جایا کرتی تھی، اور ایسی کہ اس سے رجوع کرنے کی بھی پھر کوئی صورت ہی ممکن نہیں رہتی تھی، اور اس سے آگے طرح طرح کے فتنے پیدا ہوتے، اور مفاسد جنم لیتے تھے، تو اسلام نے اپنی ان پاکیزہ اور مقدس تعلیمات کے ذریعے لوگوں کو اس عذاب سے ہمیشہ کے لیے نجات دے دی۔ والحمد للہ جل علا۔ بہر کیف ظہار ان ہی خلاف فطرت باتوں میں سے ایک تھا، جس کو لوگوں نے زمانہءِ جاہلیت کی رسوم بد کی بنا پر اپنے اوپر مسلط کر رکھا تھا، اس لیے دین حنیف اسلامِ مجید نے اس طرح کی خلاف فطرت باتوں کی اصلاح کرتے ہوئے بتایا کہ یہ سب باتیں غلط اور

بے بنیاد ہیں، سو اس طرح اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کی طرف توجہ دلا دی، کہ فطرت کے قانون کے مطابق جس چیز کے لئے جو جگہ مقرر ہے، اس کو اسی جگہ پر رکھو۔ اس میں ردو بدل کر کے دین فطرت کو مسخ کرنے کی کوشش مت کرو، کہ یہ خرابی و فساد کی راہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ و ضلال، وسوء و انحراف، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ، وھو العزیز الوھاب، یاذاالجلال والاکرام، سبحانہ وتعالیٰ، جل شانہ وعم نوالہ،

۴ کسی کی ماں وہی ہوتی ہے جو اس کو جنم دیتی ہے: - سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کی مائیں تو وہی ہوتی ہیں، جنہوں نے ان کو جنم دیا ہوتا ہے، کہ حقیقی مائیں تو وہی ہوتی ہیں، البتہ "حکماً" اور "احتراماً" دوسری بھی ہوسکتی ہیں، جیسے حرمتِ رضاعت اور حرمتِ مصاہرت وغیرہ اسباب کی بناء پر جو مائیں بنتی ہیں، یا وہ جو باپ دادا کی منکوحہ ہوں، یا پیغمبر کی ازواج مطہرات، کہ یہ سب حکماً اور احتراماً مائیں ہیں، مگر اصل اور حقیقی ماں انسان کی وہی ہوتی ہے جس نے اس کو جنا ہوتا ہے، سو ایسی حقیقی ماؤں کو جو حرمت حاصل ہوتی ہے، وہ ان کے جننے کی بناء پر ہوتی ہے، اس لیے یہ ایک فطری اور ابدی حرمت ہے، جو دوسری کسی عورت کو محض اس بناء پر حاصل نہیں ہوسکتی، کہ ایک شخص نے اس کو یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا اس کے کسی عضو سے تشبیہ دے دی، سو اس طرح کی کوئی بات اگر کسی نے کہی تو یہ ایک بھونڈی اور جھوٹی بات ہوگی، جس پر وہ تنبیہ اور تادیب کا مستحق ضرور ہے، لیکن اس سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہو جائے گی، ایسے جاہلانہ تصورات کی کوئی حقیقت نہیں، بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ظہار جیسی ایسی ناروا باتوں سے فطرت کے قوانین نہیں بدل سکتے، اور کسی شخص کی بیوی محض اس کے منہ کی بات اور ان کے جھوٹ کی بناء پر اس کی ماں نہیں بن سکتی، انسان کی ماں وہی ہے اور وہی ہوسکتی ہے جو اس کو جنم دیتی ہے اور بس۔ اس کے سوا باقی سب باتیں بے بنیاد ہیں، والعیاذ باللہ جل و علا،

اَللّٰھُمَّ !

بِکَ نَسْتَعِیْنُ وَبِکَ نَتَوَکَّل، فَخُذْنَابِاَیْدِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُ دُنْیَانَا
وَفَوْزُنَافِی الْاٰخِرَۃِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَااَرْحَمَ
الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِہٖ
مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ، وَلَا یُعْجِزُہٗ
شَیْئٌ عَمَّا یُرِیْدُ، وَھُوَ
فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْدُ،

إِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ

بلاشبہ ایسے لوگ ایک بڑی ہی نامعقول اور جھوٹی بات منہ سے نکالتے ہیں، ف۵ اور بے شک اللہ

لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿٢﴾ وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ

بڑا ہی معاف کرنے والا نہایت ہی درگزر کرنے والا ہے، ﴿۲﴾ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں،

ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن

پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے پھرنا چاہتے ہیں، تو ان کے ذمے ایک گردن (یعنی غلام یا لونڈی) کا آزاد کرنا ہے، ف۶ اس سے پہلے

۵ **ظہار ایک جھوٹی اور قابلِ تادیب بات:-** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے لوگ ایک بھونڈی اور جھوٹی بات منہ سے نکالتے ہیں۔ والعیاذُ باالله۔ جو جھوٹی اور حقیقت وواقعہ کے بھی خلاف ہے، اور دین وشریعت کے اعتبار سے بھی ممنوع ومحذور ہے، پس مومنِ صادق کے شایان شان نہیں کہ وہ ایسی بات منہ سے نکالے، والعیاذُ باالله العظیم۔ سو ایسی بھونڈی، نامعقول اور جھوٹی بات منہ سے نکالنے پر ایسا شخص تنبیہ وتادیب کا مستحق تو ہوگا، لیکن اس سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہو جائے گی، سو اگر کوئی مسلمان اس طرح کی کوئی جھوٹی اور بھونڈی بات منہ سے نکال دے، اور اشتعال میں آ کر اس حرکت کا ارتکاب کر لے، اور پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے، تو اس کی معافی کی امید رکھنی چاہیے، کہ بلاشبہ اللہ بڑا ہی درگزر کرنے والا، معاف فرمانے والا ہے، غلطی کا احساس کرنے والے کیلئے اسکے یہاں عفو ودرگزر ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ، خواہ غلطی کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، توبہ البتہ سچی اور مخلصانہ ہونی چاہیے اللہ توفیق بخشے اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین،

۶ **ظہار کے حکم کا ذکر وبیان:-** سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھیں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے پھرنا چاہیں، یعنی ان سے زن وشوئی کے تعلقات پھر قائم کرنا چاہیں تو ان کیلئے یہ حکم اور یہ طریقہ ہے جو آگے بیان ہو رہا ہے اور یہ اس ارشاد کا ایک معنی ومفہوم ہے، اور اپنے ظہار کا نقض وازالہ کرنا چاہتے ہیں، اور اپنے کیے پر نادم ہو کر اسکو بدلنا چاہیں تو ان کیلئے یہ حکم اور یہ طریقہ ہے جو آگے بیان ہو رہا ہے اور یہ اس ارشاد کا ایک معنی ومفہوم ہے، جب کہ دوسرا مفہوم اس ارشاد کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی ہی بات پھر کرنا چاہتے ہوں (خازن، مراغی، اور صفوہ، وغیرہ) مگر ظاہر پہلا ہی احتمال ہے، والتفصیل فی المفصل انشاء الله العزیز بہر کیف اس سے ظہار کا حل بتایا گیا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھے، پھر وہ اس چیز کی طرف لوٹنا چاہے، جس کو اس نے اپنے طور پر حرام ٹھہرا دیا تھا، تو اس کو اس سے پہلے کفارہ ادا کرنا پڑے گا، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے، سو اس کی تنبیہ وتادیب کے لئے اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، تاکہ اس طرح اس شخص کو بھی آئندہ کیلئے تنبیہ وتادیب ہو جائے، اور دوسروں کو بھی اس سے سبق مل جائے۔ اور وہ اس سے باز رہیں۔ والعیاذ بالله العظیم، من کل زیغ وضلال. وسوء وانحراف، وهو العزیز الوهاب، جل شانه وعم نواله،

يَّتَمَآسَّاؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، ف۷ اس حکم سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے، ف۸ اور اللہ پوری طرح باخبر ہے ان تمام کاموں سے

خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

جو تم لوگ کرتے ہو، ف۹ ۝۳ پھر جس شخص کو یہ میسر نہ ہو، ف۱۰ تو اس کے ذمے روزے رکھنا ہے لگاتار دو ماہ کے، ف۱۱

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّاؕ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ

اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، ف۱۲ پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا

۷ کفارۂ ظہار کی ادائیگی قبل المسیس :- چنانچہ اس بارے میں تصریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ قبل اس سے کہ وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کو چھوئیں، سو اس کی ادائیگی سے قبل اس سے وطی کرنا اس کے اس شوہر کے لیے جائز نہیں، یعنی تماس اور مسیس سے یہاں پر بطور مجاز وطی مراد ہے، اور بعض نے کہا کہ یہ مطلق مس پر محمول ہے، لہٰذا کفارہ کی ادائیگی سے قبل اس کے لیے اس کو ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں بہر کیف "مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا" (قبل اس سے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں) میں اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ کفارہ ہاتھ لگانے سے پہلے ادا کر دیا جائے، آگے والی آیت کریمہ میں اس قید کا اعادہ ہے، جس سے اس کی مزید تاکید فرما دی گئی ہے، اسلئے کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ غلبۂ نفس سے بے بس ہو کر کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہی تعلق قائم کر لے، اگر کسی نے ایسے کیا تو یہ حدود اللہ سے تجاوز ہوگا، والعیاذ باللہ ۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین،

۸ احکام الٰہی سے متعلق ایک خاص ہدایت کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا اور ان احکام کے بارے میں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ وہ باتیں ہیں جن کی تم لوگوں کو نصیحت کی جاتی ہے، یعنی تمہارے رب کی جانب سے۔ تاکہ تم ظہار جیسے اس منکر سے باز رہو، اور ان مشکلات اور پریشانیوں سے محفوظ رہو، جو اس کے نتیجے میں تم کو پیش آتی ہیں، اور ان باتوں کی نصیحت تم لوگوں کو تمہارے رب کی طرف سے کی جاتی ہے، جس جیسی اور کوئی نصیحت ممکن ہی نہیں، پس تمہارا بھلا اور فائدہ اسی میں ہے کہ تم اپنے رب کی ان باتوں کو دل و جان سے اپناؤ، اور ان پر صدق دل سے اور پوری احتیاط کے ساتھ عمل کرو، کہ اس میں خود تم ہی لوگوں کا بھلا ہے، دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی، اور تمہارے رب کے ہر حکم کی شان یہی ہے کہ اس میں خود تمہارا ہی بھلا ہوتا ہے، سبحانہ وتعالیٰ ۔ سو رب کی ان نصیحتوں کو کہیں تم لوگ دنیاوی قوانین و ہدایات کی طرح نہیں سمجھ لینا، جہاں ظاہر کچھ اور باطن کچھ کی پالیسی چل جاتی ہے، بلکہ یہ خدائے واحد کی ہدایت ہیں جن کو دل و جان سے اپنانا ضروری ہے کیونکہ وہاں پر ظاہر و باطن کے اختلاف اور منافقانہ پالیسی کی کوئی گنجائش نہیں کہ وہاں صدق و اخلاص ہی درکار ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَهُوَ الْهَادِيْ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْل، فَعَلَيْهِ نَتَوَكَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْن، فِيْ كُلِّ اٰنٍ وَّحِيْنٍ، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّاب، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

۹ **اللہ ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہے، سبحانہ و تعالیٰ:-** سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ پوری طرح باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو، اسلئے تم لوگوں کو چاہیے کہ تم ہر حال میں اس کی معصیت اور نافرمانی سے بچنے کی فکر و کوشش کرو، کیونکہ ہر کسی نے اسکے یہاں بہرحال حاضر ہونا اور اپنے کیے کرانے کا پھل پانا ہے، پس اگر تم میں سے کسی نے اعلانیہ یا خفیہ طور پر اسکے ان احکام کی خلاف ورزی کی تو وہ اسکی گرفت و پکڑ سے بچ نہیں سکے گا، والعیاذ باللہ جل و علا، سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ انسان کا بھلا اور اس کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اس حقیقت کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھے، کہ اس کا معاملہ اسکے خالق و مالک سے صحیح اور درست رہے کہ وہ اسکے ہر کام سے پوری طرح واقف و آگاہ اور باخبر ہے، اس سے اسکی کوئی بھی بات مخفی نہیں رہ سکتی۔ سبحانہ و تعالیٰ

۱۰ **غلام نہ ملنے کی صورت میں حکم کا ذکر و بیان:-** سو ارشاد فرمایا گیا کہ پھر جس کو یہ میسر نہ ہو یعنی غلام نہ مل سکے کہ سرے سے غلام ہی نہ پائے جاتے ہوں، جیسا کہ آج کل ہے، یا خریدنے کی طاقت نہ ہو، دونوں صورتوں میں ایسے شخص کے ذمے روزے رکھنا ہے، سو ایسی صورت میں یہ شخص لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے، اور تسلسل اور پابندی کے ساتھ اس طرح رکھے کہ بیچ میں کوئی ناغہ نہ ہو، جیسا کہ آگے آرہا ہے کہ کفارہ کے ان روزوں میں تسلسل ضروری ہے، بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اگر کفارۂ ظہار کی ادائیگی کے سلسلے میں غلام باندی کو آزاد کرنیکی صورت میسر نہ ہو کہ یا سرے سے غلام باندی ہی کہیں موجود نہ ہوں یا وہ شخص ان کو خریدنے اور آزاد کرنے کی سکت نہ رکھتا ہو تو پھر وہ متواتر دو ماہ کے روزے رکھے۔ سو دو ماہ کے متواتر روزے غلام آزاد کرانے کے متبادل ہے۔ اگر بیچ میں ناغہ کرلیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ از سر نو رکھنے پڑیں گے۔

۱۱ **کفارۂ ظہار میں روزوں کے حکم کا ذکر و بیان:-** سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر اس کو غلام باندی میسر نہ آسکیں، تو اس کے ذمے لگاتار دو ماہ کے روزے ہیں، پس اگر بیچ میں کوئی دن ناغہ کرلیا تو از سر نو رکھنے پڑیں گے، اگرچہ دو ماہ کا آخری دن ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تتابع یعنی لگاتار رکھنے کی وہ شرط فوت وہ گئی، جس کا پایا جانا ضروری ہے، (المراغی، وغیرہ) اسی لئے حضرات اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ روزے وہ شخص اس طرح رکھے کہ بیچ میں نہ رمضان کا مہینہ آئے، اور نہ ان پانچ دنوں میں سے کوئی دن جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں، یعنی دونوں عید کے پانچ دن کیونکہ ان میں تسلسل شرط ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں صریح طور پر موجود ہے۔ اور تین دن ایام تشریق کے، تاکہ دو ماہ کے ان روزوں کے تتابع اور تسلسل میں کوئی انقطاع واقع نہ ہو جائے (روح وغیرہ) بہرکیف دو ماہ کے ان روزوں میں تتابع اور تسلسل شرط ہے

۱۲ **قبل المسیس کی شرط کا ذکر و بیان:-** سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یعنی یہ کفارہ ہاتھ لگانے سے پہلے پہلے ادا کیا جائے، آگے والی آیت میں بھی اس قید کا اعادہ ہے، جس سے اس کی مزید تاکید ہو جاتی ہے، سو اس طرح مؤکد کر کے واضح فرما دیا گیا کہ یہ جائز نہیں کہ خواہش نفس سے مغلوب ہو کر کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہی تعلق قائم کرلیا جائے، سو اگر ایسا کیا گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ حدود سے تجاوز ہوگا، جو کہ جائز نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، اور اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ

کھلانا ہے یہ (حکم اس لئے دیا جارہا ہے) تاکہ تم لوگ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر، ف۱۳ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی

اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ

حدیں ہیں، ف۱۴ اور کافروں کے لئے ایک بڑا ہی دردناک عذاب ہے، ف۱۵ (۴) بلاشبہ جو لوگ مخالفت کرتے ہیں

۱۳ کفارۂ ظہار کی تیسری صورت کا ذکر و بیان:- سو ارشاد فرمایا گیا پھر جو ایسا نہ کر سکے، یعنی روزے نہ رکھ سکے خواہ بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے، یا اس طرح کی کسی اور وجہ سے، تو وہ ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلائے، یا وہ آدھا صاع گندم یا ایک صاع جو یا کھجور فی مسکین کے حساب سے غلہ دے دے، اور یہ بھی تماس یعنی وطی اور دواعیء وطی سے قبل ادا کرے (المراغی وغیرہ) سو کفارہء ظہار کی یہ تین صورتیں ہوگئیں، اول یہ کہ وہ ایک غلام آزاد کرے، اگر ایسے نہ کر سکے تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ لگاتار ساٹھ دن کے روزے رکھے، اگر کسی عذر کی بناء پر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یہاں پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کے سلسلہ میں "من قبل ان یتماسا" کی قید کو ذکر نہیں فرمایا گیا، لیکن یہ قید اس صورت میں بھی ملحوظ ہے اور اس کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شکل اصل نہیں، بلکہ اصل کی مطابق فرع ہے اور جب اصل کے ساتھ اسکا ذکر موجود ہے تو پھر فرع کے ساتھ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ اصل میں اس کا مذکورہ ہونا ہی کافی ہے، پس ایسا روزے بھی قبل المسیس رکھے گا، سو اس سے اللہ تعالیٰ کی ارشاد فرمودہ ہدایت پر عمل اور اس کی سرحدوں کی پابندی و پاسداری کا ہم صلہ وثمرہ ذکر و بیان فرمادیا گیا، تاکہ اس طرح تمہارے ایمان کی تقویت کا ساماں ہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے اور اس طور پر کہ وہ ہم سے راضی ہوجائے۔ سبحانہٗ تعالیٰ، جل شانہ وعم نوالہ فایاہ نسئل التوفیق لمایحب ویرضی، وھو العزیز الوھاب، ملھم الصدق والصواب، جل وعلا

۱۴ حدود اللہ کی پابندی تقویتِ ایمان کا ذریعہ ووسیلہ:- سو اشاد فرمایا گیا اور ان ہدایات ربانیہ کے فائدے کے ذکر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ یہ اسلئے ہے تاکہ تم لوگ ایمان لاؤ اللہ پر، کہ جاہلیت کے طریقوں کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسولؐ کے ارشاد فرمودہ احکام کے مطابق عمل کرو، تاکہ اس طرح تم دارین کی سعادت وسرخروئی اور فوز و فلاح سے بہرہ ور و سرفراز ہوسکو، سو اس سے ان ہدایات کا فائدہ ذکر فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ ہدایات تم لوگوں کو اسلئے دی گئی ہیں تاکہ اللہ اور اسکے رسولؐ پر تمہارا ایمان مضبوط ہو، کیونکہ انسان جب اپنی کسی کمزوری یا غلطی کی تلافی کیلئے کوئی مشقت اٹھاتا ہے، تو اس سے اس غلطی کی تلافی بھی ہوتی ہے، اور اصل مقصد میں اس کے قدم بھی راسخ ہوتے ہیں، سبحان اللہ! کیسی کیسی باریکیاں اور نزاکتیں ولطافتیں اور برکتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام، اور اس کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے میں، سبحانہ تعالیٰ، پس بندے کیلئے خیر ان کو صدقِ دل سے اپنانے میں ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ لِمَايُحِبُّ وَيُرِيْدُ، وَعَلٰى مَايُحِبُّ وَيُرِيْدُ، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيٰوةِ، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّابُ، مُلْهِمُ الصِّدْقِ وَالصَّوَابِ، وَالْهَادِيْ اِلَى الْحَقِّ وَالرَّشَادِ، فَعَلَيْهِ نَتَوَكَّلُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ فِيْ وَجْهِ كُلِّ شَرٍّ وَّفَسَادٍ، وَدفع کل ظلمٍ وعناد

۱۵ حدود اللہ کو توڑنے والوں کیلئے دردناک عذاب، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ :- سو ایسے واضح فرمادیا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر فرمودہ حدیں ہیں، اس لیے ان کو توڑنے کی جسارت نہ کرنا کہ اس کا انجام برا ہوگا کہ اللہ کی حدوں کو توڑنا کفر ہے، اور کافروں کیلئے بڑا اور دردناک عذاب ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد فرمودہ احکام کا انکار کریں، معلوم ہوا کہ دردناک عذاب دراصل کفار کے لئے ہے، گنہگار مومن اپنے ایمان کی برکت سے اس سے محفوظ رہے گے، سبحان اللہ! کس قدر عظیم دولت ہے، یہ ایمان کی دولت ہے،'' فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِنِعْمَۃِ الْاِیْمَانِ، اَللّٰھُمَّ فَزِدْنَا مِنْہُ وَثَبِّتْنَا عَلَیْہِ ''سو اس سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کی مقرر فرمودہ حدود کو توڑنے والے کافر ہیں، اور ان کیلئے آخرت میں دردناک عذاب ہے، (تفسیر المراغی وغیرہ) دوسرے مقام پر اسی حقیقت کو اس طرح ذکر و بیان فرمایا گیا ہے کہ وَلْیَحْکُمْ اَھْلُ الْاِنْجِیْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْہِ ط وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (المائدۃ ۴۷ پ ۶) یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق حکم اور فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں، سو کیسے بدقسمت اور بدبخت ہیں، وہ لوگ، جو اسلام کا دعویٰ رکھنے کے باوجود اپنے آپ کو کافروں میں شامل کرلیں، والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وّضلال، وَسُوْءٍ وَّانحراف، بکل حالٍ من الاحوال،

---------------------❀❀❀---------------------

اَللّٰھُمَّ !

اَقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْیَتِکَ مَاتَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَاوَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ، وَمِنْ طَاعَتِکَ مَاتُبَلِّغُنَابِہٖ جَنَّتَکَ،
وَمِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُھَوِّنُ بِہٖ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا، وَمَتِّعْنَابِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَا، وَقُوَّاتِنَامَااَحْیَیْتَنَا،
وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَاْرَنَاعَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَاعَلٰی مَنْ عَادَانَا،
وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْیَااَکْبَرَھَمِّنَا، وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَا
بِذُنُوْبِنَا، مَنْ لَّایَخَافُکَ وَلَایَرْحَمُنَا،
اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ،
وَاَنْتَ وَلِیُّنَاوَمَوْلَانَا
وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ
شَیْئٍ قَدِیْرٌ

---------------------❀❀❀---------------------

اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ

اللہ کی اور اس کے رسول کی ف۱۶ تو وہ اسی طرح ذلیل وخوار ہوں گے جس طرح کہ ان سے پہلے والے لوگ ذلیل وخوار ہو چکے ہیں ف۱۷

اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵

بلاشبہ ہم نے (حق اور حقیقت کو واضح کرنے کے لئے) کھلی کھلی آیتیں نازل کردی ہیں ف۱۸ اور کافروں کے لئے ایک بڑا ہی رسوا کن عذاب

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ

ہے ف۱۹ ⑤ ف۲۰ جس دن کہ اللہ ان سب کو پھر سے زندہ کر کے اٹھائے گا پھر ان کو وہ سب کچھ (کھول کر) بتادے گا جو یہ لوگ (زندگی

اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۶

بھر) کرتے رہے تھے ف۲۱ یہ تو اسے بھول گئے ہیں، مگر اللہ نے ان کا سب کیا دھرا گن گن کر محفوظ کر رکھا ہے، ف۲۲ اور اللہ ہر چیز پر

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

مطلع ہے ف۲۳ ⑥ کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ کو قطعی طور پر معلوم ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں میں ہے، اور وہ سب کچھ بھی

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ

جو کہ زمین میں ہے، کوئی سرگوشی نہیں ہوتی تین آدمیوں کی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کی

اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ

مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ کوئی اس سے کم اور نہ زیادہ، مگر وہ

ع ۱

ف۱۶ محادّہ کا معنی و مفہوم؟ یُحَادُّوْنَ۔ حد سے بنا ہے جس کے معنی روکنے اور باز رہنے کے آتے ہیں، اسی لئے دربان کو حداد کہا جاتا ہے کہ وہ اندر جانے سے روکتا ہے، پس جو لوگ اللہ پاک اور اس کے رسول کے احکام کو توڑتے، اور ان کی مخالفت کرتے ہیں، وہ دراصل اپنی طرف سے حدود متعین کرتے اور خود شارع بنتے ہیں، نیز مخالفت کرنے کی وجہ سے چونکہ وہ دوسری حد اور دوسری جہت میں ہو جاتے ہیں، اس لیے یہ لفظ مخالفت، دشمنی اور نافرمانی کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے (ابوالسعود، خازن، وغیرہ) سو یہ لفظ "موادۃ" کا مخالف اور اس کی ضد ہے، اور اب یہاں سے ان لوگوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جن کا معاملہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی اور مخالفت کا تھا، والعیاذ باللہ، سواوپر ان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، جو کسی مشکل کے پیش آنے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرتے ہیں، انہی کے سامنے اپنی مشکل پیش کرتے، اور انہی سے شکوہ اور مجادلہ کرتے، اور اپنی مشکل کا حل ڈھونڈتے ہیں یہاں سے اب اسکے بالمقابل ان لوگوں کا کردار پیش فرمایا جارہا ہے، جو دعوی تو ایمان و اسلام کا کرتے تھے، لیکن ان کا رویہ اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کا تھا جو کہ ہلاکت و تباہی اور ذلت و رسوائی کا راستہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین،

۱۷ انکار وتکذیبِ حق کے نتیجہ وانجام کا ذکر وبیان:- سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ انکار وتکذیبِ حق اور اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کا نتیجہ وانجام ہلاکت وتباہی ہے، والعیاذُ باللہ العظیم۔ جیسا کہ گزشتہ اقوام کے وہ کفار ومشرکین جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کے احکام کی خلاف ورزی ونافرمانی کی تھی، اور وہ اس کا انجام بھگت چکے ہیں، والعیاذُ باللہ العظیم، "کُبِتَ" کے معنی ذلیل وخوار کر کے تباہ کرنے کے ہیں، والعیاذُ باللہ العظیم، سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو لوگ آج اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور دشمنی کرتے ہیں، یہ بھی اسی طرح ذلیل وخوار ہو کر تباہ وبرباد ہونگے، جس طرح کہ ان سے پہلے کے انکے ہم مشرب ہلاک ہو چکے ہیں، کہ اللہ کا قانون بے لاگ اور سب کیلئے ایک اور یکساں ہے، سو اللہ اور اس کے رسول کی دشمنی کا نتیجہ وانجام بہرحال ہلاکت وتباہی ہے، والعیاذُ باللہ العظیم۔ اس سلسلے میں ایسے لوگوں کو قانونِ قدرت کے مطابق جو ڈھیل ملتی ہے اس سے کبھی کسی کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے کہ وہ بہرحال ایک ڈھیل ہوتی ہے جس نے اپنے وقتِ مقرر پر بہرحال ختم ہو کر رہنا ہوتا ہے، اور اسکے بعد ایسے لوگوں نے بہر طور اپنے ہولناک انجام سے دوچار ہو کر رہنا ہوتا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ من کل زیغٍ وضلال، وسُوْءٍ وَّانحراف

۱۸ توضیحِ حق کے لیے کھلی نشانیوں کا انتظام:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ یقیناً ہم نے اتار دی ہیں کھلی آیتیں، یعنی ایسی نشانیاں جو حق وہدایت کی توضیح کے لئے کافی اور وافی ہیں، اور یہ ایسی نشانیاں ہیں۔ جو ایک طرف تو حلال وحرام اور جائز وناجائز وغیرہ احکام کو کھول کھول کر اور صاف صاف بیان کرتی ہیں، اور دوسری طرف وہ اس دین اور اس کے لانے والے رسول کی صداقت وحقانیت بھی پوری طرح سے واضح کر رہی ہیں، نیز یہ ارشادہ ان تاریخی حقائق سے متعلق بھی ہے، جو سابقہ کفار ومنکر قوموں کی ہلاکت و تباہی کے بارے میں ذکر ہوئے ہیں، سو ان آیاتِ بینات کے ذریعے اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا گیا کہ اللہ کے رسولوں کی مخالفت کرنے والے بالآخر ذلیل وخوار اور ہلاک وبرباد ہو کر رہتے ہیں، سو ایسے میں دورِ حاضر کے ان منکروں کیلئے راہِ حق وہدایت سے منہ موڑنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، ویامن بیدہ ملکوتُ کُلِّ شیٍٔ وھو یجیر ولایجار علیہ

۱۹ کافروں کے لیے رُسوا کن عذاب۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ کافروں کیلئے ایک بڑا ہی رسوا کن عذاب ہے، والعیاذُ باللہ العظیم۔ کہ انہوں نے تکبر اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں حق کو جھٹلایا اور ٹھکرایا، تو اس کے عوض ان کو ایسا رسوا کن عذاب بھگتنا ہوگا، کہ جزاءِ عمل کے مطابق ہوتی ہے۔ والعیاذُ بِاللّٰہِ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَّشَرٍّ اور یہ اشارہ ان کافروں کی طرف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں سرگرم تھے، سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ بھی بالآخر اسی طرح ذلیل وخوار ہوں گے، جس طرح کہ ان کے پیشرو ذلیل وخوار ہو چکے ہیں، کیونکہ جب ان کا عمل وکردار وہی ہے، جو ان گزشتہ کفار ومنکرین کا تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کا انجام ان سے مختلف ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون سب کیلئے یکساں اور ایک برابر ہے، سو کافروں کیلئے بہرحال رسوا کن عذاب ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔

۲۰ یوم حساب کی تذکیر و یاددہانی کا ذکر و بیان :- سو ارشاد فرمایا گیا اور غفلت کے ماروں کو یوم حساب کی تذکیر و یاددہانی کراتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ یاد کریں اس دن کو جس دن اللہ ان کو بتا دے گا وہ سب کچھ جو انہوں نے کیا تھا، اپنی فرصتِ حیات میں، تاکہ ان کے کرتوت سب کے سامنے ان کی ذلت و رسوائی کا سامان بن سکیں، اور یہ واضح ہو جائے کہ جو کچھ ان کو پیش آ رہا ہے، وہ سب ان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، کوئی زیادتی ان پر کسی بھی طرف سے نہیں ہوئی ہے۔ "فَاِنَّ الْجَزَآءَ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ "یعنی جزاء عمل کے مطابق اور اسی کی جنس سے ہوتی ہے، یعنی جس طرح کا عمل ہوگا جزاء بھی اسی طرح کی ہوگی، کیونکہ روز جزا میں انسان کا اپنا کیا کرایا اور اس کا طبعی نتیجہ اور ثمرہ ہی اسکے سامنے آئیگا، خیر کا خیر، اور شر کا شر، اور بتا دینے سے مراد صرف خبر کر دینا یا مطلع کر دینا ہی نہیں، بلکہ یہاں دراصل ملزوم بول کر لازم مراد لیا گیا ہے، یعنی ان کے زندگی بھر کے سب کیے دھرے کو ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا، تاکہ یہ لوگ اپنے کیے کرائے بھگتان خود خمیازہ بھگتیں، اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں، اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوں، اور "جمیعا" کی قید سے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرما دیا گیا کہ آج جو سازشیں اور سرگوشیاں یہ لوگ حق اور اہلِ حق کے خلاف کر رہے ہیں، ان کے تمام عوامل و ارکان جمع کیے جائیں گے، اور اللہ ہر ایک کے سامنے اس کے سارے راز بے نقاب کر دے گا، تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ کس نے کیا کردار ادا کیا تھا، اور کس طرح کا حصہ لیا تھا، تاکہ وہ اس کا پورا بدلہ پائے۔ اور اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں۔ وباللہ التوفیق

۲۱ ایک بہت بڑے مغالطے کا ازالہ :- سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ تو بھول گئے ہیں، یعنی یہ بھول گئے ہیں اپنے کیے کرائے کو، کہ ان کے نزدیک کوئی حساب کتاب ہونا ہی نہیں ہے، بلکہ ان کے خیال کے مطابق یہ سب کچھ یونہی مٹ مٹا کر ختم ہو جائے گا، اور بس، مگر ان کے بھلا دینے سے معاملہ یونہی رفت گزشت تھوڑا ہی ہو جائے گا، کہ ان کی کوئی پرستش اور پوچھ نہ ہو، نہیں، بلکہ ان کے کرتوتوں کا پورا ریکارڈ تیار اور محفوظ ہے، جس کے نتیجہ میں ان کو اپنے کیے کرائے کا بھگتنا بہر حال اور پورے طور پر بھگتنا ہوگا، تاکہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں، سو بڑے ہی خسارے میں ہیں وہ لوگ جو اس بارہ غفلت و لاپرواہی کا شکار ہیں، اور وہ اپنی آخرت اور اس انجامِ لازم مصیر محتوم کو بھول کر اسی دنیا اور اس کی فانی لذتوں کیلئے جی رہے ہیں، والعیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے غافل اور منکر لوگوں کے ایک بہت بڑے مغالطے کا ازالہ فرما دیا گیا ہے کہ یہ لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں، کہ جس طرح یہ سب کچھ کر کرا کر بھول گئے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو بھول گیا ہے اس لیے ان کو ان کی شرارتوں اور شر انگیزیوں کی کوئی سزا نہیں ملے گی، سو ایسے لوگوں کی اس ہولناک غلط فہمی سے ان کا سارا سلسلہ حیات ہی غلط ہو گیا اور اس کے نتیجے میں یہ لوگ ایسے ہولناک خسارے میں مبتلاء ہو گئے جس کے تدارک اور تلافی کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں ہو سکے گی، اسلیئے رب رحمٰن نے اپنی رحمتِ بے پایاں کے تقاضوں کے مطابق اس حقیقت کو واضح فرما دیا کہ معاملہ ایسے نہیں جیسا کہ اس طرح کے لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ سب یونہی مٹ مٹا کر ختم ہو جائے گا، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سب کیے کرائے کا ریکارڈ محفوظ کر رکھا ہے۔ جو قیامت کے اس روز حساب میں انکے ساتھ رکھ دیا جائے گا جو فیصلے اور بدلے کا دن ہوگا تب ہر کسی کو معلوم ہو جائے گا اور پوری طرح معلوم ہو جائے گا کہ کھرا کیا ہے تھا اور کھوٹا کیا؟ اور یہ کہ کون کہاں کھڑا تھا، تب پتہ چلے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم بکل حالٍ من الاحوال جل وعلا

۲۲ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر کسی کا ریکارڈ موجود و محفوظ ہے:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ تو اپنے کیے کرائے کو بھلائے بیٹھے ہیں، لیکن اللہ نے اس سب کو پوری طرح محفوظ کر رکھا ہے کہ اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی، اور ان کا کیا دھرا اس نے ان کے نامہ ہائے اعمال میں درج بھی کرا رکھا ہے، سو یہ اپنے کئے کرانے کا بھگتان بہر حال بھگت کر رہیں گے، پس یہ لوگ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ جس طرح یہ سب کچھ کر کے بھول گئے ہیں، اسی طرح اللہ بھی اس کو بھول گیا ہے، اور معاملہ ختم ہو گیا ہے نہیں ایسے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر کے محفوظ کر رکھا ہے، اور جزا و سزا کے اس حقیقی اور ہولناک دن میں ان کا سب کیا کرایا ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا، اور اس کے مطابق ان کو اس کا بھگتان بہر حال بھگتنا پڑے گا، سو جو لوگ اس اہم اور بنیادی حقیقت کو فراموش کیے بیٹھے ہیں وہ بڑے ہی خسارے میں ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اس لئے غافل لوگوں کو آنکھ کھول کر اپنے بارے میں دیکھنا اور سوچنا چاہیے کہ یہ کہاں کھڑے ہیں، ان کو کیا کرنا چاہیے تھا اور یہ کیا کر رہے ہیں، اور یہ اس یوم حساب کیلئے تیاری کر لیں قبل اس سے کہ حیاتِ دنیا کہ یہ فرصت مستعار ان کے ہاتھ سے نکل جائے جو کہ اصل میں انسان کو دی ہی اسلئے گئی تھی کہ وہ آخرت کی اس حقیقی اور ابدی زندگی کیلئے تیاری کر سکیں و باللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال،

۲۳ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا حوالہ و ذکر:- سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ پوری طرح جانتا ہے کہ وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو بھی کوئی سرگوشی ہوتی ہے وہ اس کے علم میں ہوتی ہے جہاں تین کی سرگوشی ہوتی ہے وہاں چوتھا وہ ہوتا ہے، اور جہاں پانچ کی ہوتی ہے وہاں چھٹا وہ ہوتا ہے، یعنی کم سے کم عدد تناجی اور مشاورت کے لیے یہی ہوتا ہے تا کہ اگر دو میں اختلاف رائے ہو جائے تو تیسرا حکم اور ثالث بن سکے، نیز آگے جو ''تعمیم ولا ادنی من ذالک'' سے ارشاد فرمائی جا رہی ہے، وہ بھی حقیقی معنوں میں اسی صورت میں متحقق ہو سکتی ہے جب کہ آغاز تین کے عدد سے فرمایا جائے، کہ تین سے ادنی دو موجود ہے کیونکہ دو سے ادنی یعنی ایک میں تناجی و مشاورت کا تحقق نہیں ہو سکتا، بہر کیف اس سے اوپر والی بات کی مزید وضاحت فرما دی گئی کہ آسمانوں اور زمین کی اس پوری کائنات میں جو بھی کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت میں ہے، وہ اس کی ایک ایک چیز سے واقف و آگاہ ہے، کوئی بھی چیز نہ اسکے علم سے باہر ہو سکتی ہے اور نہ اس کی قدرت سے خارج، سبحانہ و تعالیٰ۔ اور ''الم تر'' کا خطاب یہاں پر عام ہے اور یہ اسلوبِ بیان اس موقع پر اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ ایسی بات ہے جو ہر شخص پر واضح ہونی چاہیے اور ہر کسی کو اسکے بارے میں غور و فکر کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

اَللّٰھُمَّ! اجْعَلْنَا کَمَا یَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا یَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ، فَاِنَّکَ اَنْتَ تُجِیْبُ عَبْدَکَ اِذَا دَعَاکَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ، اٰمِرًا عِبَادَکَ وَمُرْشِدًا اِیَّاھُمْ ''اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ''

مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

ان کے ساتھ ہوتا ہے، یہ جہاں کہیں بھی ہوں، ف ۲۴ پھر وہ خبر کر دے گا ان کو قیامت کے دن ان کے ان تمام کاموں کی جو یہ لوگ

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا

(زندگی بھر) کرتے رہے تھے، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے ⑦ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے

عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ

منع کر دیا گیا، مگر وہ پھر بھی وہی حرکت کیے جاتے ہیں جس سے انہیں روکا گیا ہے، اور وہ سرگوشی کرتے ہیں

بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ

گناہ کی، اور (ظلم و) زیادتی کی، اور (خدا کے) رسول کی نافرمانی کی، ف ۲۵ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں

حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

تو آپ کو ان لفظوں سے سلام کرتے ہیں جن سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں کیا، ف ۲۶ اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں

لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ

کہ اللہ ہمیں ہماری ان باتوں پر عذاب کیوں نہیں دیتا، ف ۲۷ ان کے لئے کافی ہے جہنم، جس میں ان کو داخل ہونا ہوگا،

فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا

سو بڑا ہی برا ٹھکانا ہے وہ، ف ۲۸ ⑧ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تمہیں آپس میں سرگوشی کرنا ہو تو

تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ

گناہ، زیادتی، اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی مت کرنا، ف ۲۹

۲۴ **اللہ تعالیٰ کی معیت کا ذکر و بیان:** ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی یہ ہوں، یعنی وہ ہر وقت اور ہر حال میں انکے ساتھ ہوتا ہے، یعنی اپنے علمِ لامتناہی اور قدرتِ بے پایاں کے اعتبار سے، اور جس کے علم وقدرت کی یہ شان ہو اس سے کائنات کی کوئی چیز چھپی کس طرح رہ سکتی ہے؟ اور ایسی ذات اقدس واعلیٰ کے حضور اپنی عرض والتجاء پیش کرنے کیلئے واسطوں کے ڈھونڈنے کی ضرورت ہی کیا ہوسکتی ہے؟ اور اسکو دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں پر قیاس کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ یہ جتنے بھی ہوں، اور جہاں بھی اور جس حال میں بھی ہوں، وہ انکے ساتھ ہوتا ہے، اس سے ان کی کوئی بات اور کیفیت بھی مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی، اس لئے وہ ہر ایک کے سامنے اس کا ایک ایک عمل رکھ دے گا، سبحانہ و تعالیٰ

سو ان لوگوں کو یہ اہم اور بنیادی حقیقت ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنی چاہیے کہ آسمان وزمین کی پوری کائنات میں کوئی گوشہ ایسا نہیں ہو سکتا جہاں یہ اپنے آپ کو خدائے عالم الغیب سے چھپا سکیں، پس ہمیشہ اس سے اپنا معاملہ صحیح رکھنے کی فکر وکوشش کریں۔ وبالله التوفيق لما يحب ويريد، وعلى مايحب ويريد، وهو الهادى الى سواء السبيل، فعليه نتوكل وبه نستعين، سبحانهٗ وتعالیٰ

۲۵ مخالفین کی سرگوشیوں اور انکے رویے پر اظہارِ تعجب وافسوس:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا یعنی ان کے حال پر غور نہیں کیا جن کو سرگوشیوں سے منع کیا گیا مگر وہ پھر بھی اسی بات کی طرف لوٹتے ہیں، جس سے ان کو منع کیا گیا اور وہ گناہ زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی کرتے ہیں، روایات میں ہے کہ یہود جب کسی مسلمان کو آتا دیکھتے تو آپس میں کانا پھوسی شروع کر دیتے، تاکہ اس سے اس کو ڈر اور خوف لاحق ہو، اور وہ سمجھے کہ یہ لوگ میرے ہی بارے میں کوئی پروگرام بنا رہے ہیں، تاکہ اس طرح وہ راستہ بدلنے پر مجبور ہو جائے، تو آنحضرت ﷺ نے یہود کو اس طرح سرگوشیوں سے منع فرمایا مگر یہ لوگ اسکے اس مذموم حرکت سے باز نہ آئے، تو اس پر اللہ پاک نے یہ ارشاد نازل فرمایا، (روح، قرطبی، ابن کثیر، محاسن، اور جامع البیان، وغیرہ) بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ان لوگوں کی یہ حالت تعجب اور افسوس کے لائق ہے، کہ ان کو جن سرگوشیوں سے روکا گیا تھا یہ انہی میں لگے ہوئے ہیں، اور اس سے بھی بڑی جسارت یہ کہ یہ لوگ سرگوشیاں بھی گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی کرتے ہیں، ان کو نہ ذرہ برابر اپنی اس حرکت پر شرم آتی ہے، اور نہ خدا کا خوف۔ جس سے ان کی حرمان نصیبی واضح ہو جاتی ہے، والعياذ بالله العظيم۔

۲۶ اشرار کی شر انگیزی کے ایک نمونے اور مظہر کا ذکر وبیان:۔ سو اس سے اشرار کی شرارت اور ان کے بغض وکینہ کا ایک نمونہ ومظہر پیش فرمایا گیا ہے کہ یہ بدبخت اللہ کے پیغمبر کو سلام کرتے وقت السلام علیک کی بجائے السام علیک کہتے تھے، جس کے معنی موت کے آتے ہیں، سو اس طرح وہ بدبخت اپنے دلوں کی اس جلن اور اپنے اس بغض کا اظہار کرتے جس میں یہ خود ہی جل رہے تھے، ''قاتلهم الله واجعل كيدهم فى نحورهم'' بہر کیف اس سے ان اشرار کی شقاوت اور شرارت وبدبختی، بُغض وعناد اور حسد وکینہ پروری کا ایک نمونہ ومظہر سامنے آتا ہے، اور ایسا نمونہ کہ اس کے بعد ان کی شقاوت وبدبختی اور ان کی محرومی میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، کہ یہ لوگ اس ذات اقدس کے لیے موت کی بددعا کرتے ہیں، جو سراسر رحمت وشفقت اور حضرات انبیاء ورسل عليهم الصلوة والسلام کی امام وپیشواء ذات ہے، اور جن پر اللہ اور اس کے فرشتے درود وسلام بھیجتے ہیں، سو اس میں جہاں ان سیاہ بختوں کی بدبختی کا اظہار ہے وہیں پیغمبر ﷺ کے لیے تسکین وتسلی کا سامان بھی۔ عليه الصلوة والسلام۔

۲۷ بدبختوں کے ایک مغالطے کا ذکر وبیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ان بدبختوں کے مغالطے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں ہماری باتوں پر عذاب کیوں نہیں دیتا؟ سو یہی غلط فہمی ایسے سیاہ بخت لوگوں کو کل تھی اور یہی غلط فہمی آج بھی بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہے، کہ ہمیں ہمارے جرائم کی سزا فوری طور پر کیوں نہیں مل جاتی، حالانکہ اللہ پاک کے حلم بے پایاں اور اسکے کرمِ بے نہایت کے علاوہ خود اس دنیا کے دار العمل اور دار الامتحان ہونے کا تقاضا بھی یہی ہے، کہ ایسوں کو ڈھیل اور

مہلت ملتی جائے، تاکہ دنیاوی زندگی کی اس فرصتِ امتحان کے ختم ہو جانے پر ان کے لیے کوئی عذر اور حجت باقی نہ رہ سکے، سو اگر کفر و بغاوت، اور زیغ و ضلال، اور الحاد و انحراف پر فوری سزا نہیں ملتی، تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس پر عذاب ہونا ہی نہیں، اور یہ کہ ہمیں کوئی پوچھنے والا ہی نہیں، اللہ پاک کی بے آواز لاٹھی سے غافل اور بے فکر ہو جانا بہت بڑی بھول اور بڑی ہلاکت کی بات ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق و ہدایت پر قائم اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین، ویامن بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ

۲۸ منکروں کیلئے جہنم کافی ہے۔ والعیاذُ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کافی ہے ان کیلئے دوزخ جس میں ایسے منکروں کو بہر حال داخل ہونا ہوگا، اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔ والعیاذُ باللہ جل و علا۔ پس دنیا میں اگر ایسے بدبختوں کو کوئی سزا نہ بھی ملے، تو بھی کیا ہوا کہ دوزخ کے اس عذاب کے بعد کوئی کسر باقی نہیں رہے گی، کہ اس کا عذاب ایسا ہولناک اور اس قدر سخت ہوگا کہ اس کا تصور کرنا بھی کسی کے بس میں نہیں، اور جس کا معاملہ دوزخ کے اس ہولناک عذاب پر رکھ دیا جائے، اس سے بڑا ابد بخت اور کون ہو سکتا ہے؟ والعیاذُ باللہ العظیم، بہر کیف فرمایا گیا کہ ان کیلئے جہنم ہی کافی ہے جس میں ان کو بہر حال داخل ہونا ہوگا، اور وہ بڑا ہی بُرا ٹھکانہ ہے، اس کے ہوتے ہوئے اگر ان پر دنیا کا کوئی عذاب نہ بھی آئے تو بھی کچھ فرق نہیں پڑتا، دوزخ کا وہی عذاب ساری کسر پوری کر دینے کیلئے کافی ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین، وھو العزیز الوھاب

۲۹ ناجائز سرگوشی سے ممانعت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور ایمان والوں سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ جب تمہیں آپس میں کوئی سرگوشی کرنی ہوا کرے تو گناہ زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہیں کرنا، جس طرح کہ یہود اور منافقین کرتے ہیں، پس تم ایسے نہیں کرنا، اور تمہارے ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تم لوگ ایسی ہر بات سے دور و نفور رہو، جو ایمان کے تقاضوں کے خلاف اور اہل کفر و نفاق کا شیوہ ہو، سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ "نجوی" یعنی سرگوشی بجائے خود کوئی بری چیز نہیں ہے، بلکہ یہ ایک حد تک ضرورت بھی ہے کہ اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں ایسے مواقع بہر حال پیش آتے ہیں، جہاں انسان کو دوسروں کے ساتھ رازدارانہ مشوروں کی ضرورت پڑتی ہے، اور شُوریٰ تو اہل ایمان کی اجتماعی زندگی کی اساسات میں سے ہے، اور اس میں رازداری کی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے، سو سرگوشی جب صحیح مقصد کیلئے ہو تو وہ بُری نہیں اس لئے یہاں پر صرف ناجائز سرگوشی سے منع فرمایا گیا ہے، کہ وہ تمہارے دین و ایمان کے تقاضوں کے خلاف اور اہل کفر و نفاق کا شیوہ ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم، جل و علا

اَللّٰھُمَّ ! اجْعَلْنَا کَمَا یَقُوْلُوْنَ، وَاجْعَلْنَا اَحْسَنَ وَاَفْضَلَ مِمَّا یَظُنُّوْنَ، وَاغْفِرْلَنَا عَمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ، فَاِنَّکَ اَنْتَ تُجِیْبُ عَبْدَکَ اِذَا دَعَاکَ، وَاَنْتَ قُلْتَ فِیْ کِتَابِکَ، اٰمِرًا عِبَادَکَ وَمُرْشِدًا اِیَّاھُمْ "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"

وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ

بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشی کیا کرو، ف۳۰ اور ہمیشہ ڈرتے رہا کرو تم لوگ اس اللہ سے ف۳۱ جس کے حضور

تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ

تم سب کو اکٹھا کر کے پیش کیا جائیگا، ف۳۲ (۹) ایسی سرگوشی تو محض شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، ف۳۳ تا کہ اس طرح وہ غم میں ڈالے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

ان لوگوں کو جو ایمان لائے حالانکہ وہ ان کا کچھ بھی نقصان نہیں کرسکتا، مگر اللہ ہی کے اذن سے، ف۳۴

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا

اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے ایمان والوں کو، ف۳۵ (۱۰) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو،

اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ

جب تم سے کہا جایا کرے کہ تم اپنی مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو، تو تم جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تم کو کشادگی

اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ

عطا فرمائے گا، ف۳۶ اور جب تم سے کہا جایا کرے کہ تم اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو، ف۳۷ اللہ تم میں سے ان لوگوں کے درجے

۳۰ جائز سرگوشی کی اجازت واستثناء کا ذکر وبیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ (اے ایمان والو!) نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشی کیا کرو، یعنی ایسی چیز کی جس میں دنیا وآخرت کا بھلا ہو، خود تمہارے لئے بھی، اور دوسروں کیلئے بھی، سو جو "نجوی" یعنی سرگوشی نیکی، تقوی اور اصلاح البین جیسے امور خیر کیلئے ہو وہ جائز، بلکہ باعثِ خیر وبرکت ہے، پس تم لوگ کوئی بھی رازدارانہ مشورہ کرو، تو وہ کسی مقصدِ خیر ہی کیلئے کرو، اور جو "نجوی" وسرگوشی گناہ، زیادتی اور معصیتِ رسول جیسے امور معصیت کیلئے ہو وہ نجوی ءِ شیطانی ہے، اس سے تم لوگ ہمیشہ اور ہر حال میں بچتے رہا کرو، سو اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ "نجوی" یعنی سرگوشی کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ دراصل ان باتوں پر موقوف ہوتا ہے جن کیلئے سرگوشی کی جاتی ہے، اگر وہ صحیح اور درست ہوں گی، تو ان کیلئے کی جانے والی سرگوشی بھی صحیح اور درست ہوگی، اور اگر وہ باتیں غلط اور ناجائز ہوں گی تو ان کیلئے کی جانے والی سرگوشی بھی ناجائز اور ممنوع ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل سوءٍ و انحراف

۳۱ تقویٰ اور پرہیزگاری اصلاح کی اصلِ اصیل: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور ہمیشہ ڈرتے رہا کرو تم لوگ اللہ سے۔ پس یہ اساس وبنیاد اور مقیاس ومعیار ہے ہر اس کام کے لیے جو تم کرتے ہو، لہذا ہر کام میں اسی کو پیش نظر رکھا کرو، کہ یہ کام کہیں اللہ پاک کی ناراضگی کا باعث تو نہیں، اس طرح تمہارا ہر معاملہ خود سیدھا ہوتا چلا جائے گا، سبحان اللہ! کتنا آسان اور کس قدر پاکیزہ نسخہ ہے، تقویٰ وپرہیزگاری اور خدا خوفی کا یہ نسخہ جو دینِ حق نے اپنے ماننے والوں کو سکھایا بتایا ہے، مگر آج دنیا اور خود مسلمان اس سے

غافل و بے بہرہ ہے۔ اِلَّا ماشاء الله سبحانه و تعالیٰ، اور تقوی و پرہیز گاری کی تاکید مزید کے لئے ارشاد فرمایا گیا کہ ڈرتے رہا کرو تم لوگ اس اللہ سے جس کے حضور تم سب کو اکٹھا کیا جائے گا، جہاں پہنچ کر تم لوگوں نے اپنے کیے کرائے کا پورا حساب دینا ہے، اور اس کا پھل پانا اور جہاں تمہارا کوئی معاون و مساعد نہیں ہوگا جو تمہیں وہاں کی گرفت و پکڑ سے چھڑا اور بچا سکے، اسلئے یوم حساب کے اس یوم عظیم کے تقاضوں کو ہمیشہ اور ہر حال میں پیش نظر رکھا کرو، سو اس یوم عظیم یوم حساب کی یاد دہانی اور تقوی و پرہیز گاری اصلاح احوال کی اصل اصیل اور اساس متین ہے۔ وبالله التوفيق لما يحب ويريد، وعلىٰ مايحب ويريد، وهو الهادى الى سواء السبيل، فعليه نتوكل و به نستعين، فى كل آنٍ وَّ حين، وهو العزيز الوهاب، ملهم الصدق والصواب، جل و علا

۳۲ یوم حساب کی تذکیر و یاد دہانی: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ڈرتے رہا کرو تم لوگ اس اللہ سے جس کے حضور اکٹھا ہو کر پیش ہونا ہے تم سب کو، اے لوگو!۔ اور وہاں تمہیں اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کی جواب دہی کرنا ہوگی، اور اس کے مطابق بھرپور صلہ و بدلہ پانا ہوگا، لہذا ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لے کہ وہ کہاں کھڑا ہے اور کس جزا و سزا کا مستحق ہے، پس تم لوگوں کو ہر اس چیز سے بچنا چاہیے جو اس وحدہ لاشریک کی ناراضگی اور اس کے غیظ و غضب کا باعث بنے، والعياذُ بالله العظيم، اور "تحشرون" کے صیغہ مجہول سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حشر بہر حال ہو کر رہے گا، اور تم سب کو بہر حال اسکے حضور حاضر ہونا اور اپنے کیے کرائے کا جواب دینا اور اس کا پھل پانا ہے، کوئی چاہے یا نہ چاہے، ایسا بہر حال ہو کر رہے گا، اور ہر کسی نے اپنی زندگی بھر کے کئے کرائے کے حساب کتاب اور اس کی جوابدہی کیلئے وہاں حاضر ہونا ہے، پس ہر کوئی اپنے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لے، وبالله التوفيق لما يحب و يريد، و على ما يحب و يريد،

۳۳ ممنوع سرگوشی شیطان کی کارگزاری، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ: ۔ سو ارشاد فرمایا اور انما کے کلمہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ ایسی ممنوع سرگوشی تو شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، یعنی جو گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی ہو، جیسا کہ یہود اور منافقین کرتے تھے، (جامع، وغیرہ) سو اس ارشاد سے اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ اس طرح کی ساری سرگوشیاں جو یہ منافق لوگ کرتے ہیں، شیطان کی تحریک اور اس کی وسوسہ اندازیوں سے ہوتی ہیں، تاکہ اس طرح وہ اہل ایمان کو کوئی ضرر اور نقصان پہنچا سکے، لیکن وہ اپنی ایسی دسیسہ کاریوں سے اہل ایمان کو کوئی ضرور اور نقصان بہر حال نہیں پہنچا سکتا، لہذا اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کی اس طرح کی وسوسہ اندازیوں کی کوئی پرواہ نہ کریں، بلکہ اپنے موقف پر ڈٹے رہیں، اور بھروسہ اللہ ہی پر رکھیں، وہ ان کو ہر شریر کی شرارت سے محفوظ رکھے گا۔ سبحانه و تعالیٰ۔ وبالله التوفيق۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے پناہ میں رکھے۔ آمین

۳۴ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔ سبحانه و تعالیٰ: ۔ سو "باذن الله" کی اس قید سے واضح فرمادیا گیا کہ شیطان اس طرح کی سرگوشی سے ایمان والوں کو غم میں ڈالنا چاہتا ہے حالانکہ وہ ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا، مگر اللہ کے اذن سے کہ سب کچھ اللہ ہی کے اذن پر موقوف ہے۔ پس اللہ کی طرف سے اگر کچھ ہونا ہوا تو وہ تو بہر حال ہو کر رہے گا، ورنہ شیطان یا کسی اور کی طرف سے کچھ نہیں ہو سکے گا، اس لئے اللہ پاک کے سوا اور کسی سے بھی ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں،

سوشیطان اللہ کے اذن اور اس کی مشیت کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، کہ نفع ونقصان سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ ءِ قدرت واختیار میں ہے، شیطان صرف اس طرح کی وسوسہ اندازیوں سے اہل ایمان کو شک میں ڈال کر ان کو کچھ دکھ ہی دے سکتا ہے اور بس، اسی لیے حدیث میں سے اس طرح سے منع فرمایا گیا ہے، کہ دو آدمی تیسرے کو الگ کر کے مشورہ اور سرگوشی کرنے لگیں، کیونکہ اس سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے، چنانچہ صحیحین وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم تین شخص ہوا کرو تو تم میں سے دو تیسرے کو الگ کر کے آپس میں سرگوشی مت کرو کہ اس سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے (بخاری کتاب الاستیذان، مسلم کتاب السلام) بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ ءِ قدرت میں اور اسی کے اذن اور مشیت پر موقوف ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ ۔ پس بھروسہ ہمیشہ اسی وحدہٗ لاشریک پر رکھا جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیوٰۃ، وھو العزیزُ الوھّاب، جل وعلا،

۳۵ ایمان کا تقاضا کہ بھروسہ اللہ ہی پر کیا جائے: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وتاکید کی اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے، ایمان والوں کو۔ کہ ہر طرح کا نفع ونقصان اسی کے اختیار اور قبضہ ءِ قدرت میں ہے، اور ایمان والوں کے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اسی پر اور صرف اسی پر بھروسہ رکھیں۔ ''فنسألک التوفیقَ یَا اَکْرَمَ الاکرمین'' بہرحال ان ارشادات سے معلوم ہوگیا کہ ایسی کانا پھوسی ممنوع ہے جس سے کسی مومن کو کوئی تکلیف پہنچے، جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم تین آدمی ایک جگہ موجود ہوا کرو تو تم میں سے دو علیحدہ ہو کر باہم کانا پھوسی نہ کریں کہ اس طرح تیسرے کو غم ہوگا، اور اسے تکلیف پہنچے گی، سبحان اللہ! کیسی عظیم الشان اور پاکیزہ تعلیم ہے اس دین حنیف کی جن میں باہمی تعلقات کے بارے میں اس قدر باریکیوں اور نزاکتوں کا خیال رکھا گیا ہے مگر دنیا ہے اور خود مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت ہے کہ وہ ان مقدس اور پاکیزہ تعلیمات سے آنکھیں بند کیے طرح طرح کے اندھیروں میں بڑی ڈبکیاں کھا رہی ہے۔ ''الا ماشاء اللّٰہ العزیز الحکیم'' بہرکیف یہاں پر کلمات حصر کے ساتھ واضح فرمادیا گیا کہ اہل ایمان کو بھروسہ ہمیشہ اللہ ہی پر کرنا چاہیے، کہ سب کچھ اسی کے قبضہ ءِ قدرت واختیار میں ہے، سبحانہ وتعالیٰ ۔ اس لیے اس کے سوا نہ کسی سے ڈرنے اور خوف کھانے کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی، پرواہ کرنے کی اور ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرے، لیکن آج کے مسلمان کا حال اس سے مختلف اور اس کے برعکس ہے، وہ اللہ سے نہیں ڈرتا اور باقی طرح طرح کی ایری غیری، اور وہمی اور فرضی چیزوں تک سے ڈرتا ہے۔ الا ماشاء اللہ ، والعیاذُ باللہ العظیم. من کل زیغ وضلال ،وسوء وانحراف، وبکل حالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ،

۳۶ بعض اہم آدابِ مجلس کی تعلیم وتلقین کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب تم لوگوں سے کہا جائے کہ تم اپنی مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو تم جگہ کشادہ کر دیا کرو۔ اللہ تم کو کشادگی عطا فرمادے گا۔ یعنی ہر اس امر میں جس میں کشادگی مطلوب ہو، سینے میں کشادگی، مکان میں کشادگی، روزی میں کشادگی، قبر میں کشادگی وغیرہ سب ہی کچھ اس میں آگیا، کہ لفظ کا عموم ان سب ہی کو شامل ہے، سبحان اللہ! اللہ رسول کی اطاعت وفرمانبرداری اور اعمال

اعمالِ صالحہ کے اثرات کہاں کہاں پہنچتے ہیں، اور ان کی برکات وثمرات کس کس شکل میں ظاہر ہوتے ہیں، روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں کچھ بدری صحابہؓ تشریف لائے، تو حاضرین مجلس نے ان کو جگہ دینے کی طرف کوئی توجہ نہ کی، اور آنحضرت ﷺ کی طبع گرامی پر یہ بات گراں گزری، تو آپ ؐ نے بعض اہل مجلس کو اٹھا کر ان کی جگہ ان بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیٹھنے کا حکم فرمایا، اٹھائے جانے والے حضرات کو یہ بات شاق گزری، تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی، (روح، ابن کثیر، قرطبی، مراغی، مدارک، محاسن اور جامع البیان وغیرہ) سو اس آیت کریمہ میں مجلس کے وہ اہم آداب بیان فرمائے گئے جن کا بدل نہ آج تک کوئی لا سکا ہے نہ قیامت تک لا سکے گا، اور پھر اسلامی تعلیمات کا عدل اور توازن ملاحظہ ہو کہ اہلِ مجلس پر تو آنے والوں کا یہ حق بتایا مگر باہر سے آنے والوں کو یہ ہدایت فرمائی گئی کہ ان میں سے کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اہل مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھ جائے، بلکہ یہ حکم وارشاد فرمایا گیا کہ کشادگی اور توسع پیدا کریں، تاکہ سب کیلئے جگہ ہو جائے، جیسا کہ مسند احمدؒ وغیرہ کی کتابوں میں صحیح حدیث میں موجود ہے۔ سبحان اللہ! دین حق نے آدابِ مجلس تک اس عمدگی باریکی اور وضاحت سے بیان فرمائے کہ دوسرے کسی دین ومذہب میں اس کی کوئی نظیر ومثال نہیں مل سکتی، اللہ تعالیٰ دین حق کی تعلیمات مقدسہ کو سمجھنے اور ان کو اپنانے کی توفیق بخشے۔ اور نفس وشیطان کے ہر مکر وفریب ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین،

۲۷ میرِ مجلس کے حکم کی تعمیل کا حکم وارشاد: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو تم اٹھ جایا کرو۔ یعنی میر مجلس کی طرف سے ایسا کہا جائے تو تم فوراً اس کی تعمیل کرو۔ کسی بھی کام کیلئے کسی کو جگہ دینے کیلئے اور اس کے اکرام کے لئے، جیسا کہ یہاں سیاق کلام بتا رہا ہے، یا نماز کیلئے، جہاد کے لئے، یا اور کسی اور کارِ خیر کے لیے کہ اس امر وارشاد کا عموم واطلاق ان سب ہی صورتوں کو محیط اور شامل ہے، سب ہی صورتوں کو محیط اور شامل ہے، پس مومن کو ہر کارِ خیر کیلئے مستعد وتیار رہنا چاہیے، جب حکم ملے اٹھ کھڑا ہو "اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ، بِکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوالِ، وَفِی کُلِ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوطِنِ فِی الحیاۃ یا ذَالْجَلالِ والاکرام" بہرکیف آداب مجلس کے سیاق وسباق میں یہاں پر یہ ہدایت فرمائی گئی کہ جب تمہیں صدر مجلس کی طرف کہا جایا کرے کہ اٹھ جاؤ تو تم اٹھ جایا کرو، اور ایسے حکم کی بلاچوں وچرا اور بغیر کسی احساس کمتری وغیرہ کے تعمیل کیا کرو، پھر اس حکم کی نوعیت انفرادی بھی ہو سکتی ہے، اور اجتماعی بھی، انفرادی یہ کہ کسی شخص کو کسی غرض کیلئے اٹھنے کو کہا جائے، اور اجتماعی یہ کہ پوری مجلس برخاست کردی جائے، جو بھی صورت ہو تمہیں اس حکم کو بخوشی قبول کر لینا چاہیے، اور کسی طرح کا غلط خیال اس بارہ اپنے دل میں نہیں لانا چاہیے، سو اس سے سمع وطاعت کی عظمت شان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، آدابِ مجلس سے متعلق یہ ہدایت اگرچہ اصلاً اور بنیادی ہدایات وتعلیمات کی خیرات وبرکات سے معمور ومنور ہوں۔ وباللہ التوفیق لمایُحِبُّ ویرید و علیٰ ما یحب یرید، جل وعلا، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَاالْجَلالِ وَ الاِکْرَامِ،

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ ؕ

بلند فرمائیگا جو ایمان لائے اور جن کو علم (کا نور) بخشا گیا، ۳۸

وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۱﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا

اور اللہ پوری طرح باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو، ۳۹ ﴿۱۱﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو،

اِذَا نَاجَیۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىکُمۡ

جب تمہیں اللہ کے رسول سے کوئی بات تخلیئے میں کرنا ہو تو تم اپنی اس بات سے پہلے کچھ صدقہ

۳۸ رفعِ درجات کا ذریعہ و وسیلہ ایمانِ صحیح اور علمِ حق: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جن کو نور علم و ایمان سے نوازا گیا ہے۔سو رفع درجات کا ذریعہ نور ایمان وعلم ہے۔ پس نہ تو اس طرح کسی مجلس سے اٹھایا جانا کسی کیلئے توہین کا باعث ہوسکتا ہے، اور نہ ہی کسی کا اس میں جم کر بیٹھ جانا اسکی عزت میں اضافے کا سبب ہوسکتا ہے، کہ عزت و رفعت اور درجات کی بلندی کا اصل مدار و معیار ایمان اور علم کی دولت ہے، پس ایمان والوں کو بے ایمانوں کے مقابلے میں، اور علم والوں کو بے علموں پر وہ درجات نصیب ہوں گے، جن کو وہی ذات جان سکتی ہے جو یہ درجات عطا فرمانے والی ہے، اور جن خوش نصیبوں کو ایمان اور علم کی دونوں نعمتیں مل گئیں، ان کی بلندیوں کے کہنے ہی کیا؟ اللہ نصیب فرمائے۔ آمین، ثم آمین یا رب العالمین ،سو یہ نور ایمان وعلم کی عظمت شان کا ایک نمونہ و مظہر ہے کہ اسی سے اللہ تعالیٰ کے یہاں انسان کو عظیم الشان درجات و مراتب سے نوازا جاتا ہے۔وباللہ التوفیق لما یحب ویرید ، وعلی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال،و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ،وھوالعزیزُ الوَھّاب،جَلَّ جَلالُہٗ وَعَمَّ نَوالُہٗ

۳۹ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ہر کام سے پوری طرح باخبر ہے: ۔سو آیت کریمہ کے خاتمے پر ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ پوری طرح باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو، اور صرف ظاہر ہی طور پر ہی نہیں، بلکہ وہ ان پوشیدہ نیتوں سے بھی پوری طرح واقف و باخبر ہے، جو تمہارے دلوں میں مستور اور سینوں میں پوشیدہ ہیں، اور جو ان کاموں کا باعث اور ان کی محرک بنتی ہیں، اس لیے اسی کے مطابق وہ بلندی درجات سے نوازتا ہے، اللہ ہمارے ظاہر کو بھی اچھے سے اچھا رکھے اور باطن کو بھی، کہ سب کچھ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، سبحانہ وتعالیٰ سو اس ارشاد ربانی میں اہلِ ایمان اور اصحابِ علم و فضل کیلئے تسلیہ و تسکین کا سامان ہے، کہ اللہ تمہارے ہر عمل سے پوری طرح باخبر ہے، اسلئے اسکے یہاں کسی اشتہار یا اعلان کی کوئی ضرورت نہیں، دین وملت کے قیام و انصرام اور نظمِ جماعت کی پابندی اور احترام کی خاطر تم جو بھی ایثار کرو گے، اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے، اور وہ تم کو اسکے بھرپور صلے سے نوازے گا، سبحانہ و تعالیٰ پس بندے کیلئے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ وہ اپنے اس خالق و مالک سے اپنا معاملہ صحیح رکھے اور اسکی رضا و خوشنودی کیلئے محنت اور کوشش کرتا رہے، اور انجام کو اسی کے حوالے کردے، وباللہ التوفیق لما یحب ویرید ،وعلی ما یحب ویرید۔

صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا

کرلیا کرو، ف۴۰ یہ تمہارے لئے بہت اچھا، اور بڑا پاکیزہ طریقہ ہے، ف۴۱ پس اگر تم (اس کی گنجائش) نہ پاؤ

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ

تو (کوئی حرج نہیں، کہ) یقیناً اللہ بڑا ہی معاف کرنے والا انتہائی مہربان ہے ف۴۲ ﴿۱۲﴾ کیا تم لوگ اس بات سے ڈر گئے ہو کہ تمہیں

۴۰ غیر ضروری سرگوشیوں سے روکنے کیلئے ایک ہنگامی حکم کا ذکرو بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایمان والو اگر تمہیں رسول سے کوئی بات تخلیے میں کرنی ہو تو تم لوگ ایسے موقع پر کچھ صدقہ کرلیا کرو، یعنی جتنا بھی ہو سکے، روایات میں ہے کہ بعض مالدار اور کھڑ پینچ قسم کے لوگ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھ جاتے، تاکہ اس طرح وہ دوسروں پر اپنی بڑائی اور اپنا تقرب جتلا سکیں، اس سے آنحضرت ﷺ کو تکلیف الگ ہوتی، اور وقت کا ضیاع الگ، اور فقراء کا حق بھی الگ مارا جاتا، تو اس پر صدقہ دینے کا یہ حکم نازل ہوا جو کہ ایک ہنگامی نوعیت کا حکم تھا، سو اس ایسے لوگوں کا یہ ہجوم چھٹ گیا، اور پھر اس مقصد کے پورا ہو جانے کے بعد یہ حکم منسوخ فرما دیا گیا، اس ہنگامی حکم کے نزول کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں پوچھنے کے لیے ایک دینار صدقہ کر کے حاضر خدمت ہوئے، اور اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا، اس لیے آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کریمہ پر میں نے ہی عمل کیا، اور کسی اور کو اس کا موقع نہیں ملا، نہ اس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد کوئی عمل کرے گا، (ابن کثیر، محاسن التاویل، خازن، وغیرہ) بہرکیف جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا یہ ایک ہنگامی اور وقتی نوعیت کا حکم تھا جو غیر ضروری سرگوشیوں کو روکنے کیلئے نازل فرمایا گیا تھا، اور پھر اس کے کچھ ہی بعد اس کو منسوخ کر دیا گیا، کہ اصل مقصد پورا ہو گیا تھا، سو یہ ایک ہنگامی حکم تھا۔

۴۱ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم وارشاد کی پابندی سراسر خیر و برکت:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ تم لوگوں کے لیے بڑا اچھا اور پاکیزہ طریقہ ہے کہ اس سے آنحضرت ﷺ کی تعظیم و تکریم اور آرام و راحت کے علاوہ آپؐ کے وقت کی دولت بھی ضیاع کا شکار نہیں ہوگی، اور غریبوں کا حق بھی نہیں مارا جائے گا، نیز تمہارے دلوں سے بخل اور مال کی محبت کا ازالہ بھی ہوگا، اور محتاجوں کی امداد بھی، اور کھرے کھوٹے میں تمیز بھی ہو جائے گی، تو ظاہر ہے کہ جس حکم میں اتنے اتنے اور ایسے عظیم الشان فوائد و مصالح موجود ہوں، اس کے اچھا اور پاکیزہ ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ سو اگر تم لوگ صدق و اخلاق اور نیک نیتی سے اس پر عمل کرو گے تو یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت دنوں میں بھلائی کا ذریعہ اور تمہارے دلوں کو پاک کرنے کا وسیلہ ہوگا، سو اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ یہ حکم پیغمبر کے آرام و آسائش کے خیال سے ہی نہیں، بلکہ اصل میں یہ تمہارے صلاح و فلاح کیلئے دیا جا رہا ہے، بشرطیکہ تم صدق دل سے اس کی قدر کرو، بہرکیف اس سے یہ اصول ہدایت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے حکم وارشاد کی پابندی اور پاسداری انسان کیلئے سراسر خیر و برکت ہے۔ اللہ توفیق بخشے، اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین۔

۴۲ غیر مستطیع شخص کے لیے استثناء کا ذکر و بیان: ۔ سوارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم اس کی گنجائش نہ پاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں، پس اس میں فقراء و مساکین کے لیے رعایت اور رخصت ہے، کہ ان کے لیے یہ تقدیم صدقہ ضروری نہیں، جب کہ بعد میں یہ پابندی سب سے اٹھالی گئی، سو یہ حکم ایک موقت اور ہنگامی نوعیت کا حکم تھا جس کو ایک خاص وقتی ضرورت کے لیے ارشاد فرمایا گیا تھا، پھر اس میں بھی اولاً فقراء سے فرمایا گیا کہ اگر تم اس کی گنجائش نہ پاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں، (المراغی وغیرہ) بے شک اللہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت ہی مہربان ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو غیر مستطیع شخص تقدیم صدقہ کے اس وقت اور ہنگامی حکم سے مستثنیٰ ہے کہ ''لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا'' کے قاعدۂ کلیہ اور ضابطۂ عام کا تقاضا بھی یہی ہے یعنی یہ کہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ والحمد للہ جل وعلا۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذاالْجَلالِ وَ الاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الاِحْسَان

اَللّٰھُمَّ ! یَامَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدِیْمَ الْاِحْسَان،یَامَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاہ،
وَیَکْشِفُ عَنْہُ السُّوْءَ،یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ،یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ، یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ،
یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ،یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،
نَسْئَالُکَ اِیْمَانًا لَّایَرْتَدُّ،وَنَعِیْمًالَّایَنْفَدُ، وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی دَرَجَۃِ
الْجَنَّۃِ جَنَّۃِ الْخُلْدِ،وَاَنْ تَغْفِرَلَنَاوَ ذُنُوْبَنَا
وَالْاٰثَامَ،مَاظَھَرَمِنْھَا وَمَابَطَنَ،وَمَانَعْلَمُ
مِنْھَاوَمَالَا نَعْلَمُ،اَنْتَ مَوْلَانَا
فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ
الْکٰفِرِیْنَ،وَاَفِضْ
عَلَیْنَابَرْدَا الْیَقِیْنِ،
وَارْضَ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِالْمُسْلِمِیْنَ،وَخُذْ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُنَا وَفَلَاحُنَا
فِی الدُّنْیَاوَالدِّیْنِ،بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ،وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،یَاذَاالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ،

يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ
تخلیے میں بات کرنے سے پہلے کچھ صدقات دیئے ہوں گے؟ پس جب تم ایسا نہیں کر سکے اور اللہ نے بھی تمہارے حال پر
عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ
عنایت فرما دی ۴۳ تو اب (تمہیں صرف یہ ہدایت ہے کہ) تم نماز قائم رکھو زکوٰۃ ادا کرو اور (صدق دل سے) اطاعت کرو اللہ
وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى
کی، اور اس کے رسول کی ۴۴ اور (یاد رکھو کہ) اللہ پوری طرح باخبر ہے ان سب کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو ۴۵ ﴿۱۳﴾ کیا تم نے ان
الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ
لوگوں کو نہیں دیکھا ۴۶ جو ایک ایسی قوم سے دوستی رکھتے ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے ۴۷ یہ لوگ نہ تمہارے ساتھ ہیں

ع ۲/۲

۴۳ ہنگامی حکم کی منسوخی کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم لوگ ایسے نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ نے عنایت فرما دی تمہارے حال پر، تو تمہیں معاف کر دیا گیا اور اس نے یہ پابندی تم سے اٹھا دی، کیونکہ اس سے مخلص و منافق اور کھرے کھوٹے کے درمیان تمیز کا مقصد پورا ہو گیا تھا کہ یہ حکم بنیادی طور پر تھا ہی ایک وقتی مصلحت کیلئے، اور جب وہ پوری ہو گئی، اور وہ مقصد حاصل ہو گیا، تو اس کو اٹھا لیا گیا، سو اس طرح وہ وقتی اور ہنگامی حکم منسوخ فرما دیا گیا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم کتنی دیر رہا، قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حکم ایک دن سے بھی کم مدت تک رہا، پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا، اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ دس دن تک رہا اور یہ اس حکم کی بقاء کی مدت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ عرصے کا قول ہے، جو کہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ بہر کیف یہ ایک وقتی حکم تھا۔ جو خاص ضرورت کیلئے ارشاد فرمایا گیا تھا، اور جب وہ خاص پوری ہو گئی تو اس کو منسوخ فرما دیا گیا کہ ہنگامی نوعیت کے احکام کا تقاضا یہی ہوتا ہے۔

۴۴ امورِ مصلحہ کی پابندی کا حکم وارشاد:۔ سو ہنگامی حکم کی منسوخی کے اعلان کے ساتھ ساتھ نماز، زکوٰۃ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم وارشاد فرمایا گیا۔ تاکہ اس طرح تم لوگ دارین کی سعادت و سرخروئی اور فوز و فلاح سے ہمکنار سرفراز ہو سکو، کہ یہ وہ بنیادی اور ابدی احکام ہیں، جو تمہاری سعادت و سرخروئی کے کفیل و ضامن ہیں، نماز کی پابندی سے تمہارے اندر اپنے خالق و مالک کے حضور اِخبات اور عاجزی کی وہ صفت پیدا ہوگی، جو کہ منبع اور سرچشمہ ہے آگے کئی طرح کی صفاتِ خیر اور خصالِ حمیدہ کا، اور اس عظیم الشان عبادت کے ذریعے تمہارا تعلق اپنے خالق و مالک سے قائم و استوار ہوگا، جس میں خود تمہاری زندگی ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے تمہارے دل دنیا کی محبت سے پاک ہوں گے، مال و دولت میں برکت ہوگی، اور اس کے علاوہ ضرورت مندوں کی تمہیں دلی دعائیں بھی ملیں گی، اور ان کی ہمدردیاں حاصل ہونگی، اور معاشرے میں امن و استقرار کا دور دورہ ہوگا، اور محبت و مودت اور الفت و قرابت کے سائے پھیلیں گے، جب کہ اللہ اور اسکے رسول کی سچی اطاعت و فرمانبرداری ایسی شاہ کلید ہے جو ہر طرح کی خیرات و برکات

کے دروازے کھولنے والی، عظیم الشان راہ ہے، کیونکہ یہ راہ انسان کو اس دنیا میں حیاتِ طیبہ (پاکیزہ زندگی) کی سعادت سے بہرہ ور کرنے والی، اور آخرت کے اس ابدی جہاں میں جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفراز کرنے والی واحد راہ ہے، سبحان اللہ! کیا کہنے اللہ پاک کی ان جامع تعلیمات اور ہمہ گیر عنایات کے" اللھم فخذنا بنوا صینا الی ماتحب وترضیٰ من القول والعمل، بکل حال من الاحوال، یا ارحم الرحمین ویا اکرم الاکرمین" بہرکیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ اس ہنگامی حکم اگرچہ منسوخ کر دیا گیا لیکن نماز کی پابندی، زکوۃ کی ادائیگی اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری بہرحال مطلوب ومقصود ہے کہ یہ ابدی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہیں۔ وباللہ التوفیق لما یحبُ ویرید، وعلی مایحب ویرید، وھو الھادی الی سواء السبیل، جل جلالہ وعم نوالہ۔ فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل حینٍ من الاحیان

۴۵ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ وذکر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ پوری طرح باخبر ہے، ان کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو۔ اسی کے مطابق وہ تم سے معاملہ فرمائے گا، پس تم ہمیشہ اپنے اعمال کو درست رکھنے کی فکر وکوشش کرو، ظاہر کے اعتبار سے بھی اور باطن کے لحاظ سے بھی، اللہ توفیق عطا فرمائے، آمین، سو اس حقیقت کو ہمیشہ اور ہر حال میں پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے، کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بہرحال پوری طرح باخبر ہے، سبحانہ وتعالیٰ۔ اسلئے ہمیشہ اسی کی فکر وکوشش میں رہنا چاہیے کہ اس وحدہ لاشریک سے ہمارا صحیح معاملہ اور درست رہے۔ وباللہ التوفیق لما یُحبُّ ویرید وعلی ما یحب یرید، و ھو الھادی الی سواءِ السبیل، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین

۴۶ منافقوں کے حال پر اظہار تعجب وافسوس:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا یعنی منافقین کو جو دعوی تو ایمان کا کرتے ہیں اور دوستی اسلام کے دشمنوں سے رکھتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اس میں ان منافقوں کے حال پر اظہار تعجب ہے کہ یہ لوگ دعوی تو اسلام کا کرتے ہیں، اور دم ایمان کا بھرتے ہیں، مگر محبت ان لوگوں سے کرتے ہیں جو اسلام کے دشمن ہیں، بھلا یہ دونوں باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں؟ کہ آدمی ایماندار بھی ہو اور اس کی دوستی دین وایمان کے دشمنوں سے بھی ہو؟

۴۷ دعوی ایمان کا اور دوستی اسلام کے دشمنوں سے؟ والعیاذ باللہ:۔ سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ یہ لوگ دعوی تو ایمان کا کرتے ہیں، اور دوستی" مغضوب علیھم "لوگوں سے رکھتے ہیں، یعنی یہود مدینہ سے جو ان منافقین کی پشت پناہی کرتے تھے، (صفوہ وغیرہ) بھلا یہ باتیں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں؟ سو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ لوگ اپنے دعوی ءِ ایمان میں سچے نہیں ہیں، بلکہ ان کا ایمان نفاق اور دھوکے کا ایمان ہے جس کی اللہ تعالیٰ کی یہاں کوئی قدر وقیمت نہیں۔ اس طرح خالی خولی اور زبانی کلامی ایمان کے دعوے سے یہ لوگ خود اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں، اور اس کے نتیجے میں یہ ایک بڑی ہولناک محرومی کا شکار ہو رہے ہیں، مگر ان کو اس کا احساس وشعور نہیں جو کہ خسارہ در خسارہ ہے، والعیاذ باللہ۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ج وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ (البقرۃ ۹ پ ۱) مگر حقیقت میں یہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکہ دیتے ہیں مگر ان کو اس کا شعور واحساس نہیں، سو اللہ پاک اور سچے اہلِ ایمان کے ساتھ دھوکے کا معاملہ کرنا خساروں کا خسارہ ہے، والعیاذُ باللہ العظیم

وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٤﴾

نہ ان کے ساتھ، ؎۴۸ اور یہ (ایسے بدبخت ہیں کہ) قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ پر جانتے بوجھتے، ؎۴۹ (۱۴)

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

اللہ نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے ایک بڑا ہی سخت (اور ہولناک) عذاب، ؎۵۰ بے شک بڑے ہی بُرے ہیں وہ کام جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٥﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ

یہ لوگ کرتے ہیں، ؎۵۱ (۱۵) انہوں نے اپنی قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے) ایک ڈھال بنا رکھا ہے، ؎۵۲ پھر یہ (دوسروں کو بھی)

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٦﴾ لَنْ تُغْنِيَ

روکتے ہیں اللہ کی راہ سے، ؎۵۳ سو ان کے لئے ایک بڑا ہی رسوا کن عذاب ہے، ؎۵۴ (۱۶) اللہ کے مقابلے میں نہ تو

عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

ان کے مال ان کے کچھ کام آسکیں گے، اور نہ ہی ان کی اولادیں، ؎۵۵

۴۸ منافق لوگ نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے، والعیاذُ باللہ : ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ نہ تمہارے ہیں نہ ان کے ساتھ کہ زبانی کلامی دعووں کے اعتبار سے تو یہ تمہارے ساتھ ہیں، مگر دل ان کے اُن کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، پوری طرح یہ لوگ نہ تمہارے ساتھ ہیں، نہ ان کے ساتھ بلکہ اپنی دوغلی پالیسی کے اعتبار سے یہ دونوں کیساتھ اٹکے اور لٹکے ہوئے ہیں۔ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ (النساء:۱۴۳ پ ۵) سو یہ لوگ تو اپنے اس دوغلے پن اور منافقانہ رویئے کو اپنی بڑی چالاکی اور ہوشیاری سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ ان کی بڑی حماقت اور اس کا ثبوت ہے کہ اس کی بناء پر ان کا اعتبار نہ ادھر ہے، نہ اُدھر، اور اپنی اس منافقت کی بناء پر یہ نہ گھر کے رہے اور نہ گھاٹ کے، اور اس طرح یہ بدبخت محرومی در محرومی کا شکار ہو رہے ہیں، مگر ان کو اس کا احساس و شعور تک نہیں جو کہ خسارہ در خسارہ ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین،

۴۹ منافقوں کا شیوہ جھوٹی قسمیں کھانا۔ والعیاذُ باللہ العظیم : ـ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ جانتے بوجھتے جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں، اور یہی ان کے نفاق کی علامت ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں نفاق اور منافقوں کی علامتوں کے بیان میں ارشاد فرمایا گیا ''اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ'' کہ منافق آدمی جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، سو منافق چونکہ صداقت کی دولت اور اس کے اطمینان سے عاری اور محروم ہوتا ہے، اس لئے وہ بار بار قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو یقین دلانے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح منافق نفسیاتی طور پر خود ایک سخت قسم کے کرب و اضطراب میں مبتلا ہوتا ہے، اس لئے وہ قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو یقین دلانے کی کوشش

کرتا ہے کہ میں سچا ہوں جس طرح کہ بدعتی مشرک قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم سنی ہیں، حالانکہ وہ طرح طرح کی شرکیات اور بدعات میں مبتلا ہوتے ہیں، سو اہل بدعت ایک بڑے گروہ کا یہ کہنا کہ جس طرح دیوبندی قسمیں کھا کر کہتے، ہم سنی ہیں، سو اس بدعتی اور مشرک ملا کا یہ کہنا خود اس پر اور اس کے چیلوں چانٹوں پر چسپاں ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ دیوبندی نہ تو ایسی قسمیں کھاتے ہیں اور نہ ہی ان کو اس کی کوئی ضرورت ہی ہے کہ وہ تو حق پر ہیں، اور صحیح معنوں میں سنت پر چلنے والے ہیں۔ اور حق والوں کو ایسی قسمیں کھانے کی بھلا کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ اس کا ارتکاب تو بدعتی لوگ کرتے ہیں، جو کام شرک و بدعت کا کرتے ہیں، لیکن دعویٰ توحید اور سنت کا کرتے ہیں، اور اس طرح وہ خسارے پر خسارے کے مرتکب ہوتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے زیغ و ضلال سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین،

۵۰ منافقوں کیلئے سخت عذاب تیار۔ والعیاذ باللہ العظیم:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے بڑا ہی سخت عذاب۔ والعیاذ باللہ، دنیاوی ذلت و محرومی کے ساتھ ساتھ آخرت میں ان کو دوزخ کے درکِ اسفل میں جلنا ہوگا، والعیاذ باللہ العظیم۔ سو ایسے بدبخت لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت ہوشیار اور چالاک ہیں، لیکن حقیقت میں یہ بڑے ہی احمق اور محروم لوگ ہیں، کہ دولتِ ایمان و یقین سے محروم ہو کر یہ ہلاکت و تباہی کی راہ پر گامزن ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر انکے بارے میں ارشاد فرمایا گیا اور "اَلَا" کے حرفِ تنبیہ کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○ (البقرۃ: ۱۳ پ ۱) یعنی خبردار آگاہ رہو کہ یہی ہیں پرلے درجے کے بیوقوف لیکن یہ جانتے نہیں، سو یہ لوگ تو اپنے آپ کو بڑا ہوشیار اور چالاک سمجھتے ہیں، کہ ہم نے اپنی دانشمندی اور ہوشیاری سے مسلمانوں اور کافروں دونوں سے جبنا رکھی ہے، اور اس طرح ہم دونوں طرف سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جس راہ پر یہ چل رہے ہیں وہ ہلاکت و تباہی اور دائمی خسارے اور ہولناک بربادی کی راہ ہے، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایک انتہائی ہولناک اور سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، جس سے انہوں نے آخر کار اور بہر حال دوچار ہو کر رہنا ہے مگر ان کو اسکا کوئی شعور اور احساس ہی نہیں، جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں، اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین،

۵۱ منافقوں کا رویہ بڑا ہی بُرا۔ والعیاذ باللہ العظیم:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ بڑے ہی بُرے ہیں وہ کام جو یہ لوگ کر رہے ہیں، یعنی منافقت پر اصرار اور طرح طرح کی وہ منافقانہ چالیں جو یہ لوگ چلتے ہیں، والعیاذ باللہ، کہ اس کے نتیجے میں یہ لوگ اس عذاب شدید سے دوچار ہونگے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے نفاق کی بناء پر ان کیلئے تیار کر رکھا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں پر اس دنیا میں جو عذاب آئے گا، یہ اس میں بھی حصہ پائیں گے، اور آخرت میں ان کیلئے جو عذابِ مزید تیار ہے وہ تو ہے ہی، والعیاذ باللہ، اور اس طرح یہ بدبخت اس ہولناک اور شدید عذاب کی طرف بڑھ رہے ہیں جس سے بچنے کی پھر کوئی صورت ان کے لیے ممکن نہیں ہوگی، مگر ان کو اس کا کوئی احساس و شعور ہی نہیں جو کہ خسارہ بالائے خسارہ ہے، کہ جو مریض اپنے مرض کو بھی صحت سمجھتا ہو

صحت سمجھتا ہو اس کو صحت آخر اور کیونکر کیسے نصیب ہوسکتی ہے؟ والعیاذُ باللہ، اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الرحمین، واکرم الاکرمین، ویامن بیدہ مَلکوت کل شیئ ۽

۵۲ منافقوں کے اپنی قسموں کو ڈھال بنانے کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے کہ ان سے یہ لوگ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بچانے کا سامان کرتے ہیں، ان کی جس غلطی پر بھی گرفت کی جائے، یہ اس کے بارہ میں جھوٹی قسمیں کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں، کہ نہیں، بلکہ ہم ٹھیک ہیں، اور اس طرح یہ لوگ اپنی دانست میں سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہوگئے، مگر ان کو پتہ نہیں کہ اس طرح یہ لوگ اپنے نفاق کے جال کو اور پکا رکرتے اور اس میں مزید از مزید الجھتے اور پھنستے جارہے ہیں، اور دولتِ ایمان و یقین سے مزید از مزید دور اور محروم ہوتے جارہے ہیں جو کہ خساروں کا خسارہ اور محرومیوں کی محرومی ہے، والعیاذُ باللہ العظیم، بہرکیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ انہوں نے اپنی ان قسموں کی آڑ میں اپنے لیے جائے پناہ بنا رکھی ہے، تا کہ اس طرح یہ اپنے آپ کو دین کے مطالبات سے بچائے رکھیں، اور ان کو اسکا احساس وشعور نہیں کہ اس طرح یہ کتنی بڑی محرومی کا شکار ہو رہے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین، یامن بیدہ ملکوت کل شیئی،

۵۳ منافقوں کا کام راہ حق سے روکنا، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو شکوک و شبہات وغیرہ کے ذریعے دین حق سے دور و نفور کرتے ہیں، والعیاذُ باللہ اور ایمان کا اظہار کر کے انہوں نے اللہ کی راہ میں جو قدم اٹھایا تھا اس کو انہوں نے روک لیا، اور یہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں، اور اس سلسلے میں یہ جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں، صد کا لفظ لازم اور متعدی دونوں معنوں میں آتا ہے، یعنی روکنا بھی اور رکنا بھی، اور قرآنِ حکیم میں یہ لفظ انہی دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے، سو منافق لوگ راہ حق و ہدایت سے خود بھی رکتے تھے، اور دوسروں کو بھی روکتے تھے، اور اس طرح یہ بدبخت ضلال و اضلال اور محروم ہونے اور محروم کرنے کے دونوں جرموں کے مرتکب ہوتے تھے، اور یہ ان کی بدبختی تھی کہ وہ ان دونوں ہی سنگین اور ہولناک جرموں کے مرتکب ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ٹھیک سمجھتے تھے، والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو یہ برائی کی ایک نقد سزا ہے، جو ایسے بدبختوں کو ملتی ہے، کہ یہ لوگ اپنی برائی کو بھی اچھائی سمجھتے ہیں، اور اس طرح یہ برائی کو برائی سمجھنے کے احساس وشعور سے ہی محروم ہوجاتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ برائی میں مزید آگے بڑھتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ اپنے آخری اور ہولناک انجام سے دوچار ہوکر رہتے ہیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وضلال، وسُوْءٍ وَّانحراف، جل شانہ وعم نوالہ

۵۴ منافقوں کیلئے رُسوا کن عذاب، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کیلئے ایک بڑا ہی رسوا کن عذاب ہے، کہ انہوں نے جھوٹی قسموں کے ذریعے اللہ رب العزت کے نام پاک کی توہین کی، اور اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں یہ حق سے دور اور محروم رہے، اس لیے ان کو اس رسوا کن عذاب سے بدلہ دیا جائے گا کہ جزا جنس عمل کے مطابق ہوتی ہے، یہ لوگ تو اپنے آپ کو بڑا تیز اور

ہوشیار سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ اس ہولناک انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں، سو کفر ونفاق محرومیوں کی محرومی اور عذاب مہین کا باعث۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

۵۵ منکرین ومنافقین کے ایک دھوکے اور مغالطے کا ازالہ: سو منکرین ومنافقین کو اپنے مالوں اور اولادوں کی بناء پر جو دھوکے لگے ہوئے ان کے ازالے کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ کے مقابلے میں نہ تو ان کے مال ان کے کچھ کام آسکیں گے، اور نہ ہی ان کی اولادیں۔ جن کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لیے انہوں نے منافقت کو اپنایا، وقت آنے پر وہ ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکیں گے، اور اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ان کو کسی طرح چھڑا اور بچا نہیں سکیں گے، اور یہ مال ودولت سب کچھ یہیں رہ جائے گا، اور اپنا عقیدہ وعمل ہی ساتھ جائے گا، جبکہ اس مال ودولت کا مآل وانجام یہ ہوگا کہ اس سے فائدہ دوسرے اٹھائیں گے مگر وہاں کا حساب کتاب ان کے ذمے ہوگا، سو کس قدر خسارے اور دھوکے میں مبتلا ہیں، وہ لوگ، جو اپنی آخرت اور اس کے تقاضوں سے غافل ولا پرواہ ہو کر دنیا فانی کے حطامِ زائل کے جمع کرنے اور جوڑ جوڑ کر رکھنے میں لگے ہوئے ہیں، سو ایمان ویقین سے محروم لوگ کے مال واولاد جن پر ان کو بڑا ناز ہے، دراصل ان کے پاؤں کی وہ بیڑیاں ہیں جو ان کو اللہ کی راہ میں آگے نہیں بڑھنے دیتیں۔ مگر ان لوگوں کو اس کا کوئی احساس وشعور ہی نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

اَللّٰھُمَّ !

اغْفِرْلِیْ،

ذَنْبِیْ، کُلَّہٗ، دِقَّہٗ

وَجِلَّہٗ، اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ، سِرَّہٗ

وَعَلَانِیَتَہٗ، مَاعَلِمْتُ مِنْہُ، وَمَالَمْ اَعْلَمْ،

رَبِّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ، وَمَااَخَّرْتُ، وَمَااَسْرَرْتُ،

وَمَااَعْلَنْتُ، وَمَااَسْرَفْتُ، وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، اِنَّکَ

اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ

اِلَیْکَ، رَبِّ اغْفِرْلِیْ ھَزْلِیْ وَجِدِّیْ، وَخَطَائِیْ وَعَمْدِیْ، وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ،

رَبِّ اغْفِرْوَارْحَمْ، اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّالْاَکْرَمْ، وَاِنَّکَ اَنْتَ غَفَّارٌلِّلذُّنُوْبِ، وَسَتَّارٌلِّلْعُیُوْبِ،

أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ

یہ لوگ ساتھی (اور یار) ہیں (دوزخ کی دہکتی بھڑکتی اس ہولناک) آگ کے، جس میں ان کو ہمیشہ رہنا ہوگا ف۵۶ ﴿۱۷﴾ جس دن

يَبْعَثُهُمُ ٱللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُۥ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ

اللہ ان سب کو دوبارہ اٹھا کھڑا کرے گا تو یہ اس کے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح یہ آج تمہارے سامنے

وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَىْءٍ ۚ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلْكَٰذِبُونَ ﴿١٨﴾

کھاتے ہیں ف۵۷ اور یہ اپنے طور پر سمجھیں گے کہ یہ کسی بنیاد پر ہیں، ف۵۸ آگاہ رہو کہ یہ لوگ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں، ف۵۹ ﴿۱۸﴾

ٱسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ ٱلشَّيْطَٰنُ فَأَنسَىٰهُمْ ذِكْرَ ٱللَّهِ ۚ أُولَٰٓئِكَ حِزْبُ

شیطان نے ان پر اس طرح قابو پالیا ہے سو اس نے ان کو اللہ کی یاد (کی دولت) بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں، آگاہ

ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱلشَّيْطَٰنِ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿١٩﴾ إِنَّ

رہو کہ شیطانی گروہ کے لوگ ہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں، ف۶۰ ﴿۱۹﴾ بیشک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی،

۵۶ منکرین ومنافقین سب دوزخی ۔ و العیاذ باللہ العظیم ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ سب دوزخی ہیں، جہاں ان کو ہمیشہ کیلئے رہنا ہوگا، کہ اپنے زبانی کلامی دعووں کے باوجود حقیقت میں یہ لوگ کافر ہی ہیں، اور کفر کی سزا دائمی دوزخ ہے کہ ان کے دل ایمان باللہ کے نور اور اسکی حقیقت سے عاری اور محروم ہیں، و العیاذ باللہ العظیم، اور مال و دولت اور آل و اولاد کو انہوں نے جو سب کچھ سمجھ رکھا تھا، وہ اللہ کے عذاب سے چھڑانے میں ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکے گا، سو منکرین ومنافقین یعنی کھلے اور چھپے دونوں ہی قسم کے کافروں کا انجام یکساں ہوگا، یعنی دوزخ کی دہکتی بھڑکتی آگ کہ کفر و انکار اور تکذیبِ حق کے جرم میں یہ دونوں گروہ باہم شریک اور ایک برابر ہیں، و العیاذ باللہ، سو جس مال و دولت کو ایسے لوگوں نے اپنا قبلہ مقصود بنا رکھا تھا اسی کیلئے یہ جیتے اور مرتے تھے، اور اسی کو یہ سب کچھ سمجھتے تھے، وہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے میں کچھ بھی کام نہیں آئے گا، اور ان کو آخر کار دوزخ میں داخل ہونا ہوگا، جہاں ان کو ہمیشہ رہنا ہوگا ۔ و العیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے ۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

۵۷ جھوٹی قسموں کی لت کا برا نتیجہ ۔ و العیاذ باللہ : ۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ منافقوں کی جھوٹی قسموں کی لت جو ان کو دنیا میں پڑ گئی تھی، وہ قیامت کے روز بھی ان سے جائیگی نہیں، بلکہ یہ وہاں پر اسی طرح کی جھوٹی قسمیں کھائینگے، و العیاذ باللہ العظیم ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ منافق لوگ قیامت کے روز اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے، سو یہاں کی پڑی ہوئی بری عادت ان سے وہاں بھی نہیں چھوٹے گی، جیسا کہ ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جس طرح تم زندگی گزارو گے اسی طرح تمہیں موت آئے گی، اور جس حالت میں تمہیں موت آئے گی، اسی حالت میں تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، بہر کیف یہاں پر ارشاد فرمایا گیا

کہ اگر یہ لوگ اسی طرح مال اور اولاد کی محبت میں دین کے تقاضوں سے بھاگتے اور جان چھڑاتے رہے، تو یہ اس دن کو یاد رکھیں کہ جس دن اللہ ان کو اور ان کی اولاد کو سب کو اٹھائے گا، اور اس دن بھی ان کے پاس ان جھوٹی قسموں کے سوا کوئی سہارا نہیں ہوگا، جس کا سہارا انہوں نے آج لے رکھا ہے، سو اس روز یہ اللہ کے سامنے بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے، جس طرح کہ آج تمہارے سامنے کھاتے ہیں، جیسا کہ دوسرے مقام پر مشرکین کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہ اس دن قسمیں کھا کر اپنے شرک کا انکار کریں گے، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ٥ (الانعام ۲۳ پ ۷) یعنی قسم ہے اللہ کی جو کہ ہمارا رب ہے، ہم مشرک نہیں تھے مگر ایسی قسموں کا وہاں کیا فائدہ؟ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال، وسُوْءٍ وانحراف، جل وعلا

۵۸ منافقوں کے ایک گمانِ باطل کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ اپنے طور پر سمجھیں گے کہ یہ کس بنیاد پر ہیں، اور اس طرح کی جھوٹی قسموں سے ان کو کوئی فائدہ ہوگا، کہ جس طرح دنیا میں اپنی جھوٹی قسموں سے یہ دوسروں کو دھوکہ دے دیا کرتے تھے اسی طرح یہ وہاں بھی کام چلا لیں گے، مگر حضرت علام الغیوب جلّ وعلا کے سامنے اس طرح کی توقع رکھنے سے بڑھ کر حماقت اور کیا ہوگی؟ والعیاذ باللہ، بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ لوگ جس طرح آج یہاں پر یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ یہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا کام چلا لیتے ہیں، اسی طرح یہ وہاں پر بھی ایسے ہی کام چلا لیں گے، اور جس طرح انہوں نے اپنی جھوٹی قسموں سے آج بہتوں کو فریب دے رکھا ہے، اسی طرح وہاں بھی انکا فریب چل جائے گا، مگر ان کا ایسا فریب وہاں کیونکر چل سکے گا جبکہ وہاں ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی، اور ان کے ہاتھ پاؤں اور ان کی کھالیں اور ان کے دوسرے اعضاء وجوارح بھی ان کے جرائم کی خود گواہی دیں گے، سو کشفِ حقائق اور ظہور نتائج کے اس جہانِ غیب میں ان کو ایسی قسموں سے کوئی فائدہ بہر حال نہیں پہنچ سکے گا، تب ان کی آنکھیں کھل جائینگی، اور ان کو سب کچھ پوری طرح معلوم ہو جائے گا مگر اس وقت کا وہ جاننا ماننا سب بے سود ولا حاصل، والعیاذ باللہ

۵۹ منافق لوگ پرلے درجے کے جھوٹے، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور "الا" کے حرفِ تنبیہ کے ساتھ اور اِنَّ تاکید یہ اور جملہ اسمیہ کی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں، کہ جھوٹ کی یہ لت ان سے آخرت میں بھی نہیں چھوٹے گی، والعیاذ باللہ، سو اگر کسی نے غلط فہمی سے ان کو سچا گمان کر رکھا ہے تو وہ اس گمان کو اپنے ذہن سے نکال دے، اور جان لے کہ یہ لوگ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں، جنہوں نے دنیاں میں اپنے جھوٹ سے لوگوں کو مغالطہ دے رکھا ہے یہ آخرت میں اپنی ان جھوٹی قسموں کے ذریعے اپنے آپ کو دھوکہ دینے کی جسارت کریں گے، سو یہ لوگ وہاں بھی اپنی بریت کیلئے اس طرح کی قسمیں کھائیں گے، جس طرح مشرکین اپنی قسموں کے ذریعے اپنے شرک سے بریت کی کوشش کریں گے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے نام کی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ وہ مشرک نہیں تھے (الانعام۔۲۳) والعیاذ باللہ جلّ وعلا بہر کیف یہاں پر اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ یہ لوگ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال

۶۰ شیطان کا گروہ قطعی طور پر خسارے والا گروہ ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور اَدَاتِ تنبیہ

وتاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں اور آگاہ رہو کہ شیطان کا گروہ ہی خسارے والا ہے، کہ وہ حق سے محروم اور حق کا دشمن گروہ ہے، اور انہوں نے فرصتِ عمر تو اپنی بدنیتی کی وجہ سے حق سے محرومی میں گزار دی، اور اس کے نتیجے میں اب آخرت میں یہ لوگ دائمی نعمتوں سے محروم ہو کر ہمیشہ کے عذاب کا ایندھن بن گئے، سو اس سے بڑھ کر محرومی اور خسران اور کیا سکتا ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم، پس دنیا میں اگرچہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ امہال کے مطابق ایسے لوگوں کو ایک وقت تک ڈھیل ملتی ہے۔ لیکن اصل حقیقت بہر حال یہی ہے کہ یہ سب شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں، اور شیطان کی پارٹی ہی سب سے زیادہ ذلیل وخوار اور ہولناک خسارے والی پارٹی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْهِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الاِحْسَانِ،

✽✽✽

اَللّٰهُمَّ !

اِنَّانَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ،اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ،
اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ،اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ،اَنْ
تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا،وَنُوْرَصُدُوْرِنَا وَجَلَاءَ هُمُوْمِنَا
وَغُمُوْمِنَا،وَاَنْ تَجْعَلَ آخِرَتَنَاخَیْرًا مِنْ اُوْلٰنَا،وَاَنْ تَجْعَلَنَا مِنَ
الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ،اِنَّکَ
اَنْتَ مَوْلَانَا،وَلَامَوْلٰی لَنَاسِوَاکَ تَبَارَکْتَ
وَتَعَالَیْتَ وَاَنْتَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ
الْمَغْفِرَةِ،فَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَاوَ ذُنُوْبَ
آبَائِنَاوَاُمَّهَاتِنَا،وَاَزْوَاجِنَا
وَذُرِّیّٰتِنَامِنَ النَّارِ،
اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ،

اَلَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴿۲۰﴾

وہ (خواہ بظاہر کچھ بھی بنے پھرتے ہوں حقیقت میں وہ) ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں ف۶۱ ﴿۲۰﴾ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ غلبہ یقینی طور

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۱﴾

پر میرا اور میرے رسولوں ہی کا ہوگا ف۶۲ بلاشبہ اللہ بڑا ہی قوت والا، انتہائی زبردست ہے ف۶۳ ﴿۲۱﴾ تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ جو لوگ (سچے

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ

دل سے) ایمان رکھتے ہوں اللہ پر، اور قیامت کے دن پر، وہ دوستی رکھتے ہوں ان لوگوں سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور

مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ

اس کے رسول کی ف۶۴ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ (قبیلہ) ہی کیوں نہ ہوں ف۶۵ (کیونکہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کے

۶۱ شیطان کی پارٹی کے کام کی نشاندہی، والعیاذ باللہ: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ شیطان کی پارٹی کا اصل کام اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور ان کے مقابلے میں محاذ آرائی ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے سب سے زیادہ ذلیل لوگ ہیں، کہ عزت تو اللہ اور اس کے رسول ہی کیلئے ہے، پس جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا، اور اس کے اوامر ونواہی کی خلاف ورزی کرے گا، تو اس نے لازماً ذلیل وخوار ہی ہونا ہے، والعیاذ باللہ اور شیطان کی پارٹی کا تو کام ہی اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت اور ان کے خلاف محاذ آرائی کرنا ہے، اس لیے انہوں نے آخرکار بہرحال ان ذلیل ترین لوگوں میں شامل ہو کر رہنا ہے جو ان سے پہلے اس جرم کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۶۲ غلبہ یقیناً اللہ اور اس کے رسولوں ہی کیلئے ہے: کہ غلبہ تو بہرحال حق ہی کیلئے ہے اور حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ فرمائے اور اسکا رسول بتائے، اور ظاہر اور سیاسی اعتبار سے بھی غلبہ حق ہی کا ہوتا ہے، جب کہ اس کیلئے کوشش صحیح طریقے سے کی جائے، اور اللہ پاک کی تائید ونصرت شامل حال رہے، بہرکیف اس ارشاد سے اس دستورِ الٰہی اور سنتِ خداوندی کو واضح فرما دیا گیا جو ازل سے اس نے طے کر رکھی ہے، کہ معرکہ حق وباطل میں انجام کار غلبہ اللہ اور اسکے رسولوں ہی کو حاصل ہوگا، شیطان کی پارٹی بہرحال ذلیل وخوار ہوگی، اور اس دستورِ خداوندی اور سنتِ الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے جو بھی رسول اس دنیا میں تشریف لائے، وہ جس قوم کے اندر بھی مبعوث ہوئے اللہ تعالیٰ کی عدالت بن کر مبعوث ہوئے، ان کی بعثت وتشریف آوری کے بعد اس قوم کا فیصلہ لازماً ہو گیا، سو اگر اس قوم نے بحیثیت مجموعی اللہ کے رسول کی تکذیب کر دی تو اس قوم کے اندر سے رسول اور اس پر ایمان لانے والے افراد کو الگ کر کے باقی قوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نہ کسی عذاب سے فنا کر دیا اور اگر اس قوم کے اندر ایمان لانے والوں کی تعداد معتدبہ رہی تو اتمامِ حجت کے بعد اہل ایمان کو انکے خلاف تلوار اٹھانے اور جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ اس طرح وہ اہل حق کے خلاف ان کا زور توڑ دیں

اور انکے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی زمین پاک ہو جائے۔ اور غلبہ نورِ حق ہی کا ہو، اور کفر و باطل کے اندھیرے چھٹ جائیں۔ وباللہ التوفیق

٦٣ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کے ایک پہلو کا ذکر و بیان: سو اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کے سلسلے میں اس کی صفت قوت و عزت کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک اللہ بڑا ہی قوت والا نہایت ہی زبردست ہے، پس جو اللہ کا ہو گیا، اور دل و جان سے اسکا بن گیا، وہ حقیقی قوت اور سچی عزت سے سرشار و مالا مال ہو گیا، نیز جو اسکا باغی و سرکش ہو گیا، وہ اس قوی و عزیز کی گرفت و پکڑ سے کبھی اور کسی بھی طرح بچ نہیں سکتا، والعیاذ باللہ العظیم، اِلّا، یہ کہ وہ بغاوت و سرکشی کی اپنی اس روش کو ترک کر کے اسی خالق و مالک کے حضور صدق دل سے سجدہ ریز ہو جائے، سو اس ارشاد سے اوپر کے اس دعوے کی دلیل بیان فرما دی گئی کہ کیوں اللہ اور اس کے رسولوں ہی کیلئے غلبہ لازم اور یقینی ہے، سو فرمایا گیا کہ اللہ کوئی کمزور ہستی نہیں ہے وہ بڑا ہی قوی و عزیز ہے، اور اس کے رسول اس کے سفیر ہوتے ہیں جو لوگوں کو ان کے خالق و مالک اور اس بادشاہ حقیقی کے احکام سے آگاہ کرتے ہیں، سو جو لوگ اپنے خالق و مالکِ حقیقی کے احکام کی بجا آوری کیلئے صدق دل سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اللہ ان کو زمین میں اقتدار بخشتا ہے، اور ان کو اپنے افضال و عنایات سے نوازتا ہے، اور اسکی مخالفت کرنے والے باغی قرار پاتے ہیں، جن کو بالآخر مٹا دیا جاتا ہے، ان کو ڈھیل تنی بھی ملے آخر کار انہوں نے مٹ مٹ کر ہی رہنا ہوتا ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

٦٤ ایمان و کفر کی دوستی کبھی یکجا نہیں ہو سکتی: سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ایمان والے خدا کے دشمنوں سے کبھی دوستی نہیں کر رکھ سکتے، پس جہاں کہیں مسلمانوں کو ظاہری طور پر ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا پڑے وہ الگ چیز ہے، لیکن باطن کا تعلق اور دلوں کی محبت خدا اور رسول کے دشمنوں، باغیوں اور سرکشیوں اور ملحدوں منکروں سے ایک مومن صادق کے لیے ممکن ہی نہیں، پس جو شخص ایک محبوب سے بھی دوستی رکھے اور اس کے دشمن سے محبت بھی رکھے وہ اپنے دعوی ایمان میں یقیناً جھوٹا ہے، سو اس ارشاد سے منافقین کے سامنے حق اور باطل کے درمیان کے پرکھ اور تمیز کیلئے ایک واضح کسوٹی رکھ دی گئی، بہرکیف اس سے یہ اہم اور بنیادی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان اور کفر کی دوستی یکجا نہیں ہو سکتی کہ یہ اجتماع ضدین ہے جو عقلاً محال ہے، والعیاذ باللہ العظیم۔

٦٥ ایمان کا رشتہ سب رشتوں سے اعلیٰ و بالا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایمان والوں کی دوستی اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے وغیرہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ باپ کا حکم ماننا اگرچہ ضروری ہوتا ہے، بیٹوں کے ساتھ قلبی لگاؤ اگرچہ سب سے زیادہ ہوتا ہے، بھائی اگرچہ دست و بازو ہوتے ہیں، اور کنبہ قبیلہ اگرچہ انسان کا عموماً ڈھارس بنتا ہے، مگر اس سب کے باوجود دولتِ ایمان کے مقابلے میں یہ سب رشتے ہیچ ہیں اس لیے ایک مومن مخلص ایمان کے مقابلے میں ان کو کسی بھی قیمت پر خاطر میں نہیں لا سکتا، جیسا کہ حضرات صحابہء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس ضمن میں قائم کیں سنہری اور تابناک مثالیں پیش فرمائیں، چنانچہ بدر میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عملی طور پر اس کی ایسی عظیم الشان اور نادر مثالیں قائم فرمائیں کہ چشم فلک نے ان کی کوئی نظیر و مثال نہ اس سے پہلے کبھی دیکھی ہوگی، اور نہ ہی آئندہ قیامت تک کبھی دیکھ سکے گی۔

چنانچہ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو قتل کیا، اور سیدنا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عزیز بن عمیر کو قتل کیا، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے لڑنے کیلئے آمادہ ہوگئے، سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ وشیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا، جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسیران بدر کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے، اور ہم میں سے ہر ایک اپنے رشتہ دار کو قتل کرے اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جو کہ ایک مخلص مسلمان تھے آنحضرت ﷺ سے اپنے باپ کا سر کاٹ کرلانے کی اجازت چاہی، مگر حضور ﷺ کے انکار فرمانے پر وہ اس سے رک گئے "فرضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم وارضاھم" سو دین وایمان کا رشتہ سب رشتوں پر فائق اور سب سے اعلیٰ وبالا رشتہ ہے۔ باقی سب رشتے اس کے بعد ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین الذی بمنہ وکرمہ تتم الصالحات جل جلالہ وعم نوالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیک وصفیک وخلیلک وحبیبک سیدنا محمد وعلی الہ الطیبین واصحابہ الطاہرین،

اَللّٰھُمَّ ! یَامَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدِیْمَ الْاِحْسَان، یَامَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاہُ، وَیَکْشِفُ عَنْہُ السُّوْءَ، یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ، یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ، یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، نَسْئَالُکَ اِیْمَانًا لَّایَرْتَدُّ، وَنَعِیْمًا لَّایَنْفَدُ، وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی دَرَجَۃِ الْجَنَّۃِ جَنَّۃِ الْخُلْدِ، وَاَنْ تَغْفِرَلَنَاوَ ذُنُوْبَنَا وَالْاٰثَامَ، مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَابَطَنَ، وَمَانَعْلَمُ مِنْھَاوَمَالَا نَعْلَمُ، اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ، وَاَفِضْ عَلَیْنَابَرْدَا الْیَقِیْنِ، وَارْضَ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ، وَخُذْ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُنَا وَفَلَاحُنَا فِی الدُّنْیَاوَالدِّیْنِ، بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَاذَاالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ،

أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ

دلوں میں اللہ نے نقش فرما دیا (دولت) ایمان کو، و٦٦ اور اس نے ان کی تائید (وتقویت) فرما دی اپنی طرف سے ایک عظیم

الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

الشان روح کے ذریعے و٦٧ اور وہ ان کو داخل فرمائے گا ایسی عظیم الشان جنتوں میں جن کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی طرح

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

طرح کی نہریں، جن میں ان کو ہمیشہ رہنا نصیب ہوگا، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور یہ اس سے

عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾

راضی ہو گئے، و٦٨ یہ لوگ ہیں اللہ کی جماعت، آگاہ رہو کہ اللہ کی جماعت ہی یقینی طور پر فلاح پانے والی ہے، و٦٩ (٢٢)

٣٩٤

٦٦ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان سچا اور پکا: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے نقش فرما دیا ایمان کو۔ ان کے صدق واخلاق کی بناء پر، اور نقش میں جب عام نقش بھی اپنے منقوش سے الگ نہیں ہوتا، تو پھر اس نقش کے کہنے ہی کیا جو اللہ پاک اپنے ایسے پاک طینت اور مخلص بندوں کے دلوں پر فرما دے۔ "اللهم فاكتب الايمان فی قلوبنا"۔ سو جو لوگ اس کسوٹی پر اپنے آپ کو پرکھنے پرکھوانے کیلئے تیار ہوں، درحقیقت وہی لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت اور نقش فرما دیا، اپنے فضل وکرم سے ان کے صدق واخلاق کی بناء پر اور ان کو اس واہب مطلق نے اپنی طرف سے ایک خاص فیضان روحانی سے نواز دیا کہ اس کی شان ہی نوازنا اور کرم فرمانا ہے، اور لگاتار نوازنا اور کرم فرمانا ہے، سبحانه و تعالیٰ، وہ لوگ جو زبانی کلامی طور پر دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہیں لیکن وہ ساز باز اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے رکھتے ہیں، تو ایسے لوگ محض زبان کے مسلمان ہیں ان کے دل لذتِ ایمان سے آشنا نہیں ہوئے، سو اس ارشاد سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سچے پکے مومن تھے، اور ان کا ایمان ان کے دلوں میں نقش تھا اور جب اللہ فرماتا ہے اور صاف اور صریح طور پر فرماتا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں ایمان کو لکھ دیا، تو پھر اللہ کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے؟ پس جو بدبخت حضرات صحابہ کرامؓ کے ایمان کا انکار کرے یا اس میں کسی طرح کا شک کرے تو وہ ایسی آیات کریمہ کے انکار کی بناء پر خود کافر قرار پائے گا۔ والعياذ بالله العظيم

٦٧ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے تائید خداوندی کے انعام کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ نے ان کی تائید فرما دی اپنی طرف سے ایک روح کے ذریعے، یعنی ایک ایسے نور سے جس سے طمانیت قلب اور ثبات علی الحق کی دولت نصیب ہوتی ہے، اور اس کو روح کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے کیونکہ اس سے انکی روحوں کو زندگی ملتی ہے۔ (کبیر، صفوہ وغیرہ) سو اس ارشاد سے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرما دیا گیا ہے کہ اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور کنبہ قبیلہ کے روابط دل کے رگ ریشے میں رچے بسے

ہوتے ہیں، ان کو کاٹ دینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا لیکن جو لوگ ایمان کی غیرت و حرمت اپنے اندر رکھتے ہیں، ان کو اس طرح کی کوئی آزمائش پیش آتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے ان کو اپنے خاص فیض روحانی سے قوت بہم پہنچاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ایسی آزمائشوں سے سرخرو ہو کر نکلتے ہیں، جس کے نمونے حضرات صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل و کردار سے ایسے ہر موقع پر دکھائے ہیں جیسا کہ ابھی اوپر حاشیہ نمبر ۶۵ میں بھی گزرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت اور پیروی سرشار رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین،

۶۸ مومنین صادقین کیلئے خاص انعامات کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو داخل فرمائے گا ایسی عظیم الشان جنتوں میں جن کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی، طرح طرح کی عظیم الشان نہریں، اللہ ان سے راضی ہوا، اور یہ اللہ سے راضی ہو گئے، پس جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے اقارب کو ناراض کیا تو اس کے بدلے میں اللہ پاک نے ان کو اپنی رضا کے شرف عظیم سے نواز دیا، اور ان کو ایسی نعمتوں سے سرفراز فرما دیا، کہ وہ ان سے راضی ہو گیا، اور یہ اس سے راضی ہو گئے، اور یہی ہے سب سے بڑی کامیابی، کہ رب راضی ہو جائے۔ "ورضوان من الله اکبر ا"، یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے، اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ سو اس ارشاد میں ان انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جن سے مومنین صادقین کو ان کے ایمان و یقین صدق و صفا اور اخلاص کی بناء پر نوازا جائے گا، جن میں سب سے بڑا انعام رضائے خداوندی کا انعام ہے سو یہ خوش نصیب دنیا میں اپنے رب کے جن وعدوں؟ پر جیسے وہ سب وہاں پورے ہو گئے، اور ان کے قیاس و گمان سے بھی کہیں بڑھ کر اعلیٰ و افضل درجے اور عمدہ شکل میں پورے ہو گئے، اس لیے وہ جس خوشی و مسرت سے سرفراز و سرشار ہوں گے، اس کا اندازہ کرنا بھی کسی کے بس میں نہیں ہو سکتا، اللہ پاک نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین ویاارحم الراحمین،

۶۹ حضراتِ صحابہؓ کیلئے فوز و فلاح کا مژدۂ جانفزا:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں اور آگاہ رہو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے کہ یہ دنیا میں بھی پاکیزہ زندگی سے سرفراز ہوئے، اور آخرت میں بھی ان کو جنت کی دائمی اور سدا بہار نعمتیں نصیب ہوئیں، اور حرف تاکید و تنبیہ کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ فوز و فلاح انہی کو نصیب ہو گی، جبکہ ان کے مقابل یعنی حزب الشیطان قطعی طور پر نامراد اور بہر صورت خسارے میں ہے، والعیاذ باللہ العظیم، سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کو اللہ کی جماعت (حزب اللہ) میں سے ہونے کا شرف حاصل ہے، اور یہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے، جبکہ اوپر شیطان کی پارٹی (حزب الشیطان) کا ذکر فرمایا گیا تھا، اور "الا" کے حرف تنبیہ کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا تھا کہ یہی لوگ ہیں خسارے والے، اور اس کے مقابلے میں اب اس سورۃ کریمہ کے خاتمے پر اسی طرح کے حرف تنبیہ "الا" کے ساتھ ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ حزب اللہ (اللہ کی جماعت) ہی فلاح پانے والی ہے، سو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا خواہ کچھ بھی کہتی اور سمجھتی ہو لیکن حق اور حقیقت بہر حال یہی ہے، جو قرآن حکیم میں اپنے بیان حق ترجمان سے واضح فرما دی کہ حقیقی کامیابی اور فوز و فلاح حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت کا ہی مقدر ہے، اور حزب الشیطان یعنی شیطان کی پارٹی ہی ناکام و نامراد ہے، پس انسان کو ہمیشہ اللہ والا بننے کی فکر و کوشش میں لگے رہنا چاہیے،

وبالله التوفيق لما يحب يريد، وعلى ما يحب ويريد، بكل حالٍ من الاحوال، وفي كل موطنٍ مَن المواطن في الحياة

وهو العزيز الوهاب، والهادى الى سواء الصّراط، جلَّ جَلالُهٗ وَعَمَّ نَوَالُهٗ و بهذا القدر نكتفى من التفسير لِسُورة المجادلة، والحمد لله ربِّ العالمين الّذى شَرَّفَنِىْ بتفسير كتابِهِ العزيز الكريم، ياذاالجلال والاكرام، جل وعلا

☆—— بموقع نظر ثانی ۹ شعبان ۱۴۱۶ھ ۲۶ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز منگل ساڑھے چار بجے صبح، سطوہ دبی، والحمد لله رب العالمين

☆—— نظر ثالث ۱۵ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق ۹ جولائی ۱۹۹۸ بروز جمعرات بوقت پونے نو بجے صبح، سطوہ دبی متحدہ عرب امارات والحمد الله رب العالمين اَلَّذِىْ شَرَّفَنِىْ بِهٰذَا الْعَمَلِ الْجَلِيْلِ مِنْ تفسير كتابه العزيز، سبحانه وتعالىٰ

☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ ۲۴ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ بوقت ساڑھے سات بجے صبح سطوہ دبی، والحمد الله رب العلمين . فانه لا تتِمُّ الصالحات الا بتوفيق منه سبحانهٗ وتعالىٰ، جل شانه عم نواله

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۴ دسمبر ۲۰۰۱ سطوہ دبی متحدہ عرب امارات، والحمد الله رب العلمين. بكل حال من الاحوال، وفى كل موطن من المواطن فى الحياة وهو العزيز الوهاب، جل وعلا

☆—— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۷ جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ مطابق ۷ جولائی ۲۰۰۳ بروز پیر بوقت ساڑھے بارہ بجے شب (آدھی رات سے آدھا گھنٹہ بعد) والحمدلله جل وعلا ۔ مدنی منزل معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان والحمد الله رب العالمين. اَلَّذِىْ شَرَّفَنِىْ بِهٰذَا الْعَمَلِ الْجَلِيْلِ مِنْ تفسير كتابه العزيز، جل جلاله وعم نواله،

☆—— اللَّمسَاتُ الاخيرة ۱۹ محرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۹ مارچ ۲۰۰۴ بروز بدھ بعد از مغرب بموقع درس تفسیر جامع العزیز دبی، متحدہ عرب امارات، والحمد لله رب العلمين. قبل كل شئى وبعد كل شئى فهو المحمود ازلاً وّ ابداً، فعليه نتوكل وبه نستعين فى كل اٰن حين وَهُوَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر، جل شانه وعم نواله، سبحانه وتعالىٰ

اَللّٰهُمَّ !

بِكَ نَسْتَعِيْنُ وَبِكَ نَتَوَكَّل، فَخُذْنَابِاَيْدِيْنَا اِلٰى مَافِيْهِ صَلَاحُ دُنْيَانَا
وَفَوْزُنَافِى الْاٰخِرَةِ، بِمَحْضِ مَنِّكَ وَكَرَمِكَ يَااَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ، وَيَااَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ، يَامَنْ بِيَدِهٖ
مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ، وَلَا يَعْجِزُهٗ
شَیْءٌ عَمَّا يُرِيْدُ، وَهُوَ
فَعَّالٌ لِّمَايُرِيْدُ،

ایاتھا ۲۴ ۵۹ سُوْرَۃُ الْحَشْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۱ رکوعاتھا ۳

سورۂ حشر مدنی ہے اوراس کی چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ۝

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ

اللہ ہی کی تسبیح کی (اور تسبیح کرتا ہے) وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں میں ہے، اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے، ف۱ اور وہی ہے

الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۱ هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ

سب پر غالب، بڑا ہی حکمت والا، ف۲ ① وہ (وحدہ لاشریک) وہی ہے جس نے نکال باہر کیا اہل کتاب کے

اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ

کافروں کو ان کے گھروں سے ف۳ پہلے ہی حشر میں، ف۴ (ورنہ ظاہری حالات کے اعتبار سے) تمہیں یہ گمان بھی نہ تھا

ف۱ کائنات پوری اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس میں مشغول ہے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اپنی زبان قال سے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ یُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (بنی اسرائیل:۴۴ پ۱۵) یعنی اپنی زبان حال سے کہ ان میں سے ہر چیز ہر حالت میں اللہ پاک کی عظمت وقدرت اوراس کی حکمت وحدانیت کی گواہی دے رہی، ففی کل شئی له شاهدیدلُّ علی انه واحد۔ یعنی ہر چیز کے اندر ایک شاہد موجود ہے، جو اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے، سبحانہ و تعالیٰ، سو اس آیت کریمہ سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرمادیا گیا ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس میں مشغول ومنہمک ہے، اور یہ اپنی بندگی اور سرافگندگی سے اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اس کا خالق ہر قسم کے نقص وعیب اور ہر شائبہ شرک واشتراک سے پاک اور بری ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ سو بندہ جب اس وحدہٗ لاشریک کی تسبیح وتقدیس سے سرشار ہوگا تو اس کو اس پوری کائنات کی ہمنوائی نصیب ہوگی اوراس طرح اس کو اس پوری کائنات کی طرح پوری کائنات کی خیرات وبرکات سے سرفرازی نصیب ہوگی، وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید بکل حالٍ من الاحوال،

ف۲ اللہ تعالیٰ کی تسبیح سے مقصود ومراد؟: ۔یعنی ہر چیز اس کی عظمت وتقدیس اوراس کی پاکی اور یکتائی کا اظہار و بیان کرتی ہے، سو زمین وآسمان کی ہر چیز نے اس کی تسبیح کی، اور ہر چیز اس کی تسبیح وتقدیس کرتی ہے، یعنی یہاں ماضی کا صیغہ سبّح استعمال ہوا ہے، جبکہ دوسرے مقام پر یسبح یعنی مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے، اور کسی جگہ سبحان مصدر کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے، پس ان سب

سے معلوم ہوا کہ ہر چیز اللہ پاک کی تسبیح کرتی ہے، اور ہر حال میں ہر زمانے میں کرتی ہے، ماضی میں بھی، اور حال اور مستقبل میں بھی، فسبحان اللہ الذی لاالہ الا ھو، وسبحان اللہ وبحمدہٖ وسبحان اللہ العظیم، عدد خلقہ و رضا نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ، اور مقصود اس تسبیح وتقدیس سے یہ ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ اس کا خالق ہر نقص وعیب اور ہر شائبہ شرک واشتراک سے پاک اور اعلیٰ وبالا ہے، وہ ہر چیز پر پوری قدرت اور کامل اقتدار رکھتا ہے، اور اس کا ہر کام حکمت سے ہوتا ہے، کوئی اس کے ارادے میں مزاحم نہیں ہوسکتا، اس وجہ سے بندوں کے لیے صحیح رویہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسی کے حوالے کردے اسی پر بھروسہ کرے اور اس کے احکام کی دل وجان سے تعمیل کرے، اسی سے ڈرے اور اسی سے امید رکھے، کہ مصرف حقیقی وہی ہے، اس کے اذن کے بغیر کوئی چیز اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرسکتی، سبحانہ وتعالیٰ، وہی ہے جو بڑا ہی زبردست اور نہایت ہی حکمت والا ہے، پس اسی کی اطاعت وبندگی بندوں پر اس کا حق بھی ہے، اور اسی میں ان کی سعادت وسرفرازی بھی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ،

۳ یہود بنونضیر کی غداری اور ان کے حشر کا ذکر وبیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہی اللہ ہے جس نے نکال باہر کیا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے، ان لوگوں سے مراد ہے یہود بنونضیر، جن کو ان کی غداری اور بدعہدی کی بناء پر مدینہ منورہ سے ذلیل وخوار کرکے نکال باہر کیا گیا تھا اور ان کے شر وفساد اور خباثت ونجاست سے اس بقعہ مبارکہ کو ہمیشہ کے لیے پاک اور صاف کردیا گیا، ان لوگوں نے حضور ﷺ سے امن وصلح کا معاہدہ کیا ہوا تھا لیکن اپنی مشہور ومعروف عہد شکنی اور دھوکہ بازی کی خصلت کی بناء پر انہوں نے غزوہ بدر کے چھٹے مہینے میں اسلام کے دشمنوں سے ساز باز کرتے ہوئے اپنے اس عہد وپیمان کی خلاف ورزی کی، اور یہ بدبخت حضور ﷺ کے قتل کی ایک ناکام سازش کے بھی مرتکب ہوئے، تو اس پر حضور ﷺ نے ان کو مدینے سے نکل جانے کا حکم دیا، پہلے تو وہ اس حکم کی تعمیل کیلئے آمادہ ہوگئے، لیکن بعد میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے اکسانے بھڑکانے اور اس کے جھوٹے وعدوں کی بناء پر یہ اسکے منکر ہوگئے، جسکے نتیجے میں یہ اپنے انجام کو پہنچ کر رہے، والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین،

۴ یہود بنونضیر کی جلاوطنی اور ان کی بےبسی کی تصویر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں سے نکال باہر کیا، پہلے ہی مرحلہ میں اور اپنی جس قوت پر ان کو ناز تھا اور جن اسباب ومتاع قلعہ بلندیوں پر ان کا تکیہ تھا اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب کے مقابلے میں ان میں سے کوئی بھی چیز ان کے کچھ کام نہ آسکی، اور یہ ان کا پہلا حشر تھا کہ دور رسالت ہی میں انکو اس طرح ذلت وخواری کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکال کر خیبر بھیج دیا گیا، اور پھر دوسرا حشر ان کا وہ تھا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان کو خیبر سے بھی نکال کر ارض شام کی طرف بھیج دیا گیا، جہاں سے ان کا آخری حشر ارض محشر میں ہوگا، اور اس حشر واجتماع سے مراد کا وہ اجتماع ہے جو کہ ان یہود سے جنگ کرنے کے لیے ہوا تھا، یعنی ابھی مسلمانوں کا ان سے لڑنے کے لیے اجتماع ہی ہوا تھا لڑنے بھڑنے کی ابھی نوبت ہی نہیں آئی تھی کہ اللہ پاک کی قدرت سے ان کے دلوں پر ایسا رعب کردیا گیا کہ یہ خود ہی جلاوطن ہونے کیلئے تیار ہوگئے

سو اس صورت میں ''اول الحشر اَوّل وھلہ'' کے معنی میں ہوگا، (روح محاسن التاویل، جامع البیان، قرطبی، خازن، اور مراغی، وغیرہ) یہ دونوں ہی قول واحتمال صحیح اور درست ہیں اور معنی ومطلب دونوں ہی صورتوں میں واضح ہے، مگر دوسرا قول واحتمال اس اعتبار سے زیادہ دل کو لگتا ہے کہ ان لوگوں کو اپنی جن قلع بندیوں اور ظاہری اسباب ووسائل پر ناز تھا، وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آسکیں، اور یہ اولِ وھلہ ہی ہمت ہار کر جلاوطنی کے لیے تیار ہو گئے، سو اصل مدد اور حقیقی قوت وہ ہے، جو کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے، جس کا ذریعہ ایمان ویقین اور اعتماد وتوکل علی اللہ ہے، اللہ نصیب فرمائے، آمین ثم آمین۔ یا رب العالمین، اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا وخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویااکرم الاکرمین، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ، یَا ذَالْجَلَالِ وَ الاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الاِحْسَانِ، یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ وَّھُوَیُجِیْرُ وَلَایُجَارُ عَلَیْہِ، جَلَّ وَعَلَا،

-----------------۞۞۞-----------------

اَللّٰھُمَّ !

رَبَّنَا اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ، وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ، وَاھْدِنَا وَاھْدِبِنَا،
وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ، اَلصِّرَاطِ الَّذِیْ یُشَرِّفُنَا بِمَرْضٰتِکَ،
وَیُوَصِّلُنَا اِلٰی نَعِیْمِ جَنّٰتِکَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ
عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ، وَانْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا یَنْفَعُنَا، وَارْزُقْنَا
عِلْمًا نَّافِعًا، وَعَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا، وَاحْفَظْنَا عَنْ کُلِّ
نَوْعٍ مِّنْ اَنْوَاعِ الزَّیْغِ وَالضَّلَالِ، وَسُوْءِ الْفِکْرِ
وَالْعَمَلِ وَالْاِنْحِرَافِ، اِنَّکَ اَنْتَ
السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ الْمُجِیْبُ،
یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

-----------------۞۞۞-----------------

يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ

کہ کبھی یہ لوگ اپنے گھروں سے نکل جائیں گے اور خود انہوں نے بھی یہ سمجھ رکھا تھا کہ ان کے (یہ مضبوط) قلعے ان کو بچالیں گے

اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اللہ سے ۵ مگر اللہ (کا عذاب) ان پر وہاں سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا ۶ اور اس نے ان کے دلوں میں ایسا

الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ق

رعب ڈال دیا کہ یہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی ویران کر رہے تھے، ۸ اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے بھی (ان کو

۵ کفار و مشرکین کا اعتماد محض ظاہری اسباب پر:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اور ان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگوں نے یہ گمان کر رکھا تھا اور خود منافقین کو جن کا ذکر پچھلی سورت میں آیا ہے، انہوں نے بھی یہ سمجھ رکھا تھا کہ ان کے قلعے انکو بچادیں گے، اللہ کی پکڑ سے، یہ ہے یہودی ذہنیت اور ان کے دین وایمان کی حقیقت کہ اللہ پاک کے مقابلے میں یہ لوگ اپنے قلعوں کو زیادہ قوی اور مضبوط سمجھتے ہیں، اور جس قوم کی کتاب مقدس میں یہ تک لکھا ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام رات بھر اللہ پاک سے کشتی لڑتے رہے آخر کار انہوں نے اللہ کو بچھاڑ دیا، والعیاذ باللہ العظیم، تو اس قوم سے کچھ بھی کیا بعید ہو سکتا ہے، افسوس کہ اسی طرح کے جراثیم بہت سے نام نہاد مسلمانوں کے اندر بھی پائے جاتے ہیں، جیسا کہ لفظ ''دستگیر'' کے پیچھے بھی اسی طرح کا ایک بے ہودہ قسم کا قصہ گھڑا گیا ہے، جس کو زبان پر لانا بھی ایک مسلمان کو گوارا نہیں ہو سکتا، سو اللہ کی پکڑ سے دنیا کی کوئی بھی چیز کسی کو نہیں بچا سکتی۔ بلکہ بچانے اور حفاظت کرنے والی ذات صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات ہے مگر ایمان کی دولت سے محروم لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آسکتی، کہ وہ اپنے ظاہری اسباب ووسائل ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، اس لیے کفار و مشرکین کا بھروسہ واعتماد محض ظاہری اسباب ووسائل پر ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ مادہ پرست نگاہیں اس سے آگے کچھ دیکھنے سمجھنے کی اہل ہی نہیں ہو سکتیں، نور ایمان ویقین سے محروم مادہ پرستوں کا کل بھی یہی حال تھا، اور آج بھی ان کا یہی حال ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو اصل دولت ایمان ویقین کی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان ویقین کی اسی دولت سے سرفراز وسرشار اور حق وہدایت کی راہ پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین ویاارحم الراحمین

۶ خدائے پاک کا عذاب بے امان وگمان، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَ عَلَا:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان پر اللہ کا عذاب وہاں سے آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہیں تھا، کہ ایمان ویقین کی دولت جو کہ اصل طاقت اور قوت مدافعت ہے، اس سے تو یہ لوگ سرے سے عاری اور محروم تھے، پھر حضور ﷺ کے ایک اشارہ ءابرو پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ان کے سردار کعب بن اشرف کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، جس کے بعد یہ لوگ حواس باختہ ہو گئے، تیسری طرف رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول نے جو مدد ومعاونت کے وعدے ان سے کر رکھے تھے، اور اس نے ان کو جو بڑے سبز باغ اس نے دکھا رکھے تھے، ان میں سے کچھ بھی وقت پڑنے پر ان کو نہ مل سکا، اور چوتھی طرف آنحضرت ﷺ سے کیے گئے معاہدہ امن کی خلاف ورزی اور بدعہدی میں

یہ لوگ اس قدر آگے نکل چکے تھے کہ اب اس سے واپس آنے اور اپنے کیے کے انجام سے بچنے کی کوئی صورت ان کے لیے باقی نہیں رہ گئی تھی، اور اس طرح جن چال بازیوں کو یہ لوگ اپنی قابلیت ولیاقت اور ہنر مندی سمجھ رہے تھے وہی ان کو: لت ورسوائی اور ہلاکت وتباہی کے گڑھے میں اتار کر رہیں، والعیاذُ باللہ، سواس سے واضح ہوجاتا ہے کہ خدائے پاک کا عذاب بے امان وبے گمان ہے، اس سے کوئی کسی کو نہیں بچاسکتا سوائے اس وحدہٗ لاشریک کے کرم واحسان کے، اسکے سوا باقی سب چیزیں دھوکے کا سامان ہیں، والعیاذُ باللہ العظیم، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین،

۷ رعب ایک غیر مرئی اور ہولناک خدائی لشکر۔ والعیاذُ باللہ العظیم: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایسا سخت رعب کہ اس لیے متن میں قذف کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے، جس میں ایک خاص شدت اور سختی کا مفہوم پایا جاتا ہے اسی لئے عربی زبان میں بم کو بھی قذیفہ کہا جاتا ہے اسکی خاص قوت اور زور کے اعتبار سے، سو قدرتی رعب کے اس غیر مرئی اور غیر محسوس بم نے ان لوگوں کے حوصلوں اور ہمتوں کو ایسا ملیا میٹ اور پاش پاش کر کے رکھ دیا کہ ان میں مقابلہ کے لیے اٹھنے اور کھڑے ہونے کی ہمت اور سکت ہی باقی نہ رہی، سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی قوتوں اور لشکروں کے کیا کہنے ان کو کون سمجھ اور جان سکتا ہے، اور ان کے مقابلے کی کسی کے اندر کسی ہمت اور حوصلے کا سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا ہے۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ ان لوگوں کو تو اپنے مضبوط قلعوں اور گڑھوں پر بھروسہ اور اعتماد تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعوں کی دیواروں کو بھی ہٹانے کی ضرورت نہ سمجھی، بلکہ براہِ راست ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ انہوں نے اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اجاڑا، سو اصل طاقت اسلحہ اور قلعوں کی دیواروں کے اندر نہیں، بلکہ دلوں کے اندر ہوتی ہے، جو پیدا ہوتی ہے اللہ پر ایمان اور یقین سے اور یہ قوت و طاقت انسان کے اندر موجود ہو تو وہ بے تیغ بھی لڑتا ہے، اور یہ اگر موجود نہ ہو تو ایٹمی اسلحہ بھی بے سود اور لاحاصل ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ بعض اوقات بلکہ ایسا بھی بسا اوقات ہوتا ہے کہ باطن کے ضعف اور کمزوری کی بناء پر وہ اسلحہ دوسروں کے ہاتھ لگ کر خود انہی کی تباہی کا باعث بنتا ہے جیسا کہ جابجا اسکی مثالیں موجود ہیں، والعیاذُ باللہ العظیم۔ سو رعب ایک غیر مرئی اور ہولناک خدائی لشکر ہے۔ جس کے بعد کسی کو اس کی کوئی طاقت اور قوت کام نہیں آسکتی، اور اللہ پاک کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (المدثر: ۳۲) یعنی تمہارے رب کے لشکروں کو اسکے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ویا ارحم الراحمین

۸ بنو نضیر کی مرعوبیت اور بدحواسی کی تصویر: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے اپنے گھروں کو، جو کہ خدا جانے انہوں نے کتنی چاہتوں اور ارمانوں کے ساتھ بنائے تھے، جن پر ان کو بڑا فخر وناز تھا، جو ان کے دل ودماغ میں پیوست ہو چکے تھے، اور جن کی بناء پر وہ اس قدر مست ومگن تھے، کہ حق وہدایت کی آواز پر کان دھرنے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے، سو آج ذلت وخواری کے اس ہیبت ناک دن میں یہ ان کو اپنے ہاتھوں سے اس طرح اکھاڑتے بگاڑتے اور ویران کر رہے تھے سو یہ ان کی مرعوبیت اور بے بسی کی تصویر پیش فرمائی جارہی ہے، چنانچہ وہ لوگ اپنے گھروں کو خود اکھاڑ اکھاڑ کر شہتیروں کڑیوں اور کھڑکیوں، دروازوں

کو اپنے اونٹوں پر لاد لاد کر لے جا رہے تھے، سو اس سے ان بدبختوں کے حرص مال کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور اسلام کی راہ اور مسلمان دشمنی کا بھی کہ انہوں نے کوئی ایسی چیز وہاں نہیں چھوڑی جو مسلمانوں کے کام آ سکے، اور دشمنی کے اس جذبے کی بناء پر انہوں نے جو کچھ وہاں بچ رہا ہوگا، وہ بھی خراب کر کے رکھ دیا ہوگا، تا کہ بعد میں وہ مسلمانوں کے کام نہ آ سکے اور اس طرح وہ حسرتوں پر حسرتوں اور ذلتوں پر ذلتوں کے ساتھ وہاں سے نکالے اور کھدیڑے گئے، اور یہی نتیجہ ہوتا ہے حق اور اہلِ حق سے دشمنی اور ان سے بغاوت و سرکشی کا، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم، مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَال، وَسُوْءٍ وَّانْحِرَاف، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاة، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّاب، اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِيْمَانًا بِكَ وَيَقِيْنًا، وَحُبًّا فِيْكَ وَخُشُوْعًا، وَخُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ طَاعَتُكَ وَ مَرْضَاتُكَ، فِيْ كُلِّ حِيْنٍ مِّنَ الْاَحْيَانِ، بِمَحْضِ مَنِّكَ وَ كَرَمِكَ وَ اِحْسَانِكَ، يَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ، وَ يَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَان، يَامَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْئٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ،

اَللّٰهُمَّ !

اَقْسِمْ لَنَامِنْ خَشْيَتِكَ مَاتَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَاوَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَاتُبَلِّغُنَابِهٖ جَنَّتَكَ،
وَمِنَ الْيَقِيْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَابِاَسْمَاعِنَاوَاَبْصَارِنَا، وَقُوَّاتِنَامَااَحْيَيْتَنَا،
وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَاعَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَاعَلٰى مَنْ عَادَانَا،
وَلَاتَجْعَلِ الدُّنْيَااَكْبَرَهَمِّنَا، وَلَامَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا
بِذُنُوْبِنَا، مَنْ لَّايَخَافُكَ وَلَايَرْحَمُنَا،
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ،
وَاَنْتَ وَلِيُّنَاوَمَوْلَانَا
وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ
شَيْئٍ قَدِيْرٌ

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ

ویران کر رہے تھے، ف۹ پس تم عبرت پکڑو اے دیدۂ بینا رکھنے والو! ف۱۰ (۲) اور اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی

الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ

نہ لکھ دی ہوتی، تو وہ ان کو دنیا ہی میں عذاب دے ڈالتا، ف۱۱ اور آخرت میں تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب

النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ

مقرر ہے ہی، ف۱۲ (۳) یہ سب کچھ اس لئے کہ ان لوگوں نے مقابلہ کیا اللہ کا، اور اس کے رسول کا، اور جو کوئی

يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴ مَا قَطَعْتُمْ

اللہ کا مقابلہ کرتا ہے تو (وہ اپنے انجام کو بہر حال پہنچ کر رہتا ہے، کیونکہ) بے شک اللہ بڑا ہی سخت عذاب دینے والا ہے، (۴) جو بھی کوئی درخت

۹ **بنو نضیر کی تباہی مسلمانوں کے ہاتھوں:۔** سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اجاڑ رہے تھے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے بھی، اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے بھی، کہ مسلمانوں کو اس کام پر ابھارنے اور اکسانے کا باعث یہ لوگ خود تھے، اور انہوں نے خود ہی اپنی غداریوں اور عہد شکنیوں سے معاملہ اس حد تک پہنچایا تھا، یہود بنو نضیر نے مسلمانوں کے محاصرے سے تنگ آ کر جلاوطنی قبول کر لی، اور آنحضرت کی طرف سے ان کو یہ اجازت دے دی گئی کہ جو اور جتنا سامان وہ اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہیں، لے جائیں، بجز اسلحہ کے، کہ اس کے لے جانے کی کوئی اجازت نہیں ہوگی، تو اس سے اس خسیس قوم نے اپنے گھروں کو اکھاڑ کر ان کے دروازے اور شہتیر بھی ساتھ لے جانے کیے، جس سے ان کی خست و دناءت حب دنیا اور مادہ پرستی کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور ان کی اس مرعوبیت اور بے بسی کا بھی جس سے یہ دوچار ہوئے، اور اس شکست و ریخت میں مسلمان بھی ان کا ہاتھ بٹا رہے تھے، سو آیت کریمہ میں اس سب کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے، سو اس میں جہاں ان لوگوں کی خِسّت اور حرصِ مال کا پتہ چلتا ہے، وہیں اس سے ان کی مسلمان دشمنی بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ان کو پوری کوشش یہ تھی کہ کوئی چیز مسلمانوں کے کام کے پیچھے نہ رہ جائے۔ سو اس سے ان لوگوں کے اندرونی کرب کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے،

۱۰ **درسِ عبرت لینے کی تعلیم و تلقین:۔** سو ارشاد فرمایا گیا کہ پس تم عبرت پکڑو اے دیدہ بینا رکھنے والو! کہ اللہ پاک اور اس کے رسولؐ برحق کی عداوت اور دشمنی اور ان کی مخالفت اور نافرمانی کا انجام کیا ہوتا ہے، پس تم اس سے خود بھی بچو اور دوسروں کو بھی بچنے کی تلقین کرو، تاکہ تم سب ایسے انجام سے محفوظ رہ سکو، جس سے ان یہود بے بہبود کو دوچار ہونا پڑا، پس یہ ارشاد ربانی قیاسِ شرعی کی حقانیت و حجت کی اہم اساس و بنیاد ہے، بہر کیف اس قصہ کے اندر بڑا درسہائے عبرت و بصیرت موجود ہیں، ان لوگوں کے لیے جو عبرت پذیری کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول سے دشمنی رکھنے والوں کو کتنے ہولناک اور کس قدر رسوا کن انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور یہ کہ حزب اللہ کے مقابلے میں حزب الشیطان کو کس قدر ذلت آمیز شکست اٹھانا پڑتی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر مقام پر اپنی رضائے خوشنودی کی راہوں پر قائم اور ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشے۔آمین ثم آمین یارب العالمین

۱۱ جلاوطنی یہود بنو نضیر کیلئے ایک رعایت: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ یہود بنی نضیر کے لئے اخراج وجلاوطنی کی سزا ایک رعایت تھی جو ان کو دی گئی، ورنہ اگر ایسے نہ ہوتا تو اللہ ان کو دنیا میں کوئی ایسا سخت ہی عذاب دے دیتا، جو اس سے کہیں بڑھ کر سخت اور رسوا کن اور ہولناک ہوتا، جیسے قتل، اور قید، وغیرہ۔جیسا کہ مشرکین مکہ کے ساتھ بدر میں ہوا، اور یہود بنو قریظہ کے ساتھ مدینہ میں ہوا، (المراغی، المحاسن، الخازن، الصفوہ، وغیرہ) سو یہ تو اللہ تعالیٰ نے انکے ساتھ رعایت فرمادی کہ ان کو صرف جلاوطنی کی سزا دی اور بس، تاکہ اسطرح ان کو تنبیہ بھی ہو جائے، جن کے اندر عبرت پذیری کی صلاحیت موجود ہو وہ اس سے اپنے لئے سامانِ عبرت وبصیرت حاصل کرسکیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ان پر اس دنیا ہی میں کوئی ایسا عذاب بھیج دیتا، جس سے ان کا قصہ ہی تمام ہو گیا ہوتا، جیسا کہ عاد وثمود اور فرعون وغیرہ کے ساتھ اس سے پہلے ہو چکا ہے، والعیاذُ باللہ العظیم ۔سو اس پر ان لوگوں کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور حق کی طرف رجوع کر کے، اور اس کو اپنا کر ان کو اپنے لئے دارین کی سعادت وسرخروئی کا سامان کرنا چاہیے ورنہ یہ تو اس سے بھی کہیں زیادہ عذاب اور سزا کے مستحق تھے۔والعیاذُ باللہ العظیم ۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت وپناہ میں رکھے۔آمین ثم آمین

۱۲ منکروں کیلئے آخرت میں دوزخ کا عذاب، والعیاذُ باللہ: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ ان کیلئے اسی دنیاوی عذاب اور جلاوطنی پر بس نہیں، بلکہ ان کے لیے آخرت میں دوزخ کا عذاب مقرر ہے، یعنی اس دنیاوی ذلت وخواری اور جلاوطنی سے ان کے عذاب اخروی میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ وہ بدستور ان کو ہونا ہے، کہ ان کے جرائم بہت سنگین ہیں، کہ انہوں نے نورِ اسلام کو بجھا دینے کی کوشش میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی، مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف چڑھائی پر اکسایا ابھارا، نبیءِ اکرم ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا، والعیاذُ باللہ، انہوں نے غدر وبدعہدی سے کام لیا، اور حق کو جاننے کے باوجود انہوں نے جھٹلایا، وغیرہ، ذالک، سو اگر انہوں نے اس تنبیہ سے فائدہ نہ اٹھایا، حق کی طرف رجوع کر کے اپنی اصلاح کا سامان نہ کیا، تو معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جائے گا، بلکہ آخرت میں ان کو دوزخ کا سخت عذاب ملنے والا ہے، جو ساری کسر پوری کرے گا، کہ آخرت کا عذاب بڑا ہی برا، اور انتہائی ہولناک ہے، کاش کہ یہ لوگ جان لیں چنانچہ دوسرے مقام پر اس بارے ارشاد فرمایا گیا کہ۔ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (القلم:۳۳پ۲۹) یعنی آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش کہ یہ لوگ جان لیتے، والعیاذُ باللہ العظیم ۔اور پھر ان کے ہولناک انجام کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ ان کا یہ حشر اس لیے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے، وہ اپنے ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتا ہے، کہ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی ہی سخت پاداش میں پکڑنے والا ہے، پس اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے اپنے رویے وانجام اور اپنے حال ومآل کے بارے میں خود دیکھ اور سوچ لیں۔اور اس کے مطابق اپنا راستہ خود اختیار کرلیں، قبل اس سے کہ فرصتِ حیات ان کے ہاتھوں سے نکل جائے اور ان کو ہمیشہ ہمیش کیلئے تڑپنا، پھڑکنا، اور ہمیشہ کیلئے کفِ افسوس ملنا پڑے، والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وّضلال، وسُوْءٍ وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، و فی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھوالعزیز الوھاب،

مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ

کھجور کا تم لوگوں نے کاٹا (اے مسلمانو!) یا اسے باقی رہنے دیا اپنی جڑوں پر، تو یہ سب کچھ اللہ

اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

ہی کے حکم سے تھا ١٣ اور (اللہ نے یہ حکم اس لئے دیا کہ) تاکہ وہ رسوا کرے ان بدکاروں کو ١٤ ⑤ اور جو بھی کچھ مال لوٹایا ہے اللہ نے اپنے

مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

رسول پر ان لوگوں کے قبضے سے نکال کر ١٥ تو اس پر تم لوگوں نے (اے مسلمانو!) نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ ١٦

١٣ **منکرین کے ایک اعتراض کا جواب:۔** سو اہل ایمان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ جو کچھ بھی تم لوگوں نے اس دوران کیا اے مسلمانو! وہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا، جو اللہ پاک نے اپنے پیغمبر کو وحی کے ذریعے ارشاد فرمایا تھا، سو اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن حکیم کے علاوہ بھی وحی آتی تھی، کیونکہ یہ اذن و حکم جس کا ذکر یہاں پر فرمایا جا رہا ہے، قرآن پاک میں کہیں بھی مذکور نہیں، جس کا لازمی مطلب یہی ہے کہ یہ حکم آنحضرت ﷺ کو وحی خفی یعنی حدیث ہی میں دیا گیا تھا ﷺ روایات کے مطابق بنو نضیر کے محاصرے کے دوران آنحضرت ﷺ نے کھجور کے کچھ درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا جن کو جنگی نقطہ نظر سے کاٹنا ضروری تھا، نیز اس لیے کہ تاکہ یہ یہود کے غیظ و غضب کا موجب بنے، اور وہ قلعوں سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جائیں، تو اس پر یہودیوں نے اعتراض کیا اور مسلمانوں پر آوازے کسے کہ تمہارے پیغمبر دوسروں کو تو فساد سے منع کرتے ہیں، لیکن خود ان بے گناہ اور نفع بخش درختوں کو اس بے دردی سے کاٹ رہے ہیں، کیا یہ "فساد فی الارض" نہیں ہے؟ وغیرہ، تو اس پر بعض صحابہ کرام کے دلوں میں بھی کسی قدر شک سا پیدا ہوا تو انہوں نے اس بارہ میں آنحضرت ﷺ سے عرض کیا، تو اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ یہ سب کچھ اذنِ خداوندی ہی سے تھا، اور اللہ پاک کا ہر حکم و ارشاد ظاہر ہے کہ برحق اور مبنی برحکمت ہی ہوتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو ان لوگوں کا اس بارہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ وضلال وسوء انحراف،

١٤ **یہود بنو نضیر کی رسوائی کے ایک سامان کا ذکر و بیان:۔** سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم و ارشاد اس لئے فرمایا کہ تاکہ وہ رسوا کرے ان بدکاروں کو۔ کہ آج ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے اموال و ممتلکات پر ان کے دشمنوں کا حکم اس طرح چل رہا ہے، کہ جس درخت کو وہ چاہیں کاٹیں، اور جس کو چاہیں کھڑا چھوڑ دیں۔ سو ان کے درختوں کو جن کو انہوں نے بڑے شوق اور ارمانوں سے لگایا، اور بڑی محنت و مشقت سے پالا پوسا تھا، آج ان کو ان کی آنکھوں کے سامنے اس طرح کاٹا جا رہا ہے، اور یہ اس کے جواب میں یہ کچھ بھی نہیں کر سکتے، اس سے ان کے دلوں پر کیا گزرتی ہوگی، اس کا اندازہ ہی ان کے سوا اور کون کر سکتا ہے؟ اور فاسق کا اطلاق کافر پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ یہاں پر ہے، اور یہ اس لئے کہ اس کے اصل معنی "خروج عن الاطاعت" کے ہیں، اور اطاعت خداوندی سے خروج کی مختلف شکلوں میں سب سے بڑی مشکل کفر و انکار ہی کی ہے، والعیاذُ باللہ العظیم، سو اس سے

ایک طرف تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے، کہ جنگی نقطہ نظر سے درختوں کو کاٹنا درست ہے، اور ایسے میں درخت کیا اگر ضرورت متقاضی ہو تو دشمنوں کے مکانوں کو مسمار کرنا بھی جائز ہے اور دوسری طرف اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ غداروں اور عہد شکنوں کی تذلیل و رسوائی بھی ایک اہم مقصد ہے، تاکہ اس طرح کفر اور اہل کفر کی تذلیل ہو اور ان کو اپنے بارے میں سوچنے اور راہ حق کو اپنانے کا موقع مل سکے، اور وہ آخرت کے عذاب مہین سے بچ سکیں، کہ آخرت کا عذاب بڑا ہی ہولناک ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارَبَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین،

۱۵ مالِ فئی سے سرفرازی بغیر جہاد و قتال کے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو بھی کچھ مال اللہ نے ان لوگوں کے قبضے سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹایا اس پر تمہاری کوئی محنت نہیں لگی، اے مسلمانو! کیونکہ یہ لفظ یعنی ''افاء'' اصل میں فئی سے ماخوذ ہے جس کے معنی لوٹنے اور واپس ہونے کے آتے ہیں، یعنی یہ مال جو ان یہود وغیرہ دشمنانِ اسلام سے لیا جاتا ہے، یہ دراصل اللہ پاک ہی کا تھا، اور اسی کا ہے، کیونکہ زمین و آسمان کی پوری کائنات کی ہر چیز دراصل اسی وحدہ لاشریک کی ملکیت ہے، وہ اپنی مشیت و مرضی سے جس کو چاہتا ہے دنیا کے اس عارضی تصرف کے لئے عطا فرما دیتا ہے، اور جو کوئی شخص یا قوم اپنے تمرد و سرکشی اور کفر و معصیت کی وجہ سے اپنی اہلیت ولیاقت کو ضائع کر دے، تو اس سے یہ دولت چھین کر واپس لے لی جاتی ہے، اور اللہ کے مطیع و فرمانبردار بندوں یعنی اہل ایمان کو دے دی جاتی ہے، اسی لئے کفار سے جنگ کے بغیر ملنے والے اس مال کو مال فے کہا جاتا ہے، سبحان اللہ! کیا کہنے قرآنِ حکیم کی عظمتوں کے کہ اس کے لفظ لفظ میں نت نئے معانی و مفاہیم ہیں، کوئی کیا کیا بیان کرے، اور کہاں تک بیان کرے، بہرکیف یہاں سے مالِ فئی کا حکم بیان فرمایا جا رہا ہے جو کہ مال غنیمت سے مختلف ہے اور اسکے خاص اور مستقل مصارف ہیں جن میں اس کو تقسیم کیا جاتا ہے، اور جن تقسیم جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاة، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّاب، مُلْهِمُ الصِّدْقِ وَالصَّوَاب، وَالْهَادِيْ اِلَى الْحَقِّ الرَّشَاد،

۱۶ مالِ فئی اور مالِ غنیمت کے درمیان فرق: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ مال فے کی حقیقت اور اسکی حیثیت مال غنیمت سے مختلف ہے، کہ ان دونوں کی حقیقت بھی الگ ہے اور ان کا حکم بھی مختلف ہے۔ سو مالِ فے کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اس کیلئے نہ تم لوگوں نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ یعنی اس کیلئے تمہیں کوئی مشقت نہیں اٹھانا پڑی' نہ جنگ کرنا پڑی' اور نہ دشمنوں سے لڑنے بھڑنے کی نوبت ہی آئی' پس تم اس کو مال غنیمت کی طرح مت سمجھو کہ جس میں سے ایک خمس نکالنے کے بعد باقی ماندہ چار حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیے جاتے ہیں' بلکہ اس مال فیئی کی حقیقت اور الگ شان اور اس کے احکام جدا اور مختلف ہیں' روایات کے مطابق یہ آیتِ کریمہ اس پر نازل ہوئی کہ بعض صحابہء کرام رضی اللہ عنہم نے اموال بنونضیر کو مال غنیمت کی طرح تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا تو اس پر ان کو مال غنیمت اور مال فیئی کے درمیان یہ فرق بتا دیا گیا کہ مال غنیمت کا حکم اور ہے، اور مال فیئی کا اور' پس جیسے مال غنیمت میں تمہیں تقسیم و تملیک کا حق ہوتا ہے، ویسے مال فیئی میں نہیں ہو سکتا، کیونکہ مال فیئی کی حیثیت مال غنیمت سے مختلف ہے کہ اس کیلئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے، نہ اونٹ اور نہ ہی تمہیں اسکے لئے کسی طرح کی کوئی مشقت اٹھانا پڑی،

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى

بلکہ اللہ (اپنی شانِ قدرت وعنایت سے) اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تسلط (اور غلبہ) عطا فرما دیتا ہے وکا اور اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ

چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے ١٨ (٦) جو بھی کچھ اللہ نے ان بستیوں کے لوگوں سے لوٹا دیا اپنے رسول

الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

کی طرف تو وہ حق ہے اللہ کا، اس کے رسول کا، اور رشتہ داروں، یتیموں،

الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً ۢ بَيْنَ

مسکینوں، اور مسافروں کا ١٩ تا کہ وہ (مال) تمہارے مالدار لوگوں کے درمیان

الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا

ہی گردش کرتا نہ رہ جائے ٢٠ اور جو بھی کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں، اسے لے لیا کرو، اور جس سے

١٧ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے غلبے اور تسلّط کا ذکر و بیان:۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا فرما دیتا ہے۔ پس مالِ فیئ کی تقسیم رسول کی صوابدید پر ہے، وہ اسے جہاں چاہیں صرف فرما دیں، اور بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ بنو نضیر میں سے اپنے گھروں کیلئے ایک سال کے اخراجات نکالنے کے بعد باقی ماندہ کو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے آلاتِ حرب وضرب خریدنے وغیرہ کے مصارف میں صرف کرنے کا حکم و ارشاد فرما دیا، بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ نصرت اور غلبہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے، وہ اپنے رسولوں کو جس طرح چاہے غلبہ عطا فرما دے، وہ قادر مطلق کسی کی نصرت و امداد کا محتاج نہیں، بلکہ وہ سب سے غنی اور بے نیاز ہے، سبحانہ و تعالیٰ، وہ اگر چاہے تو اپنے رسول کو بغیر کسی فوج کے دشمنوں کے کسی بڑے سے بڑے ملک پر غالب کر دے، کہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، وہ اگر اہلِ ایمان سے مدد طلب کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ اسکا محتاج ہے، بلکہ اس میں دوسری بہت سی حکمتیں کارفرما ہیں، جن میں سے ایک اہم حکمت یہ ہے کہ اس طرح خود ان لوگوں کے لئے سعادتِ دارین کی راہ کھلے، اور تا کہ اس طرح مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز ہو جائے اور کھرا و کھوٹا اور مخلص و منافق عملی طور پر سب کے سامنے آ جائیں۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ و ضلال

١٨ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ:۔ وہ جو چاہے کرے اور جیسا چاہے کرے اس کے لئے کوئی بھی چیز مشکل نہیں، سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے۔ پس کبھی وہ ظاہری لڑائی وغیرہ کی صورت میں اپنے بندوں کو فتح سے نوازتا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں ہوا، اور کبھی اس کے بغیر ہی دشمنانِ اسلام کو زیر کر دیتا ہے، جیسا کہ غزوۂ بنو نضیر

میں ہوا' پس اس کی قدرتِ مطلقہ کی شووءن مختلف و متنوع ہیں، سبحانہ و تعالی، وہ قادر مطلق اگر چاہے تو بغیر کسی لشکر کے اپنے رسول کو دشمن کے کسی بڑے سے بڑے لشکر پر بھی غالب فرمادے، اس کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں، سبحانہ و تعالی، سو غزوہ بنو نضیر کی یہ فتح بھی مسلمانوں کو محض اس کے فضل و کرم سے نصیب ہوئی، ورنہ تم نے اس کیلئے اے مسلمانو! نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، اس کیلئے نہ تم لوگوں کو کوئی محنت کرنا پڑتی اور نہ مشقت اٹھانا پڑی۔ اس لیے اس سے حاصل ہونے مالِ "فئی" کی تقسیم کا معاملہ بھی اللہ اور اسکے رسول ہی کے حوالے اور انہی کے حکم و ارشاد کے تابع ہے۔ اس میں اس طرح خمس جاری نہیں ہوگا۔ جس طرح کہ مال غنیمت میں ہوتا ہے

۱۹ مالِ فئی کے مصارف کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو بھی کچھ اللہ نے لوٹایا اپنے رسول کی طرف ان بستیوں والوں کی طرف سے وہ سب حق ہے اللہ کا اور اس کے رسول کا۔ جیسا کہ بنو قریظہ، بنو نضیر، خیبر، اور فدک' وغیرہ کے اموال' جو کہ جنگ و جدال کے بغیر صلح و استسلام سے حاصل ہوئے' ان کے بارہ میں اصل حکم یہ ہے کہ ایسے تمام اموال اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے' اور ان کی تقسیم کا معاملہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء کے اختیار میں، اور ان کی صوابدید پر ہوتا ہے، وہ جہاں چاہیں' جیسے چاہیں' ان کو مصالح عامہ میں خرچ کریں' وہ اگر چاہیں تو ان تمام اموال کو عام مسلمانوں کے مفاد کے لئے روک لیں اور ان کو بیت المال میں جمع کرا دیں' کسی کو کچھ نہ دیں' اور اگر چاہیں تو ان کو تقسیم کر دیں' البتہ جب ان اموال کو تقسیم کیا جائے' تو ان کو انہی پانچ قسموں میں تقسیم کیا جائے اور ان کو انہی میں دائر اور محصور رکھا جائے جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں فرمایا جا رہا ہے، (قرطبی، معارف، وغیرہ) سو مالِ فئی کے مصارف کے بارہ میں واضح فرما دیا گیا کہ یہ سب حق ہے اللہ کا، اس کے رسول اور رسول کے متعلقین کا اور غریبوں، یتیموں اور مسکینوں و مسافروں کا، یعنی اس میں جنگ کرنے والوں کا کوئی حصہ نہیں، اس ضمن میں جہاں تک تعلق ہے اللہ کا تو وہ کسی مال و متاع کا محتاج نہیں سبحانہ و تعالی، اس کے نام کا حصہ اس کے بندوں ہی کی طرح لوٹتا ہے، اور اسلامی حکومت امین کی حیثیت سے اسکو مستحقین میں اور مسلمانوں کی اجتماعی بہبود کے کاموں میں صرف کرتی ہے، اور رسول کا حصہ بحیثیت اسلامی حکومت کے سربراہ کے انہی کیلئے ہے، علیہ لصلوۃ و السّلام، ماتمر اللیالی والایام، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وَخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْهِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ، یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَان

۲۰ اسلامی اقتصادیات کے ایک اہم ضابطہ و اصول کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ تا کہ وہ مال تمہارے مالدار لوگوں ہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے۔ جس سے امیر سے امیر تر' اور غریب غریب تر' ہوتا چلا جائے، کہ مال کی حیثیت انسانی معاشرے کے لئے ایسے ہی ہے جیسے کہ خون کی حیثیت انسانی جسم کے لئے' جس طرح خون پورے جسم میں صحیح طریقے سے اور پوری باقاعدگی کے ساتھ گردش کرتا ہے تو انسان کو صحت نصیب ہوتی ہے' ورنہ وہ مریض ہو جاتا ہے اسی طرح مال اگر عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق حق داروں کے درمیان صحیح طور پر تقسیم ہوتا اور گردش کرتا ہے' تو پورا معاشرہ صحت مند

اورخوش حال رہے گا' ورنہ ضیاع وخسران کا شکار ہو جائے گا' سو یہ ارشاد ربانی ایک ایسا عظیم الشان، ہے جو کہ اقتصاد اسلام کے لئے ایک اہم بنیاد فراہم کرتا ہے، کہ مال کو چند ہاتھوں میں مرکوز اور بند ہونے سے روک کر اس طرح پھیلا یا جائے کہ وہ پورے معاشرے میں صحیح طور پر گردش کرے، تا کہ معاشرے کا ہر حصہ اور ہر طبقہ اس سے پوری مستفید وفیض یاب ہو سکے، اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل کا سامان ہو سکے' اور پھر عملی طور پر بھی اسلام نے ایک ایسے جامع اور حکیمانہ نظام سے انسانیت کو سرفراز فرمایا ہے' جس سے دولت چند ہاتھوں میں سمٹ سکتی ہی نہیں، کہ اول تو اس نے سود اور جوا وسٹہ وغیرہ کے وہ تمام وسائل وذرائع حرام قرار دے دیئے جو اس طرح کے ارتکاز دولت کا سبب بنتے ہیں' اور پھر دوسری طرف اس نے زکوۃ، صدقات، کفارات، اور توریث وغیرہ کے وہ احکام بخشے جن سے دولت چند ہاتھوں میں سمٹنے اور جمع ہونے کی بجائے تقسیم در تقسیم ہوتی' اور ہر فقیر محتاج اور ادنی سے ادنیٰ شخص تک پہنچتی رہے، فَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ جَلَّ جَلَالُهُ وَ عَمَّ نَوَالُهُ، اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِيْمَانًا بِكَ وَيَقِيْنًا، وَ حُبًّا فِيْكَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ طَاعَتُكَ وَ مَرْضَاتُكَ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِيْ كُلِّ حِيْنٍ مِّنَ الْاَحْيَانِ، بِمَحْضِ مَنِّكَ وَ كَرَمِكَ وَ اِحْسَانِكَ، يَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ، وَ يَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَان

اَللّٰهُمَّ !

اغْفِرْلِيْ،

ذَنْبِيْ، كُلَّه، دِقَّه،

وَجِلَّه، اَوَّلَه وَاٰخِرَه، سِرَّه

وَعَلَانِيَتَه، مَاعَلِمْتُ مِنْهُ، وَمَالَمْ اَعْلَمْ،

رَبِّ اغْفِرْلِيْ مَاقَدَّمْتُ، وَمَااَخَّرْتُ، وَمَااَسْرَرْتُ،

وَمَااَعْلَنْتُ، وَمَااَسْرَفْتُ، وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، اِنَّكَ

اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ

اِلَيْكَ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ هَزْلِيْ وَجِدِّيْ، وَخَطَائِيْ وَعَمَدِيْ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ،

رَبِّ اغْفِرْوَارْحَمْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّالْاَكْرَمُ، وَاِنَّكَ اَنْتَ غَفَّارٌلِّلذُّنُوْبِ، وَسَتَّارٌلِّلْعُيُوْبِ،

نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

وہ تمہیں روکیں تم اس سے رک جایا کرو ۲۱ اور (ہمیشہ) ڈرتے رہا کرو تم لوگ اللہ سے بے شک اللہ بڑا ہی سخت

الْعِقَابِ ۞ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا

عذاب دینے والا ہے ۲۲ ⑦ یعنی (یہ اموال دراصل حق ہیں) ان (لٹے پٹے) ضرورت مند مہاجرین کا جن کو (ناحق طور پر) نکال

مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

باہر کیا گیا ان کے گھروں، اور ان کے مالوں سے ۲۳ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی

۲۱ اطاعتِ رسول تقاضائے ایمان : ۔ سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ جو کچھ بھی تم کو رسول دیں اس کو تم لے لیا کرو ،اور جس سے وہ تم کو روکیں اس سے رک جایا کرو۔ خواہ اس کا تعلق مال و دولت سے ہو' یا کسی حکم وارشاد سے' اور پھر حکم وارشاد بھی خواہ قولاً ہو یا فعلاً' یا تقریر کی صورت میں' یا ارشاد کے طور پر' پھر دینے کی شکلیں چونکہ مختلف اور متعدد ہو سکتی ہیں اس لئے امر کی بجائے ''آتـی'' کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے، جب کہ روکنے اور منع کرنے کی عام طور پر ایک ہی صورت ہوتی ہے، یعنی زبان سے روکنا اس لئے اسے ''نَھٰکُمْ'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے، بہرحال یہ بھی ایک بڑا اہم اور جامع اصولی ارشاد ہے، کہ پیغمبر کا ہر قول اور حکم وارشاد سند اور حجت و دلیل ہے' کہ آپؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے اور وحی ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۔ یعنی پیغمبر اپنی خواہش سے بولتے بھی نہیں، بلکہ ان کا ہر فرمان وارشاد نری وحی ہوتا ہے جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے، بخاری ومسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے واشمات اور مستوشمات وغیرہ کو لعنت فرمائی تو قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت نے آپؓ پر اعتراض کیا کہ آپؓ کس طرح اور کس بنیاد پر ایسی عورتوں پر لعنت کرتے ہیں؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ اس لئے کہ ان پر خدا اور اس کے رسول نے لعنت فرمائی' اس پر اس عورت نے کہا کہ میں نے تو از اول تا آخر پورا قرآن پڑھا ہے' مگر میں نے تو کہیں بھی نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ہو' تب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی آیت کریمہ پڑھ کر اس کو جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے' اور پیغمبر کا منع فرمانا اللہ ہی کا منع فرمانا ہے' اس لئے آپ کا ہر حکم وارشاد واجب العمل ہے' سو رسول کی اطاعت اور مطلق اطاعت ایمان کا تقاضا ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا، وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (الآیۃ) (النساء:۶۴) یعنی ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اس لئے بھیجا کہ اسکی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے اذن سے،

۲۲ تقویٰ و پرہیز گاری باعثِ نجات و سرفرازی : ۔ سو احکامِ فے کے بیان کے ضمن میں تقویٰ و پرہیز گاری کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ، ہمیشہ ڈرتے رہا کرو تم لوگ اللہ سے بے شک اللہ تعالیٰ بڑا ہی سخت عذاب دینے والا ہے، پس تم لوگ ہمیشہ ڈرتے رہا کرو اللہ سے۔ اس کے احکام بجا لا کر' کہ یہی اساس و بنیاد ہے سب احکام وفرامین کی، اور تم ہمیشہ اس کا لحاظ رکھو کہ اس

کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو جائے' کہ اس کا حق بہرحال سب سے مقدم اور سب پر فائق ہے' سبحانہ وتعالیٰ، سو اللہ تعالیٰ اور اس کے اوامر وارشادات کا معاملہ دنیاوی حکام وامراء کے احکام واوامر کی طرح نہیں ہے، کہ محض ظاہرداری سے کام لے لیا جائے اور بس۔ کہ وہاں محض ظاہرداری سے بھی کام چل جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے نہیں چل سکتا، کہ وہ دلوں کی نیتوں اور ارادوں سے بھی واقف وآگاہ ہے، لہذا اس سے اپنے باطن کا معاملہ بھی ہمیشہ صحیح اور درست رکھنے کی فکر وکوشش کرو، بیشک وہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے، والعیاذ باللہ جلّ و علا، پس ایمان وتقویٰ کا تقاضا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم وارشاد کو برضا ورغبت اور دل وجان سے بجالایا جائے۔ چنانچہ صحیح و بخاری ومسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں تم لوگوں کو کسی بات کا حکم دوں تو تم سے جہاں تک ممکن ہو سکے اس پر عمل کرو، اور جس بات سے میں تم کو روکوں تم اس سے رک جایا کرو۔ سو تقویٰ وپرہیزگاری بندۂ مومن کے ایمان ویقین کا تقاضا اور باعثِ نجات وسرفرازی ہے دنیا کی اس عارضی فانی زندگی میں بھی، اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی جو اس دنیا کے بعد آنے والا ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یُحِبّ و یرید' بکل حال من الاحوال وفی کل موطن من المواطن فی الحیاۃ،

۴۳ اموالِ فئی کا ایک خاص مصرف فقراءِ مہاجرین: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ حق ہے ان ضرورت مند مہاجرین کا جن کو نکال باہر کیا گیا ان کے گھروں اور ان کے مالوں سے۔ یعنی ''للفقراء'' یہاں پر بدل ہے ''ذِوی القربی ومابعدہ'' سے یعنی اوپر جن چار قسموں کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ اپنے فقر واحتیاج کی بناء پر مال فیئی کے مستحق ہیں' مگر ان میں سے یہ حضرات جن کا ذکر اب کیا جا رہا ہے بطور خاص زیادہ استحقاق رکھتے ہیں' جس میں فقراء مہاجرین وانصار اور ان کے بعد قیامت تک آنے والی سب امت کے مستحقین شامل وداخل ہیں، (معارف، وغیرہ) سو اموالِ فئی کا عام مصرف بیان کرنے کے بعد اب اس کے ایک خاص اور اہم مصرف کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والا مصرف ہے، یعنی فقراء مہاجرین جن کو ان کے گھروں سے بے دخل کر دیا گیا تھا، اور انکو انکے اپنے اموال سے محروم کر دیا گیا تھا، سو ایسے حضرات کو پھر سے بسانے اور انکی معاشی زندگی کو از سرنو سنوارنے کی ذمہ داری پورے اسلامی معاشرے پر عائد ہوتی تھی، اس لئے سب سے پہلے اسی مصرف کو ذکر فرمایا گیا کہ انہوں نے اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر، اور اس کے رسول کی اطاعت واتباع میں، اور اپنے دین وایمان کی خاطر اپنے گھربار سب کو چھوڑا اور سب کچھ حق کی خاطر برضا ورغبت قربان کیا۔ چنانچہ اس حکم وارشاد کے مطابق بنی نضیر کی جائیدادوں کا ایک حصہ مہاجرین میں تقسیم کیا گیا اور وہ نخلستان جو انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو دیئے تھے وہ ان کو واپس کر دیئے گئے۔ کہ بنونضیر کے اموال فئی سے حصہ ملنے کے بعد حضرات مہاجرین آسودہ وخوش حال، اور خود کفیل ہو گئے تھے۔ رضوانُ اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین،

اَللّٰھُمَّ! رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم، یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَاِیَّاہُ اَسْاَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِیْدًا مِّنَ التَّوْفِیْقِ لِتَکْمِیْلِ مَا بَقِیَ مِنَ التَّفْسِیْرِ،

وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

چاہتے ہیں، اور وہ مدد کرتے ہیں اللہ (کے دین) کی، اور اس کے رسول کی، ف۲۴ یہی لوگ ہیں

الصّٰدِقُوْنَ ۚ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ

راستباز، ف۲۵ ﴿۸﴾ نیز (یہ مال حق ہے) ان لوگوں کا جنہوں نے قرار پکڑ لیا ان سے پہلے (ہجرت اور امن وسلامتی

مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

کے) اس گھر میں، اور وہ پختہ کار ہو گئے اپنے ایمان (ویقین) میں، ف۲۶ وہ محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس

فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى

آتے ہیں، اور یہ اپنے دلوں میں کوئی خلش (اور تنگی) نہیں پاتے اس سے جو کچھ کہ ان کو دیا جائے، ف۲۷ اور (اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ)

۲۴ **نصرتِ دین کی عظیم الشان اور امتیازی صفت کا ذکر و بیان:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ مدد کرتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کی۔ کہ دین حق کی حفاظت وسربلندی کیلئے جان ومال جس چیز کی بھی ضرورت ہوتی اور جب بھی ضرورت ہوئی اس کے لئے یہ بندگانِ صدق وصفا ہمیشہ مستعد اور تیار رہے ہیں، اہل بدعت کے ایک بڑے تحریف پسند نے یہاں پر لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں سے مدد لینا شرک نہیں، سو شرک وبدعت کی نحوست اور اہلِ حق سے بُغض وعداوت کی بناء پر آدمی کا حال ایسے ہی ہو جاتا ہے، اور اسکے نتیجے میں وہ کہیں سے کہیں جا پہنچتا ہے والعیاذُ باللہ، بھلا ان صاحب سے کوئی پوچھے کہ دنیا کے اس دار الاسباب میں جہاں کا سارا کام ہی اسباب ومسببات سے مرتبط ہے اس میں تحت الاسباب کی اس مدد وامداد کو شرک کہا کس نے؟ اور اس سے مافوق الاسباب کی اس شرکیہ مدد وامداد کا جواز کس طرح ثابت ہو سکتا ہے جس کے ایسے کلمہ گو مشرک قائل ہیں؟ اور پھر کیا اللہ اور اسکے رسول بھی اس نصرت ومدد کے محتاج ہیں جو تم لوگ قبروں اور آستانوں وغیرہ سے مانگتے ہو؟ والعیاذُ باللہ العظیم، بہر کیف اس آیتِ کریمہ میں ان مہاجرین کی تعریف میں بیان فرمایا گیا کہ انکو انکے گھروں اور مالوں سے مجبور کر کے نکالا گیا، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسکی رضا وخوشنودی کی امید میں یہ سب کچھ برداشت کیا، اور اللہ اور اسکے رسول کی مدد کو پیش نظر رکھا، اسلئے یہ اس بات کے بجا طور پر مستحق ہیں کہ انکے دینی بھائی پوری فراخ دلی اور سیر چشمی سے انکی مدد کریں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

۲۵ **حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے راستبازی کا خدائی سرٹیفکیٹ:** ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور صاف وصریح طور پر اور حصر وقصر کے اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ یہی لوگ ہیں راستباز، اور سچے، کہ انہوں نے اپنے قول وقرار، اور دعوی واقرار کا ثبوت اپنے عمل وکردار سے پیش کر دیا، اور دنیا کے سامنے واضح کر دیا ہے کہ وہ پکے اور سچے مسلمان ہیں، اور یہ کہ ایمان ویقین کے نور سے ان کے قلوب وبواطن کو ایسا منور اور پختہ کر دیا گیا ہے کہ اس کیلئے یہ حضرات ہر قربانی دے سکتے ہیں، اور عملی طور پر پیش اس کا ثبوت دے چکے ہیں،

چنانچہ انہوں نے اس کیلئے اپنے گھر بار وغیرہ سب کو خیر باد کہہ دیا' سو یہ لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں، اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اور اس کی رضا کیلئے سب کچھ قربان کر کے اپنی صداقت و راستبازی کا عملی ثبوت پیش کر دیا ہے، سو حضرات صحابہ کرامؓ کی قدسی صفت جماعت وہ واحد اور بے مثال خوش نصیب جماعت ہے جس کو حضرتِ حق جلّ مجدہٗ کے کلامِ حق و صدق ترجمان میں اس قدر صراحت کے ساتھ صدق شعاری اور راستبازی کا خدائی سرٹیفکیٹ دے دیا گیا۔ سو جو بدبخت ان حضرات کی صداقت وحقانیت اور ان کے ایمان ویقین کا انکار کرے، یا اس میں شک کرے وہ مسلمان کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس ایسے لوگ کافر اور بڑے ہی بدبخت لوگ ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین، ویاارحم الراحمین، یااکرم الاکرمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیئ ءٍ وھویجیر ولایجار علیہ، جل جلالہ وعم نوالہ

اَللّٰھُمَّ !

اِنَّانَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ، اَوْاَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ، اَوْعَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ، اَوِاسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا، وَنُوْرَصُدُوْرِنَا وَجَلَاءَ ھُمُوْمِنَا وَغُمُوْمِنَا، وَاَنْ تَجْعَلَ آخِرَتَنَاخَیْرًا مِنْ اُوْلٰنَا، وَاَنْ تَجْعَلَنَا مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ، اِنَّکَ اَنْتَ مَوْلَانَا، وَلَامَوْلٰی لَنَاسِوَاکَ تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ وَاَنْتَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ، فَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَاوَ ذُنُوْبَ بَائِنَاوَ اُمَّھَاتِنَا، وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَامِنَ النَّارِ،
اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ،

مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

کے) اس گھر میں، اور وہ پختہ کار ہو گئے اپنے ایمان (ویقین) میں، ف۲۶ وہ محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس

فِىْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى

آتے ہیں، اور یہ اپنے دلوں میں کوئی خلش (اور تنگی) نہیں پاتے اس سے جو کچھ کہ ان کو دیا جائے، ف۲۷ اور (اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ)

اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۫ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ

وہ ان کو اپنی جانوں پر بھی ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کو سخت محتاجی ہو، ف۲۸ اور حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اپنے نفس کی تنگی سے

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹ۚ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ

بچا لیا گیا، تو (وہ کامیاب ہو گیا کہ) ایسے ہی لوگ کامیابی پانے والے ہوتے ہیں، ف۲۹ (۹) نیز (یہ مال) ان لوگوں کا (حق ہے)

۲۶ **مالِ ''فئی'' کا دوسرا مصرف حضرات انصارؓ:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ نیز یہ مال حق ہے ان لوگوں کو جنہوں نے جگہ پکڑی ایمان وسلامتی کے اس گھر میں اور وہ پختہ کار ہو گئے اپنے ایمان ویقین میں۔ سو یہ ترکیب ''عَلَّفْتُهَا تِبْنًا وَمَاءً بَارِدًا'' کے قبیل سے ہے، جہاں ایک فعل کو محذوف کر دیا جاتا ہے کہ وہ دوسرے مناسب فعل سے سمجھ میں آ جاتا ہے، جیسے اس مثال میں ''عَلَّفْتُهَا'' کے بعد اس پر معطوف فعل ''وَسَقَيْتُهَا'' محذوف ہے، اسی طرح یہاں پر ''تَبَوَّءُ والدَّار'' کے بعد احکموا الایمان یا اس جیسا کوئی فعل محذوف ومقدر ہے، اور اس ارشادِ ربانی کا اولین مصداق حضرات انصار ہیں، رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ. اور انکے پاس آنے والے مہاجرین اولین بھی اسی میں داخل ہیں، سو ان سب حضرات کی فراخدلی اور سیر چشمی کی تحسین فرمائی گئی ہے کہ یہ حضرات اس بات سے تنگ نہیں ہوتے کہ ان کے پاس مہاجروں کے جو قافلے آتے ہیں، وہ انکے عزائم میں حصہ دار بن جائیں گے، بلکہ یہ حضرات بڑی فراخدلی سے انکا خیر مقدم کرتے ہیں، اور یہی علامت ونشانی ہے سچے مسلمانوں کی۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا ہے کہ مالِ ''فئی'' صرف مہاجرین ہی کا حق نہیں، بلکہ اس میں انصار کا بھی حق ہے جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ کے ''دار الهجرت'' اور ''دار الاسلام'' میں قرار پکڑ چکے تھے، اور انہوں نے اپنے ایمان ویقین کی دولت کو مضبوط اور مستحکم کر دیا تھا۔ دین حق کے لئے صدق واخلاص کی دولت سے وہ بھی سرشار تھے، رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیهم اجمعین،

۲۷ **حضرات صحابہؓ کی کشادہ ظرفی اور سیر چشمی کی تعریف وتحسین:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور یہ لوگ اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی نہیں پاتے جو کہ انکو دیا جائے۔ جیسا کہ یہاں اموالِ بنونضیر صرف مہاجرین میں تقسیم کئے گئے، اور انصار میں سوائے تین حضرات کے اور کسی کو کچھ نہیں دیا گیا، تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اسکو بطیبِ خاطر منظور وقبول کیا، اور مزید یہ کہ حضرات مہاجرین کو انہوں نے اپنے اموال میں شریک کر لیا، (الصفوۃ، المراغی، المعارف، وغیرہ)

''عَلَیْهِمُ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَانُ'' بہرکیف فرمایا گیا کہ یہ حضرات نئے آنے والے مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں، اور پوری فراخدلی سے انکا خیر مقدم کرتے ہیں، اوران کے دل اس بات سے تنگ نہیں ہوتے کہ مہاجرین کے ان قافلوں کے آنے سے جو مال انکوملنا چاہیے تھا وہ ان پر صرف ہورہا ہے، یا اب بھی وہ اس میں حصے دار بن جائیں گے، بلکہ وہ نہایت فراخدلی اور سیر چشمی سے اپنی ضروریات پر انکی ضروریات کو ترجیح دیتے ہیں، اور جیسا کہ اوپر کے حاشیے میں عرض کیا گیا ہے کہ ''من قبلهم '' کی تصریح سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اس میں انصار کے ساتھ مہاجرین اولین بھی شامل ہیں، تو اسطرح حضرت حق جَلَّ مَجْدُہٗ کی طرف سے تعریف وتحسین کا یہ اعزازِ بے مثال حضرات انصار ومہاجرین سب ہی کے لیے ہے، اور یہ امر واضح بھی ہے کہ بے مثال استاذ کے وہ بے مثال شاگرد سب ہی کشادہ ظرفی وسیر چشمی اور ایثار وقربانی کے ایسے بے مثال نمونے تھے۔ رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین،

۲۸ حضرات صحابہءِ کرامؓ ایثار وقربانی کے اعلیٰ نمونے تھے: ۔سو ارشاد گیا کہ وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انکو سخت محتاجی درپیش ہو۔ ''خصاصة'' دراصل ''خصاص البيت '' سے ماخوذ ہے جو اس سوراخ کے لئے بولا جاتا ہے جو گھر کی لکڑیوں وغیرہ میں رہ جاتا ہے' اسی طرح چھانی وغیرہ کے سوراخ کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے (مفردات راغبؒ تفسیر مراغیؒ وغیرہ) اس لئے یہ لفظ کنایہ ہے سخت ضرورت اور محتاجی سے' صحیح بخاریؒ ومسلمؒ وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی فاقہ زدگی کا حال عرض کیا تو آپؐ نے اپنے گھروں میں پیغام بھیجا کہ اس شخص کو کھانا کھلایا جائے' مگر وہاں سے کچھ نہ ملا، جب کسی گھر سے بھی کچھ نہ مل سکا تو آپؐ نے اپنے صحابہءِ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ کون ہے جو آج اس شخص کی مہمانی کرے؟ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فوراً بولے کہ میں ہوں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم' چنانچہ آپؓ اس شخص کو اپنے ساتھ لے کر جب گھر پہنچے، تو اپنی بیوی سے کہا یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے اس کی عزت کرنی ہے' مگر اس نے کہا ہمارے پاس تھوڑا سا کھانا ہے جو بمشکل بچوں کو پورا ہوسکے گا اور بس' تو آپؓ نے اسے سمجھایا کہ بچوں کو کسی طرح بہلا پھسلا کر سلا دینا اور اس کے بعد ہم اپنا کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیں گے، اور جب وہ کھانا شروع کردے گا تو میں چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے اسے بجھا دوں گا، تاکہ مہمان کو ہماری حالت کا پتہ نہ چلنے پائے، اور وہ سیر ہوکر کھانا کھالے' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا' اور خود فاقہ میں رہ کر مہمان کو کھلا دیا' صبح جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ تمہارے بارے میں رات کو مجھ پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی، سبحان الله! ایثار کتنی عظیم صفت ہے' جب کہ یہ ایمان واخلاص کے ساتھ اور خداوند قدوس کی رضا وخوشنودی کے لئے ہو' کہ ان حضرات کے اس ایثار کے نتیجے میں قرآن پاک کی آیتِ اتر گئی' اور آخرت کے اجر وثواب کے علاوہ اس دنیا میں بھی قیامت تک ان کا ذکرِ خیر باقی رہ گیا، جبکہ اگر وہ دونوں خود کھا پی لیتے تو وہ اسی طرح ختم ہوجاتا جس طرح کہ ہم میں سے ہر ایک کا روزمرہ کا کھایا پیا ختم ہوجاتا ہے' اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت ورأفت کا بھی اندازہ کیجئے کہ جب اپنے گھروں سے کچھ نہ مل سکا تو آپ نے اپنے صحابی کے یہاں سے اس کا انتظام کروایا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی حاجت پیش کرنے والا خالی اور محروم نہ جائے۔

فَصَلَوٰاتُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَیْهِ وعَلٰی صَحَابَتِهِ الْکِرَام ما تعاقب اللیالی والایام ۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ انکی سچی پکی محبت اوراتباع سے سرشاروسرفرازرکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین ،و یا ارحم الرحمین ، واکرم الاکرمین ،جَلَّ جَلالُہٗ وَعَمَّ نوالُہٗ ،

۲۹ فوز وفلاح سے سرفرازی کے ایک اہم اور آسان ذریعے اور وسیلے کا ذکر و بیان : ۔سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ نفس کی تنگی سے بچ جانا فوز وفلاح سے سرفرازی کی ضمانت اور اس کا ایک اہم ذریعہ ووسیلہ ہے۔ وباللّٰہ التوفیق ۔چنانچہ ارشادفرمایا گیا کہ جوکوئی نفس کی تنگی سے بچالیا گیا تو وہ فلاح پا گیا ۔کیونکہ یہ نفس کی تنگی ہی ہے جو حرص اور بخل وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوکر انسان کو طرح طرح کی حرام خوریوں اور حرام کاریوں میں مبتلا کردی ہے' مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کے پاس جو کچھ آئے وہ اس سب کو یونہی اڑادے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقوق واجبہ اور حوائج ضروریہ میں کوتاہی نہ کرے' جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو زکوٰۃ ادا کرتا،مہمانوں کی مہمانداری کرتا،اور مصیبتوں میں خرچ کرتا ہے،وہ ''شُــح '' اور بخل سے بری ہے،(تفسیر المراغی' وغیرہ) سو اس ارشاد میں حضرات انصار ومہاجرین کے لئے فلاح کی بشارت بھی ہے،اورنفس انسانی کی ایک بڑی اور خطرناک بیماری کی نشاندہی بھی، ''شُــح '' کے معنی نفس کی تنگی اور حرص وآز اور طمع ولالچ کے ہیں،سو اس سے بچتے رہنے کی جو تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خطرناک داعیہ ہے۔ اگر انسان اسکو قابو میں نہ رکھ سکے تو یہ اس کی آخرت کو تباہ وبرباد کردینے والی چیز ہے۔ والعیاذُ باللّٰہ العظیم ۔پس اس ارشاد ربانی کے ذریعے فوز وفلاح سے سرفرازی کے لئے ایک سہل ترین اور عظیم الشان نسخے کی تعلیم وتلقین فرمادی گئی، کہ انسان اپنے آپ کو نفس کی تنگی سے بچالے اور بس، کیونکہ نفس کی تنگی ہی وہ چیز ہے جس سے انسان کے اندر حرص، کینہ، حسد،اور بغض وعناد جیسی تباہ کن باطنی بیماریاں پیدا ہوتی اور جنم لیتی ہیں جو انسانی معاشرے کو تباہ وبرباد کرکے رکھ دیتی ہیں ۔اس لیے قرآنِ حکیم نے اس مقام پر اس برائی سے بچ جانے کو جنت کی ضمانت قرار دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بدترین انسانی اوصاف میں شمار کیا ہے جو فساد وبگاڑ کی جڑ ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تم لوگ ''شح'' اور لالچ سے بچ کر رہنا کہ اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک وبرباد کیا؟ اس نے ان کو ایک دوسرے کی خونریزیوں پر ابھارا، ان کی حرمتوں کو حلال کیا،(مسلم، مسند احمد، بخاری فی الادب) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اسی نے ان کو ظلم کا حکم کیا تو انہوں نے ظلم کیا۔ اسی نے ان کو فسق وفجور کی تعلیم دی تو انہوں نے فسق وفجور کا ارتکاب کیا۔ اسی نے ان کو قطع رحم کا حکم دیا تو انہوں نے قطع رحم کیا،(مسند احمد، ابوداؤد، نسائی) وغیرہ وغیرہ، اللہ تعالیٰ شح نفس اور اس طرح کی دوسری تمام بری خصلتوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور محاسنِ اخلاق سے سرفراز و مالا مال فرمائے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے ۔آمین ثم آمین یـاربَّ العـالـمیـن،ویـاارحم الراحمین،ویامن بیدہ ملکوت کل شیی ءٍ وھویجیر ولایجار علیه اَللّٰھُـمَّ! رَبَّـنَـا تَـقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم ، یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْ ءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی وَاِیَّاهُ اَسْاَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِیْداً مِّنَ التَّوْفِیْقِ لِتَکْمِیْلِ مَا بَقِیَ مِنَ التَّفْسِیْر

مِنۢ بَعۡدِهِمۡ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا

جو ان سب کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب، بخش دے ہمیں بھی اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی،

ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا

جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، ف۳۰ اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں

غِلّٗا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٞ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾ أَلَمۡ

کے لئے کسی قسم کا کوئی کھوٹ نہ رکھ، اے ہمارے رب، بلاشبہ تو بڑا ہی شفیق، انتہائی مہربان ہے، ف۳۱ ﴿۱۰﴾ کیا

تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ نَافَقُواْ يَقُولُونَ لِإِخۡوَٰنِهِمُ ٱلَّذِينَ

تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت کو اپنا رکھا ہے، کہ وہ (کس ڈھٹائی سے) اہل کتاب کے

كَفَرُواْ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ لَئِنۡ أُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ

اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکل

مَعَكُمۡ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمۡ أَحَدًا أَبَدٗا وَإِن

پڑیں گے، اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بھی بات نہیں مانیں گے، ف۳۲ اور اگر

ع ۲ (حاشیہ)

۳۰ متاخرین کیلئے صحیح رویے کی نشاندہی کا ذکر و بیان: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ متاخرین کیلئے صحیح رویہ متقدمین کیلئے دعا کرنا ہے۔ سو اس سے دو اہم باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ دعا صرف اپنے لئے ہی نہیں دوسروں کے لئے بھی کرنی چاہیے، خاص کر ان لوگوں کیلئے جو پہلے گزر چکے ہوں، اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اصل رشتہ جو در کار ہے اور جو دعا کا باعث اور محرک بن سکتا ہے، اور جس کی بناء پر دعاء نفع دے سکتی ہے وہ رشتہ ایمان کا رشتہ ہے، جو سب رشتوں سے بڑھ کر ہے، جو اس دار فانی کے بعد آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی کام آئے گا، جب کہ اسکے علاوہ دوسرے تمام رشتے اور تعلقات کٹ جائینگے اور وہ سب کے سب اسی جہاں میں رہ جائیں گے، مگر افسوس کہ آج کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے ایمان کے اس مقدس رشتے کو ثانوی حیثیت دے رکھی ہے، والعیاذ باللہ العظیم، بہرکیف اس ارشاد میں متاخرین کیلئے اس صحیح رویے کی نشاندہی فرمادی گئی جو انکو متقدمین کیلئے رکھنا چاہیئے، کہ انکا رویہ انکے لئے کسی حسد یا بدظنی کا نہیں، نیک نیتی، اور خیر خواہی، کا ہونا چاہیئے، اس لیے ایسے لوگ اپنے ان پیش رو دینی بھائیوں کیلئے مخلصانہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری بھی بخشش فرمادے، اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر چکے ہیں، بیشک تو اے ہمارے رب بڑا ہی شفیق نہایت ہی مہربان ہے

۳۱ صحابہ کرامؓ سے بغض رکھنے والے کافر۔ والعیاذ باللہ: سو ارشاد فرمایا گیا اور مستحقین "فئی" کی تیسری

قسم کی صفت کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کے اندر ایمان والوں کے بارہ میں کوئی کھوٹ نہیں رکھنا۔ سو یہ تیسری قسم ہے ان حضرات کی جو مال فیئ کے حق دار ہیں، اور جو قیامت تک کے سب مسلمانوں کو شامل ہے، اسی لئے روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے "رَؤُفٌ رَّحِيْم" تک یہ آیت کریمہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ قیامت تک کے سب مسلمانوں کو شامل ہے، کیونکہ یہاں مہاجرین وانصار کے بعد ان سب مسلمانوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو قیامت تک آنے والے ہیں، اور اس تیسری قسم میں یہ وصف بطورِ خاص قابل ذکر ولحاظ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے والوں کیلئے مغفرت وبخشش کی دعا کرتے ہیں، اور ہر قسم کے کھوٹ سے پناہ مانگتے ہیں، پس جو شخص صحابہ کرامؓ سے بغض وعناد رکھے اور ان پر سب وشتم کرے وہ مسلمان نہیں کافر ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے ان تینوں گروہوں میں سے کسی ایک میں بھی داخل نہیں، اس لئے حضرت امام مالکؒ اس آیتِ کریمہ سے یہی معنی ومفہوم استنباط کر کے ارشاد فرماتے ہیں، کہ ایسا شخص مالِ فیئ یا غنیمت کا مستحق نہیں ہو سکتا (ابن کثیر، روح المعانی، قرطبی، صفوة التفاسیر، حاشیہ زادہ علی البیضاوی التحریر والتنویر، مظہری، اور احکام القرآن وغیرہ) اور امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ روافض یہود ونصاری سے بھی بدتر ہیں کیونکہ ان لوگوں سے جب پوچھا جاتا ہے کہ تمھاری امت میں سب سے افضل کون ہے؟ تو یہودی کہتے ہیں اصحاب موسیٰ، اور نصاریٰ کہتے ہیں اصحاب عیسیٰ، لیکن روافض کے نزدیک اصحابِ محمدؐ سب سے برے لوگ ہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اور اللہ نے تو ان کیلئے رحمت وبخشش کی دعاء کی تعلیم وہدایت فرمائی اور انکو "رضی اللہ عنھم" کی سند سے نواز دیا۔ مگر یہ لوگ ان پر سب وشتم اور تبرا بازی کرتے ہیں، پس ایسے لوگوں پر قیامت تک تلوار لٹکتی رہے گی، (خازن، صفوہ وغیرہ) اسی آیتِ کریمہ سے حضرت امام مالکؒ نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ روافض چونکہ ان تینوں گروہوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہیں، اسلئے ان کو مال غنیمت وفیئ سے حصہ لینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا، اور امام ابن کثیرؒ اس کی تائید وتصویب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ما احسن ما استبنط۔ یعنی "کیا ہی خوب استنباط کیا ہے" (قرطبی، مظہری اور صفوہ، وغیرہ)

۳۶ **منافقین کی یہود سے ساز باز کا ذکر وبیان:** ۔ سو اس سے منافقین کے یہودی بنی نضیر سے ساز باز کا ذکر اور اس پر اظہار تعجب فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا یعنی ان کے حال پر غور نہیں کیا جو اہل کتاب کے اپنے کافر بھائیوں سے اسطرح کہتے ہیں۔ یعنی بنو نضیر سے، جو کہ دین حق اور رسالتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیة، کے اعلانیہ طور پر اور کھلم کھلا منکر تھے، اور یہ منافق اگرچہ بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے، مگر اندر سے کافر اور منکر تھے، اس لئے ان کو ان کا بھائی قرار دیا گیا، روایات کے مطابق اس سے مراد عبداللہ بن ابی سلول اور اس کی پارٹی ہے، جنہوں نے بنو نضیر کی جلاوطنی سے قبل ان سے ایسے وعدے کیے تھے، (روح، قرطبی، ابن کثیر، خازن، وغیرہ) سو "الم تر ما" کا خطاب یہاں پر تعجب کیلئے ہے۔ مطلب یہ کہ ان منافقین کو دیکھو کہ انکا دعوی کیا ہے اور عمل کیا؟ یہ لوگ دعوی تو کرتے ہیں ایمان کا لیکن دوستی اور ساز باز کرتے ہیں ان اہل کتاب سے، جنہوں نے اللہ کے رسول کا کھلم کھلا اور صاف طور پر انکار کیا، بھلا ایمان کے دعوے کے ساتھ ایسے کافر لوگوں سے محبت اور دوستی کی کوئی تک کس طرح بن سکتی ہے؟ یہ ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ کے مصداق سے متعلق ایک قول واحتمال ہے جو کہ جمہور کا قول ہے اور جو سیاق وسباق سے متبادر بھی ہے، جبکہ دوسرا قول واحتمال اس بارے بعض اہل علم کا یہ ہے کہ اس سے مراد یہود بنو قریظہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪

تم سے لڑائی کی گئی تو ہم ضرور بالضرور (اور ہر قیمت پر) تمہاری مدد کریں گے، مگر اللہ گواہ ہے کہ یہ لوگ قطعی طور پر جھوٹے ہیں، ف۳۳ (۱۱)

لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا

(چنانچہ) اگر ان کو نکالا گیا تو یہ کبھی ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو

يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا

یہ ان کی کوئی مدد نہیں کریں گے اور اگر (بالفرض) انہوں نے ان کی مدد کی بھی تو یہ یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں گے پھر کہیں سے

يُنْصَرُوْنَ ⑫ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ

ان کی کبھی کوئی مدد نہ ہوگی، ف۳۴ (۱۲) بے شک ان لوگوں کے دلوں میں تمہارا خوف (اے ایمان والو!) اللہ (کے خوف) سے بھی

مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬ لَا

بڑھ کر ہے، ف۳۵ یہ اس لئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں، ف۳۶ (۱۳) یہ کبھی

يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ

اکٹھے ہو کر (کھلے میدان میں) تم سے نہیں لڑ سکیں گے، مگر قلعہ بند بستیوں میں (بند ہو کر)، یا

وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا

دیواروں کی آڑ میں (چھپ کر) ف۳۷ ان کی لڑائی آپس میں بڑی سخت ہے، تم ان کو اکٹھا سمجھتے ہو

وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ⑭ ۚ

مگر (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دل آپس میں پھٹے ہوئے ہیں، ف۳۸ یہ اس لئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے، ف۳۹ (۱۴)

۳۳ منافق لوگ پرلے درجے کے جھوٹے:۔ سو منافقوں کے قول و قرار کی تکذیب و تردید کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا اور تاکید در تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں کہ یہ اپنے تمام دعووں اور وعدوں میں جھوٹے ہیں، چنانچہ بعد میں ایسے ہی ہوا جیسا کہ قرآنِ پاک نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ جب یہود بنونضیر کو نکالا گیا تو یہ منافق لوگ ان کے ساتھ نہیں نکلے، اور جب ان سے لڑائی کی گئی، تو یہ ان کے ساتھ ان کی نصرت و امداد کے لئے شریک نہیں ہوئے اور اس طرح قرآن حکیم کی یہ پیشینگوئی بالکل اس طرح پوری ہوئی جس طرح یہ ارشاد فرمائی گئی تھی، اور اس سے اس کتاب حکیم کی صداقت و حقانیت کا ایک اور ثبوت فراہم ہوگیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا یَاْتِیْ کَلَامَهُ الْبَاطِلُ لَا مِنْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ "مِنْ

حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ جَلَّ وَ عَلَا شَانُه' وَ عَزَّ وَتَعَالٰى سُلْطَانُه' وَبُرهَانُه' ۔ بہرکیف یہ قرآن حکیم کی ایک پیشینگوئی تھی جو جلد ہی پوری ہوگئی' اور اس طرح اس کتاب عزیز کا ایک معجزہ سامنے آگیا، (کبیر' مراغی' ابن کثیر' اور صفوہ، مظہری وغیرہ وغیرہ) سو شیطان اور اس کی پارٹی کے پانے چیلوں کیلئے وعدے دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہوتے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ○ (النساء۔۱۲۰ پ۱۶) وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه الْعَظِيْم، مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَالٍ وَسُوْءٍ وَّانْحِرَاف

۳۴ منافقوں کے قول وقرار کی تکذیب کا ذکر و بیان: ۔ سو منافقوں کے ایک ایک قول وقرار کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ پھر ان کی کہیں سے کوئی مدد نہیں کی ہوگی۔ یعنی منافقوں کی۔ کیونکہ منافقت اور نفاق کا لبادہ اتر جانے کے بعد' ایمان کے یہ زبانی کلامی دعوے ان کو کچھ کام نہ آسکیں گے' اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہود ہیں کہ وہ ہار جائیں گے اور منافقوں کی یہ مدد ان کے کچھ کام نہ آسکے گی۔ (محاسن التاویل' جامع البیان' اور صفوۃ، وغیرہ) بہرکیف انکے بارہ میں فرمایا گیا کہ اس کے بعد ان کے لئے اُمید کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے، اور ان کی کہیں سے بھی کوئی مدد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ اللہ کی فیصلہ کن پکڑ ہوگی،، و العیاذُ باللّٰہ العظیم اور اللہ تعالیٰ کی ایسی پکڑ کے بعد ایسوں کو کوئی بھی سہارا نہیں دے سکتا، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔ سو قرآنِ حکیم نے ان کے ایک ایک قول وقرار کی تکذیب کردی کہ وقت آنے پر یہ لوگ اپنی ایک بات میں بھی سچے ثابت نہیں ہونگے۔ اگر ان کو نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اگر ان پر حملہ ہوا تو یہ ان کا ساتھ نہیں دیں گے، اور اگر ساتھ دیا تو منہ کی کھائیں گے اور بیٹھ دے کر بھاگیں گے، سو نفاق اور منافقانہ وعدوں اور دعووں کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَالٍ وَسُوْءٍ وَّانْحِرَاف، فِيْ كُلِّ حِيْنٍ وَّاٰن، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيٰوة،

۳۵ جو اللہ سے نہیں ڈرتے وہ اس کی کمزور مخلوق سے ڈرتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه جَلَّ وَعَلَا: ۔ سو اس سے یہ اہم حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ اللہ سے نہیں ڈرتے وہ اس کی مخلوق سے ڈرتے ہیں۔ اور یہ قدرت کی طرف سے ان کو ایک نقد سزا ہے کہ جو اللہ پاک سے نہیں ڈرتا' وہ اسکی ضعیف اور کمزور مخلوق سے ڈرتا ہے، اور جسکے دل میں اللہ پاک کی عظمت وخشیت راسخ ہو جاتی ہے' وہ کسی بڑی سے بڑی مخلوق کو بھی خاطر میں نہیں لاتا' اور وہ اللہ کے سوا اور کسی نہیں ڈرتا، بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ تمہارے مقابلے میں اپنے ان بھائی بندوں کی نصرت وامداد کیلئے اس لیے نہیں اٹھیں گے کہ انکے دلوں میں اللہ سے زیادہ تمہاری دہشت چھائی ہوئی ہے' اللہ کی مخالفت اور نافرمانی تو یہ لوگ خفیہ بھی کرتے ہیں اور اعلانیہ بھی' لیکن تمہارے مقابلے میں اٹھنے کا حوصلہ اور ہمت یہ کبھی نہیں کرسکیں گے۔ سو ایمان ویقین کی قوت سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے، اور ایسے لوگ ہر چیز سے ڈرتے ہیں۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَالٍ وَسُوْءٍ وَّانْحِرَاف، فِيْ كُلِّ حِيْنٍ وَّاٰن، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيٰوة،

۳۶ منافقوں کی حماقت کے سبب اور باعث کا ذکر و بیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ اس لیے کہ یہ لوگ سمجھتے نہیں، یعنی یہ سمجھتے نہیں کہ اللہ پاک کی عظمت وقدرت کیسی ہے۔ اور یہ کہ اس کی مشیت ومرضی کے بغیر کوئی بڑی سے بڑی مخلوق بھی

نہ کوئی نفع پہنچا سکتی ہے، نہ نقصان، سوانکا یہ رویہ تو بڑا تعجب انگیز ہے کہ یہ لوگ اپنی حماقت اور ڈھیٹ پنے کی بناء پر اللہ تعالیٰ سے تو نڈر اور بے خوف ہیں، لیکن تمہاری دہشت ان کے دل و دماغ میں چھائی ہوئی ہے، اور جن کی مت ماردی جاتی ہے ان کا حال ایسے ہی ہو جاتا ہے، کہ وہ تازیانے سے تو ڈرتے ہیں مگر تازیانے والے سے نہیں ڈرتے، سو یہ منافقوں کی حماقت اور مت ماری کا ایک کھلا ثبوت ہے، اگر ان لوگوں کے اندر عقل اور ایمان کی ذرا بھی رمق ہوتی تو یہ سوچتے کہ جب یہ اپنے خالق و مالک کو ناراض کر کے اور اس سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو اسکے غضب کا مستحق بنا چکے ہیں، تو پھر یہ اسکے نوکروں اور درباریوں سے چھپ کر کیسے اور کب تک اپنے آپ کو بچا سکیں گے؟ یہاں یہ امر بھی واضح رہے کہ انسان عقل وفطرت کے بدیہی حقائق کو سمجھنے سے محروم اس وقت ہوتا ہے جبکہ بدیہیات کے انکار اور انکی خلاف ورزیوں کے ارتکاب کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے دل پر مہر کر دی جاتی ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا، اور منافقین ہی کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ، ان لوگوں کا یہ حال اس لیے ہوا کہ یہ ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا، جس کے نتیجے میں انکے دلوں میں مہر کر دی گئی۔ سواب یہ لوگ کچھ سمجھ نہیں سکتے۔ (المنافقون: ۳) وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَضَلَالٍ وَسُوْءٍ وَّانْحِرَافٍ، فِيْ كُلِّ حِيْنٍ وَّآنٍ، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيٰوةِ،

۳۷ ایمان ویقین کی قوت سے محروم ہر خیر سے محروم۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ: ۔سو اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان ویقین کی قوت سے محروم ہر خیر سے محروم ہیں۔ اسلئے قوتِ ایمان ویقین کی دولت سے محروم لوگ کبھی بھی جذبۂ جانبازی فداکاری کے نہیں لڑ سکتے چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ کبھی اکٹھے ہو کر آمنے سامنے تم سے نہیں لڑ سکیں گے مگر قلعہ بند بستیوں میں بند ہو کر، یا دیواروں کی آڑ میں چھپ کر، کہ اللہ پاک نے تمہارا رعب ان کے دلوں میں ڈال دیا ہے، اور یہی قوت ایمانی کا تقاضا اور اس کا نتیجہ وثمرہ ہے، کہ باطل اسکے سامنے ٹھہر نہیں سکتا، بشرطیکہ ایمان صحیح کی دولت پوری طرح موجود ہو، بہر کیف اس سے واضح فرما دیا گیا کہ ایمان ویقین کی قوت سے محرومی کے باعث انکے اندر اتنا دم خم ہے ہی نہیں کہ یہ کبھی میدان میں نکل کر اور آمنے سامنے ہو کر تم سے نبرد آزمائی کر سکیں، اور میدان میں نکلنا تو در کنار انکا تو حال یہ ہے کہ اگر ان پر کوئی حملہ ہو تو بھی یہ باہر نکل کر مدافعت کا حوصلہ نہیں کر سکیں گے، بلکہ بستیوں میں قلعہ بند ہو کر یا گھروں میں محصور ہو کر دیوار کی اوٹ سے اپنے بچاؤ کی کوشش کریں گے، سو ایمان و یقین کی دولت سے محرومی کے نتیجے میں انسان عزم واستقامت اور قوت وصلابت سے محروم ہو کر بھوسے کی بوری بن کر رہ جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف، بکل حالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاة،

۳۸ قوت ایمان ویقین سے محرومی کا نتیجہ تشتت وانتشار۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم ان کو اکٹھا سمجھتے ہو مگر انکے دل آپس میں پھٹے ہوئے ہیں، کہ اتحاد تو عقیدہ وایمان کی بناء پر ہوتا ہے اور اس دولت سے یہ لوگ محروم ہیں، افسوس کہ آج خود مسلمان اپنے عقیدہ وایمان کی کمزوری کی وجہ سے اس کی تصویر بنے ہوئے ہیں، وہ جگہ جگہ اور مختلف شکلوں میں باہم برسرِ پیکار ہیں، فرد اور فرد کے درمیان، جماعتوں اور جماعتوں کے مابین، اور قوموں وملکوں کے اندر، باہم سر پھٹول ہے،

قتل وخونریزی ہے، اور فتنہ فساد ہے، عراق وایران کے درمیان کئی سالوں کی تباہ کن لڑائی کے بعد اب جو کچھ افغانستان میں مختلف دھڑوں کے درمیان ہورہا ہے، کشت وخون کا جو بازار گرم ہے، اور دوسرے کئی مسلمان ملکوں میں جو کچھ ہورہا ہے وہ سب اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ بہرکیف ان لوگوں کے بارہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام دشمنی میں تو اگرچہ یہ سب شریک اور باہم متحد ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے کے خلاف سخت بغض رکھتے ہیں، سو اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ قوت ایمان ویقین سے محرومی کا نتیجہ تشتت وانتشار ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین،

۳۹ منکرین کی بیماری کے اصل سبب کی نشاندہی کا ذکر وبیان: سو اس سے منافقین کی بیماری کے اصل سبب کی نشاندہی فرمائی گئی، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور ان لوگوں کی بیماری کے اصل سبب کی نشاندہی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ یہ اس لیے کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ ورنہ اگر یہ عقل وفکر سے صحیح طور پر کام لیتے تو تشتت وافتراق کی اس ذلت وخواری کا شکار نہ ہوتے، جس میں یہ اب مبتلاء ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ سو اس سے انکی اصل بیماری کی طرف ارشاد فرمادیا گیا کہ یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور اصل حقائق کا سنجیدگی سے موازنہ کرنے کی بجائے انہوں نے اپنی باگیں خواہشات نفس کے ہاتھوں میں پکڑادی ہیں اور جب کوئی قوم عقل کی جگہ اپنی خواہشوں کو اپنا امام بنالیتی ہے تو وہ اسطرح کے انتشار فکر کا شکار ہو کر تباہ ہو جاتی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم، اور اسی سے ان کی اس مہلک بیماری کا علاج بھی واضح ہو جاتا ہے، یعنی یہ کہ یہ لوگ خواشاتِ نفس کی پیروی کی بجائے حق اور ہدایت کی پیروی کریں، اور عقل کو بطن وفرج کی خواہشات کی تحصیل وتکمیل کی بجائے اس کے صحیح مصرف میں لگائیں، تاکہ اس طرح یہ حق اور ہدایت کے نور مبین سے سرفراز ہو سکیں، فَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق لِمَا یُحِبُّ وَ یُرِیْد، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَ یُرِیْد، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیٰوۃِ، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وَخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ، یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَان، یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ،

اَللّٰھُمَّ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم،

یَامَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْئٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ، سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

وَاِیَّاہُ اَسْأَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِیْدًا مِّنَ التَّوْفِیْقِ

لِتَکْمِیْلِ مَا بَقِیَ مِنَ التَّفْسِیْر

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ

ان کا حال تو انہی لوگوں جیسا ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے اپنے کیے کا مزہ چکھ چکے ہیں، ف۴۰

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ﴿۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ

اور (آخرت میں تو) ان کے لئے ایک بڑا ہی دردناک عذاب ہے، ف۴۱ ﴿۱۵﴾ ان کی مثال تو شیطان کی سی ہے، ف۴۲ کہ وہ پہلے تو

لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ

انسان سے کہتا ہے کہ تو کفر کر، مگر جب وہ کفر کر بیٹھتا ہے تو یہ اس سے کہتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں، ف۴۳ میں تو

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي

بہر حال اللہ سے ڈرتا ہوں جو کہ پروردگار ہے سارے جہانوں کا، ف۴۴ ﴿۱۶﴾ پھر ان دونوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں

النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ ع

دوزخ میں ہوں گے، جہاں انہیں ہمیشہ رہنا ہوگا، اور یہی جزا ہے ایسے ظالموں کی، ف۴۵ ﴿۱۷﴾

۴۰ **بنو نضیر کے انجام کی مثال کا ذکر و بیان:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے اپنے کیے کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ یعنی یہود بنو قینقاع جو کہ ان سے پہلے اپنی بدعہدی اور شر انگیزی کی بناء پر جلا وطنی کی ذلت اٹھا چکے ہیں، نیز مشرکین مکہ جو غزوۂ بدر میں ذلت آمیز اور رسوا کن شکست سے دوچار ہو چکے ہیں، (خازن، صفوہ، بیضاوی، مراغی، ابن کثیر، وغیرہ) سو دین حق کی تکذیب و عداوت، اور اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت اور ان کی مخالفت کا نتیجہ و انجام بہر حال یہی ہوتا ہے، پہلے بھی یہی تھا اور اب بھی یہی ہے، پس اس کے قانونِ امہال سے کبھی دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔ والعیاذ باللہ۔ سو اس میں ان لوگوں کے لئے تنبیہ و تذکیر ہے کہ اگر انہوں نے ان منافقین کی باتوں میں آکر کوئی غلط قدم اٹھا لیا تو ان کا حشر بھی وہی ہوگا جو ان سے پہلے کے ان لوگوں کا ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون بے لاگ اور سب کیلئے یکساں ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ جل و علا،

۴۱ **منکرین و منافقین کیلئے دردناک عذاب، والعیاذ باللہ:** چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے لئے ایک بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ سو ان کے لئے دنیا میں بھی عذاب ہے، اور آخرت میں بھی۔ یعنی اس دنیاوی عذاب سے ان کے اخروی عذاب میں کوئی تخفیف نہ ہوگی، جیسا کہ اہل ایمان کی دنیاوی تکالیف ان کیلئے مغفرتِ سیات اور تخفیفِ عذابِ اخروی کا ذریعہ و سبب بن جاتی ہیں، کیونکہ انکی اساس و بنیاد نور ایمان کی دولت پر ہے، اور اس سے یہ یہود و منافقین وغیرہ محروم ہیں۔ پس ایمان کی دولت دارین کی سعادت و سرخروئی کا ذریعہ ہے، اور کفر و نفاق دونوں جہاں کی ہلاکت و تباہی کا سامان۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سو منکرین و منافقین نے دردناک عذاب کو بہر حال بھگتنا ہے اور دنیاوی عذاب کے باوجود ان کو آخرت کا دردناک عذاب بہر حال بھگتنا ہے۔ والعیاذ باللہ،

چنانچہ یہود بنونضیر اور بنو قریظہ دونوں کو اس دنیا میں بھی ذلت آمیز اور سوا کن عذاب بھگتنا پڑا، اور ان میں سے بنو قریظہ کا عذاب بنو نضیر کے عذاب سے بھی کہیں زیادہ سخت تھا اور آخرت میں ان جو عذاب ہونے والا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لیے جاننا بھی اس دنیا میں کسی کیلئے ممکن ہی نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین،

۴۲ حق کے دشمنوں کی مثال شیطان کی سی۔ والعیاذ باللہ:۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ حق کے دشمنوں اور حق کے خلاف ابھارنے والوں کی مثال شیطان کی سی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ انکی مثال شیطان کی سی ہے۔ یعنی ان منافقین کی مثال جنہوں نے یہود بنونضیر کو اپنے جھوٹے وعدوں کے ذریعے حق اور اہل حق کے خلاف اکسایا ابھارا اور ان کو لڑائی پر تیار اور آمادہ کیا، ان کی مثال شیطان کی سی ہے، کہ وہ بھی انسان کو کفر و بغاوت پر اکساتا ابھارتا ہے، اور اس طرح وہ اس کو تباہی کے گڑھے میں ڈال کر خود اس سے الگ ہو جاتا ہے، (خازن، صفوہ، وغیرہ) سو ان منافقوں نے یہود بنونضیر کو ابھارا کہ اگر آپ لوگوں کو نکالا گیا تو ہم بھی آپ کے ساتھ نکلیں گے اور اگر آپ لوگوں پر حملہ ہوا تو ہم آپکا ساتھ دیں گے، اور اس سلسلے میں ہم کسی کا کوئی دباؤ قبول نہیں کریں گے، سو یہ لوگ شیطان کے بھائی اور اس کے پیروکاری ہیں، اور حق کے خلاف ابھارنے والوں کی مثال شیطان کی سی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، و یا ارحم الراحمین،

۴۳ شیطان کا کام عین وقت پر دھوکہ دینا۔ والعیاذ باللہ:۔ سو شیطان چکمہ دے کر انسان کو برائی پر اکساتا ابھارتا ہے۔ مگر اس سے برائی کا ارتکاب کرا دینے کے بعد وہ اس سے کہتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ اس نے غزوہ بدر کے موقع پر کفار قریش سے کیا اور جیسا کہ برصیصا راہب سے کیا کہ اس سے بدکاری قتل اور اپنے لئے سجدہ کرانے کے بعد اسکو یہی کہا کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں، جس کا قصہ مختلف کتب و روایات میں مذکور و مشہور ہے، سو ابلیس کی ایسی فریب کاریوں سے ہمیشہ چوکنا رہنے کی ضرورت ہے جس کا سب سے بڑا ذریعہ اللہ کی پناہ میں آنا ہے، کہ ابلیس مکار کے مکر و فریب سے وہی وحدہٗ لاشریک بچا سکتا ہے، اللہ ہمیشہ، ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی پناہ میں رکھے، آمین سو شیطان اور اسکے ایجنٹوں کا طریقہ کار یہی ہے کہ وہ لوگوں کو جرائم پر ابھارتے ہیں، لیکن جب نتائج سامنے آتے ہیں تو یہ ان کی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بچانے اور علیحدہ کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں ان کا طریق واردات کل بھی یہی تھا اور آج بھی یہی ہے۔ جس کے مختلف مظاہر اور نمونے جگہ جگہ سامنے آتے رہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یا ربَّ العالمین، و یا ارحم الراحمین، و اکرم الاکرمین،

۴۴ شیطان کی ابلیسی منطق کے ایک نمونے اور مظہر کا ذکر و بیان:۔ سو اس سے شیطان کی ابلیسی منطق کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے کہ پہلے تو یہ اپنی پالیسی اور شیطانی منطق کے ذریعے انسان کو کفر پر ابھارتا ہے لیکن جب وہ کفر کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو اس وقت یہ اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری اور لاتعلق ہوں۔ میرا تجھ سے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ میں بہر حال ڈرتا ہوں اللہ سے جو کہ پروردگار ہے سب جہانوں کا۔ مگر اس کا یہ کہنا بھی جھوٹ اور مکر و فریب ہوتا ہے، اور یہ اس کی

ابلیسی چالوں میں سے ایک چال ہوتا ہے، والعیاذُ باللہ، ورنہ اگر وہ اپنے اس قول میں سچا ہوتا تو مطیع و فرمانبردار کیوں نہ ہو جاتا؟ اور دجل و تلبیس کی راہ ترک کر کے سیدھی راہ پر کیوں نہ آ جاتا؟ بہر کیف یہ اسکا طریقہ واردات ہے کہ انسان کو ہلاکت کے کھڈے میں ڈال کر وہ خود الگ ہو جاتا ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔اللہ تعالیٰ ابلیسی چالوں اور اس کے دجل و فریب کی ہر صورت سے ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔آمین ثم آمین۔یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۴۵ ضالّ اور مُضِل دونوں کا انجام دوزخ۔ وَالْعِيَاذُ بالله: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں دوزخ میں ہونگے جہاں ان کو ہمیشہ رہنا ہوگا۔اور یہی جزا ہے ظالموں کی۔ جو حق سے منہ موڑتے اور اس سے منہ موڑنے پر ایک دوسرے کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں، اور اس طرح وہ اپنی محرومی کو اور پکا اور گہرا کرتے چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے اس ہولناک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا، وَالْعِيَاذُ بالله، سو جرم کر کے اس کی ذمہ داری کا بوجھ دوسروں پر ڈال کر خود کو بچانے کی جو کوشش کیجاتی ہے اسکا فائدہ ان میں سے کسی فریق کو بھی نہیں پہنچے گا، بلکہ دونوں کو جہنم میں پڑنا ہے اور ان کو ہمیشہ ہمیش کیلئے اسی میں پڑے رہنا ہے اور یہی نتیجہ اور انجام ہوتا ہے ظلم کا ارتکاب کرنے والوں کا، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم ۔سو ''ضالّ و مضل'' اور کفر و انکار کا ارتکاب کرنے اور کرانے والوں سب کا انجام ایک ہوگا۔ان سب کو دوزخ میں داخل ہونا اور وہاں اپنے کیے کرائے کا بھگتان بھگتنا ہوگا اور اپنے کفر و انکار کے نتیجے میں ہمیشہ اس کے اندر رہنا ہوگا۔وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم، مِنْ كُلِّ زَيْغٍ وَّضَلَال وَسُوْءٍ وَّانْحِرَاف، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَيَاة، وَهُوَ الْهَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِيْل،

اَللّٰهُمَّ !

اجْعَلْنِیْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّا يَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِیْ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ، وَاجْعَلْ عَمَلِیْ
هٰذَا خَالِصًا لِوَجْهِكَ الْكَرِيْم، وَاجْعَلْهُ اَخْلَصَ مَا يَكُوْنُ، وَاَنْفَعَ مَا يَكُوْنُ،
وَاَحَبَّ مَا يَكُوْنُ، وَاَوْسَعَ وَاَبْقٰی مَا يَكُوْنُ، يَامَنْ لَا حَدَّ لِجُوْدِهٖ
وَكَرَمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ
يَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَة وَالْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَالْاِحْسَان

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم (ہمیشہ) ڈرتے رہا کرو اللہ سے، ۴۶ اور ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ خود دیکھ لے

مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا

کہ اس نے کیا سامان کیا ہے ۴۷ آنے والے کل کے لئے ۴۸ اور ڈرتے رہا کرو تم (ہر حال میں اپنے) اللہ سے، ۴۹ بے شک اللہ پوری طرح

۴۶ تقویٰ و پرہیزگاری وسیلۂ نجات و سرفرازی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم ہمیشہ ڈرتے رہا کرو اللہ سے۔ سو یہود و منافقین کے حالات کے بیان کے بعد اب اہل ایمان کو خطاب کر کے ان کو خاص ہدایات سے نوازا جا رہا ہے کہ اعداء و مخالفین کے عیوب ذکر کرنے کے بعد نصیحت زیادہ اثر انگیز ہوتی ہے، اور ان کو خطاب بھی وصفِ ایمان کے ذکر کے ساتھ فرمایا گیا ہے، کہ اس میں ان کے لئے اعزاز بھی ہے کہ ایمان ہی ان کی اصل پہچان اور سب سے بڑی نعمت ہے۔ نیز اس میں تقویٰ و عمل کی ترغیب بھی ہے کہ یہی چیز تمہارے لائق، اور تمہارے صف ایمان کا لازمی تقاضا اور اس کا نتیجہ و ثمرہ ہے، یعنی تمہارے ایمان کا تقاضا ہے کہ تم ایسے اور ایسے رہو، اپنا محاسبہ خود کرو کہ آگے حساب ہر کسی کو خود دینا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ يُّحَاسَبَ عَلَيْكُمْ وَزِنُوْا اَعْمَالَكُم قَبْلَ اَنْ تُوْزَنَ عَلَيْكُمْ. کہ تم لوگ اپنا محاسبہ خود کرتے رہو، قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ دوسروں کی طرف سے لیا جائے اور تم اپنے اعمال کا وزن خود کرتے رہو، قبل اس سے کہ ان کا وزن کسی اور طرف سے کیا جائے، سبحان اللہ! کتنا عظیم الشان نسخہ اور گر ہے جو ارشاد فرمایا گیا ہے، جس سے خود بخود اصلاح ہوتی رہتی ہے، اور وہ صحیح راستے پر گامزن رہتا ہے، مگر مسلمان اس سے غافل ہے، اِلّا ماشاء اللہ والعیاذ باللہ جلّ و علا سو تقویٰ و پرہیزگاری دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ وسیلہ اور نجات کا باعث ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب و یرید،

۴۷ اپنا محاسبہ خود کرنے کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہر شخص دیکھ لے کہ اس نے آنے والے کل یعنی قیامت کے لئے کیا سامان کیا ہے، کیونکہ وہاں پر ہر کسی نے اپنا حساب خود دینا ہے اور اپنے کیے کرائے کا صلہ و بدلہ خود پانا ہے، کوئی کسی کے کچھ کام نہیں آسکے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارہ میں صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا۔ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۚ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (الانفطار: ۱۹ پ ۳۰) یعنی اس روز کوئی شخص کسی کے کچھ بھی کام نہیں آسکے گا اور اس روز معاملہ سب کا سب اللہ ہی کیلئے اور اسی کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہوگا، اور نہ ہی اس روز کوئی کسی کا کوئی بوجھ اٹھائے گا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (بنی اسرائیل: ۱۵ پ ۱۵) یعنی اس روز کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" پس ہر کوئی اپنا محاسبہ خود کرے اور اپنے بارے میں خود دیکھ لے کہ وہ آنے والے کل کیلئے کیا کر رہا ہے، اور اس یوم عظیم کے بارہ میں وہ خود دیکھے اور سوچ لے، سو اس ارشادِ عالی میں اپنا محاسبہ خود کرنے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی۔ اور یہ ایسی اہم اور انقلاب آفرین تعلیم ہے کہ اس سے انسان کی خود بخود اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اور اس طرح وہ لگاتار بہتر سے بہتر کی طرف بڑھتا اور ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔

۲۸ دنیا آج، اور قیامت آنے والا کل: ۔سو اس ارشاد سے واضح فرمایا دیا گیا قیامت کا قیام و وقوع آنے والے کل کی طرح قطعی یقینی ہے۔اور غد یعنی آنے والے کل کے اس لفظ سے کئی اہم اور بنیادی درس ملتے ہیں، ایک یہ کہ قیامت کا آنا ایسا ہی یقینی اور قطعی ہے جیسا کہ آج کے بعد کل کا آنا یقینی اور قطعی ہے، نیز اس کا آنا اتنا ہی قریب ہے، جیسا کہ کل کے دن کا آنا آج کے اعتبار سے، کہ آج کا دن ختم ہوتے ہی کل کا دن آپہنچتا ہے۔اسی طرح اس دنیا کے ختم ہوتے ہیں آخرت اور قیامت کا وہ جہاں آپہنچے گا، جس سے دین حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ خبردار کر رہی ہیں، لہٰذا جس طرح آج اور کل کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں، اسی طرح دنیا اور آخرت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں، ایک کے ختم ہوتے ہی دوسری نے آپہنچنا ہے، اور اس کو دور نہ سمجھا جائے کہ آنے والی چیز نے بہرحال آکر ہی رہنا ہے۔ کُلُّ مَاهُوَ اٰتٍ فَهُوَ اٰتٍ۔یعنی جس چیز نے آنا ہوتا ہے وہ بہرحال آکر ہی رہتی ہے، نیز کسی بھی جی کو یہ پتہ نہیں کہ اس کے نہار زندگی کی شام کب، کہاں اور کیسے ہو جائے، اور ''غَدٍ'' کی تنکیر اس کی تعظیم و تفخیم کے لئے ہے، کہ اس آنے والے کل کی شدت اور اسکی کنہہ وحقیقت کو اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جان سکتا جس کے بارے میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ اس ہولناک دن کا شر ہر طرف پھیل رہا ہوگا۔یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا (الدھر: ۷ پ ۲۹) اللہ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔آمین۔پس عقل ونقل دونوں کا تقاضا ہے کہ اس ہولناک دن اور اسکے تقاضوں کو ہمیشہ اور ہر حال میں یاد رکھا جائے اور اس کے لئے تیاری کی جائے، کہ اس کیلئے تیاری کا موقع اور اس کی فرصت یہی دنیاوی زندگی اور اس کی فرصت محدود ہے اور بس، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ لِمَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد، وَ عَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال،

۲۹ تقویٰ و پرہیز گاری کی تاکیدِ مکرر کا ذکر و بیان: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور تاکید کیلئے مکرر ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ ہمیشہ ڈرتے رہا کرو اللہ سے۔سو یہ تکرار تاکید کے لئے ہے، کہ تقویٰ ہی اصل اور اساس و مدار ہے، فلاح وصلاح کا، اور یہی ذریعۂ نجات اور باعثِ فوز وفلاح ہے، اللہ نصیب فرمائے اور بدرجہ تمام وکمال نصیب فرمائے، آمین ثم آمین، سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ یہ دنیا کوئی کھیل تماشا ہے جو یونہی ختم ہو جائے گا، نہیں، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد ایک یومِ جزا آنے والا ہے جس میں ہر کسی نے اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا صلہ وبدلہ پانا ہے، تاکہ اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور بدرجۂ تمام وکمال پورے ہوں، پس عقل اور نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ تم لوگ اس یوم عظیم کے تقاضوں کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھو، اور اس کے لئے تیاری کرو قبل اس سے کہ فرصتِ حیات تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے، اور تم کو ہمیشہ کیلئے پچھتانا پڑے، والعیاذ باللہ۔سو حکمتوں بھری اس دنیا اور اس کے مخدوم ومطاع انسان کے وجود اور اس کی زندگی کا بدیہی تقاضا اور لازمی نتیجہ ہے کہ وہ یومِ جزء آئے تاکہ ہر کسی کو اس کے زندگی بھر کے کیے کرائے کا صلہ وبدلہ ملے اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوں اور بدرجۂ تمام وکمال پورے ہوں۔ورنہ اس کائنات کا وجود عبث اور بیکار قرار پاتا ہے۔جو کہ اس کے خالقِ حکیم کی حکمتوں کے تقاضوں کے خلاف ہے۔سبحانہ و تعالیٰ۔وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ لِمَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد، وَ عَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال، وَفِىْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِى الْحَيَاة، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّاب، مُلْهِمُ الصِّدْقِ وَالصَّوَاب،

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ

باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو ۵۰ ﴿۱۸﴾ اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو ۵۱ تو اس کے نتیجے

اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ

میں اللہ نے ان کو خود اپنی جانوں سے غافل کر دیا ۵۲ ایسے ہی لوگ ہیں فاسق (و بدکار) ۵۳ ﴿۱۹﴾ باہم یکساں (و برابر) نہیں ہو سکتے

اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ

دوزخ والے، اور جنت والے ۵۴ جنت والے ہی حقیقت میں

۵۰ **اللہ تعالیٰ کے علم و آگہی کی تذکیر و یاد دہانی کا ذکر و بیان:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حرفِ ''اِنَّ'' کی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ اللہ پوری طرح باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم لوگ کرتے ہو۔ پس تم لوگ خود دیکھ لو کہ تم کیا کر رہے ہو، کہ کل اپنے رب کے حضور تمہیں اس سب کا جواب دینا ہوگا اور اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا پھل پانا ہوگا، اور وہاں اپنے ایمان و عمل کے سوا کچھ بھی کام نہیں آسکے گا جیسا کہ دوسرے مختلف مقامات پر اس حقیقت کو طرح طرح سے واضح فرمایا گیا ہے، چنانچہ سورہ شعرا میں ارشاد فرمایا گیا۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ، اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (الشعراء:۸۹-۸۸ پ۱۹) یعنی اس روز نہ کسی کا مال اس کے کچھ کام آسکے گا اور نہ ہی اسکے بیٹے، سوائے اسکے جو قلبِ سلیم کے ساتھ اس کے یہاں حاضر ہو، پس کوئی بھی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اسکا کسی کو پتہ نہیں، اور اس بارہ کسی نے پوچھنا نہیں، بلکہ حق اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمہارے ایک ایک عمل سے باخبر ہے اور تمہارے ہر قول و فعل کا باضابطہ طور پر ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے، جس کی تم نے اپنے وقت پر جوابدہی کرنی اور پورا بھگتان بھگتنا ہے۔ والعیاذُ باللّٰہ جل و علا، پس ہمیشہ اپنے اس خالق و مالک کی رضا و خوشنودی ہی کو اپنے پیش نظر رکھا جائے۔ وباللّٰہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب و یرید، بکل حال من الاحوال،

۵۱ **غافلوں کے طور طریقوں سے بچنے کی ہدایت کا ذکر و بیان:** ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور (خبردار) کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہیں ہو جانا جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو، یعنی وہ غافل ہو گیا اسکی یادِ دلشاد سے، اور اس نے بھلا دیا اپنے اس خالق و مالک کے ان حقوق کو جو اس کی طرف سے اس کے بندوں پر عائد ہوتے ہیں، حالانکہ ان کی ادائیگی اور انجام دہی، کا فریضہ سب سے اہم، سب سے مقدم، اور سب پر فائق ہے، اور اللہ کو بھلا دینے والے والعیاذُ باللّٰہ، اگرچہ بہت لوگ رہے، ہیں پہلے بھی تھے اور آج بھی ہیں، جو اس کو بھلا کر خالص حیوان بن کر رہے، بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہو کر رہ گئے، مگر اس کا سب سے اہم مصداق یہود بے بہبود ہیں جنکی تحریک اور اکساہٹ سے منافق لوگ اسلام اور مسلمانوں کیخلاف طرح طرح کی فتنہ سامانیوں کا ارتکاب کرتے تھے۔ والعیاذُ باللّٰہ العظیم ۔ سو اس ارشادِ ربانی سے ایسے غافلوں کی مشابہت سے بچنے کی ہدایت اور تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے، کہ غفلت

بیماریوں کی بیماری، والعیاذُ باللّٰہ العظیم ۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی یادِ دلشاد سے سرشاد و سرفراز، اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، و یا ارحم الراحمین، و اکرم الاکرمین، و یامن بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ

۵۲ خدا فراموشی کا لازمی اور طبعی نتیجہ خود فراموشی ۔ والعیاذُ باللّٰہ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں کی طرح نہیں ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا جس کے نتیجے میں اللہ نے انکو خود ان کی جانوں سے غافل کر دیا۔یعنی ان لوگوں کی خدا فراموشی کا نتیجہ ان کی خود فراموشی کی صورت میں نکلا، جس کے باعث وہ اپنی فوز و فلاح سے غافل و محروم ہو کر دائمی خسارے اور وبال میں مبتلا ہو گئے، والعیاذُ باللّٰہ العظیم، سو ذکر و یادِ خداوندی دراصل دارین کی سعادت و سرخروئی کی شاہ کلید ہے، اور اس سے غفلت ولاپرواہی خرابیوں کی خرابی اور ہلاکت و بربادی کی جڑ بنیاد ہے، والعیاذُ باللّٰہ العظیم، کیونکہ یاد خداوندی سے محرومی کے بعد انسان غافل ہو جاتا ہے، اپنے مال و انجام سے، اپنے مقصدِ حیات سے، اور اپنے فرائض و واجبات سے، اور اس کے نتیجے میں وہ اپنی متاع حیات کو لایعنی اور بے کار مشاغل میں ضائع کر کے اپنے رب کے حضور خالی ہاتھ لوٹتا ہے، اور یہ ایسا بڑا خسارہ اور اس قدر ہولناک نقصان و ضیاع ہے کہ پھر اس کی تلافی و تدارک کی بھی کوئی صورت ممکن نہیں رہتی۔والعیاذ باللّٰہ العظیم سو خدا فراموشی کے نتیجے میں ایسے لوگ اپنے خیر و شر سے بے خبر اور اپنی عاقبت و انجام سے لاپرواہ، اور بے فکر ہو جاتے ہیں، جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللّٰہ العظیم اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، و یاارحم الراحمین،

۵۳ خدا فراموش لوگ فاسق و بدکار ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے انداز و اسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔کہ ایسے لوگ اس کی اطاعت و بندگی کی حدود سے نکل کر دائمی عذاب کا شکار ہو گئے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے، والعیاذُ باللّٰہ العظیم، سو انہوں نے خدا کو بھلایا تو اس کے نتیجے میں یہ اپنی زندگی اور اسکے تقاضوں سے غافل و بے فکر ہو گئے اور اس طرح ایسے لوگ فاسد و بدکار، اور اپنے خالق و مالک کے نافرمان بن گئے، والعیاذُ باللّٰہ، اور خداوندِ قدوس کی یاد کی اصل روح یہ ہے کہ آدمی اس تعلق کی نوعیت کو ہمیشہ اپنے سامنے مستحضر رکھے، جو اسکے اور اسکے رب کے مابین ہے، اسی کے استحضار سے یہ چیز انسان پر اثر انداز ہوتی ہے اس سے قلب و باطن معمور اور منور ہوتا ہے اور اسکی زندگی میں انقلاب آتا ہے، اور وہ بہتر سے بہتر کی طرف بڑھتی جاتی ہے، وباللّٰہ التوفیق لما یحب ویرید، و علی مایحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب، مُلْھِمُ الصِّدْقِ والصواب جَلَّ جَلالَہٗ وَ عَمَّ نَوالُہ،

۵۴ دوزخی اور جنتی باہم برابر نہیں ہو سکتے: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ دوزخ والے اور جنت والے باہم برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ کفار و منکرین کا کہنا ہے، اور ان کے اس زعم باطل کو اس طرح نقل فرمایا گیا ہے۔وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا (الکھف:۳۶پ۱۵) یعنی اگر (بالفرض) مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میں ضرور بالضرور وہاں اس سے بھی کہیں بہتر بدلہ پاؤں گا، اور کفار و منکرین کا یہ زعمِ باطل اس مفروضے پر مبنی تھا اور آج بھی بہت سوں کا یہی گمان ہے کہ

کہ چونکہ ہمیں دنیاوی مال و دولت اور ٹھاٹھ باٹھ ملے ہوئے ہیں، اس لئے آخرت اگر ہوئی بھی تو وہاں بھی ہم ہی گلچھرے اڑائینگے، سو اس ارشاد سے ایسے لوگوں کے اس گمانِ بد کا قلع قمع فرما دیا گیا، اور واضح فرما دیا گیا کہ سو ایسا نہ ہے نہ ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اس صفتِ علم و حکمت اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے، جس پر اس نے کائنات کا نظام استوار کیا ہے۔ سو کوئی اگر خواہشاتِ نفس سے مغلوب ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں، تو اس کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے، اور یقین جان لینا چاہیے کہ بات ایسے نہیں، بلکہ ان دونوں کے درمیان ابدی قسمت اور ابدی نعمت کا فرق ہے اور اس فرق و امتیاز کا ظہور و بروز پوری طرح آخرت اور قیامت کے اس یومِ عظیم ہی میں ہوگا جو کہ کشفِ حقائق اور ظہورِ نتائج کا دن ہوگا پس اسی یومِ عظیم کے تقاضوں کو ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے۔ وباللّٰہ التوفیق لما یجب ویرید، و علی ما یحب و یرید، بِکُلِّ حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب. جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نوالُہٗ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ، یَا ذَالْجَلَالِ وَ الاِکْرَامِ،

اَللّٰھُمَّ !

اغْفِرْلِیْ،

ذَنْبِیْ، کُلَّہٗ، دِقَّہٗ

وَجِلَّہٗ، اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ، سِرَّہٗ

وَعَلَانِیَتَہٗ، مَاعَلِمْتُ مِنْہُ، وَمَالَمْ اَعْلَمْ،

رَبِّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ، وَمَااَخَّرْتُ، وَمَااَسْرَرْتُ،

وَمَااَعْلَنْتُ، وَمَااَسْرَفْتُ، وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، اِنَّکَ

اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ

اِلَیْکَ، رَبِّ اغْفِرْلِیْ ھَزْلِیْ وَجِدِّیْ، وَخَطَائِیْ وَعَمَدِیْ، وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ،

رَبِّ اغْفِرْوَارْحَمْ، اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ، وَاِنَّکَ اَنْتَ غَفَّارُالذُّنُوْبِ، وَسَتَّارُالْعُیُوْبِ،

الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ

کامیاب (اور فائز المرام) ہیں، ۵۵ ﴿٢٠﴾ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے (اور اسمیں احساس ذمہ داری کا شعور رکھ دیتے) تو تم یقیناً

لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

اسے دیکھتے کہ وہ بھی دبا جا رہا ہے، اور پھٹا پڑ رہا ہے، ۵۶ اللہ کے خوف سے، ۵۷

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ

يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

غور و فکر سے کام لیں، ۵۸ ﴿٢١﴾ وہ اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ۵۹

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿٢٢﴾

جو (ایک برابر) جاننے والا ہے نہاں وعیاں کو، ۶۰ وہی ہے بڑا مہربان، نہایت رحم فرمانے والا، ۶۱ ﴿٢٢﴾

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ

وہ اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ۶۲ وہ بادشاہ حقیقی ہے، نہایت پاک، ۶۳

۵۵ حقیقی کامیاب لوگوں کی نشاندہی کا ذکر و بیان: ۔سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اصل اور حقیقی کامیابی جنت سے سرفرازی ہی کی کامیابی ہے۔ اور اصل اور حقیقی کامیاب وہی لوگ ہیں جو جنت کی سدا بہار نعمتوں سے سرفراز و سرشار ہوں گے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ جنت والے ہی فائز المرام ہیں، یعنی ان کے سوا اور کوئی بھی حقیقی معنوں میں کامیاب اور فائز المرام نہیں، خواہ دنیا ان کو کتنا ہی کچھ کیوں نہ سمجھتی اور مانتی ہو کہ وہ سب کچھ عارضی، وقتی اور فانی ہے، اور ان خوش نصیبوں کو یہ سدا بہار کامیابی اسلئے نصیب ہوگی کہ انہوں نے اپنی دنیاوی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزاری ہوگی اور اس کے صلے میں یہ لوگ جنت کی ان سدا بہار اور بے مثال نعمتوں سے سرفراز ہوں گے جن کا اس دنیا میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا، اور جو نہ کبھی ختم ہوں گی، اور نہ کبھی ان اہل جنت کو وہاں سے نکالا جائے گا، سبحان اللہ ! کیا کہنے اس شان کرم وعطا کے، اور کیا کہنے جنت اور اس کی نعمتوں اور عظمتوں کے، اللہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَهْلِهَا بِمَحْضِ مَنِّكَ وَكَرَمِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، وَيَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ بہر کیف یہاں پر اس حقیقت سے حصر و قصر کے کلمات کے ساتھ آگاہ فرما دیا گیا کہ فوز و فلاح صرف اہل جنت کیلئے خاص ہوگی، اور اہل دوزخ کے لئے لعنت اور عذاب کے سوا کچھ نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس ایمان و اطاعت کی دولت سب سے بڑی دولت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر گامزن رہنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین

اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے، اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین، جل وعلا،

۵۶ قرآن حکیم کی عظمت شان کا ذکر و بیان: سو اس سے قرآن حکیم کی عظمت شان کی توضیح کے لئے ایک موثر اور بلیغ تمثیل بیان فرمائی گئی، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر بھی اتار دیتے اور اس میں فہم وادراک پیدا کر کے اس کو مکلف کر دیتے، جیسا کہ انسان کو کیا ہے، تو وہ پہاڑ بھی خوف وخشیت خداوندی سے پھٹ پڑتا، اور پاش پاش ہو جاتا، لیکن تم لوگ اے منکرو! اور منافقو! ایسے سنگدل ہو کہ تم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، سو ارشاد میں منکرین ومنافقین اور ان کے منکرانہ اور منافقانہ رویے پر زجر وملامت ہے کہ جہاں تک تعلیم وتذکیر اور اتمام حجت کا تعلق ہے، حضرت حق جلَّ مجدہ نے تمہارے لئے اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اور اس سلسلے میں اس نے تمہارے لیے قرآن حکیم جیسی کامل اور بے مثال کتاب اتاری جو اگر پہاڑ جیسی کسی سخت اور بے حس چیز پر اتاری جاتی تو وہ بھی خشیت الٰہی سے سرافگندہ اور پاش پاش ہو جاتا مگر تم لوگ ہو کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ والعیاذ باللہ

۵۷ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کا تقاضا؟: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو وہ بھی پھٹ پڑتا اللہ کے خوف وخشیت سے۔ اپنی تمام تر صلابت اور پختگی ومضبوطی کے باوجود، خواہ وہ ہمالیہ جیسا کوئی عظیم الشان پہاڑ ہی کیوں نہ ہو، کہ جبل کی تنکیر وتعمیم سب کو عام اور شامل ہے، پس حیف ہے اس انسان پر جو اس عظیم الشان اور بے مثال کتاب مقدس سے متاثر نہ ہوا، والعیاذُ باللہ، سو اس ارشاد میں جیسا کہ ابھی اوپر گزرا منکرین ومنافقین پر زجر وتوبیخ اور انکی ملامت ہے کہ جہاں تک تعلیم وتذکیر اور اتمام حجت کا تعلق ہے اس میں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی، لیکن تم لوگ ہو کہ تمہارے دل اس سے پھر بھی نہیں پسیجتے، اور تم پر اسکا کوئی اثر نہیں ہوتا، آخر تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تمہاری آنکھیں کب کھلیں گی؟ اور تم لوگ کونسے کلام پر ایمان لاؤ گے؟۔ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍ م بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ (المرسلات: ۵۰ پ ۲۹) سو غفلت کا زنگ ایسا ہولناک زنگ ہے جو انسانوں کے دلوں کو پتھروں جیسا بلکہ اس سے بھی زیادہ سنگدل بنا دیتا ہے۔ جس کے بعد حق بات ان کے دلوں میں اثر نہیں کرتی، اور وہ کچھ سننے، ماننے، کو تیار ہی نہیں ہوتے۔ والعیاذ باللہ جل وعلا۔ اَللّٰھُمَّ فَھٰذِہٖ نَوَاصِیۡنَا بَیۡنَ یَدَیۡکَ فَخُذۡنَا بِھَا اِلٰی مَا فِیۡہِ حُبُّکَ وَرِضَاکَ، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الۡاَحۡوَالِ، وَفِیۡ کُلِّ مَوۡطِنٍ مِّنَ الۡمَوَاطِنِ فِی الۡحَیَاۃِ، یَا ذَاالۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَامِ۔

۵۸ غور وفکر ایک اہم مقصد ومطلب: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم لوگوں کے لئے یہ مثالیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر سے کام لیں۔ اور مخلوق میں غور وفکر سے کام لے کر یہ لوگ حضرت خالق جَلَّ مَجۡدُہٗ کی عظمت ووحدانیت کی معرفت کے نور سے اپنے دلوں کی دنیا کو آباد ومنور کریں۔ بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ یہ تمثیلیں ہم اس لیے بیان کرتے ہیں کہ تاکہ لوگ اپنے حال پر غور کریں، اور اپنے حال ومآل کی اصلاح کی راہ کو اپنائیں، تاکہ اس طرح انکا دنیا میں بھی بھلا ہو سکے، اور آخرت میں بھی، وباللہ التوفیق۔ مگر مشکل اور مشکلوں کی مشکل یہ ہے کہ لوگ غور وفکر سے کام لیتے ہی نہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ اکثر لوگوں کو حال یہ ہے کہ ان کی عقل وفکر اور سوچ وبچار کی تگ ودو کا محور ومرکز انکی بطن وفرج کی خواہشات ہی کی تکمیل ہوتا ہے اور بس۔ مادہ ومعدہ کے تقاضوں سے

آگے سوچنا ان کو نصیب ہی ہوتا۔ ﴿ذٰلِکَ مَبۡلَغُھُمۡ مِنَ الۡعِلۡمِ﴾ اس سے آگے کیلئے انکی سوچ و بچار کی آنکھ اٹھتی ہی نہیں پھر ایسوں کو حق اور ہدایت کا نور ملے تو کیسے؟ اور ان کو راہ حق نصیب ہو کس طرح اور کیونکر؟۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔من کل زیغ وضلال

۵۹ معبودِ برحق اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے، اور بس: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ وہی اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس اس کے سوا اگر کوئی کسی کو معبود جانتا اور مانتا ہے تو وہ خود اس کے اپنے دماغ کی خرابی بیماری ہے، ورنہ معبودِ حقیقی بہر حال وہی اور صرف وحدہ لاشریک ہے۔ جَلَّ جَلَالُہٗ وَ عَزَّ بُرۡھَانُہٗ پس عبادت کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل اسی کا حق اور اسی کا اختصاص ہے، اس میں کوئی بھی اسکا شریک نہیں، سبحانہ وتعالیٰ، پس دست بستہ قیام، رکوع وسجود، طواف واعتکاف، اور غائبانہ دعاو پکار، وغیرہ عبادت کی مختلف شکلوں اور قسموں میں سے کوئی بھی شکل وقسم اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کیلئے بھی بجا لانا جائز نہیں، کہ یہ سب شرک اور جرم عظیم ہے، فلا معبود بِحَقٍّ سواہٗ ولا نعبد اِلّا ایاہ جل و علا، و تبارک وتعالیٰ.

۶۰ اللہ تعالیٰ حاضر اور غائب سب کو ایک برابر جاننے والا ہے، سبحانہ تعالیٰ: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا جو ایک برابر جاننے والا ہے نہاں وعیاں کو۔ اور غیب وشہادۃ کی یہ تقسیم دراصل ہم مخلوق کے اعتبار سے ہے، ورنہ حضرتِ خالق جَلَّ مَجۡدُہٗ کے لئے اس کی سب مخلوق ایک برابر ہے، اور جب حاضر وغیب اور نہاں وعیاں کو جاننے والا وہ اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے اور اسکی اس صفت وشان میں بھی کوئی اسکا شریک وسہیم نہیں ہوسکتا، تو اس کے حقِ عبادت بندگی میں بھی کوئی اسکا شریک نہیں ہوسکتا، سبحانہٗ و تعالیٰ ۔ سو انسان کا کوئی بھی عمل اس کے علم سے باہر نہیں ہوسکتا، خواہ وہ پوشیدہ ہو یا ظاہر۔ سبحانہٗ و تعالیٰ ۔ اس لیے معاملہ ہمیشہ اسی سے صاف رکھنے کی ضرورت ہے اور اسی چیز کی فکر وکوشش ہمیشہ دامن گیر رہنی چاہیے۔ کہ اسکی رضا وخوشنودی اگر نصیب ہوگئی تو پھر سب کام بن گیا، کہ خالق ومالک سب کا بہر حال وہی وحدہ لاشریک ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی مایحب ویرید ،بِکُلِّ حالٍ مِنَ الۡاَحۡوالِ، و فی کُلِّ موطنٍ مِنَ الۡمَوَاطِنِ فِی الۡحیاۃ، وھو العزیزُ الوھّاب ،

۶۱ عقیدۂ توحید کی عظمت واہمیت کا ذکر وبیان: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا اور مکرر اور ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ پس یہ تکرار اہمیت وتاکید کیلئے ہے، کہ عقیدۂ توحید ہی سارے دین کی اصل وبنیاد ہے۔ پس اے مالک الملک! اس عقیدۂ مقدسہ کو ہمارے جسم وجان کے ایک ایک ریشے میں اس طرح پیوست فرمادے کہ ہمارا ظاہر وباطن اور ہماری زندگی کا ہر گوشہ عقیدہ، توحید اور ایمان ویقین کے نور سے منور ہوجائے، اور ہمیں اس کی ہمت وتوفیق عطا فرما کہ ہم شرک اور شرکیات کی تمام ظلمتوں کا مٹا کر ہر طرف نور توحید کا اجالا کردیں۔ اِنَّکَ سَمِیۡعٌ قَرِیۡبٌ مُّجِیۡبٌ لِلدَّعۡوَاتِ، یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ وَیَااَکۡرَمَ الۡاَکۡرَمِیۡنَ، و یَا ذَاالۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَامِ وھو العزیز الوھاب ۔ سو اس اعادہ وتکرار سے واضح فرمادیا گیا کہ شرک کی نفی اور توحید کا اثبات اہم اور بنیادی مقصد ہے، اسی لئے بندہ کو چاہیے کہ وہ اسکی عظمت واہمیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھے یہاں پر سب سے زیادہ اہمیت سے مدنظر رکھے۔ بہر کیف اس عقیدۂ توحید کی اہمیت وعظمت واضح ہوجاتی ہے کہ یہی عقیدہ سارے دین کی اصل اور اساس ہے۔ دین حنیف کی عمارت اسی پر مبنی اور قائم ہوتی ہے،

پس عقیدہ توحید کو شرک کے ہر شائبہ سے پاک رہنا چاہیے، و بـالله التوفيق لما يحب و يريد ، وعلى مايحب و يريد، سبحانه و تعالىٰ،

۶۲ بادشاہِ حقیقی اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے، سبحانه و تعالىٰ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و قصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہے بادشاہِ حقیقی ۔ کہ اس کی بادشاہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کیلئے رہے گی، نہ اس کو کوئی خطرہ و زوال ہے، اور نہ ہی وہ کسی کے ماننے اور تسلیم کرنے کی محتاج ہے، اس ساری کائنات کا خالق و مالک بھی تنہا وہی ہے، اور اس میں حکم و تصرف بھی اسی وحدہ لاشریک کا چلتا ہے، سو زمین و آسمان کی اس پوری کائنات کو پیدا بھی تنہا اسی وحدہ لاشریک نے فرمایا ہے، اور اس میں حکم و تصرف بھی اسی کا چلتا ہے۔ اسی لیے اس نے وحی اتاری اور اپنے رسول بھیجے تا کہ اس کے بندے اس کے احکام سے آگاہ ہو سکیں، اور اس خالق و مالک اور بادشاہِ حقیقی کی اس قلمرو میں اس کی ہدایات اور تعلیماتِ مقدسہ کے مطابق زندگی گزاریں، تا کہ اس طرح وہ سعادت دارین سے سرفراز ہو سکیں۔ اور اس دنیا میں انسانوں میں سے جن کو بھی کوئی حکومت اور بادشاہی عارضی اور ظاہری طور پر ملتی ہے، وہ سب اسی وحدہ لاشریک کی بخشش و عطا اور داد و دہش سے ملتی ہے، کہ بادشاہی دینا اور اسکو چھین لینا اسی کا کام اور اسی کی شان ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ (آل عمران: ۲۶ پ ۳) یعنی مالک الملک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے، سو کتنے بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس واہب مطلق ۔ جَلَّ جَلَالُهٗ سے منہ موڑ کر خود ساختہ اِری غیری اور من گھڑت ''سرکاروں'' کے آگے جھکتے ہیں مگر ان کو اس کا کوئی شعور و احساس ہی نہیں کہ اس طرح وہ اپنے لئے کس قدر ہولناک خسارے کا سامان کر رہے ہیں۔ والعياذ بالله العظيم ۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے زیغ و ضلال سے ہمیشہ محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، يامن بيده ملكوت كل شئ وهو يجير ولا يجار عليه

۶۳ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے، سبحانه تعالىٰ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ قدوس ہے یعنی وہ ہر نقص و عیب اور شائبہ شرک سے پاک اور بری ہے۔ پس وہ نہایت ہی پاک اور بری ہے ہر طرح کے نقص و عیب سے اور ہر قسم کے شائبہ و شرکیات سے، اور وہ ہر طرح کی کمزوری اور برائی اور اسکے ہر شائبہ سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔ اسی لیے اس نے اپنے بندوں کو پاکیزہ بنانے کے لئے اپنی کتاب اتاری اور اپنے رسول کو مبعوث فرمایا، تا کہ اس کے بندے اس کے ذریعے اس کا قرب حاصل کر کے مقدس اور پاکیزہ مخلوق بننے کے اہل ہو سکیں، اور اس کے نتیجے میں وہ اس دنیا میں بھی حیاتِ طیبہ یعنی پاکیزہ زندگی کی نعمت سے بہرہ مند ہو سکیں اور آخرت میں بھی حقیقی اور دائمی کامیابی سے سرفراز ہو سکیں۔ پس جس کا تعلق اس کے ساتھ صحیح ہو گا اور وہ اسی کا بن کر رہے گا وہی پاکیزگی کے شرف سے مشرف و فیضیاب ہو سکے گا، اور جتنا وہ اس میدان میں آگے بڑھتا جائے گا اتنا ہی اس کا مرتبہ و مقام بلند ہوتا جائے گا اور وہ رشکِ ملائک بنتا چلا جائے گا۔ و بالله التوفيق ۔ اور اس کے برعکس جو اس سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ والعياذ بالله العظيم ۔ وہ اتنا ہی اس کے نورِ معرفت و حکمت سے محروم ہو کر طرح طرح کی ظلمات اور مہالک و درکات میں گرتا جائے گا والعياذ بالله العظيم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین ،یارب العالمين،

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط

سراسر سلامتی والا ۶۴ امن دینے والا، ۶۵ نگہبان ۶۶ سب پر غالب ۶۷ ہر خرابی کو درست کرنے والا ۶۸ بڑی ہی عظمت والا ۶۹

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

اللہ پاک ہے ان تمام چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں ﴿۲۳﴾ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا ۷۰ وجود بخشنے والا ۷۱

الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ط يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى

صورت گری کرنے والا ۷۲ اسی کے لئے ہیں سب اچھے نام، ۷۳ اسی کی پاکی بیان کرتا ہے وہ سب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

کچھ جو کہ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور وہی ہے سب پر غالب، انتہائی حکمت والا ۷۴ ﴿۲۴﴾

۳ع

۶۴ وہ سراسر سلامتی والا ہے: ۔ پس نہ تو خود اس کی ذات اقدس کی طرف کوئی نقص وعیب راہ پا سکا ہے نہ پا سکے گا، اور نہ کسی بھی طرح اس کا کوئی امکان ہے۔ اور اپنی مخلوق کو بھی اس نے ہر طرح کے ظلم سے سلامتی میں رکھا ہوا ہے، کہ وہ ذرہ برابر کسی پر ظلم نہیں کرتا، سبحانہ' و تعالیٰ، سواس وحدہ لاشریک کی ذاتِ اقدس واعلیٰ ہر خطرے سے امان اور ہر آفت سے سپر ہے، اور بندہ جب اپنے آپ کو اسکی پناہ میں دے دیتا ہے تو وہ سکھ اور چین پاتا ہے، اور اس کی اسی صفتِ کریمہ کا فیض ہے کہ بندہ اس کے ذکر اور اس کی یاد دلشاد سے اطمینان وسکونِ قلب کی دولت سے سرفراز و مالا مال ہوتا ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا اور ''الا'' کے حرف تنبیہ و تخصیص کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۸ پ ۱۳) یعنی آگاہ رہو اے لوگو! کہ اللہ کے ذکر ہی سے اطمینان ملتا ہے دلوں کو۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیءٍ وھو یجیر ولا یجار علیه

۶۵ وہ امن دینے والا ہے، سبحانہ' و تعالیٰ: ۔ یعنی وہ امن دینے والا ہے تمام جہانوں اور اپنی ساری مخلوق کو جس سے ہوا میں اڑنے والے پرندے، سمندر میں تیرنے والی مچھلیاں اور بلوں سوراخوں میں رہنے والے حشرات تک مستفید وفیضیاب ہو رہے ہیں اور حضرتِ انسان جو کہ اس ساری مخلوق کا مخدوم ومطاع ہے وہ اپنے اردگرد احاطہ کرنے والی طرح طرح کی اور غیر محسوس ومُدرَک آفات وبلیات میں بھی امن وعافیت سے زندگی بسر کرتا ہے۔ نیز اس نے اپنے بندوں سے ثواب وعذاب کے جو کچھ وعدے وعید فرما رکھے ہیں، ان سب میں بھی اس کی ہر بات سچی ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اور بندہ جب شیطان اور اسکے ایجنٹوں کے حملوں سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو اس ربِ رحمان ورحیم کی پناہ میں دے دیتا ہے تو اسکو وہ اپنے امن وامان سے نوازتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اور یہ امن وسلامتی اور حفاظت وپناہ اس وحدہ لاشریک کے حفظ وامان کے بغیر اور کہیں سے ملنا ممکن نہیں، اور اس کے دامنِ پناہ

کے بغیر ابلیس کے مکروفریب اور اس کی شرانگیزیوں اور دسیسہ کاریوں سے بچنے اور محفوظ رہنے کی کوئی صورت ممکن نہیں کہ اس کے سوا اور کوئی بھی جگہ ایسی نہیں جو ابلیس لعین کی رسائی سے محفوظ اور اس کی دسترس سے باہر ہو۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ اور سلامت رکھے اور ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیئ، وھو یجیر ولایجار علیہ،

٦٦ وہ سب پر نگہبان ونگران ہے، سبحانہ' تعالیٰ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ "مھیمن" یعنی نگران ونگہبان ہے۔ یعنی ہر آفت ومصیبت سے، مھیمن دراصل عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ ھَیْمَنَ الطَّائِرُ عَلٰی فِرَاخِہٖ ۔یعنی "پرندے نے اپنے بچوں کو اپنے پروں کے نیچے لے لیا"۔ سو بلا تشبیہ اسی طرح سمجھا جائے کہ اللہ پاک نے ابھی اپنی گوناگوں مخلوق کو اسی طرح اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے سائے میں لے رکھا ہے، اور وہ سب اس کی رحمت وعنایت ہی سے جی رہی ہے۔ نیز وہ اپنے بندوں کے اعمال واحوال پر بھی نظر رکھے ہوئے ہے، تاکہ ان کو اسکے مطابق بدلہ دے سکے، اور کسی کا حق نہ مارا جائے اور اس طرح عدل وانصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں، اور اپنی آخری اور کامل شکل میں پورے ہوسکیں، اور اسی بناء پر قرآنِ حکیم کو بھی مھیمن فرمایا گیا ہے کہ یہ گزشتہ تمام آسمانی کتابوں کی اصولی تعلیمات کی حامل اور انکی محافظ ونگہبان کتاب ہے، اور یہ ان کیلئے کسوٹی اور انکی وکیل اور معتمد کتاب ہے، ابن الانباری اس کی توضیح وتشریح میں کہتے ہیں "القائم علی الناس" یعنی جو لوگوں کا محافظ ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اورغزالی کہتے ہیں "القائم علی خلقہ" یعنی اپنی مخلوق کی نگرانی کرنے والا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ پس ساری مخلوق اسی کی رحمت وعنایت کے سہارے زندہ اور موجود ہے اس لئے ہر قسم کی عبادت اور بندگی اسی وحدہ لاشریک کا حق اور اسی کا اختصاص ہے، سبحانہ و تعالیٰ، فلہ الحمد ولہ الشکر بکل حالٍ من الاحوال، اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ وسلامت رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین

٦٧ اللہ سب پر غالب ہے۔ سبحانہ' تعالیٰ: ۔سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ سب پر غالب بڑا ہی زبردست ہے کہ اس کے ارادہ میں کوئی بھی طاقت حائل نہیں ہوسکتی، وہ جو چاہے جب چاہے اور جیسے چاہے کرے۔ سبحانہ وتعالیٰ ۔پس سچی عزت اسی کی ہے جو اس کا بن گیا۔ فَوَفِّقْنَا اللّٰھُمَّ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی من القول والعمل وَکُنْ لَنَا وَلَا تَکُنْ عَلَیْنَا ۔سو اس وحدہ لاشریک کی اس صفتِ کریمہ میں اہلِ ایمان کیلئے تسکین وتسلی اور بشارت وخوشخبری کا سامان بھی ہے کہ جب یہ اس ربِّ عزیز وکریم کے بندے بن کر رہیں گے، تو کوئی انکا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، اور دوسری طرف اس میں باغی اور سرکش عناصر کے لئے تہدید بھی ہے کہ وہ اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکیں گے، پس ہر کوئی خود دیکھ لے کہ وہ کہاں کھڑا ہے اور اپنے اس خالق ومالکِ عزیز کے ساتھ اس کا معاملہ اور تعلق کس طرح کا ہے؟۔ سبحانہ وتعالیٰ، اور یہی خیال واحساس ایسا ہے جو انسان کیلئے صلاح واصلاح اور دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ فَخُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ حُبُّکَ وَرِضَاکَ بِکُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃِ، یا مَنْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ ۔سو سعادت وسرفرازی اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی ہی میں ہے، اور بس

اسی کی فکر و کوشش میں لگے رہنا چاہیئے، اللہ توفیق بخشے اور اس قدر کے وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین

۶۸ اللہ جبّار ہے۔ سبحانہٗ تعالیٰ:۔ یعنی خرابی کو درست کرنے والا، جو اسکے شکستہ دل اور حاجت مندوں کو پیش آتی ہے، نیز وہ ایسے غلبے و قہر والا ہے کہ اپنی مخلوق میں جو چاہے تصرف فرمائے کوئی اس کو روک نہیں سکتا، اور اس کی جناب اقدس و اعلیٰ تک کسی کی دست رسی ممکن نہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ "جبّار" کے اصلی معنی بڑے زورآور اور طاقتور کے ہوتے ہیں، اسی لئے عربی زبان میں اس کا اطلاق کھجور کے ان درختوں کے لئے بھی آیا ہے جو غیر معمولی طور پر اونچے ہوں، اسی لئے قرآنِ حکیم میں اسکا اطلاق ان زور آور اور طاقتور لوگوں پر بالا دست اور ان پر جبر اور ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، اسی لیے عربی زبان میں اسکا اطلاق کھجور کے ان درختوں کیلئے بھی آیا ہے جو غیر معمولی طور پر اونچے ہوں۔ اسی لیے قرآن حکیم میں اس کا اطلاق ان زورآور لوگوں کیلئے بھی ہوا ہے جن سے ڈر کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی تھی کہ موسیٰ بڑے سخت اور زورآور لوگ رہتے ہیں، جن کے ہوتے ہوئے ہم وہاں کبھی نہیں جاسکتے، چنانچہ سورۃ مائدہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا ج فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ o (المائدۃ:۲۲پ۶) یعنی انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ اس بستی میں بڑے سخت لوگ موجود ہیں اسلئے ہم اس میں کبھی داخل نہیں ہونگے، یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائیں اور اللہ تعالیٰ کیلئے اس صفتِ کریمہ یعنی صفتِ "جبّـار" کے استعمال میں تین پہلو ہیں، ایک جبر اصلاح، یعنی وہ ہر خرابی کو درست کرنے والا ہے، اور دوسرا پہلو اس کا ہے جبر قہر و غلبہ، یعنی وہ سب پر غالب اور سب سے زیادہ طاقتور اور زورآور ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ، وہ جس کو چاہے اور جب چاہے اپنی گرفت و پکڑ میں لے لے، والعیاذُ باللّٰہ العظیم، کوئی بڑے سے بڑا ظالم اور جبار بھی اسکی گرفت سے بچ اور بھاگ نہیں سکتا۔ اور تیسرا جبر ہے "جبرِ عُلُو" یعنی وہ سب سے اعلیٰ و بالا ہے کسی کی اس تک رسائی نہیں ہوسکتی، جیسا کہ ان تینوں معانی کو اوپر واضح کردیا گیا۔ والحمدُ للّٰہ۔ سو اس صفتِ کریمہ کے ذکر و استعمال سے ان تمام شرکیہ تصورات اور من گھڑت خیالات کی جڑ نکل جاتی ہے جو لوگوں نے از خود اپنی من گھڑت دیویوں، دیوتاؤں اور اپنی خود ساختہ اور فرضی و وہمی سرکاروں، اور ہستیوں، وغیرہ کے بارے میں قائم کررکھے ہیں اور جن میں اصل اہمیت انہی فرضی اور وہمی چیزوں کو دی گئی ہے۔ والعیاذُ باللّٰہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اور ہر طرح سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یارَبَّ العالمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیئٍ وھو یجیر ولا یجار علیه، سبحانه و تعالیٰ،

۶۹ اللہ بڑی ہی عظمت اور بڑائی والا ہے۔ سبحانہٗ تعالیٰ:۔ سو وہ متکبر یعنی سب سے بڑا اور حقیقی معنوں میں سب سے بڑا ہے اور ہر نقص و عیب سے بلند و بالا ہے۔ اصل اور حقیقی عظمت و بڑائی اسی کو اور صرف اسی کو سزاوار ہے، پس اس کی مخلوق میں سے کسی کو بھی اپنی بڑائی کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں، کہ عظمت و کبریائی اور بزرگی و بڑائی اسی وحدہ لاشریک کی شان اور اسی کا حق ہے۔ اس کے سوا جس کو بھی کوئی عظمت اور بڑائی حاصل ہے، وہ اسکی ذاتی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی عطاء کردہ اور اسی کی بخشی ہوئی ہے اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ جب تک اس وحدہ لاشریک کو منظور ہوگا، سبحانہ و تعالیٰ، اور انسان کا جب خود اپنا وجود ہی دائمی اور ابدی

نہیں تو پھر اسکی کسی صفت کے ابدی ہونے کا سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا ہے؟ جبکہ اس وحدہ لاشریک کی عظمت اور بڑائی اسکی ذاتی اور ازلی وابدی صفت وشان ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو کبریائی اللہ تعالیٰ ہی کا حق اور اسی کی صفتِ خاصہ ہے، کہ وہی وحدہ لاشریک ہے جو مخلوقات کی تمام صفات اور ایسے تمام تصورات سے پاک اور اعلیٰ و بالا ہے۔ اور یہ شان اس کے سوا اور کسی کی بھی نہیں ہوسکتی۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اسی لیے حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا گیا۔ اَلْعَظْمَةُ اِزَارِیْ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ وَاحِدًا منهما عذبته. یعنی "عظمت میری ازار ہے اور کبریائی میری رداء، پس جس نے ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی مجھ سے جھگڑا کیا میں اس کو عذاب دوں گا"۔ (ابن کثیر، ابنِ جریر اور قرطبی وغیرہ)۔ والعیاذ باللّٰه العظیم۔ اور یہ شان جب اس وحدہ لاشریک کے سوا اور کسی کی نہ ہے نہ ہوسکتی ہے تو پھر معبودِ حقیقی بھی وہی وحدہ لاشریک ہے جو کہ ہر قسم کے شرک اور اسکے ہر شائبہ سے پاک ہے۔ اس لئے آیتِ کریمہ کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا کہ "وہ پاک ہے ان تمام چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں" سبحانہ وتعالیٰ۔ پس معبود برحق اور مسجود برحق وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے۔ جَلَّ جَلَالُہٗ وَ عَمَّ نوالُهٗ اَللّٰهُمَّ فَخُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ حُبُّكَ وَرِضَاكَ بِكُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ، وَفِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ فِي الْحَيَاةِ،

۷۰ اللہ ہی خالق ہے سب کا۔ سبحانہٗ تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ "وہی اللہ پیدا کرنے والا ہے" یعنی ہر چیز کو جو اس کو حکمت کے مطابق مقدر فرمانے والا ہے۔ جو اشیاء کو اپنے ارادہ اور مشیت کے مطابق مقدر فرماتا ہے۔ (فتح القدیر وغیرہ) اور پھر ان کو خلعت وجود سے نوازتا ہے۔ سبحانہٗ و تعالیٰ۔ سو خالق ہر چیز کا اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی تصریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ○ (سورۃ الزمر: ۶۲ پ ۲۴) یعنی "اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے اور اس کو وجود بخشنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگران اور اسکا محافظ ہے" واضح رہے کہ خلق کے اصل معنی تقدیر اور اندازہ کرنے کے ہیں چنانچہ عربی میں کہتے ہیں۔ خلق النعل اذا قدرها و سواها بمقياس (روح البیان) لیکن پھر اسکا عام استعمال "ایجاد علی تقدیر و استواء" کے معنی میں ہونے لگا۔ سو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو وجود بخشا اور اس کو نہایت عمدہ اندازے اور تقدیر و توازن پر پیدا فرمایا سبحانہٗ و تعالیٰ۔ اور جب خالق وہی وحدہ لاشریک ہے تو معبودِ برحق بھی وہی ہے، اور عبادت و بندگی کی ہر قسم اور اس کی ہر شکل بھی اسی وحدہ لاشریک کا حق ہے کہ خالق و مخلوق کبھی اور کسی بھی درجے میں برابر نہیں ہوسکتے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ (سورۃ النحل: ۱۷ پ ۱۴) یعنی کیا وہ جو سب کو پیدا کرے اور جو کچھ بھی پیدا نہ کرے دونوں باہم برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا تم لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے"؟ پس معبود برحق وہی لا وحدہ لاشریک ہے۔ اسکا کوئی بھی شریک و سہیم نہیں، ہر قسم کی عبادت اسی کا حق ہے، والحمدلله رب العالمين قبل كل شيئ وبعد كل شيئ وفي كل زمان ومكان،

۷۱ اللہ ہی وجود بخشنے والا ہے سب کو، سبحانہٗ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہی وجود بخشنے والا ہے یعنی وہی وجود بخشنے والا ہے ہر مخلوق کو۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کیونکہ "الباری" کا معنی و مطلب ہے وجود بخشنے والا۔ سو اپنی مقدر فرمودہ ہر مخلوق کو

کو اس کے مقصدِ تخلیق اور قوانینِ فطرت کے مطابق وجود بخشنے اور صفحۂ ہستی پر لانے والا، اور اس کو عدمِ محض سے منصۂ شہود و وجود پر لانے والا۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو پہلا مرتبہ ہو گیا خلق یعنی ہر چیز کے وجود کو مقدر کرنا۔ پھر دوسرا مرتبہ ہو گیا انشاء وایجاد یعنی عدم سے وجود میں لانا، اور اسکے بعد تیسرا مرحلہ ہو گیا تصویر، یعنی ہر چیز کو اسکے مناسبِ حال صورت سے نوازنا اور یہ تینوں کام، اور تینوں مرحلے اسی وحدہٗ لاشریک کی قدرت اور اسکی حکمت کے مرہونِ منت ہیں، سبحانہٗ و تعالیٰ، اس میں سے کسی بھی مرحلے میں اور کسی بھی اعتبار سے اور کسی بھی درجے میں اس وحدہٗ لاشریک کا نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی ہو سکتا ہے، پس معبود برحق وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔ (خازن اور معالم وغیرہ)۔ سو الباری ماخوذ ہے البرء سے، جس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کو اس طور پر وجود بخشنا اور ایجاد کرنا جو اس کے وجود، اس کے مقصدِ تخلیق اور اس کی غرض وغایت کے تقاضوں کے عین مطابق ہو، اور ایسا کہ وہ ہر طرح کے تفاوت ونقصان سے بری ہو، (روح وغیرہ)۔ اور یہ شان صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی ہو سکتی ہے، پس معبودِ برحق وہی ہے اور ہر قسم کی عبادت اسی کا حق ہے۔ جَلَّ جَلالُہٗ و عَمَّ نوالُہٗ

۷۲ اللہ ہی صورت بخشنے والا ہے سب کو، سبحانہٗ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہی ہے صورت گری فرمانے والا۔ سو وہی ہے جو اپنی لاتعداد بے شمار مخلوق میں سے ہر ایک کی نہایت عجیب وغریب اور حیرت انگیز طریقے سے صورت گری فرماتا ہے، اور ایسی کہ کوئی بھی دو چیزیں ایسی نہیں مل سکتیں، جو ظاہر اور باطن ہر اعتبار سے آپس میں یکساں اور باہم برابر ہوں، فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ اور مخلوق کی صورت گری کی اس صفت میں کوئی بھی اس کا شریک سہیم نہیں ہو سکتا، بلکہ وہی وحدہ لاشریک جسے اور جس طرح چاہے ہر کسی کی اپنی مشیئت ومرضی کے مطابق صورت گری فرماتا ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ (فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ (الانفطار: ۸ پ ۳۰) یعنی ''اس ربّ کریم نے جس شکل وصورت میں چاہا تم کو ڈھال دیا''۔ نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ○ (آلِ عمران: ۶ پ ۳) یعنی ''وہ اللہ وہی ہے جو صورت گری فرماتا ہے تم سب لوگوں کی تمہاری ماؤں کے رحموں کے اندر جس طرح چاہتا ہے۔ وہی ہے بڑا زبردست نہایت ہی حکمت والا''۔ سو ''الخالق''، ''الباری'' اور ''المصور'' کی ان تینوں صفاتِ کریمہ کے ذکر سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ ہر چیز کے وجود کے تمام مراحل کو اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرتِ کاملہ، حکمتِ بالغہ، اور رحمتِ شاملہ سے طے کرتا ہے۔ سو وہی ہر چیز کا خاکہ تیار کرتا ہے۔ پھر وہی اس کو وجود بخشتا ہے، اور وہی اس کی صورت گری کرتا ہے، اور اس کی نوک پلک سنوارتا اور درست فرماتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ ان میں سے کسی بھی مرحلے میں کوئی بھی اس کا شریک و سہیم نہیں۔ تو پھر اسکی عبادت و بندگی میں کوئی اس کا شریک کس طرح ہو سکتا ہے؟ پس ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی وحدہٗ لاشریک کا حق ہے اس کی کوئی بھی قسم کسی اور کیلئے بجالانا شرک اور ظلم عظیم ہے۔ والعیاذ باللہ جَلَّ وَعَلَا بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ

۷۳ اللہ ہی کے لیے ہیں سب اچھے نام: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ اسی کیلئے ہیں سب اچھے نام کہ سب خوبیوں اور اچھائیوں کا مالک و مستحق وہی اور تنہا وہی ہے۔ باقی تمام مخلوقات میں سے جہاں بھی کسی کے اندر کوئی خوبی و اچھائی پائی جاتی ہوگی تو وہ اسی کی بخشی ہوئی ہوگی۔ سننِ ترمذی اور مسند امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے مروی ہے کہ جو کوئی صبح کے وقت تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھ کر سورۃ حشر کی یہی آخری تین آیتیں پڑھ لے تو اللہ پاک اس کیلئے ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتا ہے جو اس کیلئے دُعاء کرتے رہتے ہیں، اور اگر اس دن میں اس کو موت آ گئی تو وہ شہید مرے گا اور شام کو پڑھنے پر بھی یہی اجر ہے۔ (ابن کثیر، جامع البیان، وغیرہ)۔ بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ یہ تو اس وحدہ لاشریک کی چند ہی صفات ہیں جو یہاں پر بیان فرمائی گئی ہیں، ورنہ جتنی بھی اچھی صفتیں ہیں ان سب کا حقیقی موصوف وہی وحدہٗ لاشریک ہے، کہ ہر خوبی و کمال کا مستحق و موصوف اور اس کا منبع و مصدر وہی وحدہ لاشریک ہے، اور اسماء کا لفظ یہاں پر صفات کے معنی میں ہے کہ اس وحدہ لاشریک کے جتنے بھی نام ہیں وہ سب اس کی کسی نہ کسی صفت کو ظاہر کرتے ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ سو اس سے دو اہم اور بنیادی درس ملتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اللہ پاک۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کی معرفت اس کے اسماء و صفات ہی سے ہو سکتی ہے۔ ورنہ اس کی کنہ ذات تک پہنچنا تو کسی کیلئے ممکن ہی نہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اور دوسری اہم اور بنیادی حقیقت اس سے یہ بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قرآنِ حکیم کی آیاتِ بینات اور اس کی تعلیماتِ مقدسہ کے "نور مبین" کے بغیر اللہ پاک کی معرفت اور عقیدۂ توحید سے سرفرازی ممکن نہیں۔ پس جو لوگ قرآنِ حکیم کے نورِ مبین سے محروم ہیں وہ اپنے خالق و مالک کی معرفت، اس کی توحید و حدانیت، اور اس کے حقوق کے علم و آگہی سے محروم اور سراسر اندھیروں میں ہیں، اور وہ (فِیْ ظُلُمٰتٍ بَعْضُھَا فَوْقَ بَعْضٍ) کا مصداق ہیں۔ جو کہ خساروں کا خسارہ ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، ویا اکرم الاکرمین، ویا من بیدہ ملکوت کل شیٔ وھو یجیر ولا یجار علیہ،

اَللّٰھُمَّ !

بِکَ نَسْتَعِیْنُ وَبِکَ نَتَوَکَّلُ، فَخُذْنَا بِاَیْدِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُ دُنْیَانَا
وَفَوْزُنَا فِی الْاٰخِرَۃِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِیْنَ، وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِہٖ
مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ، وَلَا یُعْجِزُہٗ
شَیْءٌ عَمَّا یُرِیْدُ، وَھُوَ
فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ،

☆—— نظر ثالث ١٦ ربیع الاوّل ١٤١٩ھ مطابق دس جولائی ١٩٩٨ء بروز جمعہ بوقت دس بجے دن سطوہ دبی متحدہ عرب امارات،
والحمد لله ربّ العالمین، الذی منه التوفین والسداد،لکل خیر و سعادة، بکل حال من الاحوال

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ، ٢٨ صفر ١٤٢٠ھ مطابق ١١ جون ١٩٩٩ء بروز جمعہ بوقت گیارہ بجے دن، سطوہ، دبی، و الحمد لله ربّ العالمین، الذی بیده الخیر کله، وهو الهادی الی سواء السبیل ، تبارک وتعالیٰ. جل وعلا

☆—— تکمیل سکینڈ پروف ریڈنگ ١٦ رمضان المبارک ١٤٢٠ھ مطابق ٢٤ دسمبر ١٩٩٩ء بروز جمعہ بوقت سوا تین بجے شام سطوہ دبی
والحمد لله ربّ العالمین، الّذِی لَا تَتِمُّ الاصَالحاتُ الا یتوقیق منه سبحانهٗ و تعالیٰ.فعلیه نتوکل وبه نستعین

☆—— تکمیل سکینڈ پروف ریڈنگ ١٦ رمضان المبارک ١٤٢٠ھ مطابق ٢٤ دسمبر ١٩٩٩ء بروز جمعہ بوقت سوا تین بجے شام سطوہ دبی
والحمد لله ربّ العالمین، الذی لاتتم الاصالحاتِ الا یتوقیق منه سبحانهٗ و تعالیٰ.فله الحمدوله الشکر

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ٢٢ رمضان المبارک ١٤٢٢ھ مطابق ٧ دسمبر ٢٠٠١ء بروز جمعہ بوقت سوا آٹھ بجے صبح، سطوہ دبی
والحمد لله ربّ العالمین، الذی علیه اتوکل وبہٖ نستعین فی کل اٰنِ وحین، سبحانهٗ وتعالیٰ،جل وعلا،

☆—— تکمیل پانچویں پروف ریڈنگ ١٣ جمادی الاولیٰ ١٤٢٤ھ ہجری مطابق ١٣ جولائی ٢٠٠٣ء بروز اتوار بوقت ساڑھے گیارہ بجے شب مدنی منزل معمورۃ المدنی (گہل) منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔والحمد لله ربّ العالمین۔
قبل کل شیءٍ وبعد کل شیءٍ وفی کل زمانٍ وَّ مکان، وهو الأ هل للحمد ،فی الاولیٰ و الاخرة ،
جَلَّ جلاَلُهٗ وَ عَمّ نواله ،فعلیه نتوکل وبه نستعین ،فی کل اٰنِ وحین،وهوالعزیزالوهاب،

مالک الملک! جس طرح تو نے محض اپنے فضل وکرم سے اس بندۂ ناچیز کو اپنی کتابِ حکیم کے
ترجمہ وتفسیر کی یہ سعادتِ عظمیٰ نصیب فرمائی ہے، اسی طرح اپنے فضل وکرم سے اس کو
شرفِ قبولیت سے بھی نواز دے، اور اس کو ابدالا باد تک باقی رہنے والا
مصدرِ رُشد وہدایت اور صدقہ جاریہ بنادے،
آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین ،
ویا اکرم الاکرمین ،
و ارحم الرحمین.
انت المستعان ء
وعلیک
التکلان

آیاتہا ۱۳ — ۶۰ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۹۱ — رُکُوعَاتُہَا ۲

سورۂ ممتحنہ مکی ہے اور اس کی تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم اپنا دوست مت بناؤ میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ف ۱

اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا

تم ان کی طرف دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ وہ کھلا کفر (اور انکار) کر چکے ہیں اس دین حق کا جو تمہارے پاس

جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ

آ چکا ہے (تمہارے خالق و مالک کی طرف سے) ف ۲ اور وہ نکالتے ہیں اللہ کے رسول کو اور خود تم لوگوں کو (تمہارے گھروں سے)

اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ

محض اس بناء پر کہ تم لوگ ایمان رکھتے ہو اللہ پر، جو کہ رب ہے تم سب کا، ف ۳ (پس تم ایسوں کو اپنا دوست مت بناؤ) اگر تم میری

سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ

راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا جوئی کی خاطر نکلے ہو، تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو

۱ مصلحتِ دین سب سے مقدم اور سب پر فائق: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ دین و ایمان کی مصلحت سب سے مقدم اور سب پر فائق ہے۔ روایات کے مطابق نبیء اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا تو حاطب بن ابی بلتعہ نامی ایک صحابی نے اہل مکہ کو اس کی خبر کرنے کے لئے ایک خط لکھا، اور ایک عورت کے ہاتھ اس کو کفار قریش کی طرف روانہ کر دیا، مگر اللہ پاک کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع کر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، طلحہ، زبیر، عمار اور حضرت مقداد بن اسود وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر مشتمل شاہسوار صحابہء کرام کا ایک دستہ اس کے پیچھے روانہ کر دیا، اور انہیں بتایا کہ وہ عورت تمہیں روضہء خاخ کے مقام پر ملے گی، اس سے تم وہ خط واپس لے آؤ، اور اسے جانے دو، ان حضرات نے وہاں پہنچ کر جب اس عورت کو پالیا اور اس سے خط نکالنے کے لئے کہا تو اول تو اس نے قسم اٹھا کر انکار کر دیا کہ میرے پاس ایسا کوئی خط وغیرہ نہیں، مگر جب ان حضرات نے سختی سے کام لیا اور اس اسے کہا کہ تمہیں خط نکالنا پڑے گا، ورنہ ہم تمہارا برا حشر کریں گے، کیونکہ پیغمبر کا قول غلط نہیں ہو سکتا، تو اس پر وہ ڈر گئی اور اس نے وہ خط اپنے بالوں کے جوڑے سے نکال کر ان حضرات کے حوالے کر دیا،

انہوں نے جب واپس مدینہ منورہ پہنچ کر وہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر اس کے بارہ میں ان سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی نہ تو میں نے کفر کیا، اور نہ ہی میں مرتد ہوا، میرے ایمان میں الحمدللہ کوئی فرق نہیں آیا، اصل بات یہ تھی کہ جیسا کہ سب کو معلوم ہے میں اہل مکہ میں سے نہیں ہوں، بلکہ باہر سے آکر ان میں شامل ہوا ہوں، میرا وہاں کوئی تعلق ورشتہ نہیں ہے، جب کہ باقی مہاجر حضرات کے وہاں پر رشتہ دار موجود ہیں، تو میں نے سوچا کہ پیغمبر کے حملہ کو روک دینا تو ان لوگوں کے بس میں نہیں، جیسا کہ میرے خط میں بھی یہ بات موجود ہے، لیکن اگر میں پیشگی اہل مکہ کو آپ کے حملے کی خبر دے دوں، تو اس طرح میرا ان پر ایک احسان ہو جائے گا جس کی بناء پر کل وہ میرے خاندان کا خیال رکھیں گے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ کے نبی، مجھے اجازت دی جائے کہ میں اس منافق کی گردن اتار دوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ نہیں عمر! ایسا مت کہو، اس نے تو غزوہ بدر میں حصہ لیا ہے اور تمہیں کیا خبر کہ اللہ پاک نے اہلِ بدر کو فرما دیا ہو کہ تم جو چاہو عمل کرو، تم پر کوئی گرفت نہیں؟ تو اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے، سو اس واقعے سے متعلق یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں جن میں بڑے اہم اور عظیم الشان درس دیئے گئے ہیں، جن کی تفصیل انشاء اللہ ہم اپنی مفصل تفسیر میں پیش کریں گے، واللہ الموفق، اور سب سے بڑا اور اہم درس اس میں اہل ایمان کیلئے یہ ہے کہ دین کی مصلحت کو سب سے بلند، فائق اور مقدم رکھا جائے، وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی ما یحب ویرید، بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب، جل وعلا، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین، فی کل ان وحین،

۲ غیرتِ ایمانی کے تقاضوں کی تذکیر ویاددہانی: سو اہل ایمان کی غیرت ایمانی کی تحریک اور اس کو بیدار کرنے کے طور پر اہل ایمان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ اپنے دشمنوں کے ساتھ مودت وموالات کی پینگیں کیسے بڑھا سکتے ہو جبکہ ان کے کرتوت یہ اور یہ ہیں۔ یعنی ایسا کرنا بہت بعید اور عقل ونقل کے تقاضوں کے خلاف ہے، کہ وہ دینِ حق کے منکر ہیں، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں۔ سو وہ تمہیں اس قدر تنگ کرتے ہیں کہ تم اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہو۔ اور ان کی طرف سے یہ ظلم وستم اور تنگی وزیادتی تمہارے ساتھ محض اس بناء پر ہے کہ تم لوگ ایمان رکھتے ہو اللہ پر جو کہ ربّ ہے تم سب کا، سو جو لوگ دشمن ہوں اللہ کے اس کے رسول اور اس کے دین کے، ان سے تمہاری محبت ودوستی اور تعلق کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے؟۔ سو قرآنِ حکیم اس طرح کی شخصی مصلحتوں کو دین وایمان کے تقاضوں کے خلاف اور ان کے منافی قرار دیتا ہے، اور ایمان والوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ دین وایمان کی جس دولت سے تم لوگ سرفراز ہو اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے رشتۂ موالات ومودت کبھی نہ جوڑو جو اللہ کے اس کے رسول کے اور تمہارے دین کے دشمن ہیں۔ واضح رہے کہ لفظ عدو عداوت سے فعول کا صیغہ ہے اور عربی زبان میں فعول کا یہ وزن مذکر ومؤنث اور واحد اور تثنیہ جمع سب کیلئے آتا ہے۔ پس اہلِ ایمان کی کسی بھی دین دشمن انسان سے دوستی اور محبت ممکن نہیں کہ یہ اس کے دین وایمان کے تقاضوں کے منافی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ پس دین وایمان کے تقاضوں کی رعایت اور پاسداری سب پر فائق اور سب سے مقدم ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل حین والاحیان،

۳ جرم بے گناہی اور اس کی سزا کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ لوگ تم سے یہ عداوت و دشمنی محض اس بناء پر رکھتے ہیں کہ تم لوگ ایمان رکھتے ہو اللہ پر جو کہ ربّ ہے تم سب کا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی جرم نہیں بلکہ یہ تمام نیکیوں کی اساس و بنیاد ہے مگر اسی اصل الاصول نیکی کی بناء پر وہ تمہیں تنگ کرتے اور گھروں سے نکالتے ہیں، اور تم کو جرم بے گناہی کی سزا دیتے ہیں۔ تو پھر ان سے تمہاری دوستی کس طرح ممکن ہو سکتی ہے؟ سو یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ٥ (البروج: ۸ پ ۳۰) سو وہ انکار کرتے ہیں اس دینِ حق کا جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، اور وہ انکار کرتے ہیں اللہ کے اس رسول کا جن کو اس کی طرف سے تمہاری ہدایت و نجات کیلئے مبعوث فرمایا گیا ہے، سو وہ دشمن ہیں اللہ اور اس کے رسول کے، اور اسی جرم ایمان اور دعوت الی الحق کی بناء پر وہ اللہ کے رسول کو اور تم لوگوں کو تمہارے گھروں سے نکال رہے ہیں، تو پھر تم لوگ ان کے ساتھ دوستی کی پینگیں کیسے بڑھاتے ہو؟ اور اس کیلئے عقل و نقل کی روشنی میں کوئی گنجائش آخر کیسے اور کیونکر ہو سکتی ہے؟ سو اہلِ حق اور اہلِ ایمان کے خلاف اہل کفر و باطل کی دشمنی محض جرم بے گناہی کے نتیجے میں ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی مرضی و خوشنودی کی راہوں پر مستقیم و ثابت قدم رکھے۔ آمین یا ربّ العالمین و یا اکرم الاکرمین، و یامن بیدہ ملکوت کل شیءٍ وھو یجیر ولا یجار علیہ بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیوۃ، وَفِي كُلِّ حِيْنٍ مِّنَ الْاَحْيَانِ، بِمَحْضِ مَنِّكَ وَ كَرَمِكَ وَ اِحْسَانِكَ ،يَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ، وَ يَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَانِ،

اِلٰهِیْ! اِنَّ لَكَ عَلَیَّ حُقُوْقًا كَثِيْرَةً،فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ،وَحُقُوْقًا
كَثِيْرَةً فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَلْقِكَ،اَللّٰهُمَّ مَاكَانَ لَكَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِیْ،
وَمَاكَانَ لِخَلْقِكَ مِنْهَا فَتَحَمَّلْهُ عَنِّیْ،بِمَحْضِ مَنِّكَ
وَكَرَمِكَ،يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ،وَيَااَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ،
يَامَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ،وَّهُوَ يُجِيْرُ
وَلَايُجَارُ عَلَيْهِ،وَهُوَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ
النَّصِيْرُ،وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ،
وَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن يَفْعَلْهُ

اور مجھے خوب معلوم ہے وہ سب کچھ بھی جو کہ تم لوگ چھپا کر کرتے ہو، اور وہ سب کچھ بھی جو کہ تم علانیہ طور پر کرتے ہو، ف۴ اور (جان لو

مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝١ إِن يَثْقَفُوكُمْ

کہ) تم میں سے جس نے بھی ایسا کیا وہ یقیناً بھٹک گیا سیدھی راہ سے ف۵ (۱) (ان کا حال تو یہ ہے کہ) اگر ان کو تم پر قابو مل جائے

يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ

تو وہ (فوراً) تمہارے ساتھ دشمنی کا کام شروع کر دیں، اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ تمہاری

وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝٢ لَن تَنفَعَكُمْ

طرف دراز کر دیں ف۶ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کفر ہی کرنے لگو ف۷ (۲) قیامت کے دن نہ تو تمہاری

أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ

رشتہ داریاں تمہیں کچھ کام دے سکیں گی، اور نہ ہی تمہاری اولادیں، ف۸ اس روز اللہ فیصلہ فرما دے گا تمہارے درمیان،

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝٣ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ

اور اللہ خوب دیکھتا ہے ان سب کاموں کو جو تم لوگ کر رہے ہو، ف۹ (۳) بلاشبہ تمہارے لئے (اے مسلمانو) بڑا عمدہ

۴ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کو ایک برابر جانتا ہے۔ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی: سو ارشاد فرمایا گیا کہ میں ایک برابر جانتا ہوں وہ سب کچھ جو تم لوگ چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، تو پھر مجھ سے کسی بات کو چھپانا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ پس لوگوں سے تو تم لوگ چھپ سکتے ہو مگر مجھ سے چھپنا آخر کیسے اور کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ سو مومن کا کام اور اس کی شان یہ ہے اور یہی ہونی چاہیے کہ وہ سب سے پہلے اس بات کا خیال رکھے اور دل و جان سے خیال رکھے کہ میرا معاملہ میرے خالق و مالک کے ساتھ کیسا ہے، کہ اس سے کسی بات کو چھپانا ممکن نہیں، پس اصل چیز اس کی رضا و خوشنودی ہے۔ یہ چیز اگر نصیب ہو گئی تو سب کچھ مل گیا اور اگر یہ نہ مل سکی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ تو پھر دنیا ساری بھی اگر مل جائے تو بھی کچھ نہیں ملا۔ پس جو لوگ اپنے دلوں کے اندر اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ موالات و مودت کا رشتہ رکھتے ہیں وہ لوگوں سے تو چھپ سکتے ہیں لیکن اللہ سے کبھی اور کسی طرح نہیں چھپ سکتے کہ وہ ظاہر اور باطن دونوں کو پوری طرح اور ایک برابر جانتا ہے۔ پس جو لوگ ایسا کرتے ہیں یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اس لئے اصل بات جس کی فکر و کوشش کی ضرورت ہے اور جو سب سے زیادہ اہم ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے اس خالق و مالک کے ساتھ اپنا معاملہ صحیح اور درست ہو، کہ یہ اس وحدہ لاشریک کا اس کے اپنے بندوں پر حق بھی ہے اور اسی میں ان کی بہتری اور سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ بھی۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق، لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَهُوَ الْهَادِيْ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْل،

۵ دین کے دشمنوں سے دوستی کا نتیجہ راہِ حق سے محرومی ۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم : سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو کوئی ایسا کرے گا وہ یقیناً بھٹک گیا سیدھی راہ سے، کہ دین کے دشمنوں سے دوستی رکھنے کا لازمی نتیجہ راہِ حق وہدایت سے محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ سو اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ کفار و مشرکین سے دلی دوستی رکھنا صراطِ مستقیم سے محرومی کا باعث ہے جو کہ محرومیوں کی محرومی اور فساد و بگاڑ کی جڑ بنیاد ہے۔ والعیاذ باللہ ۔ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد اور اس کی رضا طلبی، اور اللہ اور اس کے دشمنوں سے مودت و موالات بالکل متضاد چیزیں ہیں، جو دونوں بیک وقت کسی دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، کہ یہ اجتماعِ ضدّین ہے، جو کہ محال ہے۔ پس ان دونوں میں سے ایک ہی چیز دل میں رہ سکے گی، ان میں سے ایک اگر رہے گی تو دوسری لازماً رخصت ہو جائے گی، پس مومن کی شان اور اس کے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے باطن کو اہلِ کفر و باطل کی موالات و مودت سے پاک اور صاف رکھے کہ ایسوں سے دوستی ایمان کے منافی ہے۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید،

٦ کفار کے اہلِ ایمان سے عداوت وعناد کے حال کا ذکر و بیان: سو کفار کی اہلِ ایمان سے عداوت وعناد کے ذکر کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ان کو اگر تم لوگوں پر قابو مل جائے تو وہ کیا کچھ نہیں کریں گے؟ کہ اس صورت میں وہ تمہارے دشمن بن جائیں گے۔ تم لوگوں پر دست درازی بھی کریں گے، اور زبان درازی بھی، اور وہ چاہیں گے کہ کسی طرح تم بھی کافر بن جاؤ۔ سو قتل وقتال، سب وشتم، ظلم وزیادتی، اور طرح طرح کے جھوٹے پروپیگنڈے وغیرہ میں سے جو بھی کچھ ان سے ہو سکے گا اس میں یہ کبھی فرق نہیں کریں گے، تو ایسوں سے تمہاری دوستی کس طرح ممکن ہو سکتی ہے؟ سو تم ان سے دوستی کے خواہش مند ہو لیکن ان کے دلوں میں تمہارے خلاف ایسا بُغض اور عناد بھرا ہوا ہے کہ وہ اگر کہیں تم پر قابو پا گئے، والعیاذ باللہ، تو وہ نہ تمہارے خلاف دست درازی سے باز آئیں گے، نہ زبان درازی سے، بلکہ ان کی تو اپنی طرف سے پوری کوشش ہوگی کہ تمہیں بھی مرتد کر کے چھوڑیں، والعیاذ باللہ، اور یہی بات سورۂ توبہ میں اس طرح بیان فرمائی گئی ہے۔ کَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ لَا یَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً (الایة) (التوبہ:٨ پ١٠) یعنی ان لوگوں پر کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے، جبکہ یہ تمہارے بارے میں کسی بات کا اعتبار نہیں کرتے، اور ان کا حال یہ ہے کہ اگر یہ تم پر غالب آجائیں تو نہ تمہارے بارے میں کسی رشتہ وقرابت کا کوئی پاس ولحاظ کریں اور نہ کسی عہد وپیمان کا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا

٧ کافروں کی ایک کافرانہ خواہش کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ تو چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بھی کفر کرنے لگو اور اس طرح وہ اور تم ایک برابر ہو جاؤ۔ یعنی اس طرح تم بھی حق کے اس نور سے محروم ہو جاؤ جس سے یہ لوگ محروم ہیں، اور اس طرح تم دونوں باہم برابر ہو جاؤ اپنے حال اور مآل دونوں کے اعتبار سے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بار ارشاد فرمایا گیا۔ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً (الایة) (النساء:٨٩ پ۵) تو جب یہ لوگ دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے تمہارے دشمن ہیں، اور ان کی یہ دشمنی جو ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی، اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے، تو پھر ان سے تمہاری دوستی کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ سو یہ بھی قرآن پاک کا ایک معجزہ ہے کہ اس نے انکے دلوں کی نیتوں اور خباثتوں کو اس طرح آشکار کر دیا ہے،

مگر وہ اسکا کوئی انکار بھی نہیں کر سکے، پس ایسوں سے نہ تم کسی خیر کی توقع رکھ سکتے ہو، اور نہ ہی ان سے موالات و مودت کا کوئی سوال پیدا ہو سکتا ہے، اور نہ ان کیلئے تمہارے دلوں میں کوئی جگہ ہونی چاہیئے۔ پس تم ان سے دور و نفور اور ان سے مجتنب اور محترز ہی رہو، اور اپنے دین و ایمان کی دولت کا ہمیشہ خیال رکھو۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق لِمَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَال

۸ قیامت کے روز دنیاوی رشتے کچھ کام نہیں آئیں گے: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ قیامت کے روز نہ تمہارے رشتے ناطے تمہارے کچھ کام آسکیں گے اور نہ ہی تمہاری آل و اولاد، پھر ان کی وجہ سے اللہ پاک اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی نافرمانی کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہ، سو یہ تنبیہ ہے ان لوگوں کو جو دینی تقاضوں کے مقابلے میں اپنے رشتوں ناطوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، کہ یاد رکھو یہ چیزیں قیامت کے روز تمہارے کچھ کام آنے والی نہیں ہیں، اس روز یہ سب رشتے ناطے کٹ جائیں گے اور اللہ ایسے لوگوں کے درمیان جدائی ڈال دے گا، پس جو لوگ ایسے رشتوں ناطوں کی بناء پر دینی تقاضوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں وہ اس روز بڑے ہی خسارے میں رہیں گے، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم، سو اس روز قریبی رشتے بھی کٹ جائیں گے اور نہ صرف کٹ جائیں گے بلکہ اس روز گہرے رشتے دار بھی دوسرے کا حال نہ پوچھیں گے حالانکہ ان کو ایک دوسرے کو دکھایا بھی جائے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کی اس طرح تصریح فرمائی گئی کہ "اس روز کوئی گہرا دوست بھی اپنے کسی گہرے دوست سے نہیں پوچھے گا حالانکہ ان کو ایک دوسرے کو دکھایا بھی جائے گا۔ اس روز مجرم انسان یہ تمنا کرے گا کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں وہ اپنے بیٹوں، اپنی بیوی، اپنے بھائی، اور اپنے اس قبیلے کو جو اس کو پناہ دیا کرتا تھا اور ان سب لوگوں کو بھی اپنے بدلے میں دے دے جو روئے زمین پر موجود ہیں اور خود بچ جائے" (المعارج ۱۰۔۱۴) مگر ایسے نہ ہو سکتا ہے اور نہ کبھی ہوگا، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ جَلَّ وَعَلَا،

۹ قیامت کا دن فصل و تمیز کا دن ہوگا: ۔ سو ارشاد فرمایا گیا کہ اس روز اللہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا اور تم سب کے بارے میں آخری فیصلہ فرما دے گا۔ کہ اہلِ جنت کو جنت میں داخل فرما دے گا، اور اہلِ دوزخ کو دوزخ میں، جبکہ یہ قرابت دار اس روز کام آنے کی بجائے دور بھاگیں گے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ○ (عبس ۳۴ تا ۳۶ پ ۳۰) البتہ دینی و ایمانی قرابت وہاں بھی کام آئے گی جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ○ (الزخرف ۶۷ پ ۲۵) پس دینی و ایمانی قرابت ہی کو ہمیشہ کے لئے اپنے پیش نظر رکھو، اللہ توفیق بخشے آمین، بہر کیف اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ قیامت کے اس یوم فصل و تمیز میں نہ رشتے ناطے کچھ کام آسکیں گے اور نہ ہی تمہاری آل و اولاد۔ یہ سب رشتے اس روز کٹ جائیں گے اور جو جو غلط سہارے لوگوں نے قائم کر رکھے تھے وہ سب ختم ہو جائیں گے "وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ"۔ سو قیامت کے اس یوم حساب میں حساب کتاب جتھوں اور پارٹیوں کی شکل میں نہیں ہوگا بلکہ یہ ہر ایک کا حساب و کتاب انفرادی اور شخصی طور پر ہوگا پس عقل و نقل دونوں کا تقاضا ہے کہ اسی حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے اور شخصی اور انفرادی طور پر اس یوم حساب کے لئے تیاری کی جائے اور ایمان اور عمل صالح کی دولت کے حصول اور اس کی حفاظت و بقاء ہی پر ہمیشہ توجہ مرکوز رکھی جائے، وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق لِمَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، وَهُوَ الْهَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْل

حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا

نمونہ ہے ابراہیم اور ان لوگوں (کی زندگیوں) میں جو ان کے ساتھ تھے، ف۱۰ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے

لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

صاف کہہ دیا کہ ہم قطعی طور پر بیزار ہیں تم سے بھی، اور تمہارے ان جملہ معبودوں سے بھی، جن کو تم لوگ پوجتے (پکارتے) ہو

دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

اللہ کے سوا، ہم نے (ڈنکے کی چوٹ) کفر (وانکار) کیا تم سب سے، ف۱۱ اور ظاہر ہو گئی تمہارے اور ہمارے درمیان

الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ

عداوت (ودشمنی) اور بغض (و بیر) ہمیشہ کے لئے ف۱۲ یہاں تک تم ایمان لاؤ اللہ واحد پر، ف۱۳ مگر ابراہیم کا اپنے

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ

باپ سے یہ کہنا (اس سے مستثنیٰ ہے) کہ میں آپ کے لئے (اپنے رب سے) معافی کی درخواست تو ضرور کروں گا، ف۱۴ مگر میں

اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا

آپ کے لئے اللہ کی طرف سے کسی بھی بات کا کوئی اختیار نہیں رکھتا، ف۱۵ (اور اس اعلان بیزاری کے بعد ابراہیم اور ان کے

وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

ساتھیوں نے یوں دعا کی، کہ) اے ہمارے پروردگار، ہمارا بھروسہ تجھ ہی پر ہے، ف۱۶ ہم نے تیری ہی طرف رجوع کیا، ف۱۷ اور تیری

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

ہی طرف لوٹ کر جانا ہے (ہم سب نے)، ف۱۸ ④ اے ہمارے پروردگار، ہمیں فتنہ (اور آزمائش کا سامان) نہ بنانا کافروں کے

۱۰ **اسوۂ ابراہیمی کی تذکیر و یاد دہانی:** سو ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ تمہارے لیے (اے مسلمانو!) ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں عمدہ نمونہ ہے۔ یعنی عقیدہ و ایمان کے اعتبار سے کہ اصل اور معتبر قرابت و معیت یہی دین و ایمان اور عقیدہ و مذہب کی قرابت و معیت ہے، پس تم لوگوں نے اگر اپنانا ہے تو اسی اسوۂ ابراہیمی کو اپناؤ جو کہ دین و ایمان پر مبنی نہایت پاکیزہ اسوہ ہے، اور جو دارین کی سعادت و سرخروئی اور فوز و فلاح سے سرفرازی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، اور جس کی اساس و بنیاد یہ ہے کہ دین کا تقاضا دوسرے ہر تقاضے پر مقدم اور فائق ہو۔ سو اس سے منکرین مکہ کو تنبیہ کرتے ہوئے اور ان کے ضمیروں کو جھنجوڑتے ہوئے ان کو یہ درس دیا گیا ہے کہ اگر تم لوگوں کو نمونہ اپنانا ہے تو اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کا نمونہ اپناؤ جو کہ ایمان و عقیدہ پر مبنی پاکیزہ نمونہ ہے۔ سو اس سے عمدہ اور قابل تقلید

نمونے کی نشاندہی فرمادی گئی کہ وہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کا نمونہ جس کا ایک اہم اور بنیادی نکتہ یہ ہے کہ دین وایمان کی حفاظت کے مقابلے میں ہر رشتہ وتعلق ہیچ اور صفر ہے، کہ دین وایمان کا تقاضا سب سے مقدم اور سب پر فائق ہے۔

۱۱ مشرکوں سے اظہارِ براءت وبیزاری کا درس: سواس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشرکوں سے اظہار بیزاری کی تذکیر ویاددہانی فرمائی گئی اور اس چیز کا درس دیا گیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور اس کے جملہ معبودان باطلہ سے صاف طور پر براءت فرمادیا تھا، سواس سے حضرتِ ابراہیم کے اعلان براءت وبیزاری کے اسوۂ ونمونہ کی تذکیر ویاددہانی فرمائی گئی ہے۔ سودیکھو کہ کس طرح انہوں نے دینی قرابت ورشتہ داری کے مقابلے میں نسلی اور خونی قرابت کو یکسر اور علی الاعلان مسترد کردیا تھا، پس تمہیں بھی ہمیشہ اور ہر موقع پر یہی نمونہ اپنانا چاہیے، سوجب تمہارے جدِّ امجد حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا یہ اسوۂ حسنہ اور عمدہ نمونہ تمہارے سامنے موجود ہے کہ انہوں نے اپنی مشرک قوم اور اس کے تمام معبودان باطلہ سے صاف اور صریح طور پر براءت اور بیزاری کا اعلان کردیا، تو پھر تمہارے لیے اے ایمان والو! اس بات کی کوئی گنجائش کس طرح ہوسکتی ہے کہ تم کفار ومشرکین سے موالات ومودت کی پینگیں بڑھاؤ؟ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی اور ہر اعتبار سے حفاظت وپناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۱۲ اسوۂ ابراہیمی کی بنیاد انکارِ کفر وکفار: سوحضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل کفر وباطل کے ساتھ اپنے بُغض وعداوت کا صاف اور صریح طور پر اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم تمہارے منکر ہیں۔ کیونکہ تم کفر پر ہو، اور ہم ایمان لاچکے ہیں تو پھر تمہاری اور ہماری دوستی کس طرح اور کیونکر ممکن ہوسکتی ہے؟ یہ ہے مومن مخلص کی شان کہ وہ اپنے عقیدہ وایمان کو اس صراحت ووضاحت کے ساتھ بیان کردے، اور کفار اور ان کے کفر کا کھلے عام انکار کردے اور اپنے دین وایمان کے معاملہ میں وہ کسی کی بھی پرواہ نہ کرے۔ اور اس کی ایمانی قوت اس قدر پختہ اور مضبوط ہوتی ہے کہ کسی طرح کی منافقت یا تقیہ بازی اسکے یہاں راہ نہیں پاسکتی، بلکہ وہ اہلِ کفر وباطل کے ساتھ اپنے بُغض وعداوت کا اعلان کردیتا ہے کہ کسی کیلئے کسی دھوکہ اور شک یا کسی طرح کے طمع ولالچ کی کوئی گنجائش نہ رہے، سویہ ہے نمونہ اسوۂ ابراہیمی کا جس میں اصل واساس دین وایمان ہے۔ باقی سب چیزیں بعد میں، دوسرے نمبر پر، اور دینِ حنیف کی تعلیماتِ مقدسہ کے مطابق اور ان کی روشنی میں۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، و علی ما یحب ویرید ،وھو الھادی الی سواء السبیل ،جل وعلا،

۱۳ رشتہءِ دین وایمان ہی اصل رشتہ ہے: سوحضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے ان پر واضح فرمادیا کہ اب ہمارا اور تمہارا کوئی رشتہ نہیں، یہاں تک کہ تم ایمان لے آؤ اللہ واحد پر، کہ اس وقت اور اس صورت میں یعنی جب کہ تم ایسا ایمان لے آؤ یہ دشمنی اور بیر نہ صرف یہ کہ ختم ہوجائے گا، بلکہ باہمی محبت والفت میں تبدیل ہوجائے گا، سبحان اللہ! کیسی ہوتی ہے یہ ایمانی قوت اور دینی دوستی وغیرت کہ اس سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے اور وہ کچھ سے کچھ بن جاتا ہے، اور ایک مومنِ صادق اس کی خاطر سب کچھ قربان کردینے پر آمادہ ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ خونی رشتے بھی ہیچ ہوجاتے ہیں مگر افسوس کہ آج کے نام نہاد مسلمان نے اس کو چھوڑ کر زبان، رنگ، اور نسل، وغیرہ دوسرے ان بے بنیاد اور بے حقیقت چیزوں کو معیار ومدار قرار دے رکھا ہے، جو نہ فضیلت وفوقیت کا معیار

ومدار قرار پاسکتی ہیں، اور نہ ہی وہ انسان کے اپنے بس اور اختیار میں ہیں، مگر آج کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے انہی خودساختہ فوارق وامتیازات کو مدار ومعیار بنا رکھا ہے، جس کی بناء پر آج جگہ جگہ اور طرح طرح سے مسلمانوں کے اندر سر پھٹول ہو رہا ہے، اور قتل وخون ریزی کے بازار گرم ہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین۔ جل وعلا،

١٤ حضرتِ ابراہیمؑ سے متعلق ایک استثناء کا ذکر وبیان: سو اس سے حضرتِ ابراہیمؑ کے اعلانِ براءت سے متعلق ایک استثناء کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ سوائے حضرت ابراہیمؑ کی اس بات کے جو انہوں نے اپنے باپ کے بارے میں کہی تھی۔ کیونکہ یہ بات آنجناب نے اس وقت فرمائی تھی جب کہ آپ علیہ السلام کو اپنے باپ کے ایمان لے آنے کی توقع اور امید تھی، اور آپ علیہ السلام نے یہ دُعاء اپنے اس وعدے کی بناء پر فرمائی تھی جو کہ آپ علیہ السلام اس سے فرما چکے تھے، مگر جب آپ علیہ السلام کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ ایمان لانے والا نہیں، اور اللہ کے دین کی دشمنی اس کے اندر جڑ پکڑ چکی ہے، تو آپ علیہ السلام نے اس سے اعلان بیزاری فرما دیا، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ج فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ط اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ٥ (التوبہ: ١١٤ پ ١١) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے ساتھ جو رعایت برتی وہ صرف اس قدر تھی کہ انہوں نے اس سے کہا کہ میں آپ کیلئے اپنے ربّ سے مغفرت وبخشش کی دُعا کرونگا، اور بس، میں آپ کیلئے آپ کے ربّ کی طرف سے کوئی اختیار نہیں رکھتا، ہوگا وہی جو اس کو منظور ہوگا، تاہم میں آپ کیلئے دُعا کرونگا کہ آپ بہرحال میرے باپ ہیں

١٥ پیغمبر مختارِ کل نہیں ہوتے، عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام: سو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے صاف اور صریح طور پر فرمایا کہ میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ میں اختیار نہیں رکھتا کہ جو چاہوں کروں یا اس سے کروا دوں۔ سبحان اللہ! کیسا صاف اور صریح اعلان وبیان ہے اس حقیقت کا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے بارے میں بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے کہ اسکے دل میں ایمان ڈال دیں، اور اس کو دوزخ کی ہولناک آگ سے بچالیں، اور جب ابوالانبیاء خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰة والتسلیم بھی اس کے حضور کچھ اختیار نہیں رکھتے تو پھر اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ پاک کی بارگاہِ اقدس واعلیٰ میں ایسا کوئی زور واختیار رکھتا ہو، کہ اس سے جو چاہے کروا دے، سو اس سے ان اہل بدعت کی گمراہی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، جنہوں نے طرح طرح کے اپنے عقلی ڈھکوسلوں کی بناء پر حضرات انبیاء ورسل اور دوسرے مختلف حضرات کو حاجت روا، ومشکل کشا اور مختارِ کل قرار دے رکھا ہے، اور انہوں نے دوسری عاجز وبے اختیار مخلوق کو اللہ پاک کی صفات اور اس کی خدائی میں شریک وسہیم ٹھہرا رکھا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ بہرکیف اس سے صاف اور صریح طور پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبر مختارِ کل نہیں ہوتے، کہ جو چاہیں کریں یا کروا دیں، جیسا کہ اہل بدعت کا کہنا ماننا ہے بلکہ اختیارِ کلی اللہ وحدہ لاشریک ہی کا خاصہ اور اسی کی صفت ہے، وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے، وہ اگر نہ چاہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء ان کے باپ آزر کے حق میں قبول نہ کرے، اور نوح علیہ السلام کی دعاء ان کے بیٹے کے حق میں اور حضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء ان کے چچا عمرو بن ہشام کے حق میں قبول نہ فرمائے، کہ وہ حاکمِ مطلق بھی ہے اور حکیم معالق بھی، جو چاہے اور جیسا چاہے کرے، سبحانہ وتعالیٰ۔ پس مختارِ کل اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے، والامر بیدہ سبحانہ وتعالیٰ بکل حالٍ من الاحوال،

وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ،وھو العزیز الوھاب،مُلْھِمُ الصِّدقِ والصَّواب،والھادی الی الحق والرّشاد،جَلَّ جلالُہٗ،

۱۶ پیغمبر علیہ السلام کا بھروسہ واعتماد بھی اللہ تعالیٰ ہی پر: سو اس ارشاد سے واضح فرمادیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے موحد ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہمارا بھروسہ تجھ ہی پر ہے کہ تو ہی حاجتوں کو پورا کرنے والا اور مشکلات ومصائب کو دور فرمانے والا ہے۔سبحانہ و تعالیٰ۔کہ سب کچھ اے ہمارے خالق ومالک! تیرے ہی قبضۂ قدرت واختیار میں ہے،اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے صاف اور صریح طور پر اس حقیقت کا اعلان واظہار کیا کہ توکل واعتماد اور بھروسہ کے لائق اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی ذاتِ اقدس واعلیٰ ہے،ہم سب کا بھروسہ واعتماد اسی پر ہے،اور اس طرح یہ حضرات رہتی دنیا تک کیلئے یہ درسِ عبرت وبصیرت چھوڑ گئے کہ نفع ونقصان اور حاجت روائی ومشکل کشائی کے سب اختیارات اسی وحدہ لاشریک کے قبضۂ قدرت واختیار میں ہیں،اور بھروسے اور اعتماد کے لائق صرف اسی کی ذات اقدس واعلیٰ ہے،سبحانہ و تعالیٰ۔ باقی سب اس کے بندے اور ہمیشہ ہر حال میں،اور ہر لحاظ واعتبار سے اسی کے بندے اور اسی کے محتاج ہیں،اور ان کا کام اسی کے حضور اپنی دعاء والتجا پیش کرنا ہے اور بس۔پس غلط کہتے اور گمراہی کا ارتکاب کرتے ہیں وہ لوگ جو اپنے خود ساختہ اور من گھڑت اور فرضی اور وہمی حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں کے آگے جھکتے اور طرح طرح کی شرکیات کا درس دیتے اور اس کی تبلیغ و پرچار کرتے ہیں،مگر ان کو اس احساس ہی نہیں کہ اس طرح یہ لوگ کتنے بڑے خسارے میں مبتلا ہو رہے ہیں۔والعیاذ باللہ العظیم مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلاَلٍ، وسوءٍ وَّانحراف،بکل حالٍ من الاحوال،وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیوۃ،وھو الھادی الی سواء الصِّراط،

۱۷ انابت ورجوع الی اللہ کے درس کا ذکر وبیان: سو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں نے انابت الی اللہ کا درس دیتے ہوئے اللہ کے حضور عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم نے تیری طرف رجوع کیا کہ سب کا مرجع وماوی اے ہمارے مالک! تو ہی تو ہے،تو ہی سب کا آسرا وسہارا اور سب کا حاجت روا ومشکل کشا اور کارفرما وکارساز ہے،کفر وشرک کی ماری ہوئی اور اس بگڑی ہوئی قوم کے مقابلے میں تو ہی ہماری مدد فرما،سو حضرات انبیاءِ کرام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی ورسول جو کہ ابوالانبیاء اور جدالانبیاء کہلاتے ہیں،ان کا اسوہ ونمونہ تو یہ ہے کہ انابت ورجوع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف اور بھروسہ واعتماد اسی پر ہو کہ سب کا حاجت روا اور مشکل کشا ہی وحدہ لاشریک ہے،لیکن آج کا جاہل مسلمان اور کلمہ گو مشرک ہے کہ اس نے طرح طرح کے فرضی اور وہمی حاجت روا ومشکل کشا گھڑ رکھے ہیں اور بدعتی ومشرک مُلّاں اپنے پیٹ کی پوجا کیلئے ایسے جاہلوں کی پیٹھ ٹھونکے جارہا ہے،والعیاذ باللّٰہ العظیم، فَالَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ وَھُوَالْمُسْتَعَان،عَلَیْہِ التُّکلان۔ وَبکل حالٍ من الاحوال،وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ،وھوالھادی الی سواء الصِّراط،جَلَّ جلالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ،

۱۸ سب کا رجوع بہر حال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف: سو حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی دعاء میں مزید عرض کیا کہ اے ہمارے رب تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے ہر کسی نے۔یعنی قیامت کے روز،جہاں ہر کسی نے اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا بھرپور بدلہ پانا ہے۔پس ہر مومن کو ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے اس مصیرِ محتوم اور انجامِ اخیر کو یاد رکھنا

اور اس کی کامیابی کے لئے کوشاں رہنا اور یہی دعا کرتے رہنا چاہیے تاکہ ان کیلئے اپنے ایمان و یقین کی تازگی و پختگی کا سامان بھی ہوتا رہے اور اپنے مآل و انجام کا استحضار بھی رہے، اور اپنے خالق و مالک کی حفاظت و عنایت بھی ان کے شامل حال رہے، سو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کی یہ دعاء اس حقیقت کو ظاہر اور واضح کر دیتی ہے کہ بندے کا ہر کام اور اس کا نیک ارادہ بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق و عنایت ہی سے انجام پذیر ہوتا اور تکمیل کو پہنچتا ہے، اس لیے اس کو ہر قدم اسی وحدہ لاشریک کے بھروسے پر اٹھانا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں میں سرخرو و کامیاب وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دل ہر وقت اسی کی طرف جھکے رہتے ہیں اور جن کے اندر یہ اعتماد و یقین راسخ ہوتا ہے کہ ان کو بالآخر اپنے ربّ ہی کی طرف لوٹنا ہے، اور وہاں پہنچ کر اپنے زندگی بھر کے کیے کرائے کا حساب دینا اور اس کا پھل پانا ہے۔ نیکی اور خیر کی صورت میں عمدہ اور بہترین پھل، جو جنت کی بے مثال اور سدا بہار نعمتوں کی صورت میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے، اور محض اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔ آمین، جبکہ بروں کو ان کے برے اعمال کا برا پھل دوزخ کے ہولناک عذابوں کی صورت میں ملے گا۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین و یا اکرم الا کرمین ، و ارحم الرحمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیٔ وھو یجیر ولا یجار علیہ، سبحانہ وتعالیٰ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَانِ،

اَللّٰھُمَّ !

بِکَ نَسْتَعِیْنُ وَبِکَ نَتَوَکَّل، فَخُذْنَا بِاَیْدِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُ دُنْیَانَا

وَفَوْزُنَافِی الْاٰخِرَۃِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَاارْحَمَ

الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَامَنْ بِیَدِہٖ

مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ، وَلَا یُعْجِزُہٗ

شَیْءٌ عَمَّا یُرِیْدُ، وَھُوَ

فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْدُ،

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝٥ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

لئے، ف۱۹ اور بخش فرمادے ہم سب کو اے ہمارے رب، بلاشبہ تو ہی ہے سب پر غالب ف۲۰ بڑا ہی حکمت والا ف۲۱ ⑤ بلاشبہ تمہارے لئے

۱۹ فتنوں سے پناہ کی دُعا و درخواست کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے ربّ کے حضور اپنی دُعا میں مزید عرض کیا کہ اے ہمارے ربّ ہمیں فتنہ نہ بنانا کافروں کیلئے۔ کہ وہ ہم پر غالب آ کر ہم پر ظلم و ستم کرنے لگیں، اور اپنی اس کامیابی کو وہ اپنی حقانیت کی دلیل قرار دے کر حق سے اور دور ہو جائیں، اور دوسروں کو بھی راہِ حق و ہدایت سے دور اور محروم کرنے لگیں، نیز یہ کہ ہمارے اندر کوئی ایسی کمزوری پیدا نہ ہونے پائے جس سے ہمارے دشمنوں کو ہم پر عیب گیری کا موقع ملے، سو فتنہ کی نکارت و تعمیم ایسی سب ہی صورتوں کو عام اور شامل ہے، ہم نے تیری توحید کی عزت و حمیت میں ان مشرکوں سے اعلان براءت کر دیا ہے، اب ان کی طرف سے جو بھی کچھ پیش آئے ہم اس کیلئے سینہ سپر ہیں، ہمارا بھروسہ تیری ہی مدد پر ہے، پس تو اے ہمارے مالک! ان کو اتنی ڈھیل نہ دینا کہ یہ ہمیں اپنے مظالم کا تختہ مشق بنالیں، اور ہمیں ہمیشہ اور ہر مرحلے پر اپنی نصرت و امداد اور عنایت خاص سے نوازنا۔

۲۰ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے سبحانہٗ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر اور تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ تو ہی سب پر غالب ہے اے ہمارے مالک! پس تُو جو بھی کچھ کرنا چاہے کر سکتا ہے، اس میں کوئی بھی قوت آڑے نہیں آسکتی۔ پس تُو ہماری خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرما دے، تاکہ ہمارے دشمن ہمیں کمزور پا کر اپنی ستم رانیوں کا ہدف نہ بنالیں، تیرے اختیار میں سب کچھ ہے تُو ہر چیز پر غالب ہے، تُو جو چاہے کر سکتا ہے، کہ تُو سب پر غالب ہے تیرا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا، اور تیرے باغی اور دشمن خواہ دنیاوی اعتبار سے اور ظاہری طور پر کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں وہ تیرے سامنے کچھ بھی نہیں، اور وہ کسی بھی طرح تجھے عاجز نہیں کر سکتے کہ زمین و آسمان کی پوری کائنات میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اللہ کو عاجز کر سکے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِن شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ۝ (فاطر:۴۴ پ۲۲) یعنی ''اللہ ایسا نہیں'' کہ اس کو کوئی چیز عاجز کر دے آسمانوں (کی بلندیوں) میں اور نہ ہی زمین (کی پستیوں) میں''۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے، اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔

۲۱ اللہ تعالیٰ بڑا ہی حکمت والا ہے، سبحانہٗ و تعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا اور حصر و تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ بلاشبہ تو بڑا ہی حکمت والا ہے۔ پس کوئی سمجھے یا نہ سمجھے تیرا ہر کام بہر حال حد درجہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے ''تَبَارَكْتَ وَ تَعَالَيْتَ'' اس لیے ہم اپنا معاملہ ''كُلِّيَّةً'' تیرے ہی حوالے کرتے ہیں تُو جو کرے گا اسی میں حکمت اور بہتری ہوگی، سو اس میں کامل تفویض کا درس ہے جو کہ مومنِ صادق کی اصل قوت اور اس کے اطمینان اور سکونِ قلب کا سب سے بڑا ذریعہ و وسیلہ ہے، کہ وہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے کر دے اور اسی کی رحمت و عنایت کی امید رکھے۔ اور اس کی قدرت و حکمت پر مطمئن ہو جائے۔ اور اسی میں اس کا بھلا اور بہتری ہے دنیا کی اس عارضی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہان میں بھی۔ جو اس دنیا کے بعد آنے والا ہے، اور جہاں کی زندگی اصل اور حقیقی زندگی ہوگی۔ وباللہ التوفیق لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، سبحانہ و تعالیٰ،

لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

(اے مسلمانو!) بڑا عمدہ نمونہ ہے ان لوگوں (کی زندگیوں) میں یعنی ہر اس شخص کے لئے جو امید رکھتا ہو اللہ (سے ملنے)

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۶ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ

کی اور قیامت کے دن (کے آنے) کی ف۲۲ اور جو کوئی روگردانی کرے گا تو (وہ یقیناً اپنا ہی نقصان کرے گا کہ) بے شک اللہ

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ

(سب سے اور ہر طرح سے) غنی (وبے نیاز اور) اپنی ذات میں آپ محمود ہے ف۲۳ ۝۶ بعید نہیں کہ اللہ محبت ڈال دے تمہارے

قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ

درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جن سے آج تمہاری دشمنی ہے ف۲۴ کہ اللہ بڑی ہی قدرت والا ہے اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا،

الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ

نہایت مہربان ہے ف۲۵ ۝۷ اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا سلوک کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے نہ تو دین کے

مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ

معاملے میں تم سے جنگ کی اور نہ ہی انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ف۲۶ بلاشبہ

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ

اللہ پسند فرماتا (اور محبت کرتا) ہے انصاف کرنے والوں سے، ف۲۷ ۝۸ اللہ تو تمہیں روکتا ہے صرف ان لوگوں (کی دوستی) سے

الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ

جنہوں نے تم سے جنگ کی دین کے معاملے میں، اور انہوں نے تمہیں نکال باہر کیا تمہارے

دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

اپنے گھروں سے، اور انہوں نے تمہارے اخراج کے بارہ میں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی، (سو وہ تمہیں روکتا ہے اس بات سے) کہ تم

۲۱ عقیدۂ آخرت اصلاحِ احوال کی اصل اساس: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قیامت کا اعتقاد و یقین اصلاحِ احوال کیلئے اہم اساس اور اصل بنیاد ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح فرما دیا گیا کہ اس اسوہ حسنہ سے فائدہ ایسے ہی لوگ اٹھا سکتے ہیں، ورنہ یہ نمونہ تو سب کے لئے عام ہے، معلوم ہوا کہ عقیدہ آخرت، اصلاحِ احوال کی اصل اساس اور بنیاد ہے، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اس کے بغیر انسان سنجیدہ نہیں ہوتا، اور جب کوئی شخص کسی امر کے بارہ میں سنجیدہ نہیں ہوتا تو وہ بات کو توجہ سے سنتا ہی نہیں، اور جب کوئی

کسی کی بات کو توجہ سے سننے ہی کے لئے تیار نہ ہو تو اس کیلئے اس سے مستفید ہونے کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ پس قیامت کے دن کا اعتقاد اور یقین سب سے اہم اساس اور بنیاد ہے انسان کی اصلاح کی، کیونکہ جو اللہ کی نصرت و امداد کی اُمید رکھتا ہوگا اور آخرت کی پیشی اور وہاں کے حساب کتاب سے ڈرتا ہوگا وہی ایسی آزمائشوں میں پورا اتر سکتا ہے۔ اور جن لوگوں کے اندر یہ دونوں باتیں راسخ نہیں ہوں گی وہ یہ بازی نہیں کھیل سکیں گے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلی مایحب ویرید، وھو العزیزُ الوھّاب، سبحانہٗ و تعالیٰ

۲۳ اللہ پاک کی شانِ بے نیازی اور اس کے ایک اہم مقتضیٰ کا ذکر و بیان: سو اللہ پاک کی شانِ بے نیازی کے اس ذکر و بیان سے اسوۂ ابراہیمی سے منہ موڑنے والوں کے لیے ایک تنبیہ و تذکیر فرما دی گئی کہ اس طرح کے اعراض و رُوگردانی کا نقصان خود ایسے لوگوں کو ہوگا نہ کہ اللہ پاک کا۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کہ وہ سب سے غنی و بے نیاز ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جو کوئی اس سے اعراض و رُوگردانی برتے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا نہ اللہ کا، کہ یقیناً اللہ بڑا ہی بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔ پس اس کو نہ تو کسی کی رُوگردانی کی کوئی پرواہ ہے، اور نہ کسی کی حمد و ثنا کی کوئی حاجت و ضرورت، وہ اس سب سے غنی و بے نیاز ہے، جَلَّ جَلَالُہٗ پس کوئی اگر اچھائی کرتا ہے تو اپنے ہی لیے کرتا ہے، اور برائی کرتا ہے تو اس کا وبال بھی خود اسی پر ہوگا، والعیاذ باللہ، اللہ پاک بہر حال ہر کسی سے اور ہر اعتبار سے غنی و بے نیاز ہے، اور اس کائنات میں جہاں بھی اور جس صورت و شکل میں بھی کوئی خوبی اور اچھائی پائی گئی، یا پائی جاتی ہے، یا پائی جائے گی، اس سب پر اصل تعریف اور حمد و ثنا کا مستحق وہی وحدہ لاشریک ہے، سبحانہ و تعالیٰ، کہ یہ سب کائنات اور اس کی ہر چیز اسی کی پیدا کردہ اور اسی کی نظر عنایت کی مرہونِ منت ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اس میں اسوۂ ابراہیمی سے اعراض و رُوگردانی برتنے والوں کے لیے تنبیہ و تذکیر ہے کہ ایسا کرنے والے فوز و فلاح کے راستے سے محروم ہو کر خود اپنا ہی نقصان کریں گے، نہ کہ اللہ کا، کہ وہ ایسے ہر تصور سے پاک اور اعلیٰ و بالا اور ہر کسی سے اور ہر اعتبار سے غنی و بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور نفس و شیطان کے ہر مکر و فریب سے ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یاربّ العالمین ویاارحم الراحمین، جل وعلا،

۲۴ اہلِ صدق و صفا کے لیے ایک عظیم الشان بشارت: سو ارشاد فرمایا گیا، اور مومنین صادقین کے لیے عظیم الشان بشارت کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ "بعید نہیں کہ اللہ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان محبت ڈال دے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی قدرت والا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا، نہایت ہی مہربان ہے"۔ پس تمہیں اپنے اہلِ کفر رشتہ داروں سے بائیکاٹ اور قطع تعلق میں زیادہ گرانی نہیں ہونی چاہیے، اس طرح ان حضرات کو ان کے رشتہ داروں کے ایمان لانے کی امید دلائی گئی، اور امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ یہ دراصل اللہ پاک کی طرف سے ایک وعدہ ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں انقلاب آئے گا، اور وہ نور ایمان سے مشرف ہوں گے، چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ اسکے تھوڑے ہی عرصے کے بعد فتح مکہ کے موقع پر اللہ پاک کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہا، جب کہ وہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے، (خازن، کبیر، وغیرہ) والحمد للہ ربّ العالمین۔ بہر کیف اس ارشادِ ربانی میں

اہلِ صدق وصفا کیلئے ایک عظیم الشان بشارت ہے کہ آج تم لوگ اللہ کے دین اور اس کی رضا کی لیے اپنے کافر رشتہ داروں سے جس علیحدگی بائیکاٹ اور دشمنی کا اعلان کرو گے تو اس کے بارے میں یہ نہ سوچنا کہ یہ دشمنی ہمیشہ رہے گی بلکہ اُمید رکھو کہ اللہ اس کو محبت سے بدل دے گا اور وہ ایمان لاکر تم سے گلے ملیں گے۔ اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین ارب العالمین،

۲۵ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا اور اللہ پاک کی قدرتِ کاملہ کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ بڑی ہی قدرت والا ہے۔ اس لئے وہ جو چاہے جب چاہے، اور جیسے چاہے کر سکتا ہے، اس کے لئے نہ کچھ مشکل ہے، اور نہ ہی اس کی قدرت سے کچھ بعید ہو سکتا ہے، تمہارے خیال میں اس وعدہ کا پورا ہونا اگرچہ بڑا مشکل اور بعید از قیاس ہو، مگر اللہ پاک کی قدرتِ بے نہایت کے سامنے یہ کچھ بھی مشکل نہیں، سبحانہ و تعالیٰ، وہ اگر چاہے تو جانی دشمنوں کو جگری دوست بنادے، پس خیر اس کے اوامر وارشادات کی اتباع اور پیروی ہی میں ہے، خواہ کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے، اس لیے بندے کو بلا چوں وچرا صدق و اخلاص سے اس کے ہر حکم پر لبیک کہنا چاہیے، وباللہ التوفیق۔ یہاں پر اللہ پاک کی قدرتِ کاملہ کے حوالے ساتھ ساتھ اس کی صفتِ غفور اور رحیم کا حوالہ بھی دے دیا گیا۔ جس سے یہ واضح فرما دیا گیا کہ وہ ربِّ غفور ورحیم ایسا نہیں کہ عذاب دینے کے لیے بہانے ڈھونڈے بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے بندوں کی مغفرت وبخشش فرمانے اور ان کو اپنی رحمت وعنایت سے نوازنے کے لیے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اس کے بارے میں اس طرح کا کوئی گمان نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے کٹر دشمنوں کو بھی لازماً عذاب ہی دے گا اور وہ ہمیشہ اس کے دشمن ہی رہیں گے۔ عجب نہیں کہ اس کی رحمت کا کوئی چھینٹا ان پر ایسا پڑ جائے جس سے ان کے لیے توفیقِ خیر اور قبولِ حق کی راہ کھل جائے۔ فَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَارَبِّیْ وَخُذْنِیْ بِنَاصِیَتِیْ اِلٰی مَا فِیْهِ حُبُّكَ وَرِضَاكَ بِكُلِّ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاةِ، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین.

۲۶ ممانعتِ موالات کی حدود کی تعیین وتحدید: سو اس سے دین کے دشمنوں کو دوست بنانے کی ممانعت کی حدود کی تعیین وتحدید فرما دی گئی۔ صحیح بخاری ومسلم اور مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزی ان کے پاس کچھ ہدایا لے کر آئیں جب کہ وہ ابھی مشرکہ تھیں، تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے ہدایا قبول کرنے اور ان کو گھر میں داخلے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ اس بارہ پوچھ نہ لیں چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر مجھے بتائیں، تو اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے فرما بھیجا کہ اپنی والدہ سے ہدایا وغیرہ قبول کر لیں، اور ان کو اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں، (مسند احمد ج ۴، ص ۳، بخاری کتاب الھبۃ، باب الھدیۃ للمشرکین، مسلم، کتاب الزکوۃ) (روح قرطبی، محاسن التاویل، جامع البیان، اور ابن کثیر وغیرہ) سبحان اللہ! کیسی لذت وقوت ہوتی ہے یہ ایمان ویقین کی لذت وقوت' جو انسان کو بدل کر کچھ کا کچھ کر دیتی ہے' اور اسکو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے، ایک بیٹی جو ایمان کی اس انقلاب آفرین لذت وقوت سے سرشار ہو جاتی ہے

وہ اپنی والدہ کو جو کہ ابھی تک کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہے، نہ اپنے گھر میں داخل ہونے دیتی ہے، اور نہ ہی اس کے لائے ہوئے ہدایا کو قبول کرتی ہے، جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اس کی اجازت نہ مل جائے، بہر کیف اس ارشاد سے دین کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت کی حدود کی تعیین فرما دی گئی، اور یہ امر واضح کر دیا گیا کہ اس سے مقصود یہ نہیں کہ تم ان کفار کے ساتھ حسنِ سلوک اور عدل و انصاف بھی نہ کرو، جنہوں نے دین کے معاملے میں نہ تم سے جنگ کی، اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ ممانعت جس چیز کی کی جا رہی ہے وہ موالات اور دوستی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے نہ کہ عدل و احسان کی اور یہ ممانعت بھی خاص طور پر ان کافروں سے ہے جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی اور تم کو جلا وطن کیا کہ ایسوں سے اہلِ ایمان کی دلی دوستی ممکن نہیں ہو سکتی

۲۷ ترکِ موالات ظلم و زیادتی کرنے والوں سے: سو اس ارشاد سے ایک تو یہ امر واضح فرما دیا گیا کہ ممانعت موالات کی ہے، نہ کہ عدل و احسان کی۔ یعنی دلی دوستی اور تعلق سے منع کیا گیا ہے، کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے باغیوں اور سرکشوں سے قائم کرنا جائز نہیں، رہ گیا محض ظاہری تعلق اور لین دین تو وہ نہ اس میں داخل ہے اور نہ ہی وہ منع ہے، اور عدل و احسان تو یوں بھی ایک مطلوب و محمود چیز ہے کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سو اس سے عدل و انصاف کرنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی کہ یہ امر مطالبِ دین میں سے ایک اہم مطلب ہے۔ اور دوسری طرف اس ارشاد سے اس حقیقت کو بھی واضح فرما دیا گیا کہ ترک موالات کا یہ حکم بھی دراصل ظلم اور زیادتی کرنے والوں سے ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تو تمہیں ان لوگوں کی دوستی اور موالات سے روکتا ہے جنہوں نے تم لوگوں سے دین کے بارے میں جنگ کی۔ تمہیں جلا وطن کیا اور تمہارے اخراج اور جلا وطنی کے سلسلے میں انہوں نے ایک دوسرے کی پشت پناہی کی کہ ایسوں کا معاملہ الگ ہے، والعیاذ باللہ العظیم. بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ، وھو العزیز الوھاب، یاذوالجلال والاکرام، جل شانہ وعم نوالہ،

اَللّٰهُمَّ !

لَاتَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَهَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَيْنَا
بِذُنُوْبِنَا مَنْ لَّايَخَافُكَ وَلَايَرْحَمُنَا، اِنَّكَ اَنْتَ مَوْلَانَا
وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرِ، وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ،
وَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، يَاذَاالْقُوَّةِ
الْمَتِيْنِ، يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ،

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

ان سے دوستی کرو، اور جو کوئی (اس سب کے باجود) ان سے دوستی کرے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم ہوں گے، ف۲۸ ﴿۹﴾ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ

وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں،

فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ

تو تم ان کی جانچ پڑتال کر لیا کرو، ف۲۹ اللہ تو خوب جانتا ہے ان کے ایمان (کی حقیقت) کو، ف۳۰ (پر تمہیں تحقیق کرنے کی ضرورت ہے)

مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ

پس اگر تمہیں وہ مومن معلوم ہوں، تو تم انہیں کفار کی طرف واپس نہیں کرنا، ف۳۱ (کیونکہ) نہ تو یہ عورتیں ان (کفار)

لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ

کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان کے لئے حلال ہیں، ف۳۲ البتہ ان کے شوہروں نے جو کچھ (ان کے مہر وغیرہ میں) خرچ کیا

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

ہو وہ تم ان کو دے دو، ف۳۳ اور ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں، ف۳۴ جب کہ تم ان کو ان کے مہر

اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔـلُوْا مَآ

دے دیا کرو، ف۳۵ اور تم خود بھی کافر عورتوں کی عصمتوں کو اپنے قبضے میں نہ رکھو، ف۳۶ اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو وہ (ان کافروں سے)

اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ

مانگ لیا کرو، ف۳۷ اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہو وہ ان کو مانگ لینا چاہیئے، ف۳۸ یہ اللہ کا حکم ہے ف۳۹

۲۸ ظالموں سے دوستی بھی ظلم ہے۔ والعیاذ باللہ۔: سو ارشاد فرمایا گیا کہ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے روکتا ہے جنہوں نے دین کے بارہ میں تم سے جنگ کی کہ یہ اللہ پاک کے حکموں کو توڑتے ہیں اور اللہ اور اس کے دین کے دشمن ہیں اور دلی دوستی جو کہ اللہ، اس کے رسول، اور مسلمانوں کا حق تھا، اس کو جو لوگ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ قائم کرتے ہیں وہ ظالم ہیں، کہ اس طرح یہ لوگ اپنی جانوں کے لئے عذاب کا سامان کرتے ہیں، تو یہ ظلم ہوا اللہ پاک کے حقوق کے بارے میں بھی، دوسرے مسلمانوں کے حق میں بھی، اور خود ان لوگوں کی اپنی جانوں پر بھی، والعیاذ باللہ العظیم، بہر کیف اس ارشاد کے ذریعے صراحت کے ساتھ بتا دیا گیا کہ اللہ تم کو کن لوگوں سے روکتا ہے، اور خاص طور پر کس چیز سے روکتا ہے۔ سو وہ روک تم کو ان لوگوں سے

رہا ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم لوگوں سے جنگ کی، اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے، یا تمہارے نکالنے میں تمہارے دشمنوں کی مدد کی ہے، اور روک جس چیز سے رہا ہے وہ یہ ہے کہ تم ان کو اپنا دوست بناؤ اور بس۔ ورنہ وہ عدل و احسان سے نہیں روکتا۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ کہ عدل و انصاف کی بنیاد تو قانون، معاہدے، اور معروف، پر ہوتی ہے۔ اس میں مومن و کافر اور دوست دشمن سب برابر ہوتے ہیں۔ اس میں اس طرح کے کسی فرق و امتیاز کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ قانون، معاہدے اور عرف کا جو تقاضا ہوگا وہ بہر حال پورا کرنا ہوگا۔ اس میں اس امر سے کوئی بحث نہیں ہوتی کہ معاملہ دوست کا ہے یا دشمن کا۔ سو جو لوگ اس تنبیہ و تحذیر کے بعد بھی کافروں سے موالات اور دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہونگے کیونکہ ظالموں سے دوستی بھی ظلم ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، پس ولاء اور براء میں سے ہر ایک کا مدار دین و ایمان پر ہونا چاہیے، کہ جو دین والا ہے وہ اپنا ہے خواہ ہو کوئی بھی ہو اور کہیں کا بھی ہو، اور جو دین والا نہیں اس سے ہمارا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنا ہی بنائے رکھے، آمین ثم آمین یا ربّ العالمین

٢٩ مہاجر عورتوں کے بارے میں تحقیقِ حال کا حکم وارشاد: سو اس سے ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کے بارے میں تحقیق حال کا حکم وارشاد فرمایا گیا ہے۔ تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ واقعی یہ دل و جان سے مومن ہیں یا صرف ظاہری طور پر ایمان کا دعویٰ کرتی ہیں، اور محض وقتی مصالح و مفادات کی بناء پر ایسا کہتی ہیں اور انہوں نے جو ہجرت کی ہے وہ محض اللہ و رسول کے لئے، اور اس نے دین کی خاطر کی ہے یا اسکے پیچھے والی غرض کار فرما ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ ایسی ہر عورت سے قسم دے کر پوچھتے کہ کیا اس نے کہیں اپنے شوہر سے ناراضگی کی بناء پر تو ہجرت نہیں کی؟ یا محض کسی جگہ سے تنگ ہو کر، یا کسی دوسری جگہ کو پسند کرنے کی بناء پر تو ایسی ہجرت نہیں کی؟ اور یہ کہ وہ قسم کھا کر کہے کہ اس نے یہ ہجرت محض اللہ اور اس کو رسول کی محبت کی بناء پر کی ہے، سو جب وہ اس امتحان میں پاس ہو جاتی، تو اللہ کے رسول اسکے امتحان کی تصدیق فرما دیتے اور اسکو کفار کی طرف واپس نہیں لوٹاتے تھے، اور اس کے شوہر کو مہر اور خرچہ وغیرہ دے کر اس کی کسی مومن سے شادی کرا دیتے، (ابن جریر، ابن کثیر، قرطبی، مراغی، خازن، جامع، اور محاسن وغیرہ) سو اس سے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں ایک یہ کہ مومن کو ہوشیار اور بیدار مغز ہونا چاہیے تاکہ ایسے کسی موقع سے اس کو دھوکہ نہ لگنے پائے اور دوسری بات یہ واضح ہوگئی کہ پیغمبر عالم غیب دان نہیں ہوتے جس طرح کہ اہلِ بدعت کا کہنا ہے ورنہ آپ کو اس طرح کڑی قسمیں دے کر ان عورتوں کے امتحان لینے کی ضرورت نہ ہوتی علیہ السلام سو علم غیب کلی خاصۂ خداوندی ہے۔ اس میں اسکا کوئی شریک نہ ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

٣٠ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا حوالہ و ذکر: سو ارشاد فرمایا گیا اور امتحان کے حکم وارشاد کے ساتھ جملۂ معترضہ کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو کہ وہ دلوں کی باتوں کو بھی پوری طرح جانتا ہے اس لئے اس سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی، سو تم قسم دے کر اور دوسرے قرائن اور حالات کے ذریعے جہاں تک ہو سکے ان کے معاملے کی تحقیق کر لو، اور اسی کے مطابق عمل کرو، رہی اصل حقیقت تو وہ اللہ کو خوب معلوم ہے، اگر اپنی طرف سے پوری کوشش کے باوجود تم اصل حقیقت تک نہ پہنچ سکو تو تم عِندَ اللہ معذور ہو، اور اگر انہوں نے تم کو دھوکہ دیا تو یاد رکھیں کہ اللہ ان کے دلوں کے حال اور ان کے ایمان و کفر سے پوری طرح واقف

وآگاہ ہے۔اس سے ان کی اور کسی کی بھی کوئی حالت اور کیفیت مخفی نہیں رہ سکتی۔سبحانہ و تعالیٰ.جل شانہ وعم نوالہ.وعز برھانہ

٣١ ایماندار عورتوں کو کفار کی طرف لوٹانے کی ممانعت کا ذکر و بیان: سو اس سے ایماندار مہاجر عورتوں کو واپس کفار کی طرف لوٹانے کی ممانعت فرما دی گئی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا پس اگر تم ان کو مومن سمجھو تو ان کو کافروں کی طرف واپس نہیں کرنا۔ یعنی علامات وقرائن اور ظن غالب کے اعتبار سے، کہ دلوں کے اندر کی حقیقت کو جاننا تو تمہارے بس میں بھی نہیں ہے، سو اگر میسر ذرائع تحقیق کے اعتبار سے ان کو مومن سمجھو تو انہیں کافروں کو واپس مت کرو۔ کہ دین وایمان کے اختلاف کے باعث ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے حلال نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے پر حرام ہے۔پس اگر تحقیق اور امتحان کے بعد ثابت ہو جائے کہ وہ عورتیں ایماندار ہیں تو تم ان کو ان کے کافر شوہروں کی طرف واپس نہیں کرنا کہ اب نہ عورتیں ان کافر مردوں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافر شوہران کیلئے حلال ہیں۔تو پھر ایسے میں ان کو لوٹانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ والعیاذ باللّٰہ جَلَّ وَعَلاَ، وعز برھانہ

٣٢ مومن اور کافر کے درمیان رشتہ ازدواج جائز نہیں: سو ارشاد فرمایا گیا کہ نہ مومنہ عورتیں ان کافر مردوں کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر مرد ان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔ کیونکہ مومن عورت کافر مرد کے لئے حلال نہیں ہو سکتی، اور یہ تکرار مبالغہ وتاکید کے لئے ہے، کہ مومن عورت اور کافر مرد کے درمیان کسی بھی قسم کا تعلق جائز نہیں ہو سکتا، اسی لئے ان کے درمیان استئناف نکاح بھی درست نہیں، اسلئے تم ان مومن عورتوں کو ان کفار کے حوالے مت کرو، کہ نہ یہ عورتیں ان مردوں کیلئے حلال ہیں، اور نہ وہ مردان کیلئے، اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مومن مرد اور عورت جنت کے راہی ہیں اور کافر ومشرک دوزخ کے راہی، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَ اللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّۃِ وَ الْمَغْفِرَۃِ بِاِذْنِہٖ (البقرۃ:٢٢١ پ ١) یعنی یہ لوگ دوزخ کی بلاتے ہیں جبکہ اللہ جنت اور اپنی بخشش کی طرف بلاتا ہے ،پس عقل ونقل دونوں کا تقاضا ہے کہ ہمیشہ اور دل وجان سے اللہ تعالیٰ ہی کی دعوت وپکار پر لبیک کہا جائے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید

٣٣ مومنہ مہاجرہ کے مہر کی ادائیگی کا حکم وارشاد: سو اس سلسلے میں یہ ایک منصفانہ بات کی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جس مومن عورت کو روکا گیا ہے اگر وہ کسی کافر کی زوجیت میں رہی ہو تو اس کا مہر ادا کر دو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ جو کچھ ان لوگوں نے خرچ کیا ہو وہ ان کو دے دو تا کہ ان کو دوہرا خسارہ نہ اٹھانا پڑے، کہ بیوی بھی جائے، اور اس پر خرچ کیا جانے والا مال بھی، سبحان اللہ! کس قدر عدل وانصاف ہے اسلامی احکام میں کہ کافروں اور دار الحرب کے کافروں کے حقوق کا بھی اس قدر خیال رکھا گیا ہے۔والحمد للہ جل وعلا. سو قرآن حکیم کا یہ فیصلہ نہایت ہی منصفانہ فیصلہ ہے کہ جب تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ یہ عورتیں سچی ایماندار عورتیں ہیں، تو یہ نہ ان کفار کیلئے حلال ہیں اور نہ ہی وہ کافران کیلئے حلال ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں ان کو ان کافروں کی طرف واپس بھیجنا درست نہیں، البتہ وہ عورت اگر کسی کافر کی زوجیت میں تھی تو مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے شوہر کو وہ مہر ادا کر دیں جو اس نے اس عورت کو دیا تھا، اور اس کی واپسی کی عملی شکل یہی ہو گی کہ اس کی واپسی کا ذمہ دار بیت المال ہو گا، ''ما انفقوا'' کے الفاظ اگرچہ عام ہیں لیکن میاں بیوی کی جدائی کی صورت میں چونکہ مہر ہی زیر بحث آتا ہے اس لیے یہ قرینہ دلیل ہے کہ یہاں پر وہی مراد ہے، بہرکیف جس مہاجر عورت کو اس کے ایماندار ہونے کی بنا پر اس کے کافر شوہر کی طرف

واپس نہیں کیا اسی کا مہر اس کافر کو ادا کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ تاکہ اس کے سابق شوہر کی حق تلفی نہ ہو کہ یہ چیز جائز نہیں۔

۳۴ مومنہ مہاجرہ سے نکاح کرنے کی اجازت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایسی صورت میں ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ اسلام لانے سے ان کی گذشتہ زوجیت باطل اور کالعدم ہوگئی، اور اب وہ اس بندھن سے آزاد ہو ییں، لہذا ان مراحل سے مراحل سے گزر جانے کے بعد اگر کوئی مسلمان ان سے نکاح کرنا چاہے تو بلا تکلف کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ اس کا مہر ادا کر دے، یعنی جو مہر سابق شوہر کو دیا گیا ہے اس کے علاوہ اس عورت کو بھی اس کا مہر دینا ہے، جو نکاح کرنے والا شخص ادا کرے گا، اور "لا جناح" کے الفاظ سے اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ جو عورت اس طرح ہجرت کر کے دارالاسلام میں آگئی اور اسلامی معاشرے میں شریک وشامل ہوگئی تو اس سے نکاح کرنے میں یہ چیز رکاوٹ نہیں بننی چاہیے کہ وہ اس سے قبل دارالکفر میں کسی کافر کے نکاح میں رہی تھی۔ یا اس بناء پر کہ اس کے ماں باپ یا دوسرے اولیاء جن کی اجازت نکاح میں ضروری ہوتی ہے وہ یہاں موجود نہیں۔ کیونکہ ایسی عورت اب اپنے سابقہ کافر شوہر اور کافر اقرباء کی جملہ پابندیوں سے آزاد ہوگئی ہے اور دارالاسلام میں آنے اور اسلامی شریعت کی حدود کے اندر رہنے کی وجہ سے وہ اپنی مرضی کی آپ مالک ہوگئی ہے۔ والحمد للہ جل و علا بکل حالٍ مِن الاحوال، سبحانہٗ وتعالیٰ۔

۳۵ مومنہ مہاجرہ کے مہر کی ادائیگی کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ان سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ تم ان عورتوں کو ان کے مہر ادا کر دو۔ اس سابقہ خرچ کے علاوہ جو تم نے ان عورتوں کے کافر شوہروں کو دیا ہے، اس کی تصریح اس لئے فرما دی گئی کہ کہیں لوگ اس سابقہ خرچہ ہی کو مہر کی جگہ نہ سمجھنے لگیں روایات کے مطابق صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ کفار قریش میں سے اگر کوئی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ چلا گیا تو اسے واپس کرنا ہوگا، اور اس کے بموجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرد صحابہ کو واپس بھی کر دیا تھا، جیسے ابو جندل وغیرہ، مگر جب سب سے پہلے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئیں، تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ کیا ان کو بھی واپس کر دیا جائے یا نہیں، چنانچہ جب ان کے دو بھائی عمار اور ولید ان کی واپسی کا مطالبہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے، تو ابھی آپ نے ان دونوں کو اس بارہ کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی سے انکار فرما دیا اور ان کا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرا دیا (روح، قرطبی، مراغی، جامع، خازن، اور محاسن، وغیرہ) سو اس طرح اس سے واضح ہو گیا کہ حدیبیہ کی شرط میں واپسی کا تعلق صرف مردوں سے تھا نہ کہ عورتوں سے، بہر کیف اس سے ایسی مومن اور مہاجر عورتوں سے نکاح کرنے اور ان کے مہر ادا کرنے کی ہدایت فرمائی گئی اور اس امر کی تصریح فرما دی گئی کہ ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ سبحانہ وتعالیٰ، وھو الھادی الی سواء السبیل

۳۶ کافر عورتوں کو قید نکاح میں رکھنے کی ممانعت: سو ارشاد فرمایا گیا اور تم لوگ (اے مسلمانو!) مت روکے رکھو کافر عورتوں کی عصمتوں کو "عصم" جمع ہے عصمت کی، اور یہاں اس سے مراد نکاح ہے کہ وہ عصمت و پاک دامنی کا محافظ ہے، پس کسی کافر عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں، اور بخاری وغیرہ کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد

مکہ مکرمہ میں موجود اپنی دو مشرک بیویوں کو طلاق دے دی، ان دو میں سے ایک تھیں قریبہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ جس سے اس کے بعد سیدنا امیر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما نے نکاح کر لیا کہ اس وقت یہ دونوں کفر پر تھے اور دوسری ام کلثوم بنت عمرو بن جرول الخزاعیہ تھی جو کہ آپ کے بیٹے عبداللہ کی والدہ تھی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طلاق کے بعد اس سے ابو جہم بن حذافہ بن غنم نے نکاح کر لیا، اور یہ دونوں اس وقت کفر میں تھے، (خازن، ابن کثیر، مراغی وغیرہ) بہر کیف اس ارشاد سے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی گئی کہ تم میں سے جن کی بیویاں دارالکفر میں ہیں اور وہ اپنے کفر پر قائم ہیں، تم لوگ ایسی کافر عورتوں کی عصمتوں کو اپنے قبضے میں مت رکھو، بلکہ ان کو اپنی نکاح کی قید سے آزاد کر دو تاکہ وہ جس سے چاہیں نکاح کر لیں۔ سو یہ اسلام کا ایک اور فیاضانہ اقدام تھا جس کی اس ضمن میں تعلیم دی گئی اور اس بارے یہ قدم بالکل یک طرفہ اٹھایا گیا تاکہ ہر ایک کے حقوق کی رعایت اور پاسداری ہو سکے

۳۷ اپنی عورتوں کے مہر طلب کرنے کی اجازت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ تم لوگ مانگ لیا کرو جو تم نے خرچ کیا ہو۔ یعنی تمہاری بیویوں میں سے جو دارالکفر میں رہ گئی ہوں اور وہ اپنے کفر پر قائم ہوں تو ان سے تمہارا نکاح ختم ہو گیا، اس لیے تم ان کفار سے جن کے پاس وہ ہوں اپنا مہر وغیرہ خرچ مانگ لیا کرو کہ وہ تمہارا حق ہے، اس اعلان کے بعد معاملے کی صورت اس طرح کی ہو گئی کہ جو عورتیں اپنے اسلام کے بعد ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آ گئیں ان کا نکاح ان کے کافر شوہروں کے ساتھ ختم ہو گیا اور اس کے برعکس جو عورتیں مسلمان شوہروں کے نکاح میں تھیں لیکن وہ ابھی دارالکفر ہی میں تھیں اور اپنے کفر پر قائم تھیں ان کے نکاح مسلمان شوہروں سے کالعدم ہو گئے۔ سو ان کے بارے میں یہ ہدایت فرمائی گئی کہ وہ اپنے مہروں کا معاملہ آپس میں اجتماعی طور پر طے کر لیں تاکہ ہر کسی کو اس کا خرچ کردہ مال واپس مل جائے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اور یہی تقاضا ہے عدل و انصاف کا، وبـالله التوفيق لمايحب ويريد، وعلى مايحب ويريد، بكل حالٍ من الاحوال، وفي كل موطنٍ من المواطن في الحيٰوة

۳۸ کافر لوگوں کو اپنی بیویوں کے مہر مانگنے کی اجازت: سو ارشاد فرمایا گیا کہ وہ لوگ یعنی کافر اپنا خرچہ مانگ لیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے مانگنے پر تم کو انہیں وہ دے دینا چاہیے اے مومنو! سو اس اعلان کے بعد معاملے کی شکل اس طرح ہوئی کہ جو عورتیں مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ گئیں، ان کا نکاح ان کے کافر شوہروں سے ختم ہو گیا اور جو عورتیں مسلمانوں کے نکاح میں تھیں لیکن وہ دارالکفر میں ہی رہ گئیں، اور وہ اپنے کفر پر ہی قائم رہیں تو ان کے نکاح مسلمانوں سے کالعدم ہو گئے۔ پس ان کے مہروں کا تبادلہ اجتماعی طور پر کر لیا جائے، مسلمان اپنی سابقہ کافر بیویوں کے مہر ان کافر لوگوں سے مانگ لیں اور کافر لوگ اہل ایمان سے اپنے مہر مانگ لیں تاکہ ہر ایک کو اس کا خرچ کیا ہوا مل جائے اور کسی کا حق نہ مارا جائے۔ سبحـان الله!۔ دوسروں کے حقوق اور عدل و انصاف کا کس قدر خیال رکھا گیا ہے اس دینِ حنیف میں۔ سو یہ دین عدل و انصاف اور حق و صدق کا دین ہے۔ اس کی دوسری کوئی نظیر و مثال نہ کبھی ہوئی ہے اور نہ قیامت تک کبھی ہونا ممکن ہے اس میں سب کے حقوق کی پاسداری کا درس دیا گیا ہے۔ فالحمدُ لله ربّ العـالمين، ويا ارحم الراحمين، واكرم الاكرمين، يامن بيده ملكوت كل شي وهويجير ولايجار عليه. سبحانه وتعالىٰ اَللّٰهُـمَّ زِدْنـا اِيمانًا بِكَ وَيقِيْنًا، وَ حُبًّا فِيْكَ وَخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِيْنَا اِلٰى مَا فِيْهِ طَاعَتِكَ وَ مَرْضَاتِكَ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الاحوال،

۳۹ احکام دین کی عظمت شان کے ایک منفرد پہلو کا ذکر و بیان:۔ سو اس سے ان ہدایات کی عظمتِ شان اور احکام دین ممتاز و منفرد و پہلو کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ اللہ کا ارشاد فرمودہ حکم ہے۔ یعنی یہ سب جو کہ مذکور ہوا، پس تم لوگ دل و جان سے اس کی پیروی کرو کہ اس میں خود تمہاری بھلائی اور بہتری ہے، اور اللہ کے کسی حکم کو دنیاوی احکام کی طرح نہ سمجھنا جہاں ظاہرداری اور بناوٹ بھی چل جاتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم وارشاد کو دل و جان سے ماننا اور اس کی تعمیل کرنی ہے، اسی میں تمہارا بھلا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ بہر کیف اس ارشاد سے ان ہدایات کی عظمت شان کو ذکر فرمادیا گیا ہے کہ یہ کسی انسان کی ہدایات نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات ہیں جس کا علم بھی کامل اور اس کی رحمت وعنایت بھی کامل ہے، اور جس طرح اس کے کسی کام یا کسی کلام کا کوئی متبادل اور اس کی کوئی نظیر و مثال ممکن نہیں اسی طرح اس کی کسی ہدایت و تعلیم کی بھی کوئی نظیر و مثال ممکن نہیں۔ پس ان کو صدق دل سے اور پوری طرح اپنانے ہی میں تمہارا بھلا ہے کیونکہ یہ احکام وہدایات اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم وحکمت پر مبنی ہیں، اور ان میں کسی نقص وقصور یا کسی طرح کی جانبداری کا کوئی سوال واحتمال نہیں ہوسکتا۔ پس ان کے اپنانے ہی میں سب کا بھلا اور پورے انسانی معاشرے کی بہتری ہے۔ پس اس کا تقاضا ہے کہ ان کو دل و جان سے اپنایا جائے۔ وباللہ التوفیق، لما یحب و یرید، وعلی ما یحب و یرید، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ مِن المواطنِ فی الحیوٰۃ، وھو العزیزُ الوھّاب، جل و علا،

اَللّٰھُمَّ !

لَاتَجعَلِ الدُّنیا اَکبرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبلَغَ عِلمِنا، وَلَاتُسَلِّطْ عَلَینا
بذنُوبِنا منْ لَّایخافُکَ وَلَایرحَمُنا، اِنَّکَ اَنتَ موْلَانا
ونعمَ الْمولٰی ونعمَ النَّصیر، وَبالاجابۃ جدیْر،
وعلٰی کُلِ شیءٍ قدیْر، یاذاالْقُوَۃِ
الْمتیْن، یاذاالْجلالِ والاکرام،

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞ وَاِنْ فَاتَكُمْ

وہ خود تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے ف۴۰ اور اللہ سب کچھ جانتا بڑا ہی حکمت والا ہے ف۴۱ (۱۰) اور اگر تمہاری (کافر)

شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا

بیویوں (کے مہروں) میں سے کچھ تمہیں کفار سے واپس نہ ملے پھر تمہاری باری آئے، تو جن لوگوں کی

الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا

بیویاں ادھر رہ گئی ہوں تم ان کو اتنی رقم ادا کر دو جتنی کہ انہوں نے خرچ کی ہو ف۴۲ اور ہمیشہ ڈرتے رہا کرو

۴۰ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہی فیصلہ فرماتا ہے تمہارے درمیان۔ یعنی اپنے احکام وہدایات کے ذریعے، کہ حاکم اصل میں وہی اور صرف وہی وحدہ لاشریک ہے، اور اسکا حکم وارشاد نہایت ہی عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے، سبحانہ و تعالیٰ، اور وہی تمہارے درمیان قیامت کے یوم الفصل میں آخری اور عملی فیصلہ فرمادے گا۔ اور اللہ کا فیصلہ ہی صحیح اور بے لاگ ہوتا ہے۔ اس میں کسی طرح کی کسی جانبداری یا کسی نقص وقصور کا کوئی خدشہ واحتمال نہیں ہوتا۔ اس میں سراسر اسکے بندوں ہی کا بھلا اور فائدہ ہوتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ پس بندوں کے ذمے لازم ہے کہ وہ صدقِ دل اور اخلاصِ نیت سے ان کو اپنائیں اور اپنا معاملہ اپنے اس خالق ومالک کیساتھ صحیح اور درست رکھیں۔ کہ یہ اس خالق ومالک کا ان لوگوں پر حق بھی ہے، اور اسی میں ان سب کا بھلا بھی ہے دنیا وآخرت دونوں میں

۴۱ اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم وحکمت کا حوالہ وذکر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ سب کچھ جانتا نہایت حکمت والا ہے۔ پس وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو پوری طرح جانتا ہے، اور ان کے لیے جو حکم بھی فرماتا ہے وہ نہایت ہی حکمت پر مبنی ہوتا ہے، اور اس میں ان کیلئے دارین کی سعادت وسرخروئی کا سامان ہوتا ہے، اس لئے اس کے ہر حکم کو دل وجان سے اپنانا چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا التَّوْفِيْقَ لِذٰلِكَ وَالدَّوَامَ وَالثَّبَاتَ عَلَيْهِ۔ سو اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم وارشاد کا کوئی بدیل اور متبادل ممکن نہیں، کیونکہ کمالِ علم اور کمالِ حکمت اسی وحدہ لاشریک کی شان اور اس کی خصوصیت ہے۔ اس کے سوا کسی اور کے لیے یہ ممکن ہی نہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ۔

۴۲ بدلے کی ایک منصفانہ صورت کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر مذکورہ بالا اصول کے مطابق کافر لوگ کسی ایسی عورت کا مہر واپس نہ کریں جو اس کے مسلمان شوہر نے اس کو دیا تھا اور پھر تمہاری باری آئے تو تم یہ طریقہ اپناؤ جو آگے بیان ہو رہا ہے سو "عَاقَبْتُمْ" عقبہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی نوبت اور باری کے آتے ہیں، یا یہ عقبیٰ سے ماخوذ ہے جس کے معنی انجام اور مال غنیمت کے ہوتے ہیں، مطلب بہر حال یہ ہے کہ تم کفار پر غلبہ پاؤ تو ایسے لوگوں کو جن کی بیویاں کفار کے پاس رہ گئی ہوں، انکے مہر مال غنیمت سے ادا کر دو، اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ خمس نکالنے سے پہلے ادا کرو، (مراغی، قرطبی وغیرہ) نیز یہ کہ اگر وہ لوگ مہر ادا نہ کریں جو اس عورت کے مسلمان شوہر نے اس کو دیا تھا، تو اس صورت میں مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ ان کو کسی عورت کا مہر کفار کو ادا کرنا ہے تو وہ ان کو ادا کرنے کی بجائے اپنے اس بھائی کو ہی ادا کر دیں، جس کو اسکی چلی جانے والی بیوی کا مہر واپس نہیں ہوا، سو اس سے معاملے کی ایک منصفانہ کارروائی کی ہدایت ہوگئی، جو عدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ تاکہ اس طرح کسی کا حق نہ مارا جائے اور ہر کسی کو اسکا حق مل سکے۔

اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ⑪ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا

تم لوگ اس اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو، ۴۳ (۱۱) اے نبی جب

جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ

مومن عورتیں آپ کے پاس ان باتوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں، کہ نہ تو وہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک

بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ

ٹھہرائیں گی، ۴۴ نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، ۴۵ نہ اپنی اولاد کو قتل

اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ

کریں گی، اور نہ ہی وہ کوئی ایسا بہتان لائیں گی جس کو وہ گھڑیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے

وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ

درمیان، ۴۶ اور نہ ہی وہ آپ کی نافرمانی (اور حکم عدولی) کریں گی نیکی کے کسی بھی کام میں، ۴۷ تو آپ ان کی بیعت کو قبول کر لیا کریں، ۴۸

اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ⑫ یٰٓاَیُّهَا

اور ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دعاء کیا کریں، بلاشبہ اللہ بڑا ہی درگزر کرنے والا، انتہائی مہربان ہے، (۱۲) اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا

وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، تم کبھی دوستی نہیں کرنا ان لوگوں سے جن پر غضب نازل ہو چکا اللہ کا، ۴۹ وہ یقیناً آخرت سے ایسے ہی

مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ⑬ ع النصف

مایوس ہو گئے ہیں، جیسے قبروں میں پڑے ہوئے کفار مایوس ہو گئے ہیں، ۵۰ (۱۳)

۴۳ تقویٰ و پرہیزگاری تقاضائے ایمان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ڈرتے رہا کرو تم لوگ اس اللہ سے جس پر تم ایمان لائے ہو۔ اس کے احکام و اوامر کی بجا آوری اور اس کی نواہی سے اجتناب کی پابندی کے ذریعے، کہ تمہارے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ تم لوگ اس کے ہر حکم کی دل و جان سے پاسداری و پابندی کرو، ورنہ ایمان کا دعویٰ محض زبانی جمع خرچ بن کر رہ جائے گا، جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْم۔ اور یہاں پر اس خاص وسباق میں تقویٰ کے اس حکم وارشاد میں اس بارے تنبیہ و تذکیر بھی ہے کہ کہیں تم لوگ اس اجازت کی حدود کو پھلانگ نہیں دینا۔ سو اس حکم وارشاد سے واضح فرما دیا گیا کہ دشمن کے ساتھ معاملہ کرنے کے سلسلے میں بھی تم لوگ اپنے اس اللہ سے ڈرتے رہنا جس پر تم ایمان لائے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم لوگ کسی معقول وجہ کے بغیر کسی انتقامی کارروائی کے لیے

کوئی بہانے ڈھونڈنے لگو۔ والعیاذُ باللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ محفوظ اور سلامت رکھے، آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، یاذاالجلال والاکرام،

٢٤ عورتوں کی بیعت سے متعلق بعض خاص ہدایات کا ذکر و بیان: سو اس سے عورتوں سے بیعت لینے کے بارے میں بعض خاص ہدایات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور پیغمبر کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ جب آپ کے پاس ایماندار عورتیں بیعت کرنے کیلئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔ خواہ وہ لکڑی پتھر وغیرہ کی کوئی بے جان مورتی ہو، یا کوئی زندہ یا مردہ انسان ہو، یا کوئی بھی اور چیز "شیئا" کی تنکیر وتعمیم ان سب کو عام وشامل ہے، سو جس طرح اوپر مہاجرات کے امتحان کی ہدایت فرمائی گئی تھی اسی طرح اب اس آیت کریمہ میں یہ ہدایت فرمائی جا رہی ہے کہ جو عورتیں آپ کے پاس اسلام میں داخل ہونے کیلئے آئیں تو ان کو یونہی داخل نہ کر لیا جائے بلکہ ان سے اسلام کے تمام معروفات کی پابندی کے ساتھ ساتھ ان اور ان برائیوں سے بچنے کا بھی بطور خاص اقرار لیا جائے، جو کہ جاہلی معاشرے میں عام رہی ہیں، تا کہ اسلامی معاشرے کے اندر ان برائیوں کے جراثیم پھیلنے نہ پائیں، جن میں سب سے پہلے شرک سے اجتناب کی بیعت کو ذکر فرمایا گیا کہ شرک سب سے بڑا اور کبیرہ گناہ ہے کہ یہ دراصل بغاوت کا جرم ہے اسی لئے اس کو دوسرے مقام پر ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال، وسوءٍ وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیٰوۃ، وھو العزیزُ الوَھّاب

٢٥ دیگر بعض بڑی برائیوں سے بچنے کی بیعت کا ذکر و بیان: سو شرک کے بعد دوسری برائی جس سے بچنے کی بیعت کا ذکر فرمایا گیا وہ ہے چوری سو وہ عہد کریں کہ وہ چوری نہیں کریں گی۔ سو جس طرح خداوند قدوس کے حقوق میں کسی قسم کا غلط تصرف جائز نہیں اسی طرح بندوں کے مال میں بھی بے جا تصرف جائز نہیں۔ اور تیسری چیز جس کا اس بیعت کے سلسلے میں ذکر فرمایا گیا ہے وہ ہے زنا کاری۔ والعیاذُ باللہ۔ یعنی وہ اس بات کا عہد کریں کہ وہ زنا کا ارتکاب نہیں کریں گی کہ زنا کاری کا جرم بھی ایک بڑا سنگین جرم ہے جو کہ معاشرے کی بنیادوں کو ڈھا دینے والا جرم ہے۔ والعیاذُ باللہ۔ اور اس کے بعد چوتھی چیز ہے قتلِ اولاد۔ یعنی وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی جس کا ارتکاب زمانۂ جاہلیت میں مختلف وجوہ کی بنا پر کیا جاتا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک بڑا ہولناک اور سنگین جرم ہے۔ اس لیے اس کو بھی بیعت کے سلسلے میں یہاں پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وضلال، وسوءٍ وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیٰوۃ، وھو العزیزُ الوھّاب، جلا وعلا،

٢٦ بہتان تراشی سے اجتناب کے عہد کا ذکر و بیان: سو پانچویں چیز یہ ذکر فرمائی گئی کہ نہ وہ کوئی ایسا بہتان لائیں گی جس کو وہ گھڑیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان۔ کہ کسی کا بچہ اٹھا کر اپنے خاوند کی طرف منسوب کر دیں، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتیں بچہ نہ ہونے پر طلاق کے خوف سے ایسا کر لیا کرتی تھیں، زنا کا حمل اس سے مراد نہیں کہ اس کا ذکر اس سے پہلے صراحتاً آچکا ہے، اور بچہ پیدائش کے وقت چونکہ عورت کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہی گرتا ہے اس لئے اس کو یوں تعبیر فرمایا گیا ہے،

یہ دراصل کنایہ ہے جنسی اعضاء سے، کہ یہ ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہی ہوتے ہیں، سو یہ ایک نہایت ہی شستہ اور مہذب اسلوب بیان ہے، اور اس سے ان تمام برائیوں کی طرف اشارہ ہو جاتا ہے جو جنسی نوعیت کی ہوتی ہیں، جیسے زنا، تقبیل، اور ملامست، وغیرہ اور بہتان تراشی خواہ کسی بھی قسم کی ہو نہایت سنگین برائی ہے لیکن جس بہتان کا تعلق جنسی امور سے ہو اس کی سنگینی دو چند بلکہ دہ چند ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ اس شخص کی حیثیتِ عرفی پر ایک نہایت خطرناک حملہ ہوتا ہے جس پر ایسا بہتان لگایا جاتا ہے خواہ وہ مرد یا عورت اور اس سے بعض اوقات بلکہ بسا اوقات ایسے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں جن کو دبانا ممکن نہیں رہتا۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطن من المواطن فی الحیوۃ، وھو العزیز الوھاب، جل وعلا،

٢٧ معروف میں نافرمانی نہ کرنے کے عہد کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور نہ ہی وہ نیکی کے کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم وارشاد معروف اور نیکی ہی کا ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود یہاں پر اس امر کی تصریح فرما دی گئی، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ حضرت پیغمبر کی اطاعت بھی جب اس شرط کے ساتھ مشروط ہے تو پھر اور کسی کی مطلق اور بے قید اطاعت و فرمانبرداری کا سوال ہی کیا پیدا ہو سکتا ہے؟ اور معروف کا لفظ یہاں پر منکر کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے، اوپر جن باتوں کا ذکر ہوا ان سب کا تعلق منکرات کے باب سے ہے، کیونکہ زمانۂ جاہلیت کی رچی بسی باتوں کو نکالنا اور ان برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ضروری تھا، تاکہ قلوب و بواطن مجلی ومصفّٰی ہو کر اسلام کی تعلیماتِ مقدسہ کو اپنی اصل اور پاک و صاف صورت میں اپنانے کے لائق ہو سکیں، اس لیے ان منکرات سے بچنے اور بچتے رہنے کے بارہ میں صاف و صریح طور پر اور تفصیل کے ساتھ اقرار لینے کی ہدایت فرمائی گئی، اور معروفات کے بارہ میں آخر میں ایک جامع لفظ کے ساتھ اقرار لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی، اور شریعت کے معروفات چونکہ معلوم و مشہور ہیں اس لیے ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں تھی۔ سبحان اللہ۔ نظمِ قرآنی کے یہ کلمات کریمہ کیسی کیسی باریکیوں اور لطافتوں پر مشتمل ہیں۔ فالحمد للہ ربّ العالمین۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین

٢٨ صالح عورتوں سے بیعت لینے کا حکم وارشاد: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو عورتیں ان تمام منکرات سے بچتے رہنے اور دین کے تمام معروفات کی پابندی کا عہد و اقرار کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں سے بیعت لیا کرو۔ چنانچہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر صفا پہاڑی کے دامن میں مردوں کی بیعت سے فراغت کے بعد عورتوں کو بیعت فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بیعت لے رہے تھے، مگر کسی عورت کے ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک کبھی چھوا نہیں، بلکہ جب بعض خواتین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اُبْسُطْ یَدَکَ لِنُبَایِعَکَ (اللہ کے نبی، اپنا ہاتھ مبارک دیجئے تاکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں) تو آپ نے ارشاد فرمایا اِنّیْ لا اُصَافِحُ النساء کہ میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملا سکتا، بلکہ ان سے زبانی کلامی بیعت لیتا ہوں، جس طرح اللہ پاک نے فرمایا ہے۔ (بخاریم کتاب الطلاق، مسند احمدؒ ومسلم، مراغی، صفوہ، ابن کثیر، محاسن التاویل وغیرہ) سبحان اللہ! اللہ کے نبی جو کہ نصوصِ قرآن وسنت کے بموجب اپنی امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہیں وہ یوں فرما رہے ہیں کہ میں کسی عورت سے ہاتھ نہیں ملا سکتا، اور ان کا عمل اور طریقہ تو یہ ہے مگر آج کا نام نہاد پیر اجنبی

عورتوں سے مصافحے بلکہ معانقے کرتا، ان سے خلوتوں جلوتوں میں ملتا جلتا، خوش گپیاں کرتا، اور ان سے اپنے پاؤں دبواتا ہے، وغیرہ وغیرہ، اور پھر بھی دعویٰ ہے بزرگی اور پیری فقیری کا، کیا ایسے شخص کی شیطنت میں کوئی کلام ہوسکتا ہے؟ والعیاذ باللہ العظیم، بہر حال اس آیتِ کریمہ میں نبیءِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان واطاعت اور ترک معاصی وذنوب پر بیعت لینے کا صریح حکم فرمایا گیا ہے، اور اس کا وجود امت کے اندر مختلف شکلوں میں ہمیشہ وجود رہا اور آج تک بھی پایا جاتا ہے، سو حضرت نبیءِ معصوم علیہ الصلوۃ والسلام کے اس عمل وارشاد کو بیعت کی اصل اور اہم بنیاد مانا جاتا ہے، (مسوی، شرح موطا، حاشیہ جامع البیان وغیرہ) بہر کیف اس ارشاد سے بتادیا گیا کہ جب ایسی عورتیں ان تمام منکرات سے بچنے اور دین کے تمام معروفات کی پابندی کا اقرار کرلیں، تو تم ان سے بیعت لے لیا کرو، اور ان کیلئے اللہ سے مغفرت وبخشش کی دعا کیا کرو، کہ اس سے پہلے ان سے جو غلطیاں ہوگئی ہوں اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمالے، بے شک اللہ بڑا ہی بخشنے والا، انتہائی مہربان بھی ہے، وہ ان کی بخشش بھی فرمائے گا اور ان کو اپنی رحمت سے بھی نوازے گا کہ اسکی شان ہی نوازنا اور کرم فرمانا ہے، سبحانہ و تعالیٰ۔ جل شانہ وعم نوالہ، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ، یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَانِ، تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ،

٤٩ مغضوب علیہ قوم سے دوستی کی ممانعت کا ذکر وبیان: سو ایمان والوں کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں سے دوستی نہیں کرنا جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ یعنی یہود جو "مغضوب علیھم" کی صفت کے ساتھ مشہور ومعروف ہیں، نیز نصاریٰ اور دوسرے سب کفار بھی اسی میں داخل ہیں، کہ درحقیقت وہ سب ہی دین حق سے منہ پھیر کر اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کے مستحق ہوچکے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر کافر پر اللہ کا غضب ہے۔ لِاَنَّ کُلَّ کَافِرٍ عَلَیْہِ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ (البحر، القرطبی، الصفوۃ، وغیرہ) پس جیسا کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں آیت اپنے ظاہر وعموم پر ہے، لہٰذا یہود نصاریٰ اور دوسرے کفار میں سے کسی کیساتھ بھی دوستی کا تعلق رکھنا جائز نہیں، (ابن کثیر، محاسن، مدارک، مراغی، وغیرہ) والعیاذ باللہ العظیم سو اس سورہءِ کریمہ کی آخری آیت کریمہ میں اسی مضمون کی پھر تذکیر ویاددہانی فرمادی گئی، جس سے اس سورہءِ کریمہ کا آغاز ہوا تھا، تاکہ اس طرح اس مضمون کی تاکید بھی ہوجائے اور آغاز وانجام میں نظم ومناسبت کا جمال بھی واضح ہوجائے، جو اس کتابِ حکیم کی عظمتِ شان کا ایک اہم اور واضح پہلو ہے۔ فالحمد للہ ربّ العالمین۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی خاص رحمتوں کے سائے میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، ویامن بیدہ ملکوت کل شیءٍ وھو یجیر ولا یجار علیہ اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْہِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ، وَدَائِمَ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَانِ،

٥٠ یہود کی قیامت وآخرت سے مایوسی کی تصریح: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یہ لوگ آخرت سے ایسے مایوس ہوگئے جیسے قبروں میں پڑے ہوئے کافر لوگ۔ والعیاذ باللہ۔ یعنی "مِنْ" یہاں پر بیانیہ ہے اور اصحاب القبور، الکفار کا بیان ہے،

یعنی جس طرح قبروں میں پڑے ہوئے کافر ہر خیر اور بھلائی سے مایوس ہو چکے ہیں، کہ اب نہ تو وہ وہاں کے دائمی عذاب سے چھوٹ سکتے ہیں، اور نہ ہی وہ دنیا میں واپس آسکتے ہیں، کہ توبہ ورجوع کر سکیں۔ یہ قول مجاہدؒ وغیرہ کا ہے، اور دوسری صورت میں یعنی جب کہ اس "مِـنْ" کو ابتدائیہ قرار دیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ آخرت سے ایسے مایوس ہوگئے ہیں کہ جس طرح کفار قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں سے مایوس ہو گئے ہیں، کہ کفار تو بعث ونشور اور دوسری زندگی اور اس کے ثواب وعقاب کے سرے سے قائل ہی نہیں، اور وہ اس دنیاوی اور ظاہری موت کو بالکل فناءِ محض سمجھتے ہیں، اور یہود ونصاریٰ کے دین میں عقیدہ آخرت اگرچہ موجود ہے، لیکن دین حق یعنی اسلام کے انکار کے باعث وہ بھی اپنے دل میں اپنے آپ کو جنت کی نعمتوں سے محروم سمجھتے ہیں، وہذا قول سیدنا ابن عباس، وسیدنا قتادۃ رضی اللہ عنہما وغیرہ، آیتِ کریمہ کا یہی مطلب تمام ثقہ مفسرینِ کرام اور جمہور اہل علم نے لیا ہے، ملاحظہ ہو روح، قرطبی، مدارک، معارف، مراغی، جامع، محاسن اور خازن وغیرہ وغیرہ) اہل بدعت کے بعض بڑوں نے اپنی افتادِ طبع کے مطابق یہاں سے مردوں سے استمداد واستعانت کے ثبوت وجواز پر استدلال کیا ہے حالانکہ قرآن وسنت کی صریح نصوص اس کے خلاف موجود ہیں مثلاً یہ کہ سورۂ مومن پ ٢٤ میں ربّ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ o (المومن آیت نمبر ٦٠ پ ٢٤) "تم مجھ ہی کو پکارو میں تمہاری دُعاء و پکار کو سنوں گا" اور ہر مومن اپنی نماز کی ہر رکعت میں یہ عہد کرتا ہے کہ "مالک! ہم تیری ہی عبادت وبندگی کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) نیز قرآنِ پاک فرماتا ہے کہ۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ o "اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار نہیں سن سکتے، اور وہ اس کی پکار سے غافل وبے خبر ہیں۔" (الاحقاف آیت نمبر ٥ پ ٢٦) اور حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ جب تمہیں سوال کرنا ہو تو اللہ ہی سے کیا کرو، اور جب تمہیں مدد مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگا کرو (اِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰهَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِـاللّٰهِ) وغیرہ کتنی ہی صریح آیات اور احادیث اس مضمون کی موجود ہیں، مگر اس سب کے باوجود ان مشرک اہل بدعت کا کہنا ہے کہ مردوں سے مانگو اور یہ کہ مردے مدد کرسکتے ہیں وغیرہ، والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغ وضلال وسوء وانحراف بہرکیف اب یہ اس سورۂ کریمہ کے خاتمے پر کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ سب ہی کے بارہ میں مسلمانوں کو متنبہ فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں کی دوستی سے بچنا، کہ ان میں سے کسی کی بھی دوستی تمہارے کچھ کام نہیں آسکے گی، دولتِ حق وہدایت سے محرومی کے باعث یہ سب لوگ ایک ہی سطح کے لوگ ہیں، اور ان سب نے ایک ہی انجام سے دوچار ہونا ہے، اور جو کوئی ان کا ساتھی اور دوست بنے گا اس کا حشر بھی وہی ہوگا جو ان کا ہونے والا ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" یعنی آدمی کا حشر اس کے اپنے دوست ہی کے ساتھ ہوگا، نیز ارشاد فرمایا گیا "اَلْمَرْءُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُم من يخالل" یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہی ہوتا ہے اسلئے ہر کوئی دیکھ لے کہ اس کی دوستی کس کے ساتھ ہے، کیونکہ نیک شخص سے دوستی کا نتیجہ وانجام نجات وکامیابی ہے، اور بے دین شخص سے دوستی ہلاکت وتباہی۔ والعیاذ باللہ العظیم من کل زیغٍ وضلال، وسوءٍ وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیٰوۃ۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر اعتبار سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ اور ہر قسم کے شرور وفتن سے ہمیشہ اور ہر اعتبار سے محفوظ اور سلامت رکھے، اور ہمیشہ اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین. ویااکرم الاکرمین، وارحم الراحمین، تبارکت وتعالیت، اَللّٰھُمَّ زِدْنَا اِیْمَانًا بِکَ وَیَقِیْنًا، وَ حُبًّا فِیْکَ وخُشُوْعًا، وَ خُذْنَا بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَا فِیْهِ طَاعَتُکَ وَ مَرْضَاتُکَ بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الاَحْوَالِ، وَفِی کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الاَحْیَانِ، بِمَحْضِ مَنِّکَ وَ کَرَمِکَ وَ اِحْسَانِکَ ،یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الاِکْرَامِ، وَ یَادَائِمَ الْفَضْلِ وَ الاِحْسَان

اَللّٰھُمَّ!

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَتُبْ عَلَیْنَااِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم ،

یَامَنْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُعَلَیْهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی

وَاِیَّاهُ اَسْاَلُ الْقَبُوْلَ وَالسَّدَادَ، وَمَزِیْداً مِّنَ التَّوْفِیْقِ

لِتَکْمِیْلِ مَا بَقِیَ مِنَ التَّفْسِیْر

مالک الملک! جس طرح تو نے محض اپنے فضل وکرم سے اس بندۂ ناچیز کو اپنی کتاب حکیم کے ترجمہ وتفسیر کی یہ سعادتِ عظمیٰ نصیب فرمائی ہے، اسی طرح اپنے فضل وکرم سے اس کو شرفِ قبولیت سے بھی نواز دے، اور اس کو ابدالا باد تک باقی رہنے والا مصدرِ رُشد وہدایت اور صدقہ جاریہ بنادے،

آمین ثم آمین یا ربّ العالمین ،

ویا اکرم الاکرمین ،

و ارحم الرحمین.

انت المستعان ء

وعلیک

التکلان

☆—— تکمیل نظرِ ثالث ۷ اربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ مطابق گیارہ جولائی ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ بوقت دس بجے سطوہ دبی متحدہ عرب امارات،
والحمد للہ ربّ العالمین ،بکل حالٍ من الاحوال وفی کل موطنٍ مِنّ المواطن فی الحیوۃ، جل وعلا،
☆—— تکمیل پروف ریڈنگ، ۲۹ صفر ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۱ جون ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت سوا تین بجے شام، سطوہ دبی،
و الحمد للہ ربّ العالمین، الذی بیدہ ازمۃ التوفیق والعنایۃ والھدایۃ. جَلَّ جَلالُہٗ وَ عَمَّ نوالُہٗ وعزبرھانہ
☆—— تکمیل سیکنڈ پروف ریڈنگ ۱۶ ارمضان المبارک ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ بوقت ساڑھے دس بجے رات،
سطوہ دبی، والحمد للہ ربّ العالمین، فانہ لا تتِمّ الصالحاتُ الاّبتوفیق منہٗ سبحانہٗ و تعالیٰ. وَلَہُ الحمد
علی ما کرَّمَنِیْ وَ شرَّفَنِیْ بھذا العمل الجلیل من تفسیر کتابہ العزیز الکریم الحکیم، سبحانہ وتعالیٰ،
☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۸ دسمبر ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ بوقت بارہ بجے دن،
سطوہ دبی، والحمد للہ ربّ العالمین، فانہ ھو الاھل للحمد فی الاولیٰ والآخرۃ جل جلالہٗ وعمّ نوالہٗ
وَھُوَالَّذِی شَرَّفَنِیْ بِکَرَمِہٖ بھذا العمل الجلیل من تفسیر کتابہ العزیز الکریم، وھو العزیز الوھاب،
☆—— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ ہجری مطابق ۱۵ جولائی ۲۰۰۳ء بروز منگل بوقت بارہ بجے
شب مدنی منزل معمورۃ المدنی (گہل)، منگ، ضلع سدھنوتی، آزاد کشمیر، پاکستان۔ والحمدُ للہ ربّ العالمین۔
☆—— اللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final Touches) ۲۰ محرم ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۲ مارچ ۲۰۰۴ء بروز جمعہ بوقت سوا سات بجے
شام مدنی منزل مارگلہ ٹاؤن اسلام آباد پاکستان۔ والحمد للہ ربّ العالمین۔ قبل کل شیٔ وبعد کل شیٔ
فھو الاھلُ للحمدُ فی الا ولیٰ والأخرۃ، جل جلالہٗ وعَمَّ نوالہٗ، فعلیہ نتوکل وبہ نستعین فی کل اٰنٍ وَّ
حین ،بِکُلِّ حالٍ مِّنَ الاحوال، وفی کُلِّ موطنٍ مِّنَ المواطن فی الحیاۃ، وھو الھادی الی سواء السبیل،

---------------- ❀❀❀ ----------------

الٰھی! اَنتَ رَبّیْ وَاَنَا عَبۡدُکَ ، وَاَنَا عَلٰی عَھۡدِکَ وَ وَعۡدِکَ مَا اسۡتَطَعۡتُ،
اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شرِّ مَا صَنَتُ، اَبُوۡءُ لَکَ بِنِعۡمَتِکَ عَلَیَّ،
وَاَبُوۡءُ بِذَنۡبِیۡ فَاغۡفِرۡلِیۡ فَاِنَّہٗ لَا یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ
اِلَّا اَنۡتَ، تبَارَکۡتَ وَتعَالَیۡتَ

---------------- ❀❀❀ ----------------

تمت بالخیر وبک نستعین

ایاتہا ۱۴ — ۶۱ سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۹ — رکوعاتہا ۲

سورۂ صف مدنی اور اس کی چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے، ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ

اللہ ہی کی پاکی بیان کرتا ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں میں ہے، اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے، اور وہی ہے سب پر غالب،

الْحَكِیْمُ ① یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا

نہایت حکمت والا، ① ف۱ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم

تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا

خود نہیں کرتے؟ ف۲ ② اللہ کے نزدیک یہ طریقہ بڑا ہی ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ کچھ کہو جو کہ

تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ

خود نہ کرو ف۳ ③ بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے ف۴ جو اس کی راہ میں اس طرح

سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ وَاِذْ

صف باندھ کر لڑتے ہیں ف۵ کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، ف۶ ④ اور (وہ بھی یاد کرو کہ)

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ

جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم تم لوگ مجھے کیوں ستاتے ہو ف۸ حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے،

۱ کائنات ساری اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول: ارشاد فرمایا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے وہ سب کچھ جو کہ آسمانوں میں ہے اور وہ سب کچھ بھی جو کہ زمین میں ہے اور وہی ہے زبردست نہایت حکمت والا۔ سو کائنات پوری اور اس کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول و منہمک ہے اور اس کی یہ تسبیح اس کی زبانِ قال سے بھی ہو سکتی ہے، اور زبان حال سے بھی، اگرچہ ہم اس کو نہ سمجھ سکیں، کَمَا مَرَّ غَیْرَ مَرَّۃٍ سو اس ارشاد سے ایک طرف تو تسبیح خداوندی کے لئے ترغیب و تحریض اور تحریک و تشویق ہے کہ جب کائنات کی ہر چیز اس وحدہ لاشریک کی تسبیح میں مشغول ہے تو بندے کا بھلا بھی اسی میں ہے کہ وہ بھی دل و جان سے اس کی تسبیح و تقدیس کے شرف سے مشرف و بہرہ مند ہو، تاکہ اس طرح کائنات کے ساتھ اس کی ہم آہنگی کی بناء پر اس کی زندگی ایک مبارک و مسعود

اور یسر و سہولت سے سرفراز و مالا مال زندگی بن جائے اور دوسری طرف اس میں اس وحدہ لاشریک کی شانِ بے نیازی کا پہلو بھی ہے کہ اگر کوئی تسبیح وتقدیس نہیں کرے گا تو اس سے اس کی خدائی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ وہ تو سب سے بے نیاز ہے اور پوری کائنات اس کی تسبیح وتقدیس میں مشغول ہے، البتہ اس سے منہ موڑنے والا خود محروم ہوگا کہ وہ تسبیح وتقدیس خداوندی کی عظیم الشان سعادت اور اس کی عظیم الشان خیرات وبرکات سے ہوگیا۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی تسبیح وتقدیس سے شادکام وسرشار رکھے اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضاوخوشنودی کی راہوں پر قائم رکھے۔آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۲ دعویٰ بلاعمل کی ممانعت کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم خود کرتے نہیں؟ یہ استفہام انکار وتوبیخ کے لئے ہے یعنی ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ تم اپنے قول کے خلاف کرو۔ روایات میں ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے کہا کہ کاش ہمیں کوئی ایسا عمل معلوم ہو جائے جو اللہ پاک کے یہاں سب سے زیادہ محبوب ہو تاکہ ہم اس میں اپنی جان و مال لگا دیں پھر جب جہاد کی فرضیت کی صورت میں وہ عمل ان کو بتا دیا گیا تو بعض لوگ اس ضمن میں سست پڑ گئے اور وہ کترانے لگے تو اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اس میں ان کی توبیخ وتقریع فرمائی گئی۔ (ابن کثیر، مراغی، جامع، محاسن، صفوہ وغیرہ) سو ایمان ویقین اور صداقت شعاری کا تقاضا یہ ہے کہ انسان زبان وبیان سے جو کچھ کہے وہ اپنے عمل سے کر کے دکھائے۔ وباللہ التوفیق، بہرکیف اس سے دعویٰ بلاعمل کے ممانعت فرمائی گئی ہے کہ یہ چیز مومن صادق کی شان کے لائق نہیں۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔مِنۡ کُلِّ زَیۡغٍ وَّضَلَالٍ،

۳ قول وفعل میں تضاد بڑی بُری بات۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللّٰہ: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ قول وفعل کا تضاد یعنی کہنا کچھ، اور کرنا کچھ، اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی بری بات ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت بری ہے کہ تم وہ کچھ کہو جس پر خود عمل نہ کرو کیونکہ صدق وصفا اور قول وفعل کی مطابقت اسلام کی اہم اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے اور اسی پر باہمی تعلقات اور حقوق ومعاملات کا دارومدار بھی ہے، اور اسی سے معاشرتی اصلاح اور باہمی اعتماد کی فضا وابستہ ہے، جبکہ قول وعمل کے درمیان توافق اور مطابقت کی بجائے تناقض وتضاد کا پایا جانا ضعف ایمانی اور منافقت کی نشانی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ تین چیزیں منافق کی نشانی ہیں اگرچہ وہ نماز بھی پڑھتا ہو، روزہ بھی رکھتا ہو، اور مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہو یعنی جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ وَالۡعِیَاذُ بِاللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضاوخوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور ہر قسم کے شرور وفتن کے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین

۴ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی نشاندہی کا ذکر وبیان: سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کی محبت عمدہ صفات والوں سے ہے خواہ وہ کوئی بھی ہوں اور کہیں کے بھی ہوں کہ یہاں پر بحث فلاں ابن فلاں کی شخصیت سے نہیں، بلکہ دارومدار عمل و کردار پر ہے اور بس۔ اسلئے اللہ پاک کی محبت ان لوگوں سے ہے جو ایسی اور ایسی عمدہ صفات وخصال اپنے اندر رکھتے ہیں۔ پس اس

ارشاد سے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی نشاندہی فرمادی گئی ہے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا ہو وہ اپنے اندر یہ صفات حمیدہ پیدا کرے۔ وباللہ التوفیق لما یحب ویرید، وعلیٰ ما یحب و یرید، سبحانہ وتعالیٰ، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنا ہی بنائے رکھے۔ آمین ثم آمین

۵ جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت شان کا ذکر و بیان: اس سے واضح فرمادیا گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک انتہائی محبوب عمل ہے پس اس سے جہاد فی سبیل اللہ کی عظمت شان واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں صف بستہ' یعنی وہ اس کی رضا وخوشنودی اور اس کے دین کی سربلندی کے لئے لڑتے ہیں، کہ تا کہ اللہ کا دین اور اس کا کلمہ سربلند ہو لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا اور تا کہ اس کی رضا ورحمت نصیب ہو جائے اس کے سوا ان کے پیش نظر اور کچھ نہیں ہوتا' نہ دنیاوی شہرت اور مال و دولت اور نہ ہی حکومت وکشور کشائی، وغیرہ سو جہاد فی سبیل اللہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بڑا محبوب ومطلوب عمل اور اسکی رضا وخوشنودی کا بڑا اہم ذریعہ ووسیلہ ہے، وباللہ التوفیق لما یحب و یرید

۶ مجاہدین فی سبیل اللہ کی عظمت وقوت کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جو اللہ کی راہ میں ایسے لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں اپنی استقامت وثابت قدمی کے اعتبار سے اور باہمی اتفاق واتحاد کے لحاظ سے سو اللہ پاک کی محبت ان لوگوں سے نہیں ہو سکتی جو محض زبانی وکلامی ڈینگیں ماریں اور عملی طور پر وہ قربانی کا کوئی حوصلہ اپنے اندر نہ رکھتے ہوں، بلکہ وہ انہی لوگوں سے محبت فرماتا ہے جو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہوتے ہیں اور دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ بنیان اصل میں تو عمارت کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں اس سے مراد دیوار ہے جو کہ کسی بھی عمارت کا بڑا اہم حصہ ہوتا ہے اور دیوار کی خوبی اور قوت اسی میں ہوتی ہے کہ اس میں ایک اینٹ دوسری اینٹ سے ملی ہوئی اور پوری مضبوطی اور پختگی سے اس میں ٹھکی اور جمی ہوئی ہو۔ اگر دیوار کی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ سے کھسک جائے تو پھر پوری عمارت کو اکھاڑ پھینکنا آسان ہو جاتا ہے۔ سو میدان جنگ میں اگر ایک شخص بھی بھاگ جائے تو اس کے نتیجے میں پوری فوج بھگدڑ کا شکار ہو جاتی ہے اور حوصلہ چھوڑ بیٹھتی ہے اسی لئے ''فرار من الزحف ''یعنی میدان جنگ سے بھاگنے کو صحیح حدیث میں سبع موبقات (سات مہلک کبیرہ گناہوں) میں سے قرار دیا گیا ہے اور سورۂ انفال میں اسکے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ایسا شخص اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے وہ (الانفال ۱۶) وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

۷ قوم موسیٰ علیہ السلام کے حال بد کی تذکیر و یاد دہانی: سو اس سے قوم موسیٰ کے حال بد کو یاد کرنے کی تعلیم وتلقین فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ یاد کرو اس وقت کو کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے اس طرح کہا تا کہ اس طرح تم لوگ اس روش سے بچ سکو جس کو ان لوگوں نے اپنایا اور جس کے نتیجے میں ان کو زیغ قلوب کی مار و پھٹکار سے دوچار ہونا پڑا اور وہ منصۂ عز وشرف سے گر کر قعر لعنت ومذلت میں جا پڑے۔ والعیاذ باللہ العظیم، سو اس ارشاد سے منافقین اور ان کی منافقانہ روش کی توضیح اور ان کے انجام کو مثال سے واضح فرمادیا گیا کہ منافقین کا یہ رویہ وہی ہے جس کو یہود نے اپنایا تھا۔ وہ بھی جہاد کے لئے جوش وجذبے کا اظہار

تو بہت کرتے تھے لیکن جب اس کا موقع آیا تو انہوں نے بزدلی دکھائی اور ہمت ہار گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کو فلسطینیوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ وہ تو بڑے زور آور لوگ ہیں ہم ان کی تلواروں کا لقمہ بننے کے لئے تیار نہیں۔ آپ جائیں اور آپ کا رب جا کر ان سے لڑے ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے جب تک وہ شہر خالی نہیں کر دیں گے ہم وہاں داخل ہونے کا حوصلہ نہیں رکھتے' وغیرہ وغیرہ۔ ہاں! جب وہ نکل جائیں گے تو پھر ہم اس شہر میں بڑے شوق سے داخل ہو جائیں گے۔ سو اس سے ان لوگوں کی دُوں ہمتی اور ذلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ والعیاذُ باللہ، من کل زیغٍ وضلال وسوءٍ وّانحراف،

۸ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے شکوہ: سو ارشاد فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! تم مجھے کیوں ستاتے ہو؟ میری اور میرے لائے ہوئے پیغامِ حق و ہدایت کی تکذیب کر کے نیز طرح طرح کے مطالبات اور رذیل قسم کے اتہامات وغیرہ کے ذریعے جس کی تفصیل دوسری متعدد آیات و نصوص میں موجود ہے مثلاً سورۂ بقرہ آیت نمبر ۵۱' ۵۵' ۶۰ اور ۶۷ تا ۷۲، سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۳' سورۃ المائدہ آیت نمبر ۲۰ تا ۲۶' سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۳۸ تا ۱۴۱' ۱۴۸ تا ۱۵۱ اور طٰہٰ ۸۶ تا ۹۸ وغیرہ وغیرہ۔ پس اس ارشادِ ربانی میں جہاں ایک طرف امت محمدیہ کو یہ تلقین ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی جناب میں کوئی ایسا رویہ اختیار نہ کریں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بارے میں اختیار کیا تھا، اور دوسری طرف اس میں خود رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی تسکین و تسلی کا سامان ہے کہ جو برتاؤ آج آپؐ سے کفارِ قریش وغیرہ دشمنانِ حق کر رہے ہیں یہ کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ اس سے پہلے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام جیسے انبیاء کرام کو بھی اس سے واسطہ پڑا اور ان کو بھی اسی طرح ستایا گیا ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کی رحمتیں ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کہ ان کو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر ہی سے کام لیا۔ (رحم اللّٰہ موسیٰ لقد اُوذی باکثر مِنْ ھٰذا فصبر) (روح' ابن کثیر' محاسن' مراغی' صفوہ وغیرہ)۔

--------------------❁❁❁--------------------

اَللّٰھُمَّ! اَعِذْنَا مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَغَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ
وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَآءِ، وَاغْفِرِ اللّٰھُمَّ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، وَالْمُسْلِمِیْنَ
وَالْمُسْلِمٰتِ، اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ، اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبٌ لِلدَّعْوَاتِ، یَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِیْنَ وَیَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، وَیَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَسَلِّمْ
عَلٰی حَبِیْبِکَ الْمُصْطَفٰی وَنَبِیِّکَ الْمُجْتَبٰی، نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِہِ الْاَتْقِیَاءِ وَاَصْحَابِہِ الْاَوْفِیَاءِ
وَارْضَ عَنْھُمْ وَعَنَّا مَعَھُمْ
یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ

کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں ؑ۹ مگر (اس کے باوجود) جب ان لوگوں نے ٹیڑھے پن ہی کو اختیار کیا تو اللہ نے

قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ وَاِذْ

ٹیڑھا کر دیا ان کے دلوں کو ؑ۱۰ اور اللہ ہدایت (کی دولت و نعمت) سے نہیں نوازتا ایسے بدکاروں کو ؑ۱۱ ⑤ اور (وہ بھی یاد کرو کہ)

۹ ایذاءِ رسول کے سنگین یہودی جرم کا ذکر و بیان: سواس سے جانتے بوجھتے اللہ کے رسول کی نافرمانی وایذاء رسانی کے سنگین یہودی جرم کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے مزید فرمایا کہ حالانکہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، یعنی تم لوگ اس حقیقت کو جانتے ہوان معجزات اور آیاتِ بینات کی بناء پر جو اللہ پاک نے میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائے ہیں، اور جن کی بناء پر تمہارے دلوں کے اندر میری صداقت وحقانیت کا یقین موجود ہے اگرچہ بظاہر تم اپنی ہٹ دھرمی کی بناء پر انکار ہی کرو جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا گیا: "وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ (النمل:۱۴ پ۱۹) اسی لئے یہاں 'اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ' فرمایا گیا ہے یعنی 'اَنَّ' کی تاکید کے ساتھ اور اسی کو واضح کرنے کے لئے ہم نے اپنے ترجمے میں یوں کہا کہ "تمہیں اچھی طرح معلوم ہے" سو یہود بے بہبود کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت وحقانیت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن اس سب کے باوجود محض اپنی ہٹ دھرمی، پست ہمتی، دنیا طلبی، اور خست و دناءت کے سبب سے، اور یہ جانتے ہوئے اور پورے طریقے سے اور اچھی طرح جانتے ہوئے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں، یہ لوگ برابر ان کی نافرمانی کرتے اور ان کو طرح طرح کی اذیت دیتے رہے جو کہ ان کی شقاوت اور بدبختی کا ایک کھلا ثبوت اور واضح مظہر ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال،

۱۰ قومِ موسیٰ کے ٹیڑھے پن کی سزا کا ذکر و بیان: سوارشاد فرمایا گیا کہ جب وہ لوگ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ والعیاذ باللہ۔ یعنی اس کا تکوینی اور طبعی وفطری قانون یہی ہے کہ جو شخص حق وہدایت سے منہ موڑنے پر ہی اصرار کرتا جاتا ہے وہ حق وہدایت کے نور سے محروم ہو جاتا ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَّزَیْغٍ وَّضَلَالٍ۔ بہر کیف اس ارشاد سے ہدایت وضلالت کے بارہ میں قدرت کی سنت اور اس کے دستور کو بیان فرما دیا گیا اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کسی کو ہدایت کے لئے مجبور کرتا ہے اور نہ کسی کو ضلالت اور گمراہی اور اختیار سے جبراً روکتا ہے، بلکہ وہ بندے کو آزادی اور اختیار دیتا ہے کہ وہ نیکی اور بدی میں سے جونسی راہ چاہے اختیار کرلے اور اسی میں بندے کا اصل امتحان ہے، اسلئے وہ جدھر جانا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ادھر ہی کی توفیق ارزانی فرما دیتا ہے۔ وہ اگر نیکی کی راہ کو اپنائے گا تو اس کو اس کی توفیق ملے گی، اور اگر بدی کی راہ کو اپنائے گا تو اس کو اس کے لئے بھی ڈھیل ملے گی، سواس کی اسی سنت کا یہاں پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ۔ سوان لوگوں نے جب بار بار کی تنبیہ وتذکیر کے باوجود اپنا رخ سیدھا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت اور دستور کے مطابق ان کے دلوں کو اسی رخ پر ڈال کر ان کو ٹیڑھا کر دیا جس کو انہوں نے از خود اپنے

ارادہ' اختیار سے اپنایا اور پسند کیا تھا اور حضرتِ فاطر جَلَّ جَلَالَہٗ نے انسانی فطرت کو اس طور پر پیدا فرمایا ہے اور اس میں یہ خاصہ رکھا ہے کہ انسان اس کو جدھر موڑے یہ ادھر مڑ جاتی ہے اور وہ اس کو جس رُخ پر لگائے یہ ادھر ہی لگ جاتی ہے۔ انسان اگر اس کو عقل و فطرت کے تقاضوں کے خلاف کسی غلط رخ کی طرف موڑے گا تو اول تو فطرت اپنے طبعی تقاضے کے مطابق اس سے اباء کرے گی لیکن اگر وہ اس کے طبعی تقاضوں کو برابر دباتا اور کچلتا ہی گیا۔ والعیاذُ باللہ العظیم ۔تو بالآخر وہ اپنی طبعی خصائص سے محروم ہو کر اسی سانچے میں ڈھل جائے گی جس میں ایسا بگڑا ہوا انسان اس کو ڈھالنا چاہتا ہے، اس کے بعد ایسے لوگ اپنے غلط رویے اور ٹیڑھے راستے کو ہی حق اور درست سمجھنے لگتے ہیں، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا ''مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا ط کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ'' (الروم ۳۲ پ ۲۱) یعنی ہر جماعت اور گروہ انہی پر مست اور مگن ہے جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر اعتبار سے اور ہر موقع پر اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۱۱ فاطرِ فطرت سبحانہٗ تعالیٰ کے ایک قانون و دستور کا ذکر و بیان: فاطرِ فطرت کے اس قانون و دستور کے بیان کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ ہدایت سے نہیں نوازتا بدکار لوگوں کو یعنی ایسے لوگوں کو جو حق سے منہ موڑنے پر اصرار اور ہٹ دھرمی پر اتر آتے ہیں کہ ایسوں کو حق اور ہدایت کی دولت سے کبھی سرفرازی نہیں ہو سکتی، اور یہ اسلئے کہ ہدایت کے لئے تو طلبِ صادق اولین شرط اور بنیادی تقاضا ہے، اور یہی تقاضا ہے عقل و منطق کا، کیونکہ جب اس دنیاءِ دوں کی عام چیزیں بھی طلب و استدعا کے بغیر نہیں مل سکتیں تو پھر نورِ حق و ہدایت کی وہ عظیم الشان دولت اور جلیل القدر نعمت جو کہ قدرت کا سب سے بڑا عطیہ اور انعام ہے وہ بے توجہی اور لاپرواہی بلکہ ضد و عناد اور ہٹ دھرمی پر آخر کس طرح مل سکتی ہے؟ سو حق و ہدایت کی یہ عظیم الشان اور جلیل القدر نعمت اگرچہ حضرت واہبِ مطلق جل و علا شانہ کی طرف سے سب کے لئے عام اور بالکل مفت ہے مگر اس کے لئے اولین شرط اور بنیادی تقاضا ہے طلبِ صادق' تو پھر ایسے ظالم و بدکار اس سے کس طرح بہرہ ور ہو سکتے ہیں جو اس سے منہ موڑے ہوئے ہوں اور صدق دل سے اس کو چاہتے ہی نہ ہوں؟ فَاِیَّاکَ نَسْاَلُ اللّٰھُمَّ التَّوْفِیْقَ والسَّدَادَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ وَبِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ وَفی کل مَوْطِنٍ من المواطن فی الحیاۃ، یاذالجلال والاکرام. بہرکیف اس سے اللہ تعالیٰ کے اس قانونِ فطرت اور دستورِ خداوندی کو بیان فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ اور قانون نہیں کہ کوئی پسند تو کرے ضلالت و گمراہی کو، اور وہ اس کے اندر زبردستی ہدایت ٹھونس دے' نہیں ایسے نہیں، بلکہ ہدایت کی دولت تو اسی کو ملتی ہے جو اس کی قدر کرتا اور اس کا طالب بنتا ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ لِمَا یُحِبُّ وَیُرِیْدُ وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَیُرِیْدُ وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ سبحانہ و تعالیٰ ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہر حال میں اور ہر اعتبار سے اپنی رضا و خوشنودی کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، واکرم الاکرمین، جل شانہ وعم نوالہ

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ إِنِّي رَسُولُ

جب عیسیٰ بیٹے مریم نے کہا ۱۲ اے اسرائیل کی اولاد! بیشک میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، ۱۳ تمہاری طرف، ۱۴

اللّٰهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اس حال میں کہ میں تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو کہ آچکی ہے مجھ سے پہلے (حضرت موسیٰ پر) ۱۵

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ أَحْمَدُ ؕ

اور اس حال میں کہ میں خوشخبری سنانے والا ہوں ایک ایسے عظیم الشان رسول کی جو تشریف لانے والے ہیں میرے بعد ۱۶

۱۲ بعثتِ عیسوی کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ یاد کرو کہ جب عیسیٰ بیٹے مریم کے نے کہا کہ اے اسرائیل کی اولاد! بے شک میں تمہاری طرف بھیجا ہوا رسول ہوں۔ یعنی ان لوگوں کے اسی زیغ طبع کے اثر اور نتیجے کے اظہار و بیان کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ وہ بھی یاد کرو کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے بنی اسرائیل! یقیناً میں اللہ کا رسول ہوں تم لوگوں کی طرف۔ یہاں پر اس حقیقت کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ آنجنابؑ نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی طرح "یا قوم" (اے میری قوم) نہیں فرمایا کہ ہم قوم تو انسان بنتا ہے باپ کی طرف سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر محض قدرتِ خداوندی سے اس کے کلمۂ کن کے ذریعے پیدا ہوئے تھے، اسی لئے آپؑ کو عام معمول کے خلاف اپنی والدہ ماجدہ کی نسبت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور عیسیٰ بن مریم کہا جاتا ہے، جبکہ عام ضابطہ اور قاعدہ یہی ہے کہ انسان کو اس کے باپ کی نسبت سے یاد کیا جاتا ہے نہ کہ ماں کی نسبت سے علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں ان کے ذکر سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل نے جو سلوک کیا اور اس کی پاداش میں ان پر جو لعنت ہوئی اس کا اثر بد ان لوگوں پر آخر تک رہا، یہاں تک کہ اسی کے نتیجے میں انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی بھی تکذیب کی اور اب یہ لوگ جو اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں یہ بھی اسی کا اثر و نتیجہ ہے۔ سو یہ بیماری ایسی خطرناک اور اس قدر جان لیوا ہے کہ ایک دفعہ اگر لگ گئی تو پھر اس سے جان چھڑانا ممکن نہیں۔ پس عافیت و سلامتی اسی میں ہے کہ اس کی چھوت نہ لگنے پائے۔ و العیاذ باللہ العظیم۔ بہر کیف اس ارشاد سے زیغِ طبع کے اثر و نتیجہ کے ایک مظہر کو بیان فرمایا گیا ہے کہ اس کا نتیجہ دولتِ ایمان و یقین سے محرومی ہوتا ہے جو کہ سب سے بڑی محرومی ہے۔ و العیاذ باللہ العظیم

۱۳ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل حیثیت کی تصریح: سو ارشاد فرمایا گیا کہ حضرت عیسیٰ نے ان لوگوں سے کہا اور تاکید و تصریح کے ساتھ کہا کہ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں نہ کہ خدا یا اس کا بیٹا' جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں اور نہ ہی میں مشکوک النسل ہوں جیسا کہ یہود بے بہبود کا کہنا ہے۔ پس اس ایک لفظ سے ان دونوں گروہوں کی تردید بھی ہوگئی، اور اصل حقیقت کی تعیین و توضیح بھی' سو اس ایک لفظ سے آنجنابؑ نے اصل حقیقت اور اپنی حیثیت اور پوزیشن کو بھی پوری طرح واضح کر دیا اور یہود و نصاریٰ دونوں کی

گمراہی اور بدعقیدگی کا قلع قمع بھی فرمادیا کہ میں اللہ کا رسول اور پیغامبر ہوں جو کچھ میں کہتا ہوں وہ اسی کی طرف سے کہتا ہوں۔ پس میری بات ماننا حقیقت میں اس کی بات ماننا ہے اور میرا انکار کرنا دراصل اس کا اور اس کے پیغام کا انکار ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ سبحان اللہ! کیا کہنے قرآنِ حکیم کی اس بلاغت اور اعجاز و ایجاز بیانی کے اور کیا کہنے عربی زبان کی اس بلاغت و جامعیت اور اس کی ایسی ایسی باریکیوں، نزاکتوں، اور لطافتوں، کے کہ ایک ہی جملے بلکہ اس کے بھی ایک ہی لفظ سے نہ صرف یہ کہ اصل حق اور حقیقت کو روز روشن کی طرح عیاں اور آشکارا کردیا گیا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق پیدا ہونے والی تمام گمراہیوں کا سدِّ باب بھی فرمادیا گیا اور قیامت تک کے لئے اس بارہ جنم لینے والے تمام مفاسد اور گمراہیوں کی جڑ نکال کر رکھ دی گئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، بہرکیف حضرت عیسیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ مانو یا نہ مانو تمہاری مرضی، لیکن حق اور حقیقت بہرحال یہی اور صرف یہی ہے کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور میں جو کچھ کہتا ہوں اسی کی طرف سے کہتا ہوں۔ پس میرا ماننا اس کو ماننا ہے اور میرا انکار اس کا انکار ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین، یارَبَّ العالمین، ویاارحم الراحمین،

١٤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام صرف بنی اسرائیل کے لئے: سو اس سے واضح فرمادیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور ان کا پیغام صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ بے شک مجھے تمہاری ہی طرف بھیجا گیا ہے کہ میرا پیغام محدود اور صرف تمہارے لئے ہے، نہ کہ عالمی سطح کا اور سب لوگوں کے لئے، جیسا کہ انجیل میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ مجھے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔ پس عیسائی جو اپنی دیانتِ محرفہ کی تبلیغ عالمی سطح پر کر رہے ہیں وہ حقیقت واقعہ اور قوانین فطرت کے بھی خلاف ہے اور خود ان کے اپنے نبی کے ارشادات اور ان کی ہدایات وتعلیمات کے بھی خلاف ہے کہ ان کا دین سرے سے عالمی دین ہے ہی نہیں، تھا ہی نہیں، بلکہ وہ ایک محدود زمانے اور ایک خاص قوم کے لئے تھا اور بس، مگر جب عالمی دین یعنی اسلام کے پیروکار اور اس کے نام لیوا یعنی مسلمان سو گئے تو عیسائیوں کو اپنی دیانتِ محرفہ کو پھیلانے کا موقع مل گیا اور وہ جگہ جگہ اور طرح طرح کے لوگوں کو ورغلا کر دین حق سے پھیرتے اور ہاویۂ جہنم کی راہ پر ڈال رہے ہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ بہرکیف حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے صاف اور صریح طور پر فرمایا کہ مجھے صرف تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور میرا پیغام صرف تمہارے لئے ہے نہ کہ عالمی۔ عالمی پیغام تو اس رسول کا ہوگا جو میرے بعد آئیں گے جن کی میں بشارت دینے آیا ہوں اور جن کا نام نامی اور اسمِ گرامی احمد ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم، اور جن کی بعثت ورسالت قیامت تک کے سب انسانوں اور جملہ زمانوں کے لئے ہوگی اور جو تمام رسل کے خاتم اور ان کے امام ہوں گے۔

١٥ حضرت عیسیٰ تورات کے مصدق، علیہ الصلوٰۃ والسلام: سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف اس حال میں کہ میں تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو مجھ سے پہلے آچکی ہے کہ جو کچھ اس میں اللہ پاک کی طرف سے فرمایا گیا تھا وہ سب کا سب حق اور سچ تھا، اور جو پیغام میں انجیل کی شکل میں اب لایا ہوں وہ بھی اسی کی تصدیق وتائید کرتا ہے، کہ سب انبیاءِ کرام علیھم الصَّلٰوۃُ و السَّلام کا کام ومشن اور ان کا بنیادی پیغام بہرحال اور ہمیشہ ایک ہی رہا

مگر بعد میں ان کے نام نہاد پیروکاروں نے اس کو اپنی اہواء واغراض اور خواہشات کے مطابق بدل اور بگاڑ کر کچھ کا کچھ کر دیا۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ نیز مصدقا کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ میں ان پیشین گوئیوں کا مصداق ہوں جو میرے بارے میں تورات میں فرمائی گئی ہیں، کہ میرے آنے سے ان پیشین گوئیوں کی تصدیق ہوگئی۔ سو اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد آپ کی رسالت کی دلیل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سب سے واضح بشارت آپ کے پیش رو حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دی جنہوں نے اپنا خاص مشن ہی یہ بتایا کہ میں اپنے بعد آنے والے کی خوشخبری دینے آیا ہوں، اور انہی بشارتوں کی بناء پر وہ لوگ ایک نبی کی آمد و بعثت کے منتظر تھے۔ سو جب میں تورات کی تصدیق کرنے والا اور اس میں ذکر و ارشاد فرمائی پیشین گوئیوں کا مصداق و مصدق ہوں تو پھر تم لوگ میری بات کیوں نہیں مانتے؟ اور میری رسالت کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ حالانکہ ایسے میں میری تصدیق کرنا اور میری نبوت و رسالت پر ایمان لانا خود تمہاری اپنی کتاب کی تصدیق اور اس پر ایمان لانا ہے؟ سو ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ، مِنْ کُلِّ زَیْغٍ وَّضَلَالٍ، وَسُوْءٍ وَّانْحِرَافٍ، بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃِ،

-------------------- ❁❁❁ --------------------

اَللّٰھُمَّ !

اِنَّا نَسْأَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ، اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ،
اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ، اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ، اَنْ
تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا، وَنُوْرَ صُدُوْرِنَا وَجَلَاءَ ھُمُوْمِنَا
وَغُمُوْمِنَا، وَاَنْ تَجْعَلَ آخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنْ اُوْلٰنَا، وَاَنْ تَجْعَلَنَا مِنَ
الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ، اِنَّکَ
اَنْتَ مَوْلَانَا، وَلَا مَوْلٰی لَنَا سِوَاکَ تَبَارَکْتَ
وَتَعَالَیْتَ وَاَنْتَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ
الْمَغْفِرَۃِ، فَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَذُنُوْبَ
بَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا، وَاَزْوَاجِنَا
وَذُرِّیّٰتِنَا مِنَ النَّارِ،
اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ،

-------------------- ❁❁❁ --------------------

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ

اور اس حال میں کہ میں خوشخبری سنانے والا ہوں ایک ایسے عظیم الشان رسول کی جو تشریف لانے والے ہیں میرے بعد، وا۱۶

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶ وَمَنْ

جن کا نام (نامی اور اسم گرامی) احمد ہوگا، مگر جب وہ آ گئے ان کے پاس کھلے (اور روشن) دلائل کے ساتھ، تو ان لوگوں نے

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى

کہا کہ یہ تو ایک جادو ہے کھلم کھلا ۱ (۶) اور اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے، جو جھوٹ باندھے اللہ پر جب کہ اس کو بلایا جا رہا ہو

اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷

اسلام (کے نور مبین) کی طرف؟ اور اللہ ہدایت (کی عظیم الشان اور بے مثل دولت) سے سرفراز نہیں فرماتا ایسے ظالم لوگوں کو وا۱۸ (۷)

۱۶ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بعثتِ محمدی کی بشارت: سو آپؑ نے ان لوگوں سے مزید فرمایا کہ اور میں بشارت دینے والا ہوں کہ ایک ایسے عظیم الشان رسول کی جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور جن کا نام احمد ہوگا، اور یہ جیسا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات اہلِ علم اور اربابِ تحقیق کا کہنا ہے کہ آنحضرتؐ کا اسمِ علم ہے، اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ میرے کئی نام ہیں، میں محمد بھی ہوں، اور احمد بھی، اور حاشر بھی، کہ تمام لوگ میرے قدموں میں اکٹھے کیے جائیں گے، اور میں ماحی بھی ہوں کہ اللہ پاک میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں عاقب بھی ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ نیز دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، اور جب میں نے اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں قرار پکڑا تو انہوں نے ایسا محسوس کیا کہ ان سے ایک ایسا نور خارج ہوا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام، وغیرہ وقال ابن کثیر اسناد جیدہ) پھر احمد کے معنی میں بھی دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ مبالغہ فی الفاعل کے قبیل سے ہو، یعنی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، کیونکہ جو اور جیسی تعریف آپؐ نے اپنے رب کی فرمائی وہ اور ایسی تعریف نہ اس سے قبل کسی اور سے ہو سکی اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی کسی سے ممکن ہے، جبکہ دوسرا احتمال احمد کے کلمہءِ کریمہ میں یہ بھی موجود ہے کہ یہ مبالغہ فی المفعول کے معنی میں ہو، یعنی جس کی تعریف سب سے زیادہ کی گئی ہو، سو اس اعتبار سے بھی اس اسمِ گرامی اور نامِ نامی کے مستحق و مصداق آپؐ ہی ہیں، کہ جتنی تعریف و توصیف آپؐ کی گئی اتنی خداوند قدوس کی ساری خدائی اور پوری مخلوق میں نہ اور کسی کی اس سے پہلے کی گئی، اور نہ آئندہ قیامت تک کسی کے لئے ممکن ہے، اور یہ اس لئے کہ جن اوصافِ عالیہ اور خصالِ حمیدہ سے قدرت نے آپ ﷺ کو نوازا اور جس قدر فیض مخلوق کو آپؐ کے ذریعے پہنچا اس کی دوسری کوئی نظیر و مثال نہ ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ سو احمد کے نامِ نامی کے اندر یہ دونوں احتمال موجود ہیں، دونوں ہی اعلیٰ معانی و مطالب پر مشتمل ہیں، اور حضرات اہلِ علم سے یہ دونوں ہی مروی و منقول ہیں (خازن، جامع، محاسن وغیرہ) سو اس سے یہ حقیقت بھی واضح اور آشکار ہو جاتی ہے

کہ حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین سید الاولین والاخرین علیہ السلام کے نام نامی اور اسم گرامی میں بھی عظمت اور جامعیت کی ایک ایسی منفرد شان پائی جاتی ہے جس کی دوسری کوئی نظیر ومثال اور کہیں نہیں مل سکتی۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وعلی آله وصحبه وسلم،

١٧ یہود کی شقاوت وبدبختی کا ایک نمونہ ومظہر: سو ارشاد فرمایا گیا کہ جب وہ ان کے پاس آ گئے کھلے دلائل کے ساتھ تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو ایک جادو ہے کھلا ہوا۔ جاء کی ضمیر فاعل کے بارہ میں دو احتمال ہیں، اور حضرات اہل علم سے دونوں مروی ومنقول ہیں۔ (خازن، جامع، محاسن وغیرہ) ایک یہ کہ اس کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں یعنی جب حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کے پاس کھلے دلائل لے کر آ گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو ایک جادو ہے کھلا ہوا، اور دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت امام الانبیاء ہوں کہ ضمیر کا مرجع احمد ہے، سو بعض حضرات نے پہلے قول واحتمال کو ترجیح دی، اور بعض نے دوسرے کو (جامع، خازن، صفوہ وغیرہ) اور ہمارے نزدیک راجح کا دوسرا قول ہے والتفصيل فى المفصل انشاء الله، سو یہ انسان کی ایک عام بدبختی رہی ہے جو کہ ایسے لوگوں کے اندر بالعموم پائی گئی، خاص کر جب ان کو دین حق کی طرف بلایا جا رہا ہو کہ وہ دین حق کی نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنے نور ایمان ویقین کی دولت بے مثال سے بہرہ مند وسرفراز ہونے کی بجائے اس کی بے قدری اور ناشکری کرتے ہیں۔ سو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی بعثت وتشریف آوری کی قدر کرنے اور ان پر صدقِ دل سے ایمان لا کر اپنے لئے دارین کی سعادت و سرخروئی سے سرفرازی کا سامان کرنے کی بجائے الثان کو "سحر مبين" یعنی کھلا جادو قرار دیا، اور اس طرح انہوں نے اپنے لئے ابدی شقاوت وبدبختی کا سامان کیا۔ سو اس سے یہود کی شقاوت وبدبختی کا ایک اور نمونہ سامنے آتا ہے۔ والعياذ بالله العظيم۔ اللہ تعالیٰ زیغ وضلال کے ہر شائبے سے محفوظ اور ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھے، اور ہمیشہ اور ہر حال میں اپنی رضا کی راہوں پر چلنا نصیب فرمائے، آمین ثم آمین،

١٨ "افتراء على الله" سب سے بڑا ظلم۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم: سو یہود کی اس شقاوت وبدبختی پر اظہار افسوس کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر افتراء باندھے۔ سو اللہ پر افتراء باندھنا والعياذ بالله، سب سے بڑا ظلم ہے خاص کر اس صورت میں جبکہ ان کو اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو جس میں خود ان کے لئے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے دارین کی سعادت وسرخروئی اور امن وسلامتی کا سامان وپیغام ہے، اور استفہام یہاں پر انکاری ہے یعنی اس سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ پر جھوٹ گھڑنا اور وہ بھی دعوت الی الاسلام کے جواب میں افتراء على الله اور سب سے بڑا گناہ اور سنگین جرم ہے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم۔ اور افتراء على الله سے یہاں پر مراد یہود بے بہبود کی وہ من گھڑت باتیں ہیں جو انہوں نے اپنی بے بنیاد اور من گھڑت بزرگی اور بڑائی کے لئے بنا رکھی تھیں، مثلاً یہ کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، ہم اللہ کی چنی ہوئی مخلوق ہیں باقی سب لوگوں کو ہماری خدمت کیلئے پیدا کیا گیا ہے، اور یہ کہ نبوت ورسالت کا شرف تو ہمیشہ بنی اسرائیل کے گھرانے ہی کے ساتھ خاص رہا، اس کے باہر کوئی نبی کس طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ سو اپنی اس طرح کی افتراء پردازیوں سے یہ لوگ راہِ حق سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰه۔ اور اس طور پر محروم ہوئے کہ یہ ہمیشہ ہمیش کے خسارے میں مبتلا ہو گئے مگر ان کو اس کا احساس بھی نہیں۔ اور یہ خسارہ ایسا ہولناک خسارہ ہے جو کہ خساروں کا خسارہ ہے، وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْم.

يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ط وَاللّٰهُ

یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ (کسی طرح) بجھا دیں اللہ کے (اس) نور کو اپنے مونہوں (کی پھونکوں) سے ۱۹ مگر اللہ نے

مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ۝۸ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ

بہر حال پورا کر کے رہنا ہے اپنے نور کو اگرچہ یہ ناگوار ہو کافروں کو ۲۰ (۸) وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے بھیجا

رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى

اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے (عظیم الشان نور کے) ساتھ، تاکہ وہ اس کو غالب کردے

الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝۹ ع يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

سب دینوں پر ۲۱ اگرچہ یہ بات ناگوار ہو مشرکوں کو ۲۲ (۹) اے وہ لوگو

۱۹ **منکرین کی ایک حماقت اور بدبختی کا ذکر و بیان**: کہ یعنی یہ لوگ نور حق کے آفتاب عالم متاب کو مونہوں کی پھونک سے بجھانا چاہتے ہیں۔ سو اس سے منکرین و معاندین کی طرف سے اللہ کے نور کو مونہوں کی پھونکوں سے بجھانے کی حماقت کا ذکر فرمایا گیا ہے چنانچہ ان بدبختوں کی اس حماقت و بدبختی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں، یعنی اپنے مونہوں کے جھوٹے پروپیگنڈے کے زور سے مگر کہاں کیسے اور کیونکر؟ نور خدا ہے کفر کی حرکتوں پر خندہ زن، پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔ سو یہ اس سعی لاحاصل کی تمثیل ہے کہ یہ لوگ اپنی بدعات و خرافات اور اپنے جھوٹے پروپیگنڈے سے حق کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ان کی اس طرح کی کوششیں ایسی ہی ہیں جیسے کوئی اپنے منہ کی پھونکوں سے سورج یا چاند کی روشنی کو بجھانا چاہے۔ سو جس طرح ایسے شخص کی کوشش لاحاصل اور اس کی اپنی حماقت کی دلیل ہے، اسی طرح یہ لوگ حق کا تو کچھ نہیں بگاڑیں گے البتہ اپنی حماقت اور ہلاکت کے داغ کو اور پکا کریں گے۔ اللہ کا نور بہر حال کامل ہو کر رہے گا اور یہ ہلال بہت جلد بدر منیر بن جائے گا، اور ان کے مونہوں کی یہ پھونکیں خود ان کی اپنی حماقت و جہالت اور شقاوت و سفاہت کا ثبوت فراہم کریں گی، اور یہ ذلیل سے ذلیل تر ہوتے جائیں گے۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ۔ اللہ ہمیشہ حق کا بول بالا رکھے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین،

۲۰ **ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر و بیان**:۔ سو اس سے نور حق کے اتمام کی تصریح بھی فرما دی گئی اور ایک عظیم الشان پیشین گوئی کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور صاف و صریح طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ بہر حال پورا کر کے رہے گا اپنے نور کو اگرچہ یہ بات ناگوار گزرے کافروں کو۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ دین حق کے وہ دشمن تو مٹ گئے جو نور حق کو مٹانا چاہتے تھے مگر اسلام کا نور چاروں طرف پھیل کر رہا اور ہمیشہ انشاء اللہ تاقیام قیامت جگمگاتا ہی رہے گا، جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی طویل حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے لئے ساری زمین اس طرح اکٹھی کر دی گئی، کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا

اور میری امت کی سلطنت (یعنی میرے دین کی آواز) وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک مجھے دکھایا گیا، یہاں پر یہ ایک اہم اور بنیادی حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ یہ آیات کریمات سنہ ۳ ہجری میں غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی تھیں جبکہ صورت یہ تھی کہ نورِ اسلام صرف شہر مدینہ تک محدود تھا۔ مسلمانوں کی تعداد چند ہزار نفوس سے زیادہ نہ تھی، اور سارا عرب اس دین کو مٹانے کے لئے تلا ہوا تھا۔ اُحد کے معرکے میں مسلمانوں کو چونکہ زک اٹھانا پڑی تھی اس لئے اس سے مسلمانوں کی ہوا اکھڑ گئی تھی جس کے نتیجے میں گرد و پیش کے قبائل ان پر شیر ہو گئے تھے، اور ظاہر بین نگاہیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ اسلام ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہے جس کو بجھانے کے لئے بڑے زور کے جھکڑ چل رہے تھے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ اللہ کا یہ نور کسی کے بجھائے سے نہیں بجھے گا بلکہ یہ پورا ہو کر اور ماہِ کامل بن کر اور دنیا پر چھا کر اور پھیل کر رہے گا'' اللہ کے سوا اور ان کو جان سکتا تھا کہ اس دین حق کا مستقبل کیا ہے؟ سو یہ اس دین متین کی صداقت وحقانیت کا ایک واضح ثبوت اور اس کی کھلی دلیل ہے۔ والحمدُ لله رب العالمین۔ اللہ اس دینِ حق کے خادموں کی مدد فرمائے اور ظالموں کو ہدایت دے۔ آمین ثم آمین۔ یاربَّ العالمین، ویاارحم الراحمین، یامن بیده ملکوت کل شیءٍ وھویجیر ولایجار علیه

۲۱ غلبہ دین حق ہی کیلئے ہے: سواس سے واضح فرمادیا گیا کہ سب دینوں پر غالب ہو کر رہنا اسلام ہی کا حق، اور اسی کی شان ہے، کہ حق بہر حال یہی اور صرف یہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ اللہ وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تا کہ وہ اس کو غالب کرے سب دینوں پر۔ چنانچہ حجت و برہان کے اعتبار سے تو دینِ حق تمام ادیان اور جملہ نظام ہائے زندگی پر ہمیشہ سے غالب رہا اور ہمیشہ کیلئے غالب رہے گا، کہ غلبہ تو بہر حال حق ہی کیلئے مقدر ہے، مگر حکومت وسلطنت اور سیف وسنان کے اعتبار سے بھی غلبہ اسی کا رہا جبکہ مسلمانوں نے صحیح طریقے سے اس کی سربلندی کے لئے کوشش کی جیسا کہ تاریخ اس کی گواہ ہے، اور آئندہ بھی غلبہ حق اور اہل حق ہی کا رہے گا جبکہ انہوں نے اپنے اسلاف کی روایات کے مطابق اخلاص واستقامت کے ساتھ اس کے لئے کوشش کی۔ چنانچہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا اور ''حصر و قصر'' کے اسلوب وانداز میں ارشاد فرمایا گیا وَلَاتَهِنُوْا وَلَاتَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ (آل عمران ۱۳۹ پ ۴) یعنی غلبہ تمہارا ہی ہے بشرطیکہ تم لوگ ایمان دار ہو'' ۔ وَ بِـاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَ يُرِيْد ۔ بہر کیف اس ارشاد میں غلبۂ اسلام کا واضح اعلان فرمادیا گیا، سوارشاد فرمایا گیا کہ جس خدا نے اپنے نور کو کامل کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے اسی نے اپنے رسول کو اس ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے اور یہ بات لازماً ہو کر رہے گی اگر چہ یہ مشرکین کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے اور ایسے لوگ اس کے خلاف خواہ کتنا ہی زور کیوں نہ لگائیں۔ والعیاذُ باللہ العظیم، من کل زیغ وضلال،

۲۲ کفار ومشرکین کے علیٰ الرَّغم غلبۂ حق کا اعلان: سوارشاد فرمایا گیا کہ اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اگر چہ یہ بات ناگوار گزرے مشرکوں کو، کہ مشرک کو پیغامِ توحید سے بڑھ کر ناگواری اور کسی چیز سے نہیں ہوسکتی' جیسا کہ آج تک ہے، اور آئندہ بھی ایسے ہی رہے گا، کیونکہ توحید اور شرک کے درمیان آگ پانی کا

تضاد ہے، اس لئے یہ دونوں کبھی یکجا نہیں ہو سکتے، اسلئے مشرکوں کی توحید سے چڑ اور ناگواری قیامت تک رہے گی اور کھلے مشرکوں کے علاوہ آج کے کلمہ گو مشرکوں میں بھی آپ توحید خالص سے ان کی اس ناگواری کے نمونے اور مظاہر جابجا اور طرح طرح سے دیکھ سکتے ہیں، مگر ان کی ناگواری کے علی الرغم دین حق اور پیغام توحید غالب ہی رہا، اور ہمیشہ غالب ہی رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تعالٰی، "فَاِنَّ الْحَقَّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ"، یعنی حق نے بہرحال غالب ہی رہنا ہے یہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا، اوپر کی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا تھا "وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ" اور یہاں فرمایا گیا "وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ" سو "کافرون" کا مفہوم نسبتاً عام ہے جو کفر و انکار کی ہر شکل و صورت کو عام اور اس کو شامل ہے جو بھی اس دین حق اور رسول برحق کے منکر تھے اور ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں، اور "مُشْرِکُوْنَ" کا لفظ خاص مشرکین مکہ اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کیلئے ہے۔ سو ان دونوں لفظوں نے سب کافر طاقتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا۔ سو اس میں ان سب کیلئے چیلنج ہے کہ تمہارے علی الرغم یہ دین حق غالب ہو کر رہے گا۔ تم لوگ اس برتے کے مالک نہیں ہو کہ اس کے غلبے کی راہ کو روک سکو۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ جَلَّ وَعَلَا بِکُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ کُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاۃ

اَللّٰھُمَّ ! یَامَعْرُوْفًا بِالْمَعْرُوْفِ وَقَدِیْمَ الْاِحْسَان، یَامَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاہُ، وَیَکْشِفُ عَنْہُ السُّوْءَ، یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ، یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ، یَابَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ،
یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ،
نَسْئَالُکَ اِیْمَانًا لَّایَرْتَدُّ، وَنَعِیْمًا لَّایَنْفَدُ، وَمُرَافَقَۃَ نَبِیِّکَ
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَعْلٰی دَرَجَۃِ
الْجَنَّۃِ جَنَّۃِ الْخُلْدِ، وَاَنْ تَغْفِرَلَنَاذُنُوْبَنَا
وَالْاٰثَامَ، مَاظَھَرَمِنْھَا وَمَابَطَنَ، وَمَانَعْلَمُ
مِنْھَاوَمَالَا نَعْلَمُ، اَنْتَ مَوْلَانَا
فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ
الْکٰفِرِیْنَ، وَاَفِضْ
عَلَیْنَابَرْدَا الْیَقِیْنِ،
وَارْضَ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ، وَخُذْ بِنَوَاصِیْنَا اِلٰی مَافِیْہِ صَلَاحُنَا وَفَلَاحُنَا
فِی الدُّنْیَاوَالدِّیْنِ، بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ، وَیَااَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ، یَاذَاالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ،

اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ

جو ایمان لائے ہو کیا میں تم کو ایک ایسی عظیم الشان تجارت کا پتہ (نہ) بتادوں؟ جو تم کو نجات دلا دے ایک بڑے ہی دردناک

اَلِيْمٍ ﴿١٠﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ

عذاب سے؟ ۲۳ ﴿١٠﴾ (یہ کہ) تم لوگ (صدق دل سے) ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تم جہاد کرو

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ

اللہ کی راہ میں (اور اسکی رضا کیلئے) اپنے مالوں سے بھی، اور اپنی جانوں سے بھی، یہ تم لوگوں کیلئے بہر حال بہتر ہے (دنیا و آخرت دونوں میں)

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

اگر تم جانو ۲۴ ﴿١١﴾ (کہ اس سے) اللہ بخشش فرما دے گا تمہارے گناہوں کی

وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ

اور وہ داخل فرما دے گا تم کو ایسی عظیم الشان جنتوں میں جن کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی (طرح طرح کی عظیم الشان) نہریں

مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

اور تم کو نوازے گا وہ ایسے پاکیزہ گھروں سے جو کہ ابدی قیام کی (اور سدا بہار) جنتوں میں ہوں گے یہی ہے بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ

کامیابی، ۲۵ ﴿١٢﴾ اور ایک اور چیز بھی وہ تمہیں عطا فرمائے گا جو لوگ پسند کرتے ہو ۲۶ یعنی اللہ کی طرف سے مدد، اور جلد ہی

قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ملنے والی فتح ۲۷ اور خوشخبری سنا دو (دولت) ایمان رکھنے والوں کو ۲۸ ﴿١٣﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو

۲۳ ایک بے مثال تجارت کی راہنمائی: سو اہل ایمان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا گیا کہ کیا میں تم لوگوں کو ایسی عظیم الشان تجارت کا پتہ نہ دے دوں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے نجات دے؟ سو اس سے ایک ایسی عظیم الشان اور بے مثال تجارت کی راہنمائی فرمائی گئی ہے جس میں کبھی کوئی خسارہ نہیں۔ سبحان اللہ! کیسی عجیب اور انوکھی تجارت ہے یہ جس میں نفع ہی نفع ہے خسارے کا نام و نشان بھی نہیں بشرطیکہ اس میں لگائے جانے والے سرمائے میں کوئی کھوٹ اور قصور نہ ہو، اسی لئے اس عظیم الشان تجارت کے بارے میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا "تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ" (فاطر ۲۹) یعنی ایسے لوگ ایک ایسی عظیم الشان تجارت کی توقع اور امید رکھتے ہیں، جس میں خسارہ اور نقصان کسی صورت میں بھی نہیں، پس اس تجارت کے مقابلے میں ان دنیاوی تجارتوں کی حقیقت و

حیثیت ہی کیا ہو سکتی ہے جن پر ابناء دنیا لٹو ہو رہے ہیں اور وہ انہی کے لئے جیتے اور انہی کے لئے مرتے ہیں، اور اس عظیم الشان تجارت کی وضاحت آگے اس طرح فرمائی گئی کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد اپنی جان اور اپنا مال اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ سو یہ تجارت تم لوگوں کو اس دنیا میں بھی عزت وعظمت سے نوازے گی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی حقیقی اور ابدی فوز وفلاح سے سرفراز کرے گی۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق لِمَا یُحِبُّ وَ یُرِیْد، وَعَلٰی مَایُحِبُّ وَیُرِیْد،

۲۴ ایک بے مثال تجارت اور اس کی بے مثال نفع بخشی کا ذکر وبیان: سو اس سے بے مثال تجارت کی نفع بخشی کا ذکر فرما دیا گیا، اس سے واضح فرمایا گیا کہ اگرچہ بظاہر تم لوگوں کو یہ سودا خسارے کا سودا نظر آئے گا لیکن حقیقت میں یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو کہ اس تجارت کا نفع ایسا عظیم الشان نفع ہے کہ تم پورے طور پر اور صحیح طرح سے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اور ایسا دائمی بھی کہ کبھی ختم ہونے والا نہیں، اور اس میں بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ نقد کو ادھار پر قربان کیا جا رہا ہے لیکن اگر تمہاری نظر اصل حقیقت تک پہنچ جائے تو تم دیکھو گے کہ اس میں دنیا کے چند خزف ریزوں اور حیاتِ فانی ومستعار کے چند لمحات کے عوض سعادتِ دارین اور دولت کونین کا سودا کیا جا رہا ہے۔ سو یہ ایسا سودا اور ایسی نفع بخش تجارت ہے جس کا فائدہ دائمی وابدی ہے اور جس کے لئے کبھی فنا و زوال نہیں۔ اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین، یا ربَّ العالمین، ویا اکرم الاکرمین

۲۵ اصل اور حقیقی کامیابی کی نشاندہی: سو اس میں واضح ارشاد فرمایا گیا کہ جنت اور اس کی حقیقی اور ابدی نعمتوں سے سرفرازی ہی اصل اور حقیقی کامیابی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا اور اندازِ حصر وقصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ اصل اور حقیقی کامیابی یہی اور صرف یہی ہے، جس کے سامنے اس دنیا کی بڑی سے بڑی کامیابی بھی ہیچ ہے، سو تم لوگ ذرہ سوچو کہ یہ کتنی بڑی سعادت اور کیسی عظیم الشان کامیابی ہے کہ اس فانی دنیا کے حطامِ زائل اور متاعِ فانی کے عوض کونین کی اس عظیم الشان دولت سے سرفرازی کا سامان کیا جا رہا ہے جو لازوال ہے۔ کیا اپنی متاعِ فانی کے عوض ایسی بڑی کامیابی کا کوئی تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟ سو اسی کو اپنا مطمحِ نظر اور مقصدِ حیات اور نصب العین بنانا چاہیئے، اور اسی میدان میں باہم مسابقہ اور مقابلہ کرنا چاہیئے نہ کہ دنیاءِ دُوں کے اس متاعِ فانی اور حطام زائل کے لئے جو کہ بہر حال ایک عارضی اور فانی چیز ہے، اور جنہوں نے اسی دنیا کو مقصودِ حیات اور قبلہ توجہ بنا رکھا ہے وہ بڑے ہی خسارے میں ہیں۔ کیونکہ اصل چیز آخرت کی حقیقی اور ابدی زندگی کی کامیابی ہے اسی کو اپنا اصل مقصد اور نصب العین بنانا عقل ونقل کا تقاضا ہے اور اسی کے لئے مسابقہ اصل مسابقہ ہے۔ "وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ"۔ اور اسی کے لئے محنت کرنے کی اصل ضرورت ہے۔ "لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ" وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق لِمَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، وَعَلٰی مَایُحِبُّ وَیُرِیْد، وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سواء السبیل، اللہ تعالیٰ ہمیشہ راہِ حق وصواب پر مستقیم وثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین، یارب العالمین، ویاارحم الراحمین،

۲۶ دنیاوی کامیابی وغلبہ کی بشارت کا ذکر وبیان: سو ارشاد فرمایا گیا اور ایک اور چیز کی بشارت بھی جس کو تم لوگ پسند کرتے ہو، یعنی اپنی طبعی افتاد اور فطری اور جبلی تقاضے کی بناء پر، کہ انسان فطری طور پر عجلت پسند اور جلد باز واقع ہوا ہے، جیسا کہ دوسرے

مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ خُلِقَ الانسان مِنْ عَجَلٍ سَاُرِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنَ ○ (الانبیاء۔۳۷ پ ۱۷) نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ''وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ط وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ○ (بنی اسرائیل ۱۱ پ ۱۵) ہجرت کے بعد سب سے بڑی تمنا جو ہر مسلمان کے دل میں موجزن تھی وہ فتح مکہ کی تمنا تھی، اسی پر اسلام کے اصل دشمنوں کی شکست کا انحصار بھی تھا، اور غلبہ حق کی سب سے بڑی شہادت بھی یہی تھی، اس لئے ہر مسلمان اس کا متمنی اور خواہش مند تھا۔ سو اس ارشاد سے اہلِ ایمان کو اس خوشخبری سے نوازا گیا کہ آخرت کی فوزِ عظیم سے پہلے تم کو اس خوشخبری سے بھی نوازا جاتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں بھی تم کو نصرتِ خداوندی اور فتحِ قریب سے نوازا جائے گا، اور ایک اور کامرانی تم کو حاصل ہونے والی ہے جو عنقریب ہی تم کو نصیب ہوگی۔ سو ایمان و یقین کی دولت سعادتِ دارین سے سرفراز کرنے والی دولت ہے اس کے بغیر محرومی ہی محرومی ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاةِ، وَهُوَ الْهَادِیْ اِلٰی سواء السبیل، فعلیه نتوکل وبه نستعین،

۲۷ نصرتِ خداوندی اور فتحِ قریب کی خوشخبری: سو آخرت کی کامیابی سے پہلے ان کو دنیاوی بشارت سے بھی نوازا گیا یعنی اللہ کی مدد اور جلدی سے ملنے والی ایک عظیم الشان فتح۔ فتح نکرہ ہے' جو اپنی تنکیر و تعمیم کے لحاظ سے ہر فتح کو شامل ہے خواہ وہ کسی بھی معرکے کی فتح ہو، اور کسی بھی شکل میں ہو کہ فتح کی تنکیر و تعمیم سب کو شامل اور عام ہے اور آخرت کے مقابلے میں یہ سب ہی فتوحات قریب ہیں اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے روم و فارس کی فتوحات مراد لی ہیں جبکہ دوسرے بعض حضرات کے نزدیک اس سے مراد خیبر اور پھر مکہ کی فتح ہے اور یہی ظاہر ہے۔ (مراغی' مدارک' محاسن' اور معارف، وغیرہ،) بہر کیف اس فتح کا اصل اور سب سے اہم مصداق فتحِ مکہ ہی ہے، جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں بھی گزرا۔ سو اس سے کئی اہم بنیادی امور واضح ہو جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ آخرت کی اس عظیم الشان اور بے مثال تجارت کو اپنا اصل اور حقیقی نصب العین بنانے والوں کے لئے اس دنیا میں بھی محرومی نہیں، بلکہ یہاں بھی ان کو طرح طرح کی نوازشوں سے سرفراز فرمایا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ دنیاوی فتح و نصرت اگرچہ بڑی چیز ہے لیکن اصل اور حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اسی لئے یہاں پر آخرت کی کامیابی کو پہلے ذکر فرمایا اور دنیاوی فتح و نصرت کو بعد میں اور تیسری بات یہ کہ دنیاوی فتح و نصرت بھی انسان کو اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق و عنایت اور اسی کے فضل و کرم سے ملتی ہے۔ اس لئے اس کو اپنی لیاقت و قابلیت اور اپنے زورِ بازو کا نتیجہ سمجھنے کی بجائے اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم سمجھ کر اس کا شکر ادا کیا جائے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ لِمَا یُحِبُّ وَیُرِیْدُ، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَیُرِیْدُ بِكُلِّ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ، وَفِیْ كُلِّ مَوْطِنٍ مِّنَ الْمَوَاطِنِ فِی الْحَیَاةِ،

۲۸ دولتِ ایمان سعادت دارین سے سرفرازی کا ذریعہ و وسیلہ: چنانچہ یہاں پر ارشاد فرمایا گیا اور خوشخبری سنا دو ایمان والوں کو۔ یہاں پر ''بشر'' کا مفعول یعنی' مبشر به ''ذکر نہیں فرمایا گیا یعنی یہ نہیں بتایا گیا کہ کس چیز کی خوشخبری دیجئے سو اس سے اس کے عموم و شمول کا فائدہ ملتا ہے۔ اسلئے یہ ارشاد دارین کی فوز و فلاح اور سعادتوں کو شامل ہے کہ اس عظیم اور بے مثل تجارت کا تقاضا یہی ہے۔ سبحان اللہ! اتنی بڑی اور کس قدر عظیم الشان دولت ہے یہ ایمان و یقین کی دولت جو کہ انسان کو دارین کی سعادت و سرخروئی کی بے مثل نعمت سے مشرف و سرفراز کرتی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِنِعْمَةِ الْاِیْمَانِ وَالدِّیْنِ فَزِدْنَا اللّٰهُمَّ مِنْهُ وَثَبِّتْنَا عَلَیْهِ

بہرکیف ارشاد فرمایا گیا کہ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو جس میں ہر خیر کی خوشخبری آ جاتی ہے لیکن اس کا اولین اور سب سے بڑا اہم مصداق فتح مکہ ہے جو اس وقت ہر مسلمان کی دلی تڑپ و تمنا اور سب سے بڑی خواہش تھی، جیسا کہ ابھی اوپر کے حاشیے میں بھی گزرا۔ اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد مسلمانوں کو فتح مکہ کی عظیم الشان خوشخبری اور سعادت سے نواز دیا گیا۔ سو دولتِ ایمان ویقین دارین کی سعادت وسرخروئی اور حقیقی فوز وفلاح سے سرفرازی کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔ جبکہ اس سے محرومی ہر خیر سے محرومی ہے، والعیاذ باللہ العظیم، من کل زیغٍ وّ ضلال، وسوء وانحراف، بکل حالٍ من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، وھو العزیز الوھاب،

اَللّٰھُمَّ !

اَصۡلِحۡ لَنَادِیۡنَنَاالَّذِیۡ ھُوَعِصۡمَۃُ اَمۡرِنَا،وَاَصۡلِحۡ لَنَادُنۡیَانَاالَّتِیۡ فِیۡھَا مَعَاشُنَا،وَاَصۡلِحۡ لَنَا اٰخِرَتَنَا الَّتِیۡ اِلَیۡھَا مَعَادُنَا،وَاَصۡلِحۡ لَنَاشَاۡنَنَاکُلَّہٗ،وَاجۡعَلِ الۡحَیَاۃَ زِیَادَۃً لَّنَامِنۡ کُلِّ خَیۡرٍ،وَاجۡعَلِ الۡمَوۡتَ رَاحَۃً لَّنَامِنۡ کُلِّ شَرٍّ،اَللّٰھُمَّ اِنَّانَسۡتَغۡفِرُکَ اِنَّکَ کُنۡتَ غَفَّارًا،اَللّٰھُمَّ یَامَعۡرُوۡفًابِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالۡاِحۡسَانِ،عَامِلۡنَا بِلُطۡفِکَ وَکَرَمِکَ وَاِحۡسَانِکَ،وَلَاتُعَامِلۡنَا بِاَعۡمَالِنَا وَتَقۡصِیۡرِنَا،عَامِلۡنَا،بِمَااَنۡتَ اَھۡلُہٗ،وَلَا تُعَامِلۡنَا بِمَانَحۡنُ اَھۡلُہٗ،اِنَّکَ اَھۡلُ التَّقۡوٰی وَاَھۡلُ الۡمَغۡفِرَۃِ،اَللّٰھُمَّ ھَبۡ مُسِیۡئَنَا لِمُحۡسِنِنَا،وَھَبۡنَا جَمِیۡعًا بِعَفۡوِکَ وَکَرَمِکَ مَاتُحِبُّ وَتَرۡضٰی،یَااَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ،وَیَااَکۡرَمَ الۡاَکۡرَمِیۡنَ،وَیَاذَاالۡجَلَالِ وَالۡاِکۡرَامِ

كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

ہو جاؤ تم مددگار اللہ کے (دین کے)' ف٢٩ جیسا کہ عیسیٰ بیٹے مریم نے کہا تھا

لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

حواریوں سے' کہ کون ہے جو مددگار ہو میرا اللہ کی طرف (بلانے میں)؟ تو حواریوں نے اس کے جواب میں کہا تھا

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کہ ہم ہیں مددگار اللہ کے (دین) کے' پھر ایمان لے آیا ایک گروہ بنی اسرائیل کا'

وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى

اور کفر (وانکار) کیا دوسرے گروہ نے' ف٣٠ سو ہم نے اپنی (نصرت و) تائید سے نوازا ان کو جو ایمان لائے تھے' ف٣١

عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ؑ ﴿١٤﴾

ان کے دشمنوں پر' جس سے وہ ہو گئے غالب (و فتح مند، اپنے دشمنوں پر) ف٣٢ ﴿١٤﴾

٢ ع ٥ ١٠

٢٩ نصرتِ حق کی تعلیم و تلقین کا ذکر و بیان: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایمان والو تم مددگار بن جاؤ اللہ کے۔ سو اس کے دین کی خدمت و مدد ایسی عظیم الشان دولت و سعادت ہے کہ اس کو خود اللہ پاک کی مدد قرار دیا گیا ہے ورنہ اللہ پاک کی مدد کرنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ہر کسی سے اور ہر طرح سے بے نیاز ہے۔ پس اس سے دین حق کی خدمت و مدد کی عظمت و اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ اللہ پاک اس کی مدد کو اپنی مدد قرار دے رہا ہے۔ اہلِ بدعت کے بعض تحریف پسندوں نے اپنی عادتِ مالوفہ کے مطابق یہاں بھی یہ گوہر افشانی کی ہے کہ "اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں" مگر مت کے مارے ہوئے ایسے لوگوں سے کوئی پوچھے کہ کیا یہاں مُردوں یا غیر حاضر بندوں سے مدد مانگی جا رہی ہے؟ اور جب یہ بات نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر اس سے مافوق الاسباب طریقے سے کسی مخلوق سے مدد مانگنے کے اہل بدعت کے شرکیہ عقیدے کا ثبوت کس طرح مل سکتا ہے؟ کیا ان لوگوں کو "مافوق الاسباب" اور "ماتحت الاسباب" کا فرق بھی معلوم نہیں۔ یہ ان لوگوں کی جہالت کا نتیجہ ہے، یا تجاہل عارفانہ کی پیداوار؟ والعیاذ باللہ العظیم، بہرکیف اس آیتِ کریمہ میں اہل ایمان کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ تم حواریوں کے قابل تقلید نمونے کو اپناتے ہوئے اللہ کے دین کے اعوان و انصار بن جاؤ، کہ ان کو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کیلئے اٹھنے کی دعوت دی تو وہ پورے عزم و استقلال اور جوش و خروش کے ساتھ اس راہ میں نصرت و رفاقت کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے، اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے انہی جانثاروں کو غلبۂ حق کا ذریعہ بنایا۔ سو اللہ کے دین کی نصرت کی سعادت ایک عظیم الشان سعادت اور رب کی رضا کے حصول اور اس کی سرفرازی کا واحد ذریعہ و وسیلہ ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق لِمَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَعَلٰى مَا يُحِبُّ وَيُرِيْد، وَهُوَ الْهَادِيْ اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْل،

۳۰ بنی اسرائیل کی تقسیم اہل ایمان اور اہل کفر کے دو گروہوں میں: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ایمان لے آیا بنی اسرائیل کا ایک گروہ، اور کفر کیا دوسرے گروہ نے۔ کچھ نے ضد وعناد کی بناء پر ایسا کیا اور انہوں نے اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ سیّدہ مریم صدیقہ سلام اللہ علیہا پر بہتان بازی اور تہمت ترازی سے کام لیا، جیسا کہ یہود بے بہبود نے کیا اور کچھ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں غلو وافراط سے کام لے کر کفر کا ارتکاب کیا، جیسا کہ نصاریٰ کے ان گمراہوں نے کیا جنہوں نے آنجناب کو خدا، خدا کا بیٹا، اور تین خداؤں میں سے ایک قرار دینے کے شرک کا ارتکاب کیا۔ والعیاذ باللہ العظیم۔ یہاں پر طائفہ پر پہلے موقع میں تنوین تقلیل کیلئے ہے اور دوسری مرتبہ تکثیر کے مفہوم میں، یعنی بنی اسرائیل کا ایک مختصر سا گروہ جو کہ حواریوں کا گروہ تھا ایمان لایا لیکن ان میں سے ایک بڑا گروہ اپنے کفر پر ہی اڑا رہا یعنی مخلصین کو ان کے صدق واخلاص کی بناء پر دولت ایمان سے سرفرازی نصیب ہوئی۔ سو صدق واخلاص کا ذریعہ سرفرازی ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق لِمَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَ یُرِیْد

۳۱ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اہل ایمان کے لئے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے اپنی تائید ونصرت سے نوازا ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں، اپنے وعدہ اور دستور کے مطابق کہ جو اپنے عقیدہ وایمان میں سچے اور پکے ہوتے ہیں ان کی نصرت ومدد کا ہم نے وعدہ کر رکھا ہے اور اس کو ہم نے اپنے ذمے لازم کر رکھا ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ ''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلاً اِلٰی قَوْمِھِمْ فَجَاءُ وْھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (الروم ۴۷ پ ۲۱) نیز فرمایا گیا: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْھَادُ ۝ (المومن ۵۱ پ ۲۴) یعنی ہم ضرور مدد کریں گے اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے۔ سو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اہل ایمان کیلئے ہے جتنا کوئی اپنے ایمان ویقین میں پکا ہوگا اور جس قدر اس کا صلہ وتعلق اپنے رب کے ساتھ صحیح اور مضبوط ومستحکم ہوگا اتنا ہی وہ اس واہب مطلق جَلَّ جَلَالُہٗ کی تائید ونصرت سے بہرہ ور وسرفراز ہوگا۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق لِمَا یُحِبُّ وَ یُرِیْد، وَعَلٰی مَا یُحِبُّ وَیُرِیْد، وَھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سواء السبیل۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین یا ربَّ العالمین، ویا ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین،

۳۲ ہر حال میں غلبہ حق ہی کا مقدر ہے: سو ارشاد فرمایا گیا کہ آخر کار وہی غالب ہو کر رہے۔ پس نصرت اور غلبے کا اصل ذریعہ یہی ہے کہ تم اللہ والے بن جاؤ تا کہ اس کی تائید ونصرت تمہیں حاصل ہو سکے اور جب اس کی تائید ونصرت تمہیں حاصل ہوگی تو پھر کوئی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور وہ تم پر کسی بھی طور پر غالب نہیں آسکتا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ ''اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ ج وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ م بَعْدِہٖ ط وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (آل عمران ۱۶۰) ورنہ محض دنیاوی اسباب ووسائل نصرت وکامیابی اور شوکت وغلبہ کے ضامن نہیں ہوسکتے۔ پس مدد اصل میں اللہ ہی کی مدد ہے جو کہ خالق ومالک ہے اس ساری کائنات اور تمام کارخانۂ ہست وبود کا سبحانہ و تعالیٰ، جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا اور حصر وتاکید کے الفاظ کے ساتھ فرمایا گیا۔ وَمَا جَعَلَہُ اللّٰہُ اِلَّا بُشْرٰی لَکُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُکُمْ ط وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝

(آل عمران ۲۶ اپ ۴) اَللّٰھُمَّ فکن لنا واجعلنا لک وخُذنا بنواصینا الی مافیہ حبک و رضاک بکل حال من الاحوال، وفی کل موطنٍ من المواطن فی الحیاۃ، یا ذالجلال و الاکرام، یا من بیدہ ملکوت کل شی ء وھو یُجِیرُ ولا یجارِ علیہ، وھو ارحم الراحمین، واکرم الاکرمین ،فعلیہ نتوکل وبہ نستعین ، سبحانہ و تعالیٰ،بکل حالٍ مِنَ الْاَحْوَال،

☆—— تکمیل نظر ثالث ۷ اربیع الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۱ جولائی ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ بوقت چھ بجے شام بمکان خود سطوہ دبی متحدہ عرب امارات،والحمد للہ رب العالمین ، الذی بیدہ ازمۃ السعادۃ والتوفیق، جل و علا ،وعلیہ نتوکل وبہ نستعین ،

☆—— تکمیل پروف ریڈنگ ۲۹ صفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۱ جون ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت ساڑھے چھ بجے شام سطوہ دبی، والحمد للہ رب العلمین فی کل زمانٍ ومکان وبکل حال من الاحوال ، تبارک و تعالیٰ وَھُوَالمستعان،

☆—— سیکنڈ پروف ریڈنگ ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت پونے آٹھ بجے صبح سطوہ دبی، والحمد للہ رب العالمین،فی کل زمانٍ ومکان وبکل حال من الاحوال ، تبارک و تعالیٰ وَھُوَالمستعان،

☆—— تکمیل تیسری پروف ریڈنگ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بمطابق ۹ دسمبر ۲۰۰۱ء بروز اتوار بوقت دو بجے شام (بعداز دوپہر) سطوہ دبی، والحمد للہ رب العالمین،فی کل زمان و مکان وبکل حال من الاحوال ، تبارک و تعالیٰ وَھُوَالمستعان،

☆—— تکمیل چوتھی پروف ریڈنگ ۷ اجمادی الاول ۱۴۲۴ھ بمطابق ۷ اجولائی ۲۰۰۳ء بروز جمعرات بوقت ساڑھے دس بجے رات مدنی منزل معمورۃ المدنی (گہل) منگ ضلع سدھنوتی آزاد کشمیر پاکستان۔والحمد للہ رب العالمین، فی کل زمانٍ ومکان،

☆—— اَللَّمَسَاتُ الاخیرۃ (Final Touches) ۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۳ مارچ ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ بوقت سوا ساڑھے پانچ بجے شام۔والحمدُ للہ رب العالمین، قبل کل شئی و بعد کل شئی ، فھو الاھل للحمد فی الاولیٰ والاخرۃ،

اَللّٰھُمَّ ! اجْعَلْنِیْ کَمَایَقُوْلُوْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّایَظُنُّوْنَ وَاغْفِرْلِیْ لِمَالَایَعْلَمُوْنَ،

وَاجْعَلْ عَمَلِیْ ھٰذَاخَالِصًالِوَجْھِکَ الْکَرِیْم،وَاجْعَلْہ اَخْلَصَ مَایَکُوْنَ،

وَاَنْفَعَ مَایَکُوْنَ،وَاَحَبَّ مَایَکُوْنَ،وَأوسَعَ وَاَبْقٰی مَایَکُوْنُ،یَامَنْ لَاحَدَّ

لِجُوْدِہٖ وَکَرَمِہٖ وَاِحْسَانِہٖ،اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْقَرِیْبُ الْمُجِیْبُ

یَاوَاسِعَ الْمَغْفِرۃ وَالْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْاِحْسَان

الٰہی

اَنَا الْعَبْدُ الَّذِیْ کَسَبَ الذُّنُوْبَا وَصَدَّقَهُ الْاَمَانِیُّ اَنْ یَّتُوْبَا
اَنَا الْعَبْدُ الَّذِیْ اَضْحٰی حَزِیْنًا عَلٰی زَلَّاتِهٖ قَلِقًا کَئِیْبًا
اَنَا الْعَبْدُ السَّقِیْمُ مِنَ الْخَطَایَا وَقَدْ اَقْبَلْتُ اَلْتَمِسُ الطَّبِیْبَا
اَنَا الْعَبْدُ الْمُخَلَّفُ عَنْ اُنَاسٍ حَوَوْا مِنْ کُلِّ مَعْرُوْفٍ نَصِیْبًا
اَنَا الْعَبْدُ الشَّرِیْدُ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَقَدْ وَافَیْتُ بَابَکُمْ مُّنِیْبًا
اَنَا الْمَقْطُوْعُ فَارْحَمْنِیْ وَصِلْنِیْ وَیَسِّرْ مِنْکَ لِیْ فَرَجًا قَرِیْبًا
اَنَا الْمُضْطَرُّ اَرْجُوْ مِنْکَ عَفْوًا وَمَنْ یَّرْجُوْا رِضَاکَ فَلَنْ یَّخِیْبَا
فَیَا اَسَفًا عَلٰی عُمُرٍ تَقَضّٰی وَلَمْ اَکْسِبْ بِهٖ اِلَّا الذُّنُوْبَا
وَیَا حُزْنَاهُ مِنْ حَشْرِیْ وَنَشْرِیْ بِیَوْمٍ یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا
وَیَا خَجْلَاهُ مِنْ قُبْحِ اکْتِسَابِیْ اِذَا مَا اَبْدَتِ الصُّحُفُ الْعُیُوْبَا
وَذِلَّةِ مَوْقِفٍ وَحِسَابِ عَدْلٍ اَکُوْنُ بِهٖ عَلٰی نَفْسِیْ حَسِیْبًا

عَبْدُکَ الْمُعْتَرِفُ بِالذُّنُوْبِ وَرَاجِیْ عَفْوِکَ وَرَحْمَتِکَ

ابو طاهر محمد اسحق خان المدنی

سَطْوَه. دَبِیْ

لیلة السَّبْت وَالسَّاعة عَشر ۵. ذوالقعده ۱۴۱۷ھ، الموافق ۱۴ مارس ۱۹۹۸ء

عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن، المعروف تفسیر المدنی الکبیر

علماء ومشاہیر کی نظر میں

- یہ قرآن پاک کی نہایت عظیم الشان اور بڑی مبارک خدمت ہے۔ (مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی الندویؒ)
- قرآن حکیم کا یہ ترجمہ اور تفسیر امت پر احسان عظیم ہے۔ (مفکر ملت جناب مولانا محمد یوسف خان صاحب، آزاد کشمیر)
- اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان قرآنی خدمت کو نافع بنا کر شرف قبولیت سے نوازے۔ (مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، مفتی اعظم پاکستان)
- مولانا محمد اسحاق خان صاحب کا یہ تفسیری کارنامہ بہت مبارک ہے۔ (مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ صاحب تفسیر انوار تنزیل)
- یہ ترجمہ وتفسیر نہایت مبارک اور باعثِ مسرت وشادمانی ہے۔ (مولانا سید سلمان الحسینی الندوی لکھنؤ الہند)
- یہ ترجمہ وتفسیر ایک گرانقدر اور رفیع علمی ودینی خدمت ہے۔ (استاذ المحدثین شیخ سلیم اللہ خان صاحب، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)
- یہ ترجمہ وتفسیر ایک بڑا عظیم الشان تفسیری کارنامہ ہے۔ (مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی مدرسہ عالیہ فتح پوری، دہلی انڈیا)
- یہ تفسیر وقت کے تقاضوں کے عین مطابق اور سمندر بکوزہ کا مصداق ہے۔ (شیخ القرآن مولانا محمد افضل خان صاحبؒ شاہ پور سوات)
- یہ تفسیر قرآن حکیم کی ایک عظیم الشان اور جلیل القدر خدمت ہے۔ (مولانا مفتی مظفر الدین صاحب مخزن العلوم کراچی)
- یہ تفسیر قرآن حکیم کی ایک نہایت قابل قدر خدمت ہے۔ (حضرت مولانا قاضی عبد اللطیف صاحب جہلمیؒ)
- یہ تفسیر ایک انمول تحفہ اور عدیم النظر تفسیر ہے۔ (جناب مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب، احسن المدارس کراچی)
- یہ تفسیر فصاحت وبلاغت کا مرقع زریں اور ایک عظیم شاہکار ہے۔ (شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہید صاحبؒ، پشاور)
- یہ تفسیر بلاشبہ قرآن حکیم کی ایک بڑی اہم اور رفیع خدمت ہے۔ (سفیر ختم نبوت فاتح مرزائیت مولانا منظور احمد صاحبؒ چنیوٹی)
- یہ تفسیر ایک متاع گراں مایہ اور نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔ (مولانا محمد عبداللہ غازی شہید صاحبؒ، اسلام آباد پاکستان)
- یہ تفسیر علوم ومعارف کا گنج گرانمایہ اور سینکڑوں قدیم اور جدید تفاسیر کا نچوڑ ہے۔ (ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب، شیخ الحدیث، دار العلوم حقانیہ)
- یہ تفسیر انتہائی نافع اور امت کے لیے بہترین تحفہ ہے۔ (شیخ الحدیث والتفسیر مولانا شفیق الرحمٰن صاحب درخواستی خانپور)
- یہ تفسیر دور حاضر کا ایک عظیم الشان اور عدیم النظیر کارنامہ ہے۔ (مولانا روح اللہ صاحب، اتمانزئی سرحد)
- یہ تفسیر ایک نادر ونایاب تحفہ اور ایک الہامی تفسیر ہے۔ (مولانا فضل اللہ صاحب شیخ الحدیث والتفسیر دار العلوم الاسلامیہ لکی مروت)
- یہ تفسیر منفرد حیثیت کی مالک اور دور حاضر کی عظیم ضرورت کی تکمیل ہے۔ (مولانا ابوالمظفر غلام قادر صاحب، ماتھیلو، سکھر، سندھ)
- یہ ایک بے مثال اور منفرد حیثیت کی تفسیر ہے۔ (مولانا عبد الطیف صاحب، فاضل مدینہ یونیورسٹی، مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ ضلع جھنگ)
- یہ تفسیر اکابر واسلاف کے طریق پر قرآن حکیم کی ایک عظیم الشان اور جلیل القدر خدمت ہے۔ (قاری محمد حنیف جالندھری جامعہ خیر المدارس ملتان)

- یہ تفسیر علوم و معارف اور رموز و نکات کا ایک عظیم الشان اور جلیل القدر خزانہ ہے۔ (علامہ عبدالحق مجاہد، ملتان)
- یہ تفسیر دور حاضر کی عظیم اور بے مثال تفسیر ہے۔ (مولانا چراغ الدین شاہ صاحب، راولپنڈی)
- یہ تفسیر ترجمہ و تفسیر کی دنیا میں ایک عمدہ اور منفرد نوعیت کا اضافہ ہے۔ (جناب قاری سعید الرحمٰن صاحب، راولپنڈی)
- یہ تفسیر دور جدید کے تقاضوں کے مطابق ایک نہایت عمدہ اور کارآمد تفسیر ہے۔ (مولانا جمیل الرحمٰن حیدرآباد سندھ)
- یہ تفسیر بلاشبہ قرآنی تدبر کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے۔ (مولانا محمد یوسف صاحب قریشی، پشاور سرحد)
- یہ بے شمار خصوصیات اور خوبیوں کی حامل تفسیر ہے۔ (مولانا عبدالرحمٰن الرحمانی، دارالعلوم رحمانیہ کراچی)
- یہ تفسیر مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے عین مطابق ہے۔ (مولانا غلام مصطفیٰ و دیگر علماء، بہاولپور)
- یہ ایسی جامع تفسیر ہے جس سے ہر خاص و عام مستفید ہو سکتا ہے۔ (مولانا شفیق الرحمٰن، ایبٹ آباد، سرحد)
- یہ پوری ریاست جموں و کشمیر میں ایک منفرد اور امتیازی خدمت ہے۔ (مولانا عبدالحیٔ صاحب، دھیرکوٹ، آزاد کشمیر)
- یہ ایک عظیم الشان علمی کارنامہ اور بے مثل تفسیری شاہکار ہے۔ (مفتی عبدالعزیز صاحب قاسمی، اٹھمقام مظفرآباد، آزاد کشمیر)
- یہ تفسیر نہایت مفید و کارآمد اور ضروری مضامین کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ (مولانا خلیل الراشدی صاحب سیالکوٹ)
- یہ تفسیر علماء، فقہاء، طلباء کرام اور عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ایک عظیم الشان تحفہ ہے۔ (مولانا محمد قاسم القاسمی صاحب، فقیروالی)
- یہ تفسیر دوسری تفاسیر کے لیے تاج کی حیثیت رکھتی ہے۔ (جناب سید غلام نبی شاہ صاحب، جبوڑی ضلع مانسہرہ)
- یہ تفسیر مکتبات اسلامیہ میں ایک مقدس اور گرانقدر اضافہ ہے۔ (جناب قاضی محمد اویس خان صاحب، آزاد کشمیر)
- یہ تفسیر موجودہ دور کے علماء، طلباء اور خاص کر سکولوں، کالجوں کے لیے بہت کارگر اور مفید تفسیر ہوگی (مفتی عبدالخالق صاحب، راولاکوٹ آزاد کشمیر)
- یہ ترجمہ و تفسیر دور جدید کا اہم مقتضیٰ ہے۔ (جناب مولانا محمد یٰسین خان صاحب، منگ، آزاد کشمیر)
- اس تفسیر سے قرآن حکیم کے مفہوم اور مدعا کو سمجھنا یقیناً آسان ہو گیا۔ (مولانا اشفاق احمد خان صاحب، عباس پور آزاد کشمیر)
- یہ تفسیر مقاصد و مطالب قرآن کو سمجھنے کے لیے بہت مؤثر اور مفید ثابت ہوگی۔ (مولانا سعید الرحمٰن صاحب، نواں شہر، ایبٹ آباد)
- یہ قرآن حکیم کی ایک عظیم الشان اور جلیل القدر خدمت ہے۔ (مولانا ایوب صاحب ہاشمی، دھنوڑا، ایبٹ آباد)
- یہ تفسیر امت اسلامیہ پر یقیناً بڑا احسان ہے۔ (مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کوہاٹی، ایبٹ آباد، سرحد)
- یہ عوام و خواص دونوں کے لیے بڑی مفید و مؤثر تفسیر ہے۔ (مولانا محمد عمر قریشی صاحب، دارالمبلغین کوٹ ادو، ضلع مظفرگڑھ)
- یہ علمی جواہر کا شاہکار اور امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے۔ (مولانا غلام سرور شاکر صاحب، کوٹ ادو، ضلع مظفرگڑھ)
- یہ تفسیر اسلوب قرآن۔ دعوت قرآن۔ مسائل قرآن۔ کا آسان اور عام فہم حل ہے اور شرک و بدعت کی خوب مرمت اور عقائد باطلہ کی تردید و اصلاح اور عوام و خواص کیلئے ذریعہ نجات بننے والی تفسیر ہے۔ (مولانا محمد قاسم استاذ الحدیث جامعہ فاروق اعظم فیصل آباد)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

عُمْدَةُ الْبَيَان فِي تَفْسِيرِ الْقُرْآن

المعروف

تفسیر المدنی (الکبیر)

جلد ششم

(از قلم حقیقت رقم)

شیخ التفسیر حضرت مولانا ابو طاہر محمد اسحاق خان صاحب المدنی

(حفظہ اللہ ورعاہ وتقبل مساعیہ وجعل اخراہ خیرا من اولاہ)

دار العلوم الاسلامیہ کشمیر الحرۃ

پلندری، ضلع سدھنوتی

آزاد کشمیر، پاکستان